



صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط	صحیح	غلط
حالا نکه	بالا نکه	۱۰۶	۱۵	موضع سہری	موضع سہری	۱۲۶	۸
تنبیہ کے	تنبیہ نے	۱۰۹	آخر	ابا دراک	ابا دراک	۱۲۸	ماشیہ
مانند سیلاب کوہ دبا	مانند سیلاب کوہ دیا	۱۱۰	ماشیہ	یا پرشش	یا پرشش	۱۲۸	ماشیہ
دلیر خان	دلیر خان	"	"	یہ بیر	یہ بیر	۱۲۸	سطر آخر
محمد ہاشم خانی خان	محمد ہاشم خانی خان	"	۳	نیٹا ہی	نیٹا ہی	۱۲۹	۸
آگیت مند	آگیت مند	"	آخر	ہفتخان	ہفتخان	۱۳۰	۷
ریاست برہمنی دہ	مشکوک	۱۱۳	۱۱	نادرہ	نادرہ	۱۳۰	ماشیہ
نہایت شجاعت	مشکوک	۱۱۳	۱۳	گرا نید	گرا نید	۱۳۰	ماشیہ
غیرم کے لشکر کا	غیرم کا لشکر	۱۱۴	۱۱	فرخ آباد	فرخ آباد	۱۳۱	۲
پرسندہ	پرسندہ	۱۱۴	۱۲	یہ مقام	یہ مقام	۱۳۱	ماشیہ
صفیر۱۰۰ عالمگیر نامہ	۱۰۰ عالمگیر نامہ	۱۱۴	ماشیہ	ملاد	ملاد	۱۳۲	ماشیہ
قراول	قراول	۱۱۵	۸	کشد	کشد	۱۳۲	ماشیہ
بندہ باے	بندہ باے	۱۱۶	ماشیہ	قبل	قبل	۱۳۲	ماشیہ
شکوک	شکوک	۱۱۶	ماشیہ	یا	یا	۱۳۷	ماشیہ
شکوک	شکوک	۱۱۷	۷	سپر	سپر	۱۳۷	۱۹
صفیر ۱۰۰	صفیر ۱۰۰	۱۱۶	ماشیہ	در زید	در زید	۱۳۸	ماشیہ
دکینون	دکینون	۱۱۷	۸	رو پے	رو پے	۱۳۸	۸
تین	تین	۱۱۷	۱۳	دیو گڑھ کسیدہ	دیو گڑھ کسیدہ	"	"
دلیر خان اذین معنی	دلیر خان اذین معنی	۱۱۹	ماشیہ	سازدوسن بعد	سازدوسن بعد	"	"
پارہ	پارہ	۱۲۰	ماشیہ	بان	بان	۱۳۷	ماشیہ
روانہ	مشکوک	۱۲۰	ماشیہ	حامل خان	حامل خان	۱۳۷	ماشیہ
خیل اوبار	مشکوک	۱۲۰	ماشیہ	وہ	وہ	۱۳۷	ماشیہ
رسیدہ بلبل	مشکوک	۱۲۰	ماشیہ	جات	جات	۱۳۷	ماشیہ
بین	بین	۱۲۲	۱۲۲	سہاری	سہاری	۱۳۷	ماشیہ
زمیندار	زمیندار	۱۲۵	ماشیہ	یکہزار سوا ماہ	یکہزار سوا ماہ	۱۳۷	ماشیہ



صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
عمرائین سے کھایا	عمرائین سے پکھایا	۱۴۲	۳	ہاتھ	ہاسہ	۱۴۳	ماشیہ
ترقیب وار	ترقیب وار	۱۴۳	۱۳	غازی الدین خان	غازی الدیمان	۱۴۳	ماشیہ
پیدا ہوئی	پیدا ہوئی	۱۴۴	۱۳	کوکہ	کوکہ	۱۴۳	ماشیہ
فرزند	فرزند	۱۴۵	۱۳	ملک اودھ سے	ملک اودھ	۱۴۵	۱۶
راجپوت پیر	راجپوت پیر	۱۴۵	۱۷	گروھیون	گروھیون	۱۴۶	۲
بغرض الارسیدہ	بغرض والاہیدک	۱۴۷	۱۷	کپڑہ	کپڑہ	۱۴۶	۸
تبقت یم	تبقت یم	"	"	پڑھائی	چربائی	۱۴۶	۸
عالی جے پور کے	عالی جے پور کے	"	"	تاریخی واقعات	تاریخی واقعات	۱۴۶	۱۷
گوشالی کو	گوشالی کو	"	"	ٹھٹھ پیر	ٹھٹھ	۱۴۶	آخر
ارٹینین	ارٹینین	۱۴۹	۱۱	بردار	سردار	۱۴۶	آخر
مرہٹے	مرہٹے	۱۴۹	۱۲	بازے بردار کے	ٹھٹھ	۱۴۷	۸
گودادری	گودادری	۱۵۰	۲	پڑاؤ ٹھٹھ	پٹھ	۱۷۲	۹
صوبہ برابر	صوبہ برابر	۱۵۳	۱۰	پیشہ در عایا	پیشہ در عایا	۱۷۲	۱۳
بکوش فراوان	بکوش فراوان	۱۵۵	۱۷	پد فتر استغفار	ٹھٹھ	۱۷۷	ماشیہ
نالا لٹانی	نالا لٹانی	۱۵۶	۸	نجمہ شیم ہر دور دنیا	نجمہ شیم	۱۷۸	آخر ماشیہ
ہوتی بین	ہوتی بین	۱۵۷	۲	نذر ناظرین	نذر ناظرین	۱۸۰	۴
نہ تقوز	نہ تقوز	۱۵۸	۱۷	صدودی	صدودی	۱۸۳	۱۴
پسر	پسر	"	"	ودہ نمی	ودہ نمی	۱۸۳	۱۴
ایک ایسی	ایک ایسی	۱۵۹	۹	صند	صند	۱۸۶	۲
نادرہ لکھنوی	نادرہ لکھنوی	۱۶۰	۹	تھی	تھی	۱۸۶	۱۴
درہ سیوڑی	درہ سیوڑی	۱۶۰	۱۱	ادربانی درگرہ	ادربانی درگرہ	۱۸۶	۱۷
مالدار	مالدار	۱۶۰	۱۲	مولانج کے بانی تھے	مولانج کے تھے	۱۸۶	آخر
ملاقات	ملاقات	۱۶۰	آخر	انجمنہ نادرہ نواب	ابلی خان نواب	۱۸۹	۳
جھنڈا	جھنڈا	۱۶۱	۱۶	دلیر خان	دلیر خان	۱۹۵	۱۴
معلوم نہ ہو سکے	معلوم نہ ہو سکے	۱۶۲	۱۴	غزل دھب	غزل دھب	۱۹۵	۱۴

صحیح	غلط	نوع	سطر	صحیح	غلط	نوع	سطر
ہر گروہ	ہر گروہ	۱۹۶	۳	پرتاب بلی	پرتاب بے	۲۵۲	۲۵۲
بسیار	بسیار	۱۹۸	حاشیہ	فقیر	فقیر	۲۵۰	۲۵۰
بروز	بروز	۲۰۰	حاشیہ	امیدوار بود بدہ	امیدوار بود بدہ	۲۶۰	۲۶۰
قبائل	قبائل	۲۰۰	حاشیہ	نفاذ	نقاد	۲۶۰	۲۶۰
فرنگ داشت	فرنگ داشت	۲۰۱	حاشیہ	بنیادیرخان	بنیادیرخان	۲۶۳	۲۶۳
شہ بازخان	شہ بازخان	۲۰۱	حاشیہ	انکی اجازت	انکی اجازت	۲۶۵	۲۶۵
برسالت	برسالت	۱۱۰	حاشیہ	بالا خان	مشوک	۲۶۷	۲۶۷
مشید	مشید	۱۱۱	حاشیہ	مشکی	مشوک	۲۶۸	۲۶۸
چنانچہ توفیق میں	چنانچہ توفیق میں	۲۱۳	آخر	اپنے	اسے	۲۶۸	۲۶۸
روایت بھی	روایت بھی	۲۱۷	۲	مسلمانان	مسلمان	۲۷۳	۲۷۳
اکرتیا	اکرتیا	۱۱۹	۸	پیش امام	مشوک	۲۷۷	۲۷۷
ماثر عالمگیری	ماثر عالمگیری	۲۲۲	۱۶	بتصرف	متصرف	۲۷۵	۲۷۵
غری نسل	غری نسل	۲۲۶	۱۵	فیل الرقبہ	فیل الرقبہ	۲۷۹	۲۷۹
بازیر نسل	بازیر نسل	۲۲۹	۱۵	بن بابر بادشاہ	بن بابر بادشاہ	۲۸۰	۲۸۰
کھابے	کھابے	۲۳۲	۹	پیر غلام	پیر غلام	۲۸۰	۲۸۰
سید نظام ساکن بھانی	سید نظام ساکن بھانی	شجرہ	۷	بن بابر بادشاہ	بن بابر بادشاہ	۲۸۴	۲۸۴
نواب محمد خان	نواب محمد خان	شجرہ	۷	اردی	اردی	۲۸۶	۲۸۶
نواب اعزاز خان	نواب اعزاز خان	شجرہ	۷	اردی	اردی	۲۹۳	۲۹۳
نواب مقصود علی خان	نواب مقصود علی خان	شجرہ	۷	خصا من حبیب	خصا من حبیب	۲۹۷	۲۹۷
پوشیدند	پوشیدند	۲۴۰	حاشیہ	آبی خرم سین بھر	آبی خرم سین بھر	۳۰۲	۳۰۲
چودھو جاکر	چودھو جاکر	۲۴۲	۹	قبر سے	قبر سے	۳۰۴	۳۰۴
اندر لہجہ صحت	اندر لہجہ صحت	۲۴۲	۹	ہل ہوتا	ہل ہوتا	۳۰۶	۳۰۶
متمو نہ تھا	متمو نہ تھا	۲۴۵	حاشیہ	عالی جہتی	عالی جہتی	۳۰۷	۳۰۷
طاہر خان	طاہر خان	۲۴۵	حاشیہ	سلیم خان	مشوک	۳۰۸	۳۰۸
پاکوس	پاکوس	۲۴۶	۱۳	امرا	امرا	۳۱۱	۳۱۱

صفحہ	سطر	فلاط	صحیح	صفحہ	سطر	فلاط	صحیح
۳۸۱	۵	مشکوٰۃ	نواب دلیر خان	۳۸۱	۳	نواب سرداران	بچو ہا
۳۸۱	۹	نواب دلیر خان	مبذول ہوئی	۳۸۱	۴	مبذول ہوئی	نواب سرداران
۳۱۶	۷	مشکوٰۃ	استغناء	۳۱۶	۱	مشکوٰۃ	تحریر
۳۲۲	۱	ڈیوڑھی	شاہجہانی	۳۲۲	۲	ڈیوڑھی	دیوڑھی
۳۲۲	حاشیہ	مشکوٰۃ	پہنچے اور	۳۲۲	۲	مشکوٰۃ	شہزادہ
۳۲۵	حاشیہ	مشکوٰۃ	اگر اپنے	۳۲۵	۱	مشکوٰۃ	تحریر
۳۲۹	۸	نمود	تو خیر ورنہ	۳۲۹	۲	نمود	نمود
۳۳۱	۱۸	نگار ہماگ	کارزار ہے	۳۳۱	۲	نگار ہماگ	نگار ہماگ
۳۳۲	۲	بلایت خان	بدلو اور بت رسیدہ	۳۳۲	۲	بلایت خان	بلایت خان
۳۳۵	آخر	واقعات بابری زین	مقابلہ	۳۳۵	۲	واقعات بابری زین	واقعات بابری زین
۳۳۶	۲	اقبال جہانگیری	بقیۃ السیف	۳۳۶	۲	اقبال جہانگیری	اقبال جہانگیری
۳۴۱	۹	کور خاص	پہنچ کس	۳۴۱	۲	کور خاص	کور خاص
۳۴۲	۲	یہجون	سر زمین	۳۴۲	۲	یہجون	یہجون
۳۴۲	۷	اوغمون انکی	شرن ملازمت	۳۴۲	۲	اوغمون انکی	اوغمون انکی
۳۴۲	۱۵	مشکوٰۃ	کولام پور	۳۴۲	۲	مشکوٰۃ	کولام پور
۳۴۶	۱۰	عدد عدد	داد شجاعت	۳۴۶	۲	عدد عدد	عدد عدد
۳۴۷	۷	قد است	عبور	۳۴۷	۲	قد است	قد است
۳۵۰	۵	یہ سچ ہرگز نہ کہ لایقا	خلعت فاخرہ سے	۳۵۰	۹	یہ سچ ہرگز نہ کہ لایقا	یہ سچ ہرگز نہ کہ لایقا
۳۵۲	۹	باقی رہی تھی	مخلص	۳۵۲	۹	باقی رہی تھی	مخلص
۳۶۲	۲	شاہ آباد	آزادہ خاطر ہو کر	۳۶۲	۹	شاہ آباد	آزادہ خاطر ہو کر
۳۶۲	۳	اختیار ہے	بتقاب	۳۶۲	۹	اختیار ہے	بتقاب
			ہفتہ				ہفتہ
			باز لقیاس آفتاب				باز لقیاس آفتاب
			ہمیرفتند				ہمیرفتند
			مشکوٰۃ				مشکوٰۃ

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
ہمت باغیختہ	مشکو	۳۸۳	۴	جاوید	چانور	۴۰۹	آخر
از حضور وورد	خفور وورد	۳۸۳	آخر	مجاہد	مجاہد	۴۱۵	۸
شہر خان	شیرخان	۳۸۵	۴	بجبل متین	بجبل متین	۴۱۷	۹
علی خان رین	علی تاریر خان	۳۸۶	۱۰	مورید	مورید	۴۱۸	۱۰
گذاشت	گذاشت	۳۸۷	۴	پشاورند	پشاورند	۴۱۸	۷
بر آورد	مشکو	۳۸۷	۴	شیخ احمد مجددی	شیخ احمد مجددی	۴۱۸	۶
محبوب	محبوب	۳۸۹	۴	مادر زادولی تھے	مادر زادولی تھی	۴۱۸	۲
زین از اسب	مشکو	۳۹۲	۴	لنگر	لنگر	۴۱۸	۲
سواران لالائی	الحاقی	۳۹۲	۴	وطن	وطن	۴۱۸	۵
راجہ بہار سنگہ	راجہ بہار سنگہ	۳۹۳	۱۰	آس کا	آپ کا	۴۱۸	۸
تغائب بھی کیا	تغائب بھی کیا	۳۹۴	۱۵	فتح جنگ خان	فتح خان	۴۲۳	۱۴
وطن حصار یاد تھے	وطن گزوی یاد تھے	۳۹۵	۶	دروازہ	دروازہ	۴۲۵	۹
شیخ فرید ولد	شیخ فرید اللہ	۳۹۷	۱	پانہاز	پانہاز	۴۲۸	۴
قطب الدین خان	قطب الدین خان	۳۹۷	۱	تزدیک	تزدیک	۴۲۸	آخر
سندہ جلوس میں	سندہ جلوس	۳۹۷	۴	گھوڑے کے	گھوڑوں کے	۴۲۹	۲
اشا جہان نے	شا جہان نے	۳۹۷	۴	مخالفت	مخالفت	۴۳۱	۶
آئندہ زمانہ میں بھی	آئندہ زمانے	۳۹۷	۴	تخاسد	تخاسد	۴۳۲	۹
سرگرم تھے	سرگرم ہو	۳۹۹	۸	سلطانی حکم کے منتظر	سلطانی حکم منتظر	۴۳۳	۸
سادات	سادات	۴۰۰	۶	کسی امیر کا	کسی امیر کا	۴۳۵	۱۲
پیش قدمی فرج	پیش قدمی فرج	۴۰۰	۴	ادلا نواب لیرخان	ادلا نواب لیرخان	۴۳۹	۴
نوزعم کباب	نوزعم کھا کرے	۴۰۲	۷	گشتہ شد	گشتہ شد	۴۳۹	آخر
چغتائی	چغتائی	۴۰۲	۷	قسمت باخو ہا کرہ	قسمت باخو ہا کرہ	۴۳۹	۴
معاہدہ	معاہدہ	۴۰۳	۹	بتقریب	بتقریب	۴۵۵	۵
جن میں	جن میں	۴۰۷	۴	فرزدون کو	فرزدون کو	۴۵۶	۴
مخاطب	مخاطب	۴۰۷	۴	جہانگیر کو لکھ	جہانگیر کو لکھ	۴۶۱	۴

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
آئی تھی	آئی تھی	۲۶۲	حاشیہ	ژندہ رہے	ژندہ رہے	۳۲	۱۱
دارت سلطنت	دارت سلطنت	۲۶۲	حاشیہ	ارکان دولت	ارکان دولت	۳۳	۳
اُنے لکا کر	اُنے لکا کر	۲۶۵	حاشیہ	موروثی	مشکوک	۳۳	۸
داور بخش	داور بخش	۲۶۸	حاشیہ	تقاضی ناصر الزمان	مشکوک	۳۴	آخر
چہ ہزار سوا	چہ ہزار سوا	۲۶۵	۷	از قلع	از قلع	۳۴	۱۵
بہ اختلاف	بہ اختلاف	۲۶۷	۱۸	اوقات	اوقات	۳۴	۱۷
لشکرین	لشکرین	۲۶۹	حاشیہ	رسانیدہ	مشکوک	۳۴	آخر
گردانیدہ	گردانیدہ	۲۸۳	حاشیہ	قدغن	قدغن	۳۵	۳
آجا چکا	آجا چکا	۲۸۳	آخر	سید زندہ	مشکوک	۳۸	۲
دریا خان کاسر	دریا خان کاسر	۲۸۷	۲	مملکیانی	مملکیانی	۳۸	۸
غلط نامہ جلد دوم نامہ مظفری							
آمنوی گل شتی	گل شتی	۲	۱۳	عرف مرزا شتو	عرف مرزا شتو	۳۸	حاشیہ
ہریک	ہریک	۸	۵	مملکیانی	مملکیانی	۳۸	۸
کبھی آدو بھی	کبھی شربھی	۸	۱۲	سلسلہ ہجری	سلسلہ ہجری	۳۹	۳
وہ عیوض اسے	وہ در	۱۱	۴	شیخص گذرے	گذرے	۴۲	۲
چین و تردد	چلن و تردد	۱۳	۱	احمد گریا	احمد گریا	۴۶	۱۶
موظف	موظف	۱۳	۲	بیاض	بیاض	۴۷	۸
قریب جو درختاؤ	درخت تاؤ	۱۴	۱۳	سید اجاز احمد صا	سید اجاز احمد صا	۵۷	۱۷
ہے بتلاتے ہیں	ہے بتلاتے ہیں	۱۵	۱۴	طبع ہو کر	طبع ہو کر	۵۷	۱۸
مملو لیر گچ قلع شاہ آباد	مشکوک	۱۵	۱۶	مشکوک	مشکوک	۵۸	آخر
ہرد لغزیری	ہرد لغزیری	۲۵	۲۷	سلسلہ ہجری	سلسلہ ہجری	۶۳	۶
سہی	سہی	۲۵	۱۱	الماک تھی ضبط ہو کر	الماک تھی کاضبط	۶۴	۱۲
فرق	فرق	۲۵	۱۵	مشخ داود	مشخ داود	۶۶	حاشیہ
اوجیاں	اوجیاں	۳۰	۳				

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۱	۹۴	کلام	۶۸	مشکوک	محلہ دیکھے ہیں
۱۴	۹۴	مشکوک	۶۸	مشکوک	سز خدا
۱۴	۹۵	مشکوک	۶۸	شکل	شکل
۱۴	۹۹	عرض	۶۸	۲۵۵ ہجری	۲۵۵ ہجری
۱۴	۹۹	آسمان اور شاتی	۶۸	ش	نقش
۱۴	۱۰۰	باہوت	۶۸	ہرزید	ہردو
۱۱	۱۰۱	مشکوک	۶۹	ہر بھر	ہر بھر
۱۲	۱۰۱	"	۷۰	زوجہ	زوجہ
۱۲	۱۰۱	یہ فدوی	۷۰	امامت	امانت
۱۴	۱۰۱	تشریف لے	۷۳	مشکوک	مولوی صاحب
آخر	۱۰۱	می نماید	۷۵	مشکوک	لحاظ
۵	۱۰۳	مشکوک	۷۶	مشکوک	مورد
۷	۱۰۳	تقسیم	۷۶	عبادت	حادث
۷	۱۰۳	بندہ	۷۷	انجین کے	انجین کا
۹	۱۰۵	کہ رہے یاد	۷۸	خدا	قدر
۱۲	۱۰۵	جون ہوں	۸۰	تعلقہ دار	تعلقہ دار
۱۳	۱۰۵	کیا عجب ہیں	۸۵	استفادہ	استفادہ
۱۴	۱۰۶	اُسے کچھ یاد آئے	۸۵	حافظ	حافظہ
۱۵	۱۰۸	۲۵۵ ہجری	۸۶	مرزا	مرزا
۳	۱۰۹	۲۵۵ ہجری	۸۶	تو	کبھی وہ
۱۵	۱۱۱	حکیم صاحب	۸۹	اُنکے	جنگ
آخر	۱۱۳	ندوۃ العلماء	۹۱	نہاد	مرزا
۳	۱۱۵	تردات	۹۱	مشکوک	عالم دیا
حاشیہ	۱۱۵	ہوا کرتی تھی	۹۲	متعلقہ	متعلقہ
۱	۱۱۶	سیرت	۹۳	ولی حضرت	ولی خطرات

صفحہ	غلط	صحیح	صفحہ	غلط	صحیح
۲	۱۳۷	نہایت نامور	۱۱۶	پے	پے
۹	۱۳۶	ذریعہ سے بیچ ہے تھے	۱۱۶	بروش	سروش
۱	۱۳۸	خلفای شیخ محمد	۷	جینے کی خواہش ہو	جینے کی صورت ہو
۵	۱۳۸	مدی ت ادی	۱۱	تاشا نیرنگی	تاشا گاہ نیرنگی
۱۳	۱۵۹	اینبانت	۵	کمر	گمر
		پانچ روپیہ پاتے تھے	۶	کھتا ہے	لگایا ہے
			۱۲	محشر	دہ محشر
۵	۱۶۳	نواب کمال الدین	۱۲	ہر قصر دالوان	ہر قصر دالوان
۱۲	۱۶۳	فروع کنایہ	آخر	مصطفیٰ بن آدم	شای مصطفیٰ بن
۱	۱۶۴	بالضامی			رات دن
۳	۱۶۴	وصول یا فتم	۱۷	تو ادھی ادا ہے	کچھ اور ہی ادا ہے
۲	۱۶۸	رکارخیا	۱۷		ہے
۲	۱۶۹	مقررہ جمن	۱۳	نیون لو	نیون کو
۴	۱۶۹	فروے مرین	۱۳۵	بالاپر	بالاپر
۶	۱۷۰	قسمت تامہ	۱۳۶	مشوک	تذکرہ دلیر خان
۱	۱۷۵	دوبو جے	۱۳۷	مشوک	مسما جمیلہ
		شہ جہری	۱۳۸	رود بدنی کے	رود بدنی میں
		کئی مینے	۱۳۸	بی بی ٹکینہ	بی بی ٹکینہ
۷	۱۷۷	مشوک	۱۳۹	قائم ولی	قاسم ولی
۱۵	۱۷۸	حضرت پیر صاحب	۱۳۹	زانوارہ	زانوارہ
۴	۱۷۹	دیگ خرد	۱۳۹	غوت آب	غوثیت آب
۱۲	۱۸۰	پنچاٹ	۱۳۹	ناگزین ناگزین	ناگزین ناگزین
۱۸	۱۸۰	واپس آئے	۱	بے ادبی	بے ادبی

صحیح	غلط	صفحہ	سطر	صحیح	غلط	صفحہ	سطر
مالک مجاز نہیں	مالک مجاز نہیں	۱۸۱	۵	چار مواضع	مشکوٰۃ	۲۱۳	۶
مادری	مادری	۱۸۲	۲	دو فرزند تھے	سید غلام حسن فرزند	۲۱۳	۶
وہ از روی دہشت	وہ مجازاً از روی دہشت	۱۸۲	۴	نواب علی محمد خان بدر	نواب علی محمد صاحب	۲۱۳	حاشیہ
شریک مقدمہ	شریک مقبوضہ	۱۸۳	۱۸	سید حسین	وید حسین	۲۱۵	۱۱
میان جیل	میان خلیل	۱۸۴	۱۲	پچھون کو	مشکوٰۃ	۲۱۶	۱۰
فصل تفصیل	فصل تفصیل	۱۸۸	۸	فضل احمد لکھنؤی	فضل احمد لکھنؤی	۲۱۶	۱۳
				چراغ روشن	چراغ روان	۲۱۶	۱۴
				بجز	بجز	۲۱۹	۸
سنہ ہجری	سنہ ہجری	۱۹۳	۸	مورد	موری	۲۲۰	۱۲
اپنے عالی خاندان	اپنی عالی خاندان	۱۹۴	۸	مگر	اگر	۲۲۲	حاشیہ
چڑھالی	چڑھالی	۱۹۵	۱۶	طلاقت لسانی	طاقت لسانی	۲۲۲	۶
نہ ٹھہرے	نہ ٹھہر سکے	۱۹۶	۱۲	امیدوار	امید ولد	۲۲۳	۳
ابن رقاصہ نے	ابن رقاصہ نے	۱۹۷	آخر	لبنت راب	لبنت راب	۲۲۳	حاشیہ
خانقاہ حماہ کے	خانقاہ حماہ کی	۱۹۸	۵	شہر حماہ	شہر حماہ	۲۲۷	۱۷
بجز آپ کے	بجز آپ	۲۰۱	۲	مشورہ کے بغیر	مشورے سے		
سب نام اہلیہ	بنام قدوۃ العارفین	۲۰۱	حاشیہ	نہیں کرتے تھے	نہیں کرتے تھے	۲۲۸	آخر سطر
قدوۃ العارفین	بنام قدوۃ العارفین	۲۰۱	حاشیہ	آبائی مراحم میں سے	آبائی مراحم میں سے		
مسقف	متفقہ	۲۰۷	حاشیہ	نمائت تعظیم و توقیر سے	نمائت تعظیم و توقیر سے	۲۲۹	۶
مورث سادات	سادات مورث	۲۰۸	شعبہ ۲	پوشیدہ نہیں	پوشیدہ نہیں		
شاہجہان پور	شاہجہان پور	۲۰۸	۲۰۸	رکھتے تھے	رکھتا تھا	۲۲۹	۷
عالی منزلت	عالی عالی منزلت	۲۰۹	۷	حافظ امام بخش صاحب	حافظ امام بخش صاحب	۲۳۰	۷
جن کا نام	حسن کا نام	۲۱۰	۳	مسند یوی	مسند یوی		
آپ کے حین حیات	آپ کے حین حیات	۲۱۰	۴				



صحیح	غلط	نہجہ	سطر	صحیح	غلط	نہجہ	سطر
صبح سودا زده	صبح سودا زده	۲۳۲	۳	تنبون	نبون	۲۵۵	۱۲
مگر گردش غلگی	کیونکہ گردش غلگی	۲۳۲	۲۳۲	خود آپ	خود آب	۲۵۸	۸
عماد السعادت	اعتماد السعادت	۲۳۳	۲۳۳	آئی تھیں	آئی نہیں	۲۶۵	۱۶
ادھر سے شجاع الدلو	ادھر سے شجاع الدلو	۲۳۴	۱۲	سہلانی دین برکت رک	سہلانی دین اور برکت رک	۲۶۹	۱۶
او دھر سے	ادھر سے	۲۳۴	۱۲	شاہ آبا ضلع دہوئی	شاہ آبا ضلع دہوئی	۲۶۹	۱۶
سید شرف الدین محمد	سید شرف الدین محمد	۲۳۲	۲۳۲	خواتین ہندی	خواتین ہندی	۲۶۳	۱۰
خود	خو	۲۳۳	۱	سرزمین	سرزمین	۲۶۵	۲
برہان ساطع	سریان ساطع	۲۳۳	۱۲	نامہ	نامہ	۲۶۸	۱
باغ مرہونہ	باغ مرحونہ	۲۳۳	۲۲	علم و پناہ	علم و پناہ	۲۶۸	۱۲
آپ کی طرف سے	جن کی طرف سے	۲۳۵	۲۲	صاحب تحقیق	صاحب توقیر	۲۶۹	۱۱
مسئلہ ہجری	مسئلہ ہجری	۲۳۶	۱۳	بنجاتا	بنجاتا	۲۶۹	۱۵
بست و چارم تھا	بست و چارم تھا	۲۳۶	۱۲	در و جاہر تحقیق	در و جاہر تحقیق	۲۸۰	۱۰
بغش شد دل غمگین	بغش شد دل غمگین	۲۳۶	۱۲	رئیس کا کوئی	رئیس کا کوئی	۲۸۱	۸
کہ نہ خواہ کریند جهان	کہ تو یہ خواہ کریند جهان	۲۳۸	۹	بوستان منظر	بوستان بے نظیر	۲۸۵	۷
گلاب	گلاب	۲۳۹	۹	۶۱۹۱۵			





## بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوند دو جہان کی حمد و ثنا ناچیز انسان کے بیان سے باہر ہے اس کا وہ مطلق کی عظمت  
 قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ اُسے انسان کی ذات کو اپنے صفات کا مستغرق  
 بمصداق اِنَّ اللہَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ عَقْلٌ وَنُوْرٌ کا پتلہ بنا دیا اور اپنی معرفت و  
 تقرب کا رتبہ عنایت کر کے بغیر اے وَ کَلٰھُکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ اَدْبُرُ شَرٌّ لَّکُمْ مَّا لَکُمْ سِے بڑھا دیا اُس  
 حکیم برحق نے اپنی حکمت کاملہ سے اس شے خلک کو وہ زور بازو بخشا کہ جس نے اپنی ذاتی  
 قوت و شجاعت سے شیر نیتان کو مغلوب کر کے اپنی فضیلت کو ثابت کر دیا اُس فیاض  
 ازل کی فیاضی نے اس قطرہ حقیر کو ایسا فیض و سخاوت کا دریا بنایا کہ جسکی شان جوئے  
 اب گہوار کو بھی شرمادیا۔ ایسے مالک بندہ نواز چارہ ساز کی نامتناہی توصیف و تشریح  
 سے خاموشی اختیار کر کے اپنی نارسائی فہم کا اعتراف کرنا چاہیے اور اس معبود  
 حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکا کر عاجزی جو بندہ کی بہترین صفات ظاہر کرنا چاہیے

محرم الہی کی طرح نعت رسالت پناہی بھی احاطہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ اگر اس رحمت عالم  
فخر بنی آدم کی ذات مبدع کائنات عالم ایجاد میں نہ آتی تو بمصداق کو کلام لَمْ یَخْلَقْ  
اِلَّا فَلَکَ آفرینش ہیچہ ہزار مخلوقات کی وجود میں نہ آتی اور اس حسن خوبی کے ساتھ  
وحدت کثرت میں نہ سمائی۔ اگر اس ہادی مطلق اور رسول برحق کی ہدایت جلوہ افروز ہوتی  
تو یہ معرفت الہی جو تمام خلق کی علت غائی ہے حاصل نہ ہوتی اسی سید الاولین آخرین کی  
ذات مجمع کمالات سے جو کمالات روحانی و صفات جسمانی میں لیکتا ہو کر خاتم الانبیاء ہوئی  
دنیا میں علم و حکمت کی عالی تعلیم اور اخلاق کی تکمیل انجام کو پہنچی انکی محبت و اتباع ہر ہمتی  
پر فرض ہو کر وسیلہ نجات قرار پائی۔ اُس کا رخ آئینہ خدا نما اور خطاب شافع معشر اور نام نامی  
احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کمال و اطہار اور اصحاب کبار  
جو تہمان ہدایت کے ستارے تھے ان سب پر ہمارا دل و جان نثار ہے۔

جلد ناظرین باتکین کیند متین خاکسار حقہر الکونین محمد مظفر حسین سلیمانی عرض پردہ  
ہے کہ اس حقہر کو عرصہ دراز سے بانی شاہ آباد کے حالات کی تلاش تھی حسب اتفاق  
ایکبار کتاب مائثر الامراجہ مصاص الدولہ شاہنواز خان کی تصنیفات سے ہے دیکھنے  
میں آئی اس کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ نواب دلیر خان بانی شاہ آباد جو امرا  
اور اراکین دولت شاہجہانی عالمگیری سے ہیں ایسے قوت بازوئے سلطنت  
اور شیرستان شجاعت تھے کہ جنگی دلاوری اور نمک زیب جیسے الوالعزم جبری  
بادشاہ کی نظر میں بھی بے نظیر تھی۔ اس رستم دوران کے کارنامے شاہی بزم اور ملک  
دکن کے پیر و جوان کی زبان زد تھے۔ مگر افسوس کہ یہاں کے باشندے بجز خند  
ازبانی روایات کے اپنے مورث اعلیٰ کے حالات سے مطلق آگاہی نہیں رکھتے

ان تو اسٹین میں جو شاہی و قلع نگاروں نے بطور وزنا مچ کے لکھی ہیں اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جنکو بادشاہ نے صرف بھرت مناسبتہ نواب دلیر خان ایسے گرامی قدر الفاظ سے یاد کیے گئے ہیں کہ جنکے دیکھنے سے دل و جبین آجاتا ہے مصمام الدولہ جیسے امیر قابل نے انکی غیر معمولی شجاعت اور شہ زوری کے حالات شاہان نامہ و ماثر عالمگیری وغیرہ سے جو نہایت مستند اور شاہی کتب ہیں اخذ کر کے نہایت شیریں فقرات میں تحریر کیا ہے۔

درحقیقت خان ممدوح ایسے شجاع و با اقبال سپہ سالار اور گورنر تھے کہ جس ہم پر گئے خدا کی مہربانی سے فتحیاب ہی ہوئے بارگاہ صاحبقرانی یعنی دربار شاہجہانی سے ان کو خلعت و خطاب دلیر خانی اور منصب چار ہزاری سے سرفرازی اور پیشگاہ اورنگ زیب عالمگیر سے بتیس لاکھ دامی جاگیر اور منصب پنجہزاری سے سدا افزائی ہوئی تھی۔

خلعت و اکرام و تقا و تقا جو مرحمت ہوتے تھے وہ مزید برآں تھے تعجب و تاسف ہے کہ بجز متفرق کتب کے انکے مفصل کارنامے کہنے فراہم نہیں کیے شاہی تاریخ میں جا بجا انکے حالات درج ہیں مگر وہ بجز بعض شائقین امر کے ہر ایک کے بیان مجمع نہیں ہیں اور بعض قلمی کتابیں جو طبع نہیں ہوئیں ہنوز پردہ گمنامی میں پڑی ہیں اور حلد و دستیاب نہیں ہوئیں مزید برآں عدم توجہ اور غیر مطبوعہ ہونیکے سبب مفقود ہوئی جاتی ہیں۔ اپنے بزرگوں کے حالات بھول جانا صریح غفلت اور غرور و زکا ر آبا و اجداد کے اوصاف

نہ جانتا سخت جہالت ہے وہ قوم کیا سربلند اور ہم چشم گروہ میں متاثر ہو سکتی  
 کہ جو اپنے نامور اسلاف کے حالات و اعزاز سے بھی ناواقف ہے مشاہیر اجداد کے واقعات  
 کو پردہ گمنامی پڑا رکھنا اپنی اصلیت کے جوہر کو خود ہی پوشیدہ کرنا ہے عرصہ دراز کے  
 گزرے ہوئے واقعات جب تک نہ دُہرائے جائیں تازہ نہیں ہوتے ہی بس پار  
 خاکسار نے کتب کیاب کا پتہ چلایا اور اس درد سری کا بار اپنے سر لیا اب تک ان  
 حالات کے فراہم نہونکی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اس دیرینہ بنیاد شاہ آباد میں  
 جو ذی علم لائق اشخاص ہوئے انکی توجہ واقعات نگاری کی طرف مبذول نہوئی شعور  
 کا چرچا ایسا غالب رہا کہ ذہنی تازگی نالیان اور سراپائے محبوب میں موٹگافیان ہٹا کو  
 پہونچا دین حسن و عشق و جبر و صل گل بلبل شمع و پروانہ کے مضامین سے دفتر بھرے  
 ہوئے ہیں اگر کمریاد کی طرف قلم اٹھایا تو ہلکی مثال میں ملک عدم ہی دکھادیا اور انکی  
 اس حد کو پہونچانی کہ کوئی چیز تشبیہ کو بیسکی اسلیے اسکو معدوم ہی کر دیا۔ زلف جانان،  
 کہ درازی میں میدان حشر سے دو ہاتھ بڑھی ہوئی ہے کبھی شب فراق کے نالوں  
 سے عرش برین کو ہلا دیا اور کبھی آہ سرد سے آتش دوزخ کو بجھا دیا۔ اگر کثرت گریہ اور  
 جوش رقت کا طوفان اٹھایا تو آنکھوں کے ساتھ پردوں سے ساتون طبق آسمان کو ڈوب دیا  
 امین شک نہیں کہ زور قلمی سے اس فن کو معراج پر پہونچا دیا اور مبالغہ کی تک  
 آمیزی سے طبع کو زور کامل بنادیا لیکن مجبوزگین خیالات کے واقعات نادر دہن۔  
 چونکہ آج تک کسی نے تاریخی واقعات کتابی شکل میں مجتمع کیے تھے لہذا رقم کو اس  
 کتاب کی تصنیف میں جو جائگاہی و دماغ سوزی کے اشکال پیش آئے ہیں انکو رقم ہی کا  
 دل و دماغ جانتا ہے منتشر اوراق کا تلاش کرنا اور بعد حصول کا غذات بغور دیکھنا

مفید مطلب و مقامات کا منتخب کرنا اور فارسی عبارت سے اردو زبان میں ترجمہ کرنا گویا ہفتون کے راستہ کا طے کرنا اور ایک دریاے عمیق میں غوطے لگانا تھا۔ اس میدان بے پایان میں جسکی مسافت مجھے طے کرنا پڑی ادنیٰ محنت یہ ہے کہ چھ ماہ تک مجھے پُرانے کاغذات جنہیں فرامین شاہی اسناد اور صورت حال تھے جنسے اس کتاب کے متعلق روشنی پڑتی تھی جا بجا سے لانا پڑے اور پھر انکی نقل کر کے ان حضرات کو جنہوں نے ہزار احسانات وہ عنایت کیے تھے واپس کرنا پڑے۔ بالآخر دو برس میں کل ذخیرہ فراہم ہوا اس کے علاوہ جو مغالطہ کسی واقعات میں پیش آیا اسکی تحقیق کے لیے ممبر و محقق اشخاص سے جا کر ملنا پڑا اور بعض ذمی لیاقت صاحبوں کی خدمت میں خطوط بھیجنا پڑے سوائے ان فارسی تواریخ کے جسکے نام جا بجا مضامین میں آئے ہیں اس زمانے کے کاغذات سے بھی مثل واجب الغرض و گزنیہ وغیرہ کے مدد لینی اور تا امکان تحقیقات حالات میں کوئی کمی نہیں لگتی۔ بانی شاہ آباد کے خاندان کے علاوہ شاہ آباد کے اہل کمال جو طبقہ علما شہر صالحی وغیرہ میں فخر و زگار و مقبول عام ہوئے انکے حالات بھی نہایت تحقیق و تلاش سے مجتمع کیے گئے اور سلسلہ تحریر میں لائے گئے ہیں راقم نے کوئی طبعاً و قصہ نہیں لکھے بلکہ جو کتابوں میں پائے یا بعض سن رسیدہ اور ثقہ لوگوں نے فرمائے وہ راستہ بے کم کاست ورج کیے ہیں۔ اس کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے پہلی جلد میں بانی شاہ آباد و انکے نامور اعزہ اور اولاد کے حالات اور شاہ آباد کی آبادی اور اسکے تنزل وغیرہ کے واردات درج کیے ہیں۔ دوسری جلد میں دیگر اہل کمال کے مقامات تحریر کیے ہیں اور جو تصویریں کہ اس میں شامل لگتی ہیں وہ بھی پہلی و صبح ہیں بعض انہیں شاہی زمانے کے فلمی مرقع میں منظر مسطوروں کے نام اور تاریخ

کشید اور مقام تیاری تحریر ہے اور بعض تصویر پر نوابوں کی مہرین بھی پڑی ہوئی ہیں اور ان تصویر کی صحت کے متعلق چند محقق اور مستند اشخاص نے تصدیق بھی کی ہے عہد شاہی میں مصوری کا فن کمال کو پہنچ گیا تھا اور امرا میں اسکا نہایت چرچا رہا کرتا تھا اسلئے ان نوابوں کی تصویریں بھی کھینچی گئیں۔ چنانچہ نواب لیر خان کی دو تصویریں اتاری گئیں ایک میں وہ خلعت فاخرہ اور لباس زرنگار پہنے ہوئے ہیں اور دوسرے میں صرف درباری جامہ زیب بدن ہے۔ دریا خان اور نواب بہادر خان چونکہ دونوں عہد شباب میں رحلت فرما ہوئے اسلئے ان کی تصویروں میں بھی جوانی کے آثار نمایاں ہیں اب رہی یہ بات کہ مصور کے ہاتھ میں صلاحیت تصویر عینہ کھینچنے کی تھی یا نہیں یہ شک اس صورت میں جاتا رہا کہ نواب عزیز خان بہادر کی تین تصویریں ہیں جن میں بعض ساری کی ہے اور بعض نشست کی۔ مگر ایک تصویر میں جس قدر حصہ کہ سفید بالوں کا ہے اتنا ہی دوسرے میں ہے۔ اور نقش و نگار و خط و خال کے لحاظ سے ہر دو تصویریں سرمو فرق نہیں ہے۔

بعض فارسی اسناد جو کتاب میں درج ہیں ان سے گوارہ دو خان حضرات کو کسیتقد راجھن ہوگی لیکن ان سے دو فائدے خیال کیے گئے ہیں ایک یہ کہ جو ہم واقعات بیان ہو ہیں انکا ثبوت ان اسناد سے کما حقہ ہو جائیگا دوسرے اس کتاب کے ذریعے سے کاغذات کے مطالب مغلیوں کی ہمیشہ کے لیے بقا بھی ہو جائیگی۔ اور اپنے بزرگوں کی یادگار ہر وقت پیش نظر رہے گی۔

ایک بار محمد ایجوکیشنل کانفرنس علیگڑھ میں یہ رزلوشن بھی پاس ہو تھا کہ شاہی فرامین اور زمانہ سابق کے اسناد کو ضرور محفوظ و باقی رکھنا چاہیے اسلئے کہ ان سے







نواب دلیر خان باقوي شادآباد







شاہان سلف کی شان و شوکت اور اسناد سے اپنے بزرگوں کی زبان و طریقہ انشا پر دنیا کا تہ پایا جائیگا۔

ناظرین بانگمیں سے امید ہے کہ میری غلطیوں کو معاف فرما کر عیب چینی سے  
درگزر فرمائیں گے اور اس خاکسار کو فراہمی حالات و جانفشانی کے سلسلہ میں دماغی خیر سے  
جو بزرگانہ شیوہ ہے محروم نہ فرمائیں گے۔

من نوشتم صرف کردم روزگار  
من نساختم این بستاند یادگار

## نواب لیر خان کے مفصل حالات

اصلی نام جلال خان تھا اور دلیر خان خطابی قوم کے افغان باقرزئی تھے ان کے والد دریا خان بربر کے باشندہ تھے جو نواح پشاور میں ایک قصبہ ہے اپنے قصبہ اور اسکے اطراف کے خان و سردار تھے وہ گھوڑوں کی تجارت و زراعت کیا کرتے تھے

سلطان دریاخان ہم کیے اور سردار قوم افغان باقر زئی بود و ریاست کثیر از قسم دیہات و چاہات باغآ  
و جاگیرات بطور رسم ولایت در ذیح بشاد و بغیض و تصرف خود میداشت و مکان بود و باش متعلقان  
خاص موسوم موضع بر بود امیر الامراخان جهان لودی از جن اخلاق او بد رجوازی شده و سرداری  
را کار فرموده از دریاخان دستار بدل شد و ادرا برادر خود محمد را خود بخود نور الدین محمد جانگیر بادشاہ غازی  
آورد و ملازمت کنانیدہ و از حضور او دل بمنصب سرہزادی و سرہزار سوار سرخرازی یافتہ بعد چندے دریاخان متین  
بستاد علی شایرہ غزنویہ مخاطب بشاہ جهان شدہ و پیشرش بادرخان کہ عمر پانزدہ سالہ داشت در سلک امرای  
شاہنوازہ و التاجار افتخار یافت۔ اخبار محبت

ذاتی شرافت کے ساتھ شجاعت اور وضع داری میں نہایت مشہور تھے دریا خان نے  
امیر الامرا خاں بھانٹان لودی کے توسط سے دربار جاگیر میں رسائی پیدا کی اور منصب  
سہ ہزاری ذات اور تین ہزار سوار اور دو سو اسب ذاتی سے سرفرازی پائی اسکے  
بعد وہ متعدد صوبوں کے صوبہ دار رہے اور اپنی کارگزاری سے بہت سی شاہی تختیں  
بجالائے نور الدین جاگیر بادشاہ نے جب دریا خان کی حسن لیاقت کو ملاحظہ کیا تو  
شاہزادہ خرم عرف شاہجہان کا سپاہگری کے فن میں استاد مقرر کیا اور اُن کے بیٹے  
بہادر خان کو جنگی عمر اس وقت پندرہ برس کی تھی اور شاہزادہ کے ہم عمر تھے شاہجہان  
کا مصاحب بنا دیا ایک مدت تک یہ انتظام قائم رہا اسکے بعد جاگیر بادشاہ نے  
انتقال کیا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو دریا خان چار ہزاری ذات اور چار ہزار  
سوار سے سر بلند ہوئے مگر اس کے بعد گردش قسمت سے دریا خان خان جہان لودی کی  
شرکت کی اور اسکے ساتھ کام آئے لیکن خوبی تقدیر سے نواب بہادر خان ایام شاہزادی  
سے تخت نشینی تک ہمیشہ شاہجہان کے ہم پالہ ہم نوالہ رہے اور کبھی اس کی رکاب سجدا  
نہوئے ہی وجہ سے تخت نشینی کے بعد عمدۃ الملک بہادر خان نے شاہجہان مبارکین  
بڑا رتبہ و رسوخ پایا۔

الحاصل نواب دلیر خان کو اپنے لائق باپ اور بھائی کی وجہ سے شاہجہان  
بادشاہ کے حضور میں باریابی کا شرف حاصل تھا اور انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت  
اور خدا داد دلیری سے روز افزون ترقی کی اور ایسی ہی مہمات سر کیں کہ مشہور عالم ہو گئے  
ان کے عجیب و غریب کارناموں سے شاہی تواریخ کے صدف بصرے بھرے ہوئے ہیں  
ابتدا ہی سے بارگاہ شاہجہانی میں دلیر خان کا نہایت اعتبار و پاس خاطر تھا

سے جلوس میں جب انکا نام صرف جلال خان مشہور تھا شاہجہان بادشاہ نے انکو ایک گھوڑا عنایت کر کے سرلبد کیا تھا اور سٹیج میں بس لاکھ روپیہ دلیر خان کے ہاتھ مع دیگر امر کے لاہور سے کابل بھیجے تھے چنانچہ حسب حکم بادشاہ کے دلیر خان و بیوہ ذوالقدر خان قلعہ دار کابل کو سپرد کر کے واپس چلے آئے بادشاہی خزانہ کی حفاظت جسمین لاکھون روپے تھے کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ حاصل و اعتبار شیخ صرح اس کام کے لائق سمجھے جاتے تھے وہ مقرر کیے جاتے تھے غرض کہ ذاتی شجاعت کیساتھ دلیر خانی امانت و دیانت بھی بادشاہ کے نزدیک مسلم تھی شہیر شاہجہان نے جلال خان معروف دلیر خان کو منصب صدی ذات اور پانسو سوار کا عطا کیا تھا اسکے بعد منصب میں بیچ ترقی ہوتی رہی مائثر الامرا میں ہو لکن بڑے بھائی بہادر خان سے بعض خندانہ نزاعوں نے بیچ و بزدلانی مہم میں شاہجہان کے دل میں خوشی پیدا کر لی اور تیس لاکھ روپیہ کا بادشاہی نقصان کے ذمہ لگایا حالانکہ بہادر خان نے اس مہم میں بڑی کارنامی اور جانکاہی کو دخل دیا تھا اس وقت شاہجہان بادشاہ نے انکی جاگیر قنوج و کاپلی کو جو انکے منصب و فوجی سالانہ تنخواہ میں قمر تھی سرکاری سطح کے معاوضہ میں ضبط کر لی اس محال کی فوجداری اور انتظام دلیر خان کے متعلق کیا اور ہزاری منصب و ہزار سوار اور خلعت و قیل اور خطاب دلیر خان سے سرفراز کیا اس زمانہ سے خطابی نام اس قدر مشہور ہوا کہ اصل نام جلال خان چھپ گیا اور دلیر خان

۱۵۰۰ سالہ بست لک و ہیرہ کو یوں لا اذوالسلطنہ لاہور رسیدہ ہوئے جو سیسہ بہادر ولد سید لطف علی و جلال خان اور بہادر خان و محمد علی و شاہ علی خان و انہ کابل ساقند کہ ذوالقدر خان قلعہ دار و راجا سپردہ برگروہ بادشاہ نامہ صفحہ ۵۰۰ سالہم حال شاہجہان بادشاہ ۱۵۰۰ جلال خان برادر بہادر خان نھصدی پانصد سوار بادشاہ نامہ سلسلہ فرست منصب دایان ۱۵۰۰ جلال خان نام برادر بہادر خان ست و سال بست و یکم از صہل و اضافہ منصب ہزاری ذات ہزار سوار و جنگا دلیر خان و جبرمت فیل سرگرد و بیوہ و بیوہ پادشاہ قنوج و کاپلی از بہادر خان باوصف خدمت نمایان منصب ہزار و فوجداری آن محال و جلال خان تفویض یافت مائثر الامرا کہہ دلیر خان رویت وال۔





اور اس بات پر اسے سخت جنگونی فریقین کے بہت لوگ مار گئے باغی راجہ کا بیٹا بھی مارا گیا اور وہ بھاگ گیا دلیر خان نے سپہر فتح پائی جب یہ خبر شاہجہان بادشاہ نے سنی تو رستم خان صوبہ ہندوستان کے نام حکم بھیجا کہ اس باغی راجہ کا قلعہ فتح کیا جائے چنانچہ حسب حکم اس کا تعلقہ ضبط کیا گیا اور چند پرگنوں کے انکی جاگیر مشال کی گئی دلیر خان اور ان کے بھتیجے مور و عنایت ہو بادشاہ نامہ جلد ثالث مصنفہ علاء الملک فی مخاطب بہ علامی فاضل خاٹن لکھا ہوا کہ جب شاہجہان بادشاہ سعید آبادین رونق افروز تھا دلیر خان کابل سے آئے اور شرف حضور می مشرف ہو کر تیس گھوڑے نذر کیے اور جب سلاجین قندھار کے محاصرہ فیض سے شب و شبہ ۱۰ ربیع الاول کو لشکر روانہ ہوا تو شاہزادہ محمد اورنگ زیب کے ہمراہ دلیر خان بھی بھیجے گئے خانہ صوبہ کے بھتیجے دلاور خان بھی ہمراہ تھے اس وقت شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت و گھوڑا و اسلحہ فخریٰ زین کے عنایت کیا تھا۔ اس محاصرہ میں ایک طرف لشکر کے سردار بھی مقرر کیے گئے اور خان مہر کے چچا نیک نام خان و ریوسف خان عنایت خان ہرد و برادر بھی معیت میں تھے دلیر خان نے اپنے فرائض منصبی خوب دیکھے اور پھر دوبارہ جب قندھار پر لشکر کشی کی گئی اور بہت کچھ انتظام ہوا ستر ہزار سوار و چھ سو اہل و منصبیدار اور بشمار آلات حرب غیرہ توپخانہ کے تھے ایک کروڑ پانچ ہزار سوار و چھ سو اہل و منصبیدار دیا گیا تھا اس میں بھی دلیر خان بھیجے گئے اور انھوں نے وہاں خوب جانا بازی کو دخل دیا تھا۔ ان دنوں محاصرہ و زمین علامی سعد اللہ خان زیر غلام بھی شریک تھے

۱۱۔ در ذیل بعض سید کہ سپہان بہادر خان برادر دلیر خان کہ توابع باغی کی جاگیر شند کی از زمیندارانی آصفیہ بر سر کشتہ کا در ضلع گولہ کانت ترکتا زمرہ کا زائر گم گویہ جنگ صعب و دوا از ہر طرف مردمان بسیار بجا آمدند زمیندار مذکور بعد کشتن سپاہیان سپرد بفرار آرد و بر ترم خان کہ جاگیر واریجیل بود حکم صادر یافت کہ خود آصفیہ زمیندار مذکور ساند و تہیہ بنا کی اور کوشہ و جلال خان برادر بہادر خان سپہان و دلاور و عنایت فرمودہ قلعہ راجہ مذکور را نیمہ جاگیر آٹھ فرمودہ ۳۳ شاہزادہ شاہجہان علی علیہ ست و یک سید آباد مقدمہ والاقرین گشت دلیر خان از کابل آمدہ بود احوال شرف ملازمت نمود بہت سیچہ اشکال گذرند و یکھو بادشاہناظر طرف شاہجہان نامہ مصنفہ فاضل خان علی کوتاہ نواب کلب طبعان بہادر فرمانروا سے رامپور۔

اسکے بعد جب تیسری بار ۳۳۳ھ میں قندھار کے محاصرہ کیلئے شاہزادہ محمد داراشکوہ نے فوج  
منظوری شاہجہان بادشاہ چڑھائی کی تو ابکی بار پہلے سے بھی لشکر و سامان کا زیادہ ہتھام  
لیا گیا و لیہر خان بھی ساتھ کیے گئے انکے بھائی و دیگر عزیز بھی ہمراہ تھے جسوقت قلعہ قندھار  
پر گولہ باری ہو رہی تھی اسوقت راجہ راجروپ لیہر خان کے ساتھ قلعہ بست جسواس نواح کے مشہور  
قلعہ نہیں تھا اور شاہجہان بادشاہ کے حکم سے شاہ ایران کے قبضہ سے چھین لیا گیا تھا اگر شاہزادہ  
داراشکوہ کی خدمت میں حاضر ہوئے حسب حکم قلعہ خان جعفر خان کی مورچال کے مابین مقرر کیے گئے  
اسم ایرانی و ہندوستانی لشکر سے سخت جنگ ہوئی لیکن راجہ کے قریب لشکر شاہی قتل و زخمی ہوا  
و اما شکوہ نے کمال غیرت سے حکم دیا کہ قاسم خان غیرت خان مورچہ آگے بڑھائیں اور راجہ اجڑا  
تختہ و چوب پناہ بنائیں و رد لیہر خان و میرے ملازم اور شاہزادہ بیدار بخت کی جماعت حملہ کرے  
اور آج راتیں قزلباشوں کو مین بھی پسپا کر ونگا چنانچہ شام کیوقت شاہجہانی اور ایرانی لشکر سے  
مقابلہ ہوا بڑی جانستان لڑائی ہوئی و دونوں طرف کثرت سے لوگ تیغ بیدفع ہوئے اور کشتوں کے  
پشتے لگ گئے القصہ قندھار کی جانکا ہم میں لیہر خان نہایت دلیری و شجاعت کو کام لینے  
جب اس محاصرہ راز ہو گیا اور محصورین کی پوری تنبیہ ہو گئی تو شاہجہانی لشکر نے پائے  
حصار سے کوچ کیا و لیہر خان شاہجہان کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت بادشاہ قدردان جو ہر  
شناس نے انکے منصب میں پانسو سوار کا اضافہ کیا اور ایک گھوڑا معہ تقری زین و حرمت  
فرما کر کابل کو رخصت کیا۔ اس زمانہ میں انکا منصب دو ہزاری دو ہزار سوار کا تھا۔  
بعد از ان ۲۴ ربیع الاول ۳۳۳ھ کو حبشہا جہان کی عمر کا ۶۵ سالہ جشن منعقد ہوا تو اسوقت

۱۔ و لیہر خان باضافہ پانسو سوار منصب ہزاری دو ہزار سوار و اسب با زمین فقرہ سرور افراخت بکابل عرض کرید شاہجہان فرما کر کابل  
مصطفیٰ فاضل خان وزیر عظمیٰ ۱۰ وابتداء سال شصت پنجم از عمرا بد فریق جشن انتقاد یافت لیہر خان و امداد خان بدایت خلعت  
فاخرہ قاصت افتخار ہمارا مستند شاہجہان نامہ مذکور

بھی شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ عنایت کر کے سر بلند کیا تھا۔  
 سہیلجہ میں جب بجایو پور کی محکمہ پیش آئی تو شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو معظم خان میر جملہ  
 کیساتھ دکن بھیجا کہ وہاں جا کر تم شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی ہر اہی میں جو اس محکمہ کیلئے مامور ہو چکا  
 کو تاراج کر ڈالو کیونکہ علی عادل شاہ والی بجایو پور مر گیا ہے اور اسکی اولاد سے کوئی فرزند نہیں دلا سکے  
 غلاموں نے جو میر ہیں ایک پالک لڑکا جسکا نام سکندر ہے اسکے مسند پر بٹھلایا ہے اور ملک میں  
 بظنی چلی ہوئی ہے اس واقعہ کے متعلق ظفر نامہ شاہجہانی میں مرقوم ہے کہ معظم خان و دلیر خان ۱۲  
 ربیع الثانی سنہ ۱۰۷۰ کو شہزادہ اورنگ زیب کے پاس دکن پہنچے اور شاہزادہ کیساتھ بیدار کا قلعہ فتح کیا  
 اسکے بعد گلبرگہ میں جب بجایو پور جمع ہوئے اور وہاں بادشاہی لشکر آیا تو ایک وزو میں کے سواروں  
 شاہی رسد کے بیلوں کو چراگاہ میں تھے اپنے گے رکھ لیا اور اپنے پڑاؤ کی طرف روانہ ہوئے جب بادشاہی  
 لشکر میں یہ خبر پہنچی تو معظم خان نے دلیر خان سے کہا کہ یہ مویشی چھین لینا چاہیے چنانچہ دلیر خان  
 اپنی جمیعت کو لیکر دشمنوں کے سر پر پہنچ گئے اور انکے ایک بٹے گروہ کو تلوار کے گھاٹ اتار دیا اور سارے  
 مویشی چھین لیے اس معرکہ میں دشمن افغان نیزان بھگے اور دلیر خان مع اپنی جماعت کے اپنی قیامگا  
 کو واپس آئے۔ اسکے بعد قلعہ کلیان کی تسخیر میں جب بادشاہی لشکر مصروف تھا تو ایک دشمنزادہ ونگ  
 زیب نے اپنی فوج کی خود ترتیب کی اور مخالفت کی فوج میں بہلول خان میانہ کے لڑکے ہراول تھے وہ  
 بڑھکر بادشاہی لشکر کے ہراول سے مقابل ہوئے اسوقت معرکہ آرائی ہوئی تھی دلیر خان  
 جو مقدمہ کا پیش تھرو فوج لگے اور شجاعت کے خوب ہر دکھا تو تلواروں کی کئی ضربیں انکے لیکن مجھ کو  
 مسل تھے اور زہرہ وغیرہ پہنچے ہوئے تھے کوئی زخم انکے بدن پر نہیں لگا۔ جب جاتان محمد فضل رستم  
 جو زہرہ خان کے فرزندوں سے تھے مخالف کی طرف سے قریب بیس ہزار سواروں کو لیکر بادشاہی لشکر  
 پر ٹوٹ پڑے تب مہابت خان شاہی لشکر کا معظم تھا اور ایک فوج کے سردار دلیر خان تھے غنیم کی فوج

دلیر خان کے لشکر کی طرف آئی تو اس نے بان اندازی شروع کی سوقت بھی دلیر خان نے شجاعت کی  
توبہ دی۔ اسی زمانہ میں دشمن کی فوج جب چاروں طرف ملک پہنچ گئی اور شوخی کرنے لگی تو شاہزادہ  
محمد سلطان کیساتھ دلیر خان کیے گئے اور دشمنوں کی گوسٹالی تو بھیجے گئے سوقت خانہ صوفی نے  
ہر طرف سے مخالفوں کو گھیرا اور پسپا کیا۔ اسکے بعد جب بادشاہی لشکر گلہ پو نچا تو وہاں یہ انتظام کیا گیا  
کہ ایک جماعت میں محمد گیسو قاز کے مزار کی حفاظت کے واسطے مقرر ہوئی اور باقی بادشاہی لشکر دشمن کی  
خاندہ بربادی کی طرف آمادہ ہوا یہ لشکر کشی ہو رہی تھی کہ غرہ ذیقعدہ سنہ ۱۱۰۷ قلعہ دقلعہ کی کنجیا  
لیکڑ شہزادہ کیچہ متین حاضر ہو گیا اور قلعہ فتح ہو گیا۔ غرض کہ ان ہمت میں دلیر خان نے خوب  
سبادریاں کھائیں اور شاہجہان بادشاہ نے انکو خلعت و انعام سے سرفراز فرمایا  
اسکے بعد فوجی طلبی کا حکم کیا اور دلیر خان و کن سے واپس اگر شاہجہان بادشاہ کی حضور  
سے مشرف ہوئے سلیج میں شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو نثارہ مرحمت

سلطنت شاہجہان بادشاہ نے مختلف اسلحہ و دواغ پایا تھا کہ جسکی نظیر لائق بادشاہ ہین مناشکل جو عالی دماغی اور نازک راجی کے  
کیساتھ حسین مارت و نامت اور شاہانہ فیاضی ہی واقع ہوئی تھی کہ جسکی قدردانی و داد و پیش ضرب بالمش جی ہی بنائی ہوئی تین  
الیس سالہ شاہان میں یہ چوتھا تھا۔ مثال بھی جانی ہیں شاہجہان کے عہد میں اہل اسلام کی سلطنت اپنے معراج پر پہنچ گئی تھی اور  
تیموریہ بادشاہت کا زوال تھا اس کے عہد میں جو صوبے زیر حکومت تھے ان میں ہن تھا جو کسی بادشاہ کے عہد میں نہیں ہوا۔ چوتھا  
نہ کسی نے کرکشی نہیں کی بلکہ راجپوتوں نے وہ و فاداری اور جان نثاری کے کام کیے جو دوسروں نے ہونا مشکل ہیں دربار کی وہ شان  
و شہرت تھی کہ کہلو نصیب نہیں ہوئی تو ان میں بی و بدخشان اور آباہی ممالک اور انہر کر لے کر گیسو سے کہ گیسو خیزی  
ت اور انتظام میں روئے کا صرف زیادہ ہو اور مصارف سے حاصل کم ہے لہذا انکو چھوڑا دیکن میں فتوحات نمایاں کیں احمد نگر  
کی مملکت کو فتح کر کے شامل خالصہ کر لیا اور دیراستین کو لکھنؤ اور چیا پور کی جو باقی رہی تھیں انکو اپنا باج گزار بنایا اور ہانکے  
تقت نشین بنائے کا اختیار اپنے ہاتھ میں لینا چاہا اسلئے دکن کی چائیش کراہی بندوست وہ سال جاری کیا۔

شاہجہان اسلام کا پایہ بند تھا وہ مسلمانوں پر ہمہ بانی کرتا تھا اسکے ساتھ ہندوؤں پر بھی شفقت فرماتا تھا اسکے عہد میں ہندوؤں  
کو در سائنات میں عروج حاصل ہوا کسی اور سلطنت میں نہوا اس حسن انتظام کو دیکھنا چاہیے کہ اور کوئی محصول نہیں  
پرچھا اور آہنی کو پرچھا لیا کہ بے چارہ سال کی فرمانروائی میں خزانہ جمع کیا تھا اسکا بڑا حصہ ہانکے نے بائیس سال کی  
حکومت میں خرچ کر ڈالا اسلئے بعد شاہجہان نے جتنا روپیہ جمع کیا اتنا کسی بادشاہ ماسبق سے جمع نہ ہو سکا اس سے ثابت  
ہوتا ہے کہ وہ کوسا قائل و متکلم بادشاہ تھا سلسلہ ج سے سلسلہ تک دولت آباد و برار ملکانہ وغیرہ کے قلعجات

کر کے بلند آواز کیا۔ سبج من شاہجہان بیمار پڑا اور شہزادہ محمد شجاع نے جو صورت  
بہنگالہ کا ناظم تھا خام خیالی سے باپ کی اطاعت سے منھ پھیرا اور اپنے عظیم آباد پر لشکر کشی  
کر کے ملک خالصہ پر دست رازی شروع کی حتیٰ کہ بنارس تک گیا جہاں وہ اور اشکوہ کو  
یہ بات معلوم ہوئی کہ شجاع نے بہنگالہ کے حدود سے باہر قدم برہایا تو اکبر آباد سے شاہزادہ  
سیلمان شکوہ کو جو داراشکوہ کا بڑا بیٹا اور لائق تھا محمد شجاع کے مقابلہ کے لیے

بقیہ سابقہ فرم کیے چنانچہ اس فوجی کو طالب کلیم نے قلعہ میں نظم کیا جو بادشاہ نامہ میں شہر جہان نے درج کروایا جو  
سے شاہجہانت کشور اقبال گرفت و تیغ زہد ملک و سر و مال گرفت و چل قلعہ بیکسٹاں لکھنؤ لکھنؤ شہر آباد پھل  
سال گرفت صفحہ ۱۸۱۰ بادشاہ نامہ اور کئی کروڑ روپیہ کا ملک بڑھایا انعامات میں جو رقم اسے دی اسکی چوتھائی بھی کسی  
عہد میں نہ دہائی ساڑھے نو کروڑ روپیہ جس میں نصف نقد اور نصف جنس صرف بیس سال کی حکومت تک انعام  
میں مہمہ کیا۔ دو کروڑ پچاس لاکھ صدقہ تعمیرات میں صرف کیے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک کروڑ  
لاکھ دار الخلافہ اکبر آباد کی عمارات میں جن میں پچاس لاکھ تاج محل میں جو بارہ برس کی بہت میں میر علی لکھنؤ  
و مکرمت خان کے زیر اہتمام تیار ہوا اور ساٹھ لاکھ موتی مسجد اور دولت خانہ اور دیگر مکانات و باغات  
میں صرف ہوئے اور پچاس لاکھ قلعہ معلیٰ کی تعمیر میں اور دس لاکھ جامع مسجد دہلی کی عمارت  
میں اور پچاس لاکھ روپیہ عمارات لاہور میں اور بارہ لاکھ عمارات کابل میں اور آٹھ لاکھ عمارات شہر میں اور  
آٹھ لاکھ حصہ نقد دار اور بارہ لاکھ عمارات امیر و احمد آباد وغیرہ میں خرچ ہوئے ماہ ربیع الاول سنۃ ۱۰۲۰  
مطابق سلسلہ جلوس اکبری مقام لاہور شاہجہان کی پیدائش ہوئی غم نام رکھا گیا اسکے دادا اکبر بادشاہ  
نے تربیت کی بعد انتقال اپنے باپ جہانگیر کے مستند میں تخت نشین ہوا (شہاب الدین محمد شاہجہان جعفر  
تانی لقب اختیار کیا) بے بدل خان نے مصر و تاج محل سے جلوس شاہجہان (دو زیب ملت و دین و دوا و میر صالح  
خوشنویس نے شاہجہان بادشاہ جہان پیش کیا شاہجہان نے جلوس کی تنہا میں بہتر لاکھ روپیہ  
استحقاق کو تقسیم کیے اور تخت نشینی کے بعد رسم سجدہ اور پابوسی کا اٹھا دیا سادات علماء اہل علم کے لیے ملاقات  
کے وقت سلام علیکم اور رخصت کے وقت فاتحہ پڑھنا مقرر کیا خود ہمیشہ با وضو رہتا اور عبادت الہی کیا  
کرتا اسکے عہد میں اہل کمال ایسے جمع ہوئے کہ دارالسلطنت دہلی شیراز و بغداد کا نمونہ بن گیا بایں صوبہ اسے تاج  
تھے اور بایں کروڑ سالانہ ملک کی آمدنی بھی فوج میں دو لاکھ سوار آٹھ ہزار منصبدار اور سات ہزار احدی تھے  
اور ایک لاکھ پچاس ہزار سوار شاہزادوں اور امر کے ماتحت تھے چالیس ہزار پیادے تھے دس ہزار  
کی جماعت بادشاہ کے ہر کاب رہتی تھی تین ہزار مختلف صوبجات میں رہتی۔ عاملوں و فوجداروں کی جماعت سے

روانہ کیا اور دلیر خان کو ہمراہ کیا چنانچہ بادشاہی لشکر بنارس پہونچا وہاں جا کر یہ معلوم ہوا کہ موضع بہادر پور جو گنگا کے کنارہ بنارس سے ڈھائی کوس کے فاصلہ پر آسین محمد شجاع معہ اپنی فوج کے پڑا ہوا ہے اس سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر بادشاہی لشکر خمیہ زن ہوا۔ ۲۱ جمادی الاول کو شاہی لشکر علی الصباح کوچ کی خبر مشہور کر کے محمد شجاع کے سر پر جا پہونچا محمد شجاع اس وقت کمال بے فکری سے خواب غفلت میں

یقیناً ساقیہ علاء تھی علامی سعد اللہ خان اور فضل خان وغیرہ اسکے نہایت لائق وزیر تھے سعد اللہ خان وزیر اعظم اور علی مردان خان امیر الامرا کی تنخواہ میں بارہ کروڑ دام یعنی تیس لاکھ سالانہ مستر تھے اور پنجاب کی منصب والے امیر کی تنخواہ معہ مشاہرہ فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ جاگیر کی ہوتی تھی جسکی تصدیق بادشاہ نامہ کے صفحہ (۵۴۳) میں مرقوم ہے منصبدار و زمین چار شخص ہفت ہزاری اور تیرہ ہزاری اور عودہ چار ہزاری اشخاص تھے کثرت آبادی سے علاوہ ملک مفتوحہ کے ایک کروڑ دام کی جمع کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اسکے جواہر خانہ میں جواہرات اسقدر بڑھ گئے تھے کہ روئے زمین کے کسی بادشاہ کے جواہر خانہ میں شاید اس سے زائد نہ ہونگے دو کروڑ کے جواہرات شاہزادوں میں تقسیم کیے اور پانچ کروڑ کے جواہرات زیورات مرصع میں استعمال کیے اور دو کروڑ کے جواہرات لمبوسات میں جڑوائے ایک کروڑ کی تیاری میں تخت طاؤس بنوایا جو ڈھائی گز چوڑا سواتین گز لانا اور پانچ گز بلند تھا جس میں باہر کی طرف لعل و یاقوت و زمرد جڑے ہوئے تھے تخت پر دو طاؤس مرصع نصب تھے اور دونوں کے درمیان ایک زخمت لعل و الماس و مروارید وغیرہ کا قائم کیا تھا یہ تخت سات برس میں تیار ہوا تھا ایک مرصع تاج قیمتی بارہ لاکھ کاجس میں پانچ لعل اور چوبیس درشا ہوا جڑے تھے تیار کرایا ایک خمیہ جسکو تین ہزار فراش نصب کرنے تھے اور دس ہزار امرا اسکے سائے میں بیٹھے تھے بنوایا تھا اس خمیہ کا نام ولبا دل تھا ایک قذیل جو طرح طرح کی گلکاریوں اور طلا و جواہرات وغیرہ سے مرصع کرائی تھی مدنیہ منورہ حضور سرور عالم صلعم کے رؤسہ مقدس کے لئے معذرانہ کے بھی تھی اس قذیل کا نام گل محمدی رکھا گیا۔

مقتصر ۲۶ جب ستائیسویں سال کی عمر میں منیر ذرا نوائی کر کے عرض میں لے کر عیشہ و اختلاج قلیشاہان نے انتقال کیا اور اگرہ میں بنی پیاری سلیم ارجمند بنو ممتاز الزمانی کے ہم پلوتاج محل میں مدفون ہوا تاہی انتقال سے شاہجہان کوڑھ تھا زعالم سفر کرد شاہجہان ہر ایک مصرع سے طبع و طبع کی تخیل و بدت سلطنت آئین میں وہاں جو علم کی سلطنت کے بعد ۸ سال کو شہنشاہی عبادت الہی و فضل آیات نویسی وغیرہ عزت میں گزارنے بعد رحلت فرودس آشیانی کے خطاب سے مخاطب کیا گیا نہایت عالی دماغ عادل فیاض مردم شناس عبادت گزار زابد بادشاہ تھا۔

پڑا ہوا تھا اوپر پیش پسندی اس درجہ غالب تھی کہ مصلحت وقت سے بھی کچھ  
 سروکار نہ رکھتا تھا بادشاہی لشکر کو دیکھ کر محمد شجاع نہایت سرسیمہ ہوا اور کچھ تھوڑی  
 دیر لڑا آخر کار اسپر رعب چھا گیا اور بمیساختہ بھاگ کر ایک کشتی میں بیٹھا اور پٹنہ  
 کی طرف روانہ ہوا یہاں بادشاہی لشکر نے اسکا خزانہ تو بچا نہ ورسد وغیرہ کا سامان  
 سب لوٹ لیا اور سلیمان شکوہ نے مع اپنے لشکر ظفر بیک کے اسکا تعاقب کیا جب  
 شجاع پٹنہ سے مونگیر پہنچا اور وہاں بھی اسکے پاؤں نہ جمنے پائے تو دہانے وہ  
 بنگالہ چلا گیا آخر کار پٹنہ سے نوچکر تک تمام ملک بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گیا  
 اس فتح کے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو سہ  
 ہزاری ذات اور تین ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا با اثر الامرا  
 میں ہے کہ انھیں ایام میں ایک ہزار کا انکے منصب میں اور اضافہ ہوا غرض کہ  
 شاہجہانی دربار سے دلیر خان کو چار ہزاری منصب عنایت ہوا تھا  
 جب سلیمان شکوہ یہ فتح حاصل کر چکا اور حسب الطلب اپنے باپ دادا کے  
 نہایت عجلت سے دار الخلافہ کو آ رہا تھا پٹنہ سے قصبہ کڑہ تک جو الہ آباد کے  
 قریب ہے وہ پہنچا تھا کہ وہاں ۵ رمضان کو یہ خبر سنی کہ شاہجہان بادشاہ پر  
 ۱۷ شاہجہان کی علالت اور اسکے بیٹوں میں باہم خانہ جنگی ہو کر اورنگ زیب کا تخت نشین ہونا ایک  
 مدت تک شاہجہان بادشاہ سلطنت کے کاروبار میں بہت مصروف ہوا تھا کار اس محنت و جانکاهی سے ضعف  
 و باغ اور صحت میں فتور لاحق ہوا ستلہ جلوس، ذی الحجۃ ۱۰۲۰ ہجری کو جس بول کے مرض میں مبتلا ہوا  
 شدت مرض سے روز بروز ضعف بڑھتا گیا سات روز تک کوئی خیر طلق سے نہ اتاری اطباء نے ہر چند علاج کیا  
 مگر کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی اسوجہ سے بادشاہ امور ات مملکت میں مصروف نہ ہو سکا اور نہ باہر آ سکا اسکا داراشکوہ  
 جو بڑا بیٹا اور ولید تھا اسنے سارا کام سلطنت کا اپنے ہاتھ میں لیا اسوقت شاہجہان کی اولاد میں چار بیٹے



## مرض نے غلبہ کیا ہے اور میرے باپ چچا یعنی داراشکوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور دو بیان اور مجند با و معرفت تاج محل کے بطن سے تعین سلطان داراشکوہ۔ مرزا محمد شجاع  
محمد اور نگ زیب۔ مرزا بخش جہان آرا معرفت بیگم گما جبہ اور روشن آرا شاہ جہان نے ان سب کو آداب تعلیم  
سے آراستہ کیا تھا اور ہر ایک بیٹے کو سچ ملک عنایت کیا تھا اور اس صوبہ کا انتظام اسکے سپرد کیا تھا  
ہر ایک بیٹا کسی نہ کسی لیاقت میں طاق تھا۔ ہر ایک بھائی اپنی بلند نظری سے ایک دوسرے سے حسد رکھتا  
تھا۔ داراشکوہ کی عمر اوس وقت ۴۲ سال کی تھی یا دشاہ کو وہ سب سے زیادہ عزیز تھا اسکی دوری شاہ جہان کو کہی  
پسند نہوئی داراشکوہ نہایت سخی آزاد طبیعت شان و شوکت کی طرف بالطبع میلان رکھتا تھا اور انتقام  
لینے میں بے صبر تھا اور احتیاط کو کمرہ جانتا تھا مگر تعصوف میں ڈوبا ہوا تھا فقر و اسلام کو برادر توام جانتا تھا  
اپنے پردادا اکبر کے مدرسہ کا طالب علم تھا بڑے بڑے پنڈت بنارس سے بلا کر وہ کا ترجمہ سنسکرت  
سے فارسی میں کرایا کتاب سر اکبر اور نورالافکار وغیرہ خود اسکی تصنیفات سے آج تک جو دین راقم کی نظر  
سے گذری ہیں وہ بجائے اشد اکبر کے پرہیز انگشتری پر کندہ کر کے پنتا تھا فکر کنوئے شخص کے مغلوب  
کرنے کی فکر میں رہتا تھا اسلئے شاہ جہان کہا کرتا تھا کہ یہ (برون کے لیے بھلا اور بھلون کے لیے بُرا ہے اس  
سے چھوٹا محمد شجاع تھا جسکی عمر اوس وقت چالیس سال کی تھی اور وہ صوبہ دار ننگا تھا عالی دماغ تھا مگر عیش  
پسند ترشیع خیال تھا اسکے بارہ بین شاہ جہان کہا کرتا تھا کہ شجاع جزا سیریشی وصف دیگر نہ دارد اس سے  
چھوٹا اور نگ زیب تھا جو صوبہ دکن کا ناظم تھا بعد بری نہایت تحمل سوچکرات کتا اور ملکی جوڑ تو زمین خوب چپ  
مستقل دور اندیش دشمن کو اپنا دوست بنالینا اسکا کام تھا لڑپن سے وہ زہد و تقویٰ اور صوم و صلوات  
کا عادی تھا مذہب کے بڑے بڑے خطروں کے اٹھانیکو وہ فر جانتا تھا مہاتما عظیم میں بڑی بڑی فوجوں کی  
سپہ سالاری کر چکا تھا شاہ جہان نے اسکے متعلق لکھا کہ ذی عزم و مال اندیش نظر علیٰ کواغلب کا تحمل امر خطر ریاست  
کو اندشا۔ مرزا بخش سب سے چھوٹا گلہ کا صوبہ دار تھا عیش و مست سے نوش اسکے متعلق شاہ جہان  
کا قول تھا کہ مرزا بخش مہول الکلیف باکل و شرب ساخته دایم انحرست) جہان آرا نہایت عقیل و دبیہ تھی  
اصوات سلطنت میں وکیل تھی شاہ جہان کو کل اولاد میں داراشکوہ بڑا بیٹا اور جہان آرا بڑی بیٹی تھیں  
عزیز تھیں۔ روشن آرا نہ چند ان فرزند باپ کو اسقدر محبوب۔ مجلسرے شاہی میں وہ جہان آرا

## اور اورنگ زیب کے باہم جنگ ہو گئی اور میرے باب

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اور داراشکوہ سے حسد رکھتی اور اورنگ زیب کو خبریں پہنچایا کرتی تھی شاہجہان نے ہر چند چاہا کہ بھائیوں میں اخوت و محبت رہے مگر سب نصیحتیں ضائع گئیں فتنہ پردازوں نے بھڑکھڑکائی اور ایک دوسرے سے بد لالینے میں مستعد تھا جب شاہجہان طویل ہوا تو اس نے داراشکوہ کے ہاتھ پر ارکان دولت کی بیعت کرادی اور داراشکوہ نے اختیار پاکر اپنے حسبے مضی معاملات کیے اور شاہجہان کی علالت کی خبر و قانع نگاروں کو لکھنے کی ممانعت کرادی ملک میں ہلچل مچ گئی بعض کو شک ہو کہ بادشاہ زندہ و سلامت نہیں رہا جب بھائیوں کو یہ معلوم ہوا کہ باب کا آخر وقت ہے اور داراشکوہ سلطنت پر مسلط ہے تو مراد بخش نے کجرات میں تاج شاہی سر پر رکھا اور شجاع نے بیگامین غلامی کر کے مالک بادشاہی جو اسکے حدود سے باہر تھے قبضہ کرنا چاہا چنانچہ بنارس تک آگیا اور داراشکوہ نے اپنے بیٹے سیلان مشکوہ کو مدد فراہم فرمایا اور راجہ جے سنگھ کے اسکے مقابلہ کو بھیجا جسکا مفصل قصہ ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اورنگ زیب نے یہ دانائی کی کہ بظاہر وہ کن میں تخت پر نہ بیٹھا مگر در پردہ سب سامان تیار کیا اور باب کی عیادت کا ہانا کر کے دارالسلطنت کو چلا شاہجہان کو جب اپنے تینوں بیٹوں کی یہ سرکشی اور خبریں معلوم ہوئیں تو اسکو بغیر داراشکوہ کے اور کسی کا اعتبار نہ رہا اس لیے جو داراشکوہ کتنا تھا وہ کرتا تھا اب شاہجہان دہلی سے آگے جلا تا راجہ اورنگ زیب پر بانو کی طرہ سے نہ ہوا تو اس نے یہ سوچا کہ شجاع کی طرح اگر مراد بخش بھی داراشکوہ کے لشکر سے نکلے تو اسکو بہت قوت ہو جائیگی لہذا اسکو ملانا چاہیے چنانچہ جیل و محبت کے کئی خط لکھے کہ ہم دونوں باب کے پاس چلیں اور داراشکوہ مغرور و مغیبہ کو جس نے باب کو غلبہ سے مقید کر لیا ہے دور کر دینا چاہیے کہ ہم دونوں کی کی تو داراشکوہ کی عداوت سے ہم تم سلامت نہیں رہیں گے اور اس طعنے کے غلبہ سے کفر کا رواج خرقی پاکر اسلام جاتا رہیگا مجھے کچھ دنیا سے سروکار نہیں تم سلطنت کرنا غرض کہ مراد بھی اورنگ زیب کے ہم خیال ہو کر ۲۰ رجب کو اٹھ راہ میں دیوال پور کے قریب مدد لشکر کے اورنگ زیب سے آ ملا جب داراشکوہ نے اورنگ زیب کے آنے کی خبر سنی تو اس نے ایک بڑا لشکر راجہ جسونت سنگھ کو دیا کہ سدر راہ ہونیکے لیے روانہ کیا اور راجہ نے دونوں شہزادوں کو روکا انجام کار قریب اوجین کے جنگ

## داراشکوہ نے شکست پائی اس دشتناک خبر کو سنکر شہزادہ نہایت مضطرب ہوا

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل ہوئی غوی قندیر سے اورنگ زیب غالب ہو اور اس کو شکست ہوئی جب داراشکوہ نے اپنے لشکر کی شکست سنی تو نہایت سرسیمہ ہوا اور ایک بڑی فوج جمع کی حسین شاہ ہزار سوار تھے اور پرخزانہ کا منہ کھول دیا اور خلیل اللہ خان کو سردار کر کے مقابلہ کو بھیجا شاہجان نے علالت کی حالت میں دونوں بیٹوں کے مابین صلح کرانے کے ارادہ سے میدان جنگ میں جانا چاہا لیکن پیش بھی باز نہ کالنے کا حکم دیا کہ دونوں لشکروں کے درمیان میں میرا خیمہ کھڑا کریں مگر داراشکوہ جانتا تھا کہ باپ کے جانے سے صلح ہو جائے گی وہ راضی نہ ہوا بعض کہتے ہیں کہ شاید شاہخان نے عالمگیر کی بلند اقبالی اور جوہر ذاتی پر نظر کر کے شاہجان کو منع کیا غرض کہ داراشکوہ ۲۹ شعبان کو نود مقابلہ کے لیے گیا اور اکبر آباد سے دس کوس کے فاصلہ پر جا کر خیمہ زن ہوا اس عصر میں جہان آرا کی طرف سے ایک خطا و سکا بخشی عہد فاروق اورنگ زیب کے پاس اس مضمون کا لایا کہ خدا کا اب اعظم حضرت اچھے ہیں اور عبادت الہی کر کے بندگان خدا کی رفاہ میں توجہ کرتے ہیں اور ملکی انتظام میں مصروف رہا کرتے ہیں لہذا اپنے ولی نعمت کے مقابلہ میں سلاؤ کی خوریزی اور بڑے بھائی کے ساتھ صفت آبادی بمقتضائے اولی الامر شکم خور اور سول کے حکم کے خلاف ہے جان تک آگئے ہو وہ میں قیام کرو جو تمہارے دلیمن باتیں ہوں آگاہ کرو تا کہ سب بادشاہ سے عرض کیا میں اور تمہارا کل کام کرادیے جائیں اور خط پہنچا اور ہر داراشکوہ جنگ کو پہنچنے عالمگیر نے اس خط کے جواب میں اپنا عریفہ قاصد کے ہاتھ اس مضمون کا بھیجا حضرت نعل سبحانی کی خدمت اشرف میں یہ عرض ہے کہ جب ملکی مالی اختیارات انصرفت کے ہاتھ سے شاہزادہ گلان کے ہاتھ میں آئے تو وہ اپنی طبیعت کے موافق اس نیا زندہ کے اذہ اور آزار کے درپے ہوا اس وقت میں بجا پور میں حسب حکم معرکہ آرائی کر رہا تھا کہ اسنے سب میر و کو حکم بھیجا میرے پاس سے ہٹا لیا تاکہ مجھے زلت ہو اگر بادشاہی لشکر کو کوئی گزند پہنچتا تو ہفت قلم میں کیسی بدنامی ہوتی میں مصلحت وقت سے غنیمت کی گوشمالی کر کے مطلب حاصل کر لیا اور صبح و سالم نکل آیا داراشکوہ نے میری طرف سے آپکا دل بڑا کیا جسوقت سنگم کو ایک بڑا لشکر دیکر مجھے حضور کچھ خدمت کی حاضری سے منع ہوا عمر شجاع کو یلغان شکوہ کے ہاتھوں سے دلیل کر لیا اب میرے

جب یہ خبر عام ہوئی تو اہل لشکر بھی اس سے جدا ہونے لگے چنانچہ اجیر بے شک

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل مقابلہ کو دھولوز آیا ہے مگر مجھ صفت شکن کے مقابلہ میں کامیاب نہ ہو گا بہتر ہے کہ وہ پنجاب میں اپنی جاگیر پر چلا جائے اور مجھے حضور کی خدمت میں رہنے دے یہ عریضہ بھیج کر اورنگ زیب اپنی فوج کی آرٹنگی میں مشغول ہوا۔ ۱۶ رمضان کو سوگندہ کے قریب داراشکوہ اور اورنگ زیب کے ہر دو لشکر سامنے آئے اور پھر دن چڑھے لڑائی شروع ہوئی جب رستم خان اور دیوان محمد صالح جسکا وزیر خان خطاب تھا اور داراشکوہ کے قوت بازو تھے ہلاک ہوئے اور داراشکوہ کے ہودہ میں ایک آتش نشان بان گرا جس سے وہ گہرا کر با تھی سے اترتا اور حالت مضطرب میں بے سار گھوڑے پر سوار ہوا اس حال میں ایک خدمتگارا اسکی کمر میں کرکس باندھتا تھا ایک گولہ کے لگنے سے اسکا دایاں ہاتھ اڑ گیا اور خدمتگارا مر گیا اس سے داراشکوہ اور بھی خوف زدہ ہو کر بھاگا فوج بھی خالی ہو وہ دیکھ کر فرار کی تسکین ہوئی داراشکوہ مع اپنے بیٹے سپہر شکوہ کے اکبر آباد آیا اور وہاں اپنی بیوی لڑکے اور کچھ جواہرات و اشرافیان لیکر باپ کو بغیر منہ دکھائے اندھیری رات میں دہلی چلا گیا اور اورنگ زیب کی فتح ہوئی مراد بخش کا چہرہ کثرت زخموں سے گل رنگ ہو گیا تھا اسکی مرہم ٹی کی گئی۔ ۱۰ رمضان کو اورنگ زیب سوگندہ سے سواد اکبر آباد میں آگیا تمام ارکان دولت طمع اور خوف سے اسکی خدمت میں حاضر ہو گئے شاہجان نے اسی حالت میں اورنگ زیب کو یہ خط لکھا کہ میں نے علالت سے دوبارہ زندگی پائی خاطر اشراف تمہارے دیکھنے کی آرزو مند ہوں مگر مجھ سے فروانہ محبت اور ملنے کا شوق بہت ہنسگیر اور سپہر سے نزدیک ہو کر مجھے نہیں ملے۔ ملنے آؤ گے تو البتہ دولت دو جہانی سے بر غور ادی پاؤ گے فضل خان یہ خط لیکر اورنگ زیب کے پاس گئے تو اسے باپ کو یہ عرضداشت لکھی کہ فی الحقیقت حضور کی قدبوسی میرے لیے رحمت پروردگار ہے مدتوں سے اسوقت کا منتظر تھا اب میں اپنی مراد کو پہنچا حضور کے دیکھنے آنکھوں کو روشن کروں گا فضل خان خوش و غرم لڑے باپ بیٹے کی سعادت نشی سے خوش ہوا اور رزمہ شاہجان نے اورنگ زیب کو فاضل خان کے ہاتھ کچھ جواہرات اور ایک تلوار تیور یہ جسکا نام عالمگیر تھا بھیجی اور بہت باتیں زبانی کہلا بھیجیں جب فاضل خان یہ تحفہ دیکر واپس ہو تو قلعہ پر دار

جنکو شہزادہ کا اتالیق بنا کر بادشاہ نے ساتھ کیا تھا وہ بھی شہزادہ سے ملے ہو گئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ما قبل نے سمجھا یا کہ شاہجہان کا ارادہ اچھو قلعہ میں قید کرنے کا ہے اور نگ زیب  
 اس وقت سے باپ کے بالکل خلاف ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے خطوط آئے امر از بانی پیغام لا  
 کر یہ باپ سے صاف نہوا خلیل اللہ خان نے بھی جائیکل مافعت کی اس موقع پر ایک فرمان شاہجہان  
 نے جو قابل دید ہے مگر وجہ طوالت کے یہاں نہیں لکھا جاتا ہے اور نگ زیب کو بھیجی اس کا جواب  
 اور نگ زیب نے یہ لکھا کہ اس فرمان کے ہر کلمہ پر جان نثار کروں تو یہاں ہے اور کمال ارادے سے  
 دوڑ کر آؤں تو زیبا مگر بعض امور سے ایک طرح کا حجاب حضور ہو گیا ہے اور آپ کی طبیعت لکھتے ہو جا  
 سے مجھے وہم نے مغلوب کیل ہے اگر حضور اپنی رحمت سے قلعہ کا دروازہ کھولیں اور میرے امیون کو  
 سپرد کر دیں تو تلافی تقصیر کے لیے حضور میں حاضر ہوں اور کبھی ایسے امر کا روادار نہوں جہاں حضرت  
 کی خفت ہو جب یہ عرضداشت باپ کے پاس پہنچی تو شاہجہان نے قلعہ کھول دیا اور شہزادہ محمد سلطان  
 نے بروز جمعہ ۱۱ رمضان ۱۰۳۸ء کو سب کا رخاٹے ضبط کر کے مہرین لگادیں اور شاہجہان بادشاہ کو  
 اپنے باپ کے حکم سے نظر بند کر لیا اس حالت میں جہاں آرا باپ کی طرف سے یہ پیغام لیکر بھائی کے  
 پاس آئیں کہ حضرت ظل الہی کی شاہانہ مرضی یہ ہے کہ داراشکوہ کو ملک پنجاب مع مضافات کے  
 عطا فرمائیں اور مراد بخش کو گجرات اور شجاع کے پاس بیگالہ بدستور رہے اور ملک دکن محمد سلطان  
 کو عنایت کر دیں اور شاہ بلند اقبال کا خطاب اور کل مالک محمد وسکی ولیعهدی کا منصب عالی  
 آپ کو مبارک ہو آپ اس بات کو قبول فرمائیں اور غرض مند و نکی بات پر نہ جائیں بغیر کسی دوسرے کے علحدت  
 یہ غرضتیں چلیے اور ان کے خاطر مشتاق کو اپنے دیدار سے مسرور کیجیے اور نگ زیب نے داراشکوہ  
 کے عدوت کی شکایتیں کیں اور ان درخواستوں کو قبول نہ کیا اسی طرح پیغام سلام ہوتے رہے آخر کا  
 بعد گفت و شنید کے اور نگ زیب تیسرے دن باپ کے پاس جائیکے لیے سوار ہوا شاید خان  
 اور شیخ میر نے سلسلے آکر عرض کیا کہ حضور کا جانا عقل و دور اندیشی سے بعید ہے جب خدا کے فضل  
 سے قلعہ پر عمل دخل ہو چکا ہے اور اعلیٰ حضرت کا اختیار و اقتدار کچھ نہیں رہا تو کیا ضرورت کہ آپ عمل  
 خطر میں ملتے ہیں اس جھلنے سے اور نگ زیب واپس چلا آیا بیگم صاحبہ کے جائیکے بعد جعفر خان وزیر

اس حالت کو دیکھ کر شاہزادہ اور بھی زیادہ گھبرایا اور اوپر عجیبے بیشانی و حیرت کا عالم چھلایا اور سوقت کمال اضطرابی سے سلیمان شکوہ نے دلیر خان کو بلایا اور اپنے بارہ مین صلاح و مشورت کر کے دلیر خان سے مدد و شرکت چاہی دلیر خان نے یہ رائے دی کہ الہ آباد سے دریائے گنگا کو تر کر شاہجہان پور چلیے وہ آباد کیا ہو امیرے بھائی بہادر خان کا ہے اور وطن افغانوں کا ہے وہاں چل کر ٹھپانوں کو جمع کر کے فوج کا انتظام کرنا چاہیے اسکے بعد جو مقتضائے وقت اور مناسب حال ہوا اوپر عمل ہونا چاہیے اس شرط سے مین آپ کی رفاقت کو تیار ہوں شاہنشاہ سلیمان شکوہ نے جو دلیر خان نے کہا تھا قبول کیا اور دوسرے روز انکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل حکیم تقرب خان اور رائے رایان راجہ رگھناتھ دیوان سلطنت معہ عہدہ دہانی کے آگئے تو اورنگ زیب نے ایک شاندار دربار کیا مسند پر شاہزادوں کی طرح بیٹھا مگر نذرین شاہانہ طور پر سب اہل امر و منصبہ اور ان سے لین پھریشان و شوکت کے ساتھ بائیں پر سوار ہو کر دارا شکوہ کی دہلی میں چلا گیا۔ محمد سلطان نے باپ کے حکم سے تمام بادشاہی خزانوں اور کارخانوں کو توشہ خانوں کو بھیج دیا۔ ۲۱ رمضان ۱۰۸۵ کو شاہجہان بالکل نظر بند ہو گیا۔ پہلی تاریخ عاقل خان نے غاصب و باغی الامیرہ کوئی جو بھابھا بھجے کے تحریج سے صبح آتی ہے۔

۱۷ سلیمان شکوہ از حیرت زدگی دلیر خان را طلبیدہ در صلاح کار مشورت نمود اور وقت دریافت نمود اور مشروط بر قتل شاہجہان پور کہ آباد کردہ بہادر خان و وطن افغانستان نمودہ متوجہ گردیدہ کہ در انجا پناہ از افغانان و غیرہ فراہم آوردہ ہر چہ صلاح باشد عمل خواہ آمد سلیمان شکوہ قبول این کنشش نمود و راجہ

ساتھ الہ آباد جانے کا قصد کیا جب ارجے سنگھ والی جیسو کو جو دلیر خان کے بڑے دوست تھے اس امر کی خبر ہوئی تو ارجے موصوف انکے پاس آئے اور بہت دوستانہ ہمیش کی اور کہا کہ آپ نے یہ غلط رائے اختیار کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ داراشکوہ عالمگیر کے سپر ح غلبہ نہیں پاسکتا ہے وہ عرصہ تک بلخ وغیرہ کی مہمات میں اورنگ زیب عالمگیر کے ساتھ رہ چکے تھے عالمگیر کی شجاعت اور چالوں سے خوب واقف تھے اسلئے انھوں نے ہر طرح سمجھایا کہ سیلان شکوہ کی شرکت میں بجز خانہ بربادی کے کوئی نتیجہ نہیں آخر میں فتح عالمگیری کو حاصل ہوگی غرض کہ دلیر خان کو ارجے نے انکے اس ارادہ سے باز رکھا اور اپنے ساتھ عالمگیر کے پاس چلنے کے لیے متفق کیا جب دوسرے روز بموجب اقرار کے سیلان شکوہ نے الہ آباد کی طرف سے شہا جپانپور چلنے کا قصد کیا تو دلیر خان نے کچھ تہیہ اٹھا کر مہمات کی اور ارجے سنگھ کے ساتھ اسی منزل میں رہ گئے اور شاہزادہ کے ساتھ کوچ نہ کیا چار ناچار شہزادہ الہ آباد گیا اور دلیر خان وہاں سے چسکر

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جے سنگھ چون برین سنے آگئی یافت دانست کہ دلیر خان از خامی و بے تجربگی سود خود را از زیان شناختہ نزد تیر غلط باختہ است بمقتضای دوستی و مودتے کہ با او دارا بلاغ فصاحت دوستانہ تذکار مقدمات عاقلانہ خان مذکور ازین ارادہ فاسد کہ غیر از خانہ غرابی اور قبیلہ اش حاصلاً نہداشت باز آورده و رعزیت و آوردن عقبہ عالمگیری با خود متفق و ہم داستان خود ساخت چون روز دیگر سیلان شکوہ بتاجر قرار دادند کہ عزم مراجعت بہ الہ آباد دلیر خان تہیہ سے نمودہ بار ارجے سنگھ درہان منزل ماند و دلیر خان سہ چار روز پیش از ملازمت راجہ مابین سلیم پور و متھہ بتفصیل عقبہ عالمگیری چہرہ دولت برافروختہ باضافہ ہزار ہی ہزار سواۃ بمصیبت پنجہزیای پنجہزار سوار والا تہہ گشت۔ باثر الامر تذکرہ دلیر خان رویت وال

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

ۛ

راجہ جسنگ سے تین چار روز پیشتر سلیم پور اور مظفر کے مابین عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوئے اسوقت عالمگیر نے دلیر خان کو خلعت فاخرہ جبین گھوڑا معہ ساز طلائی اور تلوار و جہرہ مرصع تھا مرحمت کیا اور منصب میں ایک ہزار کا اضافہ کر کے پنجہری منصب اور پانچ ہزار سوار سے سرفراز کیا عالمگیر بتلے دلیر خان کی شجاعت اور وضع داری سے خوب واقف تھا اور مدتوں معرکوں میں انکا ساتھ ہوا تھا اسلئے اسنے انکو خاص امرا میں شامل کیا اسکے بعد دلیر خان اور شیخ میر کو معہ ایک لشکر کے داراشکوہ کے تعاقب کے لیے مقرر کیا اسی اثنا میں عالمگیر نے مراد بخش کو جو اسکا چھوٹا بھائی تھا اور تخت کا خواستگار تھا اور اپنے ساتھ چتر و ازبک شاہی علیحدہ رکھتا تھا شوال کو تختہ راہ میں گرفتار کر کے شیخ میر اور دلیر خان کے سپرد کیا کہ سلیم گڑھ کے قلعہ میں پہنچاؤ چنانچہ یہ دونوں سردار معہ اپنی جماعت کے شہزادہ مراو کو لیکر شاہجان آباد پہنچا آئے اور عالمگیر سے جب گونج کرتا ہوا

لے چار ماہ شوال و ذی قعدہ تھا۔ اہل روزمرہ مراد بخش اور لشکر نمودہ بصوابہ یہ اسے صاحب بعد از دہ پارس شب آن تیرہ روز قعدہ اندوڑہ راہ غسہ فدیہ بیان دو تھوہ شیخ میر سہرہ دہ ریزگار را بجے ہمارہ کردہ قلعہ ہرینہ را شاہجان آباد فرستادہ کر آئے پارس نذران مکافات باشد عالمگیر نامہ ۱۳۰

چار دہم حضرت آباد و مرکزہ اگرد اقبال گشتہ در دہم گمر کہ آغا مقام بود شیخ میر و دلیر خان کہ چنانچہ گمرہ اش بافت برسانید مراد بخش بقلم شاہجہان آباد مستحسن شدہ بود نہ صرف بساط یونانی یافتہ ۱۳۱ عالمگیر نامہ سلہ دلیر خان بادی طالع از تبعیت و ہمہری سلیمان شاہ تخلص و زبہ بود نہ صرف از نقیض سندہ اقبال گشتہ بطالع خلعت فاخرہ و اسب با ساز طلائی و شیر و جہرہ مرصع و با اضافہ ہزار ہزار سوار منصب پنجہری اختیار ہوا مطرغہ انظار لکرمشک از عالمگیر نامہ صفحہ ۱۳۰



خضر آباد پہونچا تھا شیخ میرد دلیر خان آکر ملے دلیر خان کی خیر خواہی و تہنیک پر ایسا اعتماد تھا کہ مدعی سلطنت کو عالمگیر نے انکے سپرد کیا۔ ۱۶ تا بیچ رمضان کو خضر آباد سے سندرباڑی کو جو ایک کوس دار السلطنت تھی عالمگیر نے کوچ کیا اسکے دوسرے روز عالمگیر نے اپنے امرا کو انعام و منصب سے سرفراز فرمایا چنانچہ راجہ بے سنگھ کو جاگیر مرحمت ہوئی اور سرکار لکھنؤ کی حکومت و فوجداری ایرج خان سے نکال کر دلیر خان کو دی گئی اور نیابت اس عہدہ کی دلیر خان کے فرزند جمال خان بحفاظت ہوئی اور اس خدمت کے صلہ میں جمال خان کو ہزاری منصب اور چار سو سواروں کی سرداری سے سر بلندی بخشی گئی چار پانچ برس تک جمال خان نے اپنے عہدہ کے فرائض کو نہایت کارگذاری سے انجام کو پہونچایا شجاعت اور لیاقت میں یہ مثل اپنے باپ و چچا کے نامور اور بادشاہ کے مورد عنایت تھے مگر وہ ذیقعدہ ۱۰۷۳ء کو جبکہ عید گلانی کا جشن تھا اور شاہزادوں نے صراحیان بادشاہ کی خدمت میں گدائی تھیں بادشاہ کو یہ خبر سنائی گئی کہ جمال خان سپرد دلیر خان جو اپنے باپ کے نائب تھے اور بیسواڑہ کی فوجداری پر مامور تھے جو انگریز انتقال کر گئے۔

جب عالمگیر آگرہ سے دہلی چلا تو داراشکوہ اس کے آئین کی خبر سن کر ۲۱ رمضان کو دہلی سے دہلی چلا اور لکھنؤ از تفر ایرج خان چلیر خان مفوض گشتہ جمال خان سپرد دلیر خان مذکور بہ بتا دے تقدیم آن خدمت مامور و منصب ہزاری چار صد سوار سر بلندی یافت صفحہ ۱۴۶ عالمگیر نامہ

۱۰۷۳ء بعض اشراف رسید کہ جمال خان ولد دلیر خان کہ بہ نیابت پدر فوجداری بیسواڑہ میں جا مل طبعی روزگار حیات سپر شد عالمگیر نامہ

سال خیمہ

سے لاہور روانہ ہو گیا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کو جو جمعہ لشکر کے پٹنہ سے آ رہا تھا لکھ بیجا کہ لاہور یا سرہند اگر مجھ سے ملجاؤ۔ جب عالمگیر دہلی پہونچا تو دارا شکوہ سے میدان خالی تھا مراد بخش کو قید کر چکا تھا اب تخت نشینی میں اسکے کو جانج تھا جو میون نے تخت نشینی کے لیے روز جمعہ غرہ ذیقعدہ ۱۰۰۰ سنہ مقرر کیا مگر اسے دارا شکوہ کی طرف سے اطمینان نہ تھا اور اتنی فرصت کب تھی کہ شاہجہان آباد کے قلعہ میں جا کر حسب آئین خانہ ان کے مراسم شاہی ادا کرتا لہذا ساعت مقررہ پر اور زیب عالمگیر تخت سلطنت پر بیٹھ گیا اور خطاب و سکے اور جشن کو تو

سلہ اور رنگ زیب بادشاہ کا حال۔ اس بادشاہ کی سیدائش ۱۰ ذیقعدہ ۱۰۰۰ سنہ میں ہوئی اور مادہ تاریخ (آفتاب الملتاب) ہے جب ۳۰ برس کی عمر میں ۱۰۰۰ سنہ کو تخت نشین ہوا تو ۴۰۰ عدد کی بیم بڑھا کر آفتاب عالمستابم خود تخت نشینی کی تاریخ نکالی اور خطاب (ابو الفخر محی الدین عالمگیر) حسب دستور سلاطین اختیار کیا۔ عالمگیر ایک تلوار تھی جسکا نام مبارک فال سمجھ کر لقب میں شامل کیا گیا۔ اور نگ زیب نہایت سینہ دار باغ و شاد و نماز اعمال و عقائد خفی تھے ہمیشہ باجماعت نماز ادا کرتا تھا۔ احکامات بموجب شرع شریف کے جاری کرتا ہر ہفتہ میں ۱۰ دن درشنہ جمہرات جمعہ کو روزہ رکھتا اپنے غور و نوش کے لیے اپنے ہاتھ سے کب کرتا ٹوپیان بنا کر اور قرآن لکھ کر گذرا اوقات کرتا اور جمعہ کو جامع مسجد میں آکر نماز جمعہ ادا کرتا زکوۃ شرعی صرف خاص سے دیتا و قرآن شریف اپنے ہاتھ سے لکھ کر مدینہ منورہ و مکہ معظمہ بھیجے جہاں ایک ایام شاہزادگی کا لکھا ہوا تھا اور سات ہزار روپے کے صرف سے مطلقا و مذہب کیا کیا تھا گانا کبھی کبھی سنتا تھا مگر فطریہ ریز گاری سے آخر عمر میں وہ بھی مرزا میر کے ساتھ ترک کر دیا لباس نامشروع زرد و جاہر کا بھی نہیں پہنتا تھا بدعت اور آئین جالت مٹانے اور احکام دین کے جاری کرنے میں ہمیشہ کو شان رہتا کوئی لفاظش زبان سے نہ نکالتا سیاست شرعی دنیا عالمگیر نے ایک ہندو کو بھی زیر دست مسلمان نہیں کیا جو ممتاز ہند و خوشی سے شرف ہا سلام ہونا چاہتے اور خود حاضر ہوتے تو بادشاہ غور اپنی زبان سے تلقین کرتا تھا۔ اور نگ آباد کن سے اکبر آباد تک اور لاہور سے کابل تک اسے امن و رحمت وسانی

بلوس ثانی پر موقوف رکھا لیکن تخت سلطنت پر جلوس کرنے کی خوشی میں امرا

بقیہ جاشیہ صفحہ ماقبل کے واسطے سرکرکین بنو امین اور بادشاہی خزانہ سے مسجد و کاخرج مقرر کیا  
شاہجان کے عیدین اونٹنسی ہزار روپیہ ایام تبرکہ میں خیرات ہوتے تھے اسنے ایک لاکھ انچاس ہزار  
روپے مقرر کیے تمام تعبات میں مدرسے اور اسین طلباء کے لیے علماء و فضلاء معین کیے شیخ نظام  
کو میر مجلس مقرر کیا اور دو لاکھ روپیہ صرف کر کے مسائل فقہ کے دس اختلافات کے لیے فتاویٰ عالمگیری  
لکھائی خود ہشتہ کتب حدیث و فقہ اور تصنیفات امام بیہ الاسلام محمد زالی کا مطالعہ کیا کرتا عربی و نستعلیق  
و شکرۃ و غلو ب لکھتا تھا ماہ رمضان کے تمام روزے رکھتا تھا نماز تراویح باجماعت اور اکثر اجتماعات  
کرتا ناری انشا پر ازی میں کمال ملکہ رکھتا تھا چنانچہ اسکے تصنیف میں دفتر شمس کلمات طبابت  
دستور لعل آداب عالمگیری رتقات عالمگیری ہیں وہ اپنے ہاتھ سے چند سطریں بلانا نہ روزگھر سے  
سلادہ فارسی کے ہندوؤں سے ہندی خوب بولتا تھا شعر و سخن سے زیادہ دلچسپی خود نہ لیتا اگر شعر کے  
شعر بہت قدر دانی سے سنتا بعض اوقات خود بھی شعر کہتا اور بیٹوں کو بیاض میں اشعار لکھا دیتا تھا چنانچہ یہ  
شعر اس کا ہے غم عالم فرادانت من یک غنچہ دل و ارم و چسان و شیشہ ساعت کفر و ریگ سیاہی  
بیٹوں کو نہ ہجری اور فنون سپہ گری کی تعلیم دلا کر بختکے روزگار بنا دیا تھا ہمیشہ با وضو رہتا اور بوجہ نیکوئی  
کے باوجود کثرت مشاغل حکمرانی کے قرآن شریف حفظ کیا جسکی تاریخ (لوہ محفوظ) نکالی گئی محرم سر امین  
لڑکیوں کے لیے عقائد و دینی اور احکامات مذہبی کی تعلیم مقرر کی ہر ستیفٹ کو اختیار دیا گیا کہ بلا خوف و تشویش  
نیک آفریاد کرے اور بادشاہ پر بھی اپنے مطالبہ کی نالیش کر سکتا ہے اطراف ملکات میں کوئی صوبدار  
و عامل بلا اطلاع اور بادشاہ کے حکم ثانی کے قتل کا حکم نہیں دے سکتا تھا اکثر اوقات جرائم پر متحمل ہوتا و قہور  
معاف کر دیتا اور سزا دینے میں تامل کرتا احتیاط و ہوشیاری کمال درجہ کی تھی اسلیے ہمیشہ بیٹوں کے حالات  
پر نظر رکھتا اور انکے محض واقعات خفیہ نویس مقرر کر کے دریافت کرتا جب انکو فوج و یکم ہوتا تو انکے ساتھ  
مستند اتالیق بھیجتا کہ وہ ہمیشہ قابو میں رہیں اور جزئیات پر بھی نظر رکھتا کسی اہلکار کی اصل حقیقت اس سے  
پوشیدہ نہ رہتی دکن میں بیٹھا مگر پچھم و پورپ کے اطراف کی خبر رکھتا حکام کو احکامات خود لکھتا تمام

## کو خلعت و انعام سے مالا مال کیا منجملہ اونکے دلیر خان کو خلعت و انعام سے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل جزو کل کے اخبارات ہر ایک گوشہ ملک سے وقائع نگار لکھتے اور وہ حرف بحرف ہر وقت ہر ایک بات کی پیش بندی کرتا اور چار و نظرت کان لگے رکھتا استقلال و حمیت کا یہ عالم تھا کہ اگر دشمن کے ساتھ زیادہ جماعت ہوتی تو حسد الکی مد پر نظر کر کے ثابت قدمی کرتا ہر قسم خوشی و ملال و دونوں کے آثار ظاہر نہ ہونے کی تعلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبرا تا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے کسی کزن کا یا جن کا کسی کا پتلا تھا کسی تکلیف و مصیبت کے وقت نہ گھبرا تا کوئی حصہ سپاہ کا بلا اسکے حکم کے قدم نہ اٹھا سکتا امیر زین دیتے اور پیش بہا خلعت پاتے شاہ جہان کے خزانہ میں چھ کروڑ سے زیادہ روپیہ نہ جمع ہو سکا مگر او رنگ زیب نے تیرہ کروڑ روپیہ چھوڑا آمدنی و خرچ برابر ہی رہا کرتا تھا ایک ہاتھ سے آمدنی آتی تھی اور دوسرے ہاتھ سے صدقات و لاکھوں سپاہیوں اور امیروں کی خواہ میں خرچ ہو جاتی تھی صبح صادق سے عالمگیر اٹھتا اور مسجد میں جا کر نماز ادا کرتا اور قرآن و درود و وظائف میں مشغول ہوتا بعد تخت عدالت پر بیٹھ کر ستم رسیدوں کا انصاف کرتا و لیم بائیس عالمگیر کی آمدنی پچاس کروڑ لکھتا ہے شاہ جہان کے عہد سے اسکی آمدنی بڑھ گئی تھی کیونکہ بجا پور و بارسہ گولکنہ وغیرہ اسنے فتح کر کے مالک خالصہ میں داخل کر لیے تھے اور اسکی سلطنت نہایت وسیع ہو گئی تھی ہندوستان میں جتنے مسلمان گذرے ان سب سے زیادہ وہ دیندار اور صاحب قوت تھا پچاس برس تک بڑے کردار و شان و شوکت سے سلطنت کی اسکو بھجوری باپ سے سرتابی کزن پڑی اگر یہ نہ کرتا تو داراشکوہ اسکو کب چین سے بیٹھ دیتا پہلے اسکی نیت باپ کی نیابت کی تھی اور باپ کو بدستور بجال رکھنا چاہتا تھا جب اسنے دیکھا کہ شاہ جہان کے دل سے ادا لشکوہ کی محبت نہیں جاتی تو اسنے جتنے مدعی سلطنت تھے سب کو قتل و قید اور شاہ جہان بادشاہ کو معزول کیا اگر داراشکوہ یا دوسرے بھائی اسپر غلبہ پاتے تو وہ بھی عالمگیر کے ساتھ ہی برتاو کرنے جو اسنے بھائیوں کیساتھ کیا یہ اپنی خود کامی اور چال و پیر میں جہنم بھی قائم کرتا تھا اسکی عمر کا آدھا حصہ کن کے فتوحات اور مہربانی عہد دلیر خان بنائیت خلعت و انعام سے مالا مال ہوا اور بعد اسے عالمگیر نامہ

ساتھ ہاتھی و تہنی عنایت فرمائے جلوس کے بعد عالمگیر نے داراشکوہ کے استیصال کی طرف توجہ کی پہلے میر ملک حسین مخاطب بہ بہادر خان کو تعاقب کے لیے بھیجا اسکے بعد خلیل اللہ خان کو ایک اور لشکر دیکر اورنگزیب کا سپاہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل قطع میں صرف ہو گیا اسکے عہد میں راجپوت بگڑے مگر اسے انکو مطیع کر لیا اسکے پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں جنکا تذکرہ راقم نے کمال ازین خان کے حالات میں بشرکت معرکہ شاد عالم اور محمد عظیم درج کیا ہے اولاد کا لائق و قابل ہونا اسکی تربیت کا نتیجہ تھا بالآخر ۲ ذیقعدہ ۱۰۷۱ ہجری روز جمعہ کو ہردن چڑھ ۱۵ برس حکومت کر کے ۹۱ برس کی عمر میں اورنگ زیب عالمگیر نے انتقال کیا۔ حسب وصیت نعش احمد نگر سے اورنگ آباد بھی گئی اور شیخ زین العابدین علیہ الرحمہ کے مقبرہ واقع خلد آباد میں اس قبر میں جو اسنے اپنے صین حیات بنوائی تھی دفن کیا گیا اسکی قبر کا پتھر سنگ مرمر کا ہے جسکا طول ۳ گز اور عرض ۱ گز ۱۰ ہائی گز ہو قبر کے تنویر میں ریحان ہونے میں تہیز و تکھن کے لیے ساڑھے چار روپے ٹیوین کی سلائی کے جو پکے تھے وہ حسب وجہت خرچ کیے گئے اور آٹھ سو پانچ روپے اجرت قرآن نویسی کے جو چل ہوئے تھے ساکین کو تقسیم کیے گئے بعد وفات کے لقب خلد مکان مقرر ہوا (روح و ریحان و تہ نصیم) ہارچ رطلت نکالی گئی۔

۱۱۔ اس جلوس کی خوب تاخیر نکالی گئی چنانچہ سید عبد الرشید نے آیت کریمہ (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم) سے لاجواب مادہ نکالا۔ میر جعفر فراسانی نے (شنشاد فلک اوتنگ) اور دیگر شعرا نے (سز و اسریر بادشاہی) لکھیں۔

۱۲۔ یہ بہادر خان دلیہر خان کے بھائی تھے انکا شاہجان کے عہد میں انتقال ہو چکا تھا یہ خطاب عالمگیر نے راجہ جسونت سنگھ کے معرکہ میں میر ملک حسین کو دیا تھا یہ فدائی خان کے جو میان دو آب کے فوجدار تھے بھائی تھے رفع مغالط کے لیے صراحت کر دی گئی۔

کر کے روانہ کیا کہ بہادر خان کے لشکر سے مل جاؤ اور وہ قوی پشت ہو جا جب عالمگیر نے سنا کہ سلیمان شکوہ ہر دواری کی طرف آ گیا ہے اور اپنے باپ کے پاس جانیوالا ہے تو اس نے دلیر خان کو سدا راہ ہونے کے لیے بھیجا اور اس کے ساتھ اون کے بھتیجے دلیر بہت خان جو ناب بہادر خان مرحوم کے بیٹے تھے اور شیخ میر وصف شکن خان وغیرہ کو بھی روانہ کیا اور ان سب کو خلعت اور گھوڑے عنایت کیے اس مہم کے لیے دلیر خان ۱۴ ذیقعدہ کو متعین ہوئے اور اسی تاریخ کو خود عالمگیر کڑناں گیا اور وہاں ۱۲ ذیقعدہ کو کوچ کر کے روہر پونچا جو برسات آگے جانیکے لیے راہ نہایت خراب تھی جب دلیر خان سلیمان شکوہ کے قریب پہونچے تو وہ ہر دواری کے برابر پڑا ہوا تھا اور دریا سے گنگ سے اور نیکی فکر میں تھا مگر وہ دلیر خان کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور کوہستان سری نگر کی طرف عاجز ہو کر چلا گیا ۱۲ ذیقعدہ کو دلیر خان اور شیخ میر سلیمان شکوہ کی مہم سے فرصت کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو گئے ادھر عالمگیر تو بہ نظام کر رہا تھا اور ہر دواری اشکوہ دہلی سے لاہور پہونچا اور وہاں شاہی خزانہ اور توپخانہ اسلحہ خانہ وغیرہ پر قابض ہوا ایک کروڑ روپے کے قریب اس کے پاس دولت ہو گئی تھی اس لیے وہ سپاہ کی فراہمی میں مصروف ہوا مگر اس کا یہ خیال تھا کہ جب تک برسات ختم نہ ہوگی دریا سے تلج حاصل ہے عالمگیر یہاں نہ آسکیگا لیکن عالمگیر نے کسی تکلیف کا کچھ خیال نہ کیا پہلے اس نے امیر فنگو تعاقب کے لیے بھیجا اس کے بعد خود پنجاب جائیکا قصد کیا جب دار اشکوہ نے عالمگیر کے آنیکی خبر سنی تو داؤد خان پانچزار سوار دیکر بھیجا کہ وہ دریا سے تلج کے گھاٹ بند کر کے عالمگیری لشکر کو روکے

اس ضمن میں داراشکوہ نے کوئی تدبیر اٹھانہ رکھی تمام امیر و نیکو اپنی طرف رجوع ہونے کے لیے خطوط لکھے محمد شجاع کو بنگالہ میں اشتعال دلا کر عالمگیر کے مقابلہ پر آمادہ کیا باوجود ان سب باتوں کے داراشکوہ عالمگیر سے شکست کھا کر ایسا خائف ہو گیا تھا کہ مقابلہ سے جی چراتا تھا اور کبھی ملتان اور کبھی قندھار جانیکا قصد کرتا تھا بدینو جب بڑے بڑے سردار اس سے علیحدہ ہو کر عالمگیر کی طرف آنے لگے داراشکوہ کے پاس اسوقت بیس ہزار سوار جمع ہو گئے تھے باوجودیکہ داؤد خان سدرہ تھے مگر بہادر خان اور خلیل اللہ خان اپنے لشکر کو لیکر ستیج کے پاراوتر گئے جب یہ خبر داراشکوہ نے سنی تو اُس نے داؤد خان کو بلایا اور دریافت حال کر کے دوبارہ بھیجا اور اپنے بیٹے سپہر شکوہ کو بھی لشکر اور توپخانہ دیکر روانہ کیا خلیل اللہ خان نے اپنی عرضداشت عالمگیر کو بھیجی کہ غنیم کی فوجیں دریائے بیاس کے سطر اگلی ہین اور غرقرب داراشکوہ بھی لاہور سے آئیں والا ہے عالمگیر نے اسوقت دلیر خان اور داجہ جے سنگ کو خلیل اللہ خان کی مدد کو بھیجا اور حکم صادر کیا کہ جب تک یہ دونوں سردار مع لشکر کے تم سے نہ آئیں تم جس جگہ ہو وہیں ٹھہرنا۔ ۲۹ ذیقعدہ کو دلیر خان موضع گڑھ سارنگ میں خلیل اللہ خان سے جا کر ملے جب یہ بادشاہی لشکر پہونچا تو داراشکوہ پر رعب چھا گیا اور وہ ۲۹ ذیقعدہ کو لاہور سے مع سپہر شکوہ کے ملتان چلا گیا اور داؤد خان کو کشتیان وغیرہ عرقاب کر نیکے لیے چھوڑ گیا عالمگیر نے یہ خبر سنکر حکم دیا کہ دلیر خان اور خلیل اللہ خان وغیرہ لاہور میں قیام نہ کریں اور بلاوقت داراشکوہ کا تعاقب کر کے ہٹا قدم کین نہ بنے دین یہ حکم سنکر دلیر خان اگرچہ قریب دارالسلطنت لاہور کے

موجود تھے مگر شہر میں دخل نہ ہوئے اور اذی اچھ کو ایک روز اور قیام کر کے  
اُس کے روانہ ہو گئے اور خواجہ صادق بخشی کو جو داراشکوہ کے پاس سے چلا آیا تھا  
اسکی دلجوئی کر کے عالمگیر کے پاس بھیج دیا خزانے اور سامان جو داراشکوہ کے  
چھوٹ گئے تھے وہ سب ضبط ہو گئے اس پر بھی توپیں اور اجناس کے علاوہ ایک  
کرور سے زائد روپیہ داراشکوہ اپنے ساتھ لے گیا اب اس وقت اسکے پاس چودہ ہزار  
تھے داراشکوہ آٹھ روز ملتان میں رہ کر ہر کی طرف روانہ ہوا۔ ۷۔ محرم کو عالمگیر بھی  
دریائے راوی سے اتر کر جہان سے ملتان تین کوس پر پہنچا کر خمیہ زن ہوا دلیر  
خان اور خلیل اللہ خان مع چند دیگر امرا کے جو بموجب حکم شاہی ملتان میں تھے  
ہوئے تھے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف حضوری سے  
مشرف ہوئے اسی زمانہ میں کابل کے قائل نگار نے لکھا کہ دلیر خان  
کے بھتیجے جھکانام دلاور خان تھا اور وہ بہادر خان کے بڑے  
بیٹے تھے اور صوبہ کابل میں ملکی فوج میں تعینات تھے جو ہر گ  
انتقال کر گئے انکار سن جو بیس چھپس سال کا تھا یہ حادثہ دلیر خان کے ملال  
کا باعث ہوا اسکے بعد عالمگیر نے ملتان سے زیادہ بڑھنا مناسب نہ سمجھا  
اور اختلاف کا عزم ہوا۔ صفت شکن خان اگرچہ ملتان سے تعاقب کے لیے  
بھیجے جا چکے تھے مگر اس خیال سے کہ داراشکوہ تو پختانہ و غزائنہ و سپاہ بکثرت  
رکھتا ہے دلیر خان اور شیخ میر کو بھی نو ہزار سوار کے ساتھ داراشکوہ کے  
ساتھ وازو قلعہ دارالملک کابل معروض بارگاہ خلافت گردید کہ دلاور خان لہ بادر خان و ہلاکو کیلیان  
انصوبہ بپاٹ جہان دروودید عالمگیر نامہ صفحہ (۱۹۰) دلاور خان قلعہ تیسور کے قلعہ دار بھی رہے تھے۔



تغاقب کے لیے بھیجا اور سوقت دلیر خان کے ساتھ انکے بھتیجے ہنسٹ  
 خان اور دوسرے دلیر بہت خان اور دیگر اشخاص قباد خان و شرزہ خان ونگی  
 خان و پردل خان وغیرہ تھے روانگی کی وقت دلیر خان کو خلعت میں ایک  
 ہاتھی اور جھمبہ ہرنیا کا رمرحمت کیا گیا اور دیگر اشخاص کو بھی حسب حال  
 خلعت وغیرہ سے سرفرازی بخشی گئی۔ جب داراشکوہ ملتان سے بہکریط  
 روانہ ہوا تھا اسکے پیچھے دلیر خان برابر چلے گئے اور کسی جگہ اسکا پیر نہ جمنے  
 دیا اثنائے راہ میں صلح گزبرد دار اسی ہزار اشرفیان اور دیگر سامان ضروری لٹا  
 کیطرت سے لیکر پہونچا بہکریطین داراشکوہ کے اچھے اچھے امرا مثل داؤد خان  
 و شیخ نظام و میر عزیز و سید تاتار و سید جواد بخاری چار ہزار آدمی لیکر اوس سے  
 علیحدہ ہو گئے اور عالمگیری لشکر سے مل گئے اور داراشکوہ خود بھی چاہتا تھا کہ  
 قندھار چلا جائے مگر اوسکے اہل حرم اور لشکری راضی نہ ہوئے آخر وہ سیستان  
 ہوتا ہوا ٹھٹھہ آیا اور وہاں سے گجرات کو روانہ ہوا عالمگیری لشکر نے اکثر جگہ  
 داراشکوہ کے لشکر کو شکستیں دیں اور کشتیاں و سامان چھین لیا ٹھٹھہ میں عالمگیری  
 کا فرمان دلیر خان اور شیخ میر کے نام پہونچا کہ تم ترک تغاقب کر کے فوراً ماہد  
 کے حضور میں چلے آؤ یہاں دوسرے اہم کام درپیش ہیں اس سفر میں دلیر خان  
 علیہ ریح لازم الامثال بنام شیخ میر و دلیر خان پر تو دو دو انگنہ کہ ترک تغاقب نمودہ برجناح سرعتی تعجال خود  
 بر پیشگاہ جاہ و جلال رسانند کہ کار ہائے اہم درپیش است بنا بر آن شیخ میر و دلیر خان ہشتم ماہ ربیع الثانی  
 از بہکریط کردہ برجناح است تعجال روانہ پیشگاہ خلافت گردید و دست و نجم ماہ جمادی الاول اخلاص کشش  
 شیخ میر و دلیر خان ہو کہ گیمان شان پیوستہ سعادت پذیر ملازمت اکیس فرامیت گردیدند و عاطفت  
 بادشاہانہ بریکے ابعلائے خلعت خاص و اسب با ساز طلائع خاص بخشید۔ ۲۹۵ عالمگیری نامہ

ری محنت اور ٹھکانا پڑی اکثر دشوار گزار جنگل حسین منزوں آبادی و پانی کا نام  
 ملاطے کیے بہت سی فوج اور لشکر کے چوپائے ضائع ہو گئے اور لشکر کے خوراک  
 بھی بجز ایک ماہ کی تنخواہ کے کچھ باقی نہ رہا تھا بالآخر ۸ ربیع الثانی کو دلیر خان  
 شیخ میر نہایت عجلت سے دار الخلافہ آگرہ کی طرف روانہ ہوئے اور ۵ تہائی  
 دی الاول کو خان شہامت نشان آگرہ کے قریب بادشاہ عالمگیر سے  
 یہ وہ سلطان شجاع کو جنگ کجھوہ میں شکست دیکر واپسی میں شکار کھلتا آ رہا تھا  
 ت اند و ملازمت ہوئے بادشاہ نے دلیر خان اور شیخ میر کو اطاعت شاہی  
 خلعت خاص و اسپ معہ طلائی ساز کے عنایت فرمایا۔

۵ عرصہ میں داراشکوہ نے گجرات میں میدان خالی پا کر اور وہاں کے صوبہ دار  
 نواز خان کو جو مراد بخش اور عالمگیر کا خسر تھا ہوا کر کے مراد بخش کا ساڑواں  
 دس لاکھ روپیہ اپنے تھروت میں کیے اور ولایت گجرات میں ایک ماہ سات  
 روز بھر بائیس ہزار سوار و توپخانہ نہایت کافی جمع کر لیا اور جنگ کے لیے آمادہ  
 یہی درمیان میں اُسے شجاع کے مقابلہ میں عالمگیر کے شکست پانکی خبر غلطی  
 راجہ کا ارادہ مصمم کر دیا اور ہر عالمگیر داراشکوہ کے مقابلہ کے لیے اجمیر کی طرف  
 جہاد کی راہ پر روانہ ہو گیا اور حکم دیا کہ کارخانجات غیر ضروری تھیں ان کے  
 میں رکھے جائیں چنانچہ حسب حکم راجہ اسے سنگھ کو خلعت دیکر قلعہ کی محنت  
 دی گئی اس وقت دلیر خان کو خلعت میں گھوڑا معہ ساز طلائی کے

۵ درین جنگام دلیر خان بوجہ اسے ساز طلائی پر دل خان بطلے خلعت دلیر خان و لہبہا و خان

۵ محمد علی شاہ بہادر فرما دیا ۳۰۵ سالک نامہ

مرحمت کیا گیا اور خان موصوف کے بیٹے دلیر بہت خان کو ایک گھوڑا اور  
پر دل خان کو خلعت عنایت ہوا۔

## جنگ جمیر میں نواب دلیر خان کا عالمگیر کی طرف سے داراشکوہ کو شکست دینا

داراشکوہ نے انجمن میں دو پہاڑوں کے درمیان جو ایک درہ تھا ہمیں اپنا لشکر ڈالا  
اور اسکے ہر دو جانب دیوار اٹھا کر راہوں کو بند کر دیا اور توپوں کو قاعدہ سے لگا کر تھمتا  
ستحکم پناہ بنائی اور عالمگیر جمادی الثانی کو اپنا لشکر تیار لیکر تالاب رامسر پر و تراؤ  
دوسرے روز موضع دیورائی میں جہان سے اجمیر تین کوس تھا خیمہ زن ہوا اور لشکر  
کو ترتیب دیکر دلیر خان اور راجے سنگ کو ہراول فوج یعنی مقدمہ بجائیں کیا  
جب دونوں لشکر مقابل ہوئے عالمگیر نے حکم دیا کہ شیخ میر اور دلیر خان مع  
دلیر بہت اور دست اپنے بھتیجوں کے لشکر سے آگے بڑھ جائیں اور توپخانہ کے یزد  
جا کر دشمنوں کے گھات اور حملے سے خبردار رہیں حسب ترتیب چار روز تک

لے جنگ جبرکہ داراشکوہ متر متر دیواروں کو تھوڑا کر دیا وہ سیکرید و حالے حکم پیش و دست چابا توپخانہ  
وسا لڑاکا ہر دو ادوات جنگ نصب کردہ از سر جمعیت خاطر و پناہ حمایت و ذرا بہت ہمدست و محاربت  
یگداشت جنود عالمگیری را وورش ہر مورچاں صورت نمی بست۔ ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان۔  
۱۵۰۰ و از کمال و درینی و حرم بادشاہ حکم اشرف صادر شد کہ عمدہ نوآنیان عقیدت شمس شیخ میرا لشکر کش  
و دلیر خان با دلیر و دست پسران بہادر خان روہلا از عسکر ظفر قرین پیش رفتہ نزدیک توپخانہ میسای رزم  
و بجار از غر و دست ہر دو مخالفان خبردار باشند صفحہ ۳۱۵ عالمگیر نامہ

برابر لڑائی بہی میدان جنگ میں حرب ضرب سے ایک زلزلہ پڑا ہوا تھا ایک  
 فرق دوسرے فریق پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا تھا مگر دوسرا پیش قدمی نہیں کرنے دیتا  
 تھا چونکہ داراشکوہ کے مورچے پہاڑ کے درمیان میں تھے اور قلب لشکر کا مقام  
 نہایت محفوظ و مستحکم تھا اس لیے عالمگیری لشکر کی کچھ نہیں چلتی تھی اور داراشکوہ  
 کا پلہ بھاری تھا چوتھے روز یہ حال دیکھ کر شب میں اور ننگے پلے اپنے  
 جان نثار امیر و کوملا کرتا کہ کیسی کو غیرت دلائی اور کیسی خلعت و انعام سے بہت  
 بڑھائی غرض کہ ۲۹ جمادی الثانی روز یکشنبہ کو سب سے پہلے دلیر خان  
 توپخانہ کے داہنی جانب سے مع اپنی فوج کے سوار ہوئے اور دشمنوں کی طرف  
 اپنی دلیری و جرات سے علم بلند کر دیا اسکے بعد شیخ میرح اپنے ہمراہ ہونے بائیں  
 جانب سے سوار ہو کر دلیر خان سے آگے دو لون سرداروں نے باہم اتفاق  
 کر کے شاہنواز خان کے مورچہ پر جو کہ کوکلہ پہاڑی کی طرف تھا حملہ کیا اور ان دونوں  
 تہمتوں نے ایسی قیامت ناک کارزار کی کہ مخالفوں کے حواس بگاڑ دیے  
 انتہائے شجاعت سے برابر قدم بڑھاتے ہوئے اور کہاں مردانگی سے نہیں  
 اڑتے ہوئے شیر کی طرح غنیمت کے مورچہ میں گھس گئے مخالفت کی فوج دوسرے

سے سخت دلیر خان زبردست بہت توپخانہ فوج غور سوار شدہ باستظام اقبال دشمن ہال خدیو جان لو اسے ہزار  
 و دلیری بجا ننگ جرات کیشان ہر افرات و بعد از وہ دنوں عقیدت مند شیخ میرح باہر مان خوش از دست  
 چپ سوار شدہ با دیوت باجلہ شیخ میرد دلیر خان بمیاس بہت اخلاص پر و باتفاق یکدیگر بر مورچال  
 شاہنواز خان کہ بہت کوکلہ پہاڑی بود و حملہ آور گشتند و بازار کارزار گرمی پذیرفت این دو بہت بہت دم  
 شجاعت و مردانگی و جہل مورچال شدہ تیغ خون آشام بقصد دشمنان بد فرجام از نیام  
 قہر و انتقام کشیدند شیخ میرح کار آمد و دلیر خان کو ششہاے مردانہ و تلا شہاے دلیرانہ کردہ زخم ہر  
 بروست خورد ماثر الامرا تذکرہ دلیر خان -

موریچون سے شہنواز خان کی مدد کو آنا چاہتی تھی مگر دلیر خان دم لینے کی انکو  
 ہمت نہیں دیتے تھے اور وہ احوال کو دیکھ کر قدم آگے نہیں بڑھا سکتے تھے۔  
 داراشکوہ کے لشکر میں زلزلہ پڑ گیا بالآخر شہنواز خان کی کل جمعیت اکٹھا ہو گئی اور  
 دل توڑ کر لڑی اور دیوار کی پناہ میں آکر خوب توپ و بندوق کی آگ برساتی اور  
 جدال و قتال میں نہایت کوشش کی اس ہنگام میں شیخ میر مارے گئے  
 اور دلیر خان تنہا رہ گئے مگر اسوقت او تھون نے اسی جنگ  
 مردانہ اور حملہ دلیرانہ کیے کہ جھنڈا گاڑ دیا ایک تیرانکے ہاتھ  
 سے محمد شریف بخشی کے ایسا لگا کہ اس کے پیٹ کو توڑ کر پیٹھ سے  
 نکال گیا اور وہ اسی کاری زخم سے مر گیا اور شاہنواز خان بھی اسی  
 معرکہ میں ایک تیر کے نشانہ ہو کر مارے گئے یہ فتح دلیر خان اور  
 شیخ میر کے نام سے ہوئی بلکہ شیخ میر بھی نہ رہے تو ان  
 نے میدان لیا تھا اس جانشان میں بجز دلیر خان اور شیخ میر کے

۱۷۰۰ء و چنانچہ گزارش یافت از جنہ و نصرت طراز سو افواج شیخ میر و دلیر خان لشکر کے دیگر جنگی سیدہ محمد شریف بخشی میر  
 داراشکوہ از دست دلیر خان تیرے شکستہ رسیدہ از پشت گذر کر بہان کاری زخم در گذشت و در سپہداران موگلیان  
 ستان کسیک مصدر خدمت شایان و جافشانی نمایان گشتہ توفیق داد اے حق عبودیت دریافت آن دوسروار  
 دلیر شہامت آثار بودند و بعد از اتمام جنگ و پیکار کہ نیم فروری بر شقہ اعلام بہار از ان ظفر عظام و وزیدہ  
 اقدام ثبات خیم تیرہ مہ انجام لغزش پذیر رفتہ راجہ جے سنگھ از عقب رسیدہ فیئہ آن فوج منصور گردید  
 صفحہ ۳۲۲۔ عالمگیر نامہ

کوئی بادشاہی لشکر سے مقابلہ کو نہ ٹھکرا جب فتح ہو چکی تو راجہ جے سنگھ آئے اور امیر الامرا اور سدخان اور ہوشدار خان اپنے لشکر سے سواہر پورے چنانچہ خود تاریخ شاہی موسومہ بہ شاہنشاہ نامہ و عالمگیر نامہ وغیرہ میں مفصل حال لکھا ہوا ہے اس معرکہ کے متعلق تلوار کی تعریف میں بادشاہی منشی محمد کاظم مصنف عالمگیر نامہ یوں لکھتا ہے

چنان تیغ را بدو شوق مصاف      کہ چون برق حتی زابر غلاف  
غضب آسپهان کرد در مرد کار      کہ رگ شد بہ تن فنی ہستار  
چو سپر نیمہ از دست میشد رہا      ز کین مست کشتے بروے ہوا  
پلارک بدوشی نہ پیوستہ بود      کہ برش ز زیر بغل جستہ بود  
دارا شکوہ اپنے حملات اور بیٹے سپہر شکوہ اور کچھ خزانہ اور سامان ضروری لیکر مہم

ملہ آخر کار اتر فتح و زمین نسیم فتح از جان نثار نمودن شیخ میر و جلادت دلیر خان افغان بود کہ با ظہار جلادت در مقابل صد مات بہادران مورچال دارا شکوہ کہ متصل گولہ توپ و بان و حقہ آتش و آلات جانستان می بارید با وجود جمع کثیر از جان بازان ہر دو امیر بکار آمدند اصلاً ملاحظہ جان خود ننمودہ در مقابل آنہم صدمت ہوش رباعی نالہائے توپ زہرہ شکاف کہ با صد آگاہ دل و ہم گشتہ باعث تزلزل دل اہل مصاف گروہ بود از ہمدہ سازان پیش قدم بودند و چند ان سروتن پانال سم سمندان دلاوران گشت کہ نشان از سر صوت آہا پیدا نمود تا آنکہ دوزخ گوی دہرید دست دلیر خان رسید دست بہت اور از تردد بازداشت باز ہر چہ آواز اور آمد کہ تا ہی نہ نمود دست از جنگ باز نہ داشت نہ بخت زربے چو بارندہ میخ نہ گش زریکان و باران تیغ چہ آمد ز قلب دو لشکر خروش بہ رسید آسمان اقیامت بہ دوش بہ درآمد و دیرا بعرض چاہرہ زہرہ شیشہ سر برون زد ہر بر صفحہ ۳۰۲ و ۲۸۲۔ شاہنشاہ نامہ قلمی

ملہ دارا شکوہ کی باقی ماندہ سرگشت یہ ہے کہ بعد شکست جنگ اجمیر کے وہ گجرات پہنچا اور وہاں قہار جانا چاہتا تھا مگر ملک حیات جیون ہاسکا اسانندہ تھا اسنے اپنی جاگیر دارین اسکی پیشوائی کر کے

فیروز میوانی کے چیکے سے احمد آباد کی طرف مفروز ہوا اور بجز دوسرے دنسے کوئی  
 بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل اپنے بیان بیان ٹھہرایا انھیں ایام میں اسکی بیوی نادرہ بیگم دختر خسرو پر بیڑ چڑھائی  
 نہا ہی کے الم میں سلول ہو کر مری تھی اسنے حسب وصیت بیگم کے اسکی نعش لاہور میں میان میر اپنے  
 پیرو مشد کے مزار کے قریب دفن ہوئی کو بھیجی اور یہ غلطی کی کہ اپنے کل بہتر سوار معہ جان نثار گل محمد کے  
 اپنی بیوی کے جنازے کے ساتھ بھیج دیے چند خدہ تنگہ اپنے پاس رہنے دیئے ملک جیون ہان کش  
 جسان فراموش نے طمع و نیا سے دارا شکوہ کو مقید کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا جب دارا شکوہ  
 اور ملک جیون دہلی پہنچے تو اہل دہلی نے ملک جیون بے ایمان کی اس ناشائستہ حرکت پر  
 اسکو اینٹ و پتھر سے مارا اور بڑا ہنگامہ پیش آیا بالآخر حسب حکم عالمگیر کے دہلی کہنے موسو منہ خیر آباد  
 میں سبقت خان اور نظربیک چبلہ کے ہاتھوں سے دارا شکوہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۲۷ھ کو قتل ہوا اور اسکا  
 نقشہ ہایون کے مقبرہ میں دفن ہوا ۱۱ اسکے بیٹا سرشکوہ قلعہ گوالیار کو بھیجا گیا اور ۱۲۷ھ میں سیلا خان کو  
 سری نگر سے مقید ہو کر آیا اور مراد بخش کے پاس قلعہ گوالیار میں وہ بھی بھیجا گیا دارا شکوہ کی عمر ۴۲ سال چند  
 ماہ کی تھی کیونکہ اسکی پیدائش ۲۹ صفر ۱۰۲۷ھ کو اکھیر میں ہوئی تھی۔ اسکے بعد مراد بخش نے جب  
 قلعہ سے پھاننا چاہا تو حسب ایما عالمگیر کے ایک شخص نے مراد پر اپنے باپ کے خون کا دعویٰ  
 پیش کیا جسکا قصہ یہ ہے کہ شورش سلطنت کے وقت مراد بخش نے دیوان علی نقی کو قتل کیا تھا اسکے  
 فرزند نے حسب ایما قصاص کا مواخذہ چاہا اسوقت مراد بخش نے اورنگ زیب کو یہ عرضداشت لکھی تھی  
 پیرو مشد جہان و جہانیاں سلامت۔ اگر حضرت خلافت مرتبت پاس عہود و عابود و در نظر ہشتہ  
 از خون این نامراد و گدشتہ نقصان بدولت سلطنت والانداشت اگر خواہ نخواستہ توجہ شرف مصروف  
 بر این است کہ وجود بے سواد این ضعیف در میان نباشد مواجہ این قسم مردم کم مایہ چلط  
 دارد ہر جو غواہند بکنند مگر عالمگیر نے معاملات سلطنت میں اسکا کچھ خیال نہ کیا آخر کار مراد بخش قصاص میں  
 قتل ہوا۔ تاریخ قتل یہ ہے ۱۰۷۵ھ و اسے بہر بہانہ پشچند شدہ جلوس میں شاہجان  
 کے انتقال کے بعد عالمگیر کے مقابلہ میں کوئی دعویہ اور سلطنت باقی نہ رہا اور وہ دہلی سے حکومت  
 کرنے لگا۔

اور بڑا سردار اسکے ساتھ نہ جا سکا۔ غرض کہ ماہ جمادی الثانی سنہ ۶۹۹ھ میں عالمگیر کو  
یہ فتح حاصل ہوئی۔ ۴ رجب کو عالمگیر خواجہ بزرگوار علیہ الرحمہ کی زیارت اور اپنے  
مقتولوں کی تجہیز و تکفین سے فرصت کر کے اجمیر سے دلی کو روانہ ہوا۔  
۹۔ تاریخ کو قصبہ نودہ سے گذر کر قیام کیا دلیر خان جو تیر کا زخم ہاتھ پر  
کھائے ہوئے تھے اس منزل میں بادشاہ کی خدمت میں لکر  
حضور ی سے مشرف ہوئے بادشاہ نے کمال عنایت سے  
دلیر خان کو خلعت و تلوار و پچاس ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے  
اور انکے منصب میں جو پنجہزاری پنجہزار سوار کا تھا ایک ہزار سوار  
دو اسپہ سہ اسپہ کیے۔

انکے بھتیجوں کو بھی چنین رنست خان و دلیر بہت خان تھے گھوڑے اور خلعت  
سرفراز کیا اور دلیر بہت خان کے جنکا منصب ہزاری و ہزار سوار کا تھا و سوار  
دو اسپہ سہ اسپہ ہوئے۔

۱۰۔ ہم کو بجلال از قصبہ نودہ گذشتہ نزول اقبال فرمود و روز دیگر آنجا مقام درین منزل دلیر خان کا جنگل  
تیر برداشتہ و غروب دیدار بقایات خلعت و شمشیر و انعام خواہ ہزار روپہ نوازش یافت و انکے منصب  
پنجہزار سوار بودہ یک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر گشت۔ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۳۔

۱۱۔ دلیر بہت خان لہ بہادر خان و ولہ کہ ہزاری ہزار سوار منصب اشت و دو صد سوار از تابستان  
دو اسپہ سہ اسپہ شد عالمگیر نامہ دلیر بہت خان عید تہذیبی عبدالعزیز کے زمانہ کے فوجدار ہوئے اور بوقت  
تقرری خلعت و اضافہ منصب سے سرفراز ہوئے افغانان پوست زئی کے معرکہ میں انہوں نے  
خوب معرکہ آرائی کی تھی یہ سلسلہ جلوس میں یہ خلعت فوجداری و درباری سے سرفراز ہوئے ایک بادشاہ نے  
انکے ہاتھ راجہ سے لگا کر خلعت خاص بھی پہنچا تھا۔



جب اورنگ زیب کو بچ کر تارہوا دہلی پہونچا تو مجملہ مراسم جشن و خوشی کے جو جلوس  
 ثانی پر ملتوی رکھے تھے ہم ۲۶ ماہ رمضان ۱۰۹۹ھ ہجری کو تخت سلطنت پر  
 جلوس کر کے ادا کیے اس جلوس کی تاریخین فضلہ پائے تخت نے  
 نکالیں امر او شہر انعام و اکرام سے مالا مال ہوئے بادشاہ عالمگیر نے اپنی تخت نشینی  
 کے جشن میں دلیر خان کو خلعت اور شمشیر معہ ساز مرصع و چندن ہار  
 مرواریدی مرحمت کیا دلیر خان نے اشیائے نفیس و جواہرات  
 بادشاہ کے حضور میں گزارنے اور شرف قبولیت کا حاصل کیا۔  
 انھیں ایام میں دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی رخصت دی گئی۔  
 اور اُسکے ساتھ دلیر خان کو چالیس گھوڑے جنہیں دش عراقی اور تیس  
 ترکی تھے مرحمت کیے گئے۔

۱۵ چنانچہ بڑا شہر خافت ملا باقی مجلسی اصفہانی نے یہ آیت کریمہ ان الملک اللہ یتیم من یشاء  
 اور دوسرے فاضل نے سہ زیب اورنگ تاج بادشاہان۔ لکھی

۱۶ وہ دلیر خان خلعت و شمشیر با ساز مرصع با علاقہ مروارید مرحمت شدہ عالمگیر نامہ صفحہ ۳۹۵

۱۷ دہم امین خان میخوشی و دلیر خان و امالت خان و مرتضیٰ خان امیر خان اسد خان فیض اللہ خان  
 عہدہ بگرازا امر اعظام و عہدہ بارگاہ سپہ احترام پیشکش از نقایب جہر و دیگر غایب نوادر گزانیہ مذ  
 عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۰۔

۱۸ دین ایام دلیر خان رخصت جاگیر یافتہ بہرحمت وہ عہدہ اتالی سی اسٹپ کی سر بلند شدہ عالمگیر نامہ صفحہ ۴۰۳۔

## نواب دلیر خان کا ملک بنگالہ کو فتح کرنا

جب میدان کجھوہ میں شہزادہ محمد شجاع عالمگیر سے بڑی جنگ کے بعد شکست کھا کر صوبہ بہار و بنگالہ کی طرف مفرور ہوا تو عالمگیر نے اپنے بیٹے محمد سلطان کو ایک لشکر دیکر جہیں بہت نامی سردار اور دلیر خان کے عزیز و اقارب فتح جنگ خان و محمد حیات خان عرف زبردست خان و اسکندر خان و نیکنام خان وغیرہ تھے اسکے تعاقب میں روانہ کیا اسکے بعد معظم خان میر جلیلہ اور دیگر سردار و لشکر شہزادہ کی مدد کو بھیجا گیا جب کل لشکر محمد سلطان کے پاس پہونچ گیا تو وہ بنگالہ پہونچا مگر ۲۷ رمضان سنہ جلوس کو معظم خان کی نا اتفاقی سے شہزادہ محمد سلطان عالمگیری لشکر سے نکل کر محمد شجاع کے پاس چلا گیا اس سے عالمگیری لشکر میں خلل پیدا ہوا جب آخر ربیع الاول میں برسات کا موسم ختم ہو گیا تو شجاع اور معظم خان کے مابین صفت آرائی شروع ہوئی اور کئی لڑائیاں ہوئیں ابھی عالمگیری لشکر کو صدمہ پہونچا ابھی شجاع پر غلبہ حاصل ہوا جب لڑائی نے طول کھینچا اور اورنگ زیب دار الشکوہ کی ہم سے بھی فرصت کر چکا تو اس نے دلیر خان کو ملک کے لیے تجویز کیا

۱۵ جون لیر خان زینچکاہ عزوجلہال کو کہ معظم خان میر جلیلہ کہ در اخراج شجاع از ولایت بنگالہ ساعی جمیلہ بروئے کار آورد قہین گردید دلیر خان کہ دوران ہنگامہ کہ آزمونگاہ دلیری و دلاوری و بذات خود بتلاش ملے عہدہ اعلیٰ آورد کہ تاج و استانہ ملے رستم و اسفندیار بہت چون انتظار رسیدن نیز آدمی برودر اثنا ملے راہ خبر رسید کہ دلیر خان در گذر دودہ کہ یکدم تلی نیز اشتہار و ارد ششم شہر حال بنوارہ داد خان عبور نمود و در دوروز پنج ہجر دید صفحہ ۵۲۳ عالمگیر نامہ۔

جب اس کے آنے کی خبر معظم خان خان خانان کو پہنچی تو دلیر خان کے آنے  
 تک لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ ۸ جمادی الاول کو جب شکر بادشاہی اکبر نگر  
 کو روانہ ہوا تو اشنائے راہ میں خبر آئی کہ دلیر خان نے دودھ گھاٹ سے  
 ۶ تاریخ ماہ مذکور کو داود خان کے بیڑے سے عبور کیا ہے دو روز میں لشکر تک  
 آجائینگے اس اثنائے بادشاہی فرمان یہ آیا کہ جب مخالفین دریائے گنگ  
 سے ہٹ جائیں تو معظم خان انکا تعاقب کریں اور اسلام خان اکبر نگر جاکر دریا  
 کے دوسری طرف کا تھلک ام کریں چنانچہ معظم خان نے اسی روز اسلام خان  
 کو مع فتح جنگ خان وزیر دست و دلاور خان و لیکنام خان وغیرہ کے دس ہزار  
 سواروں کی جماعت سے اکبر نگر رخصت کیا۔ جب دلیر خان دریا کے اوس پار آگئے  
 تو معظم خان خان خانان کو ان کے آئینکا انتظار ہو رہا تھا جسوقت دلیر خان شکر  
 بادشاہی میں آگئے تو اہل لشکر کو تقویت حاصل ہو گئی۔ ۱۲ جمادی الاول کو بادشاہی  
 لشکر اس جگہ سے کہ دریائے گنگ کا تین حصہ ہو گیا ہے پاراوتر اور وہاں ایک جزیرہ  
 میں جو دریا کے درمیان میں تھا فروکش ہوا جاسوس خبر لائے کہ محمد شجاع دریائے  
 ماندی پر پڑا ہوا ہے اور اسے شاہزادہ محمد سلطان کو تو پچانہ و لشکر و کیر داؤد خان  
 اور دلیر خان کے مقابلہ کو بھیجے کا ارادہ ظاہر کیا ہے لیکن اب خوف سے جو

۱۵ و درہم ایام خبر عنقریب پیوستن دلیر خان کہ از بہادران و لاواران مشہور آن عہد بود و اور از حضور کو مک  
 معظم خان تعین فرمودہ بودند انتشار یافت لہذا معظم خان صلاح صواب دیدہ کار دران دانست کہ تا رسیدن  
 آن سردار نامدار دست از کارزار کشیدہ بدفعہ پرداؤد تاریخ محمد ہاشم خانی خان قلی ۲۹۵۔

۱۶ دلیر خان کہ آن طرف اب رسیدہ انتظار عموماً معظم خان یک شہید آمدہ با معظم خان ملحق شدند و فی بادشاہی  
 ز تقویت تازہ ہر سید شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۱۲۔

پل باندھا تھا وہ توڑ دیا ہے دلیر خان اور داؤد خان جو دریا کے اسطرف اپنے  
 لشکر لیے ہوئے پڑے تھے آخر دن میں جریدہ دریا کے اس پار آئے اور معظم خان  
 سے ملاقات کی اور صلح و مشورت کرتے رہے اور پہر رات گئے اپنے لشکر  
 گاہ کو واپس چلے گئے معظم خان نے دلیر خان اور داؤد خان کے اتھاق  
 سے مماندی کے اوترنے کا قصد کیا تاکہ یہ دو زن خان شجاعت نشان مماندی  
 کے غنیم کے برابر مورچے لگائیں اور اوپر تو پچانہ جا کر دشمن کی طرف گولہ باری شروع  
 کر دیں چنانچہ ادھر لشکر نے کشت و خون شروع کر کے دشمن کو اپنی طرف مشغول کیا  
 اور او دھرو دلیر خان اور داؤد خان نے آسانی سے دریائے مماندی کے گمناہ  
 مورچے باندھ دیے اور اعدا کے برابر دم نہ بنا کر تو پچانہ لگا دیا جب مورچوں کا  
 استحکام ہو گیا تو دونوں طرف سے رات و دن توپ بندوق چلتی رہی ۸ تا ۱۰ بج  
 کو معظم خان نے فرما دیا خان کو کچھ لشکر دیکر آگے بھیجا کہ دریا کے کنارہ کا انتظام کریں  
 اور ذوالفقار خان و فدائی خان و لودن خان کو لشکر کی محافظت سپرد کی قبل طلوع  
 آفتاب کے دلیر خان اپنے بہادر وں کو جس جگہ کہ نالہ پچاس گز چوڑا اور  
 نہایت گہرا تھا اور اس کے گرد جنگل نہایت دشوار گزار تھا اوتر نیکو لینگے پہلے  
 بند و قیون اور بیلداروں کو معہ چند توپوں کے اوتر دیا اور اسکے بعد محمد آغر کو معہ دیگر  
 قراولوں کے کشتیوں میں بٹھا کر اوتارا اور گھوڑ و نکو تیرا دیا قراولوں نے نہایت  
 چستی سے غنیم کے مقابل مورچے باندھ دیے جب فرقہ ثانی نے یہاں کے لوگوں  
 کو روکا تو ادھر کے لوگ مصلحتاً پیچھے ہٹے اور انکو دریا کی طرف بڑھالائے اور گولوں کی  
 زد پر رکھ لیا اور بھگا دیا دلیر خان اور داؤد خان نے نہایت کارگذاری سے

دوسروں پر سبقت کر کے اپنے آدمیوں کو اوتروا دیا تمام رات آدمی گھوڑے اوترتے رہے اور یہ دونوں خان شہامت نشان بھی دریا سے اوتر کر اپنے لشکر کو پہنچے چونکہ دریا کے اوس پار دلیر خان اور داؤد خان کی مورچالین خالی تھیں اور وہ مصروف انتظام تھے اور دشمن قریب تھا اس لیے اسکی خبر داری عبداللہ خان وغیرہ کے سپرد کی گئی مگر فریق مخالف اس لشکر کے خوف سے بھاگ گئے سوم جادی الثانی کو دلیر خان اور داؤد خان نے اوس جگہ سے کوچ کر کے نالہ کے کنارہ جگہ کہ دشمن نے پڑاؤ ڈالا تھا مورچے باندھے اور اپنا لشکر ڈالا اس عرصہ میں شاہزادہ محمد سلطان بھی مع اہل عرم کے محمد شجاع کے یہاں سے بادشاہی لشکر میں آگیا اب لشکر بگلہ گھاٹ سے جو مالہ سے پانچ کوس پر ہے اور یہاں پر مماندی پایاب تھی اوتر نیکو آیا اور توپخانہ پیشتر دریا کے کنارہ بھیجا یا محمد شجاع نے یہ خبر سنکر اپنے چھوٹے بیٹے بلند اختر اور اپنے سردار سید عالم وغیرہ کو مع توپخانہ کے بگلہ گھاٹ اور مالہ کی طرف بھیجا کہ سدا راہ ہوں اور خود محمد شجاع اپنا لشکر لیکر داؤد خان کے لشکر کے برابر پڑا یہ حال دیکھ کر دلیر خان داؤد خان کی کمک کو روانہ ہوئے معظم خان گنگا کے دو تین نالوں کے درمیان جو جگہ ہے وہاں ایک ماہ سے قیام اگزین تھے اب وہ کوچ کر کے اور مماندی سے اوتر کر مالہ کو جا رہے تھے کہ دلیر خان کا نوشتہ آیا جو انھوں نے بگلہ گھاٹ سے بھیجا تھا اوس میں تحریر کیا تھا

سدا راہ اٹھائے راہ نوشتہ دلیر خان از بگلہ گھاٹ رسیدہ و توضیح پیوست کہ در سیتل گھاٹ دلیر خان و سید و جنگلہ دلیرانہ روئے دادہ است و مخالفان شقاوت شعار بعد از کوشش و آویزش بسیار ہزیمت فاش خورہ و رافزار سپردہ چنانچہ مرزا بیگ مذکور یک زخم فنگ یک زخم نیزہ برداشتہ باہفت سوار بجان ان مسلک بر آورده و شاہزادہ اور دیگر و سوا مقبوران در ان دار گیر و شیر سرخو اقبال عدہ بندہ دشمن شکست

کہ مرزا بیگ اور بعض دیگر عمدہ نامی سردار شجاع کے فوج لیکر جبین  
 قریب ہزار سوار اور چند ہاتھی تھے مہاندی کے اسپار لڑائی کے  
 قصد سے آئے اور سیتل گھاٹ پر مجھ سے اور اونسے نہایت  
 جنگ ہوئی میرے آدمیوں نے نہایت دلیرانہ و مردانہ مقابلہ  
 کر کے انکو پسپا کر دیا اور وہ شکست فاش کھا کر بھاگ گئے مرزا بیگ  
 مذکور کے ایک زخم بندوق کا اور ایک زخم نیزہ کا لگا اور وہ نیمجان  
 ہو کر مع سات سواروں کے اس تہلکہ سے بھاگا اور اسکا بھانجا جسکا  
 خطاب یکہ تاز خان تھا اور دیگر روسا جنہیں سرانداز خان وغیرہ تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ماقبل شہنشاہ روزگار گشتہ و گروہت ابنوہ از ان جہارت کی شان طہمتی سر نشان مجاہدان فروری  
 نشان شدہ برے ہنگام گریز از ان رتخیز و ستیز در آب مہاندی بغرقاب عدم فرو رفتہ اندوان خان جلالت نشان لیرخان  
 بعد ازین فتح بجگہ گھاٹ رسیدہ بر کنار مہاندی مورچاں بستہ دسید عالم با توپخانہ بر اینرشتہ معظم خان زین طیف  
 نصرت کہ نیز مئی طالع والاسے خدیو جان چہرہ افروز دولت گشتہ بود و بخت قرین مسرت افروز گشتہ طہمتی ۴۷۰ عالمگیر  
 ۵۷ دیرخان بدان فوج مقابلہ روداد لیرخان باوجود کہ آہاد و چاموچاں بسیار قلبیہ مستظہار نوارہ بودند  
 اکثر اگشتہ و بسیار اسیر نمودہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان خوش شدہ دیرخان حسین و آفرین نمودہ  
 شاہنشاہ ۴۷۱ دیرخان کا زبردلان یکہ بہادر روزگار آہمدی شہر ندیمان سپہ سالار و جنگ  
 و ترو و غریب روداد اولا معظم خان بمقابلہ مرزا بیگ لیرخان بطریق ہر اول مقرر ساختہ بود لیرخان ان فوج  
 مقابلہ و مقابلہ غریب روداد باوجود کہ آہاد و پناہ مورچاں بسیار قلبیہ مستظہار نوارہ بودند لیرخان حکم ہا  
 سرور یا چنان کار برآمد تنگ آورد کہ مشیر آشا طہمتی و سمنان افغان جلالت نشان گردید و جمع کثیر زنی  
 و غرق بحر فنا گشتند و بسیارے اسیر شدہ نہ معظم خان از شنیدن چنین فتح نمایان شکر این عطیہ الہی بجا آوردہ  
 بر دیرخان آفرین و تحسین زیادہ نمودہ تاریخ خانی خان قلمی صفحہ ۴۷۹

مینے گرفتار کر لیے اور بہت سے لوگ بدحواسی سے بھاگ گئے  
 مین مہاندی کے اندر غرقاب ہو گئے اور بڑا حصہ لشکر کاٹلوار کے  
 گھاٹ اوتا دیا گیا خانان دلیر خان کی یہ فتح شکر نہایت مسرور ہوا اور  
 دلیر خان کی نہایت تحسین و آفرین کی یہ ترجمہ تو عالمگیر نامہ کہے مگر خانی خان  
 نے اس فتحیابی میں دلیر خان کو اور بھی با وقعت الفاظ سے یاد کیا ہے دلیر خان  
 اس فتح کے بعد بگلہ گھاٹ پہنچے اور وہاں مہاندی کے کنارہ مورچہ باندھا دوسری  
 طرف سید عالم غنیم کا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا۔ ۴ رجب کو محمود آباد جو تین کوس  
 بگلہ گھاٹ سے ہے وہاں بلند اختر اور سید قلی اوزبک اور چند دیگر سردار غنیم کی طرف  
 سے فوج لیے مقیم تھے معظم خان دوسرے روز سوار ہو کر بگلہ گھاٹ گئے اور وہاں  
 کے مورچوں کے دیکھنے کو دلیر خان کے لشکر میں آئے دلیر خان نے دیکھ  
 باندھ کر اوپر توپیں نصب کر دی تھیں اور رات دن دشمنوں پر گولے مارنے لگے چونکہ  
 یہاں سے خشکی کے راستہ سے تین راہیں جاگیر نگر کو جاتی ہیں ایک مالوہ ہوکر  
 جان سید سالار خان و جمال و لڑاق لشکر لیے ہوئے نہایت محافظت سے چڑھا  
 ہوئے تھے اور دوسری راہ بگلہ گھاٹ سے جسپر دلیر خان قبضہ کر چکے تھے  
 تیسری شیر پور و حیراپور ہو کر مہاندی کے پیچھے سے اور بگلہ گھاٹ وہاں سے اٹھ  
 کوس پر تھا اور اب تک کوئی فرقہ اوپر قبضہ کر نیکو نہیں گیا تھا لہذا دی خان مہمہ لشکر  
 اور توپخانہ کے اسکی محافظت کو معین ہوئے معظم خان نے محمود آباد میں ایک مہینہ  
 قیام کیا رات دن دشمن کے استیصال کی فکر اور دریاے مہاندی سے اتر نکی  
 کوشش میں مصروف رہے اس عرصہ میں بگلہ گھاٹ کا پایاب ہونا سنا گیا اور اس سے

اوترنے کی تدبیر ہوئی۔ غرض کہ ہمشجان سلمہ جلوس کو پہر رات رہے کل لشکر  
بادشاہی بگلہ گھاٹ سے اوترنے کے لیے روانہ ہوا جب بگلہ گھاٹ پر لشکر  
پہونچا تو شجاع پہلے سے اس ارادہ پر آگاہ ہو چکا تھا اور اسنے فوج کو بچکانہ  
دفعیہ کے لیے مقرر کر دیا تھا غنیم نے بادشاہی لشکر دیکھتے ہوئی تو پ و گولہ کی  
آگ برسانا شروع کر دی دشمن بالکل ہوشیار کھڑا ہوا پانی پر آگ برسا رہا ہوتا  
سب سے پہلے دلیر خان نے اپنا ہاتھی پانی میں ڈال دیا اسکے بعد اور  
فوج بھی داہنے بائیں جانب سے روانہ ہوئی اور سوت مخالفوں نے توپ و  
بندوق و تیروں کے برسائے میں کوئی کمی نہ اٹھا رکھی کچھ فوج تیر و فنی نشانہ ہو گئی  
اور کچھ فوج آتش تیر و تفنگ کا سامنا نہ کر سکی اور واپس ہوئی مگر اکثر جو انہر دون  
جنگلوں اپنی سپاہگری کی غیرت میں گیر تھی رخ نہ پھیرا چونکہ گھاٹ کے دونوں طرف  
پانی غرقاب تھا اسلئے نالہ کے درمیان دونوں جانب سے لکڑیاں گاڑ دی تھیں  
کہ آدمی اسکے ادھر اور دھر نہ جائیں اور یا یاب جگہ کا پتہ رہے مگر جب تمام لشکر نالہ میں

سلمہ دشبان دوم سال جلوس خاں از محمود آباد بغیر عہد از ہندی کہ از انجا و کردہ است و از بگلہ  
گھاٹ پایاں نو گذر پایاں بہم رسیدہ بود بر کنار آن نالہ رسید فوج مخالفت کہ آنھرت آب تیز کر  
استحکام تو پچانہ پر و اختہ مستعد داشت بود دست باند اختر نوپ و تفنگ بر کشو و غنیمت دلیر خان  
بیسامن ہمت و جلالت با سمران دیگر فیل سوار آب زدہ روان گردید آنا در میان الہ ہادرائی  
را زیر تیر و تفنگ در گرفتہ آتش پیکار برافروختہ بند برنے از بسالت کیشان ہون ناوک  
تقتیر گشتہ و بسیاری زخم برداشتند و سبب از صدمہ پیکان برگرویدند چون ہر دو طرف گذر غرقاب  
بود در میان نالہ از طرفین معبر و بہا زمین فرد بردہ بودند کہ نشان یا یاب باشد و درینوقت بسبب  
عبور لشکر آب تہلا طم در آمدہ ریگ زمین بدر رفت و بعضی از مواضع یا یاب شدہ و چو بہا غلطیہ  
نشان یا یاب ہر جاے خود ماندہ بدین سبب سوار و پیادہ بسیار بطعمہ امواج تھا بجز ہلاکت شیند



آیا تو کیا رگی تلام پیدا ہو گیا اور وہ لکڑیاں گر گئیں اور جو جگہ کہ پایاب تھی وہ بھی زیادہ پانی آنے کی وجہ سے غرقاب ہو گئی قریب ایک ہزار کے سوار و پیادے ڈوب گئے فتح خان دلیر خان کے فرزند بھی غرقاب ہو گئے شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان میں فتح خان کے غرقاب ہونے کی صورت خان بہادر شمس العلماء مولوی فرکاش صاحب دہلوی نے یہ لکھی ہے کہ دلیر خان کے فرزند فتح خان گھوڑے پر سوار ہو کر دلا درون کے ساتھ پورش کے لیے روانہ ہوئے انھوں نے کمال جانبازی و غیر محشی سے توپخانہ آتشبار کے مقابلہ میں اپنے لشکر کو دریا میں ڈال دیا اسی حالت میں فتح خان دریا کے موج سے معہ گھوڑے کے اس گرداب میں ایسے ڈوبے کہ پھر انکے زندہ اور مردہ ہونے کا نشان نہ ملا یہ سب کچھ ہو اگر دلیر خان نے اپنے رخ کو نہیں پھیرا جب دلیر خان دریا کے کنارہ پہنچے اور غنیمت قریب ہوا تو پہلے چند ساعت غنیمت نے توپخانہ کے بھروسہ پر مقابلہ کیا لیکن دلیر خان نے ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کا منہ پھر گیا اور ٹھہرنے کی تاب نہ لائے انھوں نے اڑکا توپخانہ بھی چھین لیا جب دشمن مہاندی کے کنارہ سے بھاگے اور اپنے مورچوں کے قریب پہنچے تو بادشاہی لشکر نے اڑکا تعاقب کیا سید عالم اور بلند اختر جنکو محمد شجاع نے لشکر دیکر اس طرف مقرر کیا تھا وہ بھی دور سے نمایاں ہوئے مگر اس قدر مرعوب ہوئے کہ آگے نہ بڑھے اور بھاگ گئے غنیمت کی یہ ایسی گوشمالی ہوئی کہ اسے ٹانڈہ میں بھاگ کر دم لیا مقابلہ کرنا کیسا

بقیہ صفحہ ما قبل۔ فتح خان پر دلیر خان و ران میان رخت حیا ب بسلا بل جل و ارخان شہامت نشان بعد کشتن

از آب راجل قصور سدہ و کجوش لیر از انادی او ارہ را داشت ادا باز ساختہ مجموع آتنا را بدست آوردہ از ماثر الامراض المیر نامہ جنگ بنگالہ۔

جان بچ جانا غنیمت سمجھا دلیر خان نے یہ ایسی عظیم الشان فتح حاصل کی کہ پھر شجاع کو دوبارہ مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی اور اس نے اپنا دل ملک بنگالہ سے اٹھالیا اور نہایت یاس و ہراس سے اس پر سالہ حکومت کو چھوڑ کر وہ تردی پور گیا اور وہاں سے ٹانڈہ آیا اور اپنا سامان حسین جواہرات و اشرفیان و مرصع آلات وغیرہ تھے کشتیوں میں بھر کر ۵ شعبان ۱۰۰۰ جلوس عالمگیری کو مع بلند اختر دین الدین وزین العابدین ہر سہ سپہ سالار اور حرم سرا و خدام و خواجہ سرا و چند سرداران جان بیگ و سید عالم و سید قلی و مرزا بیگ وغیرہ جو کل تین سو کی جماعت تھی جانگیر نگر کو روانہ ہوا اہل لشکر نے شجاع کا مال خوب لوٹا لوڈی خان جو شیر پور اور ہجر پور میں تھے انھوں نے تیس کشتیاں شجاع کی گرفتار کیں ۵ شعبان کو محمد شجاع کے نامی سردار مثل سراج الدین و اسفندیار معوری و میر مرتضیٰ و ابن حسین داروغہ توپخانہ و محمد زمان میر سامان و قاسم کو کہ ودار اب پسر فاضل خان مع اہل و عیال کے بادشاہی لشکر میں آگئے ۱۹ تاریخ کو دلیر خان مع خانخانان کے تردی پور سے کوچ کر کے ہجر پور و جانگیر نگر کو روانہ ہوئے۔

۱۹ رمضان ۱۰۰۰ جلوس کو محمد شجاع مع ہر سہ فرزند ان و سرداران کے بنگالہ سے جزیرہ رخنک کو ہمیشہ کے لیے چلا گیا ۱۹ شعبان کو بنگالہ سے بادشاہ اورنگ زیب کے حضور میں یہ خبر پہنچی کہ شجاع

۱۵ ذی قعدہ شعبان از وقائع بنگالہ بمقام حقائق جماع رسید کہ نا شجاع فساد و اغیز فساد پرورد کہ در ٹانڈہ پاسے جسات فشرده حتیٰ المذمور در مراتب مافقت کوشش می نمود و بمقامی جمیلہ و ترودات شایستہ معلم خان و دلیر خان و داد خان قواعد ہمت و نباتاتش احتمال فاحش یافتہ بجا لیکہ سزاوار اعداے بدستگاری باشد از انجا کہ کشتی نشسته روانہ جانگیر نگر شدہ از رود و نجات خبر الیادہ باے بساط سلطنت و بندہ ہائے آستان

نامہ میں یہ ٹھہر سکا اور بادشاہی بہادر و ن نے اسے ملک بنگالہ سے نکال دیا اس  
خبر سے شاہی دربار میں شادیاں بننے لگیں اور امرا و مہاراجاؤں نے بادشاہ عالمگیر سے  
دلیر خان اور خانخانان وغیرہ کو خلعت بھیجی۔

مہم بنگالہ میں اگرچہ اور سردار بھی موجود تھے مگر آخری جنگ چسپر لڑائی کا  
خاتمہ اور فتح کا دار مدار تھا۔ دلیر خان ہی کے نصیب میں لکھی گئی تھی۔  
کیونکہ شجاع نے جب یہ دیکھا کہ شخص آگ پانی کسی چیز سے منہ نہیں مروتا تو اسے  
اپنا غالب ہونا امر محال اور لڑائی بیکار سمجھی۔

دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور جوانمردی کی قدر دانی کے ثبوت میں ایک  
حکایت اسی واقعہ کے متعلق جو ماثر الامرات میں خانی حسان شاہنشاہ نامہ تاریخ  
ہندوستان ہر ایک مستند کتاب میں درج ہے یہاں تحریر کی جاتی ہے اور وہ یہ ہے  
کہ دلیر خان کے ہاتھی کے آگے آغرخان تھا اور وہ غنیمت کے سوار و پیادوں کے

بقیہ صفحہ ماقبل خلافت مرہٹہ جتیا اور وہ تسلیم مبارکباد نمودند و نقارہ ہائے نشاط بنوازش آمد و عافیت خضر  
بنایت معظم خان و دبیر خان و داد خان و چندے دیگر عمد ہائے ملکین لشکر نظر اثر بنگالہ را بر محنت ارسال  
ناعت نواخت۔ عالمگیر نامہ جنگ بنگالہ۔

آغرخان میں پیش دلیر خان ہر اول میرفت اسے آبا بن ہین کہ بالائے آن کنار برآمد حقیقش عظیم و دوقیل سے  
کیش رو دشمن آمد اور با سپہ بجز طوم پر ہشت ہر انداخت نامہ رود در جان گری بضرش شیر کار فیلبان را ساختہ  
بجائے انوشتر دین ضمن دلیر خان لڑن ماجرا بہتیم خود دید و از باعث غرق شدن پیرش فتح خان عالم چشم او  
تاریک بود و فیل خود را بر ابرئیل آغرخان رساند از عقب سید حسین گویان برگردے گردید آغرخان بان لشکر خودانی  
دلیر خان کشادہ گفت کہ این فیل و دوسرے کار قبول اقتدہ برائے آغرخان نہ گرفتہ ام ہن اسے از اسبان کوئل و حرمیت خود  
دلیر خان گفت فیل ہم بشمارک و دود اسب خوب ہمت دے فرستاد ہر چند گفت کہ فیل نیز از شمار باشد آغرخان فیل  
نمود و از فیل زبرد آمدہ بدولیر خان داد۔ ماثر الامرات صفحہ ۷۷ جلد اول۔ شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۱۔

جوم کو تلوار سے مارتا اور بھاڑتا ہوا چلا جاتا تھا ناگمان غنیم کے فیلبان کے اشارہ  
 سے آغرخان کے سامنے ایک مست ہاتھی آیا اس بہادر نے ہاتھی کی سوڈ پرتلوار  
 ماری ہاتھی نے آغرخان کو معہ گھوڑے کے سوڈ میں لیکر اوپر اڑٹھایا اور آبشار پر  
 ایسا ٹپکا کہ راکب و مرکب دونوں جدا ہو کر دس گز کے فاصلہ پر ایک دوسرے  
 سے جا گرے دونہ سجے چوٹ لگی گھوڑے کی آنت پھٹ گئی لیکن آغرخان پھر  
 گھوڑے پر سوار ہو کر اس ہاتھی سے لڑنے پر تیار ہوا مگر گھوڑے میں قوت نہ تھی  
 اسلئے یہ سمجھ کر کہ اس بلائے سیاہ کے روبرو جانا جان کارا لگان کرنا ہے ہاتھی  
 کے پیچھے سے آکر فیلبان کی گردن تلوار سے اڑادی اور اسکو نیچے گرا دیا اور گھوڑی  
 پیٹھ سے ہاتھی کی گردن پر جا کر سوار ہوا مگر ہاتھی کا انکس ہاتھ نہ آیا اور ہاتھی بس میں  
 نر باب حیران تھا کہ کیا کردن شیخ محمد فاضل خان سامان نے کہا کہ مگر سے خنجر کا لکڑ  
 ہاتھی کے بنا گوش پر سہلائی اگرچہ باعث غرق ہونے فرزند مستح خان  
 کے دلیر خان کی آنکھوں میں دنیا اسوقت تاریک تھی مگر اس بہادر  
 کارستانہ کام دیکھ کر اپنے ہاتھی کو اسکے ہاتھی کے برابر لائے اور تحسین و آفرین کرتے  
 ہوئے ہاتھی کے ارد گرد پھرنے لگے آغرخان نے کہا کہ میں یہ ہاتھی سرکار کیلئے  
 اگر نثار کیا ہے میں امیدوار ہوں کہ آپ فیلبان کو حکم دیں کہ اسکو فیلبانہ میں داخل  
 کرے اور میری سواری کے لیے ایک گھوڑا کو تل گھوڑو میں سے مرحمت ہو دلیر خان  
 نے اسکا دل بڑھانیکو تحسین کر کے کہا کہ یہ ہاتھی بھی تمکو مبارک ہو اور دو گھوڑے  
 ترکی و عراقی اسکو مرحمت کیے آغرخان ہاتھی سے اتر آیا اور باصرہ مستام  
 ہاتھی دلیر خان کو دیدیا۔

# نواب دلیر خان کا ملک آسام کو خانخانان کے ساتھ جا کر فتح کرنا

آسام کی ہم سخت مشکل تھی اور اس کی فتح نہایت حیرتناک ہے جب سے کہ یہ ملک آباد ہوا تھا کسی سپہ سالار واولوالعزم بادشاہ کو اسکی فتح نصیب نہیں ہوئی تھی اس ملک کی پامالی وکشائش نواب دلیر خان کے نام لکھی گئی تھی باوجود غلبہ پانے اور فتح کر لینے کے پناہ دینا اور ملک مفتوحہ کا واپس کر دینا انھیں کا کام تھا شجاعت کے ساتھ بخشش اور صلح جوئی کا مادہ و قدرت، نے انکی طبیعت میں خمیر کیا تھا اور اس غیر معمولی بہادری و فطرت کے ساتھ رحمی اور تحمل کا وصف جو انکی ذات میں سرایت کیے ہوئے تھا اسکے ثبوت میں یہ آسام ہی کی مثال موجود ہے جب کل ملک فتح کر چکے تو آسام کے راجہ نے نہایت عاجزی سے دلیر خان کا دامن پکڑا اور پناہ مانگی تو انھوں نے اسکی خطاب و شاہ سے معاف کرادی اسکے بعد خانخانان عدالت کیوجہ سے وہاں سے چلا آیا تو یہ بھی ملک آسام میں ٹھہر گئے باہمی پیشکش اور زندرانہ وصول کر کے صلح کے شرائط کو تکمیل پر پہنچایا اگرچہ وہاں لشکر میں لہو بھی سردار موجود تھے مگر بجز خانخانان کے سب پر منصب اور شجاعت میں انھیں کو فوجیت حاصل تھی انھیں کے ذریعہ سے صلح بھی ہوئی اور انھیں کو راجہ نے مذہبی دی

لے واپس ازوارگی شجاع بہادری معظم خان و تہذیب ملک آسام ہاںش آن گردہ نافر جام دلیر خان سیہاے  
شایان نمودہ ہمہ جا شریک خالاب بود ماثر الامر اندکرو دلیر خان

اور انھیں کے توسط سے بادشاہی شیکش ادا کی جب خانخانان کا ملک گالہ میں اس مہم کی وجہ سے انتقال ہو گیا تو دلیر خان وہیں تھے اور تمام لشکر کی نگہداشت و سرداری انہیں کے متعلق تھی جب انکے نام شاہی فرمان گیا تو یہ حسب اطلب لشکر لیکر دارالخلافت دہلی کو آئے اور بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت دوبارہ خلعت سے سرفراز ہوئے۔ آسام کی مہم کی تفصیل یہ ہے کہ جب ۶۷۰ھ ہجری میں شاہجہان کی علالت کی وجہ سے سلطنت کے انتظام میں خلل پیدا ہوا اور باہم شہزادوں میں لڑائی پھڑکئی اس زمانہ میں سرحد بنگالہ پر راجہ آسام نے بغاوت اختیار کی اور اپنی ولایت کی سرحد پر جو بادشاہی ملک کے شہر تھے اپنے قبضہ میں کیے بھیم نرائن راجہ کوچ بہار نے بھی سرکشی کی حالانکہ وہ ہمیشہ سے مطیع و فرمانبردار تھا اور شیکش ادا کرتا تھا مگر اب دسے بھی گھوڑا گھاٹ پر حملہ کیا اور ایک جماعت کثیر جس میں اکثر مسلمان تھے اسیر کیے اور اپنے ملک میں لے گیا ولایت کا مروجہ جس سے مراد گواہٹی اور اسکے متصل دیگر چند مقامات ہیں قدیم زمانہ سے ممالک محروسہ میں شامل تھی راجہ کوچ بہار نے اپنے وزیر بھولانا تھ کو بھیج کر اسے بھی اپنے تصرف میں کرنا چاہا اس وقت آسام میں راجہ جے دھب گنگہ حکمران تھا جو وسعت ملک افزونی لشکر کثرت تو پچانہ و سامان حرب و مضبوطی قلعجات اور فیضان جنگی میں دیگر راجگان ہند سے بڑھا ہوا تھا اس نے جب شجاع کی شور انگیزی کا حال سنا اور بھیم نرائن کے ارادہ پر مطلع ہوا کہ کامروپ کی تسخیر کرنیوالا ہے تو اس نے ہامیوں کا ایک لشکر عظیم مع تو پچانہ دریا اور خشکی کے راستہ سے بھیجا لطف اللہ ششیازی بادشاہ کی طرف سے کامروپ کا فوجدار تھا جس نے دیکھا کہ دونوں طرف سے

آشوب کا سیلاب آگیا اور مجھ میں مقابلہ کی تاب نہیں اور کمک امید نہیں تو وہ ازراہ دور اندیشی جنگی بیڑے کے ذریعہ سے جہانگیر نگر کو چلا گیا بھولا ناتھ ذریعہ بھیم نرائن جو یہ جانتا تھا کہ مین اسامیون سے کبھی غالب نہیں ہو سکتا جب آسام والوں کے اس ارادہ سے مطلع ہوا تو وہ بھی میدان سے ہٹ گیا اب اسامیون کا کوئی مانع نہ رہا ولایت بادشاہی پر وہ قابض ہو گئے محمد شجاع اپنے حال میں گرفتار تھا وہ اسکا کچھ علاج نہ کر سکا اسامیون نے دلیری کر کے آگے اور قدم بڑھایا اور بغیر کسی مانع کے پر گنہ کرمی باری کے اطراف تک جو جہانگیر نگر سے پانچ منزل ہے مقرب ہوئے اور موضع مست سلعہ میں چو پر گنہ کرمی باری کے قریب ہے اپنا تھانہ جمایا اور جماعت کثیر کو ہانکی محافظت کے لیے مقرر کیا جب سہم جلوس عالمگیری میں محمد شجاع کو شکست ہوئی اور وہ بنگالہ کو چھوڑ گیا تو اسکے تعاقب میں عالمگیری لشکر جہانگیر نگر تک آگیا اسوقت راجہ آسام نے خوف زدہ ہو کر اپنے وکیل کے ہاتھ معذرت نامہ خانخانان کے پاس بھیجا اور اس میں لکھا کہ بھیم نرائن زمیندار کوچ بہار نے دست درازی کر کے ولایت کامروپ کو جو مالک بادشاہی سے ہے لینا چاہتا تھا مگر میں نے اسکے تصرف سے بچانے کی غرض سے اپنے انتظام میں لے لی اب جسکو آپ مناسب سمجھیں متعین کر دیں چنانچہ اسکی معذرت قبول کی گئی اور وکیل کو خلعت دیکر واپس کیا گیا اور رشید خان وغیرہ کو اسامیون کے اقرار کے بموجب ولایت بادشاہی پر قبضہ کرنے کے لیے متعین کیا گیا اس اثنا میں راجہ کوچ بہار نے بھی معافی مانگی مگر اسکا وکیل قید کیا گیا اور راجہ سچان سنگہ بندید اور مرزا بیگ کوچ بہار کی تسخیر کے لیے بھیجے گئے جب اسامیون

نے مناکہ رشید خان سے فوج کے کامروپ کو روانہ ہوئے بین تو انہوں نے  
 اول پرگنہ کری باری کو مع چند پرگنوں کے خالی کیا اور اسکے بعد دریائے  
 بناس تک ولایت بادشاہی کو چھوڑ دیا رشید خان اسامیون کی اس پرفرب  
 حرکت کو سمجھ گئے اور نہایت احتیاط سے جہانگیر نگر سے آگے چار منزل جا کر ٹھہر گئے  
 انکی مدد کو یوسف خان اغر خان پہونچ گئے اور وہاں جا کر جو مقامات خالی ہوئے تھے وہ  
 قبضہ میں کیے جب رشید خان زنگامائی کی طرف چلے تو اسامی رشید خان کے آگے  
 نہ بڑھنے سے زیادہ خیرہ سر ہوئے اور انہوں نے دوبارہ کامروپ کے قصبہ  
 میں لانے کا ارادہ کیا چنانچہ توپخانہ اور جنگی بیڑے اور آلات جنگ اور سامان خبر  
 بھیجا رشید خان کے پاس انکے دفعیہ کے لائق سامان نہ تھا لہذا وہ زنگامائی میں  
 ٹھہر گئے اور خانخان کو حقیقت حال لکھی خانخان اس حال سے آگاہ ہو کر معہ  
 کل لشکر اور توپخانہ کے اس مہم کے لیے خود چلا اور بادشاہ کے حضور میں اس  
 امر کی عرضداشت لکھ بھیجی عالمگیر کی طرف سے حکم صادر ہوا کہ کل امر اور سرداران  
 لشکر جو شجاع کی مہم کے لیے مقرر ہوئے ہیں وہ سب خانخان کے ساتھ مفت  
 کر کے اسکی صلاح اور رائے پر چلین چنانچہ حسب احکم بادشاہی لشکر سے  
 مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۰۷۱ ہجری کو آسام کی فتح کے لیے روانہ ہوا اور یہ رہے  
 قرار پائی کہ اثنائے راہ میں کوہ بارہت دہانکے راجہ کا بھی قلع قمع کرتے جانا  
 چاہیے میسر بادشاہی لشکر ہری تلہ کو جو شاہی سرحد پر ہے آیا اور وہاں سے اس  
 راستہ سے جس طرف راجہ نے بوجہ جنگل ہونیکے محافظت نہیں کی تھی روانہ ہوا  
 نہایت خطرناک و دشوار گزار تھا جب جنگل کی مسافت طے کر چکے تو ایک بند



آگے آگیا جسکو راجہ نے شہر کی حفاظت کے لیے بولایا تھا اس بند پر بڑی بڑی توپیں اور زنبورکین اور دیگر آلات حرب نصب کیے تھے جب بادشاہی لشکر پہنچ گیا تو اوپر راجہ کی فوج محافظت کے لیے مقرر تھی بادشاہی لشکر سے مقابل ہوئی مگر مقابلہ کی تاب نہ لائی اور بھاگ گئی جب کوچ ہمارے قریب بادشاہی لشکر پہنچا تو راجہ بھیم نرائن جو اس جنگل اور بند پر بہت مغرور تھا اپنی جان و آبرو بچا کر بھاگا اور کوہ بھونان پر جا کر چھپا اپنے وزیر بھولانا تھ کو پانچ چھ بڑے فوج دیکر کوہ مورنگ اور جنگل میں رہزنی اور رعایا کے بھڑکانے اور رسد وغیرہ کے بند کر نیکی غرض سے بھیجا۔ ماہ ریح المشان کو بادشاہی لشکر کوچ ہمارے داخل ہو کر خمیہ زن ہوا اور اللہ اکبر کی تکبیر کا نعرہ بلند ہوا رعایا کے ساتھ نہایت دجوسی سے انصاف اور احسان کیا گیا جو رعایا کہ رعب سے بھاگ گئی تھی وہ انصاف کا شہر سنا کر اپنے مکانون میں آئی راجہ کا بیٹا بشن نرائن جو اپنے باپ سے ناراض تھا لشکر بادشاہی میں حاضر ہو کر کمال رغبت اسلام سے مشرف ہوا اور خلوت سے مرہند ہوا۔ ایک سوچے توپیں۔ ایک سو پچیس زنبورکین درمچنی اور بہت سے دیگر آلات بادشاہی لشکر کے ساتھ آئے شاہی لشکر نے بھولانا تھ وزیر کو بھی نہایت خوش تدبیری اور شجاعت سے جنگل و پہاڑ میں جا کر مدد زن فرزند کے قید کر لیا راجہ بھیم نرائن و ہراج زمیندار کو ہستان کی حمایت سے دامن کوہ میں پناہ گزین ہوا تھا جب اسکی طرف لشکر بڑھا تو وہ بالائے کوہ بھاگ گیا پہاڑ پر بجز ایک پیادہ شخص کے چڑھنا مشکل تھا اسلئے لشکر تعاقب نہ کر سکا زمیندار کو ہستان کے پاس ایک نامہ اس مضمون کا بھیجا گیا کہ بھیم نرائن

کو اپنے ملک سے نکال دے۔

اکوچ بہار بنگالہ کے مابین شمال و مغرب کے واقع ہنہ پچھن کو س طول اور پچھن کو س کا عرض اوس عہد میں تھا ملک کی آب و ہوا پورب کے شہر و زمین نہایت لطیف تھی۔ چونکہ اکوچ بہار کی فتح سے اصلی غرض آسام کی تسخیر تھی لہذا دھران کی گوشالی آئندہ پر موقوف کر کے اسفندیار کو حسب حکم بادشاہ کے چار سو سوار اور ایک ہزار پیادے دیکر وہاں کا فوجہ ارمقرر کیا اور اکوچ بہار کا نام عالمگیر نگر رکھا اس انتظام سے فرصت کر کے فتح آسام کے لیے بادشاہی لشکر نے کوچ کیا اور گھوڑا گھاٹ کی راہ سے روانہ ہوا ۲۰ مئی کو لشکر دریائے برہمپوترا پر پہنچا اور دو کو س زنگامانی سے گذر کر لشکر نے قیام کیا وہاں رشید خان بھی آگئے دریائے کنائے جنگل و نالے اس کثرت سے تھے جس سے لشکر کا گذر نہایت دشوار تھا اس فوج کے زمیندار اگرچہ آسان راستہ سے لیچنے کی رہبری کرتے تھے لیکن سپاہیوں اور راہ دور اندیشی دریائے کانارہ نہیں چھوڑتا تھا اور کلیتہً سختی کو گوارا کرتا تھا کہ مبادا یہ قوم دھوکا دے اور راستہ گم ہو جائے لشکر کی روانگی کا انتظام اس صورت سے قرار پایا کہ دلیر خان معتمد متہ ہمیش یعنی فوج کے ہر اہل ہو کر آگے آگے چلیں اور میر قصبے دار و غہ توچانہ اونچے ساتھ رہے غرض کہ اسی طریقے سے

۱۷۵۷ء کو اکوچ بہار کی ریاست کمال شاہی عہد کے برابر نہیں ہوا موجودہ رقبہ (۱۳۰۰ میل مربع) اور آبادی تقریباً چھ لاکھ آدمی گیارہ لاکھ سلامی آو پ راجہ صاحب کا نام ماراجہ سری ندر دھارا ن جیو پ بادوی سی ایس آئی والی کوچ بہار ایک ملک پرش آف ولز بادشاہ راجہ صاحب دلاست بھی مہین دہلی دربار بھی تشریف لائے تھے۔

۱۷۵۸ء مقرر ساخت کہ دلیر خان با فوج ہراول و میر قصبے با فوجانہ منصور آئے بہت مقصد تھی خود سرگودھ پیش افواج قاصر وہ نور و نصرت و غیر مذکور گدیہ عالمگیر نامہ صفحہ ۵۹۔

روانگی ہوئی ہاتھیوں کے ذریعہ سے دشوار گزار جنگل صاف کیا گیا اور تیر و ارون  
 ناہموار راستہ برابر کروایا جسکے نالے دلدل آئی اور نین درختوں کی شاخیں لہنے  
 کے دستہ اور گھاس کے پٹارے بھر کر اسے عبور کیا جاتا راہ کے خطرناک اور ڈھلوان  
 گزاری ہونے سے ایک دن میں دو ڈپٹی کوس سے زیادہ لشکر نہیں چل سکتا تھا جبکہ  
 ۶۔ جمادی الثانی کو لشکر جوگی گھپہ پر پہونچ گیا بیان سے گواہی جو مالک بادشاہی کی  
 سرحد پر ہے چالیس کوس تھی کر گاؤں جو راجہ آسام کا راجدہانی تھا ایک ماہ کی راہ  
 تھی جوگی گھپہ پر آسامیوں نے پہاڑ کے دہن سے دریا کے کنارہ تک ایک نہایت  
 مستحکم قلعہ بنایا تھا جسکے حصار کی دیوار ایک کوس لابی تھی اور برج نہایت مضبوط  
 تھے دیوار سے ایک گولی کے پٹہ پر گرے کھود کر اوئیں تیز بانس کی سیخیں جسکو بھال  
 کتے تھے گاڑی تھیں اور تین گز کی چوڑی خندق کھودی تھی اس میں بھی بھالچہ لگائے  
 تھے دریلے برہما پتر اس سے دکن کی طرف ملا ہوا تھا اور اسکے پورب کی طرف  
 دریائے بناس پلے کوہ سے گذر کر دریائے برہما پتر سے مل گیا تھا اور اتر کی طرف  
 خندق و پہاڑ و جنگل نہایت انہوہ کے ساتھ واقع ہوئے تھے اس قلعہ کے پیچھے  
 ایک اور پہاڑ تھا جسے رن کتے تھے اس پہاڑ پر بھی اسی طرح کا ایک حصار اور قلعہ  
 بنا ہوا تھا جوگی گھپہ کے قلعہ میں پندرہ ہزار فوج معہ توپخانہ کے موجود تھی نین سو  
 بیس کشتیان معہ سامان و آلات عرب کے تیار تھیں کہ اگر شاہی لشکر غالب ہو جا  
 تو دریا کی طرف سے بذریعہ ان کشتیوں کے کوہ رن کتے کے قلعہ میں پہونچ کر مقابلہ کریں  
 اور جب لشکر دہانے آگے بڑھے تو گھاٹ پر ٹھیکر اپر چھاپہ مار بن اور رسد بند  
 کر دیں اس قلعہ میں بھی چھ ہزار آسامی معہ توپخانہ اور سامان جنگ کے موجود تھے

یہاں پردریا کی دو شاخیں ہو گئی تھیں جنکے درمیان خشک زمین تھی جس پر اونھون نے  
 مورچے بنا کر اوسکو چوب و بانس سے خوب مضبوط کیا تھا انکا یہ ارادہ تھا کہ شکر  
 بادشاہی دریا کے جس حصہ سے نکلے تو پ و بند وق سے اوسپر آگ برسائیں اور  
 آگے نہ جانے دیں۔ دریا کے متصل پہ سالار نے قیام کیا اور دوسرے روز سید  
 نصیر الدین و یادگار خان و میا نہ خان و جمال خان وغیرہ کو دریائے پاراوتار دیا تاکہ  
 دریا کے دوسری جانب قیام کریں اور غنیم کو قدم بڑھانے کی مجال نہ ہو۔ ایک  
 جماعت کو جو گئی گھیر کے پیچھے مقرر کیا کہ دریائے بناس کے کنارہ سے پار تک راستہ  
 بند کر دے تاکہ ان گمراہوں کے بھاگنے کا گمان باقی نہ رہے جب یہ سب انتظام  
 ہو گیا تو آسامیوں نے جانا کہ بھاگنے کی راہ بند ہو گئی خوف کے مارے وہ حصار  
 میں نہ رہے اور رات کی وقت دونوں قلعوں کو خالی کر دیا اور کشتیوں میں سے بٹھیکر  
 بادشاہی بیڑوں سے مقابلہ کو آمادہ ہو گئے جب جنگی بیڑے حصار کی طرف روانہ ہوئے  
 اسامی لڑنے کو بڑے مگر بادشاہی لشکر کے حملہ کی تاب نہ لائے اور بدحواس  
 ہو کر بھاگے بادشاہی لشکر نے تعاقب کیا اکثر نے اپنی کشتیاں چھوڑ کر جنگل میں  
 پناہ لی اور بہت سے پانی میں غرقاب ہو گئے بعض زخمی ہوئے اور بعض گرفتار ہوئے  
 ایک سو اڑتالیس کشتیاں اور چونتیس توپیں چھوٹی بڑی اور بیشمار بادل اور سیہ  
 و باروت بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگی اور دو قطعے بلا جنگ کے قبضہ میں آ گئے یہ  
 پہلی فتح نہایت مبارک فال سمجھی گئی اگر اسامی مصوبہ ہو کر مقابلہ کرتے تو انکی تسخیر میں  
 بہت دن صرف ہو جاتے کیونکہ دریائے برہمپتر و دریائے بناس و جنگل و پہاڑ  
 حائل تھے اور دیوار میں صلاحیت نقب لگانے کی نہ تھی دو گزر زمین کھودنے سے پانی

شکستہ تھا القرض و بان عطا، اندھ خان کو تھانہ دار مقرر کر کے بادشاہی لشکر گواہٹی کو  
 چلا اور دریائے بناس پر پل باندھ حکمرانوں کو لگیا اور ۱۲ تانچ کو گواہٹی سے دو کوس  
 آگے بڑھ کر لشکر خمیہ زن ہوا و بان آسامیوں کا لشکر نہایت غلبہ سے جمع ہوا تھا  
 اور جنگ پر آمادہ تھا اور اس جنگ آسامیوں نے دو قلعے نہایت مستحکم بنائے تھے ایک  
 قلعہ موضع ہری گھاٹ میں تھا اور اس کا حصہ پانچ پہاڑوں کو گھیر کر بنایا تھا اور دوسرا کوہ  
 ماندہ پر ایک طرف اس کے دریاے برہما پتر اور دوسری طرف اس کے نازدین ہری  
 گھاٹ تھا اور تمام کشتیاں آسامیوں نے ان دونوں قلعوں کے درمیان میں جمع  
 کی تھیں اور ان دونوں قلعوں میں ایک لاکھ سے زیادہ آسامی جمع تھے یہاں اور تیسرے  
 بعد سپہ سالار نے رنبد خان کو ایک فوج دیکر کہا کہ اوتر کی طرف قلعہ کے جوراہ ہے  
 و بان جا کر محصور و کی راہ بند کر دو جب آسامیوں نے راہ فرار مسدود کیگی گھبرا  
 اور رات کی وقت قلعہ کو خالی کر دیا کچھ تینوں آئے اور کچھ دریائے اوتر کو بھاگ  
 گئے جب سپہ سالار کو اسکی اطلاع ہوئی تو یہاں سے کوچ کر کے سری گھاٹ ہوتا  
 ہوا قلعہ میں داخل ہوا قلعہ ماندہ اور قلعہ کلی بن کے محافظوں نے دوسرے قلعہ  
 کا یہ حال دیکھ کر بلا جنگ اپنے قلعے میں نالی کر دے القصد گواہٹی جو قدیم سے شاہی  
 سرحد تھی وہاں ایک بادشاہی لشکر نے اپنا قبضہ کر لیا اور آسامیوں کو کھانا دیا  
 محمد بیگ کو گواہٹی کا فوجیہ اور حسن بیگ کو کلی کی حراست پر تعینات کیا  
 اور ۲۵ تانچ ماہ مذکور کو بادشاہی لشکر گواہٹی سے آسام کی تسخیر کو چلا شہانہ  
 روز سپاہ ہتیار نہ کھولتی رات کو گھوڑے کی زین سے جدا ہونے لگی کے آگے  
 قزاقوں یعنی بنہ و فوجی اور ادھکے چھپے تو پھسانہ اور اس کے بعد لشکر کے

پشت و پناہ دلیر خان تھے اور انکے ساتھ انکی کل فوج ہراول میں تھی اس مضر  
 میں ولایت درنگ کا زمیندار حاضر ہو کر بادشاہی لشکر سے ملا اور ہاتھی نذر دیے  
 اسکے بعد زمیندار ڈومریہ جو آسام کے تابع تھا اسنے اپنے بھتیجے کو بھیجا اور ہاتھی  
 نذر کیا خانخانان نے ان دونوں کی دجوئی کی اور انکو لشکر کے ہمراہ لیا ابھگر دیے  
 برہما پتر پر آسامیوں کا ایک قلعہ چھ نام ہاتھا جو ہاتھ بھگت بہت بڑے اور مشہور  
 قلعوں میں تھا حصار او سکا نہایت مضبوط اور برج اسکے نہایت بلند اور وہ قلعہ پہاڑ پر  
 بنایا تھا اور پہلو پہاڑ کے کانگر اسکو مضبوط کیا تھا ایک طرف اسکے دریائے مذکور  
 واقع تھا اور تین طرف پانی غرقاب اور نہایت چڑا تھا خانان نے اسکے ایک قلعہ  
 عظیم الشان جسکا نام سیلہ گڈھ تھا بنا ہوا تھا چونکہ گڑھ کاؤن راجہ آسام کا دارا  
 اور سکن تھا اور وہ دربارے برہما پتر پر واقع تھا اسلیے بادشاہی لشکر نے بہرہ کی  
 تسخیر کا ارادہ فتح کر کے سیلہ گڈھ کی طرف رخ کیا کہ پہنچے اس قلعہ کو فتح کر کے راجہ ہاتھی  
 لینا چاہیے اس غرض سے ۶ رجب کو بادشاہی لشکر جو بشمار تھا دو روز میں اس  
 طویل و عریض دریائے اتر اور نہایت ہوشیاری سے آگے روانہ ہوا شناعے راہ  
 میں آندھی کا سخت طوفان آیا اور استغذر بڑے ایلے پڑے کہ لشکر کے بہت آدمی  
 ضائع ہوئے اور کثرت سے چوپائے و گھوڑے جو اس صدمہ کی تاب نہ لائے  
 اور بھاگ کر دریا میں گرے انکو دھان جو جوئے تھپیڑوں نے غرقاب کر دیا ۱۱ رجب کو  
 لشکر سیلہ گڈھ پہنچ گیا اور دو گولیوں کے فاصلے پر قلعہ سے لشکر نے پڑاؤ ڈالا سیلہ گڈھ

سلطہ اور عقب تو پناہ دلیر خان با فوج ہراول فرود آمد سترہ ماہ مقبوران باشند ۱۰۳۰ عالمگیر نامہ

۱۵ نامہ سیلہ گڈھ آن حصے است متین آسمان رفعت محاصرہ آن از نیردے قدرت و طاقت را بھیج

کا قلعہ ایسا وسیع اور عالی شان تھا کہ بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا تھا دیوار اسکی نہایت بلند و چوڑی بنائی تھی جو دکن کی طرف پہاڑ تک کھنچی ہوئی تھی اور وہ پہاڑ اس قلعہ کے پس پشت تھا اور وہ دیوار چار کوس کی لابی تھی اور دوسری دیوار شمال کی تین کوس کی لابی تھی جو دریائے برہم پتر سے ملی ہوئی تھی اور ان دونوں دیواروں پر پانچ برج اتنے بڑے بنے ہوئے تھے کہ دور ہر برج کا چار سو تیس گز کا تھا اور چھوٹے چھوٹے برج پچاس گز کے فاصلہ پر بنائے تھے اور ہر ایک دیوار کے درمیان میں دیوار کستگرہ دار حسب دستور قلعہ کے اندر و باہر بنی تھی دونوں جانب ایک ایک خندق عمیق کھودی تھی اور اوہیں بجائے پانی کے خاک نرم مثل تو تیا کے بھری تھی تاکہ اسکی دیوار تک کوئی نہ آسکے اور دیواروں پر توپیں اور بادج اور تمام آلات جنگ و پیکار کے چنے تھے اور قریب تین لاکھ گز کے جنگجو آسامی ہیں لڑائی کے لیے جمع تھے اس قلعہ کے باشندے اسکی مضبوطی و کثرت سامان پر ایسے مطمئن تھے کہ انکو کسی قسم کے صدمہ پہونچنے کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ بادشاہی لشکر قلعہ کے دکن جانب ایک نالہ کے کنارہ پر جو پچھم کی طرف گیا ہے پر ابھوتا تھا لشکر کے سردار سوار ہو کر تمام رات لشکر کے ارد گرد نگہداشت کرتے پھرتے تھے تاکہ وہ ملک

بقیہ صفحہ ۶۴ قبل غایہ افزون و ساکنان شش از سنگ باران حوادث از آسیب تخیق فلک ضنون ازود جابہ آن قلعہ دیوار عظیم استوار رنج کشیدہ اند کہ از جانب جنوب بطول چار کردہ نشی میشود و یکو سے سرچرند و کاشیدہ و از شمال تا سہ کردہ بمدیہ سے و طارند و کورہ سیدہ و آن ہر دو را بدستور قلعہ و برج و کشتہ سازندہ دون و بیرون خندق بزمین پرودہ اند و ہمہ جای توپ و بادج و تفنگ و سایر آلات و ادوہ جنگ مستحکم کردہ قریب سہ لک آسامی و کچھ دوران بقدم ثبات و در مقامہ انتہای استادہ و ماتر الام سے

برہم و چون حصار چہرین برین  
نور و شش بجائے گا و زمین

کشتہ و زخمی و دو صحت  
خط خور و لو اسان بچش

چھاپہ نہ مارین اور خاصکر محمود بیگ بخشی فوج لشکر کی چوکیداری پر مقرر ہوا تھا تمام قلعہ کا محاصرہ کرنا غیر ممکن امر تھا۔ خانخان کی صلاح سے دلیر خان اپنی فوج ہراول لیسکر آگے بڑھے اور ایک بڑے برج کے سامنے آتے فاصلہ پر کہ بندوق کی گولی کا گر نہو مورچے باندھ دیے اور دم سے بنا کر انپر بڑی بڑی توپین لگا کر قلعہ پر گولے مارنا شروع کیا کچھ سپاہ نے راستہ بنائے اور سرنگ وغیرہ قلعہ کی دیوڑیا تک پہنچائے آسام والے شام سے صبح تک برابر بادشاہی لشکر سے جنگ کرتے اور علی الاصال برج دوبارہ سے توپ و بندوق کے گولے اور گولیاں برساتے مگر بادشاہی بہادر گولیوں کے میٹھ کو اپنے بدن پر جس طرح کہ برابر ان کے قطرات فصل بہار میں سبزہ پر گرتے ہیں تصور کرتے اور ایک دم سسی سے باز نہ رہتے بعض راتوں میں آسام والے موقع پاکر شیخون بھی مارتے اور غلبہ پائی کی تاک میں اہل مورچال پر حملے کرتے اور دھر سے شاہی لشکر کے جو انحر و بھی اون ظالمون کو پسپا کرتے اور اپنی تلوار میں انکے خون سے رنگین کرتے بقیہ اسیف بھاگ کر قلعہ کے حصار میں پناہ لیتے بعض مجاہدین اسلام زخمی ہوتے اور بعض رتبہ شہادت سے فیضیاب ہوتے۔ ایک رات آسامیوں کا بڑا گروہ ایک مورچہ پر جس میں خانخانان کے آدمی تھے حملہ آور ہوا اور ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ قریب تھا کہ لشکر اسلام کو صدمہ عظیم پہنچتا کیونکہ اسوقت خانخانان کی سپاہ انکے کمر سے غافل پڑی تھی وہ کیا باگی

۱۵ دھوا بدید سپہ سالار دلیر خان با فوج ہراول دیر مرتضیٰ باہل توچانہ از معسکر فروزمی کو آپس رفتہ در جائیکہ بندوق از قلعہ غیر سید برابر کیے از برجہ اسے کلان مورچال بستہ و توپاے بزرگ بردہ بر آوردہ بر قلعہ میزدند صفحہ ۶۶ عالمگیر نامہ



اگر اوپر ٹوٹ پڑے مگر اس وقت دلیر خان کے افغان آگاہ ہو کر نہایت جرات و دلاوری سے اپنے سر پر آگئے اور بادشاہی لشکر کی مدد کو پہنچ گئے ان شیر و سنکے حملہ کی تاب آسانی نہ لائے اور روبہ کی طرح بھاگے اور ناکام پھر چند روز اس طرح محاصرہ میں گذرے۔ شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ چوتھی شب بین اس میں نے سخت چھاپہ مارا اس رات میں دلیر خان نے نمایاں جنگ کی اس معرکہ میں بہت سے آدمی خانہ صوف کے کام آئے اور بہت سے آسام والے امرنگہ اور دلیر خان کے سپاہیوں کے ہاتھوں سے ماری گئے۔

شبانہ روز قلعہ شکن توپوں کے گولے برابر حصار پر پڑتے تھے مگر وہ قلعہ ایسا مضبوط تھا کہ اس سے گرد تک نہیں گرتی تھی جسکے یہ قلعہ واقع تھا اور شاہی لشکر ٹپا ہوتا وہ سر زمین نہایت خطرناک تھی شیخون کا نہایت گمان تھا چنانچہ سابق زبانیں دوبار عظیم الشان لشکر ہندوستان سے اس دیار کی تسخیر کو گئے تھے ان مکاروں کے

ساتھ تابان و دلیر خان برجسارت و حیرگی انہماگی یافتہ کو کم پروا خندہ مقہوران علیہ تاب آن شیر و لان یاورد وہ مصفت گریزان شدہ و کارے نسا خندہ۔۔۔ عالمگیر نامہ

۱۵ شب چارم شیخون عظیم آوردند و دران شب زو دلیر خان ترود نمایان گردید و بسیار مردم دلیر خان بکار آمدند و آسائیا نیز از مردم دلیر خان و راجپوتان امرنگہ کشتہ گردیدند شاہنشاہ نامہ صفحہ ۴۸۔

۱۶ سرزمینے بود قلب خطرناک کہ در سوابق از منہ دہین مکان لشکر ہائے عظیم ہندوستان کہ بغیر میت تسخیر آندیاد رفتہ بود و بچہ آفتوم نہاد و خوش ہلاکت و پائمال خرابی شد کہے جان بسلامت اتان و طہ نیاورد و اندازے قرار گرفت کہ در کشائش انحصار صحت و تعمیل بکار برد۔۔۔ ماثر الامرا عالمگیر نامہ۔

۱۷ دلیر خان بلو اذم قلعہ کشائی ہمت بر لبست و از درون و بیرون جنگ در پوست و چون ہر توپے کہ بہرین ہو با میر سید از کمال استواری حصار جز گردے اذان بر نمی خاست و اثرے آؤکستن و دیوار و افتادہ کسنگرہ مرتب بنیشہ۔۔۔ ماثر الامرا تذکرہ و لیخان

شہنشاہ وغیرہ سے اسی جگہ وہ ہلاکت کو پہنچے تھے کوئی بھی اس آفتگاہ کو بچ کر نہ آیا۔  
 حسین شاہ جو سلاطین بنگالہ سے اولوالعزم بادشاہ تھا اُسے  
 لشکر کشی کی تھی اور دوسری بار محمد شاہ تغلق نے ایک لاکھ سوار جہاز  
 اور بے انتہا سامان جنگ آسام کی فتح کے لیے بھیجا تھا  
 مگر ایک شخص بھی اس طلسم سے بچ کر نہ آیا تھا۔ جب اسکے  
 بعد انتقام کے لیے بڑا لشکر آسام کی طرف بھیجا گیا اور وہ سرحد پر پہنچا مگر آگے بڑھنے  
 کی ہمت نہ پڑی ناچار فسخ غزیت کر کے واپس آیا۔

جب کبھی کوئی صاحب عزم بادشاہ ہندوستان سے آسام کی تسخیر کو گیا تو آسامی  
 مکر و فریب سے چھاپہ مارتے اگر وہ اس طرح غالب نہ آتے تو راجا یا گھر بھونک کر  
 کوہستان کو چلی جاتی جب برسات آتی تو سب جمع ہو کر حملہ کرتی اور غلہ وغیرہ کی  
 چار و نظرت سے رسد بند کر دیتی۔ وہاں کی شدید بارش جو طوفان کا نمونہ ہے آہین  
 لشکر مجبور و محتاج ہو کر ہلاک ہو جاتا اس حالت میں یہ راسے قائم کی کہ ان دو دیواروں  
 میں سے ایک پر یورش کی جائے اور نہایت جلد یہ محم سر کیجیے دیر کر نہیں ہزاروں  
 آفتوں کا احتمال ہے۔ اسی ضرورت سے فرما دیا خان یورش کے موقع دیکھنے گئے  
 ہر طرف جنگل اور آدمیوں کی کثرت تھی آسامی ہر طرف سے خبردار اور لڑائی کے  
 لیے مستعد ہو شیار بیٹھے تھے لیکن دکن کی جانب جنگل کم تھا اس لیے ہر طرف یورش  
 کرنا مناسب سمجھا گیا حسب صلاح یہ قرار پایا کہ دلیر خان اپنے لشکر کو لیکر ہر طرف

مقرر کر دے کہ دلیر خان بلجھے ازہ لیزن و ابطال جنود اقبال بان سمت شتافہ از انجا یورش نماید

جائیں اور جسوقت خانہ صوفیورش کریں تمام لشکر یکبارگی جنبش میں آجائے اور  
حملہ کر کے محصور و نگوہر طرف سے مضطرب کیا جائے لہذا ۱۵ رجب شب کے  
وقت دلیر خان مع اپنے لشکر کے جنہیں انکے بھتیجے رنست خان اور راجہ سنگھ

بقیہ صفحہ ماقبل و سائر عساکر قاہرہ نیز از معسکر فروزی طراز باہر تراز آمدہ از پیش روئے خود حملہ آور شوند و محصور  
را از ہمہ سو مضطرب ساختند تزلزل و در نائے ثبات و رخندہ در اساس حیات آن میدان انگشتہ و شب پانزدہم  
ماہ مذکور باین عزیمت صواب دلیر خان باراجہ نرسنگھ و فرہاد خان و رنست خان وغیرہ باین سمت  
معین شد اتفاقاً یکے ازان قوم کہ از دستار ممالک بادشاہی بمرسبہ رود و در نیولاد را حادثہ لشکر تقسیم بود  
بکرا ندوزی در مقام کینہ تیزی شد و بصورت دو تہی اہل اطہار نمود کہ بر حقیقت این بوم و بر کماہی آگاہی نام  
اگر بر بہری من عمل نمایند افواج فیروزی را بوضع میرم کہ از انجا کورش باسانی آید و جان ہم محصوران  
پیام فرستاد کہ در فلان مکان کہ اصعب جوانب آن حد و است جمعیت و هجوم نمودہ مترصد باشند  
و دلیر خان بر منہوئے ان انجا را واسطہ شب و بکراے مقصد گردید ہنگام ظہور تباہی صبح بنگانے آورده راہ  
یورش نمود کہ خندق بر آب داشت صعوبت طریق اجتماع مقهوران پیش از دیگر جوانب بود اہل حصار  
کیا چندین ہزار توپ و تفنگ و ادوات آتشبازی را با کردہ و دوسے ہوا را از ابر دور تیر و ساختند  
و حتماے باروت از بالاے برج و بارہ شدہ راہ ریز وزمین و زمان از صوت توپ پاززلہ انگیز شد  
دلیر خان از فور جلادت و تہور رخ تاقین ازان آشوب گاہ کہ از موخجائے جوہر مردی و مردانگی بود بخونینہ نمودہ  
فیل سوارہ از کمال جلادت باب خندق را ندھرا بان چون چنین دلاوری از سردار مشاہدہ نمودند عساکر  
جرات حرکت نمود و در ان رستخیز بلا کہ پھولان روز گارا ہمت میل فرزند یورش کردند سربے صعب در  
پیوست اکثرے از عساکر اسلام راتن از آسیب زخم نگار و جمعی را در ان بذل کوشش نقد جان تار شد  
بیخ تیر و دلیر خان رسید و بسبب صلاح مجموع نہ شد و تیر بسیار بر نیل مرکبش و حوضہ آن نہ شد خان لاؤ  
با جوتے پہلے حصار رسید بستیاری شجاعت ببالاے دیوار برآمد و اہل ضلال بر زم و قتال و انجیت  
دیس ازان جانب دروازہ دیگر اطراف نیز مردم داخل حصار شدہ لوئے استیلا برافراشتہ کفار مغلوب و غلب  
ہراس گشتہ در فرار زدند۔ از ماثر الامراض صفحہ ۷۱۔

دفر بادخان و یادگار خان و سرلدا از خان و جمال خان و میانہ خان و آغر خان و  
 قراول خان و غیرہ اور ایک ہزار پانسو جوان منتخب خانخانان کی فوج کے اور میر  
 داروغہ توپخانہ تھاروانگی پر تیار ہوئے اتفاق سے ایک آسامی جو مدت بادشاہی  
 لشکر میں ملازم تھا اس نے اپنی بدینتی اور قومی پاسداری سے فریب دیکر یہ بات  
 کہی کہ میں اس سرزمین سے پوری وقفیت رکھتا ہوں اگر آپ میری بہنائی پر عمل  
 کریں تو میں ایسی جگہ لشکر کو لیجاؤں گا کہ جبکہ دیوار بھی بلندی میں کم ہو اور خندق بھی  
 زیادہ نہ چوڑی ہو سپہ سالار کو اسکی طرف سے مکر و کینہ کا خیال نہ تھا لہذا اسکے ساتھ  
 لشکر بھیجنے کا وعدہ کر دیا اس مکار نے اس وقت آسامیوں کو جو قلعہ میں محصور تھے  
 اکلا بھیجا کہ فلاں جگہ پر بادشاہی لشکر لیے آتا ہوں تم سب اپنی فوج کو مجتمع  
 کر کے میرے آنے کا انتظار کرو میں ان سب کو تھارے تیرون کا نشانہ بناؤں گا  
 دلیر خان نے اس بداندیش کو ہمراہ لیا اور وسط شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہوئے  
 جب دروازہ کے برابر جو وسط دیوار میں تھا پہنچے تو میر مرتضیٰ کو معہ میانہ خان  
 و جمال خان کے وہاں پر چھوڑا کہ دشمنوں کو توپ اندازی سے اپنی طرف مشغول کر کے  
 یورش سے غافل رکھیں چنانچہ میر مرتضیٰ نے دلیر خان کے حکم کے بموجب توپخانہ  
 لگا دیا اور گولے مارنا شروع کیا روہ بد نہاد آسامی اپنی بدینتی سے خان شجاعت  
 نشان کو صبح صادق کے وقت جو جگہ کہ اس نے تجویز کی تھی لیکیا وہاں جا کر دکھیا  
 تو وہ جگہ کل مقامات سے سخت تھی خندق بے انتہائی پانی سے لبریز راستہ سے  
 ہر طرف ٹھکانا دشوار آسامیوں کا ہر جگہ سے وہاں پر هجوم زیادہ جب دلیر خان  
 اس جگہ پہنچے تو اکبار کی اہل قلعہ نے ہزار با توپ و بانج و بندوق و آتشباری

کے آلات چھوڑ کر جہان کو تیرہ و تار کر دیا اور کثرت و صومین سے ہوا مثل ابر  
سیاہ کے ہو گئی تو پونکا آواز جیسے کہ رعد گرجتا ہے قیامت برپا کرتا تھا اور زمین  
زمان میں اک زلزلہ پڑا ہوا تھا باروت کے حق مجاہدین کے سرو نیز گر کر شرارے  
برساتے تھے اور بسند وق کی گولیاں برق کی طرح چمک کر غازیوں کے گریبانوں  
میں پہنچتی تھیں حسن اتفاق سے ایک گولہ تفنگ کا اس اسامی کے  
جو دھوکا دیکر شکر کو لایا تھا اور بھاگنے کی فکر میں تھا اس لیے  
اُس کو باندھ لیا تھا لگا اور وہ فوراً ہلاک ہوا۔ اور بمصدق دلا ہیچا لکھ  
السنے الاباھاء نتیجہ ظور میں آیا اور نمونہ عبرت کا ہوا دلیر خان نے اپنی  
وفور ہمت اور کمال شجاعت سے اُس میدان قیامت ناک  
سے رُخ پھیرنا گوارا نہ کیا حالانکہ وہ ایسا ہیبت خیز وقت تھا جو مردانگی  
اور دلوری کے جوہر کی آزمائش کا تھا دلیر خان نے حمایت الہی پر تکیہ  
کر کے اپنا ہاتھ جیسپر وہ سوار تھے خندق کے پانی میں ڈال دیا  
یہ واقعہ اگرچہ جم عالمگیر نامہ اور مائر الامراء سے لکھ رہے ہیں مگر خانی خان شاہین شاہ  
وغیرہ مستند کتب بھی پیش نظر ہیں مضمون سب کا ایک ہے مگر بعض کتاب میں صراحت  
زیادہ ہے۔ تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۷۲ میں شمس العلما خان بباد مولوی کا شہ  
صاحب دہلوی لکھتے ہیں کہ صبح نہیں ہوئی کہ وہ آسامی دلیر خان کو خندق  
پر لیگیا جسکے پانی کی اتہانہ تھی اور ادھر سے آسامیوں نے طرح طرح کے  
جائنستان حربے چلانا شروع کیے اور اطراف سے توپ کے گولے اور آگ کے  
تھے اور تھیر برسن شروع ہوئے باوجود اس مرگ سبے امان کے دلیر خان

نے اس برستی آگ میں اپنے ہاتھی کو بڑھایا ہر چند لبہ سناختہ  
افغانوں نے سمجھایا کہ آب و آتش سے نجات کی امید نہیں ہے  
اگر بحرِ خونخوار کے غرقاب ہو نیسے بچ گئے تو پتھر و پیر سر ٹپکنے اور اٹکان  
جان دینے سے کیا فائدہ ہو گا رلے صائب کا مقتضایہ جو کہ بھی قابو  
وقت باقی ہوا اپنے لشکر گاہ کو مراجعت کریں پھر قلعہ کی تسخیر کریں  
دلیر خان نے تمام عمر منہ نہیں پھیرا تھا فرار کی عار کو گوارا نہ کیا اور  
شہادت کو سعادت داریں سمجھا قلیبان کو ہیبت ناک آواز سے

دلیر خان قتل و ادران آب بے پیمان راندہ و از باریدن آتش بالانہ اندیشیدہ بعض افغانان لبناختہ فرماندہ نہ کہ  
کامان گذشتہ کہ امید نجات از میان آتش باشد مندا از گرداب برآمد سوار سربسنگ زن جان اٹکان ادران فائدہ نخواستہ  
مناسب است کہ قابو سے وقت باقیست بنیگاہ مراجعت نمودہ باز بجار قلعہ باید پرداخت دلیر خان قبول نہ نمود  
آتش نبرد عار فرار بر خود گوارا نہ نمودہ و سعادت شہادت سرمایہ نجات داریں دانستہ بر قلیبان باگت ہیبت  
زد کہ قتل را پیش بران افغانان و ببادران بافتشان دیگر شل قراول خان معدود چند یہ ہیبت دلیر خان  
مجبور گویان در آب زندہ بہر کہ گولہ اجل میر رسید آب سر فرودہ باز سر بالائی توانست نمود جمعہ کثیر در آب  
فرو رفت چار گولی را چنگلی بر جوشن آفرخان و دلیر خان رسید و کار گذشتہ آفر بہ فافت چند  
شیر دلاں بپکھار رسیدند دلیر خان بزد بازو سے خود بدو ہمدان جان باز بالا سے دیوار کو تھان کھو  
برآمد و آسیامیان بمقابلہ درآمدہ وجود ہجوم آن قوم شوم و قلت دلیران جان نثاران مجبور بہ ابراہوا پیوستن  
و مجبور بہ فرار آوردند خانمان از وقوع چنین فحش نمایان بعد فتح خود قلعہ آمدہ دلیر خان را آفرین گویان  
در قتل گرفتہ ہمہ مر امان را تمسین نمودہ و رکعت شکرا د انمود شاہنشاہ نامہ صفحہ (۳۵۰) و تالیف  
خانی خان صفحہ (۳۰۰) قلمی۔

ڈالنا کہ ہاتھی کو آگے بڑھا۔

جب یحسین دیرمی اُنکے جانباً بہادرون نے اپنے سردار سے مشاہدہ کی توانکی  
رگ جرات وغیرت بھی حرکت میں آئی اور اوتھوں نے اپنا پیرو بھی آگے بڑھایا اور  
سب نے ملکر بوش کی۔

عالمگیر نامین ہے کہ وہ موقع ایسا پر خطر اور میدان قیامت اثر  
تھا کہ بڑے بڑے پردلان روزگار کے قدم ہیبیک لڑتے تھے  
اور روئین تنوں کی روئین خوف کے مارے بدن سے نکلتی تھیں  
دیرخان نے اعدا سے وہ جنگ عظیم کی جولایاں ہے خان ہوج  
کے ہمراہیوں نے بھی سخت حملہ کیا اور ان بہائم سیرت آسامیوں نے قابو پا کر ایسا  
عربہ کیا کہ جس سے لشکر اسلام کو بہت بڑا صدمہ پہونچا بہت لوگ زخمی اور بڑی بجا  
شہید ہوئی تین چار گولیاں راہچنگلی اور پانچ تیر دیرخان کے لگے مگر  
چونکہ وہ زہ چلتے بکتر خود وغیرہ آہنی لباس پہنے ہوئے تھے انکا جسم زخمی نہوا اور  
کثرت سے تیر اُنکے ہاتھی کے لگے حوضہ اوسکا بند ہو گیا دیرخان اپنے  
چند پہلوان لیکر قلعہ کی دیوار تک پہونچ گئے اور تائید الہی ایسی  
شامل ہوئی کہ دیرخان کمال قوت اور انتہائے شجاعت سے  
جست کر کے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اونکے چھ اُنکے بہادری پہونچے

دران موقع ہفت قیامت لڑنے پر دلان روزگار اقدم ہمت از نیب آن صلغہ و دروان تہن روح روئین  
از خون اشوبن برغوش می لرزید باعداے نابکار وادگیر وادند وخنہ عظیم درپوشہ حربے صوبہ اوہ صغہ عالمگیر نام

اور اہل ضلالت سے جدال و قتال کرنے لگے۔  
 اس معرکہ کو خانی خان جو اکثر دلیہر خان کو دیوبند کے خطاب سے مخاطب کرتا  
 ہے انکی اس حیرتناک شجاعت کو اپنی تاریخ منتخب اللباب میں نہایت قدر افزا الفاظ  
 سے یوں لکھتا ہے کہ اس شب بین دلیہر خان سے ایسی کارنامائی ظہور میں آئی  
 جسکی شرح نہیں ہو سکتی۔ بہت سے آسامی دلیہر خان کے افغانوں کے ہاتھوں سے  
 ہلاک ہوئے۔ چند تھرو گولیاں انکے ہوشن پر لگیں مگر دلیہر خان اپنے  
 زور بازو اور کمند جرات و حملہ شجاعت سے جس طرح کہ شہباز  
 جست کر کے شکار پر پہنچتا ہے اس قلعہ کی دیوار پر جو آسمان  
 سے باتیں کرتی تھی چڑھ گئے اور بعد چڑھ جانے کے وہ  
 بہادری کی اور داد تھوری کی دی کہ اگر رستم دستان ایک  
 شمشیر کی اس شجاعت کی دستان سے مستتا تو زبان انصاف  
 سے تعریف کر کے اپنا نام رستم ہونا پسند نہ کرتا اور

سلطہ دہان شب و دلیہر خان ترودے کہ بشر و بیان است نیاید بصرہ غلور آمد و از مردان شیراز دست افغانان  
 دلیہر خان مجھ کیلئے دارا ابو پرستندہ چار گونہ گفتار سنگ بر جوشن دلیہر خان سید دلیہر خان بزور بازو سے خود ہوتا  
 جان باز و کمند جرات و حملہ شجاعت مانند شہباز سے کہ خود را بقصد سید زبدا لاسے دیوار کوہ آسمان شکوہ برآمد و بعد  
 برآمدن شیرخان داد تھوری داد کہ اگر رستم دستان شمشیر از ان دستان می شنید زبان انصاف کشادہ سم دتے  
 بر خود نمی پسندید اگر افزایاب آن جرات و جلاوت اور امثالہ دی خود انکشت حیرت برندان یسگر بر  
 از منتخب اللباب قلمی و مطبوعہ جنگ اسام۔ ذیحہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری قمریہ از تنگ سرائے احمدیہ چان  
 خواست رزے زیلا و پست و قلعہ بلان پور از بادہ مست ۱۲



اگر افراسیاب وہ جرات و دلاوری انکی دیکھتا تو حیرت سے  
 اونکلی اپنے دانتوں میں دباتا اسکے بعد دروازہ کی جانب سے میر تھے  
 اور دوسرے لوگ بھی حصار میں داخل ہوئے اور جو مورچہ زمین تھے وہ بھی یادری  
 ہمت سے خندق پھانڈ کر پونچے۔ آسام والے جو محصور تھے۔ رعب کے مارے  
 بدحواس ہو گئے اگرچہ وہ حد شمار سے زیادہ تھے مگر اس دروازے سے جو جنگل کیطرت اسی  
 اندیشہ سے رکھا تھا بھاگے اور قلعہ کلیا پر پہنچے شملہ گڈھ کے حصار کے اندر ایک نہایت مضبوط  
 قلعہ تھا اور اسکی فتح نہایت دشوار تھی وہ بھی ہیبت سے خالی ہو گیا بادشاہی بہادر اسکے  
 اندر بھی پہنچے محمود بیگ بخشی فرج لیکر ان مفردوں کے تعاقب کو گیا اسنے ایک گروہ  
 کو تلوار کے گھاٹ اوتار دیا اور کچھ آدمیوں کو گرفتار کر لیا ایک جماعت جو قلعہ بدر مرتیم  
 تھی وہ بھی شملہ گڈھ کے فتح ہو جانکی خبر سنکر بھاگ گئی تاریخ اخبار محبت و خانی حسان  
 و شاہنشاہ نامہ اور تاریخ ہندوستان کے صفحہ ۳۷۷ میں ہے کہ خانخانان اس  
 فتح نمایان کے بعد دلیر خان کے پاس گیا اور انکو گلے لگایا اور  
 دو رکعت نماز شکرانہ کی ادا کی بعد ازاں یہ منادی کرائی کہ کوئی شخص رہا  
 کے مال پر دست درازی نہ کرے اور عورت و اطفال کو دستگیر نہ کرے تاکہ یہ وحشی اپنے  
 گھر و زمین آباد زمین اور جو چند ہزار آدمی آسام کے قید ہوئے تھے انکو جانگیر کر کے سیماکر باروت  
 کوٹین اور توپخانہ اور بعضے دیگر کارخانوں کے کام کریں۔ کہتے ہیں کہ خانخانان اور دلیر خان  
 اسی نیت کی وجہ سے فتح نصیب تھے اور جاہل آسام ولایت کا مرد پ سے مسلمانوں  
 کو گرفتار کر کے لائے تھے وہ عرصہ سے اپنے یار و دیار سے دور پڑے ہوئے مبتلائے  
 غدا تھے وہ رہائی پا کر اپنے مکانات کو واپس گئے خان سپہدار قلعہ کی مضبوطی و بلندی

دوسعت اور کثرت سامان کو دیکھ کر تعجب و حیرت پانچ روز بعد لشکر کے قلعہ کلیا بر میں قیام کیا  
 بعد اوسکے سید نصیر الدین کو ایک جماعت دیکر قلعہ کلیا بر کا فوجدار مقرر کیا اور سید غزلے  
 سہزاداری اور سید تاجدار اور کشتن سنگ کو قلعہ جدہر کا تھانہ دار مقرر کر کے لشکر شاہی نے  
 کوچ کیا اور دو منزل تک دریائے برہما تر پہاڑ کے دامن سے ملا ہوا تھا اس لیے دریائے  
 کنارے سے گذر نہ ہو سکا اور دریائے کنارہ سے دور ہو کر پہاڑ کے چھپے سے روانہ ہوا  
 جب لشکر سو لگھو گدہ میں پہونچا تو راجہ کے مدارالمہام نے جسکو دھانکی زبان میں بھوکن کہتے تھے  
 ایک عریضہ عاجزی اور اظہار اطاعت کا بھیجا خانخانان نے جواب دیا کہ سرحد بادشاہی  
 لینے کو ابھی سے جھگڑا راجہ و بانکی رعایا اور انکا مال اور بادشاہی تو پچانہ لیکیا ہے وہ  
 کل اور اپنی لڑکی اور پیشکش قدیمی جو باقی زمین بھیجے تو صلح ہو سکتی ہے ورنہ عنقریب شاہی  
 لشکر اسکی راجد بانی کر گاؤں میں پہونچتا ہے۔ چونکہ یہ نامہ و پیام آسامیوں کا صرف  
 فریب اور لشکر کے غافل کریمکی غرض سے تھا کہ کسی طرح انپر غلبہ حاصل ہو اس لیے پہ سالہ  
 نے لشکر کو ہوشیاری و بیداری کی تاکید کی اور کر گاؤں کے فتح کے ارادہ سے نہ چپ  
 کو لشکر چلکر لگھو گدہ میں ٹھہرایا گیا ورنہ باقی راجہ کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آے اور  
 ابھی ایک برہمن جو راجہ کا بڑا مقرب تھا راجہ کی طرف سے ایک پانڈان اور پالہ پلائی  
 اور دو گھڑے نفرتی اور کچھ اشرفیان اور ایک مکتوب جہین نہامت کا اظہار اور صلح کی  
 درخواست تھی لیکر آیا مگر یہ سب کارروائی مکرو فریب کی تھی خان معظم نے جواب دیا کہ بفضل  
 لشکر بادشاہی کر گاؤں آتا ہے وہاں پہونچکر مسیا مقتضائے مصلحت ہو گا عمل میں لایا  
 جائیگا۔ کر گاؤں دریائے دیکھو پر آباد ہے جو آٹھ کوس پر دریائے دہنک سے ملا ہوا ہے  
 مگر اوس میں اس قدر پانی نہیں ہے کہ بڑی کشتیاں چل سکیں اس لیے لگھو گدہ میں جو مجمع

دریاؤں کا ہے وہاں بڑی کشتیاں چھوڑنے کی راستہ تھی ولیر خان نے کہا کہ چھوٹی کشتیاں بنا کر ہمراہ لی جائیں اور بعض ضروری چیزوں کو اونپر لکھ کر کام میں لایا جاوے چنانچہ ابن سین جو جنگی بیڑوں کا دار و نہ تھا مع منور خان و جمال خان و زمینداران بنگالہ کے بیڑوں کی حفاظت کو چھوڑا گیا اور ایک گروہ اسکو مدد کو دیکر غرہ شعبان کو لشکر کو جمع کرنے کے جبکہ کہ راجہ کے بیڑوں کا کارخانہ تھا پہونچا اور سو کشتیاں راجہ کی لشکر کے ہاتھ آئیں جو بادشاہی کا رخانہ میں داخل کی گئیں یہاں پر ایک بڑا تہخانہ راجہ نے اپنے ایک بھین کے لیے بنوایا تھا یہاں بھی تھانہ بٹھلایا گیا اسجا ایک نوشتہ ان مسلمانوں نے کہ جو مالک بادشاہی سے کرگاؤں میں قید کر کے رکھے گئے تھے لکھا تھا پہونچا کہ جب راجہ نے یہ سنا کہ بادشاہی لشکر قریب آگیا ہے تو وہ اپنے اہل و عیال و زر و جواہر و نفیس اشیاء کو لیکر کوہستان کا مروپ کی طرف بھاگ گیا ہے جو یہاں سے چار کوس کی مسافت پر ہے اور وہ کچھ اپنے جنگلی ہاتھی جنگل میں چھوڑ گیا ہے اور شہر مع جملہ سامان کے بلا کسی محافظ کے خالی پڑا ہوا ہے یہ خبر سکرہ شعبان کو لشکر موضع کچور میں پہونچا اور وہاں سے فرہاد خان و سید محمد دیوان لشکر مع چند سپاہیوں کے نہایت جلد شیر سے روانہ ہوئے اور راجہ کے مال و سامان کے ضبط کرنے میں مصروف ہوئے اسروز لشکر موضع ترمہانی میں جبکہ دریائے دیکھو اور دریائے دہنک ملا ہے جا کر ٹھہرا اس فوج میں ۱۶ ہاتھی راجہ کے دستیاب ہوئے اور ایک جماعت فوج کی کچور و ترمہانی اور موضع لام ڈنگ میں انتظام کے لیے مقرر ہوئی ۹ شعبان سلسلہ جلوس کو شہر کرگاؤں یعنی دارالملک آسام لشکر اسلام کے قبضہ میں آگیا۔ کرگاؤں میں عرصہ سے جو مسلمان کہ قید ہو کر آئے تھے اور گرفتار مصیبت تھے رہا کیے گئے انکی خوشی و شادمانی کا اندازہ حدیثان سے

باہر ہے گویا اونھوں نے دوبارہ حیات پائی اور جو توپیں کہ راجہ نے تالاب میں غرق  
 کرادی تھیں نکالی گئیں چنانچہ دو سو اسی توپیں اور ایک سو سے زائد تعداد میں باقی او  
 تین لاکھ کے تخمیناً سونے چاندی کے اشیاء لشکر کے ہاتھ آئے اسکے علاوہ چھ سو پچھتر  
 توپیں بھلائے گئے ایک توپ تین من کا گولہ کھاتی تھی اور دو ہزار تین سو چالیس زنبورکین  
 اور ایک ہزار دو سو رام جنگی یعنی بڑی بندوقین اور چھ ہزار پانسو دوسری قسم کی بندوقین  
 اور دو ہزار صندوق باروت جس میں ہر ایک صندوق ڈھائی من کا تھا اور سات ہزار  
 اٹھائیس سپر اور لوہا وسیہ و شورہ و گندہک حد حساب سے زائد اور ایک ہزار  
 سے زیادہ کشتیاں جنگی اور ایک سو بھرے آراستہ نہایت بڑے اور ایک سو بہتر نہا  
 چانول کے جس میں ہر ایک انبار دس ہزار من کا تھا سب سے بیش بہا نعمت غلہ کی  
 تھی اگر یہ رسد غلہ کی ہاتھ نہ آتی تو لشکر ایام بارش میں یقینی ہلاک ہو جاتا ان چیزوں  
 کے علاوہ بہت سی چیزیں آسامیوں نے چلتے وقت آگ لگا کر برباد کر ڈالی تھیں  
 غرض کہ ہر شوال سنہ ہجری کو یہ فتح حاصل ہوئی جس کے متعلق شیخ ہرے کم واقع  
 میشود بیک سال بد باکوچ بہار فتح آسام بد بیان جو مسلمان قید تھے اپس  
 طرح طرح کے جو رستم ان بیدنیوں نے کیے تھے اور انہیں سے ایک جماعت کشیر کو  
 راجہ مار کر چلا گیا تھا ان باقی ماندہ مسلمانوں کو خان مظہم نے کشتیوں پر بٹھلا کر انکے وطن کو  
 روانہ کر دیا اور ایک سال تک دے مالگڈاری اور دیگر تکلیفات سے معاف کر دیا  
 کر گاؤں کی زمین نہایت ہموار و شاداب ہر جگہ باغات مرزوعہ موضع سیلہ گڈہ سے  
 کر گاؤں تک پچاس کوس کا فاصلہ تھا یہاں سے وہاں تک ہر جگہ باغ و میوہ دار ایسے  
 مسلسل لگے ہوئے تھے کہ گویا ایک باغ ہو چکے درمیان رعایا کے مکانات اولان

باغات میں رنگین و خوشبودار پھول ایک چمن کھلا ہوا تھا چلو من کیلے کھل ترخ لیمو  
 اناس المہ بکثرت تھا باشندے وہاں کے قوت و جرات و نشانہ لگانے میں طاق راجہ  
 کے مکانات کے گرد ایک بانڈا اسکے بعد بانس کی دیوار اور اسکے چاروں طرف ایک  
 خندق پر آب تیار کی تھی راجہ کے مکانات بڑے نفیس و نہایت وسیع اور بلند لکڑی  
 و گھاس سے بنائے تھے منجملہ ان کے ایک دیوان خانہ جسکا طول ایک سو پچاس گز اور عرض  
 چالیس جسکے چھیاٹھ ستون اور دور بہرستون کا چار گرجہ لکڑیاں نہایت کاراو تختیاں نجی  
 صیقل کار چہر آفتاب پڑنے سے عجیب روشنی و چمک پیدا ہو جاتی تھی اسکی تعمیر میں تین ہزار  
 نجار اور بارہ ہزار مزدور دو سال تک کام کرتے رہے تھے جب راجہ اس محل میں آکر  
 بیٹھتا یا سوار ہوتا تو اسکے سامنے ڈھول و تاس بجایا جاتا اور سات ہزار اسامی راجہ کی  
 خواجگاہ کی محافظت میں تعینات رہتے ایک گروہ راجہ کے دربار کا بڑا مقدمہ میر غصب  
 تھا راجہ کثرت شہم و خد م پر نہایت مغرور نہ کسی بادشاہ اولو القرم کو خراج دیتا نہ انکی  
 اطاعت و فرمانبرداری کو سر جھکاتا القصہ خانخانان اور دلیہر خان معہ لشکر کے چند روز  
 آکر گاؤں میں رہے اور رعایا انکے انصاف سے اپنے گھر و زمین آباد رہی انھوں نے دلا  
 عالمگیر بادشاہ کے نام کا خطبہ پڑھا اور راجہ کے مال و سامان کو ضبط کیا اور کل بندوبست  
 ملکی و مالی سے فرصت حاصل کر کے اطمینان سے بیٹھا و اس فتح کی عرضداشت بادشاہ  
 کو بھیجی گئی بادشاہ کو نہایت مسرت ہوئی اور اسکے جواب میں بادشاہ نے ایک فرمان  
 مرحمت عنوان معہ خلعت کے بھیجا۔

اس اثنا میں برسات کا موسم آگیا و بان کی بارش مالک ہندوستان سے مقدار میں  
 زیادہ ہوتی ہے اب ہوا کا چلنا اور پانی برسنا شروع ہوا شدت بارش سے راستے

بند ہو گئے اور آسامی جنگل و پہاڑ سے مور و لعل کی طرح نکل پڑے اور وہ مفسد بید خد نہ  
پانی پر مارے مارے پھرتے تھے اکثر موقع پا کر آتے اور حربے کرتے بار بار مقابلہ ہوا مگر  
وہ ہر بار مغلوب ہوئے ایجا رجب سراندا ز خان اور محمد راد بیگ کو کچھور کی تھانہ داری  
اور وہاں کے مفسد و کئی گوشمالی کو بھیجا گیا اور ان دونوں میں باہم نا اتفاقی پیش آئی اور  
مراد بیگ اپنی خود رانی سے تنہا آگے بڑھ گیا اور آسامیوں کا بیڑا لگایا اور اسے بادشاہی  
بیڑے پر حملہ کیا اور مراد بیگ گھبرا گیا اور معہ اپنے ہمراہیوں کے کشتیوں سے اوتر کر کنارہ  
پہنچا اور وہاں سے ترجمانی چلا گیا اس اثنا میں دلیر خان کے افغان بغیر چپہ  
کشتیوں کے اپنی شجاعت اور زور بازو سے دشمنوں کی طرقت دوڑے اور ان کشتیوں  
جو قبضہ میں کر لی تھیں دشمنوں کے بیڑے سے ٹکراتے ہوئے باہر نکلے اور دیو لگا نوپوچے  
مگر کسی آسامی کی جرات انکی طرف نہ ہوئی اب بادشاہی بیڑے جس میں سامان رسہ  
وغیرہ تھا آسامیوں کے قبضہ میں آگئے اور انھوں نے ملک مفتوحہ پر قبضہ کر لیا اور بادشاہ  
لشکر کے قبضہ میں صرف کر گاؤں اور متہرا پور کے کچھ نر بایہ امر بڑی وحشت کا باعث ہوا  
اسکے علاوہ رسہ اور غلہ کے نہ ہنے سے اور بھی ملال تھا راجہ نے اپنا ایک مقرب  
جسکو بھولی بھوکن کہتے تھے اسکو لشکر عظیم دیکر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو بھیجا اور کل  
ملک کے باشندوں کے نام فرمان لکھا کہ کوئی شخص ہمارے بھوکن کے حکم سے ستابی

۱۵۷۰ھ میں نر بایہ بھوکن طرف مسکن اجہ برآوردہ از انتشار این خبر آسامیان چون مور و لعل جو حق فراہم آمدہ متروک بشوی  
زیادہ از حد نمودند و دلیر خان بنیاد لغامہ پر داختہ ہزار ہا ازان قوم شوم قتل و اسیری ساخت و خانخانان مقرر نمود  
کہ سر مقتولان را بر گردن اسیران بستہ در لشکر تشہیر نمایند ۱۵۷۰ھ تا یخ محمد ہاشم خانی خان۔

۱۵۷۰ھ بغیر چند کشتی از افغانان دلیر خان کو بھیجے طور و غیم ان پر دہلان بہر دوسے بازو سے جلالت ان سفارین بیان ندادہ  
مخالفان زود در رفتند و دیو لگاؤں رسیدند ۱۵۷۰ھ تا یخ محمد ہاشم خانی خان۔

نہ کرے اسکے بعد راجہ خود ولایت کا روپ سے اتر اور قصبہ شولا کوری جو کرگاون سے چار منزل ہے اسین اگر ٹھہرا اور جو کن بھی نہرونی کے کنارہ جو قریب ہتھرا پور کے دیر کا دھنک سے ملی ہے اور برسات کے موسم میں وہاں ایک دریائے عظیم الشان ہو جاتا ہے اگر ٹھہرا اور تمام اس دیار کے لوگوں کو طلب کیا اور وہاں میدان شتر کی طرح مجمع اکٹھا ہوا وہ نہایت بلد ایک دیوار بہت چوڑی و مضبوط تیس کوس تک بنا کر تیار کی جس کا ایک کنارہ پہاڑ سے لگا کر دوسرا دریائے دھنک تک ملا دیا تھا آسامیوں نے کئی مرتبہ بڑی بڑی جمعیں اکٹھا کیں اور دریائے اتر کر دیر خان کے لشکر پر شجوں مارنا اور نہایت سخت حملہ کرنا شروع کیے ایک مرتبہ دیر خان خود سوار ہو کر ان ظالموں کے سر پر چڑھے اور ایسی دلیری کو دخل دیا کہ بڑی بھاری جماعت کو تلوار کے گھاٹ اوتا رہا جس سے دوبارہ آسامیوں کو دیر خان کے لشکر پر حملہ کرنے کی ہمت نہ رہی بعض مرتبہ کالی گھٹان ابر کی اونٹھ کر اس شدت سے برستیں کہ پانی سواروں کے رکاب تک آ جاتا اور جس طرح کہ کثرت اشکباری سے عاشقوں کی آنکھوں کو کھولنے کی فرصت نہیں ہوتی ہے پانی ایکہ کر

طه دران شب تا روز دیر خان که بذات نفس خود بدان تیره رفتن و عالم کارزار اتحاد تردد و ستانه و سی بهادرات نمودند آمدند  
آسیان را و بفرار آورده دیر خان تا سه گزوه میان آب گل جاقب پرور احتیاجی را و بقتل رساند و مرا جشت نمود و صحرای  
طه قایم شد قاتل فرجام چندین ذوبت بجهت و هجوم تمام از آب گذشته بر لشکر دیر خان شبنون آوردند و او بر کشتن  
صعب کردند و بختی آبی خان شسامت شعار خود را شده بر آن مخدولان ناخست و جمیع کثیر اطلعه معصام تعیت ام  
ساخت و دیگر باره لشکر او جسامت نمودند عالمگیر نامه صفحه ۸۸۰ به چون بخانه لشکر شاهی بطرف سکن باجه برآورد و در قش  
این جزا سامیان جرق جرق فایم آمد و خوشی زیاده از سه نمودند دیر خان از اران انقوم قتل و اسیر ساخت شاهنشاه نام صفحه ۸۸۰  
بقوع صبه سالار چند بار شنجی نمودند و از به و در طرف کشته شدند و اسبابان بعد کشته و اسیر گردیدن فرار نمودند و دیگر در  
مهر علی و در خان را بختند و بسیار کشته گردیده و فرار و خان و دوزخم بر داشت و دیر خان تا سه کرده دران لا و گل فغاقب  
نمودند شاهنشاه نامه صفحه ۸۵۷ -

ملت نہ دیتا اس عرصہ میں بارش کی کثرت اور ہوا کی برودت سے تپتی لرزہ اور سہا ل  
کی وبا پیدا ہو گئی صد ہا آدمی لشکر کے مریض ہو کر مرنے لگے جسے کہ ایک بڑی عجت  
بادشاہی لشکر کی ہلاک ہو گئی اور دو لاکھ تیس ہزار آسام کے لوگ بھی مر گئے اس  
آفت سے غلہ اور چارہ اور دیگر ضروری اشیاء کا قحط پڑ گیا راستہ کے بند ہو جانے سے  
جہانگیر نگر سے خبر کا آنا جانا بھی موقوف ہو گیا لشکر میں نہایت معیشت و مشکل کا سامنا  
ہوا۔ ایک سو تھتر انا بار غلہ کے تھے منجملہ انکے سولہ انبار لشکر شاہی کے قبضہ میں رہ باقی  
آسامی شیخون مار کر لے گئے اس زمانہ میں اوقات بھری کو یہی چاول تھے اور دیگر گھنیر  
غذا تھی عرصہ تک لشکر کی گائیں ذبح کر کے گذراوقات کی گئی اور اس ملک کے پیداوار  
میں لیون و نارنگی زیادہ پیدا ہوتے ہیں وہ بھی کھائے گئے۔ اب تک بھوکن صلح کی ہتھ  
کرتا تھا اب غلہ اور رسد کی کمی اور دبا کی زیادتی سے لشکر کی پریشانی سننے دیکھی خلافت  
پر آمادہ ہوا متھرا پور کی آب و ہوا کی خرابی دیکھ کر دبانے لشکر نے کوچ کیا اور ۳۰ مہر  
شہ جلوس کو کر گاؤں آیا آسامی اس بات سے اور بھی شہر اتین کرنے لگے اور لشکر کو  
عاجز سمجھنے لگے وہ برابر حملے کرتے اور چھاپے مارتے بادشاہی لشکر میں رات بھوکئی  
شخص آنکھ نہ جھپکا تا برابر بیدار رہتے ایک مرتبہ آسامیوں نے بڑا ہجوم کیا اور چاندنی رات  
میں دلیر خاں اور راجہ سجان سنگھ کے مورچوں پر اگر جدال و قتال کرنے لگے

سہ فوجیہ بمقابلہ سہ عظیم نمودار دو درویش شہے بورچال دلیر خان راجہ سجان سنگھ کو نازہ جلال و مقال ہر وقت و جہ  
کہ خطہ مصام آتھام ہارڈان فیروزئی مال گشتہ خیرند لان و کال ماسطہ مید و خندہ دلیر خان راجہ خیرگی و جرات آنہا عرق  
غیرت و شجاعت و دلیری حرکت نمودار بمقابلہ آن جبارت کیشان پر دانت و تاملہ و نہ کار نہ مستہ تیغ جلا دت  
بخون بسیارے از ملائین رنگین ساخت و پس از وقوع این نغنی اسامیان خلافت کیش سرانہ ہولے شیخون پر خندہ  
دیگر قدم جبارتہ نزدیکی کر گاؤں ننگہ ہشتند ۳۰۱ مالگیر نامہ





اس عرصہ میں راجہ کے نکالنے کے لیے بادشاہی لشکر کا مروپ کی طرف بڑھا مگر اتفاق سے خانخانان مرض الموت میں مبتلا ہو گیا اور اسکا آزار روز بروز بڑھتا گیا راجہ ہمیشہ صلح کے لیے اپنے سفیر بھیج کر عاجزی کرتا تھا مگر اسکی استدعا قبول نہیں ہوتی تھی اب راجہ نے جانا کہ میں غنقریب گرفتار ہو جاؤں گا تو اُسے دلیر خان کا توسل ڈھونڈھا اور اذکار دامن پکڑا دلیر خان نے راجہ کی عرضداشت پر توجہ نہ کی اور خانخانان کو راضی کر دیا، اجمادی الثانی کو لشکر موضع پتیا میں پہونچا پتیا میں درہ نامروپ کے برابر ہے وہاں کا راجہ آسام کے راجہ کا عزیز تھا اسی جگہ راجہ آسام کے وکیل صلحنامہ کی شرطیں طے کر نیک آئے بعد گفتگو کے دراپکے یہ امور قرار پائے کہ بالفعل راجہ اپنی لڑکی اور راجہ پتیا کی لڑکی اور بیس ہزار تولے سونا اور ایک لاکھ بیس ہزار تولے چاندی اور بیس ہاتھی بادشاہ کو پیش کرے اور

۱۷۰۰ راجہ ضلالت آمین کہ ہمارا بار سال سفر و سیلہ امر التماس صلح و طلب عفو نمود و بقبول مقبول فرمادہ شد در وقت کہ گرفتاری، استیصال عویش فریب الوقوع سیدید بہ دلیر خان توسل جستہ و التماس مصالحت و اظهار عجز و منکنت مبالغہ کردہ آن خان شہامت نشان بابر صلح وقت خانخانان را باین معنی راضی ساخت ۱۲-۸۰۰ عالمگیر نامہ

۱۷۰۰ و بس از گفتگوئے بسیار زمین قرار یافت کہ راجہ بالفعل عفو نمود و بابر راجہ پتیا و بست ہزار تولے طلا و یک لک و بست ہزار تولے نقرہ و بست زنجیر فیل برسم پیشکش و پانزدہ زنجیر فیل براسے خانان و پنج زنجیر فیل بہت دلیر خان بفرستد و متعاقب در عرض دو آدوہ ہاوسہ لک تولے و نو زنجیر فیل بہر کار بادشاہی و ہل ساز و دہرہا بست زنجیر فیل پیشکش می فرستادہ باشد و تا وصول تمامہ پیشکش کہ اولے آن در مدت دو آدوہا مقدر شدہ بود چارکس از عمدہ از کان دولت و حکومت خود برسم گردگان ہمراہ لشکر تفرناہ بہ بنگالہ فرستد و فرزند ان و عیال بدلی بھو کن بابر نے از مایاے ولایت کامروپ کہ در کوہستان نامروپ و دیگر جبال مجوس بود عوہ لشکر تفرناہ را سازد و نیز مقدر شد کہ از دست او ترک ولایت و رنگ کہ کیہ پیش گواہی و طرہ دیگرش بدیاسے الی برامی کہ از احوالی تفتہ بہر

پندہ ہاتھی خانخانان کو اور پانچ ہاتھی دلیر خان کو نذر کرے اور اکیس لاکھ کے اندر تین لاکھ تو لے چاندی اور نوے ہاتھی اور سرکار بادشاہی میں داخل کرے اور ہر سال بیس ہاتھی پیشکش سالانہ کے دار الخلافت کو بھیجتا رہے اور تادادے رقم پیشکش کے چار ارکان دولت اپنے بیٹوں کو بطور ضمانت کے بادشاہی لشکر میں حاضر رکھیں اور وہ بنگالہ تک لشکر شاہی کے ساتھ رہیں اور بدلے بھوکن کے اہل و عیال اور کچھ رعایاے کامروپ جو ولایت نامروپ میں قید تھی لشکر بادشاہی میں پہونچائی جائے اور یہ امیری قرار پائے اور ترکول سے ولایت دزنگ تک جسکے ایک طرف گواہٹی ہے اور دوسری طرف اسکے دریائے آلی براری ہے جو حوالی قصبہ جہدہر سے گذرتا ہے اور دکن کوں سے ولایت بیل تلی و ددومریہ کہ کبھی بادشاہی قبضہ میں نہ تھی مالک محروسہ میں داخل کیا وے چنانچہ ان امور کا عہد نامہ راجہ کی طرف سے اور قبول آن خانخانان کی طرف سے لکھا گیا اسکے بعد لشکر بادشاہی کی روانگی کا بندوبست شروع ہوا میر مرتضیٰ کو لکھا گیا کہ تو چنانہ اور دیگر اشیاء جو کر گاؤں میں ہیں اور وہ رعایا جو مسلمان و ہندو ہے اور بنگالہ کے چلنے کو تیار ہے انکو لیکر لشکر گاہ کو آجاؤ اور ابن حسین کو تحریر جو کہ وہ بھی جنگی بیڑے اسباب اٹھانیکو کر گاؤں بھیجے ۵ جمادی الآخر کو راجہ کے دلیل پیشکش معین میری سونا و چاندی اور راجہ آسام اور راجہ پٹام کی لڑکیاں اور ارکان دولت کے چار لڑکے بطور ضمانت کے کہ جو بنگالہ تک ساتھ جائیں اپنے ہمراہ لائے حاصل

تبعہ صفحہ قبل میگڑ تھل سے از جانب کوں ولایت بیل تلی و ددومریہ کہ میگڑ در تصرف پندہ بادشاہی بنودہ داخل پیشکش نیمہ مالک محروسہ باشد و بعد حاصل میان ملک بادشاہی و ولایت آسام در جانب کرک ل دریلے کلنگ و در اطراف کوں دریا کی براری قرار یافت و عہد نامہ مشتمل بر تعہد این امور از جانب آسامیان و قول خاصہ از قبل خانخانان نوشتہ شد ۶ عالیہ نامہ

۱۰ ماہ مذکور شہ جلوس کو بعد صلح کے بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اور ۲۲ تاریخ کو لکھنؤ گئے۔ پہنچا وہاں میر مرتضیٰ قاضی تمام اشیاء اور ایک خلقت کثیر لاکھ موجود ہو اور آگے بڑھنے کا قصد کیا کیونکہ موسم برسات کا سر پر آ رہا تھا اور کل اہل شکر وہاں سے قیام سے گھر کر بھاگنے کو تیار تھے اس لیے خان خانان مع لشکر کے پیشتر بنگالہ کو روانہ ہوا اور دلیہر خان مع لشکر اور جنگی بیڑوں کے بعض روض وصول پیش جس میں ہاتھی وغیرہ رکھے تھے ٹھہر گئے خان خانان حد درجہ بادشاہی کو جوابی مقرر ہوئے تھے دیکھتا ہوا موضع پانڈو میں جو قصبہ گواہٹی کے مقابل ہے اگر ٹھہرا وہاں شاہی فرمان صادر ہوا کہ رشید خان کو ولایت نام روپ کا فوجدار مقرر کیا جائے چنانچہ حسب احکم وہ وہاں مقرر کیے گئے دوسرے روز دلیہر خان آٹھ ہاتھی پیش کش کے لیکر آگئے اور وہاں سے کل لشکر کو بھیج کر کوچ کرتا ہوا بنگالہ کو روانہ ہوا اور کوچ بہار کی دوبارہ تسخیر کے لیے عسکر خان مقرر ہوئے ۲ رمضان ۱۱۰۰ جلوس کو کہ لشکر سے دو کوس کے فاصلہ پر خضر پور رہا تھا کہ خان خانان نے انتقال کیا بنگالہ کے واقعہ گھار کے ذریعہ سے عالمگیر نے

۱۱۰۰ سالہ دلیہر خان راہا کر لشکر و قوارہ بانٹا اور سید برہنہ افغان پٹیل کہ ہتھوڑ سید بودہ لکھنؤ گئے ۱۲ سالہ دھوز گرو دلیہر خان از لکھنؤ گئے سید ہشت زنجیریل کہ راجہ آسام از بھٹیلان پیش کش بتاقت ارسال کہ شہ بدور ساندہ ۱۲ عالمگیر نامہ ۸۱۲

۱۱۰۰ سالہ اس وقت دلیہر خان کے دوست خان خانان کا مختصر حال لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ خان خانان کا نام میر محمد سید اور خطاب میر علی مظہر خان خان خانان ہے یہ نہایت نیک نہاد و اقبالند سردار تھا اصحاب کبار و ستانی سادات سے تھا ایک الماس فروش نے اسکو پرورش کیا تھا اسے کئی کل الماک پاکر انجی حسن لیاقت سے بادشاہی درباروں میں رسائی پیدا کی سلطان عبد اشد قطب شاہ والی گلکنڈ نے اسکی لیاقت و دولت دیکھ کر اسکو اپنا وزیر مقرر کیا اور خطاب میر علی دیا اسے عرصہ تک کن کاغذ انتظام کیا جب اسکے بیٹے محمد امین سے والی دکن برہم ہوا تو یہ آئندہ خاطر ہو کر اورنگ زیب کے توسل سے شاہ جہان کے دربار میں

لاہور میں ۲۰ رمضان کو خانخانان کے رحلت کی خبر سنی نہایت افسوس کیا کیونکہ وہ نہایت کارگزار اور خیر خواہ سلطنت تھا ہر طرح سے اسکی روح کو ثواب پہنچایا گیا اور

حاشیہ صفحہ ماقبل چلا آیا شاہجان نے اسکے استقبال کو دہشت خان کو بھیجا اسکے نزد میں ایک الماس قیمتی دو لاکھ کا اور ہاتھی غیسرہ سولہ لاکھ کی پیشکش بادشاہ کو نذر دی شاہجان نے شش ہزار سوار کے منصب سے سرفراز کر کے معظم خان خطاب و پانچ لاکھ روپیہ اور قہدان مرصع وزارت کا مرحمت کیا اور اسکے بیٹے محمد امین کو دو ہزاری منصب اور خطاب خانی سے سرفراز کیا اسی زمانہ میں سعد اللہ خان کا انتقال ہو گیا تھا اسلیے بادشاہ نے راجہ گنگا ناتھ جین سعد اللہ خان کی تربیت کا اثر تنا اور چند رہبان جو فاضل خان کی تربیت یافتہ تھے عبادات وزارت پر مددگار کیے۔ بعدہ اورنگ زیب کے ساتھ دکن کی مہم پر یہ مقرر ہوا اور وہاں اسے کاروائی کی اور جاگیر پائی۔ جب اورنگ زیب نے باپ کی علالت میں اسے مصطفیٰ نضر بند کیا تو شاہجان نے اسکے بارہ مین بیٹے کو لکھا کہ از باہر رس روز جزا نہ اندیشیدہ اس بگناہ کو قید کیا جنگ کبھو مین عالمگیر نے اسے طلب کیا اور اپنے پیچھے خاصہ کا ہاتھی مرحمت کیا اس جنگ کے فتح مین ہفت ہزاری منصب اور دس لاکھ روپے سے سرفراز کیا بعدہ شجاع کے تعاقب کے لیے بنگالہ گیا اور وہاں غیبانی حاصل کر کے خطاب خانخانان و جاگیر پائی بعدہ آسام کی مہم سر کی وہاں کی روایات آب و ہوا سے للیل ہوا ۱۸ رجب الثانی کو یہ وہاں دہنک کے پاس آسامیوں کا مورچہ دیکھنے گیا کیا رنگی اسکو خش آگیا گویا رے سے اتر کر کھلے لگایا اور ایک گھنٹہ بیوشس رہا بعدہ خیمہ گاہ کو آیا اس حالت مین فوج نے کہا کہ ابکی برسات کو بھی اگر لشکر آسام سے نہ جانے پایا تو ہم خود جا جو کر رہاں سے بنگالہ چلے جائیے اس دلی آزار و تفرقہ سے اور راجائی عدم ہو آخر کار واپسی مشکہ مین ۲۰ رمضان بروز چار شنبہ ۱۰ شنبہ ہجری مطابق سلسلہ جلوس کو انتقال کر گیا یہ امیر نہایت عظیم الشان صاحب وقار و دراندیش اہل قلم اور صاحب علم تھا وہ نون جوہر کے ہاتھ مین تھے کوئی امیر قریب العہد اسکا مقابل نہ تھا اور کشور کشانی مین نہایت فتح نصیب تھا قصبتہ بنگالہ دکن مین اسکی یادگار ہے جید آباد مین اسکے نام کا تالاب دہلغ و جوہلی مشہور ہے۔

اسکے بیٹے محمد امین خان میر بخشی کو مورد اکرام کیا گیا اسکے بعد لشکر بنگالہ پہنچا اور وہاں دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی طلبی کا پہنچا اور وہ طلبی بنگالہ سے دار السلطنت کو آئے اور وقت دلیر خان نے بادشاہ کو ہاتھی اور نو گھوڑے مانگن نذر دیے بادشاہ نے دلیر خان کو خلعت پہنوا یا اور انکو اپنے ہمیشہ میں نہایت اعزاز و افتخار حاصل ہوا اسکے بعد دلیر خان کو انکی جاگیر پر جانے کی اجازت دگئی اور رخصت کے وقت بادشاہ نے ایک گھوڑا جسکا ساز طلالی تھا انکو عنایت کیا اور یہ زمانہ مالگیر کے ساتویں سال جلوس درازت الیسویں برس عمر کے جشن کا تھا اور ماہ ذیقعدہ ۱۰۷۷ء تھے۔

نواب دلیر خان کا معہ راجہ جے سنگھ کے دکن جا کر

## سیوا جی قمر گاہ کی رسم فتح کرنا

سیوا جی نے جب ملک دکن میں قزاقی کا پیشہ اختیار کر کے لوٹ مار چپائی اور سلاطین دکن بوجہ ضعف سلطنت کے اوسکے مقابلہ سے عاجز آگئے تو اسنے اعلانیہ غارتگری کر کے اپنے ملک کے حدود وسیع کر لیے اور بہت سے قلعے چھین کر اجیر بن بیٹھا ایک بڑی جماعت اُسکے پاس ہو گئی اور چونکا سکی ولایت دیکھا

۱۷۷۰ء دلیر خان بوجہ طلب از بنگالہ رسید و بدلت زمین بوس فایز گردیدہ یکے بحیر فیول و نہ اسپٹا لنگن برسم پیشکش گذرانیدہ بطلت خلعت کسوت افتخار پوشیدہ ۸۷۰ء مالگیر نامہ ۱۷۷۰ء دلیر خان بنایت اسپ با ساز طلالہ مباہی گشتہ رخصت جاگیر یافت ۸۷۰ء مالگیر نامہ

سمندر پر واقع تھی اسلیے بعض بندر جو اسکے قریب در تصرف میں تھے وہ ان جو ہباز  
 لجانا اسکو موقع پا کر غارت کر لیتا ایک مرتبہ ایک عظیم الشان جہاز طوفان میں پڑ جاتا  
 کنارہ پر آگیا اسنے اسکا کل مال لوٹ لیا اور اوسین جو لوگ تھے وہ اکثر مسلمان  
 تھے سیوا جی نے ان سبکو قید کر لیا اور طرح طرح کی انکو ایذا میں پہنچائیں چنانچہ  
 اسکے ثبوت میں علاوہ فارسی تاریخوں کے مسٹر ڈی لافورام اے ہسٹری انڈیا میں  
 جو زبان انگریزی انٹرنس کورس میں داخل ہے یوں لکھتے ہیں کہ ۱۶۷۷ء میں شہر  
 سورت پر حملہ کرنے کے بعد سیوا جی نے اپنے آپ کو راجہ کلانا شروع کیا چونکہ اسکو  
 کی غارتگری سے اسکو بہت بڑی دولت حاصل ہو گئی تھی اسوجہ سے اسکی قوت اور  
 زیادہ بڑھ گئی اسلیے اسنے ظاہر طور پر اسلامی سلطنت کی توہین شروع کی اور بعد غارتگری  
 شہر سورت کے حاجیوں کے جہازوں کو جو بندر سورت سے روانہ ہوا کرتے تھے غارت  
 کیا یہ ایسی بات تھی کہ عالمگیر کے غصہ کی آگ کو مشتعل نہ کر دیتی اسلیے اسنے  
 ایک بڑی فوج راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کے زیر فرمان روانہ کی ایک مختصر سی  
 لڑائی کے بعد سیوا جی نے شکست پائی اور مغلوب ہو کر صلح کی عہد نامے کے یہ شرائط  
 قرار پائے کہ میں قلعے وہ سلطنت مغلیہ کو دے اور سلطنت بیجا پور کے مقابلہ میں  
 اپنی فوج کے مغلوں کی شرکت کرے اسکے عوض میں چند اضلاع سے اسکو چوتھ  
 لینے کی اجازت دی گئی اور اسکے لڑکے کو فوج میں پانچزار سواروں کا افسر بنایا گیا  
 انگریزی تاریخ کے علاوہ اردو فارسی تاریخوں سے بھی کچھ مختصر حال سیوا جی کا بیان پر  
 لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے سیوا جی کی حالت کچھ عجیب کمزور و فریب کی تھی کبھی  
 وہ عالمگیر سے لڑ رہا ہے اور کبھی عالمگیر کی طرف سے وہ مادل شاہ کے قلعہ میں کھینچ

مصروف ہے کبھی دہلی آیا اور پھر چالاک سے نکل گیا۔ عجیب بہادر و چالاک آدمی تھا مگر محض ناخاندہ اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتا مسلمانوں سے سخت تعصب رکھتا تھا اسکی اصلیت یہ ہے کہ بھوسلہ ایک خاندان کا لقب تھا باپ جی ادس قوم کا ایک شخص تھا جو دیوگندہ عرف دولت آباد میں رہتا تھا اسکے بیٹے مالو جی کے کوئی اولاد نہ تھی احمد نگر میں ایک فقیر شاہ شریف تھا اسکی دعا سے مالو جی کے بیٹا پیدا ہوا جسکا نام فقیر کی وجہ سے شاہ جی رکھا گیا۔ مالو جی ایک چالاک سلدار تھا جسے حسن خد شکناری سے جادو رے کی ٹی سے اپنے بیٹے کی شادی کر لی اس بیوی سے شاہ جی کے گھر سیوا جی پیدا ہوا جب سیوا جی کی ماں شاہ جی سے ناراض ہو کر کہ اسنے دوسری شادی کر لی تھی اسنے میکہ پونہ چلی آئی تو سیوا جی ساتھ تھا۔ سیوا جی کی پیدائش کا زمانہ ۱۷۷۷ء ہے اسوقت میں تین سلاطین کا تخت دکن میں ڈگلا رہا تھا اور مغلوں کے ہاتھ سے اوسکی ماں ایک قلعہ سے دوسرے قلعہ میں لیے پھرتی تھی آخر کو وہ گرفتار ہو گئی سیوا جی کو سپاہگری کے فن کی تعلیم ایک برہمن نے دی تھی پہلے سیوا جی بڑا شکاری تھا اسکے بعد لیٹرون کی محبت سے وہ لوٹ مار کرنے لگا اسکے بعد ایک جماعت پیدا کر کے شہر اور قلعوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ مرہٹوں کی ترقی کا زمانہ عالمگیر کے عہد سے شروع ہوا پہلے سلاطین دکن مرہٹوں کو بطور ملک کے ملازم رکھ لیا کرتے تھے اور بطور بقاعدہ فوج کے ان سے مدد لیتے تھے جب سیوا جی نے بیجا پور کی سلطنت میں جو پہاڑی قلعے تھے اور وہ دارالسلطنت سے دور ہونکی وجہ اکثر بچہ قلعہ دار کے فوج سے خالی رہتے تھے انکو اپنے قبضہ میں کیا اپنی بیجا پور سیوا جی کے باپ شاہ جی کو قید کر دیا باپ کے قید کے زمانہ تک یہ بلا لوٹ باز حاکم



بیچارہ باپ کی رہائی کے بعد اس نے فضل خان میر لشکرپور کو دھوکہ سے مار لیا اور  
 راجگڑھ کو اپنا راجدہانی بنایا اور سوقت علی عادل شاہ فوج لیکر آیا اور اس نے اس کے قلعے  
 اور بہت سا مفتوحہ ملک چھین لیا سیوا جی اس کے مقابلہ کی تاب نہ لایا اور تنگشہ  
 اس عہد میں دکن کا ناظم تھا سیوا جی سلطنت مغلیہ کا ادب کرتا تھا جب شاہجہان کی  
 علامت سے شاہزادہ نمین باہمی جنگ و جدال ہوا اور اورنگ زیب دکن سے  
 دارالسلطنت دہلی چلا آیا تو اس نے مہلت پا کر شاہی حدود میں دست اندازی شروع  
 کی اور رات کے وقت قلعہ حیدر کو جو بادشاہی سرحد پر تھا حملہ کر کے خوب لوٹا سیوا جی نے  
 اورنگ زیب کے معاملہ میں بڑی غلطی کی، اسکی زور و قوت پھیل و سپاہ کا ٹھیک تخمینہ  
 نہ کیا پیشتر عالمگیر نے اپنے مامون شایستہ خان امیر الامرا کو سیوا جی کی تہنہ کو بھیجا  
 چنانچہ سید محمد جہری میں امیر الامرا نے قصبہ سدپہ اور قلعہ چاکنہ کو فتح کر لیا اور سیوا جی  
 امیر الامرا کے خوف سے بھاگتا پھرا۔ امیر الامرا قصبہ پونہ میں اس حویلی میں جو سیوا  
 کی بنائی ہوئی تھی مقیم تھا مگر ایک رات کو وہ ایک مصنوعی بارات مکر سے لایا اور امیر الامرا  
 پر چھاپہ مارا۔ امیر الامرا زخمی ہوا اور اسکا فرزند ابوالفتح ہلاک ہوا سیوا جی نے شہر  
 سورت کو جسے اس زمانہ میں باب الحج کہتے تھے خوب لوٹا اور حاجیوں کے جہاز کو  
 غارت کرنا شروع کیا اور بالکل بے امنی پھیل گئی اسلئے عالمگیر کے آتش غضب کا  
 شعاع بھڑک اٹھا اور اس نے پیشتر راجہ جیونت کو سیوا جی کے استیصال کو بھیجا  
 جب اس نے خاطر خواہ یہ مہم سر نہ ہو سکی تو بادشاہ نے راجہ جے سنگھ اور دلیر خان  
 کو اس پر مسلط کیا کیونکہ راجہ جے سنگھ نہایت تجربہ کار و ہوشیار سردار تھے انکی پاس  
 پاس لشکر کی جمعیت بھی زیادہ تھی اور دلیر خان شجاعت اور دیانت میں امرا

نامہ اسے تھے متعجب کیے گئے اور چند ماہ بھی اس مہم کے لیے انکے ساتھ مامور ہوئے اس زمانہ میں دلیر خان اپنی جاگیر پر تھے انکے نام بابشا نے فرمان بھیجا کہ سیوا جی کی گوشمالی مابہ دولت کو منظور ہے تم اپنی جاگیر سے جدا ہو کر اس مہم کی طرف روانہ ہوا اور راجہ جے سنگھ سے مل کر چودہ ہزار سوار اس مہم کے لیے مقرر کیے گئے اس عرصہ میں بادشاہ کے وزن کا جشن منعقد ہوا دلیر خان کو خلعت و ہاتھی بھیجا گیا قصہ حسب احکم دلیر خان اپنی جاگیر سے دکن کو روانہ ہوئے جو لشکر کہ سیوا جی کی مہم کے لیے مقرر ہوا تھا وہ ۱۹ بیج الاو سبب جلوس کو دار الخلافہ سے دکن کو روانہ ہوا اور مہم شعبان کو اورنگ آباد دکن پہونچ گیا وہاں شاہزادہ محمد معظم جو ناظم دکن تھا اسکی خدمت میں حاضر ہوا چار روزہ قیام کر کے ۸ ماہ مذکور کو وہاں سے پونہ کو روانہ ہوا اور ۵ تا ۱۰ کو قصبہ پونہ پہونچ گیا اور مہاراجہ جسونت سے حسب احکم بادشاہ کے مہاراجہ جے سنگھ نے کل سامان و اختیارات کا چارج لیا اسکے بعد وہاں کا انتظام شروع کیا گیا قطب الدین خان کو ستا ہزار سوار دیکر قلعہ خیر کی طرف بھیجا گیا اور قلعہ وہ گڈہ میں تھا نہ بھلا یا گیا اور تین ہزار سوار وہاں تعینات کیے گئے اور جہان جہان کہ غنیم کے غلبہ کا گمان تھا وہاں لشکر مقرر کیا گیا احتشام خان کو چار ہزار سوار پونہ کی عراست کے واسطے دیے گئے ان سب

حاشیہ صفحہ ۸۱ قبل ۱۰ راجہ جے سنگھ چندے از امرے نامہ اور وہاں شان سپرہ ماڈل دیرخان وادہ خان ہر دست تھا درابہرمان نگہ دے سنگھ وغیرہ قریب چارہ ہزار ہونہ بتقدم این خدمت تعین نمودہ وہاں سوب مخض کرودہ۔

۱۰ یہ لہ گیتی مطلع بنام دلیر خان و احتشام خان و برنے دیکر در محال تیوں خویش ہونہ بفرمودہ و سبب کہ از انجا حاکم مقصد گشتہ ہر راجہ پوستاند ۸۰-۸۶ عالمگیر نامہ

۱۰ بہت دلیر خان خلعت و یک غیر فیصل و برے اعتنام خان خلعت مرل شست ۱۰ عالمگیر نامہ

انتظامات کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ قلعہ پورندہ راوڑ و مال جو سب سے بڑے  
 قلعہ سیوا جی کے ہیں پہلے فتح کیے جائیں یہ دو نوں قلعہ ایک پہاڑ کی بلندی پر واقع  
 تھے ۲۲ رمضان المبارک کو یہ لشکر جبکہ سے کہ سا سوریک منزل کے قریب تھا پہنچا  
 دلیر خان جو مفت مدد بخش فیروزی تھے اپنی فوج دو تہا لیس کر  
 قلعہ کی طرف سب سے پیشتر روانہ ہوئے چونکہ زمین کٹل دار و دشوار گزار تھی اسکو طے  
 کر کے سا سورین پہنچے اسکے بعد ہی آگے بڑھے اور اترنے کے خیال میں تھے انکے  
 سوار کھڑے ہوئے اچھی ٹراؤ کیلئے جبکہ تلاش کر رہے تھے کہ غنیم کی فوج نمودار ہو  
 اور قریب آکر لڑنے لگی دلیر خان نے پہلے اپنی فوج کو ترقیب دیا جب کل فوج دست  
 ہو گئی اسکے بعد مڑھنے کی فوج پر حملہ کر دیا وہ انکے حملہ اور مقابلہ کی تاب نہ لائی اور پہاڑ

۱۷۰۰ء در سال ختم دلیر خان بھراہی راجہ بیگناہ سے صلہ سیوا بھونسلہ کہ ریشہ متعلق در سر زمین دکن فرو برد تباخت قزاقی  
 غبار شورش برانگیز بود و دشوری یافت و چون راجہ در سال ششم بانزاع قلعہ سیوا اہمیت بر نگاشتہ اوجہ  
 پونہ کیشایش قلعہ پورندہ راوڑ و مال روانہ گردید دلیر خان کہ مقدمہ بخش فیروزی بود با فوج ہزاروں توپخانہ  
 منصوبہ پیشتر روانہ شد از کھل سا سور گزشتہ نزدیک بدان مکان در صدد نزول بود کہ ناگاہ فوجے از اعا  
 نمودار گشتہ غبار انجیز پیکار شد آن خان شہامت پرور سپاہ نظر اثر را توڑک کردہ بر آن جبارت کین  
 حملہ آور شد انہما حملہ بہادرانہ تاب مقاومت نیاوردہ جنگے بگریز کردہ بجانب کوہے کہ آن ہر دو قلعہ  
 بر فرازان بود کشیدہ دلیر خان جنگ کنان و خشم افگنان بد آن کوہ برآمد و سیاہی را طمعہ شیر گردانیدہ  
 و معہورے کہ در کمرہ بود و آئنا مچی گویند آتش زدہ بجزم محاصرہ پیش رفت چون مردم ہرد و ہار بر  
 افروز توپ و تفنگ گشتہ خان مذکور پایہ ہمت نہ کشیدہ بیادری شہامت و بہالت متصل صلے پورندہ ہر سیم  
 محالہ مورچال بست و چون چندے در محاصرہ ہرد و ہار بہ نبرد اراالی و ہنگامہ افزای گذشت یک بج قلعہ راوڑ  
 بصدات متواتر توپا ہا ہندام یافت۔ از مآثر الامراء و ملکی نامہ

کی طرف جد ہر قلعے تھے جنگ فزار آئین کرتی ہوئی بھاگی دلیر خان اس فوج کو مارنے اور سپا کرتے ہوئے دامن کوہ تک پہنچے بہت سی جماعت دلیر خان نے اور ان کے بہادروں نے قتل کر ڈالی کچھ لوگ قلعہ کے حصار میں جا کر پناہ گزین ہوئے اور جو باقی تھے وہ ادھر اور دھر بھاگ گئے دلیر خان معہ اپنی فوج کے پہاڑ کی بلندی پر چڑھ گئے اور کمر کوہ پر ایک آبادی تھی جسے وہاں کے لوگ باچی کہتے تھے اوسمیں آگ لگا دی اور قلعہ کے محاصرہ کے لیے آگے بڑھ گئے ان دونوں قلعوں میں جو لوگ محصور تھے انہوں نے توپ و تفنگ کے گولے اور بان وغیرہ کی آگ برسانا شروع کی مگر دلیر خان نے اپنی خدا داد ہمت سے اس جلتی ہوئی آگ سے اپنا قدم نہ ہٹایا اور غیر معمولی جرات سے قلعہ پورندہر کے نزدیک پہنچ گئے اور نہایت جلدی سے مورچہ باندھ دیا اسکے بعد اور بادشاہی لشکر و درگزر دلیر خان کے لشکر کی طرف آیا دلیر خان نے اپنی سپاہ اور دونوں بھتیجے غیرت خان و مظفر خان اور دوسرے افغانوں کو لیکر قلعہ رورمال کے پاس مورچال باندھی اور شش خان میر آتش کو معہ توپخانہ کے لیکر دونوں حصاروں کا محاصرہ شروع کیا راجہ جیسنگ دوسرے روز جبکہ کہ ٹھہرے تھے وہاں سے کھنچ کر کے ساور آئے اور قلعہ سے دو کوس کے فاصلہ پر پڑا اوڈالا اور مورچے دیکر اپنے قیام گاہ کو واپس گئے کمک کی خبر گیری اور دیگر انتظام میں مصروف ہوئے اس عرصہ میں احتشام خان جو نہایت کارگزار اور بہادر سردار تھے اور پونہ کے تختانہ داری پر معہ لشکر کے متعین تھے قضا کر گئے وقائع نگار نے بادشاہ کو اطلاع دی اور بجائے ان کے قباد خان پونہ کے محافظ مقرر ہوئے رات و دن شاہی لشکر اور مرہٹوں سے لڑائی برپا رہتی تھی بدھہر سے بہادر پٹنپنچ اور ادوہر سے

اہل قلعہ ہٹانے کی کوشش کرتے تھے اچھا شہنشاہ ایک برج قلعہ روز مال کا چہرہ  
 برابر گولہ باری ہو رہی تھی ٹوٹ گیا دلیر خان اپنی فوج کو ترغیب دیکر سوال کو  
 اس قلعہ کے برج پر چڑھالے گئے جو لوگ کہ اس برج کی محافظت کرنے تھے وہ انکے  
 مقابلہ کی تاب نہ لائے اور گھبرا کر اس برج کے مقابل ایک گھبراہٹا اسکے اندر گھس گئے  
 دلیر خان نے اپنا جھنڈا برج کی بلندی پر گاڑ دیا محافظوں نے  
 پناہ مانگی اس پر دشمن چار آدمی دلیر خان کے زخمی ہوئے اور سات آدمی مخالفت  
 کے جان سے مار لیئے اور چار شخص غنیم کے زخمی ہوئے جب راجہ جے سنگا کو یہ معلوم ہوا  
 تو اونھوں نے اپنے بیٹے کیرت سنگھ کو ایک بڑی جماعت راجپوتوں اور پھانوں کی  
 دیکر بھیجا کہ دلیر خان کے لشکر میں پہنچ کر انکے افغانوں کے ساتھ ہو کر حصار کی تسخیر  
 میں کوشش کرو ہر روز حصار پر جدال و قتال رہا کرتا تھا اور تو پخانہ کے آلات سے  
 اہل قلعہ کو تنگ کیا جاتا تھا جب محافظوں نے دیکھا کہ ہم میں محافظت اور مقابلہ کی تاب  
 نہیں ہے تو اونھوں نے نہایت خوشامد اور عاجزی سے پناہ مانگی اور قلعہ کے باہر گر  
 دلیر خان کے پاس حاضر ہوئے اب یہ قلعہ فتح ہو کر بادشاہی بہادر وں  
 کے ہاتھ آیا دلیر خان نے اس گروہ کے دوسرے داروں کو جو قلعہ  
 دار تھے خلعت دیا اور انکو مع دیگر پیراہیوں کے راجہ کے پاس بھیج دیا راجہ  
 نے بھی چند شخصوں کو خلعت دیکر اور انکے بتیاں لیکر سکوا انکے وطن چلے جانے کیلئے

۱۔ سردار بہادر وں اور انھیں چورس نمود ہر زمانہ کی جزا آوردہ محافظان ہر زمانہ آوردند ۱۱

۲۔ درین ورتس و آویزش چارکس اترا بنایاں دلیر خان پیکر مودی زینت و تہمت ۱۲

۳۔ و انرو و مع واران اقلہ بیرون آمد دلیر خان ملای شہزادہ و فرقتہ کرد و سردار و دلیر خان خلعت ۱۳

۴۔ ہر زمانہ شیش را بہ فرستاد ۱۴

رخصت کر دیا اس قلعہ کی فتح میں کل پچاس سوار اوتیس پیادے بادشاہی لشکر کے کام آئے اوتیس سوار اور ستر پیادے زخمی ہوئے اس فتح کے بعد داود خان کو مع چند سرداروں کے سات ہزار سوار دیکر سیوا جی کے ملک کی تارا جی کے لیے بھیجا لیا قطب الدین خان نے خیر سے اور لودھیان نے تلکون سے غرض کہ سب نے ملکر ہر طرف سے ان ڈاکوؤں کو دبایا اور انکو پریشان کیا اور انکے مویشی گرفتار کیے تاکہ سیوا جی ہر طرف سے عاجز آکر نہ پناہ مانگے اور وہ رعایا کہ تمام بھلین اور بد طریقہ تھی گوشالی پائے۔ بندگان خدا کو راہزنی اور غارتگری سے نہ تھے ایک ات بھین نے دوسرے قلعہ سے نکل کر بادشاہی لشکر پر چھاپہ مارا کیرت سنگھ مع اپنے لشکر کے ہوشیار تھے وہ انکی نہ چلی رسول بیگ مع ہمراہیوں کے غافل پڑا ہوا تھا مہٹوں نے اسے ایک شخص کو ہلاک کیا اور چوہہ شخص کو زخمی کیا جب شور و غل کی آواز بلند ہوئی زبیر دست خان اور محمود ملازم دلیر خان کا اور دلیر خان کے دوسرے افغان پونچگئے اور ان سے لڑنے لگے چار آدمی مخالفت نے قتل کر ڈالے اور بہت سے مرہٹے زخمی کئے باقی اپنی جان بچا کر بھاگے اور قلعہ میں جا کر دم لیا اسکے بعد پھر ایک گروہ اسی طریق کا اپنے مقتولوں کی نعشیں اٹھانیکو قلعہ کی کھڑکی سے باہر آیا مگر فسطح مورچہ پر دل خان اور سوبہکر بندیلہ کا تھا اونھوں نے انکو بھگایا اس حقیقت میں آٹھ آدمی مخالفت کے زخمی اور چار آدمی جان سے مار گئے اور بہت سے زخم کھاکر بھاگے داود خان دراجہ راسے سنگھ جو ملک کی خرابی کے لیے گئے تھے وہ ۲۱ شوال کو نواحی روہیہ اور

سلازہ دست خان زبور جال خود محمود ملازم دلیر خان باجہ ازان خان شامت نشان سیہ بقتیان راؤ بختہ و مبارق اٹھوا  
مصداق اتمام ساختہ بسیارے مجروح و غتہ گروانہ و غتہ بہت نیم جلنے برآوردہ بہ سناہ قلعہ و رفتہ بہ کئے از نامیان بر تھانیاں سار

قلعہ راجگڑھ کے قریب پہونچنے پر پاس گاؤں اون سوڈیون کے برابر کیے اور چار موضع  
 جنگی باشندے لڑنے کو آئے تھے وہ بھی خاک سیاہ کیے اور قلعہ کٹواری اور قلعہ لوہ گڈہ  
 وغیرہ کی طرف بھی جا کر تاخت و تاراجی کی گئی اور اس نواح کے شریر رمایا کی گوشمالی  
 کر کے قریب قصبہ پونہ کے جا کر قیام کیا اور چودہ روز کے قیام کے بعد داؤد خان جب  
 اس اطراف کو خراب کر چکے تو ۴ ذیقعدہ کو لشکر گاہ واپس آئے کچھ باغی لوہ گڈہ کی  
 چوٹی پر جمع ہو کر لڑائی کو آمادہ ہوئے قطب الدین خان نے دیوان پہونچ کر غلبہ کی سرکوبی  
 کی کچھ قتل ہوئے اور کچھ بھاگ گئے جو لوگ کہ لشکر کی قید میں آئے وہ تعداد میں تین سو  
 مرد و عورت تھے اور قریب تین ہزار کے انکے مویشی گرفتار کر کے لائے گئے قلعہ  
 رورمال توفیق ہو چکا تھا اب قلعہ پور بند رہ باقی تھا اور اسپر دمدہ بنایا جاتا تھا چنانچہ  
 ۲۴ ذیقعدہ کو دمدہ بنکر تیار ہو گیا اور سفید برج کے مقابلہ میں دمدہ پر توپخانہ لگایا گیا  
 ادھر سے لڑائی شروع ہوئی اور دھڑ دھڑ سے اہل قلعہ بھی لشکر کے دفعہ کرنے پر آمادہ ہوئے  
 پہلے دلیر خان کی سپاہ معہ اور بہادرون کے مورچال پر پہونچی اور انکے  
 پیچھے زبردست خان برادر دلیر خان اور آتش خان داروغہ توپخانہ پہونچے اور ہنگام  
 جدال و قتال کا گرم ہوا طرفین سے مار دیاڑ کی خوب کوشش ہوئی اس جنگ میں دلیر خان  
 کے لشکر کا ایک شخص اور راجہ جے سنگھ کا ایک عمدہ ملازم بھوبت سنگھ جو پانسو آمینو کا  
 سردار تھا مارا گیا اور بہت سے لوگ فریق مخالفت کے مارے گئے اس وقت دلیر خان  
 دمدہ کے پاس کھڑے ہوئے اپنی فوج کو تاکید جنگ کی کر رہے تھے اور آگے اُنکو

لے دلیر خان متصل دمدہ ایساہ تاکید جنگ و کارزار و قیام پیش برد کار میکرو ذمہ دامت توپخانہ و برج خیشکٹ و تخت

ایساہ را و یا تخت مبارزان نصر قشکر و پوش کرد و توپ چاہے برج رسانیہ شروع و کار و آتش ان نو ذمہ مالگیر نامہ ۹۶۰

بڑبڑاتے تھے اور قاعدے سے لڑاتے تھے تو پٹانہ کے حصے سے سفید برج  
 ٹوٹ گیا اور اوسین بہت سے سوراخ پڑ گئے اُچالت میں بادرون نے ٹکڑیوں  
 کی اور برج سفید کے پاس پہونچنے مرہٹوں نے یہ تدبیر سوچی کہ سفید برج اور سیاہ برج  
 کے درمیان میں باروت بچھا دی کہ اگر بادشاہی بہادر غلبہ پا کر برج سیاہ کی طرف آئیں  
 تو باروت میں آگ لگا کر اوکو اور ادا دین لیکن اُسی آدمی اُسیں خود اُنکے اوڑ گئے بادشاہی  
 لشکر چاہتا تھا کہ بُرے سیاہ بھی اس وقت لے لیں مگر شام ہو گئی اور دونوں برج  
 درمیان کچھ نشیب تھا وہاں جلتی ہوئی آگ دیکھی اس سے بچ کر سفید برج کے پاس رچ  
 باندھا مخالف برج سفید سے مجبور ہو کر ہٹ گئے اور برج سیاہ میں چلے گئے اب برج سفید  
 بھی بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آگیا اور توہین برج سیاہ پر لگائی گئیں اور دونوں برج  
 درمیان جو نشیب تھا پائٹا شروع کیا مٹی اور پتھر سے پانچ چھ روز میں وہ نشیب پاٹ دیا  
 گیا اور اسکو بلند کر کے اوپر توہین لگا دی گئیں اور برابر اوپر گولہ باری کیجاتی تھی جس  
 اس برج میں بھی سوراخ ہو گئے اہل قلعہ نے اُس برج کو معہ ایک دوسرے برج کے  
 جو اسکے قریب تھا خالی کر دیا اب یہ دونوں برج بادشاہی لشکر کے قبضہ میں آ گئے یہ حال  
 دیکھ کر سیوا جی نے جانا کہ عنقریب قلعہ پورہ دھڑ بھی فتح ہو اچا ہتا ہے اور بہت سے عزیز  
 و اقارب اور دیگر آدمی میرے اوسین جو محصور ہیں وہ سب قید ہو جائینگے اور اسکے بعد  
 راجکے جیسے میرے اہل و عیال و سامان مال ہے وہ بھی جبر و قہر سے بادشاہی بہادر  
 چھین لینگے اسوجہ سے اُسنے راجہ جے سنگھ کے پاس عاجزی سے آدمی بھیجا شروع کیے  
 اور آخر میں ایک پنڈت جسکا وہ بہت معتقد تھا راجہ کے پاس بھیجا اور من کا استدعی  
 ہوا راجہ نے جواب دیا کہ اگر وراستی و عاجزی سے بے ہتیار مجرموں کی طرح یہاں آئے



تو امان دی جائیگی، ذی الحجہ کو سیوا جی معہ چند آدمیوں کے جسطریقہ سے کہ آقا قرار پایا تھا  
 راجگڑھ سے روانہ ہوا۔ راجہ کے پاس یہ خبر رات کو پہونچ گئی کہ کل سیوا جی آئیوا لائے  
 راجہ نے علی الصباح دلیر خان سے جو عرصہ کارزار میں پیش قدم اور حصار کے  
 بہت قریب پہونچ گئے تھے یہ کہلا بھیجا کہ آج کوشش بلوغ کر کے لگے، مگر راجہ نے  
 دلیر خان نے اس وقت زیادہ اہتمام شروع کیا اور دشمن کو مارتے ہوئے آگے بڑھ گئے  
 دشمن یہ حال دیکھ کر تمام حصار سے نکل پڑے اور بادشاہی فرج کے ہنایت کی کوشش  
 کرنے لگے دلیر خان نے ایسے متواتر حملے کیے کہ انکو پسپا کرتے ہوئے قلعہ کے  
 دروازہ کے پاس ہٹا لکے اور ساتھ آدمی تلوار سے قتل کیے گئے اور  
 اور بہت سے زخمی ہوئے اس ہنگامہ میں کچھ آدمی دلیر خان کے  
 بھی زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اس وقت راجہ کا لڑکا کیرت سنگھ بھی دلیر خان کے  
 ساتھ تھا اسکے آدمی بھی کچھ زخمی ہوئے اور کچھ کام آئے اس حال میں کہ ہنگامہ  
 جدال و قتال کا گرم تھا راجہ ہر ساعت خبر منگاتا تھا کہ لڑائی کس انتہا پہونچی اتنے  
 میں خبر خیر لائے کہ سیوا جی موضع سیوا پور میں آ گیا ہے وہاں سے سرفراز خان تھاندا

۱۷ جون سیوا برجہ و جد کوش فاطمائی کا گشتہ دست کہ غریب حسن پور دھر کر سیوا لے آقا قرار ہوا مردم کاری اور ان  
 محصور پور دھرم خور جند گشت براہِ طرح شتی انداختہ۔ راجہ دلیر خان کا از پیش قدمان عرصہ پکار پور دھرم و سیوا آجما  
 بسیار نزدیکی سیدہ بود پیغام نمود کہ مورچال غوہ پیشتر بردہ تیر پور کوش بر حصار غایت خان مذکور کچھ دستہ  
 بلوغ شروع پیش برد کار کردہ از شاہد دین خال مقبوران جمعیت تمام از حصار بیرون آمدہ برسم راحت پر خندہ  
 بسیار از ان فیروزہ عجلہ با سے متواتر دلیرانہ آن جبارت نشان را از پیش را اندہ بدو از قلعہ رسانیدہ و  
 سر دے مردانہ روئے دادہ غریب شست تن از اعدا تیغ تیرا گلن لیران دشمن تکن سرا از ہوا سے ہستی برداشتند  
 و بسیار سے مجروح گشتند و سیوا از ان بیان را بطور لیر خان و کیرت سنگھ چہرہ مردمی جنگلگنہ زخم آہستہ مصر و کجاں سپردنی  
 در راہ عبودیت و رافتند انتخاب مائل از مراد عالمگیر نامہ ۱۷۹۰ء

کے ہمراہ جو وہاں تعینات تھے یہاں آ رہے تھے۔ راجہ جے سنگھ نے اپنے منشی  
 اودیراج کو جو نہایت معتمد تھا معہ گڑک سین کچواہہ کے بھیجا کہ تم آگے بڑھ کر سیوا جی  
 کا استقبال کرنا اور یہ پیام کہنا کہ اگر تم اپنے جان و مال و آبرو کی امن چاہتے ہو تو کل  
 قلعہ بادشاہی لشکر کے سپرد کر دو اور ہمیشہ فرمانبرداری کرتے رہو تو آؤ ورنہ کچھ کام  
 تمہارا یہاں آئیکا نہیں ہے اودیراج کے پیام کے جواب میں سیوا جی نے کہا کہ یہاں  
 تک میں اگیا ہوں جو دو تو تھا ہی اور بندگی کا مقتضا ہو گا وہی عمل میں لاؤں گا۔ تنے  
 میں وہ راجہ کے لشکر کے قریب آگیا راجہ نے جانی بیگ بخشی فرج کو حکم کیا  
 کہ تم جا کر اُسکو خیمہ میں لاؤ جب وہ خیمہ میں آیا راجہ جے سنگھ نے اوس سے ملاقات  
 کی معاف کیا سیوا جی نے بہت عاجزی و غشادہ سے کہا کہ میں معافی کی امید پر  
 بہت سے قلعے نذر کرتا ہوں راجہ نے یہ سنکر اسکو جان و مال کی امان دی اور  
 غازی بیگ میر توڑک کو اشارہ کیا کہ سیوا جی کا آدمی لیجا کر ولیر خان سے کہو  
 کہ سیوا جی نے اپنی خوش نصیبی سے فرمانبرداری و اطاعت بادشاہ کی قبول  
 کر لی ہے اسکو امان دینا چاہیے اور جو لوگ قلعہ میں محصور ہیں انکی جان سے بے غرض  
 ہونا چاہیے غازی بیگ نے یہ پیام ولیر خان کو پہونچایا اور سیوا جی کے آدمی  
 نے حصار کے دروازہ پر جا کر اہل قلعہ کو خوشخبری سنائی کہ تم بے کشتے قلعہ سے بچاؤ  
 اونھوں نے یہ خبر سنکر دوبارہ زندگی پائی اور ایک رات کی منلت چاہی سیوا جی چونکہ  
 جریدہ طور پر تہنا آیا تھا راجہ نے اسکو اپنے دائرہ میں ٹھہرایا اور بہت خاطر کی دوسرے  
 روز بموجب امر قرارداد کے سات ہزار آدمی قلعہ سے باہر نکلے جنھیں چار ہزار چلی  
 آدمی۔ تھے جب یہ جماعت باہر آئی تو بادشاہی آدمیوں نے قلعہ میں جا کر قبضہ کیا

سید محمد جواد جو دیوان بیوتات لشکر کا تھا اس نے قلعہ میں جا کر ہر طرح کے ذخیرے اور ہتھیار اور توپخانہ اور دیگر سامان جواد میں موجود تھا ضبط کیا سیوا جی نے پانچ قلعے اور اسی روز موسومہ لوہ گڑھ - ایسا گڑھ - پنگی - تگونیہ - روہیرہ بادشاہی پیشکش میں نذر کیے اور ان قلعوں کے انتظام و قبضہ کے لیے بعض افسر فوج کے بھیجے گئے ابھی چونکہ قلعہ پر سے دلیر خان نے محاصرہ نہیں اٹھایا تھا اور جسٹیکہ نے سیوا جی کو راجہ راے سنگ کے ساتھ کر کے دلیر خان کے پاس بھیجا ان کے پاس جا کر ملاقات کرو جب سیوا جی دلیر خان کے پاس آئے تو دلیر خان نے ان سے ملاقات کی اور اُس کے بعد دو گھوڑے عزمی معہ ساز مرصع طلائی اور تلوار و جہر معہ ساز مرصع اور دو خلعت نو نو پار چمکے جس میں نہایت نفیس و بیش بہا ٹکڑے تھے سیوا جی کو عنایت کی۔ اس کے بعد دلیر خان سیوا جی کو اپنے ہمراہ راجہ کے پاس لائے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر راجہ کے سپرد کیا راجہ نے بھی سیوا جی کو خلعت و گھوڑا صنفہ و انہی بخشا۔

دلیر خان کے اس واقعہ کو علامی مولوی شبلی صاحب نے بھی اپنے پرچہ النودہ میں جو اورنگ زیب کی بے تعبسی کے بیان میں لکھا ہے اور وہ چھپ کر شائع ہو چکا ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ سیوا جی میں دلیر خان ہراول فوج تھے اور راجہ بے سنگم سربراہ تھے بعد مصاحبت کے راجہ نے دلیر خان سے محاصرہ کے اٹھانے کے متعلق پیام کیا

لحمہ چون دلیر خان ہنوز پاس ہمارا قامت داشت راجہ شیوارا نزد خانہ کور فرستاد واد بعد ملاقات دوسرے پاس اظہار ویراق مبارک مرصع و منقوش از خاقانیں آتش اوراد و نصحت نمود نزد راجہ آؤ وہ دست او گرفتہ سپہ دراجہ نمود دراجہ نیز خلعت و سہ صید و قیل و چمن از سر نو نمود و بیان جان آورده قامت نشست و سیوار و نژاد از بختہ کاری سلفے بشیر بہتہ باز کرد گفت بے بلای ندمت خواہم کرد سہو ۴۴ شہنشاہ نامہ -

اور سیوا جی کو دلیر خان کے پاس بھجوا دیا۔ دلیر خان نے سیوا جی کو دو عزنی گھوڑے اور تلوار  
 و جہر عنایت کیے اور اسکا ہاتھ راجہ کے ہاتھ میں دیا اور اس کے کہن تلوار اپنے  
 ہاتھ سے باندھی مگر اس نے ایک ساعت پختہ کاری سے باز ہو کر تلوار خانموصوت کے آگے  
 رکھ دی کہ میں بے ہتیار خدمت گزار کی کروں گا۔

یہی بیان تاریخ ہندوستان میں شمس اعلا مولوی ذکا، اللہ صاحب دہلوی کا بھی ہے  
 القصد جب سیوا جی نے راجہ کی بہت منت و سماجت کی تو راجہ نے بھی اسکو بہت  
 نصیحت کی اور بادشاہ کی خدمت میں اسکی فرمانبرداری کی اطلاع دی اور اس کے  
 لیے خلعت کی سفارش کی راجہ کی سعی سے اس کے لیے خلعت اور معافی تقصیرات کا  
 فرمان گزر بردار کے ہاتھ بارگاہ شاہی سے بھیجا گیا اور راجہ نے سیوا جی کو وہ نہایت  
 عنایت کے ساتھ پھنایا، و سلطانہ کے یہ شرائط طے پائے کہ بمحلہ منتیس قلعوں کے جو سیوا  
 نے ولایت نظام الملکیہ سے اپنے قبضہ میں کر لیے ہیں تیس قلعے بادشاہ کے مقرر کرے  
 اور قریب دس لاکھ ہون کے جسکا چالیس لاکھ روپیہ حاصل ہوا اس قدر ملک بھی لٹا ہی  
 آدمیوں کے سپرد کرے اور بارہ قلعے جن کے متعلق ایک لاکھ ہون ہو اتنی آمدنی کا ملک  
 اپنے قبضہ و تصرف میں رکھے اور اسکا بیٹا سنبھا جی جو آٹھ سال کا تھا ملازم شاہی ہو کر راجہ  
 کے ہمراہ رہے اور جب کوئی مهم اس حدود میں پیش آئے تو اس میں مدد کرے غرض کہ  
 سنبھا جی اسکا بیٹا غمخیزی منصب دار و زمین منسوب کیا گیا اس کے بعد راجہ نے سیوا جی کو  
 رخصت کیا اور دو گھوڑے مع ساز مرع اور ایک ہتھی عنایت کی تفصیل قلعجات مختصہ  
 کی جو سیوا جی نے بادشاہی آدمیوں کو دیے تھے یہ ہے۔ پورہ ہر رور مال کٹہہ  
 کھنڈ کلہ ٹوہ گدہ۔ ایسا گدہ شیشی۔ ٹکوٹہ۔ روہیرہ۔ ناردرک۔ ماہولی۔ بھنڈارورک

پس کھول۔ روپ گدہ۔ بگدہ۔ مورجن۔ ہلک گدہ۔ سروپ گدہ۔ ساگر گدہ۔ مرک گدہ۔ انکور۔ سون گدہ۔ مان گدہ۔

اسکے بعد پھر ایک باریسواجی راجگدہ سے بے ہتیار بطور مجرمون کے آئے راجہ نے تلوار و جہر معہ سازم مع کے دیکر انکو ہتیار باندھنے کی اجازت دی ۱۱ ذی الحجہ کو قلعہ پورندہ ہر کی فتح اور سیواجی کے آنے کی خبر راجہ کی عرضداشت سے بادشاہ کے ساعت میں آئی ممتی اسوقت فتح کے شادیا نے بجائے گئے تھے اور راجہ کو اور غمزدہ بخش دلیر خان کو خلعت بھیجا گیا اور ایک ہزار سوار دلیر خان کے دو سپہ سہ سپہ مقرر کیے گئے اور اصل منصب پنخیراوی پنخیرا سوار کا تھا منجملہ اونکے دو ہزار سوار دو سپہ سہ سپہ مقرر ہوئے اور چند سردار و نکلے لیے بھی خلعت ارسال ہوئے جنکے نام داؤد خان اور راجہ رینگلہ و کیرت سنگہ ہیں۔

شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اس فتح کے صلہ میں دلیر خان اور انکے ہمراہین کا نایاب اضافہ بادشاہ نے فرمایا اور بعد بغاوت خابنہان و ذی کے شاہجہان بادشاہ نے کسی افغان کو پنخیراوی منصب پر سرفراز نہ فرمایا مگر صرف دلیر خان اس منصب پر سرفراز ہوئے اور باعث فرقوم کے ہوئے۔

نکاح میراں آجیں سو دلیر خان برحمت خلعت قاضی سبابت فراغت ملکہ سوار تاجنیاں دلیر خان دو سپہ سہ سپہ مقرر شد کہ منشی از محل اضافہ پنخیراوی پنخیرا سوار دو ہزار منجملہ دو ہزار سوار دو سپہ سہ سپہ باشندہ۔ ۱۰۔ عالمگیر نامہ  
دلیر خان میراں اور اضافہ نایاب عطا فرمود بعد از استیصال خابنہان و ذی الطیغرت افغانہ را منصب پنخیراوی سرفراز فرمود۔ ہندوگر دلیر خان ابابن مراتب فائز گردانندہ و باعث فرقوم گردانندہ نامہ صفحہ ۳۴۴۔ تاریخ محمد شہم غانی ج ۱

خان بہادر حسن اعلم مولوی ذکا، اللہ صاحب اپنی تانیخ ہندوستان کے صفحہ ۲۳  
 حکومت عالمگیر میں لکھتے ہیں کہ کرنل ڈف صاحب تانیخ میرٹھ میں رقمطراز ہیں کہ کوہ  
 پور نہ ہر کا سب سے بلند مقام جو سترہ سو فٹ نیچی سطح سے بلند ہے اس پر دو قلعے  
 تھے دلیر خان نے ایک برج اوڑا کر قلعہ لے لیا محصورین نے قلعہ سے باہر آکر  
 حملے کیے مگر آخر کو اپنی پناہ گاہ میں مقیم ہو گئے اور جب محصورین اوپر جا رہے تھے  
 لشکر شاہی نے قلعہ کے نیچے جا کر اونکے گھر و کھوتا راج کر دیا اس وقت مرہٹے اپنے  
 سردار کو لیکر مغلوں پر حملہ آور ہوئے اور اونکو مارا اور ہٹاڑ سے نیچے اوتا راج اس وقت  
 دلیر خان ہاتھی پر بیٹھے ہوئے اپنے آدمیوں کو دیکھ رہے  
 تھے کہ کس طرح قدم اٹھاتے ہیں جب اونہوں نے اپنے آدمیوں کو بٹھتے ہوئے  
 دیکھا تو دلیر خان نے اپنی کمان کو خمیدہ کر کے چھانٹو لیا اپنے  
 پاس بلا لیا اور آگے بڑھنے کا حکم دیا اور بھاگنے والوں کو لٹکا اور  
 اپنا ہاتھی آگے بڑھایا محصورین مغرور ہو کر دلیر خان کے آدمیوں کے قریب آ گئے  
 اور سخت کوشاقتان بھی اونکی تلوار سے چکرے مگر دلیر خان نے اونکے  
 سردار کو اپنے تیر کا نشانہ بنا کر مار ڈالا سردار کے مرنے  
 ہی مرے ایسے بھاگے کہ اونہوں نے قلعہ بالا پر جا کر دم لیا اور لشکر شاہی نے نیچے  
 کا قلعہ لے لیا محصورین ایسے تنگ ہوئے کہ اونہوں نے سیوا جی کو اطلاع دی  
 کہ اب ہم قلعہ میں نہیں ٹھہر سکتے۔

خانی خان لکھتے ہیں کہ پانچ مہینہ تک لشکر شاہی کو مقابلہ و محاربہ سے آرام نہ ملی یہاں  
 کہ سیوا پور وغیرہ کی آبادی کا نشان نہ چھوڑا مگر عجز و انکساری کی وجہ سے سیوا جی کو

معافی دیکھی اوسنے اپنا بیٹا خدمت کے لیے دیا اور دار الخلافت دہلی میں حاضر ہونے کے لیے سال بھر کی مہلت مانگی۔ دوسرے روز سیوا جی دلیر خان سے ملنے گیا جو پورندہ صحر کے محاصرہ میں مصروف تھے چونکہ وہ اس وقت کی صلح میں شریک نہ تھے اس لیے خان ظفر مند سیوا جی پر خفا ہوئے اور اسکو دھمکایا کہ جب تک میں ایک ایک آدمی مار نہ لوں گا پورندہ صحر کے قلعہ کا چھپانہ چھوڑ دینا مگر انکو یہ خالی دہلی دینا منظور تھی سیوا جی نے خود کنبیان دلیر خان کے حوالہ کر دین اور کہا کہ میرے قلعہ اور ملک آپ ہی کے ہیں میں تقصیر کی معافی چاہتا ہوں تجربہ نے مجھے بتلادیا کہ ایسی سپاہ سے جتنے سپاہیوں سے اورنگ زیب کو فخر ہو لڑنا بیوقوفی ہے مجھے امید ہے کہ میں بادشاہی ملازموں میں داخل ہوں گا۔

تاریخ ہندوستان میں ہے کہ مرہٹوں کی ناگمانی تاخت اور نمایاں دستبرد اور تاریک باتوں کے شبھوں سے اور دشوار راستوں کے بند کرنے سے اور ہرے بھرے جنگلوں کے جلانے سے لشکر اسلام کی راہ بند ہوئی اور بہت دقت پیش آئی اکثر لشکر بادشاہی کے آدمی اور بہت سے چوپائے تلف ہوئے مگر آخر کار دشمن بشمار مارے گئے اور مرہٹوں نے راہ فراز اختیار کی مرہٹوں نے اپنے اسکان بھر کوئی ڈاکو نہ ہتھکندے اور ٹھانر کھے مگر دلیر خان کی بے روک تلوار نے اونکے مکرے اور ادبے اور انکی ایک نہ چلنے دی ورنہ اونھوں نے بڑے بڑے سردار و کلو دھوکہ و بخت حلون سے مجبور کر دیا تھا یہ دلیر خان کی غیر معمولی شجاعت اور سخت ہاتھ کا اثر تھا کہ اوسنے مرہٹوں کو سر نہ اٹھانے دیا اس صدمہ کی فتح کے بعد عرصہ تک سیوا جی بادشاہ اور ملتان کا مطیع رہا اور بجا پور کے محاصرہ میں بادشاہی لشکر کی طرف سے خوب لڑا مگر وہ اپنی عادت

اور لوٹ کی چاٹ سے میوہ تھا جیون کے نوٹنے کے بعد پھر اسکی گوشمالی کی ضرورت ہوئی تو پھر دلیر خان بادشاہ کی طرف سے بھیجے گئے جسکی سرگزشت باتر تہ پہلے جلوس میں لکھی جائیگی بالفعل سلسلہ و احوالات لکھنا ہیں انگریزی مورخ عالمگیر اور سیواجی کے معاملات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ عالمگیر سیواجی کو تھا تا موش کو ہی کہا کرتا تھا مگر دبی بلی چوہے سے کان کتر واتی ہے جس سے اس کو ہی موش کے پکڑنے میں اتنی دیر لگی تو اسکو اپنی عادت کے موافق افسردہ پیر شہ سپہاہوں خود دکن جانہیں سکتا تھا سلطنت کو غصب کیا تھا باپ زندہ تھا صوبہ دکن میں شاہزادہ جو ناظم تھا اس خیال سے کہ اسکی جماعت زیادہ نہ ہو جائے لشکر دیتا نہ تھا اسلیئے اسنے اپنی کثیر سپاہ اور سپہ سالاروں کو روانہ کیا جنہیں ایک راجپوت جے سنگ اور دوسرا **افغان دلیر خان** تھے یہ دونوں پہلے داراشکوہ کے طرفدار ہو کر لڑ چکے تھے اسلیئے وہ ابکا پورا اعتبار نہیں کرتا تھا اسنے ان دونوں کو بہت دور دکن میں بھیجا جہاں بادشاہ کے جلنے والے بہت تھے اور ان دونوں کے ہاتھ کار کم تھے اور دلیر خان کی قوم کے افغان بادشاہ کے ملازم بہت تھے انکے ہکلنے سے انکے بگڑنیکا خوف بھی کم ہو گیا۔

اس بیان کی صداقت پر مسلمانوں کی تاریخیں شہادت نہیں مگر اسوجہ سے کہ ان معاملات میں یہ اختلاف بھی مشہور ہوا ہے لکھنا مناسب سمجھا گیا۔



## نواب شیر خان کا ملک جیا پور کو جا کر تسلیم و تمنا کرنا

جب دیر خان سیوا جی کی مہم سر کر چکے تو بادشاہی حکم پہنچا کہ مابعد دولت کو والی جیا پور کی گوشمالی منظور ہے تم جا کر ولایت جیا پور کی تاریخ کروالو۔ والی جیا پور سے بادشاہی مخالفت کی یہ وجہ تھی کہ اس نے حسب معاہدہ ایک کروڑ روپیہ پیشکش کا جو اس سے چاہیے تھا نہیں ادا کیا شاہجہان بادشاہ کے عہد سلطنت میں جب اورنگ زیب سے بہ دکن کا ناظم تھا اور ملک جیا پور میں طایف الملوکی سے نہایت لطمی پھیلی ہوئی تھی تو اورنگ زیب نے جیا پور پر لشکر کشی کر کے قلعہ بیدرا و قلعہ کلیان فتح کر لیے تھے اور قریب تھا کہ ولایت جیا پور بھی قبضہ کر لیتا کہ عادل شاہ نے منت و عاجزی کر کے ایک کروڑ روپیہ دینے کا وعدہ لیا اورنگ زیب نے جان و مال اور نام و ناموس کا احسان رکھ کر اپنا لشکر اس کے ملک سے ہٹا لیا اور خود اورنگ آباد چلا آیا اس کے بعد شاہجہان بادشاہ کے علاوہ کے علاقے کا واقعہ پیش آگیا اورنگ زیب تخت و تاج کے لئے دکن سے دار السلطنت کو چلا آیا اور ایک عرصہ دراز تک مدعیان سلطنت کے ساتھ جنگ حدال کبر تاربا اسوجہ سے والی جیا پور کو عرصہ تک آزادی کا موقع مل گیا اور نہ معاہدہ کے ادا کرنے میں تساہلی دے یہ روایتی کرنے لگا جب بادشاہی فرمان تاکید کا جاتا وہ جیا بہا نے بنانا جالانگہ سلاطین سلف کے اندوختہ اس کے پاس جمع تھے مگر وہ اپنے ناداری کے عذرات لکھتا تھا ان سب باتوں کے ساتھ جب سیوا جی نے اس کے ملک پر غلبہ پایا اور چند قلعے چھین لیے جنہیں قلعہ نیالہ نہ بہت بڑا قلعہ اس ملک کا تھا وہ بھی لے لیا تو عادل شاہ بہت گہرا آیا اور اس نے اورنگ زیب کو عرضی نہایت خوشامد

عاجزی سے لکھی اور سابق و حال کے شکیش کے ادا کرنیکا وعدہ کیا چنانچہ اورنگزیب نے سیوا جی کی تنبیہ و تادیب کے لیے فوج فاہرہ بھیجی اور اُسکی ایسی گوشمالی کی کہ اُسنے پناہ مانگی اور دالی جیا پور اُسکے خجہ ظلم سے محفوظ رہا ان سب احسانات کے ساتھ دالی جیا پور نے مکرو و شرارت سے ہاتھ کوتاہ نہ کیا سیوا جی کی لڑائی کے وقت جب اورنگ زیب نے عادل شاہ کو لکھا کہ ایک طرف سے بادشاہی لشکر سیوا جی کے استیصال میں کوشش کرے اور دوسری طرف سے جیا پور کا لشکر کا قلعہ کا قلعہ کرے عادل شاہ نے بظاہر بادشاہ کے حکم سے کچھ اپنا لشکر سید اُجی کے حدود میں تعین کیا جس سے بادشاہ کی اطاعت ثابت ہو لیکن باطن میں وہ یہ سمجھتا تھا کہ سیوا جی کے فساد کا ٹٹا میری خرابی حال کا مقدمہ بنے گا وہ یہی چاہتا تھا کہ لشکر شاہی اور اہل جیا پور کے درمیان میں سیوا جی حائل رہے اس لیے مصلحت کار کے لیے سیوا جی کے پاس دلی موافقت کے نامہ و پیام بھیجے اور اُسکے ساتھ ہمدستان ہو کر اُسکی مدد اُکی زرقند اور رسد اُسکے پاس بھیجی اور قطب الملک والی کو لکنئہ حیدر آباد کو اُسکی ملک کے لیے آمادہ کیا لیکن ان سب جوڑ توڑ کے ساتھ بادشاہ دہلی کو عرضیان برا بھیتبار ہا اور اپنا رسوخ جتا تا رہا جب بادشاہ کو اُسکے مکر کا یہ سب حال معلوم ہوا اور سیوا جی کی ہم سے لشکر فراغ ہوا تو راجہ جے سنگھ اور دلیر خان کو حکم بھیجا کہ بعد بند و بست قلعجات مفتوحہ اور ولایت سیوا جی کے تم جیا پور جا کر وہاں کا محاصرہ کرو اور خاص جیا پور کے پاسے قلعہ تک پہنچ کر کوئی دقیقہ اس ملک کی خرابی اور بربادی میں اونٹھانہ رکھو تاکہ عادل شاہ اپنی تقصیرات کی اچھی طرح سزا پا کر خواب غفلت سے بیدار ہو۔

القصد ۳ جمادی الاول ۱۰۵۱ھ کو بادشاہی لشکر قلعہ پورندہ ہرے کوچ کر کے بجا پور  
کی طرف روانہ ہوا راجہ جے سنگھ کے پاس قریب بارہ ہزار کے سوار تھے اور سیوچی  
بھی موجود اپنے معاہدہ کے کہ جب کوئی ہم ہوگی بادشاہی لشکر کے ساتھ رہوگا  
ساتھ ہوا سیوچی کی فوج کی تعداد ایک ہزار پانسو سوار اور سات ہزار پیادے  
تھے لشکر کے مقدمہ میں ایکیش دلیر خان تھے دلیر خان کے تابع قریباً تین ہزار  
سوار کے تھے جن میں انکے بھائی بند انخان اور دیگر اہل لشکر و سردار تھے افغانو میں  
زبردست خان لودنخان دلاور خان سرفراز خان غالب خان قباد خان پردل خان  
جان نثار خان فتح جنگ خان حسن خان عبدالرسول خان قطب الدین خان ہلال خان  
وغیرہ اور انکے بھتیجے پسران بہادر خان بھی تھے دوسرے سردار و زمین داری  
رستم راؤ سید غیاث پور نعل بندیلہ نرسنگھ کوہ چتر بھوج چوہان آتش خان دارو سنہ  
تو پخانہ مع پانسو برق انداز کے موجود تھے بادشاہی منشی دلیر خان کی تعریف میں  
یہ لکھتا ہے کہ ہر اول فوج دلیر خان تھے جن میں دلیری و شجاعت کا ہر ہر مکتا تھا  
ایک طرف فوج کا حصہ واؤد خان کے ہاتھ میں دیا گیا اور اُمن جانب فوج کے سردار  
فتح جنگ خان جو دلیر خان کے عزیز تھے کیے گئے۔

سیطرہ لشکر کے دوسرے حصوں کے اور نامورا فسر مقرر کیے گئے دو منزلیں بادشاہی  
لشکر نے طے کی تھیں کہ ابو محمد جو بھلول خان کا بیڑہ تھا اور عادشاہ والی بجا پور کا ایک  
نامی سردار تھا اپنے لشکر سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں چلا آیا راجہ جے سنگھ نے  
اسکو خلعت دیا اور بادشاہ نے یہ خبر سنکر اسکو خجندی چار ہزار سوار کا منصب عطا کیا

۱۰۵۱ھ میں دہلی ہر اول پور دلیری و شجاعت دلیر خان منو گشتہ ۹۸۹ء عالمگیر نامہ

اور خلعت بھیجا۔ جمادی الاخر کو جب قلعہ پٹن جو سرحد چا پور پر ہے اور دس کوس رہا تو سیواہی کے لشکر کا سردار یتاجی معہ لشکر کے اس قلعہ کی تسخیر کو بادشاہی لشکر سے بھیجا گیا۔ خانی خان لکھتا ہے کہ لشکر کی موجودات سے معلوم ہوا کہ تیس ہزار سوار تسمی او پچیس ہزار سوار موجودی تھے یتاجی لشکر کے ساتھ جب اس قلعہ کے نیچے آیا تو اہل قلعہ نے خوف کے غلبہ سے قلعہ خالی کر دیا اور سب لوگ بھاگ گئے اور وہاں کا ایک زمیندار حاضر ہوا اور مورد عنایت ہوا بعدہ قلعہ مذکور پر شاہی محافظ مقرر کیے گئے اسکے بعد یتاجی قلعہ منگل بیدھ کی فتح کو بھیجا آیا یہ قلعہ چار سو سے سو لاکھ کوس تھا اور سیواہی کو قلعہ ناتھورہ کی فتح کے لیے جو سات کوس قلعہ پٹن سے تھا بھیجا گیا اس قلعہ کے رہنے والے بھی خوف سے قلعہ خالی کر کے چلے گئے اور وہ بھی بادشاہی آدمیوں کے قبضہ میں آگیا۔

بادشاہی لشکر ہر روز صفین آراستہ کر کے بڑی شان و شوکت سے منزلین طے کرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا تھا قلعہ کمان بھی اسی سرحد پر تھا وہ بھی قبضہ میں آگیا اور قلعہ منگل بیدھ جو نہایت پرانا اور وہاں کا مشہور قلعہ تھا نہایت بلند اور خندق عمیق تھی پھر چوندہ سے تعمیر کیا گیا تھا وہ بھی فتح ہو کر ہاتھ آگیا۔ ۲۵ تاریخ کو اشنائے راہ میں مخالف کے قراول دو سے نمودار ہوئے اور رات کے وقت لشکر کے قریب حسب عادت چند بان چھوڑ کر چونکہ بادشاہی ببادرا اپنے مورچہ میں مستعد اور ہوشیار بیٹھے تھے سوار ہوئے اور ان کو فتح کر دیا۔ اس غرض میں جاسوس خبر لائے کہ پانچ کوس پر یہاں غنیم کا ایک بڑا لشکر پڑا ہوا ہے راجہ نے دوسرے روز اوچکے مقام کیا دلیر خان معہ راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان قباد خان کیرت سنگھ و فتح جنگ خان کے اوس گروہ کی تہیہ کے

لیے روانہ ہوئے مخالفین انکے آئینکی خبر سنکر فرار کر گئے بادشاہی لشکر جب وہاں پہنچا تو میدان خالی پایا مگر انکے نشان کے پیچھے لشکر آگے بڑھا دیکھا کہ ایک فوج عظیم جبین بارہ ہزار سوار تھے اور انکے سردار شہزادہ مدوی و ابوالمہد وغیرہ تھے صف بستہ نمودار ہوئے یہ دیکھتے ہی فوراً دلیر خان جھپٹے اور انکے سردار سپہ سالار کی شجاعت سے انکو تلوار سے ٹکڑے کرنے لگے اور میدان جنگ کو انکے خون سے رنگین کر دیا دشمن انکے مقابلہ کی تاب نہ لائے اور منہ پھیر کر نوک دم بھگے بعد وہ اپنی عادت کے موافق قزاقی اور چھاپہ وغیرہ کے موقع ڈھونڈنے لگے۔ اب مخالفین کی فوج چار حصوں پر تقسیم ہو گئی ایک فوج کے ٹکڑے نے بادشاہی قراولوں پر حملہ کیا مگر بازی نہ لگیا اس زرد کوکبین یا قوت جشی جو ایک نامی سردار ان سبہ باطنو کا تھا مارا گیا اور سپدرہ آدمی اور بھی مخالفین کے کام آئے اور تیر و علم گھوڑے ہتھیار مخالفین کے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے اور اس جنگ میں دلیر خان اور دیگر

سلاشہزادہ خان مدوی و دآزادہ ہزار پیادہ کرناگی شیار بہرہ فوج سابق پکا و پوپوست اطراف فوج ہراول فروز قند و جلوریز ناندہ سیلاب کوہ یا بر فوج بادشاہی زدنہ دلیر خان شیر نرود در مقابل آناہ استقامت در زیدہ چلہ باے پیالے رستماتہ شہزادہ ناخراہ زمیت دادہ و سوار و پیادہ بسیار از ہر دو طرف بعرض تلفت آئندہ ۱۲ صفحہ ۳۱ تاریخ محمد ہاشم و خانی خان۔

سلاشہزادہ دین فوج اعادے دلیر خان و اجرا سنگد و کیرت سنگد کہ در بین و بسیار آن خان شہامت شکار بوزہ نیر وے شجاعت و دلیری جلوریز بر مخالفان تانقند و مصمام انتقام و تیغ کین بخون آن مخدولان ادبار آئین را نگین ساقندہ مقاہیر تیرہ روز نیرہ روز ہشادہ نیر وے بازوے سطوت و جلاوت بہادران شہامت و عے تاب ثبات در غوغا یہ روے ہزیمیت از عرصہ نہر دہر تانقند ۹۳ عالمگیر نامہ

سلاشہزادہ خان و دیگر بہادران کا مطلب پکا وچا ہر سو بازوے جلاوت کشودہ باعداد و آویختہ و حملات متواتر بر آناہ ہر دو ہزیمت تیغ آبدار و نشان آتشبار گروہ مارا زرد کارشان ایگفتند۔

بادشاہی بہادر و ن نے ایسے محلے دشمنوں پر کیے کہ او کو تلو اور ونیز و پھر رکھ لیا اور ہلاک کر دیا دلیر خان جس طرف اپنی کمال دلیری و دہدہ سے رخ کرتے تھے اوس طرف دم بھر میں غلبہ کے جھنڈے کھڑے کر دیتے تھے اور انکی جمیعت کو منتشر کر دیتے تھے غرض کہ آگ بڑی جنگ کے بعد مخالف بھاگ گئے اور جب دن آخر ہو گیا اور بادشاہی لشکر چھ کوس تک جنگ جہال کرتا ہوا مسافت طے کر چکا تو اسکے بعد سردار و ن نے دشمنوں کا تعاقب کرنا مناسب سمجھا اور اپنے لشکر گاہ کو واپس آئے جب مخالف بادشاہی لشکر کی واپسی پر مطلع ہوئے تو چاروں طرف سے اکٹھا ہوئے اور جیسا کہ شیوہ دکنوں کا تھا بادشاہی لشکر کے دو جانب سے نمودار ہوئے اور شوخی کرنے لگے پہلے چند بان شاہی فوج پر ڈالے اب لشکر بادشاہی نے اوپر بھی حملہ کیا تو انکا پیر نہ جا با بادشاہی بہادر و ن نے اپنی باگ اس طرف سے موڑی جب مخالفین نے نیتاجی پر ہجوم کیا اس وقت کیرت سنگھ و فتح جنگ خان اوکی مدد کو پہونچ گئے اور نہایت شایستہ کارنامی کی اور مخالفوں کو مدفع کر دیا اس ہنگامہ میں جاوون کیلانی جو عہدہ سردار غنیم کا تھا مارا گیا اور بادشاہی لشکر کے بھی چند آدمی کام آئے دوسری بار دشمنوں نے راجہ رستم سنگھ پر حملہ کیا مگر قطب الدین خان و کیرت سنگھ مدد کو پہونچ گئے اور وہ بھاگ گئے شام کی وقت دلیر خان مع اپنی فوج کے لشکر گاہ کو آئے اسی تاریخ کو قلعہ داؤنکل بیدہ کے نوشتہ سے معلوم ہوا کہ سرفراز خان جو دیان کے فوجدار تھے چھ ہزار سوار غنیم کے اوپر ٹوٹ پڑے اور انھوں نے تھوڑی عیبت سے نصیب دلیر خان کر دئے بعد ازاں و دیری بہر طرہ کہ می آور دہم لوئے غلبہ و سیتلامی اخراخت و ملک جمیعت دشمنان را متفرق و پراگندہ می نمانت با بھلہ بعد از تردد و ہیار و آویزش بشمار مخالفان مردود رہا اسے فرار شدہ بود ۹۳ عالمگیر نامہ

سے مقابلہ کیا اور نہایت دلیرانہ و مردانہ لڑائی لڑے اور جانتے جانتے ہادی کی انتہائی ظاہر کی آخر کار مع اپنے ساتھیوں کے زخمی ہو کر ہلاک ہو گئے مگر منہ پوٹا غرہ رجب کو یہ خبر سنی کہ غنیم کی فوج نہایت جلدی سے آرہی ہے راجہ جے سنگھ و دلیر خان مقابلہ کو روانہ ہوئے آدھ کو س لشکر شاہی گیا تھا کہ دشمن کے لشکر کی سیاہی نمودار ہوئی ابوالمہنیرہ بھتر اور شہزادہ مدوی اور نہیرہ بھلول اور خواص وغیرہ مع دوسرے سرداروں کے ایک فوج عظیم لیے ہوئے آرہے تھے جب مخالفین ٹک آئے تو اپنے دستور کے بموجب متفرق ہو گئے اور دونوں طرف سے بان چھوڑنا شروع کیے اور ہندو کی بازو مارنے لگے راجہ جے سنگھ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ مع اپنی فوج ہراول کے آگے بڑھ کر لشکر بادشاہی کے دہانے طرف جو دشمن ہیں انکو دغ کر دیں اور میں غنیم کے قول پر جس طرف زیادہ ہجوم ہے جاتا ہوں غرض کہ راجہ موصوف نے کیرت سنگھ و فتح جنگ خان و سیوا جی وغیرہ کو آگے لیا اور غنیم پر حملہ کیا دشمنوں نے اپنی عادت کے موافق منہ پھیرا اور ان کے تعاقب کو ادھر کا سٹکروا نہ ہوا اور وہ پلٹے دونوں لشکر مل گئے خوب تلوار چلی اور سخت لڑائی ہوئی آخر کار دشمن بھاگے قریب سو آدمیوں کے دشمن کے جانب سے مار گئے اور بہت سے زخمی ہوئے کچھ راجہ کے راجپوت بھی کام آئے ان بہادروں نے انکو تین کوس بھگا یا دادو خان بھی مع اپنے ہمراہیوں کے جو دشمن کے مقابلہ میں تھے خوب بہادری سے لڑے اور غلبہ پایا اور راجہ سچا سنگھ نے جو ان کے ہراول تھے خوب کارنامی کی دلیر خان نے دہانے طرف فوج کے دشمنوں پر حملہ کیا تھا اور مخالف قریب ہو گئے تھے قریب بھاگتیر فوگی سے لڑائی لگدڑ کرتے دلواری کی نوبت پہنچے مگر دشمنوں کے پیرا دکھ گئے اور وہ

بھاگ گئے ۳ رجب کو بادشاہی لشکر نے جا کر بیجا پور سے پانچ کوس پر پڑاؤ ڈالا اور  
 سات روز تک قیام کیا عادل شاہ والی بیجا پور قلعہ میں محصور ہو گیا بیجا پور کا قلعہ بندی  
 و وسعت و مضبوطی میں مشہور و زگار تھا اور اوس میں بڑی کثرت سے فوج و آلات  
 حرب موجود تھے علاوہ قدیمی لشکر کے تیس ہزار کرناٹکی اہین جمع کیے تھے اور تالاب  
 و ریسپور و شاہ پور کو خالی کر دیا اور کنوئیں اور باولیان خاک و خاشاک سے پائیے  
 اور تمام عمارتیں و آبادی جو حصار کے باہر تھی سب کھود کر زمین کے برابر کر دی غرض کہ  
 جو بادشاہی لشکر اُس شہر کی بربادی کرتا اُس نے اپنے ہاتھ سے خود کر ڈالی اور جب ستور  
 اہل دکن کے محصور ہو کر بادشاہی لشکر کے مقابلہ کو اپنی فوج مقرر کی اور اسی حالت میں  
 شمرزہ مدوی اور سیدی مسعود و غزنو وغیرہ کو اشارہ کیا کہ تم بادشاہی ولایت میں جا کر  
 شورش برپا کرو تاکہ اس خبر کو لشکر بادشاہی لشکر متزلزل ہو اور محاصرہ سے ہاتھ اٹھا  
 ایک روز رسد کے لانے کے وقت ایک جماعت غنیمت کی راجہ رائے سنگھ پرٹوٹی راجہ  
 نے نہایت جرات و بہادری سے اٹھو پیا کیا دوسرے گروہ نے قطب الدین خان  
 کی طرف رخ کیا جنہیں دو سوتلواریں کھینچے ہوئے تھے چھٹے خان موصوف بھی نہایت شجاعت  
 سے اُنکے دھج کرنے میں مصروف ہوئے اور نہایت مردانہ کوشش کی اور چند  
 اشخاص اپنی تلوار سے قتل و زخمی کیے راجہ جے سنگھ نے ولیر خان اور دادو خان  
 و کیرت سنگھ کو اُنکی مدد کو روانہ کیا اور خود راجہ بھی پڑاؤ سے باہر نکل کر معہ لشکر کے  
 جنگ کے انتظار میں کھڑے ہوئے بادشاہی لشکر سے اشخاص نہ کو دشمن کی  
 طرف جارہے تھے مگر راستہ میں راجہ رائے سنگھ و قطب الدین خان دیگر ادر سپہ  
 غنیمت کو دفع کر کے فتنہ واپس آ رہے تھے ملگے اور سب لشکر پڑاؤ کو روانہ ہوا



قریب ایک پہر کے رات گئی تھی کہ سب لوگ لشکر گاہ میں داخل ہو گئے چونکہ قلعہ  
 بیجا پور کا محاصرہ لشکر شاہی کے مد نظر نہ تھا اس لیے تو پخانہ سنگین جو اس استحکم قلعہ کے  
 لائق ہو اور دیگر آلات قلعہ کشائی کے ہمراہ نہیں لیے تھے اور شاہی سرحد سے قلعہ  
 بیجا پور تک کوئی دقیقہ بار شاہی لشکر نے خرابی کا اوتھانہ رکھا تھا اور کوئی آبادی کا  
 نشان اس اطراف میں نہیں باقی چھوڑا تھا اور لشکر میں پانی و غلہ وغیرہ کی رسد کی  
 بھی نہایت قلت تھی اس لیے صلاح وقت ہی میں دیکھی کہ اب دشمن کے اس لشکر  
 کی جسے شاہی حدود میں غبار شور شس کا اوتھایا ہے تنبیہ کرنا چاہیے لہذا ۹ رجب  
 کو نواح بیجا پور سے لشکر شاہی نے کوچ کیا اور قلعہ منگل سیدہ کی طرف روانہ ہوا ہاتھ  
 کو دریا سے بھرہ پر قیام کیا اس دن جب راجہ اپنے پڑاؤ کو پہنچے اور ابھی فوج صف  
 بستہ کھڑی تھی کہ غنیم کا لشکر انہی عادت کی موافق پیچھے پیچھے لشکر شاہی کے آکر نمودار  
 ہوا ایک حصہ غنیم کے لشکر کا ولیہ خان کی طرف بڑھا ولیہ خان نے ایسا مردانہ حکم کیا  
 کہ اوٹلو ہلاک کر دیا ایک گروہ داؤد خان کی طرف بڑھا اور دوسرا گروہ سہا سنگھ  
 کے مقابل ہوا مگر شاہی جادروں کے مقابلہ میں کچھ نہ چلی اور آخر کار وہ مفروز ہو گئے  
 اسی زمانہ میں سکندر خان جو قلعہ پر بندہ سے لشکر شاہی کو آ رہے تھے چھ ہزار پٹنوں  
 لے کر اوپر نرنہ کیا اور خان مذکور نے اتنا شجاعت سے مقابلہ کر کے جان ہی  
 اور یہ نہایت افسوسناک واقعہ پیش آیا اسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان میں  
 بیان ہو چکا ہے۔

القسمہ غنیم کی فوج لشکر شاہی کے پیچھے جمع ہوئی تھی راجہ نے ان کے دفع کرنے کے لیے

لے گئے ہوتے ولیہ خان فوجیات آوردنہ خان مذکور باوجود مردانہ کردہ بالا زور و کشتان برآورد (۲۰۰۰) عالمگیر نامہ

چند روز قیام کیا دیانت راسے جو عادی شاہ کا بڑا مقدمہ تھا وہ اس کی طرف سے حسب  
 کے پاس پیغام لایا اور نہایت عاجزی سے صلاح کی درخواست کی اور کچھ مرصع  
 آلات بھی جو اسے بھیجتے دیے بیان سید عبدالغفر بنجاری کو قلمہ نگل بیدہ کی قلم  
 داری اور محافظت پر مقرر کر کے یہ تجویز ہوئی کہ شاہی لشکر شولاپور اور پریندہ کے  
 درمیان قیام کرے اور وہاں سامان رسد وغیرہ چھوڑ کر ہریدہ طود پر دوسری بار تولا  
 بیجا پور کو روانہ ہو اسی ضمن میں سیوا جی کے فوج کا سپہ سالار تیا جی سیوا جی سے جدا ہو کر  
 مخالفوں سے جا کر مل گیا ۲۶ تاریخ کو شاہی لشکر موضع لوہری پر گنہ پریندہ میں آیا اور دشمن  
 کے دریافت حال کے لیے قراول ہر طرف بھیجے گئے دلیر خان حسب معمول  
 ایک منزل پہلے پہونچے اور حسب دستور روزانہ کے پڑاؤ کے آگے صفین باندھ دیں  
 اس وقت لشکر کے داہنے طرف سے دشمن کی فوج ظاہر ہوئی اور داؤد خان راجہ کے  
 اشارہ سے نالہ سے اتر کر اس طرف کھڑے ہوئے دلیر خان جب گہرے تھے وہاں سے  
 اس قدر آگے اور بڑھ گئے کہ دشمن کا بان پہونچ سکتا تھا وہاں پہونچ کر ٹھہر گئے راجہ نے  
 قلب الدین خان کو لشکر کے پیچھے اور راجہ راٹنگ کو بائیں جانب اپنی جگہ پر چھوڑا کہ  
 لشکر کو نالہ سے اٹار کر پڑاؤ کی محافظت کریں اور خود نہایت جلد نالہ سے اتر کر دلیر خان  
 اور داؤد خان کے درمیان کھڑے ہو گئے قریب سات ہزار سوار کے غنیم کی بڑی فوج  
 سے جدا ہو کر راجہ اور داؤد خان کے روبرو صف آرا ہوئے اور باقی دلیر خان کی فوج

۱۵۔ دلیر خان با فوج ہراول برہم محمود پیشتر تریبزل رسیدہ بدستور ہر روزہ پیش لشکر کا ہفت ہونہر ۳۰۰۰ عاملین

۱۶۔ دلیر خان از جلعے کہ بودہ پیشتر آمدہ بجائے کہ بان اعدائے میر سید قرار گرفت

۱۷۔ باقی فوج روہسے دلیر خان نہادہ و از جلعہ این ہفت ہزار سوار کہ در برابر راجہ داؤد خان بودہ پیشتر  
 بہست دلیر خان شش ہفتہ بردہ جم آوردہ و یکپاس اور دہ ماندہ مقوران با فوج دلیر خان بکار آمدہ و آمدہ آن خان

جھکے راجہ نے کیرت سنگھ اور فتح جنگ خان کو معہ ایک لشکر کے دلیر خان کی مدد کو بھیجا جسکے تھوڑی دیر کے بعد بخاراں سات ہزار سواروں کے کہ جو راجہ اور داد خان کے برابر تھے اوغین سے زیادہ تر دلیر خان کی طرف دوڑے اور اوپر ہجوم کیا جب راجہ نے یہ حال دیکھا تو وہ اپنی سپاہ لیکر دلیر خان سے جا کر لگیا ایک پہرہ دن باقی تھا کہ دشمنوں نے دلیر خان کی فوج سے کارزار شروع کیا دلیر خان اس کل فوج کے مقابلہ اور دفع کرنیکو اوٹھے ایسی تلاش مردانہ اور حملے دلیرانہ کی کہ انکی جمعیت کو توڑ دیا اور دشمنوں کے ایک گروہ کو تلوار سے قتل کر کے خاک پر ڈالیا غیرت خان و مظفر خان خانموصوف کے دونوں بھتیجے ساتھ تھے اوغین نے بھی اسے حجام کے ساتھ ہو کر خوب خوب بہادران دکھائیں دلیر خان کا یہ حال تھا کہ مثل شیر کے جھپٹتے تھے اور جس طرف اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ پاتے فوراً وہاں پہنچ جاتے اور دشمنوں کو مغلوب کر دیتے تھے اسوقت ایسی غیر معمولی شجاعت دلیر خان سے

بقیہ صفحہ ماقبل شہادت شہاب الدین فتح ابکار و زائدہ بٹلا شہاے مردانہ و غلامیے دلیرانہ ملکیت آٹھارہ گیمخت و جمیعہ از کردہ اوارہ پردہ را بفتح الماس گون چون بجاگ معرکہ برآہخت غیرت و مظفر برادر زادہ اور گیر میاں ابی جانفشان و بندہ یاسے اخلاص نشان کہ دوران فوج بودند دستبرد لماسے نمایان نمودند و در ہر طرف کہ بر سپاہ نصرت پناہ از استیلائے عدا ہجوم و محکم کا رنگ میشد دلیر خان خود را سانیدہ دشمنان منکوب را مغلوب می ساخت چون مخالفان نے مقابلہ فوج دلیر خان طے نہ بستند غاصر و نا کام ازان سمت عثمان بہت برشتا ہنوجیا مقابل راجہ داد خان بود و فوج شدہ نہ صفحہ ۱۰۴ عالمگیر نامہ

در ہر طرف کہ برفوج بادشاہی غلبہ دیکھناں میشد دلیر خان خود را سپاہیادشاہ نامہ صفحہ ۳۸۔

عمل میں آئی کہ دشمنوں کو سنبھلنے نہ دیا اور ان کی صفیں بن بندھنے  
 دین جب مخالف دیر خان کی فوج کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے تو ناکام و ذلیل ہو کر  
 اس طرف سے باگ پھیر کر اور اپنی اس فوج سے جو راجہ اور داؤد خان کے مقابلہ میں  
 تھی شامل ہو کر راجہ جے سنگھ نے اس وقت نواب **کیم سر خان** کو اپنے پاس  
 بلایا اور بائیں جانب انکو اپنی حمایت کے لیے رکھا اور فتح جنگ خان غیرہ کو اپنے  
 آگے کر کے ان ظالموں سے جنگ کا قصد کیا اس عرصہ میں مخالفوں نے اور بھی  
 شوخی شروع کی شرارت سے قدم آگے بڑھایا فتح جنگ خان وغیرہ نے مخالفوں پر  
 حملہ کیا خوب لڑائی ہوئی راجہ نے بھی خوب دلاوری کو دخل دیا و کئیوں کا جس قدر  
 مقدمہ ورتھا انہوں نے کوئی کوشش لڑائی کی اوٹھان نہ کی مگر آخر مجبور ہو کر ناکام بھاگے  
 لشکر شاہی نے دس کوس اذکا تعاقب کیا اور فتح مند واپس آیا ایک سو نوے بادشاہی  
 بہادر کام آئے اور دو سو پچاس آدمی زخمی ہوئے اور دشمن کے چار سو سے زیادہ  
 لوگ قتل و زخمی ہوئے بعض زخمی آدمی دشمنوں کے جو گرفتار ہوئے ان سے معلوم ہوا  
 کہ خواص خان و شہباز خان سردار ان فوج مخالف بھی زخمی ہوئے لشکر شاہی نے تین  
 منزلیں طے کر کے غرہ شعبان کو قلعہ پیندہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر چوبیس روز قیام  
 کیا یہاں معلوم ہوا کہ قطب الملک والی حیدر آباد نے عادل شاہ سے اتفاق کر لیا  
 ہے چار ہزار سوار اور دس ہزار پیادے اپنے سردار شہزادہ کے ہمراہ پہلے بھیجے  
 تھے اور اب اپنے خواجہ سردار مضافی کو جو نیک نام خان مشہور ہے اُسکو چھ ہزار سوار اور  
 پچیس ہزار پیادے دیکر والی بیجا پور کی مدد کو بھیجا ہے ۲۵ شعبان کو بادشاہی لشکر  
 انامی پر پیندہ سے اس قصد سے کہ عادل شاہ کی ولایت کو دوبارہ جا کر جانتا کہ ملن ہو

برباد کرے روانہ ہوا۔ ہرمضان ۹۷۰ جلوس کو تلجا پور لشکر پہنچ گیا پھر وہاں سے  
 جا کر قلعہ کنہوتی کو فتح کیا اور پھر قلعہ نیلنگہ فتح کر کے قیام کیا اس عرصہ میں نیتاجی بھی  
 دشمنوں سے جدا ہو کر بادشاہی لشکر میں آگیا اور سیواجی بادشاہ کے سلام کے لیے  
 دہلی کو روانہ ہوا۔ سنبھاجی اسکا بٹیا اور پانوسوار اور ایک ہزار پیادے اسکے ساتھ  
 تھے۔ سترہ ہجری کا زمانہ تھا راجہ جے سنگھ نے اسکے قدمبوسی حاصل کرنے کی  
 عرضداشت بادشاہ کو بھیجی تھی جب سیواجی دار الخلافت کے قریب پہنچا  
 تو بادشاہ نے رام سنگھ ولد جے سنگھ اور منہاس خان کو اسکے استقبال کو بھیجا۔ اسکے  
 پندرہ سواشریان اور چھ ہزار روپیہ کل تیس ہزار روپیہ کی نذر گذرانی بادشاہ کے  
 اشارہ سے وہ پنجراہی منصب والون میں بٹھلایا گیا سیواجی ہفت ہزاری منصب  
 کا متوقع تھا۔ فرسودہ خاطر ہوا اور اسکے چہرہ پر خجالت و جالت کا اثر بادشاہ کو محسوس  
 ہوا۔ عالمگیر پہلے ہی سے اسکے افعال سے ناراض تھا اور بھی ناخوش ہو اسکے لیے  
 خلعت و جواہرات و ہاتھی موجود تھے مگر وہ عیاری سے بیماری کا بہانہ لایا اور آپ  
 کو نہ میں علیحدہ بیٹھا بادشاہ سے آداب کے خلاف اسکی ادائیں معروض ہوئیں  
 وہ دربار سے رخصت کیا گیا اور راجہ جے سنگھ کے مکان کے پاس شہر کے باہر  
 ٹھہرایا گیا اور راجہ جیسنگھ کو اسکی حقیقت لکھی گئی کہ اس سے کیا قول و قرار ہوے  
 ہیں اور وہ مجھ سے محروم رکھا گیا مگر اسکا بیٹا مہر کیو برابر حاضر ہوتا رہا فولاد خان  
 کو توال کو ٹکرانی کا حکم تھا مگر راجہ جیسنگھ کی عرضداشت اس مضمون کی آئی کہ وہ مجھے  
 ہمیشہ کی اطاعت اور ترک بغاوت کا وعدہ کر کے گیا ہے اگر فضل و کرم بادشاہ  
 اسکے جرم سے درگزر کریگا تو میں احسانمند ہوں گا بادشاہ نے راجہ کی سفارش

پہرہ اوٹھا دیا سیوا جی موقع پاکر ۲ صفر کو وضع بدل کر معہ اپنے بیٹے سنبھاجی کے بھاگ گیا جب عالمگیر کو سیوا جی کے فرار ہو جانیکا حال معلوم ہوا تو بادشاہ نے راجے سنگھ کو لکھ بھیجا کہ نیتا جی جو سیوا جی کا عزیز اور اوسکی فوج کا افسر ہے اسکو گرفتار کر کے دلیر خان کے ہمراہ بھیج دینا چاہیے اور حلیہ تودار کے نام گرز برداروں کے ہاتھ حکم بھیجا گیا کہ سیوا جی جسجگہ چلے اسکو گرفتار کر کے ہمارے حضور میں روانہ کرنا چاہیے۔

القصہ جب سیوا جی دہلی روانہ ہوا تو اس زمانہ میں بادشاہی لشکر کے قریب شہزادہ مدوی معہ فوج کے پڑا ہوا تھا اسنے ترکنا زخان دو تاجی پر نزع کیا بادشاہی بہادر وں نے خوب بہادری سے مقابلہ کیا مگر قاتل سپاہ سے اوپر میدان تنگ ہوا بہت سے لوگ کام آئے آخر دینیل دلیر خان کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ خان شہامت نشان فوراً بلا تو قہ معہ اپنی فوج ہراول کے روانہ ہوئے جسجگہ لڑائی ہوئی تھی وہاں پہونچے رات کے وقت وہاں قیام کیا اور قریب آدھیوں کے جو کام آئے تھے انکی لاشیں اٹھانے کا حکم دیا کہ لاشیں خاک سے اٹھا کر جو مسلمانوں کی ہین وہ دفن کیا گئیں اور ہینوں کی جلانی جائیں راجہ رائے سنگھ بھی لشکر گاہ سے کوچ کر کے آخر رات کو دلیر خان کے پاس پہونچے دلیر خان دوسرے رات

سلہ اور روز دلیر خان رضی اللہ عنہ آگئی داد آن خان شہامت نشان بلا تو قہ با فوج ہراول روانہ آفسوب شدہ و بھانیکہ جنگ واقع شدہ بود یہ شب آجما تو قہ گزیدہ قریب صد و پنجاہ تن از مبارزانے کہ جان نثار شدہ بود و نثار شدہ کرد کہ شہمے آہنا را از خاک برداشته مسلمانان را دفن کردند و ہندو و نثار اسونقندہ و راجہ کھنسلک نیز با اشارہ راجہ آوا خرب رفتہ باد پیوست خانہ کور روز دیگر مدفن اعادے کہ کیا رفت کہ کردہ از جنگ گاہ اقامت شہنہ روان شد و مخالفان از استماع خبر آمدن اور دوا دی فرار نہادند ۱۰۱۱ عا لمگیر نامہ



دلیر خان جس طرف داؤد خان اور قطب الدین خان غنیم سے لڑ رہے تھے بڑے  
تھوڑے گئے تھے کہ ایک فوج دشمن کی اس ارادہ سے کہ داؤد خان قطب الدین  
خان کی فوج کے پیچھے سے آکر حملہ کریں اپنے لشکر سے جدا ہو کر آ رہی تھی دلیر خان  
نے ان رو باہ صفوں پر حملہ کیا اور اسکو متفرق کر دیا دلیر خان اسجگہ سے فرصت  
کر کے آگے بڑھے دیکھا کہ داؤد خان و قطب الدین خان رسد کے چو پایہ دشمنوں  
سے پھین کر اپنے لشکر گاہ کو روانہ کر چکے ہیں اور نہایت اطمینان سے دشمنوں کے  
ساتھ معرکہ آرائی کر رہے ہیں دلیر خان اسنے جا کر ملے لودیان اور غیرت خان  
دلیر خان کے بھتیجے جو نلے سامنے تھے اونھوں نے اپنے گھوڑے اوٹھلے  
اور نہایت شجاعت سے مخالفوں پر بہادرانہ حملے کیے اور انکو پسپا کر کے خاک  
والدیا جب مخالفوں کی فوج اور ملک کو آگئی دلیر خان ہاتھی سے اوتر کر  
گھوڑے پر سوار ہوئے اور جلوہ یزاونکے سر پر پہنچے اور اپنی خدا داد  
شجاعت سے وہ دلاوری کے جوہر دکھائے کہ مخالفوں کا منہ  
میدان سے پھیر دیا اور بہت سے شہریر تہ تیغ بیدریغ کیے  
دو کوس تک دشمنوں کو بھگاتے لے گئے دلیر خان کی روانگی  
کے بعد راجہ نے کچھ بندہ و قبیون اور افسروں کو لشکر کی محافظت پر چھوڑا اور  
غنیم کی جوداہنے جانب نمودار ہوئی تھی اوپر حملہ کیا اور خوب بہادری کی داد دی فتح  
جنگ خان اور کیرت سنگھ بھی لشکر سے بڑھ کر خوب لڑے آفرکار دشمن مغلوب ہو کر  
جائے راجہ دلیر خان کی طرف جانیکے لیے بڑھے مگر نسا کہ دلیر خان مظفر و منصور ہو کر آئے  
ہیں پھر رات گئے کل فوجیں بادشاہی اپنے قیام گاہ پر آئیں اس لڑائی میں دو سو



آدمی بادشاہی لشکر کے کام آئے اور چار سو پنیٹھ زخمی ہوئے دشمن کے لوگ اس سے دو چاند قتل و زخمی ہوئے اور ایساں مددوی معروف بہ شہزادہ خان جو رکن اعظم ملک دکن کا تھا اور فنون سپہگری میں کامل سردار تھا اس کے ہاتھ میں گولی کا زخم اور مونڈھے میں نیزہ کا زخم لگا اور وہ زمین پر گر پڑا لوگ اس کو اٹھا لیکن اس کا چھو بھائی بھی زخموں سے چور ہو گیا اس معرکہ میں بائیس ہزار سوار بچا پور اور گلگندہ کے تھے ۵ ذیقعدہ کو بادشاہی لشکر تلپور سے کوئی کر کے قریب قلعہ تیر کے جو پرگنہ دہو کی متعلقہ بجا پور کے ہے پہنچا اور پڑاؤ والا بھی کل لشکر نہیں آنے پایا تھا کہ بجا پور گلگندہ کے لشکر نے بادشاہی لشکر پر حملہ کرنا چاہا مگر آج یہ خبر سن کر فوراً دشمن کی طرف روانہ ہوئے اور دلیر خان اور بعض عمائدین لشکر کو کھلا بھیجا کہ ہما شک ممکن ہو جلد آئیں دلیر خان

سے راجہ دلیر خان، دیگر سرداران فیروزی نشان پیام داد کہ خود رازدو تر برساندہ آنا نیزہ رازہ براہ پوستانہ چون بغیر نزدیک رسیدہ دلیر خان پیش روے راجہ شہ راجہ کھسٹہ در دست خان مذکور قرار گرفت و از غنیمت عاقبت زخمی خواص بپہ شہزادہ مدوی و دیگر بچا پوریان و حیدر آبادیان قطب اسکی با قریب ہفت ہزار روپہ و بڑاؤ دانی و قطب الدین خان تحت آرا گشتند و بنیر و ہلول با تمام افغانان بجا پوری و انکوی بھونسلہ و بانک جی کو اپرہ دو گیر مرہٹا سے بجا پور و شہزادہ حیدر آبادی کہ فوج گرائی بودند بہ دلیر خان مقابلہ شدہ بانے چند انداختند آن خان شہامت نشان جنگ تو پخانہ قیدہ ناسدہ و لیرانہ سمنہ جلاوت بدفع مخالفان برا نیگفت و نزدیک آنا رسیہ بہ تخی تر و سناہی خورنیزیان گروہ باطل سنیزد آویخت و چون ہشتالہ نیران حرب و قتال شدت پذیرفت احد سے بر کمال سطوت و سولت مجاہدان عیش اقبال را تاب نیاوردہ روئے سمت از مقابلہ بر تافتہ و دلیران عرصہ بروز شیرانیشہ نوردان روئے عنقان شقاوت کیش را پیشانختہ جتا قبہ درآمد نہ فرغت و نعمت برادر زادہ ہائے ناخدا کہ از پیش روان معرکہ کارزار بودند کوشش ہائے مردانہ بجای آوردند و حیدر آبادی و دیگر شہزادہ و دیگر شہزادہ ہائے کار سے برداشتہ از مرکب فرو افتاد دلیر خان بہر جا غلبہ از سپاہ مخالفت مشاہدہ میکرد و با چہ روئے شہادت و مردانگی خود را سانیہ بدفع آناہی پرداختہ ماجہ نیز کہ دست آن خان جالت آئینی بود مساعی شایان و تلاش ہائے نمایان بتقدیم رسانیدہ صفحہ ۱۰۵ عالمگیر نامہ

یہ سنکر فوراً پڑھے اور راہ میں راجہ سے مل گئے جب غنیم کے نزدیک پہنچے  
 دلیر خان راجہ کے آگے بڑھے اور راجہ راننگ دلیر خان کے ایک طرف ہو گئے  
 دشمن کی فوج سے خواص اور فرزند شہزادہ مہدوی اور دیگر جاپوری و حیدر آبادی  
 قریب سات ہزار سوار کے قطب الدین خان و داد خان کی طرف بڑھ کر صف آرا  
 ہوئے اور نہروہ بھول مع تمام افغانان جاپوری اور داکوئی بھونسلہ و مانجی کوہا پرہ  
 اور دیگر مہٹے جاپوری و شہزادہ حیدر آبادی بکے ساتھ عظیم الشان فوجیں متین  
 و دلیر خان کے مقابل ہوئیں آئے پہلے انھوں نے چند بان حسب عادت چھوڑ  
 ا و سو قت خان شہامت نشان دلیر خان تو پچانہ کی جنگ  
 کے پابند نہ ہوئے دلیرانہ اپنی شجاعت کا سمند اوٹھایا اور مخالفوں  
 کے سرو پر ہو پونچ گئے اور نہایت بہادری سے تیغ تیز اور سنان  
 خون ریز سے ان نابکاروں کو خونیں ڈبوں نے لگے نہایت سخت  
 مقابلہ پیش آیا جب شعلہ جنگ کا انتہائے حد پر پہونچ کر بھڑک  
 اوٹھا تو دشمن مقابلہ کی تاب نہ لائے اور اس شیر شجاعت کے  
 سامنے سے مثل رو باہ کے بھاگے اور انھوں نے انکا  
 تعاقب کیا غیرت خان و نعمت خان دلیر خان کے بھیتے  
 جو پیشقدمان معرکہ کارزار سے تھے انھوں نے بھی خوب  
 بہادری کی اور حیدر داد خان دلیر خان کے تیسرے بھیتے ہوئے

سے جو ہو کر گھوڑے سے گر پڑے بعضے جو انہر دو جن نے  
 اس جنگ میں کاری زخم کھائے دلیر خان جسبجک مخالف کی  
 فوج کا غلبہ مشاہدہ کرتے تھے اپنی کمال دلیری و شجاعت سے  
 وہاں پر فوراً پہنچتے تھے اور انکو دفع کر دیتے تھے راجہ نے  
 بھی جو اس وقت دلیر خان کے واسطے ہاتھ کی طرف تھے خوب بہادری و مردانگی دکھائی  
 دشمنوں نے موقع پا کر جادون رائے پر جو فوج سے کسیدہ دور تھا هجوم کیا اسنے  
 بھی مع اپنے ہمراہیوں کے دشمنوں کے ہٹانے پر نہایت جرات سے کام لیا  
 کچھ اسکے ہمراہی کام آئے اور کچھ زخمی ہوئے راجہ رائے سنگھ اسکی مدد کو پہنچ گئے  
 جب مخالفوں کی کسی طرف کچھ نہ چلی مجبور ہو کر بھلگے سات کوں تک بادشاہی لشکر نے  
 مخالفین کا تعاقب کیا پالکی و چتر اور بہت سے اونٹ اور دیگر سامان و آلات حرب  
 غنیم کے جو چھوٹ گئے تھے بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے راجہ جیسنگہ داود خان  
 و قطب الدین خان کو خواص اور پسر شہزادہ ہمدوی وغیرہ کے مقابلہ میں چھوڑ کر ولین خان  
 کی خبر اور کمک کو روانہ ہوئے ایک کوں پہنچے ہونگے دیکھا کہ یہ گروہ غنیم کاں  
 قصد سے کہ دلیر خان کے پیچھے سے حملہ کریں داود خان و قطب الدین خان کے مقابلہ

سے داود خان قریشی بھیل خان کے بیٹے تھے یہ حصار فیروزہ کے شیرازے تھے انکے باپ خان بہان خان لودی  
 کے ملازم تھے جو اسکے ساتھ دہر پور میں رہ گئے شیخ داود شہزادہ داراشکوہ کے ملازم ہوئے اور تھرا ماہین و طبیب  
 میں فوجدار رہے انھیں ایام میں حسب استدعائے شہزادہ کے بادشاہ کے حضور سے خطاب خانی سے سر ملتا اور  
 بعد ہمارے داراشکوہ ہی و عالمگیری کے بہکے سے یہ جدا ہو کر خانہ نشین ہوئے عالمگیری نے خلعت پہن کر انکو بلوایا بنگالہ میں  
 سلطان شجاع سے عالمگیری کی طرف سے یہ خوب لڑے اور چار ہزاری منصب اور تین ہزار سوار کی سرداری سے

سے منع پھیر کر آ رہے مگر اس جگہ سے پھر گیا اس حال میں خبر آئی کہ دلیر خان کے  
 ہمراہی دشمنوں کو بھگا کر دور لے گئے ہیں اور ان کے تعاقب میں متفرق ہو گئے  
 ہیں اور دلیر خان کے پاس کل تین سو آدمی رہے ہیں راجہ یہ سن کر فوراً ایک پہاڑی  
 جو ان کے اور دلیر خان کے مابین حائل تھی اسکو طے کر کے دلیر خان کے نزدیک آئے  
 کیرت سنگھ دفع جنگ خان جو راجہ کے فوج کے مقدمہ تھے وہ بھی دلیر خان کے  
 پاس پہنچنے لگے مگر وہ جہ سے کہ مخالفت کی بڑی فوجیں گوشمالی پا کر بھاگ چکی تھیں اور دن  
 آخر ہو چکا تھا تعاقب کرنا مناسب نہ سمجھا اور دلیر خان سے پیام کیا کہ آپ  
 اپنی باگین گھنچیلین اور اپنی فوج متفرق کو فراہم کر لیں اور لشکر گاہ کو روانہ ہوں اسی ضمن میں  
 فتح جنگ خان کا ہاتھی زخمی ہوا اور مخالفین نے اسکو پکڑنا چاہا جس پر فتح جنگ خان  
 اور راجہ نے دشمنوں کو بھگایا ہے جسکا مفصل قصہ تذکرہ فتح جنگ خان میں ہم نقل  
 کر چکے ہیں۔ جب شام ہو گئی اور لشکر شاہی کو ہر طرح فتح حاصل ہو گئی تو خوشی کے  
 تقابے بجاتے ہوئے اپنی قیام گاہ کو واپس آئے اس جنگ میں حیدر ترکمان  
 جو قطب الملک کے لشکر کا سردار تھا زخمی ہوا اور پانسو سے زیادہ بیجا پورا اور گلگندہ  
 کی فوج مار گئی جس میں موسیٰ افغان و زبیرہ بھلول اور مانکوی سپرنایک کمرارہ اور دیگر  
 مخالف کے سردار مار گئے اور قریب ایک ہزار کے غنیم کے آدمی زخمی ہوئے اور  
 تیس ہزار سے زائد کے موبہ دار رہے اسکے بعد زبیرہ بھلول کی گوشمالی کی اور اسکے  
 دار الخلافت میں حاضر ہو کر سیوا جی کی گوشمالی کے لیے حسب احکم شاہی دکن گئے اسکے بعد غازیوں کے  
 موبہ دار کیے گئے اسکے بعد موبہ دار کے موبہ دار ہوئے دلیر خان کے ساتھ مدت تک یہ رہے ہیں  
 اور خوب خوب بہادریاں کی ہیں بڑے کار گزار اور بہادر شخص تھے انکے بیٹے حمید خان تھے بھگتا قتال  
 شکرہ مالگیری بن ہوا ہے۔

بادشاہی لشکر کے ایک سو پچیس آدمی کام آئے اور سات سو چار انہیں زخمی ہوئے  
 بادشاہی لشکر نے تین روز وہاں قیام کیا اور ۱۵ تالیخ کو وہ منزلین کر کے دس  
 کوس پر دریائے مانجرہ کے کنارہ فتح آباد عرف دہارو میں پراؤڈالایان یہ آکر  
 رائے قرار پائی کہ دشمن نے پیشہ قزاقی کا اختیار کیا ہے اسلئے بادشاہی لشکر  
 لشکر گاہ میں چھوڑ دے اور سبکبار ہو کر دشمن کا تعاقب کرے چنانچہ ۲۲ یقعدہ  
 کو اسی طور پر دریائے مانجرہ سے کوچ کیا گیا اور دہارو میں کی طرف جہاں دشمن  
 کے موجود ہونے کی خبر سنی گئی تھی رخ کیا اٹھائے راہ میں یہ خبر سنی گئی کہ غنیم کی فوج  
 نے بادشاہی لشکر کے آئینے خبر پا کر فرار کیا اور تلجا پور چلی گئی ۲۷ تالیخ کو موضع سحری  
 میں جو پرگنہ پر بندہ میں ہے دریائے سین سے گذر کر دریائے بہرہ کے کنارہ قیام  
 کیا وہاں مخبروں سے معلوم ہوا کہ کل فوج مخالفت کی شولا پور کی طرف جمع ہوئی ہے او  
 عادل شاد نے یہ امر یقین کر کے کہ بادشاہی لشکر کے مقابلہ میں میری فوج کو کافی  
 نہیں ہو سکتی مسلمان لڑائی کا ارادہ ترک کر دیا اور اپنے سردار ابو الحمد نیرہ مجتہد کے معہ  
 اس لشکر کے جو ناس خیل مشہور ہے بلایا اور دیگر سردار و کلو ترک جنگ کا حکم دیا  
 اور یہ بھی لکھ دیا کہ جب تک لشکر بادشاہی ہمارے حدود میں رہے تم شولا پور کی طرف  
 پڑاؤ نہ کھو اسی طرح قطب الملک نے اپنا لشکر جو بیجا پور کی ملک کو بھیجا تھا یہاں آباد  
 بلوایا۔

چونکہ بادشاہی لشکر صرف مخالفت کے ولایت کی خرابی و بربادی کے لیے مقرر  
 ہوا تھا اور اس نے کوئی دقیقہ بربادی کا اٹھانہ رکھا اور تمام محالات بیجا پور کو کمر تخت  
 و تاج کر ڈالا اور جتنی مرتبہ سمت آرائی ہوئی بادشاہی لشکر دشمنوں پر غالب رہا

اور اب موسم برسات کا بھی سر پر آگیا لہذا فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ شاہی لشکر اور نگاہ باد چلا جائے اور موسم برسات کا وہیں گزارے اور بعض سردار اپنی جاگیر و نہر جائیں تاکہ وہ وہاں آرام پا کر آسودہ حال ہو جائیں۔

تایخ ہندوستان کے صفحہ ۲۵۶ میں خان بہادر شمس العلاء لکھتے ہیں کہ جب بادشاہی لشکر بجا پور کو بر باد کر چکا اور کوئی کسر خرابی نہ اٹھا کر کھی اور موسم برسات کا سر پر آگیا اور آمد و رفت میں دشواری ہو گئی اس لیے راجہ جیسنگ اور دلیر خان نے یہ امر مصلحتاً ضروری تصور کیا کہ چند روز زخمیوں کے علاج کے لیے اور باروت وغیرہ کے جمع کرنے کے لیے اور لشکر کے آرام کی واسطے قصبہ دہار کے متصل ٹھہرنا چاہیے اور بادشاہ کو عرضداشت بھیجی اس ضمن میں دکنیوں کا یہ حال ہو گیا تھا کہ قلعہ کے اندر مصالحہ اور غلہ ختم ہو گیا لہذا ان بیکار ہو گئیں تیر و نکے پروڑ گئے تلوار و تکی دھارین کنہ ہو گئیں ان وجوہات سے وہ جان سے عاجز آ گئے دونوں طرف کے سردار مصلحت کے لیے بہانہ جو ہوئے اہل بجا پور المفلس فی امان اللہ کا اظہار کر کے امان طلب ہوئے جب بادشاہ سے حقیقت حال عرض ہوئی تو اسے حکم بھیج دیا کہ بادشاہی لشکر محاصرہ چھوڑ کر اور نگاہ باد چلا جائے اور برسات وہیں گزارے اور بعض امرا و سردار اپنی جاگیر پر جائیں اور دلیر خان میرے پاس آئیں۔

عالمگیر نامہ میں ہے کہ قلعہ منگل سیدہ حسین شاہی فوج تھی وہ ایسا مضبوط تھا کہ لشکر بادشاہی کے چلے جانیکے بعد دشمن نہ لے سکتا لہذا راجہ جیسنگ نے دلیر خان سے کہا کہ آپ وہاں جا کر تو پناہ اور دیگر جو سامان ہے اس کو لیکر قلعہ خالی کر دو اور دلیر خان ماہ و بقیہ کی چاند رات کو معہ قباد خان اور راجہ رائسنگ کے قلعہ منگل سیدہ کو گئے

اور قلعہ میں جس قدر باروت و سیسہ تھا بند و قیون اور بیلداروں وغیرہ کو تقسیم کیا کہ لشکر گاہ کو لیما بین اور تمام غلہ اور دیگر ذخیرے جس قدر موجود تھے انکے بابت شکر و انوکو حکم دیا کہ جہاں تک ممکن ہو خرچ کریں اور جو کچھ بچے آگ لگا دیں اور قلعہ کے کنگر و کنکے گرانے کے واسطے بیلدار مقرر کیے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے منہدم کر دیں غرض کہ بعد فراغت ان کاموں کے دلیر خان نے جتنے کہ آدمی قلعہ میں تھے سب کو اپنے ساتھ لیا اور ۶ ذی الحجہ کو لشکر گاہ کو آگئے اسکے دوسرے روز بادشاہی لشکر نے دریائے ہمرہ کے کنارے سے کوئی کیا اور پریندہ کے نواح میں جا کر قیام کیا اور وہاں سے بھوم ہوتا ہوا اطراف بیرمین آیا اور ۷ ربیع الثانی تک اسطرت قیام رہا اسی زمانہ میں سیوا جی نے دار الخلافت سے فزا کیا اور راجہ جیسنگ کے نام شاہی حکم پہنچا کہ نتیاجی جو سیوا جی کا عزیز اور اسکے لشکر کا سردار ہے اسکو قید کر کے دلیر خان کے سپرد کر دو اور خان مذکور اسکو اپنے ہمراہ لیکر جاوے حضور میں آئیں راجہ نے نتیاجی کو فتح آباد میں تھا اسکے قید کرنے کے لیے ایک جماعت بھیج دی اور وہ ۵ جمادی الاول کو گرفتار ہو کر لشکر شاہی میں آگیا راجہ نے اسکو مع اسکے بیٹے کے دلیر خان کے سپرد کر دیا اور اسکے دوسرے روز دلیر خان قریب بیر کے راجہ سے جدا ہوئے اور حسب الطلب بادشاہ کے دار السلطنت کی طرف روانہ ہوئے

۱۲۸ ربیع الثانی میں راجہ جیسنگ کا دربار شدہ کہ نیتے خوش سیوار اور لشکر نمودہ دلیر خان سپاہ و خانہ کو راہ و ہمراہ گرفتہ بجناب خلافت آہ راجہ جیسے بیست اور دن نیز کہ درخت آباد و دو تین نمودہ آن جامہ اور انجم جامی الٹے بلشکر نظر اثر رسانید نہ و راجہ آن مسعود العاقبت را کہ حقیقت ریشخس بیدہ سپہ احترام و شرف اندوزی اباد را کہ شرف اسلام سبق ذکر یافتہ پامپرش عوا دلیر خان نمودہ آن خانی بالعد خان روز رگر بریز راجہ جدا شدہ بموجب فرمان طلب و اندوہ گاہ علی شدہ ص ۱۰۲۱ ما لکیر نامہ۔

اسکے بعد ۹ ماہ مذکور کو راجہ جے سنگھ وہان سے چلکر جمادی الثانی کو اورنگ آباد پہنچے جب نیا جی دہلی میں آیا اور مقید ہوا تو وہ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گیا اور عالمگیر نے اسکو سہ ہزاری ذات اور دو ہزار سوار کا منصب عنایت کر کے محمد قلی خان کا خطاب مرحمت کیا۔

## نواب دلیر خان کو عالمگیر کا شاہ ایران کی مہم کے لیئے طلب کرنا

جب دلیر خان جیلاور کی مہم سر کر چکے اور حسب اطلب دار السلطنت آرہے تھے نیا جی مقید اسکے ہمراہ تھا اس عرصہ میں کہ نوان سال جلوس کا تھا شاہ عباس کا ہنگامہ پیش آگیا یعنی اسنے سرحد ہندوستان پر فوج کشی کر کے عالمگیر سے مقابلہ کا ارادہ کیا جب عالمگیر کو یہ خبر پہنچی تو بادشاہ نے دلیر خان کے نام فرمان بھیجا کہ ہمان تک ممکن ہو جلد آنا چاہیے دلیر خان کمال عجلت سے آرہے تھے اور دریائے نرہ سے اوتر چکے تھے کہ نیزنگی تقدیر سے شاہ ایران خاق کے مرض میں مبتلا ہو گیا اور مر گیا اور اس آشوب کا شعلہ ٹھنڈا ہو گیا اس جنگ کے ہونے کی وجہ ایک یہ بھی مورخوں نے تحریر کی ہے کہ شاہ عباس فرمانرواے ایران نے سنہ ۱۰۱۰ جلوس عالمگیری میں اپنے سفیر بوداق بیگ کو مع تینت نامہ کے ہندوستان بھیجا تھا جب وہ اورنگ زیب کی خدمت میں مع نامہ و تحائف کے آیا تو اورنگ زیب نے اسکی نہایت عزت کی اور جواب لکھا اسکے بعد سنہ ۱۰۱۱ میں اورنگ زیب



نے اپنے یہاں سے تربیت خان کو ایران کی سفارت کے لیے بھیجا اور اسکے ساتھ تحفہ جات اور تنیت نامہ روانہ کیا مگر جب تربیت خان اصفہان پہنچا تو شاہ ایران کچھ مکدر خاطر نکلا اور سفیر مذکور کے ساتھ نہایت کج ادائیگی سے پیش آیا اور سفیر کے ساتھ کوئی سلوک نہ کیا بلکہ بعض اوقات ہندوستان پر فوج کشی کا ارادہ ظاہر کیا جب تربیت خان ایک سال کے بعد فرج آباد آیا اور ہندوستان کی روانگی کا قصد کیا تو شاہ ایران نے ایک بڑی فرج اور توپخانہ ہندوستان کے لیے خراسان میں متعین کیا اور خود فرج آباد سے ہفتانہ میں آگرہ سامان جنگ میں مصروف ہوا جب سفیر مذکور یہ حال دیکھ کر ہندوستان کے حدود میں پہنچا تو اس نے اس امر کی غرض سے اورنگ زیب کے حضور میں روانہ کی اورنگ زیب عالمگیر کو بھی غیرت بادشاہانہ ہنس گیر ہوئی اور اس نے ایران پر فوج کشی کا قصد کیا اور پہلے شاہزادہ محمد معظم کو معہ راجہ جسونت سنگھ کے میں ہزار سوار اور توپخانہ ساتھ کر کے کابل کو بھیجا اور کابل سے تھارے پیچھے شاہی خیمہ بھی آنا ہے شاہزادہ موصوف فوراً روانہ ہو گیا اس ہم کے لیے اورنگ زیب نے اکثر لشکر کے سرداروں کے نام طلبی کے احکام جاری کیے اس ضمن میں شیرخان کے نام بھی فرمان بھیجا اور خان موصوف حسب احکام منزل مقصود

ملے چون دیرخان تاران ولایت یحی اور پرہ اخت عاقلانہ انشاہ سزا بعد بنا برہنگہ شاہ عباس ثانی کی بزم سپاہ کشی در زمانہ نامی اعیز شادان لشکر سپر ہندوستان اطوار سیکرہ از جانب عالمگیر اکثر سرداران سپہ سالاران و حکام طلب غرض دریافت دیرخان تیرہ سال تمام حسب اطلب برنجان سرعت و تمحال روانہ شد از ویلے نزدیک شدہ بود کہ از نیزگی تقدیر حیات مستعار شاہ ایران میرے گرد و ناہ آشوب با ظفر لڑا لڑا دیرخان وصول بریلج بجے از ہرا بادشاہی کہ ہندو داشت عظمت عثمان بجانب چاندہ دو گولہ نمودہ مازالامہ حسب از عالمگیر نامہ

لڑا شاہ جلیلہ اطلب دیرخان و بہادر خان و دادو خان و دیگر سردار سپہ سالاران کہ از پایہ سریر گردون نشان دور و دور غنمہ یافتہ حکم شد کہ برنجان سرعت و استعمال خود را بسایہ چتر قبول رسانند ۵۰۰ عالمگیر نامہ

کی طرف راہی ہوے اور پنجاب کی طرف بادشاہ اورنگ زیب بھی روانہ ہوا آگے  
 پلکرمستان اور قندھار کے زمینداروں کی عرضیاں آئیں کہ شاہ ایران جب فرخ آباد  
 سے اصفہان کی طرف پلاتا تو راہ میں اسکو شناق کا مرض پیدا ہو گیا اور تھوڑے  
 عرصہ میں مابعدہ نے اسکو شرفی کی کہ مرض لاعلاج ہو گیا اور وہ مارچ الاول میں  
 اس دارخوڑ سے انتقال کر گیا اس سانحہ کے پیش آنے سے بودلاق بیگ لشکر  
 ایران سے جدا ہوا اور نہایت عجلت سے اصفہان پہونچا اور وہاں امرا و ارکان  
 دولت کے اتفاق سے اسنے سفی مرزا کو جو پڑا بیٹا شاہ ایران کا تھا تخت نشین  
 کرایا اسکے بعد کل لشکر ایران کا اس سے جا کر ملیا مالمکہ کو شاہ ایران کے منیکہ  
 خبر سے خوشی نہوئی بلکہ ملال کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر شاہ زندہ رہتا تو فیما بین  
 میرے اور اسکے صفت آرائی کا مزہ تھا اور اب تقاضاے مروت نہیں ہے  
 کہ ایران پر لشکر کشی کیجائے لہذا شہزادہ کو واپسی کا حکم بھیج دیا اور اس معبرکہ  
 کا اس طرح پر خاتمہ ہو گیا

## نواب دلیر خان کا دیوگڑھ و چاندپر لشکر کشی کرنا اور وہاں راجاؤں سے پیشکش وصول کرنا

جب ولایت پرانہ اور دیوگڑھ کے راجاؤں نے سرکشی کر کے بغاوت

ملیہ دیوگڑھ اورنگ آباد دکن کے متصل واقع ہے اسکو محمد شاہ ثانی نے دہلی اور جاڑ کر آباد کیا تھا اور اس کا نام  
 دولت آباد رکھا تھا اکثر اولیاء اللہ بھی دہلی سے لیا کر آباد کیے تھے جو دہلی میں دفن ہوئے وسط ہند میں  
 مقام واقع ہونے سے شہر بسایا اور دارالسلطنت بنایا تھا ۱۲

اختیار کی تو اورنگ زیب کو اونکی گوشمالی منظور ہوئی اسلیے اسنے دلیر خان کو  
 سپہ سالار لشکر کا مقرر کیا اور اونکے نام فرمان بھیجا دلیر خان بجا پور کی سرکوبی کر کے  
 حسب الطلب بادشاہ کے حضور میں آ رہے تھے کہ اسی اثنائیں ایران کی مہم کا  
 معاملہ پیش آ گیا اور اونھوں نے حسب الحکم او دہر کو رنج کیا تھا مگر شاہ ایران کے  
 انتقال سے وہ مہم معطل ہو گئی یہ ہنوز دو منزل دریا سے نربہ سے گزرنے پائے  
 تھے کہ وہاں پر بادشاہی فرمان انکو مل گیا اوسمیں لکھا ہوا تھا کہ جسجگہ پہونچے ہو وہاں  
 سے فوراً واپس ہو کر چاند وردیو گدہ کی ولایت کو روانہ ہو جانا چاہیے اور وہاں  
 کے باغی راجاؤں کی واجبی سزا کرنا چاہیے دلیر خان فرمان کے پہونچنے ہی اسطرح  
 کو روانہ ہوئے اوسوقت اونکے ساتھ اپنا ماتحت لشکر افغانوں کا تھا اور اسکے  
 علاوہ دیگر سردار جنمیں قادر داد خان وزیر دست خان و آتش خان برق انداز خان  
 رند و لہ خان راجہ سجان سنگہ بندیہ راوہا سنگہ ہاڈرا و کرن بھورتیہ راجہ نرسنگہ

۱۷ درین ہنگام تعین افواج جاتگشا است بسر کردگی دلیر خان بر سر زمین چاندہ بیدار گشتن و انخواست  
 و دادن پیشکش شائستہ با ولیعہد دولت

۱۸ چابتر بنیہ آن و گوشمال آن خسراں مال پیش نہاد ہمت خسروانہ گشت یہ فرمان قہرمان بلال بدلیر خان  
 کہ با برسنے از مسکر منبعہ و کن بعدہ سران از تاخت ولایت بجا پور بہ پیشکادہ حضور طلب شدہ بود صادر  
 گشت کہ بہ جاکہ رسیدہ باشد بجز دوردد نشور لایع النور برگشت با ہر امان بر سر ولایت آن مشہر رود  
 آن خان مذکور و منزل از دریا سے نربہ و گدہ گشتہ بود کہ بوصول یر لنگ کر امت نشان مباحی گشتہ بازہ ولایت  
 در راجہ سجان سنگہ بندیہ راوہا سنگہ ہاڈرا و کرن سنگہ بھورتیہ و راجہ نرسنگہ کو رجعت سنگہ ہاڈہ و قادر داد  
 خان وزیر دست خان و آتش خان و برق انداز خان و گروہے دیگر از مبارزان نصرت نشان و آہنہ  
 جمادی الاخر غازی مہمہ گشت ۱۰۲۳ مہمہ عالمگیر نا۔

کو رنجیت سنگھ وغیرہ سب نے کتبائع و ہمراہ تھے آخر جمادی الاول آخرین دیر خان منزل

سلطہ واسطہ شعبان دیر خان بالفوج قلعہ و بھدو ولایت چاندہ رسیدہ ماہی ملازمتیہ رستہ بطوت عساکر نفر قہرین  
خوف و درعب بر باطنی ضلالت مٹوٹش اسٹیلایافت ناکیا نام شخصے کہ مدار المہام او بود نزد دیر خان فرستاد  
اظهار و عزو بہتال نہ امت بر سوابق جراہم نموده واسندہ عاکرہ کہ چون آن خان مذکور نزدیک شود بآئین  
مسکنت و خشوع آمدہ ملاقی کرد خان مذکور متنبہ اور اپرا یہ انجاء بخشید و فرستادہ را باز گرفتار  
کہ نوید حصول این مامول بدور ساندہ آن ضلالت کیش را بیاورد چون ناکیا از لشکر فیروزی معاودت  
نمودہ خاطر وحشت زدہ اور از جانب دیر خان مطمئن گردانیدہ او این معنی را فزے غلیم و نعتی تر گشتہ  
بلاتوقعت بغرض ملاقات آن خان شہامت کیش بامہر نام پسر مہین خویش روان شدہ و مبتلہ اندر و سیم  
مسکو کہ محبت پیشکش سرکار بادشاہی کہ عبالہ آوردن آن میسر بودہ ہمراہ برداشت و بست و سیم  
شعبان کہ دیر خان بوضع نامہ کرد کہ سرحد ولایت چاندہ ست نزول نمودہ زبان مذکور باشکر ظفر اثر پیوستہ  
چون قصہ ملاقات خان مذکور نمودہ باشادہ آن خان شہامت نشان آتش خان و رستم خان برادر ایراف  
خان رفتہ آن جالت پرور را با پیشکش آئین مہربان میان بندہ گردن افکندہ بے سلاح و یراق نزد او  
آوردہ و در نہایت نضوع و سہاقتہ کی ملاقات کرد و مقید بہ رسم نہ امت اعتزاز و اظهار مراتب عبودیت  
انکسار نمودہ ایکہ از اشرفی و دو ہزار روپیہ و دو سراپ و یک زنجیر خیل برسم نیاز بہ دیر خان گذرانید  
و ہفت ہزار اشرفی و پنج لک روپیہ کہ ہمراہ آوردہ بود بصیغہ جہانہ و شکرانہ امان بہر کار خاصہ شہرینہ  
سپردہ خان مذکور باہر گفت کہ اگر سلامتی جان و ناموس و بقلم موطن و ولایت خویش میخواستی باید کہ پیشکش  
لایق بر اسے سرکار بادشاہی بزودے سرانجام ببری و من بعد باغواسے دیو ضلالت و تحریک شقاوت  
و نکال قدم از شاہراہ بندگی و فرمان پذیری بیرون نہی اواز کار آنگی و معاملہ شناسی سخن دیر خان را  
آویزہ گوش و ہوش ساخته سرمایہ ہیود کار و سود روزگار خویش دانست و چنین قرار یافت کہ مبلغ یک کروز  
روپیہ از نقد و نفائس اشیاء مثل جواہر مرصع و آلات و فقرہ فیلان کوہ پیکر و سولے آن پنج لک روپیہ  
بہ دیر خان کہ واسطہ اصلاح کار و دوزیہ عنو جہرام در حضرت خلافت گشتہ بود بطریق شکرانہ بدو ہر سالہ  
دو لک روپیہ پیشکش مقربے بہر کار خاصہ شریفیہ مودے سازد و بموجب التماس خان مذکور فرمان عالیشان  
از جناب فسل و احسان شعل بر سر ما شرم آن مورد نکال عصیان و تفویض جانشینی او بہ رام سنگھ

مقصود و کی طرف روانہ ہوئے اور شاہی حکم سے ایرج خان فوجدار ایلچوہ قلعہ خان  
فوجدار پونا وغیرہ لکھنؤ میں مقرر ہوئے وسط ماہ شعبان میں دلیر خان مع فوج  
قاہرہ کے ولایت جانہ کے حدود پر پہنچ گئے مابھی ملاروہان کا راجہ بادشاہی  
لشکر کی آمد سن کر نہایت گھبرایا اور تلبہ خوف سے اسنے اپنے مدارالمہام کو جسکا نام  
ناکیا تھا دلیر خان کے پاس بھیجا کہ میرے بیٹے سے باکر عافری کا اظہار کر اور یہ  
عرض کر کہ میں جلد سے بغاوت کے اطاعت کو تیار ہوں مجھ کو میرے جان و ملک کی  
امان دیجئے جب وہ مدارالمہام دلیر خان کے پاس حاضر ہوا تو نہایت خوشام سے  
ملا اور اسنے امان کی استدعا کی دلیر خان نے اس کی عرض قبول کی اور راجہ کی  
خطا کی معافی کا وعدہ کیا جب مدارالمہام نے اس قول و قرار کا معاہدہ کرنا چاہا

بقیہ صفحہ ماقبل کہیں ہر شہر و دیہہ دلیر خان حقیقت معاملہ راہ شیکہ سلطنت و جہانپانی معروض شدہ  
بروقتہ اتنا اس آں نان بسالت نشان رقم معاملات پر مشورہ ذلت مرزبان مذکور کشیدہ از موافقت لطف و  
وان طناع یر لکھنؤ مطلق معنی بر این معنی بطرف لے نفاذ پیوست و باطلعت فاخرہ بجست سرفرازی و اطمینان  
اواز حضرت خلافت مرسل گشت با جملہ دلیر خان مابھی ملازمیندار را از خود گنجہ داشت و کلاسے اور از حضرت  
کر کہ رفت سر انجام پیشکش کہ مقرر شدہ بود یکوشند و نہاد انیت دیوان با جمع از سوار دپیادہ بدم قلم  
مانک و رک تعین نموده و پس از دو ماہ کہ ہفتاد و ہشت لک روپیہ از وجہ پیشکش وصول رسید  
چون زمیندار مذکور مریض و علیل گشتہ احوال و لائیش فتور و اشتغال پذیرفتہ لاجرم دلیر خان از وسع  
سلطان اندیشی مقرر نموده کہ مابھی ملاروہان سے چند روپے نہاد مشروط بہ اتکال بہ لک دیگر از جماعت  
پیشکش سرکار جہاندار با مبلغ پنج لک روپیہ کہ قبیل وادون آن بھان مومی الیہ مذکور بود کہ مجموع  
بشت لک روپیہ باشد در عرض مدت دو ماہ ادائیجہ درین باب مچلکہ از گرفتہ تا این ہنگام نہایت  
فاخرہ دلیر خان مصلحتاً داند او جو ہر مرتب و بیش و دیگر از ذلت و یک زنجیر نفل بار وادہ بارام سنگ  
پسرش مرض ساخت ۱۲

تو دلیر خان نے اسکی تسلی کر کے اسکو واپس کر دیا کہ تو اپنے راجہ کے پاس جا کر  
معافی کی خوشخبری سنا دے چنانچہ وہ دارالمہام لشکر گاہ سے واپس ہو کر اپنے  
راجہ کے پاس گیا راجہ نہایت گھبرایا تھا دارالمہام نے دلیر خان کی خوشخبری سنا کر  
راجہ کو مطمئن کیا راجہ نے ملک بیج جانا اور پناہ ملانا اک بڑی نعمت سمجھا اور وہ بلا  
توقف خان شہامت نشان یعنی دلیر خان کی ملاقات کو معہ اپنے بڑے بیٹے  
سہ بکر کے روانہ ہوا اور اس جلدی میں کچھ زلفت بھی شکاری کے لیے جو ممکن ہوا  
ساتھ لیا ۲۳ شعبان کو جب دلیر خان موضع ماندرہ میں جو ولایت چاندہ کی سرحد  
پر ہے لشکر لیے ہوئے پڑے تھے وہ دلیر خان کے پاس حاضر ہوا دلیر خان  
کے اشارہ سے آتش خان و رستم خان اور ایرج خان گئے اور راجہ کو معہ اس کے  
بیٹے کے بطور مجرموں کے گردن میں لکھنڈا لکڑی بے ہتیاروں کے دلیر خان  
کی خدمت میں حاضر لائے راجہ نہایت عاجزی سے پیش آیا اور معافی کا خواہش کیا  
ایک ہزار اشرفی اور دو ہزار روپیہ اور دو کھوڑے اور ایک  
باتھی دلیر خان کو نذرانہ میں دیے اور سات ہزار اشرفی اور پانچ  
لاکھ روپیہ جو چند ہاتھیوں اور اونٹوں اور گائیوں پر لاد کر ہرا دلایا تھا وہاں  
کے جہانہ اور امان کے شکرانہ میں سرکار بادشاہی کے لیے دلیر خان کے سپر  
کیے دلیر خان نے راجہ سے کہا کہ اگر تم اپنی جان و آبرو کی سلامتی اور ملک  
کی خیریت چاہتے ہو تو سرکار بادشاہی کے لائق نہایت جلد شکاری کے ادا کر دو  
اور اس کے بعد بجز فرمانبرداری کے کبھی سرکشی نہ کرنا ورنہ ابھی تمہارا ملک پامال کر کے  
نیت و نابود کر دیا جائیگا راجہ نے دلیر خان کی نصیحت کو گوش جان سے

ستا اور اپنی بہبودی کا سرمایہ سمجھا اور نہایت تجربہ کاری اور معاملہ فہمی سے حکم کی تعمیل  
 کا پابند ہوا بعد صلح کے یہ شرائط قرار پائے کہ مبلغ ایک کروڑ روپیہ  
 جرمانہ میں راجہ باقساط ذیل ادا کرے جس میں زر نفستہ و جواہرات و مرصع آلات  
 اور دیگر نفیس اشیاء اور ہاتھی بھی ہوں اور دو ماہ کی مدت میں اس رقم کا انتظام  
 کر کے لشکر گاہ میں پہنچا دے اور مبلغ پانچ لاکھ روپیہ بطریق شکرانہ کے  
 دلیر خان کو نذر کرے کیونکہ وہی بادشاہ کے حضور میں معافی جرایم کے  
 واسطہ اور اصلاح کے ذریعہ ہوئے ہیں اور راجہ ہر سال دو لاکھ روپیہ  
 بطور خراج کے خزانہ بادشاہی کے لیے دار الخلافہ کو بھیجتا رہے اور قلعہ مانک  
 و رک جو نہایت مضبوط اور باعث سرکشی کہے اس کو بادشاہی لشکر منہدم و مسمار  
 کر دے اور دلیر خان بادشاہ سے التماس کر کے اس کی خطائیں معاف کرادیں  
 اور اس کا چھوٹا بیٹا رام سنگھ جو نائب و ولیعہد ہے اس کی جانشینی کا فرائض  
 منگوادین غرض کہ یہ امور ات قلبند ہو کر صلنامہ مرتب ہو گیا دلیر خان نے  
 کل حقیقت بادشاہ کو لکھی اور اس کی خطاؤں سے درگزر کر نیکی بارہ میں  
 سفارش کی عالمگیر بادشاہ نے دلیر خان کے التماس کے بموجب اس کی  
 خطائیں معاف کیں اور الطاف شایانہ سے فرمان پر اپنی مہر کر کے موعظت فائزہ  
 کے خاتمہ و صوف کے پاس بھیج دیا دلیر خان نے مانجی ملار والی ملک کو اپنے پاس  
 نظر بند رکھا اور اس کے وکلاء کو رخصت کیا کہ تم جا کر معاہدہ کے مطابق پیشکش کا  
 سر انجام کرو اور محمد لطیف دیوان لشکر کو سوار و پیادہ کی ایک جماعت دیکر قلعہ  
 مانک دوک کے مسمار کرنے کے لیے بھیجا وہ نہایت جلد گیا اور تھوڑی مدت میں

اوسنے اوس مضبوط قلعہ کو گر کر خاک کے برابر کیا اوسین بہت بڑی رقم روپوں کی  
جو جا بجاہ فون تھی نکلی اور قریب پچاس عدد کے توپن آہنی و راجنگی اور بہت سی  
بند و قین اور دیگر سامان تو پخانہ کا کھلا وہ سب بادشاہی لشکر گاہ میں یا اور تسمہ  
جنولی جو دیو گڑھ کی سرحد پر تھا اور نہایت مضبوط تھا اسکے گرانے کے لیے بھی  
ایک جماعت مقرر کی گئی بعد دو ماہ کے ستتر لاکھ روپہ شیکش کا وصول  
ہوا چونکہ راجہ و ہانکا نہایت مریض تھا اور اسکا ملک نہایت خراب و برباد ہو چکا  
تھا اور تمام رعایا اسکی بھاگ کر متفرق ہو گئی تھی اسلیے ولیر خان نے راجہ کو  
رخصت کرنا مصلحت وقت سمجھا اور اس شرط سے اسکو جائنکی اجازت دی کہ تین  
لاکھ روپہ شاہی شیکش کا اور پانچ لاکھ روپہ خان مومی الیہ کا جو بصفہ شکر گزاری  
قرار پایا تھا غرض کہ کل آٹھ لاکھ روپہ دو مہینہ کے عرصہ میں ادا کر دے اور بیس لاکھ  
روپہ جو باقی رہا ہے وہ تدریج تین برس کے عرصہ میں ادا کر دے اس بارہ میں  
راجہ سے چمکھ لیا گیا اور ابتک انھیں امور رات کے قرار پائیگی وجہ سے خلعت و  
فرمان جو بادشاہ کی طرف سے آیا تھا اسکو مصلحتاً نہیں دیا گیا تھا اب ولیر خان نے  
ایک جہد ہر صبح اور چند آلات اور ایک ہاتھی راجہ کو عنایت کیا اور ۲۰ شوال کو  
راجہ کو معہ اس کے بیٹے رام سنگ کے رخصت کیا کہ ولایت پانہ دین جاکر جو اپنے  
ملک میں خرابیاں پڑ گئی ہیں انکی درستی و انتظام میں مصروف ہو دے اور عقبہ  
شیکش کی فکر کرے۔ اس عرصہ میں قتاج خان فوجدار پونا کا انتقال ہو گیا انکی  
جگہ پر قادر واد خان بادشاہ کے حکم سے مقرر کیے گئے ولیر خان نے  
روپہ کہ شیکش کا راجہ کے ذمہ باقی تھا اسکی وصولیابی قادر واد خان کو سپرد کی



اور راجہ کے بڑے بیٹے مہر کو آٹھ لاکھ روپیہ کے معاوضہ میں جسکی ادائیگی جلد قرار پائی تھی نظر بند رکھا اسکے بعد دلیر خان نے جو رفقہ اور مرتع آلات اور ہاتھی پیشکش میں وصول کیے تھے انکی روانگی کا یہ انتظام کیا کہ ایرج خان فوجدار المچپور اور محمد لطیف دیوان لشکر مع ایک جماعت کے یہ سامان لیجا بن اور کچرا شیا، رستم خان برادر ایرج خان دوسری جماعت ہمراہ لیکر المچپور پہونچائیں اور دیوان سے یہ سامان خاندنیں جلے اور دیوان سے خان زمان خان صوبہ دار خاندنیں اور اسکا دیوان زمین العابدین برہانپور پہونچائیں اور ولسے دار الخلافت لیجا کر بادشاہ کے حضور میں گزارا۔

جب دلیر خان ولایت چاندہ کے انتظام بے فرست کر چکے تو ولایت دیوگڑھ کی طرف چوچاندہ کے قریب بے متوجہ ہوئے کیونکہ کوک سنگ والی دیوگڑھ سے چون کوک سنگ زمیندار ولایت دیوگڑھ کہ ولایت پاندہ قریب الجزائر است نیز ازنا ماقبت اندیشی و رایسالت پیش تہان و امثال در زیر خانچہ پانزدہ لک روپیہ از پیشکش سنوٹ ماضیہ بڑہ او جمع آمد بود بدلیہ خان فرمان شدہ وہ کہ بعد اشدیت ہم چاندہ تباہ و برباد گردید و بخت عذار پر از دھوا و آئینہ از گران خواب غفلت بیدار بسازد و آن خان بستا شعار و اثنائے اشتغال ہم چاندہ زمیندار مذکور را تحویل و تہدید نمود آن ضلالت فرجام شخصے کہ مدام ساماد بعد فرستادہ تا بہ قہیدم آمد نہ امت و اعتدار نماید لاجرم خان دلیر نابہ کمال خشوع و ہتھل آن کشیش باطل سگال را بہ قبول معذرت و قصد التماس عفو زلات و در پیشکاہ خلافت منت پذیر گرد آیدہ مقرر ساخت کہ پانزدہ لک روپیہ کہ از پیشکش سنوٹ سابقہ بڑہ اول لازم او بود با قریب سہ لک روپیہ دیگر بر ہم زمانہ در عرض ہستے بسر کار و الا سازد و از اہل شش لک روپیہ در مدت دو ماہ واصل سازد و سن بعد و اسے پیشکش مقررے کہ ہر سال یک لک روپیہ بود ماہانہ و مسامحہ فوریہ ہر سراز خط بندی و فراہم کاری نہیچہ و چون خانوصوف بعد و ولایت دیوگڑھ رسیدہ کوک سنگ مرزبان آنجا بقدم ہجر خشوع آمدہ بآن نان عقیدت آئین ملاقی شد و برستے از وجہ پیشکش وصول رسانید

نے بادشاہ کو سالانہ خراج بھیجنے میں سستی کی تھی اور پندرہ لاکھ روپیہ اسکے  
 تہہ سنوات ماضیہ کے باقی تھے مگر وہ جیلہ کر کے ادا نہیں کرتا تھا اس لیے  
 دلیر خان کے نام فرمان بادشاہی صادر ہوا کہ مسم چاندہ کی فرصت کے  
 بعد اس غافل باغی راجہ کو بھی خواب غفلت سے بیدار کرو چنانچہ دلیر خان  
 نے جبکہ چاندہ ہی کی محرم میں مشغول تھے اسکو اپنے عتاب سے خوف دلایا تھا  
 اور راجہ مذکور نے اپنا مدارالمہام بھیجا تھا اور نہایت عاجزی سے اپنی خطاؤں کی  
 معافی مانگی تھی دلیر خان نے اسکی معذرت قبول کر کے جواب دیا کہ تیری عاجزی  
 بادشاہ کے حضور میں عرض کر کے عفو جرائم کی التماس کیجا ئیگی تجکو چاہیے کہ مبلغ  
 پندرہ لاکھ بابت بقایا اور تین لاکھ بابت جرمانہ کے باقسط ادا کر جس میں سے  
 چھ لاکھ عنقریب داخل کر دے اور باقی دو ماہ کے عرصہ میں اور ایک لاکھ روپیہ  
 جو سالانہ خراج کا ہے وہ بادشاہی خزانہ کے پہونچانے میں کسی سال سستی نہ کرنا  
 اور کبھی دائرہ فرمانبرداری سے قدم باہر نہ رکھنا دلیر خان کا یہ حکم والی دیو گدہ نے  
 سنکر دس ہاتھی نہایت جلد پیشکش میں بھیجے جب دلیر خان ولایت چاندہ  
 کے انتظام سے فرصت حاصل کر چکے تو دیو گدہ کے وکیل کو جو لشکر تین حاضر تھا  
 رخصت کیا کہ آگے جا کر پیشکش کا سرانجام کرے۔

۵۱۰ یقینہ سلسلہ جلوس کو دلیر خان تین مہینہ کے قریب ولایت چاندہ میں  
 رہ کر مع اپنے لشکر کے دیو گدہ کی طرف روانہ ہوئے اور مانجی ملار والی چاندہ کو بھی  
 طلب کیا کہ وہ بھی مع اپنے متعلقین کے اگر بادشاہی لشکر کے ہمراہ چلے جب  
 دلیر خان ولایت دیو گدہ کے حدود میں پہونچے کوک سنگھ واما راجہ تہا

عاجزی سے پیشانی کو حاضر ہوا اور خان ویشان سے نہایت عقیدت سے  
پیش آیا اور پیشکش کے ادا کرنے کے لیے چند روز کی رحمت لیکر اپنے قیاس گاہ  
کو واپس گیا دلیہر خان نے چند روز اس کے ہم و مین قیام کر کے کچھ رقم پیشکش  
کی وصول کی اور بابت بقایا کے حکم دیا کہ بہت جلد اس کو بھی ادا کرنا چاہیے وہو  
تساہل کے کل قلعے اس ملک کے تسخیر کر کے نام و نشان بیان کی حکومت کا  
برباد کر دیا جائے گا وہ اسی انتظام میں مصروف تھے کہ اٹنلے حال میں فرمان  
بادشاہی خان شہامرت نشان کے نام صادر ہوا کہ زمیندار دیو گڑھ کا معاملہ  
جس طرح ممکن ہو جلد انجام کو پہنچا دو بالفصل دوبارہ تنبیہ و تادیب عادل شاہ  
اور تاراجی ولایت بجا پور کی منظور خاطر ہے لہذا فوراً مع اپنے لشکر کے دکن کو جانا  
چاہیے اور وہاں شاہزادہ عالیقدر محمد معظم کچھ مدت میں تاسد و حکم ثانی اس مهم  
کے لیے قیام رکھو۔ اس وجہ سے دلیہر خان نے بمقتضائے مصلحت دیو گڑھ کے  
راجہ کو جو تنگ دستی اور پریشان حالی کا اظہار کرتا تھا اور ملت دی اور اس سے  
وعدہ لیکر میعاد معینہ کا چمکھ لیا اور اس کی تحصیل قادر واد خان کے سپرد کی اسی عرصہ  
میں مانجی ملار والی چاند نے آٹھ لاکھ روپیہ جو بابت پیشکش کے باقی تھا اور اس کی

سلفہ و در خلال این حال کرامت شمال از جانب خلافت ہما دار ی بآں خان شہامرت پر و صادر شدہ  
کہ معاملہ زمیندار دیو گڑھ لہر مہتران باشد و در صورت دادہ چون تادیب و تنبیہ عار لمان و راحت ولایت بجا پور گریہ بارہ مر کو ز  
خطر و الاوہ جہت چاکشا آشتہ با فرق قاہرہ از آنجا کہ کنشتا چون دلیہر خان خاطر از سات ولایت چاند دیو گڑھ  
پر و راحت بوجیب ریل گیتی مطاع ہشتم بیچ الثانی باعسا کہ فیروزی روانہ کن شد و عاقبت بادشاہ بسندہ چودہ  
قدردان آن خان بساتن شش را بنایت خلعت خاص و اسب با ساز طلا نوازش و دیگر ساز سواران تابان  
اور او و اسب اسب مقرر ساخت کہ منعبش از اصل و امنافہ چنہلری چنہلر سواران اذ انجملہ سہ ہزار سوار و اسب  
سہ اسب باشد عالمگیر نامہ ۴۱۳۵

ادائیگی جلد قرار پالی تھی لاکر پہنچائے اب کل پچاسی لاکھ روپے اسنے ادائیگی  
جب دلیر خان ولایت چاندھ اور ملک دیو گڑھ سے اطمینان خاطر حاصل  
کر چکے تو ۸ ربیع الثانی کو معہ لشکر کے دکن کو روانہ ہوئے بادشاہ نے  
نہایت قدر دانی سے دلیر خان کو خلعت خاص اور گھوڑا معہ ساز  
طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکے ایک ہزار سواروں کو دو اسپہ سپہ کیا  
اور انکا منصب پنجہزار می پنجہزار سوار کا تھا منجملہ انکے تین ہزار  
سوار دو اسپہ سپہ کیا کیے گئے اور ایرج خان کے منصب  
میں اضافہ پانصدی کر کے دو ہزار پانصدی دو ہزار سوار کا درجہ عتایت ہوا  
اور قادر داد خان کا منصب ہزار می آٹھ سو سوار کا تھا منجملہ انکے چار سو سوار  
دو اسپہ سپہ کیا کیے گئے۔



اعلان افسوس کہ ان واقعات کے بعد ولیر خان کے حالات متفرق طور پر دیگر کتب سے لکھے جائینگے۔ اب تک جو لکھا گیا وہ مفصل اور مسلسل عالمگیر نامہ سے عالمگیر نامہ و انگریز عالمگیر نے فرمائش کہ منشی محمد کاظم بن محمد امین نے لکھا یا تھا اسکے باپ محمد امین کو مرزا امینا کی کاشی بھی کہتے ہیں جسے شاہجہان نامہ لکھا ہے بادشاہ موصوف کو اسکی انشا پر دازی پسند آئی تھی لہذا اسکو حکم دیا تھا کہ ہماری حکومت کا سچا حال لکھیے۔ اس ضرورت سے قلع نگار و نکوہدایت کر دی تھی کہ جب تک موضع سونخ نگاری کرے اسکو نسخہ واقعات اور فہرست واردات ماہ بہ ماہ سال بسال جملہ صوبجات اور دارالسلطنت کے حوالہ کرتے رہیں اور یہ امر بھی مقرر کیا تھا کہ جو سونخ و اخبار تحریر میں آئیں وہ ترتیب پلینکے بعد مناسب اوقات خلوت میں ہلکود استان استان سنلے جائیں تاکہ اسکی تصحیح و تصدیق بادشاہ بھی کرتا رہے اور چونکہ بادشاہ نامہ میں ہماری شاہزادی کا مفصل حال لکھا جا چکا ہوا یا م سلطنت کا حال جلدی الاول سنلے کے آغاز سے لکھا جائے چنانچہ سنہ مذکور سے ماہ رجب سنہ ۱۰۸۷ھ تک دس سال کا حال تالیف کیا گیا اور پیش کیا گیا اسکے بعد بادشاہ نے فرمایا کہ باطن کے حالات کے مقابلہ میں ظاہر کے حالات کوئی چیز نہیں لہذا اب دس سال کے آگے ہماری سلطنت کی تاریخ نہ لکھی جائے اسوجہ سے چالیس سال کے حالات جو عالمگیری حکومت سے تعلق رکھتے ہیں انکی کوئی ایسی تاریخ نہیں ہے جیسی کہ عالمگیر کے آبا و اجداد کی موجود ہے۔

ماثر عالمگیری مستعد خان نے خفیہ لکھی ہے مگر وہ روزنامہ ہے مختصر طور پر واقعات میں اکین کین صراحت کر دی گئی ہے دوسری منتخب لباب تاریخ خانی خان کی جو سکا باپ سلطان مران بخش کا ملازم تھا وہ عالمگیر سے ناخوش تھا یہ موضع اسکا بیٹا ہوا سنلے

باپس وقتات سنکر لکھے ہیں جن کے لئے عداوت آتی ہے نعمت خان عالی جس کا لقب دشمن  
 خان تھا اس نے بھی عالمگیر کی حالات رانا کی لڑائی محمد معظم بہادر شاہ کی جانشینی تک  
 لکھے ہیں مگر سخت تعصب اور تمسخر سے عبارت و قابلیت ضرور اس کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔  
 خانی خان شیعہ ہو اس کی تحریر تقیہ آمیز ہو وہ عالمگیر کے نیک کاموں کی تعریف کر کے ایک ایسی  
 بات لکھ دیتا ہے جس سے بادشاہ کی نیکنامی خالص مل جاتی ہو اگر بادشاہ نے کوئی اچھا کام  
 بنا کر جاری کیا تو اس کی توصیف لکھ کر یہ ظاہر کر دے گا کہ وہ عمل میں نہیں آیا مثلاً محصول معاً  
 کیا گیا مگر دار الخلافہ کے نواح میں بجز دوسری جگہ اس کی تعمیل نہیں ہوئی جا بجا ظلم و ستم ہو گیا  
 عالمگیری عداوت اچھا تھا لیکن ایران کا دائم انحراف بادشاہ اس سے بہتر تھا کہ اس نے دشمنوں سے  
 وہ سلوک کیا جو اس نے بادشاہ نے اپنے باپ یا بیویوں سے کیا غرض کہ اس کے ہر کام میں مکر و  
 فریب ثابت کرتا ہے اور اس کی خوبی و دینداری کو پوشی بات تھی چھپایا ہو لیکن کام میں بھی خیر  
 نکال اس کی تاریخ لکھنے کی مانتے بارہ میں بھی ہی اسے نکالی کہ اس کے بعض کام ایسے تھے  
 جو عظیم الشان بادشاہ کو نہیں زیب آتے ڈاکٹر برنیہ فرنیسی ایک میر کا ملازم وہ بھی نئی سانی  
 باتیں یاد وہ لکھنے پر پابند ہو۔ غرض دس سال کے جس طرح مفصل و ترتیب دار حالات عالمگیر میں  
 لکھے گئے ہیں اس طرح دیگر حالات کتب میں نہیں ملتے دلیر خان کے حالات اور کارنامے دس  
 سالہ جس کی تاریخ لکھی گئی اس قدر زیادہ ہوئے تو اس کے بعد سترہ سال کے دوسرے کارنامے  
 اس قدر زیادہ ہونگے کیونکہ دلیر خان عالمگیر کی سلطنت کے تیس سال تک زندہ رہے ہیں مگر  
 فوس کہ سترہ سال کی تاریخ ہی تفصیل اور نہیں ملتی کچھ محل واقعات دیگر کتابوں میں پائے گئے وہ لکھے  
 گئے۔ بادشاہانہ ملا عبد الحمید لاہوری نے شاہجہان بادشاہ کی عہد حکومت کی تاریخ میں  
 لکھا ہے وہ صرف بیس سال کے واقعات میں ہو باقی بارہ سال کی دوسری تصنیف شاہجہانی

سلطنت کے متعلق غیر مطبوعہ ہونیسے دستیاب نہیں ہوئیں بادشاہنامہ جب تصنیف ہوا اور وہ  
 دلیر خان کی ترقی کا ابتدائی زمانہ ہوا جو بائیسے دلیر خان کے حالات ابتداء سے انتہا تک  
 فراہم نہیں ہو سکے باوجود ان مجبور پونے صحت و سال کے کارنامے اس قدر حیرت ناک  
 عالمگیر نامہ وغیرہ میں ملے جاتے ہیں کہ دوسرے امرا اور ارکانِ ولت کے نہیں سنبھلتے  
 عالمگیر نامہ میں ایک سو کئی جگہ دلیر خان کا نام نامی درج ہے  
 ایک واقعہ نواب دلیر خان کے متعلق جو شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہوا اور وہ  
 شہنشاہ نامہ وغیرہ میں لوحِ ہریرہ پر راجہ امر سنگھ کے والد کا جب انتقال ہو گیا تو اسکے بعد  
 راجہ جسونت سنگھ حسبِ وصیت بچے مسند نشین ہوئے حالانکہ راجہ جسونت سنگھ اجمیر  
 سے چھوٹے تھے اور بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے چھوٹے بھائی کا ریاست پر حکمران ہونا  
 دستور اور آئینِ اچھوتیہ کے خلاف تھا اسوجہ سے راجہ امر سنگھ مغموم رہا کرتے تھے اور  
 دربار بادشاہی میں بھی رنجیدہ و بیدل حاضر ہوا کرتے تھے ایک بار صلابت خان نے  
 از روئے نصیحت کچھ کلمات سخت کہے راجہ امر سنگھ مغموم اور علیل تو تھے ہی صلابت خان  
 کی طرف سے انکے لمین کینہ پر گیا اور وہ صلابت خان پر حملہ کر تکی فکرتیں ہوئے ایک روز  
 شام کی وقت دیوانخانہ میں شاہجہان بادشاہ مغرب کی نماز پڑھ کر عبداللہ خان قیروز  
 کے نام فرمانِ دستخط خاص سے لکھنے میں مشغول تھا مصنف شاہنشاہنامہ کا بیان ہے  
 کہ میں مکرمت خان اروغہ عمارات شاہی سے ایک گوشہ میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا کہ  
 علیحضرت آجکل شاہزادہ محمد اورنگ زیب کی کم تو جی فرماتے ہیں کہ میں امر سنگھ

میں جن زمانہ میں کہ شاہزادی جہان راہم شمع سے جل کر چار پری جو نہیں یا میں اورنگ زیب بعض اطوار سے شاہجہان بادشاہ کو  
 اورنگ زیب سے کچھ کہتے پیدائش شاہزادہ اورنگ زیب کو شاہ نامہ اور پندرہ گوار کی کم تو جی معلوم ہوئی تو مصنف استغفار و پادشاہ  
 ہتیا لگے لکراہ شام کے پاس بھیج دیے اور گوشہ نشینی اختیار کی شاہجہان نے غضبی جاگیر کا حکم صادر کیا اور کچھ عرصہ تک حالت

ایک جہد صلابت خان کے معینہ پر ایسا مارا کہ قبضہ تک پہنچے سیست ہو گیا صلابت خان نے ایک کھینچی اور سیوقت مر گئے خلیل اللہ خان اور ارجن سنگہ ولد بھلہ اس کو نے جب ایسی گستاخی و جرات اس اجپوت کی بادشاہ کے حضور میں بھیجی اور وہ نزدیک بیٹھے ہوئے تھے آپس چھپے امر سنگہ نے اسکے وار رو کے اور ارجن سنگہ کو زخمی کیا اور خود بھی زخمی ہوا امر سنگہ باہر بھاگنا چاہتے تھے کہ تنہا گزیر دار و دیگر بادشاہی ارجن سنگہ کی مدد کو پہنچے اور متواتر زخموں سے امر سنگہ کا کام تمام کیا امر سنگہ نے گرجانیکے بعد بھی ایسا کاری جہد ارجن سنگہ کے مارا کہ انکا کان جڑ سے لگلیا اس واقعہ کے بعد میر خان میر توزک و ملوک چند ہستم دولتخانہ امر سنگہ کی نقش اٹھا کر باہر لائے اسعر صہ میں پندرہ خد متگا اور ایک مشعلچی راجا جو اپنی بہادرین و سوسوار و نکلے برابر تھے گزیر دار و ملوک چند و دیگر بادشاہی آدمیوں پر حملہ آور ہوئے تلوار و بر بھی و جہد ہر سے وار کرنا شروع کیے اور ایسی سخت لڑائی لڑے کہ گزیر دار کی جماعت باوجودیکہ نکلے و فعیہ پر مستعد تھی مگر ملوک چند مع عزیز اللہ خان یعقوب خان وغیرہ مند خان تین منصبدار و نکلے کام آئے باقی اور بادشاہی لوگ بھی زخمی اور ہلاک ہوئے اور میر خان فیروز صلابت خان کے بھی کاری زخم آیا اور ایک بلوہ عظیم برپا ہوا آخر کار پندہ خد متگا جو امر سنگہ کے ساتھ تھے ہلاک ہوئے اسی حالت کو دیکھ کر امر سنگہ کے دیگر ہمراہی رات میں بھاگ گئے مگر صبح کیوقت انکے انتقام کے لیے ارجن سنگہ کے دروازہ پر چڑھ گئے اور وہاں جو کوئی انکے سامنے آیا قتل کر دیا شاہجہان بادشاہ نے ازراہ تحمل و قار بادشاہی کے ان دان اجپوت پر فوج بھیجنا مناسب سمجھا خیال کیا کہ فتنہ زیادہ بڑھ جائیگا رحلی کو

تقصیر ما قبل قائم رہی لیکن جہان آرا بیک کو شفاعت ہوئی اور غسل صحت کا جشن منقد ہوا اور پانچ لاکھ روپیہ انکا علاج و معائنہ صحت تصدیق و علاج و انعام غسل میں خرچ ہوئے اور کل امرا و شاہزادہ خلعت انعام سے سرفراز ہوئے تو جہان آرا بیک کی سفارش سے اور گلاب کی خطا بھی معاف ہوئی اور بدستور پانزدہ ہزاری منصبدار و سوار سے سر ملید کر کے مہاراجا بادشاہی کے دربار آیا



کام فرمایا اور راجپوت سمجھدار قریہ کارا کی نمائش کیلئے بھیجے ان صلاح کاروں نے سمجھا یا کہ امر سنگا اور  
جو جماعت کہ فساد کی ترکیب میں تھی اپنی سرکوب ہو چکی تھی لوگ بیٹھا ہو بلا وجہ اپنی ہلاکت کے پیچھے پرک  
ہو ان جاہل راجپوتوں نے اس بادشاہی پیغام پر توجہ نہ کی اور سخت کلامی اور جنگ سے باز نہ  
آئے آخر شاہ جہان بادشاہ ناچار ہوا اور اس وقت جلال خان عرف نواب لیر خان کو مولہ لشکر  
و توپخانہ کے جنین اور بھی چند نامی منصبدار تھے راجپوتوں کی گوشمالی کیلئے بھیجا صبح سے شام تک  
بادشاہی لشکر اور راجپوتوں سے برابر لڑائی ہوتی رہی نہایت سخت جنگ میں فی آخر امر سنگا  
کی جماعت پسپا ہوئی کچھ بھاگ گئے اور کل تلوار کے گھاٹ اتر گئے پھر ہزار کے قریب یہ عت  
شار میں آئی بعد غروب آفتاب کے لڑائی ختم ہوئی بادشاہی لشکر کے بھی چند نامی سردار کام  
آئے سید عبدالرسول خان بارہہ جو جوان بہادر تھا معہ اپنی جماعت کے کام آیا اور سید غلام محمد  
جو شجاعت میں مشہور سردار تھا اور دیگر منصبدار بھی زخمی ہوئے بادشاہ نے ان سب کو خلعت  
و انعام سے سرفراز کیا اور پس ماندگان صلاحیت خان و رملوک چند اور دیگر جوان شاہ  
سردار و بچے فرزند و نگو عنایت شاہانہ سے خوشدل کیا اس معرکہ میں نواب لیر خان نے  
خوب بہادری کے جوہر دکھائے تھے یہ واقعہ صلیح شاہ جہانی مطابق شہنشاہ کو ظہور میں آیا تھا  
ابتداءً نواب لیر خان کو دلیر خانی خطاب نہیں ملا تھا اور وہ جلال خان صلی نام کے ساتھ موسوم  
تھے مصنف کتاب شاہنشاہ نامہ بھی اس جنگ میں موجود تھا مصنف مذکور چونکہ شاہی  
ملازم و منصبدار تھا اسلئے اکثر واقعات جو شاہنشاہ نامہ میں درج ہیں اس کے چشم دیدہ ہیں اور  
آسام کی جنگ مصنف خود دلیر خان کی زبان سے سنی تھی یہ مصنف مختلف شاہی خدایاں  
مأمورہ یا کبھی خدمت خانسا مانی پراور کبھی دار و قلی غسٹانہ شاہ جہانی پر معہ خلعت اس پھیل  
کے سرفراز ہو کبھی شاہزادہ محمد شجاع کی اتالیقی اور شاہزادہ کے ہمراہ و قانع نویسی کی خدمت

مقرر ہوا اور کبھی قتر جاگے کا صلہ دیا اپنا نام ابو الفضل محمودی لکھا جو عہد عالمگیری میں قتر پٹنہ کا داروغہ تھا۔  
 ماثر الامرا میں ہے کہ عالمگیری کا دسواں سال جلوس تھا کہ دلیر خان سردار دیو گڑھ سے دکن کو  
 روانہ ہوئے اور بادشاہی حکم کے کاربند ہوئے۔ ماثر عالمگیری کے صفحہ (۱۰۲) میں مرقوم ہے کہ  
 ۷ اذیقہ کو بادشاہ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ دلیر خان دیو گڑھ کے راجہ کو بدستور سابق  
 اسکے ملک پر مستقل حکومت فیکر اورنگ آباد چلے گئے ہر عرصہ میں عید النضر آئی اور بادشاہ  
 نے دلیر خان کو خلعت و جہر ہر صرع گرز بردار کے ہاتھ بھیجا۔

پیشتر یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب دلیر خان کو بادشاہ نے بلایا تھا تو راجہ جیسنگ اورنگ آباد  
 بھیجے گئے تھے اور اس صوبہ کے صوبہ دار مقرر کیے گئے تھے اس عرصہ میں راجہ جیسنگ کو

۱۵ خانہ گوردور سال ہم از سرحد دیو گڑھ روانہ کشتہ کار بند حکم کر دیا ماثر الامرا ۱۷ ہفتہ بمظفر علی والا رسید کہ دلیر خانی مندر دیو گڑھ دار  
 بدستور سابق پر حال زندہ اپنے استقلال دادہ باورنگ آباد شاف صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری ۱۷ ہجری ادب افق بینک ہجرت دلی سے  
 صلوة عبدالنضر و قربانی تہذیم رسید یہ دلیر خان خلعت و جہر ہر صرع معصوب گرز بردار شرف از سال پذیرفت صفحہ ۱۰۲ ماثر عالمگیری۔  
 راجہ جیسنگ راجہ مانسنگوالی سے گورجہ دربار کر کے کی فورت تھے برتے تھے لکن باپ کا نام مانسنگ تھا جو جگت سنگھ کا بھائی کے بیٹے تھے بعد  
 انتقال اپنے یہ حسب طلب ہاتھ پر بادشاہ کی ملازمت میں پہنچے اور ۱۲ ہجری میں منصب ہزاری ذات اور بانسووارہ ہاتھی سے  
 سرفراز ہوئے سلطان پرویز کے ہمراہ دکن کے لیے تعینات ہوئے اور متواتر اضافہ مناصب سے سر بلند ہوتے رہے بعد وفات بہانگر  
 کے جب شاہجہان دی نے علم بغاوت بلند کیا تو یہ ناچار اسکے ہمراہ ہوئے مگر میر سے اس سے جدا ہو کر وطن چلے گئے اور جب شاہجہان  
 تخت نشین ہوا تو اسکے حضور میں حضور کو اضافہ بانسووارہ چار ہزاری منصب اور نقارہ سے سرفراز ہوئے ہی سال نذر محمد خانی کی بی  
 نے فساد کر کے جب کابل کا محاصرہ کیا تو ہجرات خان خانات یہ اسکی گوشائی بھیجے گئے اسکے بعد شاہجہان لودی کے قاتل سلطان  
 شجاع کے ہمراہ دکن اور ساہیو جو نسل کی تاجپاد اور سلطان مراد بخش کے ہمراہ کابل کی روانی میں متعدد خدمات جلالہ شد  
 شاہجہان میں منصب پنج ہزاری سے سرفرازی پائی جب ملک کن میں راجہ نے خوب خدمتیں کیں تو شاہجہان نے راجہ کو خلعت خاص بھیجا بعد  
 اللہ مروری اور باقی و خطابی انی سے شاہجہان حضور میں سرخو جوئے شہدین جیسے خاندان خان کے دکن کی سوجاوی  
 مستقل راجہ کو عطا ہوئی سند میں بی بی مریم اورنگ آباد کے ہمراہ بھیجے گئے اور شہنشاہجہان میں ہجرت الملک اللہ خانی نے زہر  
 کے ہمراہ قلعہ تھور کے اندام کو بھیجے گئے سند کو شاہجہان کی علالت میں جب ہمیری سلیمان شکر محمد شجاع کی حکم کو بھیجے گئے تو  
 داراشکوہ کی سفارش سے شاہجہان نے منصب ہفت ہزاری اور پانچ ہزار سوارد واسپہ پر ترقی دی اسکے بعد راجہ اورنگ زیب  
 عالمگیری ملادو فتح ہجیر کے بعد ایک بڑی جاگیر سے مالامال ہوئے سیوا جی اور عادی شاہی تنبیہ کے بعد حسب طلب راجہ جیسنگ کو  
 سے دارالسلطنت کو آجے تھے برہمچوڑ میں غنہ کو انتقال کیا راجہ صاحب نہایت عمرہ اور سنجیدہ زمانہ شناس سردار تھے

راجہ جیسنگ کو راجہ مانسنگوالی سے گورجہ دربار کر کے کی فورت تھے برتے تھے لکن باپ کا نام مانسنگ تھا جو جگت سنگھ کا بھائی کے بیٹے تھے بعد

بادشاہ نے اپنے پاس بلایا اور اس سوال سے کہ کو شاہزادہ محمد معظم کو دکن کی صوبہ داری پر  
 نصبت کیا اور اسکے ساتھ صف شکن خان و صفی خان وغیرہ کو بھی بھیجا اور راجہ جیسنگ کو لکھا  
 کہ جس وقت شاہزادہ وہاں پہونچے تم میرے پاس چلے آؤ چنانچہ راجہ حسب حکم اورنگ آباد  
 سے آ رہے تھے اور برہانپور پہونچے تھے کہ ۲۸ محرم سنہ ۱۰۸۱ کو انتقال کر گئے انکے مرنے  
 بالاکھاٹ کا انتظام جس سے مراد دولت آباد و احمد نگر وغیرہ ہے بگڑ گیا راجہ جیسنگ دلیر خان  
 کے بڑے دوست تھے القصد دلیر خان جب دکن پہونچے تو یہاں کی ہم کلیے بادشاہ  
 خاں بہادر کو کلتاس کو بھی مقرر کیا تھا مگر فوج کے مقدمہ بحیش دلیر خان تھے دلیر خان  
 کے کارنامے دکن میں ایسے ایسے عظیم الشان ہوئے ہیں کہ جو تمام ملک کے باشندوں کی  
 زبان پر چڑھ گئے تھے دریلے بہرہ کے اسپا جو لڑائی کے جیا پوریوں سے ہوئی تھی اس ستم زمانہ  
 سے وہ وہاں دریاں ظہور میں آئی تھیں کہ دوست دشمن سبے محسوس کی تھی  
 یہ جنگ اس قیامت کی ہوئی تھی کہ کئی کوس تک آدمیوں کے سر اور ہاتھوں کی سوڈیں مثل  
 گے جو گان کے میدان رزم میں پڑی ہوئی تھیں مصنف لکھتا ہے ۷

فلندہ ہمہ دشت خرطوم فیل فتادہ تن کشتگان چنہ میل

ز خرطوم فیل و سر جنگوے ہمہ دشت پاشیدہ چوگان گوے

اس لڑائی میں حواس کی درستی اور انتہائے جرات سے چار پانچ روز ہاتھیوں و گھوڑوں  
 کی پیٹھ پر سوار لڑتے ہوئے جیا پوریوں کے تعاقب میں اتنا چلے گئے کہ جب لشکر بادشاہی پر

۱۷۷۷ کا زمانہ ہے دلیر خان و دارو کو کہ لہو و فادہ و شمع و شربت ابر و سایہ راستہ جنگ کے خاتمہ پر لڑ کر کلتاس میں ابر و لی دلیر خان ان فرقہ آہرہ  
 بسا کر پورا واقعہ شدتاً شام لے کر نمایاں ثبات ہے پھر جا کا لڑائی رستم زمانہ ظہور یافتہ موجب حسین آفرین و ست دشمن گردید پانچ روز  
 خرطوم فیل سڑاؤم گوے چوگان لیرن بود۔ پہلے لڑائی کے عرصہ بروز بادشاہی تنگ گردید پانچ روز با فزونی ہمت و درستی حواس اپنے کرد  
 چاہان روز بالے پشت فیلان سپاہ جنگ کنان پے نبال جیا پوریان طے نمودہ بودند و در سیمہ پے رفتار مرقی نصبت نمودہ از اثر الامور

میدان جنگ تنگ ہوا تو تین ہفتونہیں اپنی جگہ پر واپس آئے۔

اسکے بعد قلعہ سالیر جو نواح بگلانہ میں ہوا اور وہ غنیمت یعنی مرہٹوں کے ہاتھ میں آ گیا تھا اور قلعہ دار کو مقبوضہ منصب کیا گیا اس زمین میں فرمان گرز بردار کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا گیا کہ قلعہ مذکور کے قریب جا کر دست اشقیل سے قلعہ چھینا چاہیے دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ کے پہلے قلعہ تک گئے اور محاصرہ میں مشغول ہوئے نہایت شجاعت کو دخل دیا بہت سے لوگ کام آئے مگر اس عرصہ میں باغ باکی شدت ہوئی اور آب و ہوا نہایت ہی ہو گئی تمام لشکر کے لوگ مرنے لگے محاصرہ کو بھی عرصہ ہو چکا تھا بادشاہی حکم پہنچا کہ لشکر و ہانسے ہٹانا چاہیے چنانچہ دلیر خان حکم کے کار بند ہوئے اسی ضمن میں سیوا جی جب ہلی سے بھاگ کر دوکن پہنچا اور پھر قزاقی اختیار کر کے لوٹ مار مچائی تو عالمگیر نے حکم دیا کہ دلیر خان اور خانبھان بہادر اسکے سر پر جا کر اچھی طرح گوشمالی کر دیں خانبھان نے اس خیال سے کہ سیوا جی سے لڑنے کے لیے ابھی سپاہ کافی نہیں جمع ہوئی لڑ نہیں تو قہت کیا اور جس قدر گھٹا تھے انکی راہیں بند کیں کہ ان مقاموں سے مرہٹے حملہ نہ کر سکیں اور جا بجا درون پر پہنچا لگا یا مگر یہ تدبیر دلیر خان نے ناپسند کی کیونکہ اورنگ زیب کے سردار و زمین سے زیادہ دلیر و شجاع تھے اور ابھی قلعہ چاکنہ کے حملہ میں کامیاب ہو چکے تھے انھوں نے جنگ محفوظہ کی غلطیوں کو بتایا اور کہا کہ فوج خواہ کتنی ہو اس سے قلعہ پر حملہ کرنا چاہیے مگر خانبھان اسکو تبہما مرہٹوں کے سوا اور جنگی نسبت میں خیال تھا کہ وہ خاندیس کو لوٹنے کے لیے ان درون سے جنگو خانبھان نے روکا تھا آئینکے مگر وہ مختلف گروہوں میں منقسم

ہے قلعہ سالیر قلعہ بگلانہ پر فوجدار اور راجہ منصب مقبوضہ فرزند درنولا فرمان صوب گرز بردار ان تمام دلیر خان اور گروہ خود بالائے قلعہ راہ قلعہ زاشقیابرا آورد دلیر خان معہ توپخانہ وغیرہ پہلے قلعہ آمدہ محاصرہ پر داخت و جلادت کیا آورد و بسیار مردمان کشتہ و شہید گشتند و جانگزا اب ہوئے اشقیل شقیع و ہلاک مردم کشتیدہ کلام محاصرہ بطول کشیدہ تھو پر یہ حکم فرماست کہ دلیر خان

ہو کر اورنگ آباد و احمد نگر چلے گئے اگرچہ خانبھان نے انکو بہتے اہونے سے روکا مگر وہ اس ارادہ  
 میں کامیاب نہوا اور ہر سیواچی نے اپنے سوار و کچوچہ وصول کر نیکیے لیے چاروں طرف  
 پھیلادیا سٹہ ۱۷۰۰ میں دلیر خان سیواچی کے ملک پر دست رازی شروع کی جب میلاد  
 سیواچی کے فوج کا ایک سردار گودادری سے اتر کر اپنے گھر کی طرف آ رہا تھا تو راہ میں  
 دلیر خان نے اسکا تعاقب کیا وہ بڑی مشکل سے اپنی بیش قیمت لوٹ گھر کو لے جاسکا۔  
 جسوقت دلیر خان و خانبھان دوسری طرف لڑائی میں مصروف تھے تو ہمیر اور مغلون  
 کے ملک میں آیا اور خوب لوٹا۔ سٹہ ۱۷۰۰ میں جب علی عادل شاہ والی بیجا پور فوج میں مبتلا  
 ہو کر مر گیا اسکا کوئی بیٹا سوائے سکندر عادل شاہ کے دوسرے نہ تھا جسکی عمر پانچ سال  
 کی تھی اور ایک بیٹی بادشاہ بی بی تھی عبدالحمید وزیر تھا اور خواص خان و عبدالکریم غر  
 بہلول خان و مظفر خان یہ تین ارکان سلطنت تھے سبکو اپنے مطلب سے مطلب تھا اس  
 گھر کا کوئی خیر خواہ نہ تھا اسلیے سیواچی نے بیجا پور کو کمزور سمجھ کر بادشاہی لشکر سے صلح  
 کی اور بیجا پور کی غارتگری شروع کی خواص خان رکن سلطنت نے بیجا پور کی نازک حالت دیکھ کر  
 خانبھان بہادر سے عہد و پیمان کیے کہ بیجا پور کی سلطنت شاہ دہلی کے ماتحت رہے گی اور  
 اورنگ زیب کے کسی بیٹے سے بادشاہ بی بی شہزادی بیباہی جائے گی لیکن عبدالکریم  
 اور دیگر امیروں نے ان عہد و پیمان کے سبب سے خواص خان کو سازش کر کے مار ڈالا  
 اور لڑائی کا سامان فراہم کیا جب خانبھان بیجا پور کی طرف آیا تو بیجا پور والے اس سے  
 کئی لڑائیاں لڑے جن میں بیجا پور والوں کا پلہ غالب با عبدالکریم دلیر خان کا  
 ہموطن دوست تھا اسلیے اسکے ذریعے سے دونوں میں صلح ہو گئی۔

۱۷۰۰ میں عبدالکریم کا خطاب بہلول خان شاپے اسکا باپ عبدالروف عرف دلیر میاں دو ہزار پانچ سو کے منصب شاہجہاں کا پلزم ہوا

سیوا جی نے خانبھان سے درخواست کی کہ میں بادشاہی ملک نہیں تو بنگال اور بنگالیب  
بادشاہ میری حمایت کرے بادشاہ نے یہ صلح منظور نہیں کی ولیر خان نے بادشاہ کو  
یہ تدبیر لکھی کہ والی گو لکنڈہ پر حملہ کیا جائے اور عبدالکریم وزیر بجا پور اور بجا پوری فوج سے  
اعانت لی جائے بادشاہ نے ولیر خان کی یہ رائے پسند کی اور خانبھان کو  
اپنے پاس بلا لیا اور ولیر خان کو اسکی جگہ پر مقرر کر دیا۔

قلب شاہ والی گو لکنڈہ پر حملہ کینکی یہ وجہ تھی کہ اسنے سیوا جی سے سازش کر لی تھی عبدالکریم  
وزیر بجا پور سے امن مر گیا تو ولیر خان نے یہ کوشش کی کہ مسعود خان حبشی اسکی جگہ پر  
مقرر کیا جائے وہ جو ہر سیدی کا داماد تھا ولیر خان کی کوشش سے سلطنت بجا پور کا  
وہ وزیر مقرر ہو گیا اسنے فوج کی چڑھی ہوئی تنخواہ اور ولیر خان کے قرضہ کی ادائیگی  
اور ملک میں امن اور بادشاہ بی بی کو بادشاہی لشکر میں پہنچا دینے کے اقرار کیے۔  
ولیر خان بجا پور سے ان عہد و پیمان لینے کے بعد بیرگرم میں گئے مگر ولیر خان و مسعود  
کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ بادشاہ کے منشاء کے خلاف تھا بادشاہ نے ولیر خان  
کو لکھا کہ بجا پور کی چڑھی ہوئی سپاہ کی تنخواہ کو اپنی طرف کر کے جتنی سپاہ زیادہ ہو سکے  
اپنی طرف کر لینا چاہیے کیونکہ ولایت بجا پور کو بادشاہ اپنے ملک میں شامل کر لینا

بھیمہ ماقبل بھڑہ خانبھان لودی کے ہمراہ نظام الملک سے جا ملا اسکے بعد اسکا بیٹا عبدالکریم جسکا خطاب بھلول خان عبداللہ  
تھا بجا پور میں صاحب منصب جو انصاف خان و بھلول خان کے درمیان میں بی بی بی بی و کنیوں اور انصاف خان کے باہم ملائے  
ہو بعض اہل حیدر آباد سے رجوع ہوئے وہ ولیر خان اور عبدالکریم بھلول خان سے وجہ مناسبت بھقوی اور بھڑا جی کے  
نسبت لطف تھا دونوں سردار اتفاق کر کے لشکر کو لیکر ساتھ ساتھ حیدر آباد پر چڑھے اسرمعد میں بھلول خان کا انتقال ہو گیا  
اسکے بعد اسکا بیٹا سردار ہوا اسنے جلسہ عالمگیری میں بعد فتح بجا پور کے جبکہ وہ ولیر خان کا انتقال ہو چکا تھا  
اور بنگالیب نے ولیر خانی کا خطاب دیا اور شہرہ کو رسم خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور ان ہر دو بجا پوری  
سرداروں کو کوشش ہزاری منصب سے سرفراز کیا۔

چاہتا تھا اسلیے یہ بھی حکم ہوا کہ مسند نشین بجا پور سے جو اسکے ذمہ مطالبہ تھا زیادہ مواخذہ کرنا چاہیے دلیر خان بکثیت سپہ سالار ہوئے انکے اس مطالبہ کی تعمیل میں آمادہ ہوئے اول بادشاہ بنی کی کا تقاضہ کیا گیا بعد ایک جھگڑے کے بادشاہ بنی نے خود دلیر خان کے لشکر میں چلی آئی کہ بھائی کی سلطنت کیسے طرح بچ جائے دلیر خان نے اسکو اورنگ آباد بھیج دیا اور بجا پور کا محاصرہ کیا جب بجا پور والے مایوس ہوئے تو وہ اپنے وزیر مسعود خان نے سیوا جی سے مدد مانگی اسنے دلیر خان کی فوج پر حملہ کر دیا وعدہ کیا تا کہ محصورین کا پیچھا چھوڑے اس مطلب کے لیے سیوا جی نے نیا زمین بہت سوار جمع کئے اور بجا پور کی طرف چلا مگر سیلے گھاگ نے دیکھا کہ اسکے بازو نہیں عالمگیری لشکر کے صدر اٹھانے کی تاب نہیں ہے اسلیے وہ محاصرہ کے ۱۲ میل کے قریب جا کر کترایا اور بادشاہی علاقہ پر حملہ کرنے لگا دلیر خان جو فن سپہ گری میں کیتاے روز کار تھے اسوقت اسنے پاس زیادہ فوج نہ تھی مگر جتنے سپاہی تھے وہ سب انکے ہتھوڑی جرات اور بڑے دل گردہ کے آدمی تھے ایسی فوج ایسے افسر کے ماتحت بڑی فوج نہ بھی بڑھ کر کام دے سکتی ہے دلیر خان نے محاصرہ کو نہیں چھوڑا سیوا جی نے دہات کو جلا کر خاک سیاہ کیا شاہزادہ محمد معظم جو اورنگ آباد میں تھا اسکے حکم سے دس ہزار سواروں نے جمع ہو کر سنگم نیر کے قریب سیوا جی کو ایسا گھیر لیا کہ مار ہی لیا تھا مگر بقول عالمگیری پھاڑی چاہتا کسی بل میں ایسا دبا کر جا بیٹھا کہ کسیکو خبر تک نہ ہوئی مسعود خان وزیر نے پھر سے بلایا وہ دلیر خان کے مقابلہ کے لیے بڑے ٹھٹھے سے فوج لیکر چلا ہزاروں مرہٹے برجھیت ساتھ تھے یہ معلوم ہوتا تھا کہ نیستان وڑا جاتا ہے مگر ابھی یہ لشکر بجا پور تک نہ پہنچا تھا کہ یکایک اسکا بیٹا سنبھاجی بھاگ کر دلیر خان کے پاس آ گیا

دلیر خان نے اسے نہایت تپاک سے خیمہ میں اتار اسیواجی نے سنبھاجی کو عیاشی  
کیوجہ سے ناخوش ہو کر قلعہ برنالہ میں قید کر دیا تھا وہ ایک بے ہمن کی سیوی سے ناجائز تعلق  
کرنا چاہتا تھا وہ قید سے بھاگ کر سیدھا دلیر خان کے پاس آیا دلیر خان نے  
بادشاہ کو لکھا کہ باپ کے مقابلہ میں بیٹے کو لڑنا چاہیے یہ خوب سکے  
ہتکندوں سے واقف ہے وہ مرہٹوں کو توڑ توڑ کر اپنی طرف بلایگا غرض کہ گوشت غز  
دندان سگ کا تماشہ دکھلایگا بادشاہ نے دلیر خان کے نام حکم بھیجا کہ اسے  
پابز بغیر چارے پاس بھیج دو دلیر خان نے یہ وضع داری کے خلاف سمجھا  
اور اس سے چشم پوشی کی وہ بھاگ کر سیدھا باپ کے پاس آیا چند روز باپ کو بیٹے  
کے سبب پریشانی رہی جب سیواجی کو دلیر خان کی بدولت اس پریشانی  
سے نجات ملی تو اسنے ہمیراؤ کو بجا پور کی مدد کو بھیجا وہ اگر دست خان سے لڑا وہر  
خاندیس میں مرہٹے لوٹ مار کر رہے تھے اور اوہر ہمیراؤ اپنی فوج لیے ہوئے دلیر خان کے  
لشکر کے ارد گرد پھر رہا تھا اور محصورین کو مسعود خان خوب لڑا رہا تھا دلیر خان بھی اٹکو  
دبارہے تھے مگر انکی ذاتی شجاعت فتح کے لیے کافی نہ تھی جا بجا انکی رسد پر چھاپہ مارے  
جالتے تھے اور سیطرح رسد انکے لشکر تک نہیں پہنچتی تھی اب برسات آئی اور چڑھ  
اٹھایا گیا آخر برسات میں وہ میدان ملک کے لوٹ میں مصروف ہوا معلوم نہیں کہ سیواجی  
کے دلیں کیا کیا ارمان ہونگے وہ سب کے سب خاکیں ملگئے کہ اسکو بجا چڑیا اور بکایک  
ایسی طبیعت بگڑی کہ ششہ عین ترین برس کی عمر میں سیواجی دنیائے تمثال

سلہ سیواجی کے انتقال کے متعلق یہ بھی ایک وایت مستند کتاب میں مندرج ہے کہ جب سیواجی کے ظلم و آزار حد سے  
زیادہ مخلوق برطاری ہو گئے تو مقلد مون کی آہ کے علاوہ ایک صاحب حال درویش کی دعا بھی آئی ہلاکت کی  
باعث ہوئی جسکی تفصیل تاریخ محمد باشم خانی خان کے صفحہ ۳۴۰ میں یہ ہے کہ جب مستنجم عالمگیری مطابق سنہ ۱۱۷۱



کر گیا اور بجائے اسکے اسکا بیٹا سنبھاجی جانشین ہوا بعد سیوا جی کے اسکے بقاعدہ لشکر  
میں بے انتظامی پھیل گئی تھی سنبھاجی کے ظلم اور غارتگری سے مفتوحہ ملائمت باد ہو گیا تھا  
کیونکہ سنبھاجی بعض مظالم میں اپنے باپ سے بڑ گیا تھا سیوا جی سولے غارتگری قافلہ فی  
کے اور امور سے پرہیز رکھتا تھا بلکہ قیدیوں کے اہل و عیال و عورات کے متعلق اپنے  
سپاہیوں اور ملازموں سے تاکید رکھتا تھا بر خلاف اسکے سنبھاجی شراب و عیاش  
تھا غیر قوم کی عورتیں اکٹھا کرتا تھا اور رعایا کی ناموس و آبرو پر دست درازی کرتا تھا  
اور اسکے علاوہ اپنا پیشہ آبائی جو قزاقی و راہزنی تھا وہ علیحدہ اختیار کیا تھا سنبھاجی  
بعد باپ کے دس گیارہ سال تک زندہ رہا اور یہی کردار کرتا رہا اسکے ادنیٰ ظلموں سے  
صرف یہ ایک اقمہ بطور نمونہ کے تحریر کیا جاتا ہے پہلے سال بعد باپ کے سنبھاجی ہمیں  
ہزار سے زیادہ سوار لیکر صوبہ برابر کے اطراف کو لوٹتا ہوا بھاڑ پورہ پر ٹوٹ پڑا یہ  
قصبہ بہادر پورہ برہمانپور سے کوس ڈیڑھ کوس تھا اور آسٹین جو بہری صراف و تجارتی  
آباد تھے لاکھوں روپیہ کا کاروبار کرتے تھے اور ہفت اقلیم کا سامان و زرو جو اصر  
رکھتے تھے یہاں تک باشندے غافل و بے خبر تھے کہ کیا رگی صبح کے وقت یہ ڈاکو اگرے

بقیہ صفحہ ماقبل سید دی موہنے غارت کرنے خانہ میں آیا اور قصبہ بہرگانہ جو اس زمانہ کی تجارت کی منڈی تھا لوٹتا ہوا قصبہ جالندھر میں پہنچا  
اس قصبہ میں سید جان محمد و درویشان و اہل فی اللہ و صاحب عت سے تھے رہا کرتے تھے جس وقت کہ اس قصبہ میں رہتے تو ستر آٹھ  
مسلمان مدد دیکر رہا اپنے اہل و عیال لیکر حضرت حقایق و معارف آگاہ کے گھر چھپے اور پناہ پاتے اس سال بھی اکثر شاخسان  
معاہدے مال و عیال کے سید صاحب مرحوم کے گھر پناہ گزین ہوئے سیدوا جی نے سید صاحب کا گھر پاس ادب نہ کیا اور سید صاحب  
کے گھر چڑھ گیا سب کو لوٹا اور قید کیا بلکہ ممانعت کرنے سے سید صاحب اور اسے جو لوگ منسوب تھے انکی زبرد و توجہ پر بھی زبان  
و پاتہ دراز کیے یہ حرکت اسکی کرنا تھی کہ سید جان محمد جو مقبولیت و عا میں شہرہ آفاق تھے انھوں نے بدول کے ہاتھ اٹھائے  
اور انکی توجہ باطنی سے فوراً ترقی کا اسکے لگا اور سیوا جی اسی مہینہ میں فوج مرتضیٰ آباد میں مگر گیا یہی مضمون پہلے شہناشا  
کے صفحہ ۱۵۳ میں بھی مرقوم ہے۔



وغازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اور بعض دیگر امر کی کوشش سے سچ تک  
بادشاہی ملک میں شامل ہو گئے تھے۔

سیوا جی کو یہ فتوحات چھل ہوئے انکے اسباب یہ میا ہو گئے تھے اول یہ کہ بادشاہ  
خود شمالی و مشرقی فوج کے ساتھ لڑائیں مصروف تھا دکن کی طرف ہذا ت خود جانہیں  
تھا دوسرے شاہزادہ محمد معظم جو صوبہ اردکن تھا اسکے پاس سپاہ مرہٹوں کے مقابلہ کیلئے  
کافی تھی باپ کو بیٹے کا اعتبار نہ تھا ہر ایک شہزادہ باپ کے مرئیے بعد بادشاہ ہونیکے لیے  
اپنی سپاہ و طرفدار و نکو قوی کرنا چاہتا تھا اسلیے بیٹے کو ملک بھیجنے سے بادشاہ بکا رہی  
اکرتار ہا اسکے علاوہ بیجا پور و حیدر آباد کے سلاطین کی کمزوری و نا اتفاقی سے بھی عجی  
ادھر ہو کر کام نکال لیتا تھا اور کبھی ادھر چلا جاتا تھا جب عالمگیر کو اس امر کا یقین ہو گیا  
کہ دکن میں شیر فوج کی ضرورت ہے تو اسنے ۱۷۱۱ء میں مہابت خان کو معہ آغرخان کے  
کابل سے بلا کر چالیس ہزار سوار دیکر دکن کو روانہ کیا مہابت خان شہزادہ محمد معظم  
کو خیال میں نہیں لاتا تھا اسنے شاہزادہ کے پاس صرف ایک ہزار آدمی رہنے دیے بادشاہ  
نے راجہ جسونت سنگھ کو بلا لیا مہابت خان نے یہاں اکر سیوا جی کے قلعہ کو فتح کرنا  
شروع کر دیا آدھی فوج دلیر خان کی ماتحتی میں تھی دلیر خان نے قلعہ چاکنہ پر  
حملہ کیا اور آدھی سپاہ نے سلمیر کا محاصرہ کیا سیوا جی اس قلعہ کی بڑی قدر کرتا تھا اور  
اسکے بچانیم جان دل سے کوشش کرتا تھا یہ اتفاق کی بات ہے کہ چاکنہ میں فیخیرہ اور سامان سکا  
کافی نہ تھا اسکے نواح میں جو عمدہ اور متوجہ ہزار سوار تھے ٹھانوں نے انکے پرے اڑا دیے  
آغرخان نے پھول تپہ کی تسویر میں بی بہادر بی کھائی آغرخان ہماں در کو کلتاس کیساتھ ابتر دین اور کھان  
۱۷۱۲ء کو آغرخان نے ہماں در کو کلتاس بازر قرار دیا دلیر خان شیر مل خودہ اگر مفصل ہر نگارہ معمول باغراق میں گورد

کی ہراولی میں بڑے بڑے کار نمایان کیے دلیہ خان کی مرہٹوں کی فوجوں سے اکثر لڑائیاں ہوتی ہیں مرہٹوں کی قوم کا یہ طریقہ تھا کہ ابتدا میں وہ تھوڑی فوج سے نمودار ہوتے اور پھر پیچھے ہٹ جاتے جب لشکر بادشاہی اکھا بھجپا کرتا تو دشمن لگاڑ جنگوں کی طرف سے ہزاروں تکمیل آتے اور گھیر کر تنگ کرتے۔

ایک روز دلیہ خان کے مقابلہ میں چار پانچ سو سوار پہلے نمودار ہوئے اس وقت آغرخان کے ساتھ ہراول میں بہت کم آدمی تھے مگر وہ ان کے مقابلہ کے لیے دوڑا اور اول حملہ میں دشمن اسکے آگے سے ہزیمت پا کر بھگے اور وہ ان کے تعاقب میں گیا مرہٹوں نے فوج مغلیہ کو تین چار کوس اپنی طرف کھینچا پھر سات آٹھ ہزار سوار مرہٹوں کے نمودار ہوئے اور جوم کر کے لڑنے لگے آغرخان اپنا ایسا گرجا جیسے کہ بھڑون پر شیر گرتا ہو ہر طرف وہ تلوار سے اکھا منہ پھیرتا تھا تین نامی سردار مرہٹوں کے مارے اب مرہٹوں کو شکست عظیم ہوئی دلیہ خان نے آغرخان کے پاس لڑنے کی تحسین آفرین کی آغرخان نے لکھا ہے

بقیہ صفحہ ماقبل درین میں لیرخان نزد آغرخان رسیدہ آفرین گفت چنانچہ در آغرخانہ ظم آورده ۱۲ شاہنشاہ نامہ  
 آغرخان کا نسب قوم اغر سے ہے قوم اغر ولاد یافت بن فوج علیہ السلام سے تھی لہذا ہی نام سے ملقب ہوا اس کا نام امام قلی بیگ تھا اکثر معرونین آغرخان نے بہادری کے جوہر دکھائے ہیں نہایت بڑھکر اور صاحب جرات شخص تھا دلیہ خان کے ساتھ اکثر رہائے جنگال میں جب محمد شجاع سے مقابلہ ہوا اور آسام کی جنگ میں یہ دلیہ خان کے ہمارے تھا چنانچہ ان اوقات میں اس کا ذکر وہ اچکا ہے خان خاندان اس کی بہادری سے راضی تھا مگر اہل دیہات پر تعدی کرتا تھا اس وجہ سے وہ ناخوش رہتا تھا ایک روز یہ بلاد تک خان خاندان کے گھر آیا اور زبردستی لیکر دارالسلطنت چلا جس سے مجرتا شاہی ہوا پھر بحال ہو ملک میان کابل میں تعینات ہوا وہ خدیر بن جب محمد دوست زری افغانوں نے شورش کی تھی تو اسے خوب تنبیہ کی تھی اس نے اس قدر نامی ہو چھانڈے کر کاٹے تھے کہ اس کی مینار بنائی تھی اس کا نام وہاں بچے کے ڈرائیمن مشہور ہو گیا تھا اس محنت میں وہ شاہ نے موسیٰ بنی و تھوڈی نے خطاب کر کے لکھ کر اس کو بھیجا تھا سلجھ مالگیری سے اسے خطاب خانی پایا تھا سلمہ بن قنارہ محنت جو تھا اس کے بعد قلع اکبر آباد میں جانوں نے سر اٹھایا اور قلعہ الطریقہ اختیار کی چند گاڑیاں ایک قافلہ کی جاٹوں سے اسے بھیج کر ان کی نگہبانی پر عمل کیا اتفاق سے ایک بندو ق کی گولی اسکے لگی اور سلمہ بن آغرخان جاں بحق ہوا۔

مقابل شد ندیدیدہ جسم	بہر یک از ایشان ہزار از غنیم
ندیدہ زمین پر تو قتاب	چنان کشتہ شد از عدو و حساب
براہ گریز آمدہ بے درنگ	چو دشمن بگردید عاجز جنگ
بگرد آفرین بر چنان پهلوان	دلیر خان رسید از تھا آن مان

دلیر خان جس پہلوان بہادر کی تعریف کر دیتے تھے اسکے لیے موجب فخر و ناز ہو جاتا تھا چنانچہ مصنف آغزا نامہ نے دلیر خان کی تحسین آغزا خان کی بہادری کی سند سمجھی ہے اور اسکو نظم میں لایا ہے۔

دو نشان اور بہت سی چھتریان مرہٹوں کی شاہی لشکر کے ہاتھ آئیں پونہ تک جو اہل سیوا جی کا مسکن تھا تاخت کی گئی اور بہت غنیمت ہاتھ آئی آغزا خان کے بیٹے نے جو آغزا خان ثانی کے لقب سے مشہور تھا اپنے باپ کی نمایان فتح کی یادگار میں مرہٹوں کے نشانوں کو اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا دلیر خان فتوحات کے علاوہ بعض ایلیان ملک کے ساتھ دوستانہ سلوک بھی کیا کرتے تھے اور انکی بادشاہ بغداد میں سفارش کرتے اور خطا بھی معاف کرائے کرتے تھے رانا والی اودھ پور راجپوتانہ کی جنگ میں جب بادشاہی لشکر سے عاجز آ گیا تو اسنے بذریعہ شاہزادہ محمد عظیم کے پناہ مانگی اور رنگ نیے اسکی معافی منظور کی لہذا رانا اودھ پور، اجادی الثانی کو تالاب اج سمندر پر بادشاہ کی ملازمت کے لیے حاضر ہوا اسوقت دلیر خان رانا کو ساتھ لیکر بادشاہ کے حضور میں لائے رانے پانسواشرنی اور اٹھارہ گھوڑے معہ ساز طلائی و نقرئی کے پیشکش میں

اسے ہفت چادری الثانی رانا بتالاب سمندر میں ملازمت شاہزادہ ابرو کوٹش کو کھمتر سے برسرے کار کوٹش اور دلیر خان پیرا شاہ اور دندرا راجا رانا بھانہ شہامت و ثار دلیر خان مفت خان مذکورہ قاضی گویا انی زلف خود بادشاہینہ پارچہ سے لکھنؤ میں مقیم رہے ایک جگہ سے لکھنؤ میں مقیم رہے پھر ایک جگہ سے لکھنؤ میں مقیم رہے پھر ایک جگہ سے لکھنؤ میں مقیم رہے پھر ایک جگہ سے لکھنؤ میں مقیم رہے

گذرنے اور آداب بجالایا دینے جانب بیٹھنے کا حکم ہوا اور اسکو خلعت و تلوار مرصع اور  
جرمہ مرصع پھول کٹارہ اور ایک گھوڑا مرصع ساز طلائی اور ایک ہاتھی مرصع ساز نقرئی کے  
عطا ہوا اور خطابے انا بھی بدستور بجال رکھا گیا اور منصب خیمہ زاری خیمہ ساز سوار کا مرتب  
ہوا اور اسکے ہمراہیوں کو ایک خلعت اور دس جرمہ مرصع اور چالیس گھوڑے عنایت ہوئے  
اور اجازت رخصت ہونیکی دی گئی وہاں سے رانا والی اور دیپور دلیر خان کے گھر آیا  
دلیر خان نے اسکو ٹھہرنیکی دعوت دی اور اپنی طرف سے نہ پارچہ بیش قیمت اور ایک  
تلوار مرصع اور ایک قبضہ سپر مرصع جیسے چڑاؤ پھول بنے ہوئے تھے اور ایک بچہ منبت کار  
اور نو گھوڑے اور ایک ہاتھی رانا کو دیا اور تین پارچہ کا خلعت جو نسایت گرانقدر تھا  
اور ایک خیمہ مرصع اور ایک بسی مرصع اور ایک جوڑ بازو بند مرصع اور دو گھوڑے  
دلیر خان نے رانا کے بیٹے کو دیے۔

رانا وہ خاندانی راجہ ہے جسکو اپنی قدامت و اصالت اور کثرت شتم و خدم پر بڑا اتمیا تھا  
اور اسکے خاندان کو یہ بڑا فخر تھا کہ وہ ہندوستان کے کسی عالیشان بادشاہ کی اطاعت کو  
نہیں جھکاتا تھا بلکہ اپنے ولیعہد کو بھی کسی شاہنشاہ کی خدمت میں نہیں بھیجتا تھا یہ رانا  
نہ بابر نہ ہمایون نہ اکبر کے عہد میں پورا مطیع ہوا نہ اسکے ساتھ جنگ پیکار ختم ہوئی نہ شاہ  
اکبر نے اگرچہ پچاس سال تک حکومت کی اور رانا پر تابستگہ کو فرمانبردار بنانکی غرض  
سے شاہزادہ جہانگیر کو راجہ مانسنگہ اور دیگر امر کے ساتھ بھیجا جہانگیر نے فوج کشی کی  
مگر وہ پورا مطیع نہ ہوا وہ ہمیشہ سے اپنے طریقہ قدیم پر چلتا تھا اور لوازم اطاعت کے نہیں  
بجالاتا تھا جب سپر لشکر کشی کی جاتی تو وہ دشوار گزار پھاڑوں میں چلا جاتا مگر سر نہ جھکاتا  
رانا سنگا جو بابر سے لڑا تھا اسکے دو بیٹے تھے ایک و دیسنگہ جسے او دیپور آباد کیا تھا

اور دوسرا پرتابستہ جسکا بنیا امر سنگہ تھا جسکو گوشالی شاہ جان نے دی تھی ولیر خان اس رانلے کے ساتھ ایسے احسانات کیے کہ وہ صرف انکے گھر آیا اس سے ولیر خانی عزت و وقعت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس پایہ کے امیر اور کیسے صاحب عزم و شجاع سردار تھے راجپوتوں نے جب سلتیج میں قومی اتفاق کر کے اورنگ زیب پر سخت چڑھائی کی تھی اور عالمگیر نے بھی رانا اور راجپوتوں کے مطیع کر نہیں پوری قوت صرف کر دی تھی مگر شاہزادہ اکبر کے باغی ہو جانے سے بادشاہی لشکر کو نہایت لشکری کا معاملہ پیش آیا تھا لیکن آخر کو شاہزادہ اکبر راجپوتوں کی طرف سے بھاگ گیا اور راجپوت عاجز ہو کر صلح کے خواستگار ہوئے اس جنگ میں ولیر خان کے واسطے سے اصلاح ہوئی تھی چنانچہ نادانہ رہتا تھا اس جنگ و صلح کی تفصیل جسکو لفٹنٹ کرنل جیمس ٹاڈ صاحب سابق پولیٹیکل اجنٹ راجپوتانہ نے تصنیف کیا ہے اور وہ شاہ جاج چارم کے ملاحظہ و منظوری سے طبع ہوا ہے اور اسکا انگریزی سے اردو میں ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے یہ تحریر ہے کہ ایک لشکر شاہنشاہ کا ولیر خان کی سرکردگی میں مارواڑ سے ورتا اور کیطرف سے شہزادہ اکبر کی بلا سے نکلنے کے لیے آگے بڑھایا پہاڑی لڑائی راجپوت نہایت ہوشیاری سے لڑتے تھے جسوقت کہ بادشاہی لشکر کوڑھ میں شکست ہوئی اسوقت رانا نے نہایت جلدی سے اورنگ زیب پر جو اپنے فرزند محمد غلام کے مقتوم وہ باڑی میں ولیر خان اور شہزادہ اکبر کی جنگ کے نتیجہ و نتجہ کا منتظر بیٹھا تھا کہ کیا لڑائیکے فسر نے جو قوم کا راجپوت تھا اور ولیر خان کے زیر حکم خدمت گزار کی کرتا تھا ان مشکلات کو آسان کر دیا وہ اپنے وطن کے جلیکے بہانے سے فوج سے جدا ہوا اور جس طرح کہ کوئی شخص سفر میں نہایت محبت سے ملاقات کو آتا ہی رانلے کے پاس آیا اور سنے

معاملات جنگ میں گفتگو کی اس سے اسکو معلوم ہوا کہ درحقیقت اچوت لڑائی کے  
چھڑنیسے مغموم ہیں اسوقت اسنے رانا سے کہا کہ شاہنشاہ خود تو صلح کا پیغام بھیجنا پسند  
نہیں کرے گا لیکن اگر کوئی شخص مصاحبت کا خوشگوار ہوگا تو وہ شرائط صلح کو ضرور منظور  
کرے گا یہ سنکر رانا نے اس راجپوت کو اختیار دیا کہ تم صلح کا پیغام میرے طرف سے شاہنشاہ  
کی خدمت میں پیش کرو چنانچہ اسنے اس صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اس امر کی تصدیق اچوت  
تین بھی ظاہر کرتی ہے اور تواریخ میں اس سردار کا نام جسکی معرفت صلح کا پیغام درمیان  
میں آیا تھا راجہ شیام سنگھ ساکن بیکانیر درج ہے رانا جسنگھ نے اورنگ زیب سے  
عہد و پیمان کیے اور شاہزادہ عظیم اور دلیر خان اس عہد نامہ کے سربراہ کا مقرر ہوئے  
دلیر خان ہمیشہ سموغ پر جبکہ صلح نامہ کے بارہ میں گفتگو ہوا کرتی تھی رانا راج سنگھ کی  
طرفداری کرتے تھے۔ رانا کے ساتھ دس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے تھے  
ماسوا اسکے بہت سے اشخاص پہاڑی سیر کے لیے جمع ہوئے تھے یہ سب تعداد میں  
ایک لاکھ سے زائد ہونگے شہزادہ محمد عظیم نے جو رانا کے حسب و نسب و عالی خانہ  
ہونیسے خوب اہت تھا بادشاہ اور رانا کے درمیان صلح کرادی عہد نامہ میں جبرمانہ  
برائے نام تفویض ہوا اور تین ضلع بابت اس جرم کے کہ وہ شہزادہ اکبر کی سرکشی  
و بغاوت میں مددگار ہوا تھا ضبط ہونا قرار پائے اور یہ امر شاہنشاہ کی بزرگی قائم  
رکھنے کے لیے عہد نامہ میں درج ہوا اور علامات شاہی یعنی قرمز چھنڈاوشامیانہ چھتر  
آئندہ سے رانا کے استعمال سے موقوف ہوناطے کیا گیا۔ اس صلح سے رانا کو بھی فوائد  
حاصل ہوئے فرزند ان دلیر خان اس مصاحبت کے دوران میں بطور برغمال  
وسپردگی کے دیے گئے تھے اور یہ امر واقعی اس گفتگو سے جو رخصت کے وقت



دلیسر خان اور رانا سے ہوئی تھی ظاہر ہوتا ہے اور وہ گفتگو یہ تھی کہ تمہارے امیر تو اکبر  
ہیں اور میرے فرزند بطوریرغال کے تمہاری حفاظت میں تم خاطر جمع رکھو کہ میں انہی  
جان قربان کر کے تمہارے ملک کو بحال کرادونگا بدینہ وجہ کہ  
تمہارے باپ سے مجھ سے کمال دوستی تھی۔

لیکن تقدیر سے ایسا اتفاق پیش آیا کہ سوائے تلوار کے اور کچھ کام نہ آیا دلیر خان اگرچہ وقتاً فوقتاً بدل سہی کرتے تھے لیکن اردائیں ایسی واقع ہوتی تھیں کہ کوشش کچھ کا رگر نہ ہوتی تھی رانا کو مجبوری ملک چھوڑ کر موری کے ان مقامات پر جو ناقابل رسائی تھے بھاگنا پڑا اسکے بعد دلیر خان کی سعی سے صلح ہو گئی۔

بیان مذکورہ بالا سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں اول نواب دلیر خان کی مہم راجپوتانہ میں موجودگی دوسرے رانلے اودیپور سے دوستی تیسرے امر صلیح میں کوشش چوتھے بادشاہ کی طرف سے ان کے فرزندوں کا ضامن بنانا ان کے یہاں بھیجا جانا لیکن فسوس ہے کہ راجپوتانہ میں جو اورنگ زیب بجننگ ہوئی تھی اسکی کوئی مفصل تاریخ نہیں ملی جس سے نواب دلیر خان کے کارنامے اور ان کے فرزندوں کے نام کہ کون کون صاحبزادہ یرغمال میں بھیجے گئے تھے معلوم ہو سکے گا صاحب موصوف نے صرف ان کے واقعات کو تحریر کیا ہے جس میں مختصر طور پر یہ واقعہ بھی شامل ہوا ہے۔

یہ تو پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ دسویں سال جلوس کے حسب احکم و لیبر خان  
دکن کو روانہ ہوئے اور وہاں پر اہل بیجاپور وغیرہ سے معرکہ آرا رہے ہیں مگر نتیجہ  
میں بعد کئی برس کے دکن سے حسب الطلب دہلی میں بادشاہ کے پاس آئے اور عرصہ میں

عابد خان کی تبدیلی ہوئی اور بجائے انکے دلیر خان صوبہ ارملتان کیے گئے اور وہاں جا کر ایوان صوبہ اری کو انھوں نے رونق دی اور ملکی و مالی انتظام میں مصروف ہوئے۔  
 ۱۹ سٹیج عالمگیری میں جب صوبہ ملتان شاہزادہ محمد عظیم کی جاگیر میں دیا گیا تو  
 دلیر خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پھر بادشاہ نے دارالسلطنت سے  
 انکو مہمات دکن کے لیے بھیجا۔

سٹیج میں جب خانجہاں بہادر جو دکن کا ناظم تھا معقب ہوا تو دلیر خان

ملہ عابد خان کا عرفی نام طبع خان تھا یہ باپ کی طرف سے شیخ شہاب الدین سروردی کی اولاد میں ہیں۔ شاہجہان کے عہد میں  
 ہندوستان میں وارد ہوئے۔ غازی الدین خان فیروز جنگ کے پدربزرگ اور نظام الملک اصفہا کے دادا تھے یعنی حضور نظام  
 فرمانرواے دکن کے مورث اعلیٰ ہیں صوبہ ملتان میں انھیں عابد خان کی جگہ پر دلیر خان مقرر ہوئے پہلے عابد خان چار ہزاری منصب  
 فائز ہوئے بعد کو پانچ ہزاری منصب کو پہنچے صدارت کل کا منصب بھی انھیں حاصل ہوا سٹیج میں قلعہ گوگٹندہ کے محاصرہ میں  
 قہر کا گولہ آپکے شانہ پر لگا کر کمال تو فحشہ اپنے قیام گاہ پر واپس آئے حمید الملک سدخان وزیر عظیم علی عیادت کو کئے جراح  
 پٹیوں کے ریزے نکال رہا تھا اور یہ بدستور بیٹھ ہوئے ایک ہاتھ سے تھوہ پتے جاتے تھے اور حاضرین سے باتیں کرتے جلتے تھے  
 اور پیشانی پر شکن بنیں آتی تھیں کہتے تھے کہ بغیر دوزخ ہاتھ آیا ہے اوس حالت میں فحشہ کو کھینچ لیا انکے والد شیخ عالم فاضل  
 اعظم سر قند کے تھے اور وہ والدہ صاحبہ عبد الرحمن صاحب صاحبہ کے فرزند تھے عابد خان صوبہ دار دکن و اجیر  
 ملتان کئی جگہ کے رہے ہیں انکے بیٹے غازی الدین خان فیروز جنگ کو ذاب سعد اللہ خان وزیر اعظم کی بیٹی منسوب تھی  
 سٹہ و در سال فو زہم ان صوبہ پٹیل شاہزادہ محمد عظیم شاہ قمر شاہ خان مذکورہ حضور رسیہ جیساق دکن میں خاص گردیدہ۔

سٹہ چون سال بستم خان جہان بہادر ناظم دکن معقب شد خبر دے ان و باریان سردار نادر مرفوض گشت  
 کہ تا تعین صوبہ دار مہمات انجام بصواب دیدار و تقدیم یابد۔

سٹہ خانجہاں کی معنوی کی یہ وجہ تھی کہ اوسکے لشکر میں فسق و فجور بہت ہوتا تھا اور بادشاہی فرمان اور اعراض  
 چوہہ مشاخر نہیں ہوتا تھا شاہزادہ محمد اکبر کے قریب پہنچ کر اوسنے گرفتاری کا حکم کیا سردار بار بادشاہ کے کہ کو یعنی ضاعی  
 بجائی ہوئے سے گستاخانہ جواب دیتا تھا اور دیگر مقدمات ملکی و مالی میں بد خیالی کرتا تھا سٹہ جلوس مطابق  
 سٹہ کو یہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ ۱۶ جمادی الثانی کو خود بادشاہ عالمگیری کی عیادت کو گیا  
 ۱۶ ماہ مذکور کو وہ دنیا سے رخصت ہوا اس امر پر عالیشان کی مصل نہایت شاندار رہتی تھی جو چاہتا

اوسکی جگہ پر مقرر ہوئے تمام صوبہ دکن کی صوبہ ارمی و فوج کی سپہ سالاری  
دلیہر خان کے سپرد ہوئی یہ صوبہ اتنا وسیع تھا کہ ایک سلطنت کا ہم ملکہ تھا وہاں  
جملہ مالی و فوجی مہمات انکی رائے سے انجام پاتے تھے۔

سلسلہ میں دلیہر خان اور حیدر آبادیوں سے ایسی سخت جنگ ہوئی کہ ایک باقی  
انکا زخم بان سے ہلاک ہو گیا اور خانہ صوف کی سواری کا جو باقی تھا اسکے ایک  
گولہ کا زخم لگا اور انکا دستکار جو پیچھے اپنے باقی پر بیٹھا تھا وہ بھی بان کے زخم سے  
ہلاک ہو گیا اور بان سے دلیہر خان کے گریبان میں آگ لگ گئی مگر جھانگل کے  
پانی سے جو ساتھ میں رکھی ہوئی تھی وہ آگ بجھائی گئی اسروز میٹھا آدمی غنیم کے قتل  
کیے گئے اور ایک بڑی جماعت دلیہر خان کے فوجی بھی کام آئی دلیہر خان اس روز  
لڑتے ہوئے اور اپنے لشکر کی خبر لیتے ہوئے شام کی وقت اپنے خیمہ میں پہنچے۔

سلسلہ میں قلعہ منگل بیدہ دلیہر خان کے حسن تردد سے سیوا جی کے قبضہ سے  
نکل آیا چنانچہ ماثر عالمگیری میں ہے کہ جب قلعہ منگل بیدہ دلیہر خان نے سیوا جی  
سے چھین لیا ہے تو اس امر کی اطلاعی یاد دہشت بھی بادشاہ کو لکھی ہے۔

بقیہ صفحہ ماقبل وہ کہا کرتا تھا اکثر وہی مجلس میں نظم و نثر و تلوار و جواہرات و باقی دھڑلے و ادھڑلتی کاتہرہ رہا کرتا تھا  
لہذا قلعہ منگل بیدہ دلیہر خان با منازعان گلشنہ آویز شے سخت دست داد ایک فیل بزم بان بکارا دیو فیل  
سواری خانہ کو زخم تنگ رسید و خدمت گاری کہ عقب خان مذکور فیل نشستہ بود بزم بان جان و باخت آتش  
بان و گریبان خان افتاد و از آب جھانگل فرو نشاندند مردم بسیارے از مخالفان برخاک ہلاک افتادند و جمع کثیر از فوج خان  
بکارتا دہشت جنگ کنان خبر شکر یافتہ شام خیمہ رسید ماثر عالمگیری ۱۶۵۔

ستہ نم رمضان عرضداشت دلیہر خان رسید کہ قلعہ منگل بیدہ و از قرون سیوا برآمد ماثر عالمگیری۔

تیسرے میں جب بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں رونق افروز تھا اوسنے دلیر خان کو بیجا پور کی محکم کے لیے مقرر کیا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ جب تک شاہ ہزارہ محمد غلام شاہ نہ حاضر ہوئے تم بھی میرے حضور میں رہو اس زمانہ میں دلیر خان سخت علیل تھے۔

## نواب دلیر خان کا شاہ آباد کو آباد کرنا

بوجہ تعلقات حکومت دہلی سے صوبہ اودھ کی طرف دلیر خان کی آمد و رفت اکثر رہا کرتی تھی شاہجہان بادشاہ کے عہد میں سرکار قنوج و کاپلی انکے متعلق تھی اور اورنگ زیب کے زمانہ میں سرکار اودھ دلیر خان کے سپرد ہوئی تھی اور جب اورنگ زیب نے اپنی تخت نشینی کے چند ماہ بعد صوبہ اودھ کی حکومت دلیر خان کو عنایت کی تو بوجہ اسکے کہ دلیر خان اکثر مہمات شاہی میں رہا کرتے ہیں انکے فرزند جمال خان کو انکے عہدہ کا نائب جانشین مقرر کیا تھا غرض کہ صوبہ اودھ سے رسل و رسائل کا سلسلہ برابر جاری رہا کرتا تھا جبکہ یہ کہ اب یہ قصبہ شاہ آباد آباد ہے ایک قصبہ انگلی کمرہ کے نام سے بستا تھا اوسیں ٹھہرونکی قوم آباد تھی ایک قلعہ اور چند گڑھیاں بغالی تھیں ٹھہرونکی حکومت بصورت ایک خود مختار ریاست کے تھی ایک کے بعد بیان کی حکومت برہمناں پور کے قبضہ میں آئی وہ برہمن اس وقت میں پانڈے کہے جاتے تھے جب انھوں نے پیشہ بغاوت و راہزنی کا اختیار کا لیا اور خزانہ شاہی جو ملک و دھدار سلطنت دہلی کو جانا لوٹ لیا تب ان پر عتاب شاہی نازل ہوا دلیر خان اس قوم باغی کے ہستیصال کیلئے مقرر ہوئے بعض مستند ذرائع سے معلوم ہوا کہ پیشتر دلیر خان پر گنہ گار نہ صلح شاہجہان پور

مین آئے اور اپنا لشکر ڈالا اور یہاں کے باغیوں کے دریافت حال کے لیے مخبروں کو مقرر کیا مخبروں نے جا کر یہ خبر ہو چائی کہ جملہ باغی متفرق طور پر گڑھوں وغیرہ میں رہا کرتے ہیں ایک روز ان کے نہان کا ہو گا اور سرور موقع حملہ کر نیکا اچھا ہو گا چنانچہ ایک روز تالاب تینا پر جو اس قصبہ کے دکن جانب واقع ہے وہ پانڈے بھائی کے واسطے جمع ہوئے میلہ لگا ہوا تھا کہ نواب دلیر خان ان کے سر پر ہو چکے اہم مقام پر بعض راوی یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ نہان کے زمانہ کے قریب دلیر خان نے کانٹھ سے کوچ کر کے یہاں سپاہیں لے کر لشکر کا پٹر اوڈالا تھا اور قصبہ پالی میں قیام کیا تھا جا سو سون کے خبر دینے سے وہ یہاں آگئے اور ان کی گڑھیوں پر چلے ڈھیر حملہ ٹیڑھ کے قریب پلے جاتے ہیں چڑھائی کر دی اور تالاب ریتھن کا محاصرہ کر کے لڑائی چھیڑ دی گڑھیان چھین لیں اور میلہ پر سبکو سپا کر کے بہت تلوار کے گھاٹ اتار دیے اور بہت سی سپر کر لیے مشہور ہو کہ بارہ ہزار جرار فوج دلیر خان کے ساتھ تھی اس میں سے بارہ سو بھان بھی قتل ہوئے اور بڑیا پانڈے اور دیگر ہنود مفروز ہوئے بعد قیامی کے اس حملہ کے صلہ میں بڑیاہ سلطانی سے یہ علاقہ مع قصبہ انکئی و میس پور کے جسمین مواضعات آباد و کچھ غیر آباد تھے دلیر خان کو عطا ہوئے۔ آبادی شاہ آباد کے متعلق تاریخ اقطاب اودہ مصنف مرزا محمد تقی صاحب لکھنوی ترجمہ گزیر سرکاری میں یہ مرقوم ہے۔

ٹھٹھرو کا ٹکٹا اور ان کے بعد چھتر نیکا حال اور ان کی ترقی دلیر خان کی کامیاب لڑائیاں اور بعد ازاں شاہ آباد اور تعلقہ باسٹونگر کا تقرر۔ تاریخی واقعات جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھٹھرو کی آبادی انکئی کھیرہ میں تھی جس کی جگہ پر بالفعل شاہ آباد واقع ہے۔

ان ٹھٹھرو پر فتح اس طرح کی گئی کہ چند پانڈے بردار برہمن جو کاشی سے ہرودوار جاتے تھے

بیان ٹھہرے اور پھر نگو کو روئ خیال کر کے وہی کی وقت انکو نکال دیا مگر ان پانڈے برادر و نکا  
 حال نہیں معلوم کئے سوار کا نام انگد تھا۔ پانڈے برادر انگئی کھیڑہ اور اسکے قرب جوار  
 پر اور ننگی ب کے زمانہ تک قابض رہے۔ ایک خراب ساعت میں ان لوگوں نے سرکاری  
 خزانہ جو کہ خیر آباد سے دہلی جاتا تھا لوٹ لیا سلطان نے غصہ میں کر دیر خان افغان کو انکی  
 سرکوبی کیلئے بھیجا شاہ جہان پور پہونچ کر تنہا دیر خان انگئی کھیڑہ کی طرف چلے تاکہ دشمنوں کی ہوت  
 دریافت ہو راستہ میں انکو پیاس معلوم ہوئی ایک ٹھہیا سے انھوں نے پانی مانگا دو ٹھہرو  
 کے انعام نے اس عورت کی زبان کو کھول دیا اور دیر خان نے اس سے تمام حالات پوچھ کر  
 برادر و نکے دریافت کیے معلوم ہوا کہ ایک دن سب لوگ تین تاتالاب پر نہانے کے لیے  
 جمع ہوتے ہیں یہ سنکر دیر خان شاہ جہان پور واپس گئے اور وہاں ایک ٹھہی قحج جمع کر کے  
 انگئی کھیڑہ پر چڑھائی کر دی اور برہمنوں کو گھیر لیا اور قتل و قمع کر دیا اس چالاک و بہادری  
 کے صلہ میں ان برہمنوں کی کل ریاست انکو جاگیر میں مرحمت ہوئی اور نواب دیر خان ہار  
 پنجہزاری کا منصب خطاب ملا انکی اولاد اس معانی پر نواب سعادت علی خان کے زمانہ  
 تک قابض رہی یہ سلسلہ امین دیر خان نے انگئی کھیڑہ کے مقام پر شاہ آباد بسایا  
 اور اس شہر کو اپنے رشتہ دار افغانوں و سوار و نسے بھر دیا۔ اور انکو قرب جوار کی معافان عطا  
 وسط میں بڑی دھڑھی کی عمارت بنوائی باون محلے انکے ساتھیوں کے نام سے مشہور ہیں  
 کپتان گاردن نیگ صاحب موضع دریا پور کے بابت اپنے فیصلہ میں لکھتے ہیں کہ انی فون نے  
 بہن باجیل و فریب و ریاز شہر شیرانی ریاست جھل کی اور پیاس یا ساٹھ برس کا عرصہ گذرا  
 کہ اسپر مالک ہے بعد ازاں انکو زوال آیا اور تعلقہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے اکثر موقع پر  
 قدیم زمینداروں نے چند حصہ اسے مول لیے اور اسپر قابض ہو گئے۔

بموجب تحریر فیض خیل صاحب کے شاہ آباد کی بنا انکے نے جو راجندر کا بھانجا تھا ڈالی تھی اگر  
ایسا نہ تو یہ قصبہ بہت قدیم ہے کیونکہ امجد رسو رسو بس پشتر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے  
گزرے اور اورنگ زیب کے زمانہ میں نواب لیر خان نے اسکو بنوایا اور آباد کیا تھا۔

اسکے بعد ہجک دیر خان نے ایک شہر موسومہ بہ شاہ آباد اپنی یادگار و سکونت اولاد  
کے لیے بسانا چاہا چونکہ اسکے قریب شاہانپور ایک بھائی کی طرح شاہان کے عہد میں  
پندرہ برس پہلے آباد ہو چکا تھا اور وہاں انکے اصلی نام جلال خان کی نسبت سے ایک  
محلہ جلالنگر اور خطابانی نام دیر خان کی مناسبت سے دیر گنج آباد بھی ہو چکا تھا اسلیے اس  
خیال میں انکی اور ترقی ہوئی اور اپنے نام و نشان کے لیے ایک علیحدہ شہر بسانا منظور ہوا تاکہ  
آغاؤں کا ایک ٹکڑا ہندوستان میں آباد ہو کر انکی قوم کی جمعیت و قوت زیادہ ہو۔ اور آرزوی  
ملنے سے ہمیشہ کے لیے حکومت حاصل ہو اور ہزار ہا بھان جو انکے ہمراہ فوجیں بصورت  
چھاونی کے جا بجا قیام رکھا کرتے تھے انکی خانہ آبادی بھی ہو جائے اور آئندہ نسل چلے  
ان مصلحتوں سے اپنے شاہ کی نسبت سے شاہ آباد نام رکھا اور شہر بسانا شروع کیا سب سے پہلے  
موضع دیر پور عرف نعمت پور میں قلعہ یعنی بڑی ڈیوڑھی کی بنیاد ڈالی اور باضابطہ اجازت  
حاصل کرنے اور بنا بروطنی انعام لہتھا راضی ملنے کی غرض سے ایک عرصہ شدت عالمگیر شاہ  
کے حضور میں گذرانی چنانچہ حسب غرض بادشاہ موصوف نے بنا بروطنی راضی متاکر کے  
انعام لہتھا کا فرمان عطا فرمایا جس میں پچیس لاکھ دام کی جاگیر بصبغہ تنخواہ اور چھ لاکھ دام بنا  
وطن انعام لہتھا غرض کہ جملہ تیس لاکھ دام کی جاگیر عنایت فرمائی اور اس فرمان کی تحریر کا  
زمانہ ماہ مبارک رمضان ۱۰۸۵ھ لغایمہ ۱۰۸۵ھ مطابق ماہ اردی بہشت ۱۰۸۵ھ  
ہو سینتیس موضع مع قصبہ لکئی کے جو متعلق شاہ آباد ہیں فرمان میں درج ہیں تو تفصیل یہاں





بسایا تو اس سے بیشتر سچ میں قبل از موجودگی شاہ آباد کیسے فتح ہوا اور فرمان میں اسکا وجود  
 کیونکر پایا جاتا ہے بہر کیف یہ امر لازمی ہے کہ سلسلہ شاہ آباد کی بنیاد پر لگی تھی بان  
 یہ ہو سکتا ہے کہ بنا بر آباد کرنے شاہ آباد کے بادشاہ سے دلیر خان نے زبانی بھی عرض کیا  
 اور اسکے بعد کسی مهم پر جانیکے بعد تحریری درخواست دی ہو اور باضابطہ فرمان شاہی نعمت  
 ہوا ہو جب دلیر خان مهم بنگالہ و آسام وغیرہ میں مصروف ہوں تو انکی عدم موجودگی میں انکے  
 لایق فرزند نواب کمال الدین خان آبادی شاہ آباد میں مشغول ہوں سکے بعد جب دلیر خان  
 ممات سے یہاں تشریف لائے ہوں تو پھر انھوں نے آبادی میں زیادہ ترقی دی ہو۔  
 سچ میں دلیر خان کن گئے ہیں و سب میں بان سیوا جی کی مهم سر کر کے و سب میں بجا پور کا  
 قلعہ فتح کیا ہے۔ واجب عرض سرکاری میں جو زمانہ آبادی کا سلسلہ اور سلسلہ لکھا  
 گیا ہے وہ اسوجہ سے ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کہ بعد فتحیابی اور حصول فرمان کے سولہ برس  
 تک شاہ آباد کی آبادی کیونکر عرض التوا میں ال دیجاتی بلکہ خود فرمان سے شاہ آباد کی  
 سلیبت ظاہر ہوتی ہے غالباً بند و بست سرکاری میں باشندگان شاہ آباد نے بالتحقیق  
 جو بستان بانی روایت کہ آبادی شاہ آباد کے پچھ سات برس کے بعد بانی شہر یعنی نواب  
 دلیر خان نے انتقال فرمایا ہے لہذا سلسلہ لکھا یا کیونکہ سلسلہ میں نواب دلیر خان نے  
 نسبت فرمائی ہے راقم نے تواریخ اور فرامین شاہی اور دیگر اسناد کے ہر پہلو پر غور کیا ہے  
 مگر سلسلہ میں شاہ آباد کی آبادی کی سی طرح ثابت نہیں ہوتی خاکسار کے پاس نواب  
 دلیر خان کے دستخطی اسناد موجود ہیں انھوں نے چودہری میکو کو جو بازار کا منتظم تھا پاس  
 بیگہ ارضی معافی میں مرحمت کی ہے اور اسکی سند سلسلہ میں تحریر کی ہے اگر ہیاں کی آبادی  
 موجود نہ ہوتی تو قبل سلسلہ کے سلسلہ میں ہ سند کیسے دیجاتی اسکے بعد سلسلہ میں

کچھ رضی دلیر خان نے اپنے چوبدار فیروز والہ بخش کو عنایت کی ہے اسکی سند میں گرد و لوح کے مکانات کے حدود بھی درج ہیں اگر یہ خیال کیا جائے کہ قبل الفتح گنگئی اور آبادی شاہ آباد کے یا سند اور اضیاء بطور خود تقسیم کر دیے تھے تو حدود اور مکانات نام بنام کیونکر معرض تحریر میں آسکتے اسکے علاوہ ۸۷۷ھ میں دوسرا پروانہ دلیر خان نے شیخ محمد مدھیہ قادری کے صاحبزادگان شیخ محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منور صاحبان کے نام جیسے مکانات مثلاً محلہ بدیرامین ہیں اور یہ اپنے باپ کے جانشین ہوئے ہیں تحریر کیا ہے جب شیخ مدھیہ کا تھا ہو گیا تو انکی جاگیر موضع جوگی پور و کھنور پور انکے صاحبزادہ کو دی ہے اگر قبل ۸۷۷ھ کے شاہ آباد کی آبادی نہوتی اور شیخ مدھیہ صاحب یہاں آباد نہوتے تو از روئے سند سابق جو دلیر خان کی طرف سے شیخ محمد مدھیہ صاحب کے نام تھی دوسری سند منجانب دلیر خان صاحبزادہ نام کیونکر تحریر کی جاتی اور وہ دیہات کس طرح دیے جلتے غرض کہ ان لائل سے ۸۷۷ھ سے پیشتر شاہ آباد کا آباد ہونا پورے طور سے ثابت ہو سکتا ہے اور اسناد مذکورہ بالا مستند ہیں اور اپنر دلیر خانی مہر جو ایک شعر میں بطور سچ کے ہو پڑی ہوئی ہے اور وہ شعر یہ ہے ۵

جلال داشت ز روز ازل چو صدق ضمیر

دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالم گیر

اس مہر کے بعد اسناد دہر و انونکی پشت پر دفتر کے کار پر داونونکی تصدیق وغیرہ بھی تحریر ہے جبکہ کثرت آبادی کے قصبہ گنگئی کے حدود باشندگان شاہ آباد کے مکانات باغات تجاوز کر گئے تب محمد طاہر عامل شہزادہ نے محصول طلب کیا اسپر کمال الدین خان نے بارگاہ شاہی میں عدم مزاحمت اور اضافہ دیہات کی عرضداشت گزارانی چنانچہ جوہر استدعائے جو مواضعات کہ ویرانی افتادہ تھے علاوہ ان یہاں جو دلیر خان کو پیشتر عطا

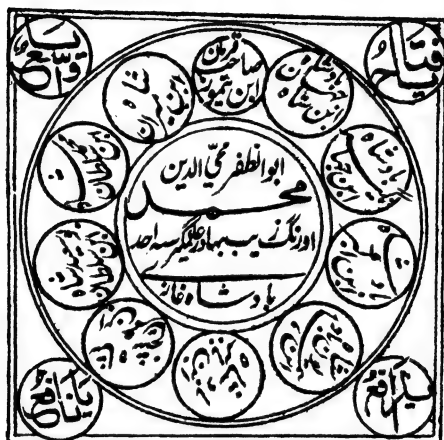
ہو چکے تھے دوسری بار کمال الدین خان کو مرحمت ہوئے اور اسکا فرمانہ اجاوی لکھا  
 ۹۶۱ھ کو مغائب بادشاہ عالمگیر تحریر ہوا جسکی نقل تذکرہ کمال الدین خان میں بحسنہ منج  
 ہے اسکے بعد آبادی شاہ آباد کی توسیع و ترقی ہوتی رہی اور شاہ آباد کے یہ حدود قرار پائے  
 پچھم و اوتر کی طرف موضع او دہر نور و بلخ پچاس ہزار احد پور باغ لکھ پڑا موسومہ بہ بڑا باغ  
 حد کن موضع سرے کمال الدین خان جسجگہ کہ سرے پختہ و میران آجتک پائی جاتی ہے  
 غرض کہ یہ طول و عرض قائم کیا گیا اور باون محلے مندرجہ ذیل آباد کیے گئے اور اب قبائس قصبہ  
 شاہ آباد کا ان روئے چائیش انگریزی کے نو ہزار سات سو پچاس سیکے جڑی پختہ ہو جو دیرانی  
 اور ضلع نہونیکے یہ شہر قصبہ ہی رہا مگر ملک و دہ میں سب بڑا یہ ہی قصبہ ہی آبادی غیر مسلسل  
 ہونکی یہ وجہ واقع ہوئی کہ فکڑ لشکر کے جا بجا فاصلہ پر محلہ بسائے گئے تھے عہد شاہی کہ  
 زمانہ عام ہتیار بندی اور سپاہگری و زور آزمائی کا تھا روزمرہ جنگ جدال برپا رہا کرتی  
 تھی اسلئے شہر پناہ شجاع اور جبری افغانوں کے محلوں کی آبادی سے بنائی گئی اور وسط شہر  
 میں بجائے قلعہ منہدم کے بڑی دیوڑھی قائم کی گئی اور اندرون قصبہ کے علما و حکماء و فقرا  
 کا بیستہ ہجرت اور دیگر مشیہ و رعایا کو آباد کیا گیا اور بازار و نکو بسایا گیا اور محلوں کے نام جو قوم  
 کہ او میں آباد کی گئی تھی نامزد کیے گئے مثلاً مہند سلیمانی۔ باقر زئی غلزی کہ ہر ایک  
 قبیلہ کی قومیں کا چوٹھان جس قوم کا جسجگہ کہ آباد ہوا تھا وہ محلہ اسکے نام سے منسوب  
 کیا گیا اور چکات باون کے مشہور ہونکی وجہ یہ ہے کہ قصبہ ہذا کی آبادی کی وقت جو فسر و  
 رفیق ہزارہ و بہر خان کے یاغیوں کے تدارک میں کام آئے انکے وراثا کو ازراہ قدر وانی فہما  
 ویران ارٹھی و فہما آبادی کے لیے علی قدر مراعات تقسیم کیے گئے اور جو دوسرے  
 اشخاص بذات خاص ابن استحقاق سے تھے انکے نام بھی محلہ داری کے پر وئے

منجانب نواب لیر خان و نواب کمال الدین خان مرحمت ہوئے یہ قبائل تعداد میں  
 باون تھے اراضیات کے رہن و بیع کا اختیار بھی اصلی مالکوں کے ورثا کو نسلاً بعد نسل  
 آج تک حاصل ہے کمال الدین خان کے فرزند نواب سردار خان نے خود شاہ آباد میں  
 ان لوگوں کی حقین خریدی تھیں چنانچہ چار سیکہ زمین محلہ اند پور میں متعلقہ عولی ختیا خان  
 کے انکی دختر سماء گرامی بی بی اور انکی پوتی تاج بی بی بنت دولت خان سے مبلغ  
 پچاس روپیہ کو محمد مقبول اپنے وکیل کے ذریعہ سے مول لی اور اسکا بیعنامہ غرہ صفر  
 ۱۲۸۷ھ کو تحریر ہوا تھا جسپر قاضی شہر اور دیگر شرفا کی مہر ثبت ہیں۔  
 اب یہاں پر فرمان شاہی جو دیر خان کے نام ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ نقل سکی صفحہ آمیزہ  
 پر ملاحظہ کرنا چاہیے۔



نقل فرمان بادشاه عالمگیر بنام نواب لیرخان

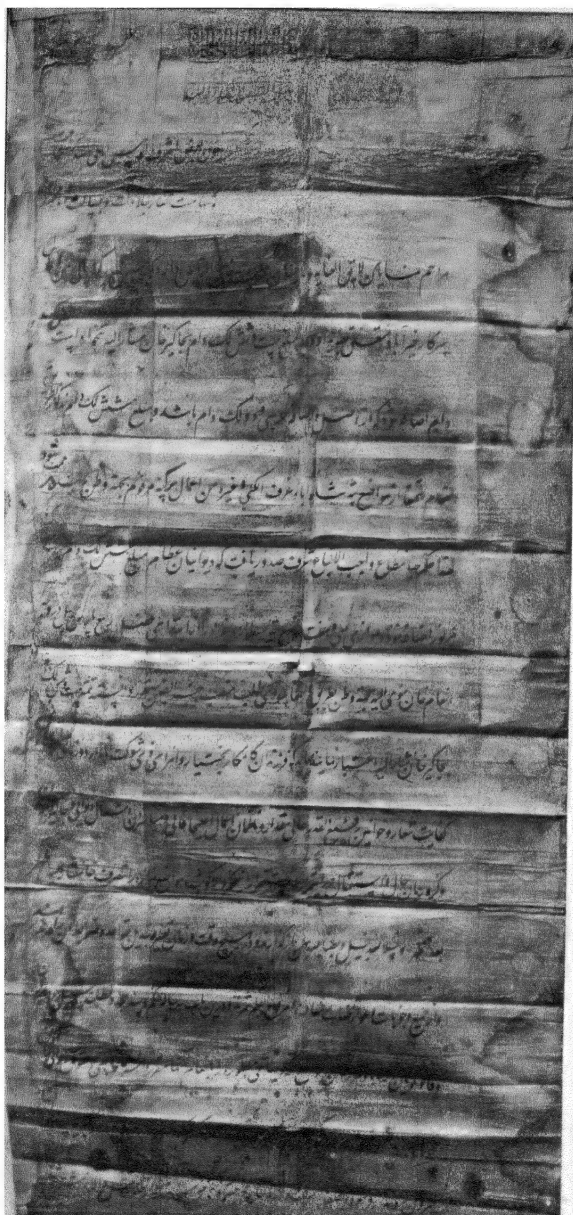
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



محرم الحرام سنه ۱۰۵۷  
 و در روز پنجشنبه  
 بمقام نواب لیرخان  
 فرمان صادر شد

چون بعضی شرفا قدس علی کیه شجاعیت و شجاعت شیار  
 جلادت و بسالت آنها را در امر ارجح نمایان لایق عنایت





دومان شاهي مقام نواب دلور خان بانئي شاه آباد







والاحسان لیرخان التماس دارد که بر جمع پایی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق  
بصوبه داده که مبلغ بست و شش لک دام بجا گیر خان مشارالیه نخواه است  
شش لک دام اضافه شود که اصل و اضافه جمله سی و دو لک دام باشد  
و مبلغ شش لک دام مذکور بطریق انعام لتهما از مواضع پشه شاه آباد و عرت  
انجی و غیره من اعمال پرگنه مرقوم بجهت وطن به بند مرحمت شود و  
حکم جهان مطاع واجب الاتباع شرف صدور یافت که دیوانیان عظام  
مبلغ شش لک دام بر جمع پرگنه مزبور اضافه نموده موازی سی و هفت موضع  
پشه مسطوره و غیره را از ابتدا فی فصل ربیع پارس نیل در وجه نعم  
خان مومی الیه بجهت وطن بطریق لتهما سوای طلب منحصراً بضمین مقرر  
دانسته تتمه بست و شش لک دام بجا گیر خان مشارالیه اعتبار نمایند  
می باید که فرزندان کامکار بختیار و امرای ذی شوکت نامدار و و در  
صائب الی کفایت شعار و خوانین رفیع القدر عالی مقدار و ناظران  
علیخاقانی و مباشران اشغال دیوانی و جاگیرداران و کور و ریاحان  
و استقبال در استمرار و استقرار این حکم والا کوشیده  
مواضع مذبوره را تبصره خان مشارالیه ظهر بعد ظهر و نسلاً بعد نسل و بطناً

بعد طین او باز گذارند و در هیچ وقت و زمان تغییر و تبدیل بقواعد و ضوابط آن اه  
ندهند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع اقلیم ششم  
و دین باب ہر سالہ حکم و سند مجد و طلبند میل چودہرین قانونگویان و  
رعایا و مزارعان آن مواضع آنکہ دیہات مسطورہ را انعام آنها مقرر  
دانستہ مالوجی و حقوق دیوانی را موافق حق و حساب بخان مومی لیسہ  
جواب گو و از انجملہ چیزی قاصر و منکسر نکردند و از اصلاح و صوابدید حسابی  
آنها بیرون نروند و از فرمودہ تخلف و انحراف نورزند بتایج بنیستم ذی حجه  
سنہ پنج از جلوس والا نوشتہ شد۔

## جانب پشت فرمان

شرح یادداشت واقعه تائخ روز شنبہ سوم شہر رمضان المبارک شہ جلوس مقدس  
مطابق سنہ موافق اردی بہشت ماہ الی ہر سالہ نواب قسی القابی رحدہ خلافت  
اہست نور حدیقہ سلطنت دولت فروغ و دومان عز و اقبال چراغ خاندان جاہ جلال الاکبر  
بلند مکان فیج القدر منبع الشان ستودہ خصال نجمہ شیم۔ و بعرفت وزارت پناہ کفایت  
و تنگاہ شایستہ اضاف و مراحم تفقدات سزاوار صنوف عواطف ملطفات اجہ کھاب کی و  
نوبت قہ نویسی کترین بندگان در گاہ خلایق پناہ محمد علی حسین قلی میگردد کہ چون در نیولا  
بعرض اشرف اقدس علی رسید کہ امارت پناہ دلیر خان از در گاہ فضل و کرم اتماس دارد

کہ در جمع پرگنہ پالی من اعمال سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودہ مبلغ بسٹشش لک دام  
بجاگیر خان مشارالیه تنخواہ است ششش دم اضافہ شود کہ جملہ صل و اضافہ سی و دو لک  
دام باشد مبلغ ششش لک دم مذکور بطریق انعام التمغا از مواضع تہ شاہ آباد عرفانکئی  
و غیرہ از مواضع پرگنہ مذکور بموجب مسطور فی الزیل بحجت وطن مرحمت شود و لہذا حکم  
بہا منقطع عالم مطیع صادر شد کہ مبلغ ششش لک دم بر جمع پرگنہ مذکور اضافہ نمودہ  
مواضع تہ شاہ آباد و غیرہ دیہات مذکور را من ابتدا سے بیع پارس پل بانعام خان  
مومی الیہ بحجت وطن برسم التمغا سولے طلب منصب عطا فرمودیم تتمہ بسٹشش  
لک دام را بجاگیر خان مشارالیه حساب نمایند و مطابق فہرست جات قلمی شد  
شرح بخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ راجہ رکھاب کھی بر سالہ نواب قدسی  
القاب ستودہ خصال خجستہ شیم و بمعرفت کمترین بندگان در گاہ دخل و قلعہ نمایند  
شرح حاشیہ بخط واقعہ نویس مطابق واقعہ است شرح بخط

وزارت پناہ کفایت دستگاہ شایستہ اضافہ مراجم تفقعات  
سزاوار صنوف عواطف و ملطفات راجہ رکھاب کھی بعض مکرم  
نمایند۔

شرح بخط سیادت پناہ رفعت و معالی در گاہ اشرف خان آنکہ  
نہم شہر رمضان شنبہ جلوس مبارک مکرم بعض تقدس نمایند  
شرح بخط وزارت پناہ کفایت دستگاہ شایستہ اضافہ مراجم  
و تفقعات سزاوار صنوف عواطف ملطفات راجہ رکھاب کھی  
فرمان عالی شان قلمی نمایند۔

بناجی غلام احمد شہزادہ ملک  
مواظبت علی مطابقت امور  
نقل و حرکت راجہ رکھاب کھی

نقل و حرکت راجہ رکھاب کھی  
بناجی شہزادہ شمس الدین جلوس والا

موضع  
اصل داخل  
جمع دایه حسب الحکم

پواقه عاقله ۳۰ - و مضان  
داخل در نامه و اسم ابوبکر  
بنایع مومعه بوقت سی ابتری

لے لک  
چھ دام

نقل  
بنایع ۱۲ شهر مومعه جلوس  
نقل بد فرموشی الملکی مومعه

از تہ شاہ آباد عرف انگلی  
مومعه موضع  
اصل داخل  
جمع دایه

نقل  
بنایع ۱۲ شهر مومعه جلوس  
نقل بد فرموشی الملکی مومعه  
مواقه اسب خوشه شد  
بنایع ۱۲ شهر مومعه  
نقل بد فرموشی الملکی مومعه  
مواقه اسب خوشه شد  
بنایع ۱۲ شهر مومعه  
نقل بد فرموشی الملکی مومعه  
مواقه اسب خوشه شد





اب یہاں پر کچھ قدیم آبادی کی حالت بھی جیسے شاہ آباد بسایا گیا ہے بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے اس قصبہ انگلی کی آبادی کے متعلق ہمیں کوئی تاریخ ہندی نہیں ملی مگر چارے ایک محقق دوست نے جو قوم کے ہندو ہیں ایک سنسکرت کی پوٹھی سے ترجمہ کر کے کچھ حالات لکھا ہے ہیں جو نذر خاطرین کیے جاتے ہیں انکی روایت میں ہے کہ انگلی محل میں انگدہ گڈہ تھا راجہ انگدہ نے یہیستی اپنے نام سے بسائی تھی راجہ انگدہ ہمارا راجہ راجندر کے سپہ سالار تھے ہمارا راجہ راجندر سورج منسی خاندان سے تھے جو ہندوستان کے مشہور فرمانروا گذرے ہیں انکے والد راجہ دسر تھے جنکا پایہ اجداد ہیا تھا جب ہمارا راجہ موصوف نے جنوبی ہند یعنی ملک کن کی راجدہانی کو جو اس وقت میں جزیرہ لنکا اور ابار دو میں سنگدیب اور انگریزی میں سلون کہتے ہیں فتح کرنا چاہا اور اپنے باپ کے حکم سے وہاں چڑھائی کی تو اس وقت راجہ انگدہ نے چومپا پور ضلع تاسک واقع سنٹرل انڈیا کے باشندہ تھے بڑی بہادری دکھائی اور بڑی بڑی لڑائیاں جیت کر ہمارا راجہ راجندر کے دلین بہت گنجائش اور محبت پیدا کر لی جب وہاں سے وہ کامیاب ہو کر اپنی راجدہانی اجدوہیا کو واپس آئے تو ہمارا راجہ راجندر نے اپنے پایہ تخت کے چیم کی جانب تخمیناً سو کوس کے فاصلہ پر راجہ انگدہ کو جاگیر عنایت کی اور انھوں نے یہاں آکر اس مقام پر ایک بستی بسائی جسکا نام انے نام سے منسوب کر کے انگدہ گڈہ یا انگلی رکھا اور اس میں پانچ کنوئین جنکے نام - گنگو دت - سمندر کھار - سو بھدرہ - کوشودک - پوہرت اور نو تیر تھے جنکے نام - تریدا - گرو تھ - برہمہ ورت - منڈکا - باراہ - ستاگر اور شے برت - تھیٹ - برنگداگا - قائم کیے یہ مقام نکھار سے ۲۸ کوس

پچھم کی طرف واقع ہے اور بموجب اس کے عقیدہ کے سکیم دیو کا تعلق نربہ سے ہے اور جالتی دیوی کا تعلق گروتھ سے منسوب کیا جاتا ہے بعض راہہ انگد کو مارا جا رہا چند کی اولاد میں بھی بتلاتے ہیں واللہ اعلم بالصواب۔

## شاہ آباد کے محلہ کے نام جو تعداد میں ۵۲ تھے

شیخوپور	ہن زی	اشد پور	سید خیل
نئی بستی	خلیل	جنگلیان	ملکا پور
احاطہ حکیم عبد الباقی خان	عن لزی	محلہ شمشیر خان	ولی بین
بازید خیل	نیکو زی	محلہ جعفر خان عرت مو جاکن	میران کی بستی
گڈھی کلان	سلیمانی	مہمند	مولانا گج محلہ حامی حیات خان
تاجپورہ	باقر زی	بازید خیل مہش خان	گڈھی بغیا
اختیار پور	دلاور پور	محلہ سورون	نیزیل ثانی محلہ علی شیر خان
کھیرہ عظمت خان	بنی بی زی	یونس خیل	عنایت پور
ٹیڑھانیاں	محلہ نبھیا	ماہی باغ	گلیانی
ابن زی کھتہ والا	گنجی خانزاد	بازید خیل نعمت خان	کوٹ غرو میان
محلہ اویران	بازید خیل ثانی محمود والا	سید واڑہ	نعلبندان
بھوڑیا	کھتہ	ٹلیا ویران	ہرو اویران
محلہ سمنہر خان	کوٹ باہیل	محلہ سمیع خان	باراپور ویران



## نواب دلیر خان کے ہمراہی اور محلہ دار

دیوان عظمت خان۔ انھیں کے نام سے محلہ باقر زئی عرف موٹولہ آباد ہوا ہے یہ باقر زئی قوم کے پٹھان تھے اس لیے ان کا یہ محلہ باقر زئی مشہور ہوا یہ فتح پور نامور افسر تھے اور ان کا حضور رس ہونا بھی ثابت ہوتا ہے جو سند کہ نواب دلیر خان نے انکو محلہ وغیرہ کی عنایت کی تھی انھوں نے اس اراضی کا فرمان بھی بادشاہ سے حاصل کر لیا تھا ان کا مقبرہ مابین دلاور پور و باقر زئی کے اب تک شاندار بنا ہوا ہے انکے والد کا نام آدم خان تھا جو نیک نام خان کے نامور فرزند تھے انکے ایک بیٹے جمیری خان تھے جو شاہ آباد میں عابد اور با خدا انسان گذرے ہیں بعض کاغذات کہنے میں انکا نام خانزادہ کے لقب سے لکھا ہوا ہے بعض کاغذوں میں عظمت خان کے نام کے پیشتر اجلال پناہ وغیرہ یا وقت الفاظ لکھے ہوئے راقم کی نظر سے گذرے ہیں ۹۶ھ میں خان موصوف نے ایک موضع زناہ دارون سے خرید کیا تھا جس سے انکا مول ہی زمانہ سے پایا جاتا ہے نقل فرمان شاہی منسلک ہے

نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام دیوان عظمت اللہ خان باقر زئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم



چون بعضی مقدس محلے رسید کہ بموجب سند  
 دلیر خان موازی یکصد و بست بیگہ زمین از پرگنہ پالی  
 سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ آوودہ از انجملہ بست بیگہ بحیث باغ در سواد قصبہ  
 شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش عظمت الشہ مقرر است و مشار الیہ  
 اراضی مذکورہ را قابض و متصرف التماس فرمان والا شان دارد  
 حکم جهان مطاع عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذکور از محل فتیم  
 بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و باغ او حسب الضمن  
 مقرر باشد کہ حاصلات انرا فصل بفصل و سال بسال صرف معیشت  
 خود نموده بدعلے بقلے دولت ابد طراز اشتغال میداشته باشد میباید  
 کہ حکام و عمال و جاگیرداران و کروریان حال و استقبال این حکم والا  
 را مستردانستہ اراضی مسطورہ را بتصرف او باز گذارند اصل او  
 مطلقا تعیر و تبدیل بدان راہ نہ ہند و بعلت مالوجات و اخراجات مشل  
 قتلغہ و پیشکش و جریبانہ و ضابطانہ و محصلانہ و مہرانہ و داروغگانہ و ہیکار و شکال  
 دودہ نمی مقدمی و صدوقی و قانوںگوئی و ضبط ہر سالہ و تکرار زراعت و کل تکالیف  
 دیوانی و مطالبات سلطانی مزاحمت نرسانند و در نیاب ہر سالہ سند مجدد  
 نہ طلبند و اگر در محلے دیگر چیزے داشته باشد انرا اعتبار نکنند تا کیہ دانند۔

بتایخ بست و دوم شہر رمضان المبارک  
 سنہ بست و پنجم از جلوس والا تحریر یافت

## عبارت بجائے پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز دوشنبہ ہفتہ ہم شہر سلج والا موافق ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۲ شہر ماہ الہی بر سالہ سعادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت و ستگاہ سزاوار عنایت بادشاہی قابل مرحمت خلیفہ الہی صدر رفیع القدر تسلیم خان۔ و نوبت واقعہ نویسی کترین بستگان درگاہ خلائق پناہ نور الدین محمد تلمی میگرد کہ بعض مقدس محلے رسید کہ بموجب سند لیر خان موازی یکصد و بست بیگمہ بن از پرگنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودھ از انجملہ بست بیگمہ بختہ باغ در سواد تھبہ شاہ آباد و باقی در وجہ مدد معاش عظمت اللہ مقرر است و مشارالہ ارضی مذکورہ راقابض و متصرف التماس فرمان والا شان دار و حکم جہا منطلق عالم مطیع صادر شد کہ موازی مذکور از محل قدیم بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجہ مدد معاش و باغ او مرحمت فرمودیم اگر در محل دیگر چیزے داشته باشد آنرا اعتبار نکنند۔ واقعہ بتاریخ شہر جمادی الاولی ۱۲۹۲ھ مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد۔ شرح بخط سیادت و نجابت پناہ شجاعت و شہامت و ستگاہ صدر رفیع القدر قلیج خان آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط موتمن الدولہ العلیہ معتمد السلطنۃ الہیہ عمدہ وزراء رفیع الشان زبہ خواتین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناہج مناج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان حمہ الملک مدار المہام آنکہ بعض مکرر رسانند۔

شرح بخط خانہ زاد لایق العنایۃ والاحسان قابل المرحمۃ والامتنان لطف اللہ خان  
 آنکہ دوازدهم شهر شعبان ۱۲۳۵ جلوس میمنت مانوس مکرر بر عرض مقدس رسید  
 شرح بخط خان شجاعت نشان جمرة الملك مدار المہام آنکہ فرمان عالیشان قلمی بنمای  
 ماعنگہ زمین از محل قدیم

بوقلمون مطابق داخل روز نهم ۱۲ شعبان سنہ الیہ  
 "شہر ذی الحجۃ جلوس

۵۱ شہر محرم الحرام ۱۲۳۵ داخل سیاحت حضرت  
 ۵۲ تاریخ ۱۲ ذیقعدہ ۱۲۳۵ جلوس بدقت مفسد  
 ۵۳ تاریخ ۱۹ شہر شوال ۱۲۳۵ و از مواقع ۱۲۳۵ تا ۱۲۳۶ مطابق ۱۳  
 الی نقل بدقت صاحب البوصلة الی الفتح



کتابخانه عمومی حضرت امام علی (ع) - تبریز  
 ثبت شده در دفتر ثبت اسناد و اسرار - ۱۳۴۲

دیوان پایہ خان یہ محلہ مہمند کے بانی و مورث اعلیٰ اور نہایت پاکباز و شجاع ہوا۔  
 محلہ مہمند میں مسجد بھی دیوان موصوف کی بنوائی ہوئی ہے جو آج تک آباد ہے اس سے  
 انکی بیک نیتی و پاک کمائی کا پتہ چلتا ہے اسی مسجد کے طاق پورب جانب اکھا مزار ہے  
 افسوس کہ اکھا کوئی کاغذ دستیاب نہیں ہوا۔

دیوان رحیماد خان یہ محلہ سلیمانی کے مورث اعلیٰ اور نہایت دیندار و جبری  
 بزرگ تھے چونکہ قوم کے سلیمان خیل بچان تھے بدینو جہ سلیمانی اکھا محلہ مشہور ہوا انکی اولاد  
 کا شجرہ تذکرہ حافظ غلام علیخان مین تحریر کیا گیا ہے راقم کے یہ بزرگ تھے۔  
 دیوان دلاور خان یہ محلہ دلاور پور کے بانی اور وضع داری و بہادری اچھ دیگر  
 خوبوین ممتاز تھے انکی اولاد نے حکیم دولت لے کے خاندان کو غسل صحت کے موقع پر  
 اکثر چک و بلغ دیے ہیں جنکے کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں ہیں جنسے اکھا حساب  
 ثروت ہونا ثابت ہے آپکی اولاد مین بادل خان تھے جنکے فرزند ان ارشا و علیخان کرملی  
 نگاہ علیخان فضل حسین خان ہوئے ہیں باعتبار دنیاوی امور کے یہ گھر خوشحال یا تو قیر  
 ہے چند سال ہوئے کہ اسخاندان کے ایک ممبر اسنا و علیخان صاحب نے جو آمریری مجسٹریٹ  
 تھے انتقال کیا وہ خلیق متعل انسان تھے دلاور خانی سلسلہ مین امتیاز علیخان بھی شرفیاء  
 وضع اور آن بان کے تھے۔

دیوان عنایت خان دیوان رحیماد خان سلیمانی مذکورہ بالا کے داماد تھے اور  
 بعض کاغذات سے ایک دو سوے شخص بھی پائے جلتے ہیں اور محلہ کے بانی اور  
 سرگروہ ثابت ہوتے ہیں ممکن ہے کہ کوئی دو سوے بچان انکے ہنام ہوں۔  
 حاجی حیات خان یہ محلہ مولا گنج کے تھے ایک حیات خانیہ بھی تھے جو

زبردست خان کے خطاب سے مشہور تھے اور جو دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے جنکے کارنامے اکثر ہنگامہ و دکن وغیرہ کی مہمات میں منقول ہیں مگر یہ امر تحقیق نہ ہو سکا کہ وہی حاجی حیات خان تھے۔

دیوان سبخر خان و شیر خان یہ حضرات بھی اپنے محلہ کے بانی ہیں انھوں نے اپنا محلہ غلزی سے قریب آباد کیا تھا قوم کے من زئی تھے انکی اولاد یہاں سے قصبہ ملیح آباد میں جا کر سکونت پذیر ہوئی چونکہ صوبہ اودہ کی نظامت سے بیسواڑہ و ملیح آباد و سندیلہ وغیرہ کے پرگنات دلیر خان کے متعلق تھے اور بعض اوقات وہ ملیح آباد میں بھی رہا کیے اسلئے بعض ہجوم پٹھان شاہ آباد سے جا کر ملیح آباد میں آباد ہوئے شیر خان کے فرزند فتح خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان مولف تاریخ مقرر اخبار ہیں عہد شاہی میں بمقام ملیح آباد رہے ہیں اور سبخر خان کی اولاد میں بہرہ مند خان وغیرہ بھی ملیح آباد میں رہے ہیں جنکے فرزند احمد خان نے ایک کتاب اپنے بزرگ سبخر خان عبدالنبی کے حالات میں لکھی ہے محمد خان و سرمست خان بھی شاہ آباد سے جا کر ملیح آباد میں سکونت پذیر ہوئے ہیں ان حضرات کی اولاد محلہ تختیارنگر وغیرہ میں گذری اور اب تک امداد علی خان و عبدالعلیمان وغیرہ اسی نسل سے باقی ہیں۔

القاصہ شاہ آباد کے اکثر محلہ جات نیکو زئی - خلیل - سیخیل - بازید خیل - غلزی - اپنے بانیوں کے قوم سے منسوب ہیں اور بعض محلے دوسری خصوصیت کی وجہ سے اور کسی نام سے بھی موسوم ہوئے۔

یہ روایت بھی بیان کی جاتی ہے کہ اکثر اراضی محلہ کی آبادی کیلئے بارہ بیگہ بختہ الہی گز سے محلہ اور نوکودلی تھی مگر بعض اسناد میں چالیس بیگہ بھی دیکھتے ہیں آئی دلیر خان نے

دوسرین آبادی کے لیے اہل اسحاق کو دی ہیں اور تین سے بھس یہاں پر درج کی جاتی ہیں  
ولیر خان نے اپنی حیات میں اپنے بیٹوں کو بھی مواضع و مکانات تقسیم کیے تھے  
اور انکو بھی جداگانہ اسناد عطا کیے تھے منجملہ ان کے قلمیو خان کو موضع او دھرت پر دیا تھا  
جسکی پہلی سند ولیر خان کے ہاتھ کی راقم کے پاس موجود ہے نقل اسکی مندرجہ ذیل ہے

## نقل سند نواب لیر خان بنام پتمو خان

متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ پالی از تہ شاہ آباد  
مہر جلال شاہ نے فاضل چو صدق میر  
سہ کار خیر آباد و صوبہ او دھرت بدانتند۔  
ولیر خان و الطاف شاہ صاحب

موضع خانپور خاص از تہ شاہ آباد از جملہ دیہات لقمہ  
علمہ پر گنہ مرقوم در وجہ انعام بر خوردار اقبال آثار قلمیو خان من  
ابتداءً فصلی قوی ٹیل شہنشاہ کیزار و بہشتا و وہشت فصلی حسب الضمن  
مرحمت گشتہ باید کہ از موضع مسطور تعلق و تصرف کسان بر خوردار و آگذازند کہ صحابہ  
آئینہ تصرف ہووہ در از دیاد آبادانی و تکریر ااعت و عمارت جہد بلوغ بکار برند۔  
درین باب قدغن دانند۔ فی التالیخ نوزدہم شہر رمضان المبارک سنہ ۱۰۸۵ھ  
جانب پشت ملاحظہ نمایند

ضمن نویسی

۱۲ رمضان المبارک سنہ ۱۰۸۵ھ  
بکرموضع اصل  
بناجی و مصفا علی قلم  
محبوب خان زادہ

(۱۲)

شرح ضمن روجہ انعام خان اودہ فتح معمر خان از موضع خانیور تہ شاہ آباد از جملہ دیہات  
انتفاع علیہ پر گنہ پالی من ابتدا فی فصلہ رفیق قوی سل شہنشاہ مرحمت شد قلمی شد

۱۲ رمضان المبارک ۱۲۹۰ ہجری  
نقل پستہ در دیوان رسید  
خواجہ پستہ رسید  
سبب الامرا از ابتدا فی فصلہ رفیق  
قوی سل شہنشاہ قلمی شد  
شہنشاہ و امرا فی فصلہ رفیق  
امر شد کہ در دیوان انعام  
خواجہ پستہ از ابتدا فی فصلہ رفیق  
قلمی شد  
۲۰ رمضان المبارک

شرح و تفسیر دیوانہ

ایک موضع اصل  
۱۲ رمضان ۱۲۹۰ ہجری

۱۲ رمضان ۱۲۹۰ ہجری

اس کے بعد ایک باغ جواہل خانہ نواب دلیر خان کا تھا اور وہ سبند میں داخل  
ہونے سے رہ گیا تھا دلیر خان کے عاملوں نے اس سے فراحت کی مقمور خان  
نے اپنے والد بزرگوار سے اس باغ کے لیے عرض کیا اسکی سند بھی دلیر خان نے  
عطا کی جسکی نقل بحینہ تحریر کیجاتی ہے۔

ایضاً

جلال اہشت نور تلال صدق خیر  
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ علیہ  
متصدیان مہات حال و استقبال تہ شاہ آباد محال  
وطن بند

کہ موضع خانیور عرف اودہ ہرنور در وجہ انعام بر خود و اول اقبال سند مقمور خان من  
ابتدا فی فصلہ رفیق شہنشاہ کیلہ از ابتدا فی فصلہ رفیق قلمی شد قلمی شد قلمی شد





ایک پانچ بیگہ تختہ اراضی کی دلیر خان نے اپنے چوہدار و نکو چکانام فیروز والہ بخش تھا بنا بر تعمیر مکانات محلہ کھیرہ میں عنایت کی یہاں سند بھی آج تک موجود ہے۔

مہر نواب متصدیان ہماں حال و استقبال شاہ آباد بغایت امیدوار بودہ بداند  
دلیر خان موادی پنج بیگہ زمین تختہ ہراے آبادی از قصبہ شاہ آباد مذکور بہ فیروز  
والہ بخش چوہداران مرحمت نمودہ شد باید کہ زمین مذکور متصل حویلی ہراے پیودہ بند  
کہ نامبر و ہا محلہ خود را علیحدہ آباد کردہ بخاطر جمع آباد باشند و از رعایا بے پیرامون حویلی انھا  
بیچ کیے مزاحم نشود و در نیاب تا کیہ حسب السطوریل آند تحریر فی التالیخ غرہم  
شخصہ نہ کیہ از و ہشتاد و ہفت جہری

سیطرح ایک سند دلیر خان نے اپنے چوہدہری میلو کو جو بازار کا منتظم تھا پچاس بیگہ  
ارضی کی دی ہے جسکی نقل بھی ذیل ہے۔

مہر نواب متصدیان ہماں حال و استقبال پر گنہ پالی بغایت امیدوار بودہ بداند  
دلیر خان موادی پنجابہ بیگہ گنہ الی زمین بخر افتادہ خارج جمیع لایق ذراعت  
در وجہ انعام میلو چوہدہری بازار شاہ آباد من ابتدائے فضلہ رفیع لوی سلسلہ  
مقرر گردید باید کہ اراضی مذکور بجائے کہ مناسب دانند پیودہ و چاک بستہ دہند کہ  
مزرعہ ساختہ حاصلات آنرا متصرف شدہ در سربراہ خدمت مذکور بہ دیانت و امانت  
و حسن سلوک بارعایا و سکنہ قصبہ مسطور کہ باعث مزید آبادانی ست سرگرم و ساعی شدہ  
زیادہ مبالغہ رفت۔ تحریر تالیخ شہر صفہ ختم شد و سیلہ نظر مشتمل شد

غرضکہ اسطرح میسوی سنہین معافیات کی دلیر خان نے تحریر کی ہیں ان سب کا  
قرآنم کرنا اور لکھنا موجب طوالت ہے بعد باید کہ اراضی دلیر خان صاحب تفسیر

چنانچہ دو موضع مسلم موسومہ بہ موضع جوگی پور و کنہر پور حضرت شیخ محمد مدد یسکا کا درمی  
 کو جاگیر میں دیے تھے جنکی سند علیحدہ تذکرہ حضرت شیخ مدد یسکا صاحب صوف میں مذکور ہے  
 دلیر خان کی عدم موجودگی اور بعد انتقال کے انکے بڑے صاحبزادہ کمال الدین خان  
 جو قائم مقام اپنے باپ کے ہوئے انھوں نے اہل استحقاق کو تقسیم اراضیات کی سند  
 دی ہیں جو انکے تذکرہ میں انشاء اللہ درج ہوگی۔

بعض ہمراہی افغان جو نواب دلیر خان کے ساتھ معرکہ کوئٹہ میں شہید ہوئے ہیں انکی لاشیں  
 بھی دلیر خان نے انکے ورثاء کے پاس دفن ہونکی غرض سے صلی وطن شاہ آباد میں  
 بھجوائی ہیں چنانچہ اسمعیل خان امینہ زی جو ملک دکن میں شہید ہوئے تھے انکا تابوت  
 دلیر خان نے دکن سے شاہ آباد بھیجا تھا اور وہاں سے لا کر میان دفن کیے گئے تھے  
 اسمعیل خان کے فرزند ملک سول خان ایک مشہور بھٹان گذرے ہیں جنکے بیٹے  
 شہاب الدین خان اور پوتے زبردست خان تھے جنسے دولہ کے سرست خان  
 اور بخش اللہ خان پیدا ہوئے تھے جب یہ دونوں بھائی دکن جا کر مفقود و اخیر ہو گئے  
 اور انکی ملکیت اور محلہ پر اسے موہن لال اور ہیر لال کا یستھون نے نواب  
 اعزاز خان کی طرف سے ایک جعلی سند بنا کر جھگڑا کیا ہے تو اسوقت انکی بیوہ کی طرف  
 سے صورتحال کھلی گئی تھی اور باسندگان شاہ آباد نے اس پر مہرین اور گواہیان  
 کثرت سے قریب کی بھین اس صورتحال میں یہ سب مفصل قصہ لکھا ہوا ہے جو فارسی  
 عبارت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

## نواب لیر خان کا مختلف مقامات پر عمارتیں تعمیر کرانا

نواب لیر خان نے عہد صوبہ داری اور سپہ سالاری میں جبکہ قیام کیا وہاں کچھ کچھ اپنے نام و نشان کا یادگار ضرور چھوڑا انکی عادت میں دخل تھا جہاں انکے لشکر کی چھاؤنی پڑتی یا کسی صوبہ کی حکومت انکے متعلق ہوتی تو وہاں آبادی اور مکان وغیرہ بنوانیکی ضرور کوشش کرتے فی نفسہ انہیں بعض صفات لاجواب تھے مثلاً جبکہ انکے فوج سے کچھ لوگ کام آتے تو وہ خیال کر کے مسلمانوں کی نعشیں دفن کر دیتے اور ہنود کی لاشیں جلوادیتے اور کوئی زبردست کسی کمزور پر انکے روبرو ظلم نہ کرنے پاتا۔

نواب لیر خان جب شاہجہان کے عہد میں دہلی میں قیام فرماتے تھے تو ایک حویلی اور بلع شاہجہان بادشاہ نے دلیر خان کو شاہانہ نوازش سے مرحمت کیا تھا اور نو سو بیگہ خام ارضی حسب رغبت بادشاہ کے حضور سے مکانات بنانے کیواسطے معاف ہوئی تھی اسکے علاوہ اسکے متصل بکشت ارضی وہاں کے زنداروں اور مالکوں سے انھوں نے خرید کی تھی بعض حقیقت کا بیعنامہ انکے نام اب تک موجود ہے بیعنامہ موضع نہر ولد کا ناظرین کے ملاحظہ کیلیے رقم نے حاشیہ پر لکھ دیا ہے

سلہ قتل بیعنامہ موضع نہر ولد خرید دلیر خان  
اللہ اکبر ظل سبحانی صاحبقران ثانی

عرض زمین نوشتہ اکھ جی میں از موضع نہر ولد علی مال پر گنہ جلی شاہجہان بادکرندگان حضرت قدر قدرت سبحان  
منزلت جمشید شوکت سکندر مرتبت حضرت بہ اقبال پناہ دلیر خان بختہ بارغ و جلی مرحمت  
فرمودند۔ منگہ مانوسہ ولد و پھندہ واحد ولد جادون وانا ولد گونی و پھندہ ولد کنسہ آسا ولد نہان ساٹھان لہر و را  
مالکان موضع مذکور ایم۔ اراضی بست بیگہ زمین بختہ از موضع مذکور کہ در ہشتونگی امی ہست بہ مبلغ یکہدو بست و یکہدو  
و در ہشتونگی شصت و نیم و در ہشتونگی ہشتاد و ہشت خان مشارالہ فرقہ و ہستہ افراد قبضہ تصرف نمود

دلیر خان نے دہلی میں اجمیری دروازہ کی طرف قریب جھینسنگہ پورہ کے جو  
مقام رسد کا تھا اپنے سکونت کے مکانات بنوائے تھے اور عایا  
آباد کر کے اسکا نام دلیر پورہ رکھا تھا سلطنت تیموریہ کے زوال تک قریب چار باغ

بقیمہ تقریباً ۱۵۰۰ روپے اور دیم اگر نانی المال وارث اراضی مذکور ظاہر شود یا دعویٰ خود پیش نماید عند الشرع دروغ و نامسوع و  
ایں چند بطریق سند نوشتہ و دیم کثانی المال صحت ہووے باشد حد و بین تفصیل

شمال جنوب مغرب جنوب

حد و باغ جھینسنگہ پورہ و عایا آباد زمین حویلی روپے سنگہ و کشتی سنگہ باغ قطب لال مال فیروز شاہ چاہ دیوار باغ اوگر سین  
راشد و چاہ کندہ کوڑھال شاہ کیت پنڈ در زمین کہ حال موی ایست

گواہ محمد شہر جہاں لرب ۲۴ جلوس مبارک



بندہ در گاہ کند و اسلحہ ہرچی قاتلوں کے شاہ جہاں آباد  
انہ در متن نوشتہ ایست بیانی واقعہ است

۱۵۰۰ روپے و کچھ تالیخ انبیا رحمت کے سنہ ۹۲۰ھ کے از چارہ واری خاص شاہ جہاں آباد چارہ واری حد یگہ اراضی خام و دہلی بنابر تبت  
ساغتن مکانی خود بہادر خان نے صد بیگہ خام اراضی دلیر خان از حضور بادشاہ دین پناہ درخواست نمودہ و حضرت  
خلافت مرتب ہو جب درخواست ہووے سرکار کے سرحد و سی یگہ اراضی خام معاف فرمودند و اراضی کثیر از اٹکان و زمین  
انجا از غریہ خودہ چنانچہ بہادر خان و دہلی قریب بہادر گنج و جیسنگہ پورہ بہ سمت دروازہ اجمیری شہر بنا تعمیر  
مکانات خود و آبادی رعایا کردہ موسوم بہ بہادر پورہ شہرت دادہ یہ ہیں دستور جلال خان مخاطب بہ  
دلیر خان صد بیگہ اراضی از غریہ نمودہ قریب بے سنگہ پورہ کہ مقام رسد و دیوار بہیر وں است مکانات سکونت  
خود و آبادی رعایا تعمیر ساختہ موسوم بہ دلیر پورہ گردانیدہ تا این دم در دہلی قریب چار باغ و اب قرار دین خان  
وزیر عظمیٰ بہ سمت دروازہ اجمیری شہر پناہ شاہ جہاں آباد دلیر پورہ اشتہار دارد و اکثر در ان برف سازان  
سکونت میدارند و در اکثر جا موصیحات و اب بہادر خان و اب دلیر خان مکانات عمارات عالی و قصبات  
و مساجد و مقابر و سرائے مسافران و چاہ ہلے و ہلے بنا کردہ آہناست و در سرکار کاہلی و سرکار قنوج  
مجلس رود پو اشخانہ و جلوہ خانہ و باغات و بسیار چاہ و دوسرے نزول مسافران و در گاہ حاجی شریف زندگی  
و مقبرہ ہلے حضرت تالابیر و حضرت حمدی و چند مکانات بدر گاہ برقع الدین المشہور بہ حضرت شاہ دادہ و شہ  
لکن پور بنا کردہ آہناست و در آباد و حویلی سکنی عملہ بانہادہ است و در سرکار لکھنؤ و بریلے گومتی عمارات عالی  
کہ بکان آن لوہ شجاع الد و لہ فی عملہ تعمیر نمودہ آن حویلی نو اب دلیر خان است۔

نواب قمر الدین خان وزیر عظم کے وہ مکانات آبادی باقی تھی اور میں نے بت کر کے تھے کہ اکثر صوبیات میں دلیر خان اور بہادر خان دونوں بھائیوں نے مساجد سر کچا پات پل بنوائے سرکار کاپی و قنوج کی جاگیر جیسے متعلق تھی اور وہاں یہ قیام فرماتے تو وہاں بھی انھوں نے مجلس اور خانے جلوسنے و باغات و سرا بنوائے اور درگاہ حاجی زندنی و مقبرہ حضرت شیخ کبیر بالا پیر و حضرت شیخ محمد مدد صاحب تعمیر کرائے مقبرہ بالا پیر پر نواب بہادر خان کے نام کا کتبہ آج تک لگا ہوا ہے جو آئندہ اسی سلسلہ بیان میں تحریر ہے اور مکن پور میں شاہ بدیع الدین صاحب عرف شاہ مدار کے درگاہ کے قریب مدرسہ اور حجرہ دلیر خان نے بنوایا ہے جسکا ذکر خود تاریخ مکن پور میں بھی موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہ جہاں پوری نے جمعیت خانہ تعمیر کرایا ہے اسکے نام کا کتبہ بھی چسپان ہے مگر مدت دراز ہو جانے سے خراب ہو گیا پڑھا نہیں جاتا۔ جمعیت خانہ کے دائیں بائیں دو حجرہ ہیں ایک حجرہ سلخ خانہ کے نام سے اور دوسرا توشہ خانہ کے نام سے موسوم ہے جمعیت خانہ میں صاحبزادگان درگاہ کی نشست ہوتی ہے اور عہد زندگی میں اس جگہ حضرت قطب المدار بھی رونق افروز ہوتے تھے اور اسوجہ سے ہما مقام کو شرف حاصل ہے غمیل و نصب فقرے مدار یہ کا بھی یہی مقام پر موقوف ہے اور صاحبزادگان درگاہ یعنی اولاد ہر سہ خواجگان یعنی جواد آپ کے برادر کی ہے انکی جانشینی کا فخر حاصل ہونا اس جگہ سے تعلق رکھتا ہے۔

وہ عبارت بنا بر ثبوت و سچ ذیل ہے (جمعیت خانہ) بعد حجت آشیانی شاہ جہان بادشاہ نور احمد مرقدہ نواب دلیر خان برادر نواب بہادر خان شاہ جہاں پوری تعمیر کنانید کتبہ بر طاق عمر بش چسپانیدہ است در خواندن نیاید در (جمعیت خانہ) دو حجرہ ست

کے موسوم بہ (سرخ خانہ) دو کمرے بہ (دو شہ خانہ) و در محبت خانہ شمس خانہ  
صاحبزادگان شہیر حضرت قطب المذاہر قدس سرہ و حسین حیات خویش دینجا شریف  
رزانی می فرمودند لہذا باین اعتبار ایں مقام شہرے دار و عزل و نصب برگروہ فقہ  
خاندان عالیہ مدار یہ از بنجا میشود و از زمرہ صاحبزادگان یعنی اولاد ہر سہ خواجگان کدہ  
اولاد برادر آنحضرت و جانشینان و قدس سرہ اند بہ ہتعداد قابلیت علمی و عملی و اتباع  
طریقت چنانکہ معمول است داشتہ باشد و برابر آن سجادہ راہ دہند۔

صفحہ (۱۵۶) تذکرہ المتقین فی احوال خلفائے حضرت بدیع الدین مہتف سید امیر حسن صاحب  
مداری مطبوعہ مطبعہ عزیز می و قہ کا پتھر۔

اور سرکار الہ آباد میں جب اسکا قیام تھا تو وہاں ایک حویلی سکونت کے لیے تعمیر کرا لی تھی  
اور جب صوبہ اودھ کی نظامت دلیر خان کے متعلق تھی اور دلیر خان کا قیام سرکار لکھنؤ  
میں تھا تو دیر لے گومتی پر انھوں نے نہایت شاندار مکان بنوایا تھا اسکے پچاس ساٹھ  
برس کے بعد نواب شجاع الدولہ نے وہاں پر بیچ محلہ تعمیر کرایا پچاس ساٹھ برس پیشتر وہ  
مکان وجگہ انھیں کی حکومت میں تھی اسکے عرصہ کے بعد محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں  
صوبہ اودھ سلاطین اودھ کے قبضہ میں آیا اسے پہلے کمال الدین خان بھی اودھ  
کے ناظم رہے اور لکھنؤ کی اراضیات وغیرہ کے رہنمے و بیغنمے نواب کمال الدین  
خان کے نام اب تک موجود تھے قبل زمانہ آصف الدولہ کے لکھنؤ کوئی بڑا شہر نہ تھا  
ایک معمولی قصبہ تھا جس میں شاہان ہلی کی طرف سے صوبہ دار رہا کرتے تھے سب سے پہلے  
نواب سعادت خان برہان الملک جو مورث اسلے سلاطین اودھ کے ہیں صوبہ دار  
ہو کر وہلی سے اودھ کی طرف آئے ہیں۔

فتح آباد میں عرصہ تک کی چھاؤنی رہی وہاں انھوں نے ایک سراور چند مکانات  
 بنوائے تھے دلیر خان کے ایک بیٹے کا مقبرہ تلخ آباد میں تالہ تیار  
 والہ قصبے قصبہ سندیلہ کے پرگنہ میں موضع دلیر نعرہ موضع کندولی بھی دلیر خان کا  
 آباد کیا ہوا ہے ملک دکن میں بھی ایک چھوٹا سا قصبہ دلیر خان نے آباد کیا تھا اور  
 اس طرح انکے کثرے گنج و صطبل اور پل و کنوین و مسافر خانے جو زماںہ صوبہ اری میں  
 اورنگ آباد و برہانپور وغیرہ میں بنوائے تھے لوگوں نے دیکھے ہیں اسی طرح لاہور میں  
 حلیان و کٹرہ بنوایا اور اکبر آباد میں بھی مکانات و باغات تعمیر کرائے اور دریائے  
 گنگا کے کنارہ مینان دو آب کے ایک قصبہ پوتھہ اسکے اندر تھکے والد دریا خان  
 نے ایک قلعہ تیار کرایا تھا اور اس قصبہ کے دو تین کوس کے فاصلہ پر بہادر گڑھ  
 بہادر خان نے آباد کیا تھا اور ملتان میں اکثر مکانات و مزار حضرت بھادراختی زکریا اور  
 حضرت شمس تبریزی تعمیر بھی ہو اب بہادر خان کے متعلق تاریخ اخبار محبت میں مرقوم  
 ہے کہ اور ملک اسام ولایت رخنگ میں بمقام ستر پور بہت مکانات دلیر خان نے  
 بنوائے تھے جو چھاؤنی دلیر خان کے نام سے مشہور تھی اور مائراٹھالگری میں ہے کہ  
 ملہ و در تلخ آباد و مکانات و مقبرہ ہرش و سرائے تعمیر دوست و قصبہ خرد و رحالی و کنیم آباد ساختہ دیگر چھ  
 و سرائے ہا و دو باولی و چاہ ہا و کٹرہ جات و گنہات و صطبل ہا و اورنگ آباد و حیدر آباد و برہانپور وغیرہ و سرائے  
 صوبہ داری خود دو آب دلیر خان تعمیر نموده و آباد ساختہ و در لاہور نیز حلیات و کٹرہ و در بنجالا بسیار مکانات است و  
 اکبر آباد حلیات و باغہا و کٹرہ تعمیر کردہ و در میان دو آب برب گنگ قصبہ پوتھہ است و در ان قلعہ تعمیر و باغی و در  
 کردہ و قصبہ نو بہت مغرب بہادر گڑھ آباد کردہ و اب بہادر خان است و در ملتان اکثر مکان و در گاہ ازمرو حضرت  
 بہادراختی زکریا حضرت شمس تبریز قدس اللہ سرہ تعمیر کردہ و آباد خان است و در ملک اسام ولایت رخنگ بمقام ستر  
 بسیار مکانات تعمیر کردہ و دلیر خان است کہ چھاؤنی دلیر خان شہتار و در صفحہ ۲۳۲ و ۲۳۳ اخبار محبت  
 ملہ سید ذی الحجہ قلعہ محکمہ کراختہ دلیر خان مغرب خیام حضرت احتشام گردی صفحہ ۲۳۴ مستند مجلس مائراٹھالگری



اس طرح مین قلعہ خام دلیر خان نے بنوایا تھا جس میں خود عالمگیر بادشاہ نے دکن جاتے وقت قیام کیا تھا۔

ہم نے سنیال سے کہ کوئی صاحب مبالغہ نہ سمجھیں تاہم اخبار محبت کی عبارت بجاہ شہ پر تحریر کر دی ہے اس قدر جا بجا عمارت تعمیر کرانا کوئی تعجب خیز بات نہیں ہو سکتی جس صوبے کے گورنر اور جس فوج کے سپہ سالار ہونگے وہ ان مکانات اور چھاؤنی کی ضرورت پیش آتی ہوگی صاحب فوج اور دولت تھے جبکہ قیام کیا وہ ان کچھ کچھ بنوایا ہوگا

نواب لیر خان کا کھیرہ نوہرو لوہی کھیرہ کو فتح کر کے اپنے بھائی نواب بہادر خان کی طرف سے شاہجہانپور آباد کرنا

یہ تو محل طور پر پیشتر بیان ہو چکا ہے کہ شاہجہان بادشاہ کے عہد میں قنوج وکالپی کی جاگیر ان دونوں بھائیوں کو دی گئی تھی اور یہ ہر دو برادر وہاں قیام رکھتے تھے اور وہاں انھوں نے مالیشان عمارتیں بنوائی تھیں چنانچہ قنوج میں درگاہ شہجہانگیر بالا پیر صاحب پر یہ عبارت کندہ ہے کتبہ (درخانہ اول) این گنبد عالی

لکھنؤ درہنگام آبادی ودارالخلاف شاہجہان آباد کہ سرکار کالپی وقنوج بہادر خان یجاگیر خود بامیداشت ودر قنوج بہادر خان و دلیر خان طرح عمارات عالی ودرگاہ حضرت بالا پیر قدس اللہ سرہ و سرائے نزول مسافران تعمیر ساختہ و جلے سکونت متعلقان خود بامقرر کردہ بودند و در سبب لکھنؤ و پیہ معہ دیگر اسباب بسیار از دیلی بہ قنوج روانہ فرستادہ بودہ از اختلاف راہ گذر شہزادہ بہرگنہ کانٹ کو لہ اقامتہ قریب بہرگنہ مذکور مردمان بنود قوم جت یاہل وکودر سلسلہ راجہ ہائے آغا بہر سر اسباب مذکور ہجوم آوردہ تمام اسباب انماخت و تاراج و غارت کردہ بودند و مقابلہ و مقاتلہ اکثر جمعداران و بسیار سپاہیان بجار آمدند چون این خبر بہ بہادر خان رسید بغضب آمدہ خانہ صوف بھنویا بادشاہ جم جاہ شاہجہان معروض ساختہ ان سرزمین را بر لے آبادی وطن خود راہ درخواست نمودہ از حضور پر نور بادشاہ عالم شاہ چاہواہ موضع کہ ہر یک موضع بمنزل محال بود معاف فرمودند و بہادر خان بر لے قطع شجر حیات منفسدان

در زمان دولت نواب علی القاب بھادر خان ابن یافان  
فغان غوریہ خیل داؤد زئی عمارت پذیرفت۔

(در خانہ دوم) این گنبد عالی در سنہ ہزار و پنجاہ و ہفت ہجری  
در سلطنت ابولمظفر شہاب الدین محمد صاحبقران ثانی  
شاہ جہان بادشاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ تعمیر پذیر شدہ

سرکار قنوج پر ایما تصرف تو ان جلی عرفوں سے ثابت ہو گیا غرض کہ آئی آمد و رفت  
دہلی و قنوج سے اکثر رہا کرتی تھی ایک باپا پنج لاکھ روپیہ اور بہت سا اسباب نواب  
بہادر خان نے دہلی سے قنوج کو بھیجا تھا اتفاق سے جن لوگوں کے ہمراہ وہ زلفت و  
سامان بھیجا تھا وہ کانٹ ہو کر نکلے جسم مقام پر کہ اب شاہ جہان پورا آباد ہے وہاں  
کثرت سے جنگل خاں دار تھا اور تین خود سر لوٹیرے راجہ آباد تھے انھوں نے اپنے  
راجپوت وغیرہ غارتگری کو بھیجے چنانچہ ان آدمیوں نے اگر وہ سب سامان و روپیہ

بقیہ صفحہ ما قبل راجہ ہلے آندیا دارالمہام و لیر خان برادر خود را مقدر کردہ بخصت فرمودند و لیر خان و راجہ ہلے  
قریب کھیرہ نوہر مقابلہ کارنا نمودہ راجہ ہلے با جمیعت بیشمار پیش آمدہ کارنامہ رستہ بطوری آورد بعد از خورد  
بسیار و جانبازی سپاہیان جان تبار حق سبحانہ تعالیٰ نسیم فرخ آن سرزمین بنام دیر خان و زید و کھیرہ نوہر و کھیرہ  
لوی و کھیرہ بخاری کہ انا کن سکئی راجہ ہلے عمدہ بودند و دیگر مکان توابع آن قبضل رسیدند و پنجاہ و دو راجہ ہلے  
قبضل نشین معہ زادہ ہزار و سہ صد زن و مرد زیر تیغ سردادہ بیشمار آمدند و یکزار و یکصد افغان با تہور پیشہ شجاعان  
غایض بپایہ شہادت گشتند و دو زخم یکے کوہ قننگ و رپائے و دیگرے تیرہ باز و شہباز خان قوت بازو سے و لیر خان  
رسیدہ افضل الہی زخم ہلے کا رگہ نشدہ و چھ نام زمیندار سلطان پور و بفراد آوردہ و دیر خان افتخ و نصرت و فضل  
نہر شدہ و حکم بر لے بریدہ جنگل کہ عظیم بود و دہ پسران قوم راجپوتان با چہل و کور و دیگر قوم با کہ گرفتار آمدند

لوٹ لیا اس مقابلہ اور مقابلہ میں اکثر سپاہی و جمعدار نواب بہادر خان کے جان سے مار گئے چند آدمی جو جان بچا کر بھاگ گئے تھے انہوں نے جا کر نواب بہادر خان سے سب حال عرض کیا نواب بہادر خان یہ حال سن کر نہایت غصہ میں آئے اور شاہجہان بادشاہ سے حقیقت بیان کی اور کہا کہ مجھے ان مفسدون کے خود اپنا وطن آباد کر کے اس سرزمین کو آباد کروں بادشاہ نے انکی درخواست کو منظور فرما کر چودہ موضع کہ ہر ایک موضع ایک محال کے برابر تھانکے نام معاً فرمائے تب نواب بہادر خان نے اپنے بھائی نواب دلیر خان کو اپنا نائب مقرر کر کے ان مفسدون کے ہستیصال کے لیے رخصت کیا دلیر خان اس جگہ آئے

**بقیہ صفحہ ما قبل** محبوس ساختہ و این فتح سرزمین دیکھ چور بنظر پیوست دلخ شہیدہ و خطیرہ قبور افغانان و دیکھ مذکور کہ از قلعہ دو گروہ بہمت شمال واقع است مدفن اندو ہر سال بعد فراغ نماز عیدین چو روز دیگر انعتسانان رہا بر فاتحہ خوانی یزیدگان شہد امیر و ندو ہر سال دو میلہ عظیم در اینجا میشوند القصد و لیران عارفہ یہ احوال مفصل بذیل فتح یہ بہادر خان اس سال کردند بہادر خان از خبر یافتن فتح عظیم خوشدل شدہ شادان و فرحان بحضور بادشاہ غازی صاحبقرانی ثانی نذر مبارک کیا دفع مذکور رسانیدہ و از حضور بادشاہ غازی دین پناہ خلعت خاصہ پیر بادشاہ و دلیر خان و شہباز خان عطاسر موند و نوشتہ بہادر خان مع خلعت حضور مصوب خواجہ بلند بہ دلیر خان شرف و درود فرمود معزز و مکرم ساختہ در ان مکتوب مرقوم بود کہ بلند خواجہ سرا و انور معمار نزد آن برادر میرسد لازم کہ طرح عمارات قلعہ و مکانات محلہ کے سکونت قبایل ایجاب و خود بجائیکہ امن باشد مقرر سازند و چون آبادی شہر شاہجہانپور بجائے مناسب کردہ و خواجہ سرے و معمار مذکورین فرمانیدہ و پسران راجپوتان غیرہ را مشرف باسلام و در آوردہ دان سرزمین را از غارتگریہ مفسدین پاک ساختہ خود متوجہ ان منصوب شوند دلیر خان بموجب فرمودہ آن تجویز قلعہ بر کھیرہ نو نہر کہ جلے صد کشین بود بہمت جنوب کہ ہر سہ طرف قلعہ و نہر جاری کیے گزارد و مکتوب نام جاری است تجویز فرمودہ و آبادی شہر از روے پیش قلعہ بہمت شمال قرار دادہ و بجائیکہ گوش زد بر آودہ فتح نصیب دلیر خان شدہ بود بران طبقہ زمین ہر اسے نہادن باغ لک پیسہ حکم کرد و دیگر باغ نام خود موسوم بہ دلیر باغ مشہور بہت نہادند و آبادی قصبہ جلالنگر اسی خود آباد ساخت و در انجا شہباز خان بعد فتح تہمیر برپا ساختہ و ہر ان آبادی شہباز محمدر تجویز کردہ و خواجہ بلند امیر بہ تمام مقرر فرمودہ و



کو لایے فریقین میں نہایت سخت لڑائی ہوئی بعد ایک بڑے معرکے کے دلیر خان  
 کو فتح حاصل ہوئی یہ تینوں راجہ ہاتھی نشین تھے اور انکے تحت تین ہاون  
 زمیندار جو چھوٹے چھوٹے تھے تعلقہ داروں کی حیثیت رکھتے تھے وہ معہ گیارہ ہزار  
 آتین سومر دو عورت کے قتل ہوئے اور ایک ہزار ایک سو پچھان جو نہایت جبری  
 تھے وہ سب شہید ہوئے دوزخ میں ایک گولی اور دوسرے تیر کا شہباز خان کے  
 بازو پر لگا کر زخم کا گر نہوا چھبے سنگہ راجہ بھاگ گیا دلیر خان فتح مند ہو کر خیمہ  
 میں داخل ہوئے اور جنگل کا ٹٹے کا حکم دیا اور راجپوت و باہل وغیرہ جو گرفتار  
 ہوئے تھے وہ قید کیے گئے اور جو پچھان کام آئے تھے وہ سب موضع چنور میں  
 دفن کیے گئے چنانچہ بعد عید کے انکی فاتحہ خوانی کیغرض سے ہر سال جانیکا دستو تھا  
 جو رفتہ رفتہ چنور کے میلہ سے موسوم ہو گیا اس فتح کے بعد فصل حالات کا ایک  
 عریضہ دلیر خان نے اپنے بڑے بھائی بہادر خان کو بھیجا بہادر خان  
 اس فتح عظیم کو سنکر نہایت خوش ہوئے اور شاہجہان بادشاہ کے حضور میں جا کر  
 اس فتح کی مبارکبادی میں نذر دی شاہجہان بادشاہ نے خلعت  
 بہادر خان۔ دلیر خان۔ شہباز خان کے لیے مرحمت فرمائے  
 بہادر خان نے وہ خلعت اور ایک نوشتہ خواجہ بلند کے ہاتھ دلیر خان کو بھیجا  
 بہادر خان نے دلیر خان کو جو مکتوب بھیجا تھا اس میں یہ مرقوم تھا کہ مسمی بلند  
 خواجہ سر اور انور معمار اس برادر کے پاس پہونچتے ہیں لازم ہے کہ قلعہ کی بنا دیکھ  
 اس میں مکانات و محلات ہمارے اور اپنے لیے مناسب جگہ پر تجویز کر کے بنواؤ اور  
 کل امورات شاہجہانپور کی آبادی کے متعلق خواجہ سر اور معمار مذکور کو سمجھا دو اور

پسرانِ راجپوت کو دین اسلام سے مشرف کر کے انکو بھی دین آباد کر دیا سکے بعد  
 تم چلے آؤ دلیر خان نے اپنے بھائی کے ارشاد کے بموجب قلعہ کی تعمیر کھڑی  
 نوہر پر تجویز کی کیونکہ وہ مقام بلندی پر تھا اور اسکے ارد گرد دور یا گڑ اور کھنود  
 جاری تھے شاہجہانپور کی آبادی قلعہ کے اوتروں و واڑہ کی طرف قرار دی اور جگہ پر  
 دلیر خان کو فتح حاصل ہوئی تھی وہاں پر لکھ پیر اباع لگانیکا حکم دیا اور  
 دوسرا باغ جسکا نام بعد کو دلیر باغ رکھا گیا تھا نصب کرایا اور ایک بہت بڑا محلہ  
 جسکو قصبہ سمجھنا چاہیے اپنے نام کا جلا لنگر آباد کرایا اور جگہ پر شہباز خان نے  
 بعد فتح کے اپنا خیمہ نصب کیا تھا وہاں پر شہباز لنگر بسا نا تجویز کیا ان سب تجویزوں  
 پر دلیر خان نے خواجہ بلند کو میرا ہتمام مقرر کیا اور کل عمارتوں کے قریب انور مہار  
 کو سمجھا دیے کہ کوئی شخص انکے حکم کے خلاف ایک شمشیر بھی اپنی رائے سے  
 عمل نہ کرے اور پسرانِ راجپوت اور دیگر قوم جو زیل و اجلات مقید تھے انکو دین  
 اسلام سے مشرف کر کے خاصیتوں کا خطاب عنایت کیا ان سب امتیازات کے  
 بعد دلیر خان درگاہ سلطانی کی طرف متوجہ ہوئے جب دلیر خان شاہجہان  
 بادشاہ کے حضور میں پہونچے مور و عنایت شاہی ہوئے اور  
 نصرت کیے گئے چونکہ اس زمانہ میں نواب بہادر خان بدخشان کی مہم پر متعین ہو  
 تھے دلیر خان اپنے بڑے بھائی سے ملنے گئے جب بہادر خان نے دلیر خان  
 کو دیکھا انکے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیکر فرط محبت سے لپٹ گئے اور بہت  
 مہربانہ عنایتیں فرمائیں چونکہ ولایت پشاور اور اطراف قندھار و رود و بدخشان  
 بلخ و ملتان وغیرہ میں لاکھوں افغان انکے ہمقوم اور برادر آباد تھے جب جناب

بدخشان سے فرصت کر چکے تو ان دونوں بھائیوں نے وہاں کے افغانی سردار ونگوچ  
 بلقب خان اور ملک کے مشہور تھے جمع کیا اور اپنے شہر نوآباد شاہجہانپور میں  
 چلکر آباد ہوئی درخواست کی چنانچہ نو ہزار افغان سرب و غیرہ ہر ایک خیل کے  
 شاہجہانپور آنیکے لیے تیار ہوئے چنانچہ وہ جماعت لے کر ہمراہ آئی بہادر خان نے  
 ہر ایک قبیلہ کو علیحدہ علیحدہ کیا اور ہر خیل میں جو لائق و مدبر تھا اسکو افسر کر کے ملک کے  
 خطاب سے ممتاز کیا کل خیل باون شمار میں آئے اور ان گرد ہونکے ہر ایک سرگروہ و  
 ملک محلہ سے کہا کہ علحدہ علحدہ اپنا خیل شاہجہانپور میں آباد کریں جو خیل کا محلہ جیسا کہ آباد  
 ہو اس محلہ کو اس خیل کے نام سے نامزد کریں اور ایک خیل دوسرے خیل میں نہ  
 آباد ہو اور شہر کے ارد گرد افغانوں کی آبادی اور درمیان میں دیگر دو کا نڈرا اور  
 رعایا اور قلعہ کے قریب خاص خیل نو مسلم بسے جائیں اور اسی طرح ہر بات چٹا نوٹکو  
 سمجھا دی اور اس جماعت کو اپنے چچا نیکنام خان اور برادر یوسف خان کے  
 ہمراہ شاہجہانپور آباد کرنے کی غرض سے روانہ کیا جب ہر دو بیہ خانہ صوف وہ  
 جماعت لیکر شاہجہانپور آئے تو حسب قرار داد منشا شہر آباد کیا نیکنام خان نے  
 اپنے نام کا ایک محلہ اور تریک طرف نیکنام پورہ آباد کیا۔ روایت ہے کہ بعد آبادی  
 شاہجہانپور اور تعمیر قلعہ کے نواب بہادر خان اور نواب دلیر خان  
 دونوں صاحب شہریت لائے شہر اور قلعہ کو بنظر غور دیکھا اور  
 حکم فرمایا کہ بہادر بنج اور دلیر بنج ہمارے نام کے آباد کیے  
 جائیں بعض روایت کہتے ہیں بارہ روز نواب بہادر خان  
 نے شاہجہانپور میں قیام کیا اسکے بعد دوسری بار زندگی میں

شاہجہانپور میں تشریف لائے کا اتفاق نہوا۔

یہ کل مضمون تاریخ اخبار محبت کا ہے جو ایک پرانی مستند کتاب اسی خاندان کے نواب محبت خان نے لکھی ہے ہم بمقابلہ اسکے کسی زبانی روایت یا کسی اور رسالہ کو تسلیم نہیں کرتے۔

حافظ اسماعیل صاحب مراد آبادی وکیل شاہجہانپور نے جو لکچر تقریریں محمد علی علی گڑھ جب سرسید احمد خان <sup>۱۹۰۵ء</sup> میں شاہجہانپور تشریف لائے ہیں شاہجہانپور کی تاریخ پر لکھا تھا انہیں تحریر کیا ہے کہ نواب بہادر خان نے خود اگر باغی راجاوں کو قتل و اسیر کیا ہے اور پھر اپنی جاگیر پر پہونچ کر بادشاہ کی خدمت میں باغیوں کی گوشمالی اور حال وطن پانے کی درخواست بھیجی ہے چنانچہ بموجب عرضداشت شاہجہانپور آباد کرنے کی اجازت شاہجہان نے مرحمت فرمائی اسی عرصہ میں ہم بدخشان جہانکا حکم انکے نام صادر ہوا اور بہادر خان نے اپنے بھائی دلیر خان کو شاہجہانپور آباد کرنے کی عرض سے اس طرف روانہ کیا اور بدخشان کی وہابیوں کا بل وپشاور وغیرہ سے پھانوں اور کھتریوں کو ساتھ لیا جب سرحد ہندوستان پر پہونچے تو خود دہلی گئے اور اس جماعت کو اپنے چچا نیک نام خان کے ہمراہ اپنے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کے پاس شاہجہانپور بھیجا اور دلیر خان نے اپنے انتظام کو شاہجہانپور آباد کیا چونکہ بہادر خان نے کچھ کمالات گستاخانہ شاہزادہ اور ننگ زیب کو کہے تھے اس لیے شاہجہان نے انہی جاگیر ضبط کر لی اور انکے بھائی جلال خان عرف دلیر خان کو وہ جاگیر مرحمت فرمائی چنانچہ حسب احکم شاہی دلیر خان شاہجہانپور سے قنوج وکالپی کی جاگیر پر گئے اس بیان اور اخبار محبت سے سہ سیدقت راجا کے



راقم کو نواب بہادر خان کا خود آکر شاہجہانپور فتح کرنا کسی طرح ثابت نہیں ہوا اسی لیے بنا برزفہ اختلاف کتاب اخبار محبت اور لکچر مذکور حافظ اسماعیل صاحب کے پاس راقم لیس کر چلا گیا اور ہردو مضامین دکھلا کر دریافت کیا کہ اپنے اس لکچر میں جو نواب بہادر خان کا آکر شاہجہانپور کے باغی راجاؤں کو قتل کر کے آباد کرنا تحریر کیا ہے آپ نے کسی کتاب یا روایت سے لکھا ہے حافظ صاحب نے یہ جواب دیا کہ مجھے یہ روایت زبانی طور پر کسی نواب صاحب سے پہنچی تھی جنکا نام یاد نہیں ہے مگر جو کہ اس کہنے کتاب اخبار محبت میں تحریر ہے وہ صحیح ہے لہذا حضرات ناظرین اس لکچر کو ملاحظہ کر کے اس بات کا یقین نہ کر لیں کہ راقم نے غلطی سے نواب لیرنگ کا باغی راجاؤں کو تاراج و سپا کر کے شاہجہانپور آباد کرنا تحریر کیا ہے بلکہ اصلی واقعہ ہے نواب بہادر خان کو مہمات سے مہلت ہی نہیں ملی جو آسکے تصرف ایکبار اپنے شہر کو دیکھنے البتہ آئے ہیں یہ ضرور ہے کہ نواب دلیر خان نے اپنے بہائی گھیرٹ سے ادنیٰ ہدایت کے بموجب شاہجہانپور آباد کیا ہے دفعہ مغالطہ کے لیے اس اختلاف کا ظاہر کر دینا مناسب سمجھا گیا۔

اور ہم بدخشان میں انتظامی بے عنوانی اور حاسدین کی فتنہ پردازی تو ضرور نواب بہادر خان کے متعلق تاریخوں سے ثابت ہے مگر شاہزادہ اورنگ زیب کو کلمات نازیبا کہنا بجز زبانی روایت کے کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

شاہجہانپور کی آبادی کا زمانہ سترہواں صدی اس کتبہ سے ظاہر ہوتا ہے جو کالج کی مسجد پر چسپاں ہے اس سے قبل کا کوئی کاغذ و کتبہ نہیں پایا جاتا تعمیر مسجد کا قطعہ کندہ ہے جسکا مادہ نقر ہے۔

شہد مرتب بدور شاہ جہان در وطن و لکشاہ سادر خان

مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند سال نایخ تغیر شد بہ جہان  
مخزن انجبارین بھی نواب دلیر خان کے متعلق اکثر حکایتیں تحریر ہیں یہ لکھا  
راقم کی نظر سے ملیج آباد میں گذری ہے مستند پرانی قلمی فارسی زبان میں ہے اسکو  
سعادت خان ولد فتح خان نے چوتھیں نواب ملیج آبادی کے پوتے تھے  
تصنیف کیا ہے انکے بزرگ افغان دلیر خان کے ہمراہی تھے اسوجہ سے  
مُصنّف کو دلیر خانی حالات سے ذاتی علم تھا جس زمانہ میں کہ دلیر خان صوبہ  
اودھ کے ناظم اور اونکی طرف سے انکے فرزند نائب تھے اکثر نواب دلیر خان  
کے متعلقین ملیج آباد و بیسواڑہ میں مقیم رہا کرتے تھے اسی سبب سے اکثر افغان  
شاہ آباد سے جا کر ملیج آباد میں رہے اور بسے ہیں چنانچہ منجملہ ان اشخاص کے  
دیوان محمد خان سرمست خان امین زئی وغیرہ شاہ آباد سے منتقل ہو کر ملیج آباد  
میں سکونت پذیر ہوئے۔

المختصر کتاب مذکور کے صفحہ (۳) میں ہے کہ نواب دلیر خان جو وقت  
سوار ہوتے تھے تو پہنچ اشرفیان اپنے دونوں موزوں نہیں  
ڈال لیا کرتے تھے اور جب اپنے خیمہ میں واپس آتے تھے تو اونکی  
تمام سپاہ صف بستہ ہو کر کھڑی ہو جاتی تھی بعد اُنکے امرا و معاص  
کے نواب بھالاکے انکے ہمراہ خیمہ میں آتے تھے نواب دلیر خان کمر کھولتے اور  
جسکی طرف پیر کرتے وہ شخص موزہ اوتارتا تھا اور وہ اشرفیان لے لیتا تھا

نواب دلیر خان کے منجمل دیگر مصاحبین کے کمال خان اور دیوان بہادر خان بھی مصاحب تھے یہ دونوں افغان محمد خان کے فرزند تھے جو دریائے خلیج کے ہمراہ موضع گل بیلا متصل پشاور سے ہندوستان آئے تھے اسی قبیلہ میں ایک چٹھان سرمست خان تھے وہ نہایت بہادر و نامی شخص تھے انھوں نے نواب دلیر خان اور نواب کمال الدین خان کے ہمراہ خوب خوب بہادری کے جوہر دکھائے ہیں ایک بار بادشاہ نے سرمست خان کی بہادری کا حال سنا اور انھیں طلب کیا دلیر خان نے اس کے زخمی ہونے اور دربار شاہی کے آداب وغیرہ نہ جاننے سے غیر حاضری کا عند پیش کیا اس پر ایک منبر نے اور نگ زیب سے سرمست خان کے زخمی ہونے کا حال کہا اور خود ان کے لیجا نیکا بڑھ اٹھایا اسکے بعد وہ منبر سرمست خان کے پاس آیا اور ہر خچہ ان سے بادشاہ عالمگیر کو پاس چلنے کے متعلق اصرار کیا اور شاہی اعزاز و تقرب حاصل ہونے کے وعدے کیے مگر وہ بلا اجازت اپنے افسر کے بادشاہی حضور میں نہ گئے اور حسب الامر دلیر خان کے فوراً پر گنہ ملیح آباد کو چلے آئے اس حکایت سے ایک نہایت اچھا نتیجہ نکلتا ہے کہ دلیر خان کا اپنے لشکر و ہمقوم چٹھانوں پر اثر غالب تھا کہ وہ دلیر خان کی اطاعت کے روبرو کسی اپنے ذاتی نفع اور شاہی اعزاز کو بھی کوئی چیز نہیں سمجھتے تھے اور ان کے اشارہ و پیر چلتے تھے صفحہ ۳۳ میں ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے نواب صاحب موصوف کی والدہ زندہ تھیں او انھوں نے سرمست خان کو اپنی سرکار میں روزگار دینا چاہا مگر انھوں نے دلیر خان کے انتقال کی وجہ سے ملازمت قبول نہ کی اور بختیار نگر واقع ملیح آباد

مین خانہ نشینی اختیار کی ایک لاکھ روپیہ فوجدار ہونے کے زمانہ میں سپاہ  
کر لیا تھا جس سے گذر اوقات کرتے رہے سر مست خان کے فرزند شمشیر خان  
تھے اور کمال خان کے صاحبزادہ سنجہ خان تھے۔

یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک بار نواب دلیر خان اپنے بڑے بھائی نواب  
بہادر خان سے کسی بات پر رنجیدہ ہو کر مع چار سو جوانوں کے شاہجان پور  
چلے آئے جب شاہجان بادشاہ نے یہ سنا تو فرمان جلال خان عرف دلیر خان  
کے نام صادر فرمایا اور شاہزادہ سلیمان شکوہ کے رسالہ میں انکو منصب و  
جاگیر سے سرفراز فرمایا اور خطاب دلیر خانی اور صوبہ اودہ کی نظامت سربلند کیا  
مخزن اخبار میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک کتاب ملیح آباد میں احمد خان لدبرہ مند  
خان نے اپنے آبا و اجداد عبدالنبی خان و سنجہ خان کے متعلق جو نواب دلیر خان  
کے ہمراہی پٹھان تھے لکھی ہے اور اوس میں دلیر خانی حالات بھی مگر افسوس  
ہے کہ وہ کتاب دستیاب نہ ہوئی ورنہ اوس سے بھی مفید مطلب واقعات کا پتہ چلتا  
جیسا کہ واقعات مذکورہ بالا سے نواب دلیر خان کی نظامت کا پتہ ملیح آباد میں  
چلتا ہے اسی طرح کاغذات سے سندیلہ پر بھی دلیر خانی حکومت کا ثبوت ملتا ہے  
اتہک سندیلہ میں نواب دلیر خان نے جو معافیان اہل استحقاق کو دی ہیں انکے  
پروانے پائے جاتے ہیں اور انکے نام کا ایک موضع دلیر نگر بھی موجود ہے  
اسجگہ پر دو سندیں جو ہیں گرمی راجہ درگا پر شاد صاحب تعلقہ دار سندیلہ نے جو  
ایک ذمی لیاقت اور صاحب تصنیفات رئیس ہیں عنایت کی ہیں درج کرتے  
ہیں جسکے متعلق راجہ صاحب موسوف راقم کو خط میں تحریر فرماتے ہیں

تقریرات نواب دلیرخان در سندیله بسیار اند نقول دو پروانجات  
روانه خدمت شریف میکنم از انجمله یک پروانه نواب  
جعفرخان وزیر اورنگ زیب عالمگیر است که دران ذکر  
سند نواب دلیرخان بوده است موضع کندولی دیسنگر  
درعلاقه راقم است که دران دلیرنگر آبا دکرده نواب  
دلیرخان ست پس نمونه از خروارے ارسال داشتم و از شنوی  
سنگاستن تپسی نقل ضروری کرده تبلیغ خدمت میکنم ذکر کینین و ذکر  
نواب دلیرخان هم دران موجود است.

## نقل پروانه نواب دلیرخان ممبر قاضی سندیله

از قرار بتایح چهاردهم شهر محرم الحرام سنه ۱۲۸۶ آنکه  
متصدیان محامات حال و انتقبال برگنه سندیله سرکار لکھنؤ صوبه آورده بدانند  
که چون بموجب وقوع دو لتخواهی موضع دلیرنگر عرف کندولی درقریات کهاری من  
اعمال برگنه مذکور از ابتدای فصل خریف سنه درو بست دروجبه انکال  
پرتاب مل قانونگو برگنه مذکور نموده باید که موضع مذکور از جملات هر سال حشونمها  
بقلم داشته به تعلق مشارالیه و اگر ازند و تکلیف بیطیه و بکار و غیره فرمایش

معاف دارند که متصرف گشته در کفایت سرکار و قاعایا سرگرم بوده باشد و هتبل  
سند مجد و طلب نه دارند و بیتاب تا کید تمام دانسته از فرموده تخلص و

انحراف نور زند فقط

بالمسکین  
جفت برشته

دیگر

گماشته های جاگیر داران و کروریان حال و استقبال پرگنه سند یله سرکار لکنه  
مضاف بصوبه اوده بداند.

که چون بموجب سند امارت پناه شجاعت و شهامت و شجاعت  
الائق العنایت والاحسان و لیرخان و تجویز صم رموازی پنجاه بیست  
زمین بگز الهی از پرگنه مذکور در وجه مدد معاش شیخ مصطفی و غیره مقرر است و زمین  
نیز بموجب فرمان عالی شان سعادت نشان بندگان حضرت خدیو زمین و زمان  
خداوند میکن و مکان ذریعه امن و امان وسیله آرمش عالیشان ظل ظلیل  
ایزد متعال نائب نبیل اوار بیهمال مظهر اتم پروردگار رحمت اعم آفریدگار بانی  
مبانی جهان بانی مشید قوانین کیتی ستانی خلافت پناه ظل الله مسطوره تاریخ  
دوازدهم شهر جمادی الاول ساله جلوس والاموازی مذکور از محل تدبیر  
بدستور سابق بشرط قبض و تصرف از فضل خریعت سخی یسل در وجه مدد  
معاش مشار الیه الیم حی و قائم حسب الضمن مقرر گشته می باید که بر طبق فرمان  
والاشان عمل نموده از ضعی مذکور را بتصرف آنها باز گذارند و اصلاً مطلقاً تغیر و  
تبدیل بدان راه ندهند و بوجه بین الوجوه طلب و طمع نه نمایند که حاصلات

آٹرا فصل فصل و سال بہ سال صرف معیشت خود یا نمودہ بواسطہ عالم کوئی  
دوام دولت قاہرہ اشتغال نمایند اگر در محلے دیگر چیز داشتہ شد  
آٹرا اعتبار نکنند درین باب قدغن نمایند بتاریخ ۹ اشہر شوال ۱۲۳۵ جلوس  
سیمت قلمی شد

## نواب لیر خان کے نوابی خطاب کے متعلق تذکرہ

دیر خان کو شاہجہان بادشاہ نے دیر خانی خطاب اور نقارہ و فیل و جاگیر  
اور جن شاہانہ عنایتوں سے سرفراز کیا تھا اوکلی تفصیل تو ماثر الامرا وغیرہ  
تاریخی کتب میں تحریر ہے لیکن نوابی کے خطاب کا تذکرہ نظر سے نہیں گذرا  
جس طرح کہ اوکلی شہ زوری کے واقعات عالمگیری تاریخ کے نامکمل ہونے  
سے چھوٹ گئے ہیں اسی طرح یہ امر بھی فرو گذاشت ہو جانا کوئی تعجب خیر بتا  
نہیں بعض حضرات کا یہ خیال ہے کہ جب کوئی منصبہ اردرجہ امارت و منصب  
پنہزار می و حضور سی پر پہنچتا تھا لوگ اسکو نوابی کے لفظ سے مخاطب کرتے  
تھے گویا یہ عزازی لقب ہے مگر اسوجہ سے کہ بعض حضرات یہ خیال نکرین  
کہ صرف باشندگان شاہ آباد بوجہ بانی شہر اور عظمت مآب ہونے کے نواب  
کے خطاب سے انکا نام لیتے ہیں اسکی صراحت کر دینا مناسب معلوم  
ہوتا ہے بلکہ تاریخ خانی خان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ دیر خان کی حیات  
بھی میں وہ نوابی کے لقب سے مخاطب تھے اور حاضر و غائب ملک میں

اونکے نام کے ساتھ نوابی کا خطاب استعمال کیا جاتا تھا چنانچہ ملا امیدی نے جو قطعہ کہ انکے فرزند فتح خان کے غرقاب ہونے کے متعلق نظم کیا ہے اس میں انکے نام کے ساتھ نوابی کا لفظ شامل کیا ہے اگر یہ خطاب امکانہ تھا تو بادشاہ کے عہد حکومت میں وہ اس خطاب کے کہنے کی جرات نہیں کر سکتا تھا حالانکہ اس عرصہ میں ملا امیدی نواب دلیر خان سے رنجیدہ تھا اور انکے فرزند کے غرقاب ہونے پر اس نے خوشی ظاہر کی ہے جب دلیر خان نے اس کی نظم جو بہت جلد مشہور ہو گئی تھی اپنے بواغ برگ بیٹے کے ماتم میں سنی تو بہت شگ ہو ا دلیر خان نے ملا امیدی کو بڑا فاضل اور مشہور شاعر بھٹا اوسکے پکڑنے کا قصد کیا ملاخوف سے بھاگ کر سلطان شجاع کے لشکر میں پناہ گزین ہوا جب وہاں بھی امن نہ دیکھی تو خاٹھانان کے ذریعہ سے معافی کا خواستگار ہوا اور اپنے ہاتھ رو مال سے باند بکر دلیر خان کے حضور میں حاضر ہوا جب دلیر خان نے اوسکا یہ حال دیکھا تو اپنی عادت کے موافق اوسکی خطا معاف کر دی اور اوسکو نقدی دخلعت دیکر مال مال کر دیا اور اپنا مصاحب کر لیا یہ ستمند قصہ مفصل طور پر تاریخ مذکور میں لکھا ہوا موجود ہے راقم نے اسکا ترجمہ تحریر کیا ہے۔ فوج میں بالاپہرستان مقبرہ پر پتھر برائے کھائی بہادر خان کے نام کے ساتھ نوابی کی لفظ کندہ ہو۔ اگر نواب نہوتے تو شاہجان کے عہد میں پتھر پر خطاب کندہ کر سکتے۔ نواب دلیر خان کے حالات مدح کو مصنفین نے بھی اپنی تصنیفات میں لکھا ہے چنانچہ منشی سدا سکھ لال شائق نے اپنی مثنوی سنگاسن بتیسی جو سنہ ۱۲۷۵ ہجری میں لکھا ہے چنانچہ میں نے اسکو کتب خانہ مظفری میں محفوظ کیا ہے



تصنیف کی ہے اوسمین نواب دلیر خان کی مرح کے متعلق اشعار لکھے ہیں شائق  
 موصوف خلیفہ عبدالرزاق صاحب یحییٰ کے لائق شاگرد و نمین تھے ۵  
 بود شاہ آباد از مسکنم از ان دم باد صاف او میسز نم  
 بخوبی چو او شہر زیبا ترے نباشد ہندوستان دیگرے  
 نباشد چو نواب عالیجناب دلیر آمدش در جان خوش خطاب  
 چو شد نام او در جان شیر ہند ز دستش شرف یافت شمشیر ہند  
 بدور جاندار شاہ جهان تیغش بلر زید ہندوستان  
 امیر دکن را بان رنگ و زیب تیر کرد در دور و نزدیک  
 دلیر خان کی شجاعت کے متعلق نواب عبداللہ خان شاہ جہانپوری  
 نے ایک تالیف لکھی ہے اوسمین تحریر کیا ہے کہ نواب دلیر خان بڑے تنگ  
 و قوش کے جوان تھے زور و قوت میں یکملے روزگار تھے تالیف انہار البحر  
 کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ ملک دکن کی ایک قلعہ کی تسخیر پر دلیر خان مامور  
 تھے جب یورش کر کے دلیر خان قلعہ کے دروازہ پر پہونچے تو اسکا دروازہ  
 بند تھا اور محاصرہ کو عرصہ ہو گیا تھا دلیر خان بذات خاص پھانک کی طرف متوجہ  
 ہوئے اسکے کو اڑ نہایت مستحکم تھے لوہے سے جڑے ہوئے تھے مگر انھوں  
 نے ایسا زور کیا کہ کو اڑ ٹوٹ گئے اور یہ قلعہ کے اندر گھس گئے اور اسکے بعد  
 انکی کل فوج انکے پیچھے چلی آئی جو شخص فرق مخالف کا خان موصوف کے سامنے  
 آیا اسکی گردن پکڑ کر اٹھا کے پھینک دیا جسکے گھونسا مارا اسکا کام تمام ہو گیا  
 جسکا سر دیا دماغ نکل گیا آخر کار اہل قلعہ عاجز ہو کر ان کے خواستگار ہوئے

یہ حکایت بھی اسی کتاب میں ہے کہ ایک شخص وحشی پہاڑ میں رہتا تھا اسکی غذا آدمی کا گوشت تھا۔ اسنے قافلے کے قافلے تباہ کر دیے تھے اتفاقاً ایک دامیر زادہ اس موذی درندہ کے پنجہ سے بچکر اپنے گھر آیا اور اپنے باپ سے سارا قصہ کہا کہ ایک مردم خور آدمی فلان مقام پر رہتا ہے آج میرا گدڑ سکار کی تلاش میں اس طرف ہو گیا تھا وہ مجھ پر بلا کی طرح جھپٹا مگر خدا نے مجھے بچا دیا میں بھاگ کر گھر آیا اور سکا باپ بادشاہ رس تھا اسنے جا کر قیست اور نگ زینب سے عرض کیا عالمگیر علی الصبح چند نامور سردار لیکر اس آزار خلق کے دفعیہ کو گیا جب اس مقام پر پہونچا وحشی آہٹ پا کر پہاڑ کے غار سے نکلا اور سامنے آکر گھڑا ہوا بادشاہ کے اشارہ سے ایک پہلوان آگے بڑھا وحشی نے ایسا طمانچہ مارا کہ اس پہلوان کی روح فنا ہو گئی اسی طرح چند اور پہلوان بھی ضائع ہوئے آخر نواب دلیر خان کو حکم ہوا عرض کیا کہ وحشی خالی ہاتھ ہو میں بھی بے ہتیار جاؤں گا یہ کہہ کر آگے بڑھے اور اسکے نزدیک پہونچے وحشی نے حسب معمول بڑھ کر حملہ کیا دلیر خان نے دونوں ہاتھ اسکے پکڑ لیے اور دیر تک کھڑے رہے اور پھر چھوڑ کر چلے آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ اوسمین حملہ کی طاقت باقی نہیں رہی ہے اسکے ہاتھ بیکار ہو گئے دیکھا تو ہڈی چور چور تھی اوسکے بعد اس وحشی کو گرفتار کر کے لے آئے اسکا روزانہ راتب ایک بکری کا گوشت تھا۔

یہ روایت بھی عبداللہ خان صاحب لکھتے ہیں کہ دلیر خان کے دو شاگرد تھے جنکا نام خدا داد و قادر و داد خان تھا وہ ایسے زور دار تھے کہ دلیر خان کا ایک

گھوڑا ہڈا شریعہ و بدعات تھا اوں خون نے قادر و اد خان کو اوسکی سواری کا حکم دیا وہ سوار ہوئے گھوڑے نے شرارت شروع کی اوں خون نے ایسا دیا کہ گھوڑا بیکار ہو گیا۔

ایک روز خان موصوف نے کنوین پر بیٹھ کر اپنے اوں خون دونوں شاگردوں سے کہا کہ زور کرو اوں خون نے کہا کہ مباد آپ کنوین میں نہ گرجائیں مگر اوں خون نے اجازت دی شاگردوں نے ایسا زور کیا کہ تنہوں سے غن بھل آیا مگر دلیر خان ایسے شہ زور تھے کہ پہاڑ کی طرح اپنی جگہ سے نہ جنبش کی خدا داد خان کی خدا داد طاقت کا یہ حال تھا کہ نہ عیسیٰ میں ایک روز تکیمہ لگائے بیٹھے تھے کسی نے پوچھا کیسے اب کیا حال ہے کچھ جوانی کی قوت اب بھی باقی ہے کہنے لگے کہ اب میرا کون وقت ہے لیکن اب بھی کوئی سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا قریب آجائے اور گھوڑے پر میرے ہاتھ میں پڑ جائیں تو پھر اسے آگے نہ بڑھنے دوں گا اور سید طرح بیٹھا رہوں گا ایک شخص انہیں سے انکے اس قول کی جانچ کے لیے کہ واقعی زور بھی ہے یا خالی باتیں ہیں گھوڑا دوڑا کر انکے پاس آیا خدا داد خان نے اسے پیر کر لیا اور جگہ سے نہ ہلنے دیا اور سید طرح بیٹھے رہے۔

دلیر خان کے زور و طاقت کی بہت سی حکایتیں مشہور ہیں ایام غدر میں ایک شخص مدد اس کے آئے تھے وہ ناقل تھے کہ اورنگ آباد دکن میں ایک مکان تھا جسکی چھت چھری تھی اوس میں تیر دلیر خان نے مارے تھے جو اس چھت کی چھت میں پوسٹ ہو گئے تھے وہاں کے لوگ اسکو اک یادگار سمجھ کر بڑے شوق سے جا کر بطور زیارت کے دیکھتے تھے دو تین تیر و نکا اپنی آنکھوں سے

دیکھنا وہ شخص بھی بیان کرتے تھے۔

یہ روایت بھی بعض ثقہ نے بیان کی ہے کہ ایک بار دلیر خان کے سر پر بال بڑا ہر  
 کا کلون کی حد تک پہنچ گئے تھے اور انکے بڑے بھائی عمدة الملک نواب  
 بہادر خان نے دیکھ کر کہا کہ فوج کے افسر کے لیے اس قدر لمبے بال سر پر ہونا  
 جنگ کی مصلحت کے بالکل خلاف ہے دلیر خان نے کہا کہ یہ بال جنگو مجبور  
 نہیں کر سکتے اس وقت وہاں پر ایک میٹھی کھڑی ہوئی تھی اور سپر تھوڑا  
 چڑھے اور ایک آدمی سے کہا کہ میرے بالوں کو کھینچ اور سننے پکڑ کر کھینچا شروع کیا  
 دلیر خان اوپر چڑھتے چلے گئے اور وہ آدمی لپٹا ہوا چلا گیا۔ عالمگیری دس سالہ  
 حکومت کے بعد سلطنت کی مفصل تاریخ نہ ہونے سے اکثر کارنامے دلیر خان  
 کے لکھنے سے چھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً قصبہ بلہور ضلع کانپور میں جب کایستھون  
 کے خاندان کو جو بادشاہی دفتر میں ملازم تھے وہاں کے چودہریوں نے  
 ستایا تو بادشاہ نے اودن مفسدون کی سرکوبی کے لیے دلیر خان کو بھیجا تھا اور  
 دلیر خان نے بلہور آکر ان ایذا دہندوں کی واجبی گوشمالی کر دی تھی اس واقعہ کی  
 تصدیق ان کایستھون کی اولاد آج تک کرتی چلی آئی ہے۔ راجہ نرہر کاتھہ بھی  
 قابل الذکر ہے جو صوبہ آودھ میں ایک بڑا سرکش راجہ تھا جب اسے بادشاہ  
 سے سرکشی کی تو دلیر خان اسکی تہنید کو متوجہ ہوئے وہ راجہ بھی بڑا بہادر تھا  
 اسنے دلیر خان کو کھلا بھیجا کہ فوج کے قتل ہونے سے کیا فائدہ ہم اور تم دونوں ہذا  
 مقابلہ کر کے ہارجیت کا فیصلہ کر لیں دلیر خان نے اس بات کو بڑی خوشی سے  
 منظور کیا آخر کار مقابلہ ہوا دونوں سرداروں نے انتہائی شجاعت سے پہرے کر کے

جو ہر دم کلاے اور بہادری کے فن کو ختم کر دیا اس دوران میں راجہ کی تلوار سلا  
گئی دلیر خان نے اپنی دوسری دلائی جو لٹکی ہوئی تھی اوسکو دی اور کہا کہ یہ  
انصاف کے خلاف ہے کہ میں اس حالت میں تمپر حملہ کروں تم پہلے اپنا  
ہر طرح سے حوصلہ پورا کر لو اسکے بعد جو غالب و مغلوب ہوگا اسی پر نتیجہ مترتب ہوگا  
راجہ دلیر خان کی یہ شجاعت اور انصاف دیکھ کر انکا بندہ بگلیا اور اطاعت قبول  
کر لی مستند روایت ہے کہ ایک بار بادشاہ نے انکے ضبط و تحمل کے امتحان  
کے لیے دلیر خان کو خلعت دیا اور اسکے اندر بچھو رکھا دیے جب خانوصوف  
نے وہ خلعت پہنا اور بچھونے نیش مارنا شروع کیا تو یہ سمجھ گئے مگر جس انداز سے  
بیٹھے تھے تیور میں فرق نہ آیا بدستور بیٹھے رہے اور اپنا وقت پورا کر کے شاہی  
بزم سے اٹھے اور مکانپر آکر وہ خلعت اتار ڈالا۔

ایک روایت انکے بھائی کے متعلق بیان کی جاتی ہے اور غالباً وہ یوسف خان  
ہونگے کیونکہ بعد دلیر خان کے وہ زور و طاقت میں شہرہ آفاق تھے خود بادشاہی  
تاریخ میں شاہی وقائع نگار نے انکے شہ زوری کی تعریف لکھی ہے۔ دلیر خان  
سے بادشاہ نے انکے بھائی کی حاضری کے متعلق ارشاد کیا دلیر خان نے  
عذر کیا کہ وہ شاہی دربار کے آداب سے ناواقف ہے سلام وغیرہ جھک کر  
باقاعدہ نہیں کر سکے گا بادشاہ نے ایک چھوٹا دروازہ تعمیر کر کے اسکے اندر سے  
حاضر ہونیکا حکم دیا تاکہ اسطرح اسکا مہر اہو جلے جب انکے بھائی کو یہ حال معلوم  
ہوا تو جوقوت یہ دروازہ پر پہونچے ایسا زور لگایا کہ دروازہ کی دیوار ٹوٹ کر گر گئی  
مکن ہے کہ بادشاہ ان افغانوں کے زور دیکھنے کی وجہ سے ان حرکات سے

دکھپی رکھتا ہو۔

دلیر خان کے مزاج میں مروت از حد تھی مگر اسکے ساتھ افغانی مغلوب انقبضی بھی جو شجاعت کی دلیل ہے موجود تھی۔

تعل بھی نہایت تھکتے کہ اپنے زبردست اور چھوٹوں کی گستاخی سے چشم پوشی کرتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال ایک نقل لکھی ہوئی ہے انکے ایک بھتیجے بخت نعلست خان تھے جو نواب بہادر خان کے فرزند تھے انکے مزاج میں بہادری کے ساتھ غصہ اور جلدی بہت تھی ایک روز نواب دلیر خان کا ایک بازدار انکے باز کو جوتا ز اور کلنگ کو بھی شکار کر لیتا تھا بات پر بھلے ہوئے جاتا تھا اتفاقاً وہ باز چھوٹ کر رنست خان کے قریب آیا بھتیجے نے چچا کا باز پکڑ لیا بازدار نے عذر کیا کہ بے حکم نواب صاحب کے مین یہ دے نہیں سکتا رنست خان اس بازدار پر ایسے غصہ ہوئے کہ اوسکے حواس جاتے رہے حتیٰ کہ اوسی غیظ میں اپنے چچا کی مجلس میں چلے گئے اور جا کر برابر بیٹھ گئے تھوڑے عرصہ کے بعد بازدار کو نواب صاحب کی پشت کی جانب کھڑا ہو گیا رنست خان نے اوس سے باز کو پھین کر چپکے سینہ پر دے مارا وہ جانور مر گیا دلیر خان کو بہت ناگوار گذر مگر کچھ نہ کیا اور مجلس سے اٹھ کر محل کے اندر چلے گئے اسکے بعد اسی مجلس میں رنست خان سے تلوار چلی اور کتنے شخصوں کو زخمی کر کے رنست خان مارے دلیر خان نے انکی زوجہ کو محلہ بلانگر اپنی ملکیت کا دیکر راضی کیا۔

## نواب دلیر خان کی وفات

ماٹر الامرا میں لکھا ہے کہ عالمگیر کے جلوس کا چھبیسواں سال تھا کہ بادشاہ مذکور نے دلیر خان کو شہزادہ محمد عظیم کے ساتھ بجا پور کی مهم کے لیے مقرر کیا تھا اور اس زمانہ میں بادشاہ اورنگ زیب خود اورنگ آباد دکن میں موجود تھا اس عرصہ میں دلیر خان سخت علیل تھے آغاز میں جلوس شاہی مطابق ۹۴ھ میں دلیر خان نے اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو انتقال فرمایا یہ روایت بھی مشہور ہے کہ عالمگیر نے

ملکہ سال بست و ششم کہ بلکہ اورنگ آباد طرح الویہ عالمگیری بود اور ابا سران دیگر یہ سیاق بجا پور تعین نموده تاسیہ عظیم شاہ بحضور موقوف داشتہ بودند در ان ایام بیماری شدیدہ کشیدہ در سیادی سال بست و ششم ۹۴ھ بجا پور سرالشیافت اگرچہ مشہور آنست کہ خلد مکان بجئے آثار خود سری و سرکشی از تو قفس نموده مستحسوس فرمود اما انچہ تحقیق پیوست ایخبرن پر تو سے از فروغ راستی ندارد و بجئے ثقات بر نرسد کہ برادرزادہ اش تبدیل ہے کہ معناد و شت کارش تمام کرد اما عالمگیر بادشاہ آن فرط غرت و شجاعت کہ بسیار گری پیچیکے را بخاطر ہی آورد از دلیر خان حساب بر میداشت گزینہ ہنگامی کہ او بادشاہ عالم در دکن بود شاہ ہزادہ خواست کہ اورا بخود ہماستان ساختہ علم خود سری برافرازد دلیر خان سرازان چچید سرگرائی طرین بناوشی انجا سید دلیر خان برسم لیفا روانہ حضور گشت شاہزادہ بتعاقب ظفر نمود چون سرسفی دلیر خان از نظر بادشاہی گزشت کہ شاہزادہ خیال باطل داشت من ترک رفاقت نمود و احرام حضور بست متصل ان عرضی شاہزادہ رسید کہ این افغان پر شور و سرسوخا است غبار طغیان برانگیزد من باشک اوروانہ شد موصول این عرایض بادشاہ را غریب اضطراب در گرفت و مکرر بتوضا شتافت ہمت خان چون ارسن صبا تر بیت یافته دوش و کنار بادشاہی بود بسیار گستاخانہ عرض میکرد بادشاہ گفت کہ انیمہ ندارد چر حضرت این قدر اضطراب میفرمایند بادشاہ تند شد فرمود کہ مرا شک کہ شاہ عالم نیست مشکل آنست کہ مبادا با ہم ساختہ باشند و فوجے کہ سردار شش

کچھ انکی طرف سے آہمار خود سری کے پلے تھے اسوجہ سے اونکو زہر دلوادیا  
تھا مگر مصاصم الدولہ شاہنواز خان کا قول ہے کہ جہانک تھتق سے ثابت ہوا  
اس خبر کی کچھ اصلیت نہیں پائی جاتی۔


بعض ثقہ راویوں کی یہ رائے ہے کہ دلیر خان کسی قسم کی ایک گولی روز کھایا  
کرتے تھے اونکے ایک بھتیجے نے وہ گولی بدل دی اور بجائے اسکے زہر کی  
گولی نہیں کھلا دی جسے انکا کام تمام کر دیا۔

مصنف ناشر الامر الکتاب ہے کہ اس میں شک نہیں کہ عالمگیر بادشاہ فرط  
غیرت اور شجاعت سے اپنی سپاہیگری کے مقابلہ میں کیسکو خیال میں نہیں  
لاتا تھا مگر دلیر خان سے کھلتا تھا کیونکہ انکی دلیری اور شجاعت کا جواب نہیں تھا  
اسی سلسلہ میں مصنف موصوف لکھتا ہے کہ جب شاہ عالم دکن میں تھا اور شاہنواز  
نے چاہا کہ انکو ہندوستان کر کے بادشاہ کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کرے  
دلیر خان نے اسکو نا منظور کیا آخر کار طیفین میں بد مزگی پیدا ہو کر نا اتفاقی پیش آئی  
دلیر خان فوراً کوچ پر کوچ کرتے ہوئے بادشاہ کی طرف روانہ ہوئے شاہنواز وہ  
بھی انکے پیچھے آیا بادشاہ دلیر خان کی عرضی پڑھ رہا تھا کہ شاہنوازہ خیال باطل کرتا  
تھا او سکی ترک رفاقت کر کے میں حضور میں آیا ہوں۔ اسی حالت میں شاہنواز بھی  
آگیا اور کہنے لگا کہ یہ افغان پر شور و سرچا ہوتا تھا کہ غبار سرکشی کا اٹھائے میں بھی  
اوسکی سرزنش کے لیے حاضر ہوا ہوں بادشاہ کو یہ حالات سنکر عجیب اضطراب ہوا  
پھینٹنے لگا۔ دلیر خان با شہدہ مقابلہ اور غیر از خود دیگرے رانی نہیں پس ہر گاہ مرابا اور سرکار  
امند جنگ دوسرا دے۔ ناشر الامر الکتاب کہہ دلیر خان۔



ہمت خان جو لڑکپن میں بادشاہ کے ساتھ کھیلے تھے اور بہت گستاخانہ عرض کیا کرتے تھے بادشاہ سے کہنے لگے کہ یہ بات کچھ حقیقت نہیں رکھتی حضرت اس قدر اضطراب کیوں فرماتے ہیں بادشاہ یہ سنکر نہایت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ مجھ کو فکر شاہ عالم کی نہیں ہے مشکل یہ ہے کہ مبادا دونوں باہم ساز نہ کر لیں جس طرح کاسر دار دلیر خان ہو گا بجز اپنے میں کسی کو اسکے مقابلہ کا نہیں دیکھتا اور جس وقت مجھ کو اس سے سروکار پڑیگا اس وقت کے لیے (جنگ دوسر دارو) کا قول مشہور ہے۔

دلیر خان کے اسباب مرگ میں جو اختلاف تھا وہ مفصل ماثرا لام اجیسی مستند کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ خان بہادر شمس العلماء اپنی تالیخ ہندوستان کے صفحہ ۳۴۰ میں خانی خان کا یہ بیان لکھتے ہیں کہ دلیر خان جو صاحبان کار طلب اور افغانان صاحب غیرت سے با نام و نشان تھے بغیر کسی عارضہ بدنی کے انتقال کر گئے اور عوام میں یہ شہرت ہوئی کہ رات کے وقت دلیر خان کے دیکھنے کے لیے خفیہ علم شاہ گیا تھا دوسرے شاہزادہ نے جب کانا نام سلطان معظم تھا اسکی اطلاع بادشاہ کو پہونچائی اس لیے خود دلیر خان نے زہر کھالیا۔

ماثر  عالمگیری کے صفحہ ۲۳۷ ششمہ جلوس میں تحریر ہے کہ تیسری شوال کو حسب احکام بادشاہ کے شہزادہ شاہ عالم بہادر کا پیش خیمہ اور ننگ آباد سے ملک

سہیم شوال مطابق بریغ مطہ میں خانہ دولت نشاۃ شاہ عالم بہادر ازا اور ننگ آباد بارادہ ہستیصال سمت کوکن دراعہ وہ دیگر ممالک غنیمت آل شادیا نہ ظفر قال نواختہ برآوردہ۔

کو کن کی طرف روانہ کیا گیا۔ اسی زمانہ میں دلیر خان جو بیماری شدید اٹھ چکے تھے اس دافانی سے ملک بقا کی طرف راہی ہو گئے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی رحلت کا مہینہ ماہ شوال ہوگا۔

اگر دلیر خان کے انتقال کا زمانہ شروع سن جلوس سے لگایا جائے تو ذی الحجہ و محرم میں رحلت کا زمانہ ہو سکتا ہے کیونکہ عالمگیر شہید داراشکوہ پر فتحیابی حاصل کر کے غرہ ذیقعدہ ۶۸۵ھ روز جمعہ کو دہلی کے قریب باغ آغرا باد میں تخت نشین ہوئے مگر باہمی جنگ و جدال کی وجہ سے جشن و مسک و غیرہ کے دیگر مراسم کو جلوس ثانی پر موقوف رکھا تھا مگر جب جنگ جمیر میں بھی عالمگیر کو فتح حاصل ہوئی تو ۲۴ رمضان ۶۸۵ھ کو تخت نشین ہوا اور اسکے بعد ہمیشہ جشن عید الفطر کے بعد ہوتا رہا۔

اگر موت رخ نے پہلے جلوس سے مراد لی ہے تو ذی الحجہ اور محرم کے ماہ میں بھی رحلت کا خیال ہو سکتا ہے۔ ورنہ ماہ شوال میں رحلت کرنا ثابت ہوتا ہے۔ ذاتی شجاعت اور اخلاقی خوبیوں کے متعلق جو باثر عالمگیری اور باثر الامراین دلیر خان کی تعریف لکھی ہوئی ہے وہ قابل قدر عبارت بحسنہ ناظرین کی آگاہی کے لیے یہاں پر تحریر کی جاتی ہے اس سے انکی وقعت کا اندازہ

ملہ دلیر خان افغان بیاری شدید کشیدہ مجاہد سر اشافت و در اکثر معرکات بذات خود مصدقہ و دات نمایان شدہ قوی پہلے زور مند و غریب قوت و اشتہار و ضبط و ایلوس و یاد و طالع و از ابتدا سے عمر تا انتہا داشت صفحہ ۲۳۔  
ماثر عالمگیری۔ اسکا ترجمہ خان بہادر شمس العلما نے اپنی تاریخ ہندوستان میں لکھا جو اوہا بلایہی ماخذ ماثر الامرا کا ہے۔  
بعد انتقال کے دلیر خان کے نام شایہ و قزاقین اعظم مغول کی لکھی گئی اکثر امراء کے نام بغیر خطاب مغفوت کے لکھے گئے ہیں دلیر خان کا تذکرہ بعد رحلت کے منجانبی کے بیانیں ماثر عالمگیری میں آیا ہے ۵ مرتبہ ثانی اور زود دلیر خان مغفور براہ قدر و احتیال کریمتہ ۱۲

ہو جائے گا۔

دلیر خان مذکور قوی ہیکل و بسیار زور مند بود و حکایت ہائے سیر  
از قوت و شہتہائے او شہتار دارد و برالوس خود بسیار ضابط  
و ہمیشہ فتح نصیب بود و از موافقت زمانہ و یاوری طالع از  
ابتدائے عمر تا انتہای اوج پائے دولت و شوکت ماند یہ چگاہ  
سیلی زمانہ نوزد و ذلت و خواری نہ شہید۔

یعنی دلیر خان نہایت قوی ہیکل اور شہ زور تھے اونکی قوت اور اشتہائی  
حکایتیں عجیب و غریب عالم میں مشہور ہیں وہ اپنے قوم اور لشکر کے بڑے منظم  
اور ضابطہ دان تھے اور خدا نے انکو فتح نصیب کیا تھا خوش نصیبی اور یاوری  
مقدر سے ہمیشہ زمانہ انکے موافق رہا اور ابتدائے عمر سے انتہائے حیات  
ننگ انکا ستارہ عروج پر رہا اور ہمیشہ دولت و شوکت کی ترقی ہوتی رہی  
اور مدد العمر کبھی گردش زمانہ سے ٹھوکر نہ کھائی اور ذلت و رسوائی نہ اٹھائی  
دلیر خان کی عمر چالیس برس کی بیان کی جاتی ہے اور ننگ آباد دکن میں انکا انتقال  
ہوا اور وہاں سے انکا تابوت لا کر شاہ آباد میں جواںکا مقبرہ نریدہ تالاب کے  
کنارہ واقع ہے دفن کیا گیا۔ مقبرہ انکا عالیشان عمارت ہے جسکے بارہ میں  
ایک سیاح انگریز نے اسکے پتھر و نکلے نقش و نگار کی مثال اگرہ کے تاج  
محل سے دی ہے۔ اونکی تاریخ رحلت کا ایک قطعہ جو کسی اساتذہ نے  
نظم کیا یہ ہے۔

## قطعہ تاریخ انتقال دلیر خان مرحوم

غبار آلودہ شد و نیاز ماقم خان الا نشان  
ظن کر دم بتا رخس برآمد از مصرع  
لکند شد ہمہ عالم غفل شد بسا دوران  
دلیری از جهان بردہ شجاعت ملکیت و سنا

لفظ حکم جان بھی دلیر خان کی رحلت کا تاریخی مادہ ہے کثرت رواج سے بعض  
انگریزی دان حضرات بجز سنہ عیسوی کے سنہ ہجری نہیں جانتے لہذا  
راقم نے وہ سنہ سیعی بھی شامل کر دیا ہے تاکہ انگریزی مذاق کے صاحبان کو  
حساب میں وقت نہو۔

## قطعہ تاریخ وفات نواب دلیر خان بانی شاہ آباد از خاکسار مظفر

ہو گئے دار فنا سے راہی ملک بقا  
انکی خلقت کو شجاعت کی تھی خالق نے عطا  
آئے جس میدان جنگ میں تو وہ روشن ہوا  
تھے بہادر اور پھرا و سپر رحیم و باحیا  
شکستہ شیر دل لشکر کش و کشور کشا  
دونوں شاہوں کے انھیں ربار سے خلعت ملے  
شوق سے سنتا ہے اسکو ہر جگہ چوٹا بڑا

اہل عالم میں طیل القہر جو خان جلال  
زیب و تیا تھا انھیں بیشک دلیری کا خطا  
انکی فطرت دلیری کے تھے وہ جو ہر عیان  
وقت بازوے شاہ وقت رکن سلطنت  
آبروے قوم اتقان عزت و غرور وطن  
قدردان شاہ جهان تھا اور عالمگیری  
انکی شد زوری کے قصے آج تک شہور ہیں

لشکر شاہی میں اوکا سا بہادر تھا کہ ان  
 رعبان کی جنگ کا ایسا تھا غالب ہند پر  
 جب اٹھائی باگ گھوڑی کی تو پھر رکتے تھے  
 جب کیا دشمن نے حملہ فیل بکر جم گئے  
 صوبہ بمکال و آسام و دکن ملک آوڑ  
 تھے وہ ایسے بامروت فل تمید ان ب  
 معتمد تھے شاد کے ایسے سفارش کی اگر  
 رد نہیں ہوتی تھی جو کچھ بات کہہ دیتے تھے  
 نام نامی تا قیامت انکھلے کا نہیں  
 پھر نہ ہوتی اس طرح تا ید حق جل انھیں  
 وہ ولایت سے بہادر لوگ لاؤ قوم کے  
 انکی نسلوں میں اب تک کچھ شجاع کے نشان  
 مقبرے مسافرین اب قصر میں سب جمران  
 بردر و دیوار کہہ نقش پارسینہ نگر  
 ان سلف کے کارناموں سبق لیکر خلف  
 بس منظر ختم کریہ نظم میں جا طول ہے

غلبہ ہمیشہ تھرتے تھے سب اہل و عا  
 فتح و نصرت سلسلے کے جہان و نکا بجا  
 اک پانی سلسلے ہو سخت ہو کوئی بلا  
 خود بڑھے ملو الیہ کہ ہو گئے شیر و غا  
 دیو گدھ چاندھ کو بجا پور کو بھی سگریا  
 فتح کر کے ملک بچے مفتوح کو واپس دیا  
 حکم شاہی انکی مرضی کے مطابق آگیا  
 خیر خواہی کا دیانت کا نتیجہ بھی یہ تھا  
 بیسیوں ہین یادگارین انی باقی باصفا  
 ظلم عاجز پر کبھی رکتے نہ تھے ہر گز روا  
 اور بساے شہر او فسے صرف کر کے روپا  
 دے رہی ہی انکی زنجت باپ دادا کا پتا  
 کہ رہی ہے دیکھ لو انخسام اپنا یہ ہوا  
 بیگانہ بر نقش باشد حیرت و عبرت فرا  
 اپنی حالت کو سننا علین ہوشین میں ذرا  
 حال جو سچا تجھے معلوم تھا تو نے لکھا

مصر تا پنج ہے یہ خبر سال وفات

شیریں شجاعت نیک آنکھوں سے چھپا

## نواب دلیر خان کا پشت نامہ

نواب دلیر خان کی قومیت کے متعلق ایک کتاب کسی محقق نے انکی فرمائش سے انکی زندگی میں لکھی تھی جس میں انکے آبا و اجداد کی قومیت کا سلسلہ حضرت ابو بکر آدم علیہ السلام تک پہنچایا تھا اور ہر قبیلہ کی شاخیں اس میں علحدہ علحدہ شامل کی گئیں اور وہ کتاب شاہ آباد میں غدر تک موجود تھی جن صاحب کے پاس وہ کتاب تھی اور انکو اپنے بزرگوں سے پہنچی تھی راقم سے وہ اس کتاب کی خوبی اور مصنف کی تحقیق کی بڑی تعریف کرتے تھے اور یقین غالب ہے کہ خانموصوف یا انکے فرزند نواب کمال الدین خان وغیرہ نے خود اس کے مصنف کو مدد دی ہوگی کیونکہ بغیر تلامیے ہوئے انکے خاندان کی شاخیں اسکو کیونکر معلوم ہو سکتیں مگر افسوس ہے کہ وہ کتاب ضائع ہو گئی اور اسکا پتہ نہ چلا اخبار محبت میں جو نسب نامہ درج ہے عجب نہیں کہ اسی کتاب سے لیا ہوا نواب محبت خان جو دلیر خان کی اولاد میں تھے انھوں نے اپنے ذاتی علم سے مرتب کیا ہوا اور وہ پشت نامہ یہ ہے۔

جلال خان عرف دلیر خان ابن دریا خان ابن براہیم خان  
 ابن علی سید خان ابن پایو ابن عمر ابن احمد خلی باسترزی  
 ابن باقر ابن امون داؤد ابن داؤد ابن ولت غزنی حنبل نبیرہ سترنبی  
 ابن قیس عبدالرشید ابن عیص ابن سلول ابن نعیم ابن عیص  
 بن مرہ بن حلدہ بن اسکندر بن زمان بن بھلول  
 بن ہشام بن صلح بن قارود بن عبسم بن قیلول

بن کرم بن عمال بن حدیقہ بن متال بن عقیس  
 بن عیم بن سمویل بن بارون بن قمرود بن ابی  
 بن ظلل بن لولی بن عایل بن تارخ بن ارد  
 بن مندول بن سلیم بن افقہ بن ارمیا بن زول الملک طلوت  
 بن قیس بن عقبہ بن عیص بن روئیل بنک طالات  
 بن یوہ بن متریعقوب اسرائیل بن متریاسحاق بن متریاسحاق  
 بن تارخ کہ اور آذر میگویند بن ماعور بن سروع بن ساروع  
 بن متریعقوب علیہ السلام بن عامر بن صالح بن ارفد بن شام  
 بن فوح علیہ السلام بن ملک بن سلح بن متریادیس بن برد  
 بن ملائیل بن انوش بن مثریش علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام  
 اکثر نام اس میں مختلف زبانوں کے ہیں اس لیے انکی تصحیح کی ذمہ داری کرتے ہیں  
 کر سکتا ہے اور نہ درمیانی سلسلہ کی وحقیقت کا دعویٰ ہو سکتا ہے جو نام کتاب مذکور  
 میں درج تھے بحسنہ نقل کر دیے گئے واللہ اعلم بالصواب  
 اسکے بعد دلیر خان کی اولاد کا شمار حتی الامکان نہایت تحقیق سے مرتب کر کے لکھا  
 ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ انکے بعض فرزند کی نسل منقطع اور بعض شاخ درمیان سے  
 محول النسب ہو گئی اور بعض اب تک شریف النسب موجود ہے۔  
 جہاں تک ممکن ہوا انکی اولاد کا حال تحریر میں لایا گیا البتہ بعض شاخ جو دیہات  
 پادوسرے شہروں میں منتقل ہو گئی ہے انکے ناموں کی فراہمی میں زیادہ مغربی  
 نہیں کی گئی۔

## نواب دلیر خان کے عزیز واقارب

نواب دلیر خان کے چار بھائی تھے اور دو بہنیں تھیں تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ دریا خان پہلی بار جب ہندوستان آئے ہیں تو شیخ رکن الدین بازید خل جو منصب ارشاد ہی تھے اور وہ ایک درویش کی خدمت میں نہایت عقدا رکھتے تھے انھوں نے اپنی دختر دریا خان کے عقد میں دی تھی جنکے بطن سے یوں لڑا پیدا ہوا میں گمراہ خاندان میں یہ روایت چلی آتی ہے کہ پہلی اُن بیوی سے جنکا ذکر ابھی ہو چکا ہے نواب بہادر خان اور محمد خان وغیرہ پیدا ہوئے تھے جب ان بیوی کا انتقال ہو گیا تو دریا خان نے دوسرا عقد اپنا اپنے چچا کی بیٹی سے کیا جس سے نواب دلیر خان اور انکے بھائی یوسف خان پیدا ہوئے۔

تاریخ مخزن اخبار سے دلیر خان کی والدہ کی زندگی دلیر خان کے انتقال کے بعد تک پائی جاتی ہے۔

نواب دلیر خان کی بیوی انکے چچا عثمان خان کی بیٹی تھیں شاہ آباد میں انکے یادگار میں بعض چیزیں منسوب ہیں مثلاً محلہ والدہ جو کمال الدین خان نے انکے نام سے منسوب کر کے آباد کیا تھا انکا باغ بھی اودہر نور میں نصب کیا گیا تھا جسکا ذکر فقہ مورخان کی سند میں بیان ہو چکا ہے اور انکا انتقال دلیر خان کی زندگی میں ثابت ہوتا ہے۔

عثمان خان دریا خان کے بھائی اور دلیر خان کے چچا تھے نہایت باوقار و متظم انسان تھے عرصہ تک یہ دکن میں ملکی فوج کے ملازم رہے صاحب منصب



تھے شاہجان کے عہدہ دار وہیں تھے صوبہ خاندین کے فوجدار بھی رہے ہیں  
 انھوں نے افغان قوم کے لشکر بڑھانے میں نہایت کوشش کی تھی اور اپنے  
 اصول قائم کیے تھے بادشاہ نامہ میں انکا منصب ہزاری ذات و مقصد سوار  
 کامر قوم ہے مگر باثر الامین ہشتصدی سوار تحریر ہے اس سے معلوم ہوا کہ  
 بعد کو انکی ترقی ہوئی بادشاہ نامہ میں لکھا ہے کہ جب ساہو ملازم نظام الملک  
 کی تنبیہ کی گئی ہے اسوقت انکی سہ صدی سے ہفت صدی پر ترقی ہوئی ہے  
 اور صفحہ ۲۸ میں تقریب جشن شاہی انکی ترقی پانسو سوار کی تحریر ہے اپنے عہد میں  
 معزز و مشہور سردار تھے ستمہ جلوس شاہجہانی میں انکا انتقال ہوا شاہجان نے  
 اپنی تخت نشینی کے روز انکو بھی خلعت و منصب ہزاری ذات کا دیا تھا۔  
 نیک نام خان دلیر خان کے دوسرے چچا تھے نہایت شجاع و نیک نام  
 پھان تھے اپنے بھتیجے بہادر خان کے ساتھ انھوں نے شاہی مہمات میں خوب  
 خوب بہادریاں کی ہیں جنگ بندلیکھنڈ و بدخشان میں داد مروئی کی دی ہے اول  
 لچ و بدخشان میں نیک نام خان کے منصب میں شاہجان بادشاہ نے ترقی بھی فرمائی  
 ہے انکا تذکرہ نعمتا بہادر خان کے حالات میں درج ہے اخبار محبت میں انکا منصب  
 ہفتصدی ذات اور تین سو سوار کامر قوم ہے۔  
 شیر خان دریا خان کے چچا تھے اسم باسمے شخص تھے انکا منصب ہزاری ذات  
 و مقصدی سوار کا لکھا ہوا ہے۔

لے یازدہم سوال عثمان خان روہیلہ اسماعیل و اخوانہ منصب ہزاری ذات و مقصد سوار و معزز  
 مہاجر گشت بادشاہ نامہ صفحہ ۱۳۱ جلد دوم۔

مصری خاں دلیر خان کے چچا تھے ہفتصدی ذات اور پانصد سوار کے  
 لائے تھے۔

حیات خان عرف زبردست خان دلیر خان کے چچا زاد بھائی اور  
 حضور میں تھے اور نگ زیب نے انکو زبردست خانی کا خطاب دیا ہے  
 عالمگیر کے ساتھ ہو کر انھوں نے دارا شکوہ کو شکست دی ہے اسوقت بادشاہ  
 نے انکو خطاب اور پانچ ہزار روپے نقد مرحمت فرمائے تھے۔

جنگ بنگالہ میں دکن میں بھی انھوں نے نہایت بہادری کو پیش دیا ہے  
 اپنے بھائی دلیر خان و فتح جنگ خان کے ہمراہ اکثر ہمت میں یہ سر کیستہ  
 ہیں جا بجا انکے تذکرہ میں انکے حالات موجود ہیں عالمگیر نے انکو گوالیار  
 و جوشک آباد کا فوجدار بھی کیا اور خلعت میں گھوڑا بھی عنایت کیا ہے۔

ایک منصب ہزار و پانصدی ذات و پانصد سوار کا تھا جن میں ہزار سوار و اسے  
 سہ تھے شاہ آباد میں مولانج محلہ حیات خان اور شاہ جہانپور میں حیات پورہ  
 انکے نام سے منسوب ہے۔ ایک منصب و تذکرہ عالمگیر نامہ میں دیکھنا چاہیے  
 سکندر خان کا خطاب ملا بت خان تھا یہ فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے  
 بھائی تھے یہ بھی اپنے بھائیوں کی طرح نامور اور جری تھے شاہی ہمت میں ان سے  
 بہادران بھی کثرت سے ظہور میں آئیں ہیں جسکا تذکرہ ضمناً عالمگیر نامہ وغیرہ میں  
 مندرج ہے محاربہ دارا شکوہ میں انکو بھی عالمگیر نے پانچ ہزار نقد خلعتا مرحمت  
 فرمائے اور منصب ہزار و پانصدی ذات و ہزار و پانصد سوار سے سرفراز  
 کیا ہے۔

**فتح خان** کا منصب اخبار محبت میں ہزاری ذات و ہشت صد سوار کا تقرر ہوا یہ دلیر خان کے چچا زاد بھائی تھے مگر ماثر الام اور عالمگیر نامہ وغیرہ میں جو دلیر خان کے چچا زاد بھائی کا تذکرہ درج ہے اوس میں فتح خان کے والد کا نام ذکر کیا گیا ہے اور انکو عالمگیر نے داراشکوہ ہی فتح میں فتح جنگ خان کا خطاب و علم و تقارہ و منصب دو ہزاری و پانصد ذات اور دو ہزار پانصد سوار کا مرحمت کیا کھتا اور جنگ کچوہ کے سر کر نیکی بعد سے ہزار و پانصدی ذات اور سے ہزاری سوار سے سرفراز کیا ہے اور اسکے بعد میں ہزار روپیہ نقد انکو مرحمت کیا گیا ہے فتح جنگ خان کا مفصل تذکرہ علیہ راقم نے لکھا ہے۔

یہ بڑے منصبدار و عین تھے ممکن ہے کہ اول الذکر فتح خان اس خاندان میں کوئی دوسرے عزیز ہوں یا مصنف اخبار محبت کی نظر انکے اضافہ منصب خطا پر نہ پڑی ہو اور غلطی سے فتح جنگ خان کو فتح خان اور قلیل منصب لکھ گئے ہوں واللہ اعلم۔

**محمد خان** یہ سب سے بڑے دلیر خان کے بھائیوں میں تھے یہ اپنے باپ دریا خان کے ہمراہ خانبہان لودی کے واقعہ میں کام آئے انکا منصب ہزاری ذات و سات سو سوار کا تھا یہ لاولد جو امرگ جان بخت ہوئے تھے۔

**دیوان عنایت خان** یہ دلیر خان کے دوسرے بھائی ہیں انکا منصب ہزار پانصدی ذات پانسو سوار کا تھا نواب بہادر خان نے قصبہ بہادر گڑھ ضلع مراد آباد میں قریب قصبہ حسن پور کے جو انکا ناہال تھا آباد کیا تھا حاجب نواب صاحب موصوف صوبہ دار ملتان ہوئے اور بعد آبادی کے شاہجہانپور

دیکھنے آئے ہیں تو قصبہ بہادر گدھ میں دو روز قیام کیا اور پھر یہ قصبہ اپنے بھائی دیوان عنایت خان کو عنایت کیا۔ غالباً دیوان عنایت خان کی بود و باش وہیں رہی جنگ بلخ و بدخشان میں عنایت خان صاحب اپنے بھائی بہادر خان صاحب کے ساتھ تھے اور اس عظیم الشان مہم میں انھوں نے خوب شجاعت کے جوہر دکھائے ہیں جسکے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے دیوان عنایت خان کے منصب میں اضافہ کیا تھا بادشاہ نامہ میں انکے حالات درج ہیں بہادر خان کے تذکرہ میں ہینے حالات بھی ضمیمہ درج کیے ہیں۔

دیوان یوسف خان دلیر خان کے حقیقی متحد لہٹن چھوٹے بھائی تھے انکا منصب اخبار محبت میں پانصدی ذات و پانسو سوار کا لکھا ہے یہ اپنے وقت کے رستم زمانہ تھے زور و طاقت میں دلیر خان کے بعد انھیں کا نمبر تھا انکے بارہ میں عالمگیر بادشاہ کا منشی عالمگیر نامہ کے صفحہ (۱۰۴) میں باین الفاظ و عبارت اتنی تعریف لکھتا ہے یوسف خان برادر دلیر خان کہ افغانان اور ازبک جو انان دلاوردہ مراتب سپاہگرمی ثانی اشین مہین برادرش میشمردند از آب تیغ مجاہدان شہامت پرور شربت ہلاک چشید۔

یعنی یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے یہ ایسے خوشرو اور شہ زور تھے کہ تمام افغانان انکو ملتانے روزگار سمجھتے تھے اور دلاوری و سپاہگرمی کے فن میں اپنے بھائی دلیر خان کے بعد درجہ رکھتے تھے افسوس کہ مجاہدِ اراشکوہ و عالمگیری میں یہ داراشکوہ کی طرف شریک ہو کر جو انحرگ کام آئے ہیں۔

اور تمام چھانوئیں انکی قیامت ناک موت کا فسوس و صدمہ لاحق ہوا۔

تاریخ انجبار محبت کے صفحہ ۳۵ میں مرقوم ہے کہ دیوان یوسف خان جو دلیر خان کے چھوٹے بھائی تھے انکی جاگیر میں میٹھی و گھاگھٹ موپلیا مہر آباد مارہرہ اترولی پھر پنڈراول و بہادر پور تھے ایک بار نواب محمد خان نیکش فرخ آبادی جو نواب غریز خان سے ملنے آیا کرتے تھے اور اس خاندان سے انکا ربط و ضبط بہت تھا انھوں نے دیوان یوسف خان کے صاحبزادہ سے کہا کہ آپکے زیر سایہ میں بھی بود و باش رکھنا اور شہر بسانا چاہتا ہوں اگر مرضی جناب کی ہو تو بادشاہ کے حضور میں عرض کر دوں یہ ردل خان نے جواب دیا کہ نہایت بہتر ہے آپ قوت بازو ہیں چنانچہ نواب محمد خان نیکش نے بادشاہ سے عرض کیا اور بارہ موضع انعام اہتمام محمد خان کو بنا بر وطن کے عطا ہوئے نواب نیکش نے اپنا شہر فرخ سیر کے عہد میں آباد کر کے فرخ آباد نام رکھا جس زمانہ میں کہ دلیر خان کے خاندان کا عروج تھا نواب نیکش وغیرہ ہم پلہ نہ تھے شاہ مبارز خان کا منصب پانصدی ذات و پانسو سوار کا تھا دیسا پور و کوہستان جہوں وغیرہ کے فوجدار بھی رہے تھے بعض انکو نواب بہادر خان کا متبنا و بعض اوی بہادر خان کے کسی چھوٹے بھائی کو یہ خطاب ملنا بیان کرتے ہیں ایک شہباز خان دلیر خان کے چچا زاد بھائی اور فتح جنگ خان کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے جو جنگ بنگالہ میں کام لے

۱۔ دیوان یوسف خان مراد خرد دلیر خان یا ست میٹھی داشت نواب محمد خان نیکش فرخ آبادی از پسر دیوان مدوح التبا اور کہ میخوام کہ دخل حمایت آنجناب برائے بود و باش خود شہرے آباد سازم اگر مرضی جناب عالی باشد بحضور بادشاہ عرض نمایم ردل خان در جواب فرمود کہ ازین بہتر جو خوب شاقوت بازو سے مست ازین چو بہتر چنانچہ نواب محمد خان بحضور بادشاہ عرض کر دہ اور وہ موضع اہتمام محمد خان مرمت شدہ و شہرے فرخ آباد و مراد فرخ سیر آباد ساخت ایٹھی و گھاگھٹ موپلیا مہر آباد و اترولی و جہرہ و پنڈراول و بہادر پور وغیرہ جاگیر دیوان یوسف خان بود۔ ۵۳۔ انجبار محبت۔

پُر دل خان کا منصب ہزاری ذات ہزار سوار کا تھا یہ فوجدار بھی مین کے رہے تھے اخبار محبت میں دیوان یوسف خان کے فرزند تحریر کیے جاتے ہیں مگر مستند و دیگر کاغذات سے نواب چاند خان کے فرزند یعنی نواب دلیر خان کے پوتے ثابت ہوئے ہیں عہد فرخ سیر میں انکو داؤد خان کا خطاب ملا تھا۔

لودیخان کا منصب سہ ہزاری ذات و ہزار پانسو سوار کا تھا نامور افغان تھے اکثر فتح جنگ خان زبردست خان غیرہ کا اور انکا ساتھ رہا ہے چنانچہ سبارہ میں عالمگیر نامہ کے صفحہ ۲۴۵ جنگ شجاع واقع بنگالہ میں یہ عبارت تحریر ہے و جمعے از دلیران عرصہ فا و ثابت قدماں معر بہیجا مثل فتح جنگ خان و لودیخان و زبردست خان و سکندر خان و وہلہ و غیرہ پیشقدم میدان نصرت گشتہ گوئے مسابقت از اقران ربود غرضکہ جانبا ز و پیشقدمی کر نیوالے بہادر و نہیں تھے۔

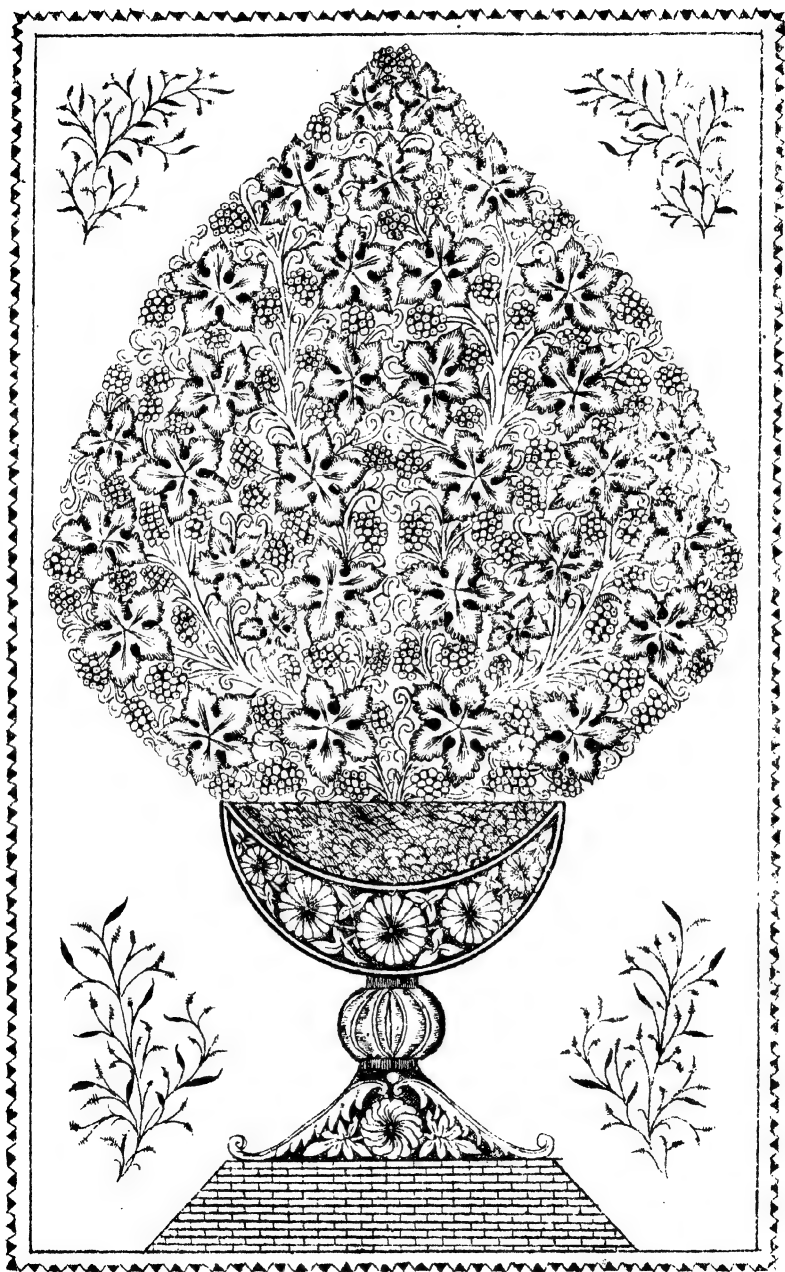
جمال خان لوہانی ہزار و پانصدی ذات و پانچ سو سوار کا منصب تھا اور نواب بیاد خان و نواب دلیر خان کے لشکر میں افسر تھے۔

پچھلے سنگھ راجپوت سہ صدی ذات و سو سواروں کا افسر تھا و نواب بیاد خان و دلیر خان کے لشکر میں بہادر شخص تھا اور انہیں کا پرورش یافتہ بھی تھا۔

روشن اسلام خان و بہادر خان لوہانی یہ ہردو افسر مقتصدی ذات اور پانسو سوار و نیکے سردار تھے۔

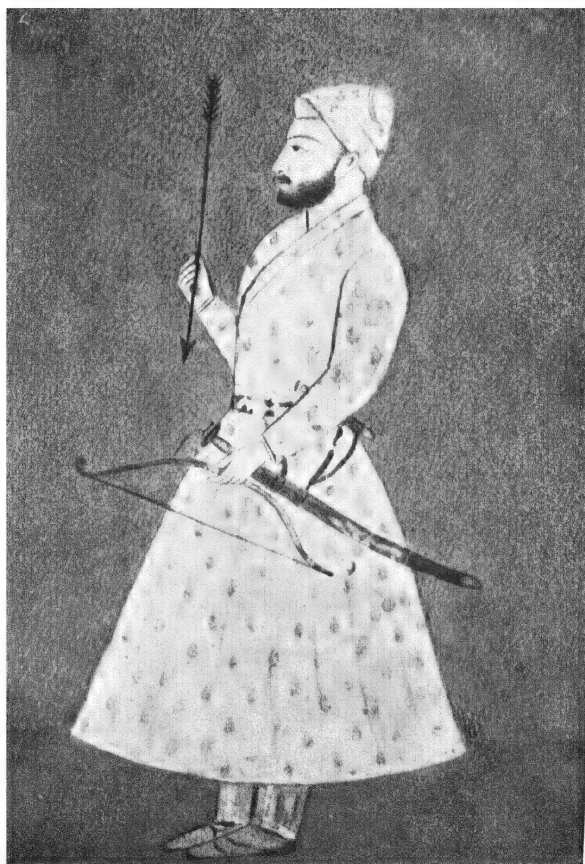
سنہ خان ہزار و پانصدی اور پانسو سوار کے سردار تھے۔

تور خان پانصدی ذات و سو سوار کے سردار تھے۔









نواب کمال الدین خان





## نواب کمال الدین خان بہادر

نواب کمال الدین خان کا خطابانی نام رستم خان تھا یہ نواب لیر خان کے خلع گیر  
 اور اپنے پدر بزرگوار کے قائم مقام و جانشین تھے آبادی شاہ آباد کی مکمل نہیں  
 ہاتھوں ہوئی مہمات شاہی میں انھوں نے اپنی حسن لیاقت اور شجاعت سے ایسے  
 ایسے کار نمایاں کیے کہ روز بروز انکی ترقی ہوتی رہی آپ کو اپنے نامور باپ کے زمانہ حیثیت میں  
 منصب عطا ہو چکا تھا اور اس وقت سے بڑے بڑے معرکہ سر کرنا شروع کیے تھے بارہا  
 پیشگاہ بادشاہی سے انکو خلعت اور اضافہ منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی تھی اور بادشاہ  
 دربار میں تقرب و حضور سی کا درجہ تمام و کمال حاصل کر لیا تھا موروثی جاگیر کے علاوہ  
 سات لاکھ سات ہزار دام کی جاگیر جو کالجہ متعلقہ صوبہ الہ آباد کے تھی اور سات گزینہ  
 ہندون بیانہ کے جو متصل الہ آباد کے تھے انکو زائد ملے تھے جب کبھی کوئی ضرورت  
 انکو پیش آئی تو وہ وزیر بادشاہ کے حضور سے پوری کی گئی تاریخ اخبار محبت میں ہے کہ  
 نواب کمال الدین خان کا منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار  
 کا تھا تاریخ ماثرا ملگیری میں انکے ابتدائی زمانہ کا منصب ہزاری ذات و سات  
 سوار کا تحریر ہے اور جب ۸۵۰ھ میں دو صدی کا اضافہ ہوا تو انکی اور باقر خان  
 کی ترقی ساتھ ساتھ ہوئی ہے اسکے بعد جب ہندون بیانہ کی عظیم الشان مہم انھوں نے  
 ۸۵۰ھ کمال الدین خان لد لیر خان باقر خان ہر کدام باضافہ دو صدی ہزاری ہفت صد سوار سرفرازی یافتہ  
 سال بیچہم جلوس ۸۵۰ھ مقدمہ ۱۲ ماثرا ملگیری  
 ۸۵۰ھ سال سی و ششم جلوس ۸۵۰ھ غرہ شہر رجب الاول کمال الدین خان فوجیدار ہندون بیانہ درجلوس  
 ہشتال مسرکشان آن نواح باضافہ پانصدی پانصد سوار بمیزلت و دو ہزار سوار سید

فتح کی ہے تو پانصدی ذات اور پانسو سوار کا اضافہ ہو کر دو ہزاری منصب کیا گیا۔  
 بحال آخر زمانہ تک یہ چار ہزاری منصب کو پہونچے بیشتر اکثر مقامات پر یہ فوجدار رہے  
 بین اسکے بعد صوبہ داری کے معزز عہدہ پر سر بلند ہوئے چنانچہ صوبہ اودھ کی  
 صوبہ داری پر مامور رہے تھے۔ تاریخ انہاں لہجہ میں نواب محمد خان شاہ جہان پوری انکے  
 متعلق لکھتے ہیں کہ نواب کمال الدین خان لاغر و نحیف البدن بود در شجاعت کیتلے  
 زمان بود گاہے چشم از اعداں پوشید و ہر بلا نیکہ آمد رونمی تافت۔ جبکہ شاہ آباد کی آبادی  
 کا رقبہ بادشاہی فرمان کے حدود سے تجاوز کر گیا اور محمد طاہر جو شہزادہ کا عامل تھا اسے  
 محصول طلب کیا اس زمانہ میں نواب دلیر خان کا انتقال ہو چکا تھا آخر کار کمال الدین  
 خان نے بارگاہ شاہی میں اس امر کی عرضداشت پیش کی اور وہ منظور کی گئی صرف عدم  
 مزاحمت کا حکم صادر نہیں ہوا بلکہ اسکے ساتھ چھبیس موضع اور توسیع آبادی کے لیے  
 معاف ہوئے اور اسکا فرمان سن ۹۵۹ھ کو عالمگیر نے مرحمت فرمایا اسکے بعد جب  
 سرکار خیر آباد کے فوجدار نے پیشکش اور سائبر کے حقوق کا جھگڑا اٹھایا تو اس امر کی  
 درخواست بھی انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے حضور میں گذرائی وہ بھی نہایت توجہ سے  
 سنی گئی اور اسکے بارہ میں بھی پرواہ عنایت کیا گیا کہ یہ جاگیر اتکونسلہ بعد نسل و بطنا بعد  
 بطن باید و لتے مرحمت فرمائی جو اول کل حقوق مالی و دیوانی اور جملہ بواب خلی و خارجیہ  
 انکو معاف کیے گئے ہیں کوئی اہلکار شاہی کبھی کسی امر میں ان سے مواخذہ نہ کرے  
 عنوان خطاب انکے نام بہت اعزاز کے ساتھ بادشاہ کی جانب سے تحریر ہوا ہے  
 اور وہ الفاظ مثل رفعت پناہ شجاعت شعار لائق المرحمت الاحسان  
 کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم استعمال میں لائے گئے ہیں۔

اور دوسرے پروانہ میں کمال الدین خان کو اور نگار میں بیٹے ان طویل القدر فقیر اس وقت  
بخشی ہو کہ جو بڑے بڑے امرا کو بھی نصیب نہیں ہوے مثلاً بیش منصب کا طلب  
خانہ زاد بادشاہی سپاہی وغیرہ الفاظ تحریر میں تاریخ انہار البحر میں ہو کہ ایک  
شاہجہان بادشاہ ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہا تھا ناگاہ ایک ہاتھی شاہزادہ کو  
زیرِ حملہ آور ہو کمال الدین خان بھی وہاں کھڑے تھے انھوں نے کمال دلاوری سے  
بڑھکر ہاتھی کے ایسی تلوار ماری کہ سوئد و ٹکڑے ہو گئی اور شاہزادہ محفوظ رہا۔

سلج میں جب بادشاہ عالمگیر لاہور سے دار الخلافہ دہلی کو مع لشکر کے آیا ہے تو  
کمال الدین خان کو خانی کا خطاب بادشاہ نے مرحمت فرمایا ہو جب تک بادشاہ  
کے حضور سے خانی کا خطاب نہیں ملتا تھا اس وقت تک کسی سرکاری کاغذ میں اس کے نام  
کیسا تھ لفظ خانی کی نہیں لکھی جاتی تھی چنانچہ ایک عرصہ تک کمال الدین خان کا نام  
بھی بغیر خان کے لکھا جاتا تھا سی طرح نواب کمال الدین خان کے صاحبزادہ نواب محمد  
سردار خان کو بجالی جاگیر کا جو فرمان بادشاہ دہلی کی طرف سے عنایت ہوا ہو چونکہ وہ خطا  
یافتہ تھے اس لیے ہمیں صرف محمد سردار لکھا ہوا ہو اگرچہ لفظ خان قبیلہ افغان کا قومی لقب  
ہو مگر بادشاہ کے یہاں سے نام کیسا تھ یہ قومی نسبت بھی نہیں لکھی جاتی تھی غلٹ اللہ جان  
یا قرزی جو نواب لیر خان کے افغان زمین ڈے شجاع اور جرئی شخص تھے اور جب نکو لیر خان کی  
سند کے بموجب بادشاہی فرمان حاصل ہوا ہو ہمیں بھی صرف غلٹ اللہ لکھا ہوا ہے۔

اگرچہ عالمگیر کے آخری عہد کی مفصل تاریخ نہ ملنے سے اور شاہ عالم نامہ کے نہ دستیاب  
ملے تو زدم ذی الحجہ ۱۰۸۲ لاہور ریات عالیات جانب دار الخلافہ یافت کمال الدین خان لیر خان

ہونے سے کمال الدین خان کے کارنامے مخفی ہو گئے ہیں مگر جو شاہی مہمات ماثراً  
عالمگیری میں انکے نام سے درج ہیں وہ مختصر طور پر ذیل میں تحریر کیے جاتے ہیں  
سلسلہ جلوس میں جب میوات کے سرکشوں نے بغاوت اختیار کی اور انکی  
تعداد مورخ سے زیادہ بڑھ گئی اور پانچ ہزار باغیوں نے قصبہ نارنول کے نواح  
میں لوٹ مچائی اور وہاں کے دیگر قصبات پر گنات پر دست رازی شروع کی تاہن خان  
وہاں کا فوجدار باغیوں کے مقابلہ کی تاب نہ لاسکا اور بھاگ کر بادشاہ کے حضور  
میں آیا تو بادشاہ عالمگیری نے ان مفسدوں کی سرکوبی کے لیے ۲۶ دقیقہ سلسلہ کو  
کمال الدین خان کو مع لشکر چار کے بھیجا اور باغیوں کے بابتہ بادشاہ نے انکو  
حکم دیا تھا کہ انکے قتل و قید میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا جاوے اور موزیوں کا نام و  
تشان اس سرزمین سے مٹا دیا جائے جسوقت کمال الدین خان میوات میں

سلسلہ مفسدان سرزمین میوات ناگانی چون دیوچہ از زمین شنیدند و مانند طراز آسمان رنجیدہ القصد قتلہ غیہ  
قریب پنج ہزار کس در نواح نارنول رفت عصیان شعی بن کردہ قدم جرات و جبارت پیش گذاشتہ دست نیب  
وغارت بر قصبات و پرگنات در لاکر دند طاہر خان فوجدار تاب مقاومت و مجاہدت در خونیدہ بحضور آمد عزم  
ہجوم بادشاہ مدو بند کا فر کش بر استیصال کفار غار معمم شد بسٹ و شتم دقیقہ کمال الدین خان و لدیہ خان  
با جمیعت سرکار ایشان قبیل و اسیر بیان شہرات نشان فرمان پذیر گردید ہر گاہ فوج منصور بدان مرز رسیدہ  
عربے صعب و وزے شدید روداد الفری از بہادران چہرہ سعادت بگلگونہ شہادت زکین و بیارے  
مجرور شدند و با اصطلاح اہل ہند ما بجات کہ عبارت از کشتن اخیال و در زندگاہ باشد درین معرکہ  
مردار با ظہور آمد عاقبتہ الامر باطل عزیزان و رو بگریز آوردند نصرت مندان بتقاب گرختہا پر و اختہ فراوان اہل خاک  
ہلاک انداختہ فتح و ظفر بیاسن اقبال خدیو دین پرور نصیب و لیلے دولت شد فا زبان نصرت شعار ہمنان  
غیر وزی زمین پس شدند و بشنیدن تحسین آفرین از زبان و در بار سراقار ہلاک و ارسا نیدند مجمع خرد و ہر یک  
تلاش و زحان مضات سترگ باضافہ ہے نمایان و خلایع امتیاز یافتند۔ انتخاب ماثراً عالمگیری صفحہ ۱۱۶۔

پہونچے باوجود اسکے کہ اس گروہ باغی کے پاس آلات میگزین وغیرہ کی کمی تھی مگر انھوں نے بڑے زور سے مقابلہ کیا اور نہایت شدید جنگ پیش آئی اور یہ ہسی سخت لڑائی ہوئی کہ گویا مہاجرات جو ایک ہندوستانین عظیم الشان لڑائی ہوئی تھی اسکی نظیر دوبارہ ظہور میں آئی بہتے بادشاہی لشکر کے بہادر بھی کام آئے اور بہت سے زخمی ہوئے آخر کار اک بڑے معرکہ کے بعد وہ باغی بھاگے اور شاہی لشکر نے انکا تعاقب کیا بہتے بھاگنے میں قتل ہوئے اور بہت سے قید کیے گئے غرض کہ کمال الدین خان کی کمال بہادری سے وہ سرزمین ان شہریروں سے پاک ہوئی اسوقت انکے ساتھ رعد انداز خان و رومی خان و توپخانہ اور شاہزادہ محمد کبر والی جماعت اور انکا ذاتی لشکر تھا۔

جب یہ بادشاہی فتح چل ہو گئی اور کمال الدین خان بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو خود بادشاہ عالمگیر اورنگ زیب نے اپنی زبان سے تحسین و آفرین کی اور خلعت و اضافہ منتصب سے سرفراز فرمایا اور انکے ہمراہی بہادروں کو بھی عنایت شایانہ سے سربلند کیا۔ یہ زمانہ دلیر خان کی زندگی کا تھا۔

۱۷۰۱ء جلوس عالمگیری مطابق ۱۰ شوال ۱۱۰۲ھ میں ہمارا جہ جسونت سنگھ کے انتقال کے بعد جو جھکڑاپیش آیا ہوا اس معرکہ میں بھی نواب کمال الدین خان نے نہایت شجاعت کو دخل دیا ہوا اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ ہمارا جہ جسونت سنگھ والی جو دھپور جو اکثر صوبجات میں صوبہ دار رہے اور اکثر لڑائیوں میں بادشاہ کی طرف سے شریک ہوئے جبہ کابل میں ملکی صوبہ دار تھے اور وہاں فوت ہو گئے تو



کوئی امکان نہ تھا کہ ان کے نوکر و نہیں لگھنا تھے اس غیر ہٹے معتمد تھے انھوں نے  
 بادشاہ کو ایک عرضداشت لکھی جس میں اجماع کے مرنے اور انکی رائیوں کے حاملہ ہونیکا  
 حال درج تھا اسکے بعد راجہ مذکور کی دونوں رائیوں سے دو لڑکے لاہور میں اکبر  
 پیدا ہوئے اس امر کی اطلاع بھی ان ملازموں نے بادشاہ کی خدمت میں پہونچائی  
 بادشاہ نے حکم دیا کہ ان دونوں لڑکوں کو چارے روپر ولاؤ جب سن تین کو پہونچے  
 اپنے باپ کے راج و منصب سے سرفراز ہونکے اسکے بعد راجہ کے متعلقین ملازم  
 دہلی آئے اور ان لڑکوں کے نام بادشاہ سے راجہ کے ملک منصب کو لیکر اپنے  
 قبضہ میں کرنے کے لیے حد سے زیادہ مبالغہ کیا اس عرصہ میں اجماع کا ایک لڑکا مر گیا  
 بادشاہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ راجہ کے راجہ تو نکاح و دھور اگر فساد میں پانے کا  
 ارادہ ہے تو ۱۶ جمادی الثانی کو بادشاہ عالمگیر نے فرمان صادر کیا کہ اجماع کی دونوں  
 رائیان جو روپ سنگھ راٹھور کی عیالی میں ٹھہری ہیں یہ نو لکھن میں جا کر ٹھہرن بان  
 فلا د خان کو تو ال اور سید حامد خان جا کر چوکی پہرہ بٹھائیں اور کمال الدین خان  
 سہ چون بسام جاہ و جلال رسید کہ این طائفہ بد سگال ملاوہ فاسد و ازند شانزدہم جمادی الآخر میں لے گیتی نفاذ  
 یافت کہ ہر روز وہ ماہ راجہ را کہ در عیالی روپ سنگھ راٹھوری باشند باپس آروہ و در نو لکھ و ازند فلا د خان  
 کو تو ال و سید حامد خان بابت ہائے چوکی خاص و کمال الدین خان پسر دلیر خان و حمید خان پسر داؤد خان  
 و خواجہ میر کہ صلابت خان خطاب یافت بالماز زمان رسالہ بادشاہ ہزادہ محمد سلطان مرحوم این فرقی قتال  
 را ازین عزم و بال بازداشتہ و اگر از راہ خذلان پرستی بجنگ پیش آیند تنبیہ و گوشمال نمودہ کفر  
 کفران نعمت رسانند تعین شد با بموجب فرمان کار بانند گشتہ بلوازم اندر ذہ ضیعت پر خست کفلا  
 نگوئنا رستم از بہبود کار خود پوشیدہ و تیر و پیکار پوشیدہ جمع کثیر سرور جبیب عدم کشیدہ و مجمعہ از  
 بند ہائے بادشاہی بکار آمدند۔۔۔ انتخاب ماثرا عالمگیری

معمہ چند سرداروں کے اور شاہزادہ محمد سلطان مرحوم کا رسالہ لیا کر ان اچوتوں کو اس فساد سے باز رکھیں اور اگر وہ گروہ خام خیالی سے لڑائی اختیار کری تو ابھی طرح ان کی گوشمالی کی جائے چنانچہ حسب حکم کو تو ال مذکور نے وہاں جا کر پہرہ بٹھا دیا اور نواب کمال الدین خان معمہ اپنی جماعت کے راجپوتوں کے پاس گئے اور انکو نہایت نصیحت کی مگر وہ راجپوت اپنے اس راہ اور جہالت کا باز نہ آئے اور لڑائی پر آمادہ ہوئے طرفین سے خوب تلوار چلی بہت سے راجپوت مار گئے اور بادشاہی لوگ بھی کام آئے جب اچوتوں نے میدان جنگ اپنے حال پر تنگ دیکھا تو انھوں نے دونوں رانیوں کو جو مردانہ لباس پہنے تھے قتل کر کے لڑکے کو ایک شیر فروش کے گھر میں چھپا دیا اور خود بھاگ گئے فولاد خان نے بادشاہ کو حقیقت حال سے مطلع کیا اور بادشاہ کے پاس لڑکے کو پہنچا دیا بادشاہ نے جو لونڈیاں کہ راجہ کی قید ہو کر آئی تھیں اس لڑکے کو شناخت کے لیے دکھلایا انھوں نے پہچان کر بتلادیا کہ یہ لڑکا وہی راجہ جس وقت سنگھ کا ہے چنانچہ وہ لڑکا لونڈیوں کے ساتھ پرورش کے لیے شاہزادی زیب النساء بیگم کے سپرد ہوا اور اسکا نام

سلیمہ شاہزادی سلطان مغلیہ میں باعتبار علم و قابلیت و شاعری کے فخر خاندان ہوئی زیب النساء بیگم اشوال سنگھ کو دلرس بانو بیگم جو شاہنواز خان مضوی کی بیٹی تھی اسکے بطن سے پیدا ہوئی شاہی دستور کے موافق تربیت و تعلیم ہوئی حافظہ ذہانت کا یہ عالم تھا کہ سات برس کے سن میں قرآن مجید ختم کیا اور اسکے بعد حفظ بھی کر لیا جسکے صلہ میں مالگیر بادشاہ نے اپنی بیٹی زیب النساء کو تیس ہزار اشرفیان حرمت سرہا میں ملا جوئے بسم اللہ کر آئی تھی چار برس کے عرصہ میں اسکے علم عربی میں پوری دستگاہ حاصل کر لی ریاضی، ہیئت سے بالطبع میلان تھا وہ بھی بہت جلد حاصل کی غرض کہ عربی و فارسی علوم میں بہرہ تمام رکھتی تھی شاعری سے طبعی مناسبت تھی مخفی تخلص کرتی تھی اقسام خطوط حبیبین سے تعلق نسخہ شمسہ شامل تھے پوری خوشنویس تھی اسکی قدروانی سے ارباب علم

محمدی راج رکھا گیا اور جو اسباب کہ لوگوں کے پاس تھا وہ چھین کر بیت لمال کے  
 بقیہ فقہہ اقبال فضل و کمال اطراف سے اکڑ جمع ہو گئے تھے علماء شعر انشی خوش نویس اسکی  
 سرکار میں وظیفہ پاتے تھے اسکے نام سے کتب و رسائل بہت تصنیف ہوئے چنانچہ زیبا التفکر  
 ملا صفی الدین کشمیری اردی بی نے اسکے حکم سے تفسیر کبیر کا ترجمہ کر کے تصنیف کی ہے اسے کتب  
 جمع کرنے کا نہایت شوق تھا اسکے استاد ملا سعید انصاری نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ شاہزادی بچہ  
 ہوگی اسکایہ شعر مشہور ہے اگر دشمن دو تا گرد و غلیمش مشو غافل + کمان چند انکم گرم کرد و خدش  
 کار گر آید + وہ اکثر یہ شعر پڑھا کرتی تھی دیوانہ نموشس بقاقل برابرست + دریائے آرمیدہ  
 بساغل برابرست + ایک وزیر بنا نساجمن میں ٹہل رہی تھی دیوان حافظ غفل میں تھا ایک  
 بلبل شاخ پر چھپاتی تھی اسنے یہ فوراً جربہ کہا اے عندلیب نادان دم درہ کلویں  
 نازک مزاج شاہان تاب سخن نداشتند + ایک اسکی خواص امانی بیگم تھی جو نہایت سلیقہ شعار و قابلہ  
 تھی ایک روز شاہزادی نے باغ کی گلگشت کے وقت یہ مصرع پڑھا اے امانی ٹھل فکد گچھا  
 میخند + امانی بیگم بولی سے بر قلعے خود بر غفلت امیخند + ایک امانیہ فقیر چہن نے شاہجان کو  
 بھیجا تھا جو عالمگیر سے اسکو ملا تھا وہ ایک پرستار کے ہاتھ سے گر کر ٹو گیا اسنے رو کر کہا اے ازھنا آئینہ  
 چینی شکست + شہزادی نے کچھ ملال نہ کیا بلکہ ہنس کر کہا خوب شد اسباب خود بینی شکست + ایک بار  
 طرح ہوئی + در ابلق کسے کم دید موجود + اسنے مصرع لگایا مگر شکستان سرمہ آلود + اسکا  
 یہ بھی قطعہ مشہور ہے بشکند دستے کہ خم در گردن یار نشد + کور بہ چشمے کہ لذت گردید ار نشد  
 صد بہار آخر شد و گلاب فرقی جا گرفت + غنچہ باغ دل مازیب ستار نشد + اسکا شعر اسکے دیوان  
 مخفی میں اسکی حالت پر شاہد ہے دفتر شاہجہم و لیکن رو بفقر آورده ام + زیب زینت بس مینم  
 نام من زیب لنسا هست + چار لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر اسکے نام تھی جو علی شوق کے پورا کر نہیں وہ  
 خرچ کرتی تھی لاہور میں ایک باغ بھی بنوایا تھا۔

کمال میدماغی اور مارہر سہری سے ازدواج کرنا پسند نہیں کیا ایک گوسفند کو دروزہ کی حالت میں  
 دیکھ کر بولی اے صدق تشنہ بیمہ و سوے نسیان منکر + بہر یک قطرہ آبے کہ شکم بشکافند

کوٹھے میں داخل کیا گیا دو تون راینون اور تیس راجپوت سرداروں کی لاشیں شمار  
میں آئیں جو نامی راجپوت بھاگ کر ہم جادی الثانی کو جو دہپور پہنچے وہاں انھوں  
نے دو لڑکے جلی راجہ کے قرار دیے ایک لڑکے کا نام اجیت سنگھ رکھا اور فساد  
برپا کیا۔ طاہر خان جو جو دہپور کا فوجدار تھا وہ وہاں نہ ٹھہر سکا اس جرم میں عہدہ  
اور خطاب معزول کیا گیا اور سر بلند خان کو ایک شائستہ فوج دیکر جو دہپور کے

بقیہ صفحہ ما قبل ایک بار بحیرہ شریٹ و اورنگ آباد دکن بھی گئی تھی بادشاہ اکثر امورات سلطنت میں  
اس سے کام بھی لیا کرتا تھا حمیدہ بانو والدہ روح اللہ خان کے انتقال میں خلعت نامی اسکے  
ہاتھ بھیجا گیا تھا شاہزادہ اکبر کی بغاوت میں اسکے نوشتہ اسکے نام پائے گئے اسلئے جاگیر وکی  
ضبط ہوئی اور قلعہ سلیم گدھ میں مکان سکونت کو دیا گیا۔

سالہ بمقام دہلی اسے باپ کی زندگی میں قضا کی اورنگ زیب دکن میں تھا و تاج نہیں کے  
ذریعہ سے خبر معلوم ہوئی بادشاہ بہت رویا یہ زمانہ سلیمہ جلوس کا تھا سید امجد خان شیخ علاء اللہ  
حافظ نور محمد کو حکم خیرات و تعمیر عمارت کا بھیجا۔ باغ سی ہزاری متروکہ جہان آرا میں مدفون ہوئی  
کامی وروازہ کے پاس مزار بنا مسجد کے سرہانے کتبہ ہے کل من علیہا فان ہذا من قد  
بیت الکبر للعباد المذنب المعاصی وھی المنی بحمۃ الرحیمہ للکریۃ الحافظ زینب النساء بیگم  
المرحومہ عباد اللہ الصالحین یدعو الہا بالغفران الرضوان تاریخ وفاتها قولہ و انجلی

اسکے شعر کے بموجب مقبرہ بنانا اغنیا سازند گنبد از طلا و نقرہ و بر سر گور غریبان گنبد  
گردون میں است بہ نظم کے علاوہ نثر بھی خوب لکھتی تھی یہ رقم اپنے پیرو مشد کے نام لکھا ہے  
نقطہ پر کار تادیر و جو ہنرمند خط محیط صفحہ فلک شہتم حضرت پیر من ظلم۔

مرہ ان خداورد سیدہ زیب النساء فرماتے کہ دارد پایلے نہ دارد اگر او قبر بدخودم نفیہ زخم  
رواست منک بصورت گرفتار نہ بمعنی خبر دار بالہے مسازنے ہمو گفتیم لکھتے ہ آنکہ روز ہمزبانی  
شد جدا۔ نے نواشد گرچہ دارد و صد نوا۔

جزرہ زیب النساء

انتظام کے لیے بھیجا گیا راجسنگھ جو راجہ متونی کا ملازم تھا اس نے بشمار فوج فراہم کر کے تھور خان فوجدار اجمیر سے مقابلہ کیا اور تین روز تک خوب لڑائی رہی طرفین سے اس کثرت سے آدمی مار گئے کہ کشتوں کے انبار لگ گئے حشر راجسنگھ مار گیا اور تھور خان فوجمند ہوا اس عرصہ میں رانا والی اودیپور نے بھی سرکشی کر کے بغاوت اختیار کی اب عالمگیر خود دہلی سے اجمیر کو روانہ ہوا اور شاہزادہ محمد معظم دکن سے بلایا گیا اور شاہزادہ محمد عظیم بنگالہ سے بجلت طلب کیا گیا اور شاہزادہ محمد اکبر کو ایک بڑا لشکر دیکر رانا کی گوشالی کے لیے بھیجا گیا والی اودیپور نے اودیپور کو ویران کیا اور راجہ جسونت سنگھ کے آدمیوں کو لیکر دشوار گزار پہاڑوں میں چلا گیا شاہی لشکر نے رانا کا ناطقہ بند کیا جب اچھوت مقابلہ سے عاجز ہوئے تو انھوں نے شاہزادہ محمد معظم کو ملانا چاہا کہ اسکے ذریعہ سے معافی مانگیں یا بغاوت پر اسکو آمادہ کر کے اپنا رفیق بنائیں مگر شاہزادہ حضور نے انکی باتوں پر کان نہیں لگایا اور نواب بانی اسکی والدہ نے بھی اسکو نصیحت کی کہ راجپوتوں کی معاونت نہ کرنا جب وہ یہاں سے مایوس ہوئے تو شاہزادہ محمد اکبر سے رجوع کی کہ چالیس ہزار سوار اور خزانہ بشمار موجود ہے آپ ہمارے بادشاہ بنیں شاہزادہ نا تجربہ کاری سے راجپوتوں کے دم میں گیا اور باپ سے بغاوت اختیار کی اس زمانہ میں کل شاہی فوج راجپوتوں کے استیصال کو چلی گئی تھی اور بادشاہ کے پاس دو امیر ایک بہرہ مند خان اور دوسرے اسد خان اول قریب دس ہزار کے فوج اور اہل دفتر اور چند خواجہ سرا تھے بلکہ بعض روایت میں سات آٹھ سو سوار تحریر ہیں لشکر میں اک لڑ لڑا ہوا تھا بادشاہی لشکر تین

کسی شخص کو اس بلا سے نجات پانے کی امید نہ تھی اور یہ خبر مشہور تھی کہ شاہزادہ محمد اکبر  
 ستر ہزار سپاہ لیکر باپ سے مقابلہ کو آئے تھے اگرچہ محمد معظم دس ہزار سوار لیکر  
 باپ کے پاس آیا مگر باپ بیٹوں کا لشکر ملکر بھی محمد اکبر کے ستر ہزار سواروں کو مقابلہ  
 نہیں کر سکتا تھا بادشاہ عالمگیر کے لیے یہ وقت بڑا برا تھا مگر اسکی عقل سلیم باقی تھی  
 اسی کمزور حالت میں کمال الدین خان بھی معہ اپنی جماعت کے بادشاہ  
 کے پاس مدد کو آئے اور بادشاہ کو نہایت تقویت اور خوشی حاصل ہوئی  
 بادشاہ نے امر اکو شاہزادہ کے پاس سے نہایت خوش تدبیری کے ساتھ ٹوڑ لیا  
 اور شاہزادہ پر غلبہ حاصل کر لیا اس لڑائی میں راناے اودھ پور کا زیادہ نقصان ہوا  
 چنانچہ سکی بربادی کی تاریخ کسینہ یہ نکالی ہے کہ رانا راندہ شاہزادہ  
 ملک مسکن۔ آخر کار راناے مجبور ہو کر شاہزادہ کے ذریعہ سے معافی چاہی اور  
 دلیر خان کے توسل سے بادشاہ کی حضوری حاصل کی جسکا تذکرہ ہم دلیر خان کے  
 تذکرہ میں کچھ تحریر کرتے ہیں اسکے بعد شہج مین اورنگ زیب نے اجمیر سے  
 بیربانپور کی طرف کوچ کیا اور ایک منزل بیڑہ کر شاہزادہ محمد عظیم کو خلعت پیش بہا  
 و دیگر موضع دیو رانی سے اجمیر کو نصحت کیا اور جہرۃ الملک سد خان کو خلعت عطا  
 کر کے اسکے ساتھ مقرر کیا اور کمال الدین خان کو بادشاہ نے اپنی کار نمائی  
 اور وفاداری کے صلہ میں خلعت و جواہرات و ہاتھی و گھوڑے

۱۷۰۰ کمال الدین خان دیگران آمدہ بار دوے معلیٰ پرستند صفحہ ۲۰۰ سلسلہ جلوس ماثر عالمگیری۔

۱۷۰۱ کمال الدین خان سپرد دلیر خان اعتقاد خان سپر اسد خان راجہ بھیم و پسرش ویندا سپر نامدا رخان  
 مرحمت خان شد و دیگران خلایع جواہر و اسپنیل بہ تعیناتی این فوج کمراتثال بستند ۲۱۳ ماثر عالمگیری

عنایت کر کے فوج کے ساتھ تعینات کیا۔ اسی عرصہ میں شاہزادی جہان آرا جو حسن صورت و سیرت میں کیتاے روزگار تھی انتقال کر گئی عالمگیر نے یہ خبر سنا کر نہایت کج کیا اور تین روز تک نوبت بچنے کی ممانعت کی اور نواب حبت مآب صاحبۃ الزمانی خطاب مقرر کیا۔

اس حالات جہان آرا بنت شاہ جہان باو شاہ یہ شاہزادی ایسی لائق و عاقلہ تھی کہ بعض اوصاف میں اپنی ماں ممتاز محل اور پھوپھی نور جہان سے بڑھی ہوئی تھی جو خوبیاں کہ عورات میں ہوتی ہیں اس بیگم میں وہ کل موجود تھیں ۲۱ صفر سنہ ۱۰۲۰ ہجری کو ارجمند بانو کے بطن سے پیدا ہوئی شاہ جہان کو اپنی اولاد میں سب سے زیادہ یہ بڑی بیٹی محبوب تھی عقل کی تہلی ہونے سے امور سلطنت میں دخل بھی ساتھ لاکھ سالانہ تک اسکی آمدنی ہو گئی تھی تخت نشینی کے بعد جب شاہ جہان گھر میں آیا تو اس ناڈی شہزادی کو ایک لاکھ اشرفی اور چار لاکھ روپے مرحمت فرمائے اور پہلے سال جشن نوروز میں پچیس لاکھ روپیہ کا زور جو اسکو عنایت کیا اور باقی جملہ خاندان کو پچیس لاکھ کا سامان ملا جب اسکی ماں سنہ ۱۰۲۰ ہجری میں انتقال کر گئی اور ایک کرور سے زیادہ زور جو اہر چھوڑا اس میں سے نصف جہان آرا کو دیا گیا اور نصف کل شاہزادوں کو بوجہ مزاجدانی اور کمال سلیقہ کے کل امور سلطنت کے اسکو سپرد تھے مگر سلطنت بھی بدستور اسکے زیر نگرانی سستی خاتم النسا کو سپرد کی گئی تھی۔ دارا شکوہ کی شادی جبین قیس لاکھ روپے صرف ہوئے اسکے زیر اہتمام ہوئی تھی اسکے باغات بھی نہایت دلکش تھے ایک باغ جو شاہ جہان نے ایام شاہزادی میں نصب کرایا تھا وہ بھی اسکی ماں کے انتقال کے بعد اسکو دیا دوسرا اسکا باغ صفا پور میں و قسیرا انبالہ میں تھا صاحب آباد عرف اچھول سکی جاگیر میں تھی ایک سرابھی اپنے نام کی تعمیر کرانی تھی نذر محمد خان الی توران کے اہل و عیال کی خاطر داری بھی اسنے نہایت کی تھی اجمیر شریف بھی اپنے باپ کے ہمراہ حاضر ہوئی جب آہر اکبر آبادی نے ایک شہنوی سکی مرح میں الدہ عنایت خان آشتی کے ہاتھ بھیجی اور اسکا یہ شعرے بذات اوصاف کردگار است کہ خود پنهان و فیض آشکار است ہر حال تو نہایت مخطوط ہوئی اور پانچ سو روپیہ صلہ میں مرحمت فرمایا اور جب اسکے

اسکے بعد ۲۷ جلوس مطابق ۹۲۷ھ ہجری ماہ شوال میں بادشاہ نے شاہزادہ

بقیہ صفحہ ماقبل جشن شغافین قدسی نے قصیدہ پڑھا تو دو ہزار روپیہ خلعت کے عطا ہوئے بادشاہنامہ  
میں اسکے جل جانیکا مفصل قصہ مرقوم ہے جس سے اسکی شان و عظمت معلوم ہوتی ہے کہ کس قدر  
شاہجہان بادشاہ کو صدمہ ہوا اور علاج میں کس قدر اہتمام کیا گیا ہے ۲۷ محرم ۹۲۷ھ ہجری کو اپنے  
باپ شاہجہان کے پاس سے اوشکر خواجگاہ کو جا رہی تھی کہ ناگاہ شمع سے دہن میں آگ لگ گئی  
چونکہ لباس نشی و عطر جہانگیری وغیرہ سے معطر تھا تمام لباس میں شعلہ بھڑک اٹھا چارواصین آگ  
بجھاتی تھیں مگر آگ نہیں بجھتی تھی دونوں ہاتھ اور دونوں پہلو اور پسلیاں جل گئیں چونکہ غنی لیاقت  
سے تمام محاسن کا انتظام اسکے ہاتھ تھا اور بادشاہ کو نہایت محبت تھی اسلیے شاہجہان و فور غم سے  
ایک دن دو لختہ میں باہر آکر تخت عدالت پر نہ بیٹھا ہمہ تن بیمار داری میں مصروف رہا عبادت  
گزارش بیدار و نسنے دعا میں کرائی گئیں سید جلال صدر الصدور کے کہنے سے جو معافیوں کی تصدیق  
کا حکم ہوا تھا وہ سب بلا تفتیش بحال ہو گئیں حاذق اطبا اور جراح اطراف عالم سے بلائے گئے  
بادشاہ خود سجادہ عبادت پر بیٹھ کر شافی برحق سے دعا مانگتا لاکھوں روپیہ خیرات کیا گیا وہ خیراتیں  
جلگرم گئیں۔ محمد داؤد خان حکیم مومن و حکیم سچ الزماں کے علاج و عارف جراح کے  
مرہم سے چار ماہ میں رو بصحت ہوئی تھی مگر تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کشمیر کا سفر کیا گیا تو  
پھر مرض نے غم کیا اور آخر میں تہیوں درویش کے معالج سے غسل صحت ہوا شاہزادی پر سے  
جو اہرات شمار کیے گئے چار لاکھ شہزادی کو مرحمت ہوئے جاگیر میں بندر سورت سات لاکھ سالار  
آمدنی کا اضافہ ہوا جشن میں بیس لاکھ انعامات میں اور دو لاکھ سے زیادہ خیرات ہوئی پانچ لاکھ  
مکہ معظمہ و مدینہ منورہ بھیجے گئے شاہجہان کے انتقال کے بعد بادشاہ عالمگیر نے قلعہ اکبر آباد میں خود  
جا کر اوسکا مٹی لباس اتروایا اور جلا ارکان دولت و امر اکو حاضری و نذر گدازنے کا حکم دیا اور  
حاضر ہوئے اور آداب بجالائے عمر یاد الہی میں بسر کی بعد انتقال شاہجہان ۱۶ برس کے بعد ۹۶ برس کی  
عمر میں ۹۲۷ھ ہجری کو جہان آرنے جہان فانی سے رحلت فرمائی ترکہ میں زمین کروڑ کا سامان چھوڑ  
سلطان المشائخ نظام الدین دلیا محبوب الہی کے روضہ اقدس کے صحن میں حیات جو اسنے



محمد عظم کو خلعت دیکر بیجا پور کی مہم کے لیے بھیجا تو کمال الدین خان کو بھی شاہزادہ موصوف کے ہمراہ کاب کیا اور انپربادشاہ تے نہایت شایانہ عنایتیں فرمائیں۔

انھیں ایام میں آنکے والد نواب دلیر خان جو نہایت علیل تھے رحلت فرما ہوئے محاصرہ بیجا پور میں کمال الدین خان نے بڑی بڑی بہادریاں کی ہیں جب شہرہ بیجا پور ایک فوج عظیم لیکر شاہزادہ محمد عظم کے لشکر کی طرف بڑھا اور نہایت سخت مقابلہ ہوا بہت سے لوگ قتل ہوئے آخر کار وہ منہ پھیر کر بھاگا کمال الدین خان نے کمال شجاع سے وہ دلیری دکھائی کہ اپنے باپ دلیر خان کا نام روشن کر دیا

بقیہ صفحہ ماقبل اپنے لیے مجرب سنگ مرمر کا نہایت نفیس بنوایا تھا امین مدفون ہوئی جس پر عبارت یہ کتبہ جو راقم کی چشم دید ہے ہوا ہی القیوم ۵ بغیر سبزہ پوشد کسے مزار مرا کہ قبر پوش غریبان میں گیا ہا بلس ست ۶ الفقیرۃ الغانیہ جان آرا مرید خواجگان چشت بنت شاہجان بادشاہ غازی اتارا شد برمانہ سلفہ اسکی تصنیفات سے کتاب مؤسس الارواح سوانح عمری خواجہ اجمیری ہے جو اسنے عاقل خان خوشنویس شاہجان سے لکھائی ہے راقم نے دیکھی ہے عبارت بطور نمونہ کے جو اورنگ زیب کو خط میں لکھی تھی درج کی جاتی ہے۔ مناسب آن ست کہ آن برادر نامہ ارازیں امولہ رویہ و افعال شنیعہ کہ منج سوے خاتمت و مٹم و خاتمت عاقبت ست اجتناب لازم شہود و استرسلے خاطر قدسی مناظرہ شاہنشاہ دین پرور و خاقان معدلت گستر تا مکمل مقدمہ سنی نامید و خوشنودی آنحضرت و از موجبات حصول سعادت و ارین فرا گرفتہ ازار اقدم متابعان حضرت خاتم النبیین در ماہ رمضان مبارک محرم زیاشد و احکام مرشد و ولی نعمت والی سلطنت الباقی اللہ امثال نماید کہ فی حقیقت بقصدتے اولی الامر منکم امثال امر شاہنشاہ حقیقی ہست قدم در راہ خلاف خلیفہ الہی سپردن مخالفت فرمان مالک الملک نمودن ہست۔

۱۰ کمال الدین خان دیگر متعینہ رکاب باشاہزادہ باصناف عنایات مفتخر گشتند ۳۳۴ اثر عالمگیری

اور کمال الدین خان ایسے زخمی ہوئے کہ زندگی کی امید باقی نہ رہی تھی چنانچہ وقایع بادشاہی سے مصنف ماثر عالمگیری صفحہ ۶۶۲ میں یہ عبارت لکھتا ہے کمال الدین خان سپرد لیر خان و فتح جنگ خان میا نہ کلکو نہ زخم را پیرا یہ چہرہ جلادت نمودند۔

یہ ایسی قیامت ناک لڑائی ہوئی کہ انکے چھوٹے بھائی فتح محمد خان شہید ہوئے اور امان اللہ فرزند الہ وردی خان بھی کام آئے اور فتح جنگ خان بھی نہایت زخمی ہوئے۔ روایت ہے کہ کمال الدین خان کے اس کثر زخم آئے تھے کہ بڑی جہنم کرنے کی قدرت نہیں باقی رہی تھی چالیس زخموں کے لیے بادشاہ نے چالیس جراح مقرر کیے تھے۔

ستہ جلوس میں کمال الدین خان کے زخم اچھے ہوئے اور یہ بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئے اس وقت عالمگیر نے کمال الدین خان کو خلعت تلوار اور عصاے سر کی مرحمت کیا آخر کار ماہ ذیقعدہ ۹۷۰ ہجری مطابق ستہ جلوس کو قلعہ بجاور فتح ہو گیا سکندر شاہ عادل خود اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سکندر گرفت تاریخی فتح نکالی گئی اور بادشاہ عالمگیر نے نہایت بخش ہو کر کمال الدین خان کو خلعت

سلطہ زخمی کمال الدین خان لدویہ خان بہ شد ملازمت نمود و بوجہ خلعت و شمشیر و عصاے سر کی تشریف فرما آرزو میں التیام پذیرفت سال ۹۷۰ ہجری ۱۵۶۸ء ماثر عالمگیری

۱۵۷۰ متعینہ فوج فیروزی اورنگ زیب کمال الدین خان وغیرہ و دیگر پیش منصب کم منصب یا انعام خلایع و جاہر و آراء و فیصل و اضافہ و خطاب بدل اصناف اعطاف و مزین و دوا و بر آوردند ۲۸۳ ماثر عالمگیری۔

و خطاب جو اہرات اور ہاتھی گھوڑے اور دیگر شہانہ عنایتوں سے سر بلند کیا اور دیگر امر بھی جو اس مہم و اس فوج میں متعین تھے سب کو انعام و اکرام سے مالا مال کیا اسی مہم کے بعد ابو الحسن تانا شاہ کی مغزولی کی گئی اور قلعہ گوکنڈ فتح ہوا اور میر عبد الکرم نے تاریخ سے فتح قلعہ گوکنڈہ مبارکباد نکالی اور مورخ حسین ہوا یہ زمانہ ۱۰۳۵ھ مطابق ۱۶۲۵ء ہجری کا تھا دکن کی ان مہمات میں کمال الدین خان نے خوب خوب کار گزاریاں کی ہیں۔ مگر فہوس کہ ماثراً لکیری کے بجز چند مختصر واقعات کے کوئی دوسری مفصل تاریخ نہ ملی جو شرح و بسط سے کار نامے تحریر کیے جاتے۔

تاریخ مخزن اخبار کے صفحہ ۳۱ میں ہے کہ جب فرقہ ست نامی جو بیراگی فقیروں سے تھا اور اسنے لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر کے بادشاہی ملازموں سے مقابلہ کیا جو تو اورنگ زیب کمال الدین خان کو انکی گوشمالی کیلئے بھیجا اور انھوں نے وہاں پہونچ کر انکی تنبیہ و گوشمالی کر کے ان باغیوں پر فتح حاصل کی اس مہم میں انکے لشکر میں مجاہد دیگر بھائیوں کے سرست خان نے بڑی بہادری کی ہے چنانچہ اسی عہد میں اس مہم کے متعلق ہندی زبان میں کبت بنایا گیا تھا جو کتابت کور میں مندرج ہے اور اسکی نقل یہاں درج کی جاتی ہے اور تانے زیب پر کتابت بلے جن کو ب کمال دین بول ہکا رو مار پڑی ست نامن کو تھان مہمت کو سبھی ہارو تھان بھٹا نو بلے سرست خان فصاحب کو ہار گنوار کو دل مارو دیکھ رہے امر او سبھی جان پا نو کٹو تھان پا نو نہ ٹارو۔

ششم جلس مطابق سنہ ہجری میں جب جاٹوں نے سر اوٹھایا اور ہندو بیانیہ  
 میں جو اکبر آباد کے متصل ہے وہاں آکر لوٹ مار چائی تو عالمگیر نے شہزادہ  
 بیدار تخت کو مع لشکر کے بھیجا اور شہزادہ نے وہاں جا کر قلعہ سنسی کو جو ان  
 سرکشوں کا مسکن تھا برباد کیا اور اسکے بعد شہزادہ نے راجہ بشن سنگ کو اپنی جگہ  
 پر چھوڑا اور حکم دیا کہ چھ ماہ کے عرصہ میں اس گروہ کو قتل و قید کر کے انکی گڈھیاں چھین  
 اور انپر اپنا قبضہ کر لو تا کہ ان موذیوں سے جو بے امنی پھیلی ہے وہ سر زمین پاک  
 ہو جائے اور مخلوق کو راحت حاصل ہو چنانچہ راجہ مذکور اس کام میں مصروف ہوا  
 اور جو کچھ اوسنے پیشگاہ بادشاہی سے امداد چاہی وہ اسکو پہونچائی گئی تو چنانہ حسب  
 التماس اسکے پاس بھیجا گیا راجہ نے انکے قلعہ واقع کرنے کے لیے بہت کوشش  
 کی بلکہ جاٹوں کا قلعہ سو کر چھین لیا مگر جیسا کہ انصام اس مہم کے لیے درکار تھا وہ راجہ  
 سے ظہور میں نہ آسکا یہ جماعت بڑی اور نہایت شور و دہشت تھی اسلئے اس سخت  
 زبردست ہاتھ کی ضرورت تھی ایسا شخص جو مدبر شجاع ہو اور اوسمیں سرداری کے  
 جملہ صفات موجود ہوں مطلوب تھا جب راجہ بشن سنگ نے غالب آسکے تو وہ گروہ  
 اور بھی میباک ہوا اور دست درازی شروع کی پر گنہ ہندو بیانیہ روپان ہساوا  
 لے بشن سنگ کا منصب ہزاری چار سو سوار کا تھا اسکے باپ کے مرنے کے بعد اربعہ الاول اس منصب پر فائز ہو کر  
 انکو خطاب جی کا دیا گیا اور دیگر عنایتیں شاہانہ بھی لگئیں کچھ دنوں یہ رائے شور و فک کو شالی پر بھی رہے ہیں اور ایک  
 مدت تک سلام آباد عرف تھمر کے قریب رہے اسکے بعد انکا انتقال ہو گیا انکا بیٹا جیسنگ تھا جسکو خطاب راجہ  
 جیسنگ کا دیا گیا تھا اور اسکا منصب ہزاری و پانسو سوار کا تھا بشن سنگ کے باپ کا نام کشن سنگ تھا جو رام سنگ  
 کے بیٹے تھے رام سنگ راجہ جیسنگ کے چچے پوری کے فرزند تھے کشن سنگ نے اپنے باپ کے عہد میں اہم منصب پایا  
 تھا اور کابل میں قیادت رہے تھے پو اپنے پرانی خانہ جنگی میں زخمی ہو کر ۱۲ ربیع الاول ۱۰۰۰ھ میں مطابق ۱۵۹۱ء  
 میں کام آئے یہ خاندان مہاراجہ مانسنگ نورتن و باریا اکبری کا ہے۔

وغیرہ خوب لوٹے وہاں کے عامل و جاگیردار کوئی مقابلہ کی کتاب نہ ملے اور دارالخلافہ  
 اگرہ کو بھاگ آئے جب اورنگ زیب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو اس مہم کے لیے  
 کمال الدین خان کو انتخاب کیا اور ان کے نام اس مضمون کا فرمان صادر کیا  
 کہ تم شجاعت شعار پیش منصب کا رطلب خانہ زاد بادشاہی ہو تمکو ہندون بیانہ اور اسکے  
 محلات کی جاگیر عنایت کی جاتی ہے جسکی تفصیل اس فرمان میں ہے اور تم فوجدار  
 وہاں کے کیے جاتے ہو انداز نہایت جلد وہاں جا کر مفسدہ دکنی سرکوبی کرو اور اگر وہ گروہ  
 عدول حکمی کرے پھر کوئی دقیقہ انکی بربادی کا دٹھانہ کھنا تاکہ وہ ملک اون  
 شرکشوں سے بالکل صاف ہو جائے اور عامل و گماشتے مطمئن ہو کر وہاں کے محلات  
 میں قیام رکھیں اور رعایا کی دہجہی اور مانگداری کا اضافہ اور وصولیابی کا انتظام خاطر  
 خواہ ہوتا رہے تمکو وہاں جا کر اپنی کارگذاری اور حسن لیاقت کا ثبوت ادا کرنا چاہیے  
 بوجہ عجلت کے یہ فرمان گزیردار کے ہاتھ روانہ کیا جاتا ہے چنانچہ حسب احکم  
 کمال الدین خان ہندون بیانہ تشریف لینگے اور اپنی ذاتی لیاقت و شجاعت سے اس  
 گروہ باغی کا قلع و قمع کر ڈالا اور باغیوں کے ہستیصال میں کوئی کسر اٹھانہ کھی سز زمین  
 ہندون سے فساد کا غبار بالکل مٹا دیا ہر طرح کی پھیل گئی اور بدستور کار و بار جاری  
 ہو گیا۔ بادشاہ نے انکی کارگذاری و خوش تدبیری پر نہایت تحسین کی اور انکے  
 منصب میں جسکا تذکرہ اوپر آچکے ہے اضافہ کیا اس جنگ میں کمال الدین خان کے  
 لشکر کے بہت پٹھان کام آئے چنانچہ بعض انکے نامور افغانوں کے وارثوں کو بادشاہ  
 نے جاگیریں دیں اور انکے نام پر روانے عنایت کیے ایام غد تک ان جاگیروں کے  
 فرمان جو عالمگیر کی طرف سے مرحمت ہوئے تھے شاہ آباد میں باقی بچے ہیں یہ فرمان کا یہ





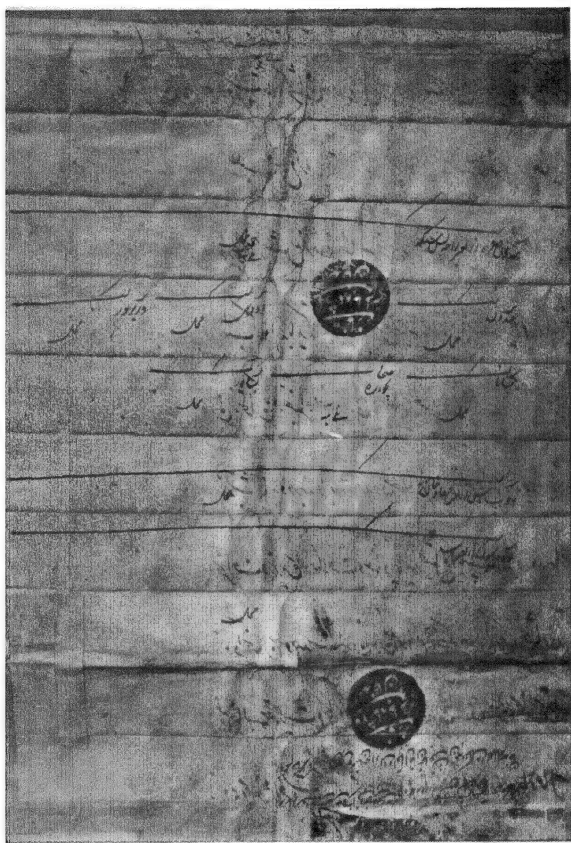












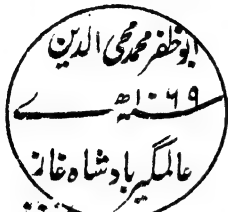
بیمه فرمان شاهي بهنام نواب كمال الدين خان



سنگہ جلوس میں جب صوبہ ملتان میں ایک فرقہ نے جو فقیری لباس میں تھا  
فساد اختیار کیا اور بلوچوں نے علیہ آشوب اٹھایا تو بادشاہ عالمگیر نے شاہزادہ  
محمد معظم عرف بہادر شاہ کو لاہور میں اس مهم کے لیے مامور کیا اور سوقت  
کمال الدین خان کے نام فرمان صادر کیا کہ تم شاہزادہ  
موصوف کی خدمت میں فوراً حاضر ہو تمہارے منصب کے لائق جو خدمت ہوگی  
وہ شاہزادہ تجویز کر کے سپرد کر گیا اور اس سے مابدولت کو مطلع کر گیا شاہزادہ  
نے لاہور میں لشکر کی فراہمی کے لیے توقف کیا اور وہاں جا بجلے لشکر جمع  
ہونے لگا چنانچہ کمال الدین خان بھی حسب احکم شاہزادہ کے پاس گئے اور اس کے  
متعلق جو شیر افگن خان کو خدمت دی گئی تھی سپرد ہوئی جب کل امرا جمع ہو گئے اور  
لشکر کا انتظام پورا ہو گیا تو ۲۲ ذی الحجہ ۱۰۸۵ ہجری کو شاہزادہ محمد معظم ملتان کو روانہ ہوا  
اور ملتان میں اوسکا بیٹا شاہزادہ معز الدین صوبہ دار مقرر کیا گیا اوسکے بعد شاہزادہ  
نے وہاں جا کر بلوچوں سے مقابلہ کیا اور نہایت سخت مقابلہ پیش آیا مخالفت کا  
غلبہ حد سے زیادہ ہو گیا تھا مگر آخر کو خداوند کریم نے بادشاہی لشکر کو فتح عنایت کی  
کمال الدین خان سرخرو ہوئے بادشاہی فرمان اصلی آجتک موجود ہے جسکی  
نقل تحریر کی جاتی ہے۔

۱۰ شیر افگن خان شاہ وروی کے بیٹے اور نرور کے فوجدار تھے انکا منصب  
ہزار و پانصدی ذات اور سترہ سو سوار کا تھا مگر وہ کسی وجہ سے خدمت مندرجہ فرمان  
سے علیہ کیے گئے اور بجائے انکے کمال الدین خان نہایت تمہین و قدر افزا مخاطبت  
اس خدمت کے لیے مقرر کیے گئے۔

# نقل فرمان عالمگیر بادشاہ بنام کمال لدین خان



بموجب مسطور عمل منشور مطاع عمل نمایند  
عالمگیر بادشاہ غازی

خانہ ادب شجاعت شعل لایق المرحمت الاحسان کمال لدین خان ازین دشاہی ایست  
ازینجا کہ قبل ازین خدمت متعلقه اوبشیرنگن خان مرحمت شدہ حکم گنتی  
منقاد لازم الانقیاد نقاد می یابید کہ بعد رسیدن ابطلی خان مذکور باید کہ آن خانہ زاد سبیل  
استعجال بخدمت فرزند بجان پیوند بر خوردار نامدار اعزاز شدہ کامگار عالی نسب  
والا تبار منظور نظر حضرت آفریدگار غره ناصیہ دین دولت قرہ باصرہ ملک و ملت  
مہبط انظار عنایت مطلع انوار مرحمت ظل جلیل القدر منبع الشان عظیم المنزلت رفیع  
المرکبان المحفوظ بہ حفظہ الحافظ الکلام المہتمسک بہن محمد معظم بہا درشاہ کہ برتسن  
والسلطنت لاجور مامور شدہ بہ شتاب و جمعہ کہ آن قابل الاحسان بہ آور و نشان  
آستان فلک نشان ملک پاسبان براہ بندگی درگاہ آسمانجاہ مامور بود آن فرزند عزیز  
اشد تجویز مناصب درخور حالت و تربت آنها خواهد نمود بر طبق آن معروض مہتمس  
اقدس خواہد گردید۔ نوزدہم ذی القعدہ سال خیم از جلوس والا تحریر یافت۔

بر سالہ کتربین فدویان



تاریخ اخبار مجتہدین ہے کہ جب اورنگ زیب نے ۵ برس فرمانروائی

۹۰ برس کی عمر میں ۱۱ سالہ کو احمد نگر میں عالمگیر نے رحلت کی مرنے سے چند روز پہلے وصیت بھی لکھا تھا اور سلطنت کا یہ انتظام کیا تھا کہ چھوٹے بیٹے محمد کا مہم جو بہت پیارا تھا صوبہ بجاورد و گلکنڈہ مرحمت فرمایا اور اپنے روبرو روانگی کا حکم دیا اور محمد اعظم کو صوبہ مالوہ کی صفواری عطا کی اور حکم دیا کہ میرے پاس سے وہ جائے اور ہر منزل میں دو روز قیام کرے تاکہ وہ روزہ بجاوے اور لشکر میں غلڈہ پڑ جائے اور پاس رہنے سے شاہ جہان کا معاملہ پیش نہ آجائے اور مجھے گرفتار نہ کرے القصد شاہزادی زینت النساء علیکم کے لکھنے سے باپ کے انتقال کے بعد محمد اعظم شاہ راستہ سے واپس آگیا اور ۱۳ روز مآتم میں رہا اسکے بعد تخت پر بیٹھا اور ہر محمد اعظم جو سرحد کابل پر تھا باپ کے مرنے کی خبر سن کر تخت نشین ہوا۔ سلطان اعظم کے کئی فرزند تھے جمین دو شاہزادے نجستہ اخیر مہاراشا اور فوج القدر اسکے پاس تھے اور بڑا بیٹا اسکا محمد معزالدین جہاندار شاہ صوبہ ملتان کا حاکم تھا اور بھلا بیٹا عظیم الشان بیٹہ عظیم آباد کا صوبہ دار تھا سلطان اعظم نے محمد اعظم کو لکھا کہ تم مہم جویم پوری کے ملک و دکن پر قبضہ کرو عالمگیر نے محمد اعظم شاہ کے لیے کل جنوبی و مغربی ملک مع دکن کے تجویز کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اگر وہ کو وہ دار السلطنت بنائے اور سلطان اعظم شمالی و مشرقی صوبوں پر قبضہ کر کے دلی کو دار الخلافہ مقرر کرے مگر سلف کا قول دو بادشاہ دراصلیہ نے منہ مشہور ہو محمد اعظم احمد آباد سے گویا رہتا ہوا اگر آگیا اور اسکے آنے سے پیشتر ہی سلطان اعظم معہ بیٹوں کے اگرہ میں داخل ہو چکا تھا طرفین سے جان توڑ جسکا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے لڑائی ہوئی شاہزادہ عظیم جو نہایت شجاع تھا اور اپنے مقابلہ میں بجائی کی حقیقت نہیں سمجھتا تھا کام آیا اسکے بعد سلطان اعظم مستقل بادشاہ ہوا۔

یہ واقعہ ۱۰ ربیع الاول ۱۱ سالہ کو بعد وفات عالمگیر کے پیش آیا عالمگیر کی کل اولاد ذیل تھی جسکی تفصیل یہ ہے۔

محمد اعظم ۱۲ شعبان ۱۱ سالہ مجری کو دہلی میں باؤ بیگم کے بطن سے جو شاہنواز خان صفوی کی بیٹی تھی پیدا ہوا تھا نہایت قابل و شجاع تھا عالمگیر اسکو مصاحب کے بدل کسارتا تھا اسکا باوت اکبر آباد بھی گیا تھا۔



کر کے انتقال کیا ہے تو اسکے بیٹوں میں تخت کے لیے خانجنگی ہوئی ایک

بصیہ فہمہ ماقبل کام نمش ۱۰ رمضان سنہ ۸۵۷ کو اودھ پوری بانی کے بطن سے پیدا ہوا حافظ کلام اللہ  
خوشنویس تھا باپ کے انتقال کے دو برس کے بعد باہمی محاربہ و دکن میں مارا گیا۔

محمد معظم رجب سنہ ۸۵۷ میں نواب بانی کے بطن سے پیدا ہوا تھا علم حدیث میں سکودہ محمد شین  
کہتے تھے حافظ قاری خوش اسحاق تھا عربی ایسی فصیح بولتا تھا کہ اہل عرب پسند کرتے تھے نہایت  
دیندار رحیم دل فیاض بادشاہ تھا اسکے عہد میں بڑی امن رہی پانچ برس حکومت کی لاہور میں کاشانی  
تنبیہ کو لیا تھا ستر برس کی عمر میں سنہ ۸۵۷ کو انتقال کیا جو اقطاب صاحب میں مدفون ہوا۔

محمد سلطان شاہ ہزاہ محمد اکبر زیب النساء بہرہ باپ کے حیات میں انتقال کر گئے تھے سلطان معظم کے  
بعد اسکے چار بیٹوں میں تخت کے لیے باہم جنگ ہوئی مگر معز الدین جہاندار شاہ بادشاہ ہوا مگر نالائق  
ہو گیا۔ اس نے چند روز سلطنت کرنے کے بعد فرخ سیہرین عظیم الشان بادشاہ ہوا وہ بھی چھ برس  
میں جینے اور حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے مار ڈالا اور مقبرہ ہالیون میں دفن کیا گیا  
اور اسکی جگہ پر مرزا فیض الدرجات بن رفیع الشان بہادر شاہ کو تخت پر بٹھایا مگر وہ تین ماہ حکومت  
کے میں برس کی عمر میں وق کے مرض میں مر گیا جسکے بعد حسب وصیت اسکے اسکا بھائی شمس الدین  
رفیع الدولہ تخت نشین کرایا گیا مگر وہ بھی چند ماہ سلطنت کر کے اور بیمار ہو کر مر گیا اسکے بعد شہنشاہ  
عرف محمد شاہ ریلے جو عجمتہ اختر جانشاہ بن بہادر شاہ کے فرزند تھے تخت پر بیٹھے یہ برسے ریلے  
نیکلے عیش و غفلت میں تخت سلطنت کو کھو دیا نادر شاہ نے حملہ کیا دہلی کو قتل و لوٹتا ہوا دکن ڈالا  
جس سے پھر دہلی دیکھلی ۲۹ سال ۸ ماہ حکومت کر کے سادات بارہہ کا خاتمہ کیا اور آپ بھی لڑی  
جنت ہوئے اسکے بعد برائے نام بادشاہ مغلیہ ہوتے رہے روز بروز تنزل ہوتا رہا احمد شاہ نے  
جلوس کیا مگر کمزوری پر بھی گئی مرہٹوں کا غلبہ ہوا احمد شاہ دکنی کے محاربے ہوئے چھ سال تین ماہ حکومت  
کے احمد شاہ بھی سدھارے بعد عربیز الدین عالمگیر ثانی نے ۵ سال آٹھ ماہ حکومت کی اسکے بعد  
سلطان علی گوہر شاہ عالم ثانی نے ۴ سال سلطنت کی انکے بعد اکبر شاہ ثانی ۳ سال ۳ ماہ ۱۰ دن  
ہوئے کمپنی انگریزی مسلط تھی انکے بعد شہنشاہین سلج الدین بونظیر بہادر شاہ نے جلوس کیا اور ۵  
دین بالظلم بغاوت سنہ ۸۵۷ کے رگڑوں میں چھوڑے گئے اور اسطر چھر سلطنت تیموریہ کا خاتمہ ہو گیا۔

طرف سے شاہزادہ محمد عظیم شاہ عالیجاہ مع اپنے لڑکوں کے اور دوسری طرف سے  
 شاہزادہ محمد معظم شاہ عالم الخاطب بہ بہادر شاہ مع اپنے بیٹوں کے فوجیں لیکر آیا  
 اور نہایت سخت مقابلہ ہوا شاہزادہ محمد معظم جو ولیعہد اور خلیفہ اکبر تھا اور سبکی  
 طرف کمال الدین خان بھی شریک تھے اور خانموصوت کے ساتھ  
 لڑنے بھائی بھتیجے بھی موجود تھے پیشتر میدان جنگ میں عظیم شاہ کے دونوں بہن  
 والا جاہ اور بیدار بخت گولوں سے کام آئے جس عظیم شاہ نے اک آہ پر درد دل  
 سے کھینچی اور کہا کہ اب کچھ لھٹ زندگی کا نہیں ہے یہ کہہ کر مرنے پر کم باز بھی اور ایسے  
 متواتر حملے کہ برادر مخالفت کی صفیں لوٹ دین قریب تھا کہ غلبہ پا کر فتح ہلکو  
 حاصل ہو مگر نیرنگی تقدیر سے دوسرا واقعہ پیش آگیا عین ہنگامہ میں ایک آنکھ بھی سیا  
 ایسی اٹھی جس سے تمام عالم میں تاریکی چھا گئی اور ہوا کا رخ عظیم شاہ کی فوج کی طرف  
 پیدا ہو گیا اس لیے اور ہر سے جو چھ بھید کا جاتا تھا وہ خود بخود نہیں کی طرف پھرتا تھا  
 سلطان معظم کی فوج نے یہ غیبی امداد سمجھی اور عظیم شاہ کی فوج کو پھریوں اور گولیوں کی  
 باڑھ پر لکھ لیا مرنے والے خان و مصطفیٰ خان سپران محمد پو خان یعنی  
 ولی خان کے پوتوں نے اور کمال الدین خان کے دیگر چھانوں نے گھوڑے  
 اٹھائے اور عظیم شاہ کی فوج میں گھس گئے اور ایسے ہیرو حملے کیے کہ قیامت پھاڑ دی  
 فتح خان جو ولی خان کے عزیز تھے زخم کھا کر سرخرو ہوئے محمد عظیم شاہ  
 ابایرہ میں گھیر لیا اور تیروں کا بیڑہ برسانا شروع کیا عظیم شاہ نے بھی چار ٹرکس  
 تیروں کے خالی کر دیے جس کے تیر تاک کر مارتا تھا وہ جوان خاک پر گر جاتا تھا  
 احوال میں تیسرا شاہزادہ چودہ برس کا جو باپ کے پاس با بھی پر عمارت میں

بیٹھا تھا وہ بھی تیر سے زخمی ہوا اعظم شاہ نے خود اسکے بدن سے تیز نکالا اور کہا کہ  
 تو نظر سر جھکا کر لیٹ جا مگر وہ شیر بچہ رہی نہوا اور بدستور بیٹھا رہا اعظم شاہ نے  
 کثرت زخموں سے پیاس کی شکایت کی فیلبان نے صراحی پیش کرنا چاہی مگر  
 شہزادہ نے کہا کہ وقت اسکا نہیں ہے میں شہزادہ کا فیلبان بھی گولی کھا کر گریبا  
 محمد اعظم نے خود اشارہ سے ہاتھی ہانکا اور ہمت نہ ہارنا گاہ ایک نینہ وق کی گولی  
 شاہزادہ محمد اعظم کی پیشانی پر لگی اور اسکے ساتھ اسکی روح پرواز کر گئی اسکے بعد  
 بہادر شاہ کی فتح ہوئی شادی نے بجائے گئے سلطان محمد معظم نے تخت  
 سلطنت پر جلوس کیا اور اپنے باپ کا دیا ہوا خطاب بہادر شاہ اختیار کیا  
 جن سرداروں نے اس معرکہ میں جان بازی کی تھی وہ سب خلعت ترقی منصب سے  
 سرفراز ہوئے علی انھوں سادات بارہہ اور خاندان دلیر خان جو شریک غالب تھا  
 سرفراز کیے گئے اس معرکہ میں سات اشخاص دلیر خان بہادر خان کی نسل سے  
 شریک تھے کمال الدین خان اور انکے ساتھ عزیز خان مرتضیٰ خان  
 مصطفیٰ خان بہادر خان وحیات خان وغیرہ تھے اور انھوں نے جاستان

سلطنت میں گری بنکامہ بادستہ از طرف جنود کہ مقابل فوج عالیجاہ بود بر خاست عرصہ عالم  
 تاریک گردید تیر کہ سپاہ عالیجاہ می انداختند ہم بآنها میر سید سپاہ بہادر شاہ ظہور این لطیفہ نبوی  
 را از آسمان دانستہ مخالفان را بہ تیر و تشنگ و بان فرو گرفتند خصوصاً مرتضیٰ خان مصطفیٰ خان  
 و دیگر افغانان برادران و بنایر دلیر خان اولے حقوق تربیت یافتہ قدیم را بطور آورده اسپہارا  
 جولان کردہ بقول عالیجاہ سید خسرو نشر قیامت برپا ساخت و فتح خان برادر زادہ دلیر خان از زخم  
 سرخروئی بر داشت صفحہ (۲۰۱۹) تاریخ اخبار مجتہدہ ذکرہ جنگ پسران عالمگیر۔

حملہ کیے تھے ہر ایک کو خلعت و منصب سے سرفرازی حاصل ہوئی اس جنگ میں جو کمال الدین خان وغیرہ کے متعلق تذکرہ ہے وہ عبارت ہم بیان نقل کیے دیتے ہیں بعد مقتول شدن عظم شاہ شاہ عالم بہادر شاہ بر تخت سلطنت نشست درین جنگ اکثر دیوان جانبازی نمودہ خصوصاً سادات دلاوران بارہہ و سرداران افغانان مثل کمال الدین خان مرتضیٰ خان عزیز خان خان بہادر خان و حیات خان بدرجہ تردد مردانہ کردہ ہفت کس سرداران نامی از نسل دلیر خان و بہادر خان بکار آمدند ہر یکے ب خطاب و باضافہ منصب سرفراز نمودہ۔

## تواب کمال الدین خان کا شاہ آباد کی تکمیل کرنا

یہ تو دلیر خان کے تذکرہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ دلیر خان کے بعد و نیز عدم موجودگی میں جو شاہ آباد کی آبادی کا انتظام ہوا ہے وہ کمال الدین خان کی ذات سے ہوا عمارات کی تعمیر ہر ایک محلہ دار کو اراضی کی تقسیم معاملات شاہ آباد کی بوشاہ سے عرضداشت یہ سب کام انھیں نے کیے بعض کاغذات جو زمانہ آبادی میں انکی بھارتی سرکار سے دیے گئے ہیں انکی نقل یہاں پر بطور نمونہ کے تحریر کی جاتی ہے اور بعض اسناد جو انکی طرف سے قابل ذکر اشخاص کو ملے وہ علیحدہ انکے تذکرہ میں بھی شامل کی گئی ہیں

# نقل سند منجانب کمال الدین خان بنام سمیع خان جوہر بست چہارم شہر رمضان المبارک ۱۲۹۷ھ مطابق سنہ ۱۸۸۰ء

متصدیان حال واستقبال پرگنہ شاہ آبا دامید وار بودہ بداندہ۔  
موازی بست ویک بیگہ بختہ اراضی افتادہ لایق آبادی در سواد قصبہ طورین  
ابتداءً فصل خریف سال ۱۲۹۷ھ برائے سکونت آبادی رعایا بنام  
ملک سمیع خان قوم افغان من زوی از سابق تاحال بر فاقہ ہمراہی اینجانب  
صبر و تحمل و دلاوری بکار بردہ لہذا معہ فرزند ان مقرر و معاف نمودہ شد باید کہ  
ارضی مذکور پیمودہ و چک بستہ حدود جدا ساختہ بقبض و تصرف مشار الیہ آگذازند  
کہ سکونت و آبادی و زریذہ در شعاع تہورانہ سرگرم و ہوشیار باشند و ہی من ابو جوہر  
معترض مزاحم نشوند بہر امور مرجوئہ لازمہ غور و حیانہ لازم دارند درین باب تاکید  
مزید و انسہ حسب السطور عل آرند۔

اسکے متعلق ایک حکنامہ بھی کمال الدین خان کی طرف سے اہلکاران بڑی دیوڑھی  
کے نام صادر ہوا تھا کہ الماس این دین محمد مدہمہ و سیدو کرے کارکن کاشی رام  
و پھوپھند اراضی پیمایش کر کے اور چاک باندھ کر کے سمیع خان اور اسکے  
فرزندوں کو زمین بنا بر آبادی کے دیوین چنانچہ اس حکم کی اہلکاروں نے  
تعمیل کی حدود میں دیوانخانہ شمشیر خان شمالی حد میں واقع ہے مہرین وغیرہ  
پڑی ہوئی ہیں۔

## نقل سند بنام تلج خان منجانب نواب کمال الدین خان

بناوشاہ عالمگیر متصدیان مہات حال و مستقبل پر گنہ شاہ آباد امیدوار ہوئے ہند  
کمال الدین خان راو قطب خان بازاخان سلطان خان تلج خان قوم افغان مہمند  
دوسرے کارآمد التماس نمود کہ مایان بموجب ایملے وارشا و نوہینا  
قبلہ مرحوم مغفور برائے سکونت و آبادی جائیکہ تجویز فرمودہ موافق آن درکان  
موجودہ آبادی داریم لیکن از باعث شرکت قصبہ برادران دیگر مروانہ مکان آبادی  
خود از سرکار میخواستیم الحال موافق اظہار نامبرودہ موازی چیل سیکہ اراضی پختہ  
مع حدود اربعہ موافق آبادی قدیم از سرکار صادر شدہ باید کہ بنحاطر جمع تمام معہ  
فرزندان در مکان مذکورہ آباد ہوئے باشند و گلبے متصدیان سرکار از اراضی مذکورہ  
مزاہم و معترض نشوند در نیاب تاکید مزید دفسہ حسب امر قوم بمحل آرزو للہ گنجتہ

شہرہ دیوان پاخانہ حد ہورہ محلہ مقرب خان حد محلہ باقری شرقی حد ہورہ محلہ بازہ خیلان

تقریر فی التایخ بست و پنجم شہر صفر

اسی طرح بازار شاہ آباد کا بھی انتظام عمل میں لایا گیا ہے پیشتر نواب لیر خان نے  
میکوچو دہری کو پچاس سیکہ اراضی دیکر چودہ ہریت پر مقرر کیا تھا اسکے بعد کمال الدین  
خان نے بازار دلیہ گنج اور رستوں کی چودہ ہریت جمال خاص خیل کو عنایت کی ہے  
اسکے بعد دیوان مبارک کو دیکٹی ہے دیوان مبارک پیشتر متصدی تھے مگر ترقی  
کر کے نواب سردار خان کے نائب ہو گئے تھے بعد انتقال دیوان موصوف کے

چودھرائیت اور نکلے فرزند عظم خان کو دیگئی تھی دیوان مبارک کی طرف سے احکا گماشتہ  
ترنجن داس کلوار کام کرتا تھا اور ایک سو پچاس روپیہ سالانہ اونکا محصول ادا کیا  
جاتا تھا بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے اس کے فرزند نواب سردار خان  
اور پوتے نواب شیر انداز خان نے یہ چودھرائیت محمد دلاور محمد نصیر محمد جغت سرکوج  
عظم خان کے ورثا تھے عنایت کی ہے اس کے بعد بازار کا انتظام محمد قادر داد خان  
کو جو دیوان مبارک کے نبیرہ تھے سپرد کیا گیا ان سب کے کاغذات اس وقت  
پیش نظر ہیں۔

## نقل سند چودھرائیت نام دیوان مبارک منجانب نواب کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال و مستقبل شاہ آباد بعنایت امیدوار بودہ بداندند۔  
چون خدمت چودھرائی دلیر گنج و گذر یا از تغیر حال ضحیل بمعتمدان خدمت مبارک  
مقرر و مفوض فرمودہ شد باید کہ خدمت مامورہ را از حسن سلوک آتی و درستی بتعمیم  
رسانند تا جمہور انام و مہاجران بیویاریان کا سب ان اسچنان سلوک بکار بردہ کہ  
روزیروز آبادانی شہر وقوع آید و متنفس را از خود متفرق تشکیلی نگہ داند و مطابق معمول  
و عمل دستور قابض و متصرف بودہ باشند در نیاب تاکید دستہ حسب السطوح عمل  
آزاد شہر بیچ الثانی سلسلہ جلوس والا قلمی گشت مطابق سن ۱۲۸۵ھ

اسی طرح سلسلہ جلوس عالمگیری میں جب درگاہ دین اسلام سے مشرف  
ہوا ہے اور اسکا نام محمد حسین قرار پایا ہے تو نواب کمال الدین خان نے اپنے  
حلاقہ میں اسکو چودھری قانو کو مقرر کیا ہی پیشتر اسکے میسر لے و امر ہے چودھری تھے

اور بیرونی دھرم اس قانونگو تھے مگر وہ کار گزار نہ ثابت ہوئے لہذا بجائے ان کے  
 راجہ درگا سہلے کا تقرر ہوا اور چالیس موضع ان کے سپرد ہوئے نہیں موضع اور وہ  
 چکٹ یور بھی کے متعلق تھے اور انیس موضعات علاقہ ایگوان کے تھے۔

سند چودھرائی و قانونگوئی علاقہ بنام راجہ درگا سہلے منجھا

## نواب کمال الدین خان

متصدیان مہات حال و استقبال پر گنہ شاہ آبا و تابع سرکار خیر آباد منشا صلا و و بد  
 چون حسین ام و امراے چودھرائی بیرونی و دھرم اس قانونگو یاں پر گنہ مذکور  
 بغایت مجہول و ناکارہ بودند و در سربراہی کار و امور متعلقہ رسیدن ننو مند  
 و رعایا و برابرا محال مذکور از دست بد سلوکی آنها ہمیشہ ناش و اویدا میگردید و بنا بر  
 نظر بر سر آمد کار و رفاهیت رعایا دواشتہ مشارالیه از خدمت چودھرائی و قانونگوئی  
 در محال مسطور بر طرف ساختہ راجہ درگا سہلے کے از سعادت ابدی بشرف اسلام  
 مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردیدہ اور اچودھری و قانونگوئی پر گنہ  
 مرقوم نمودہ شد باید کہ مشارالیه راجہ دھرائی و قانونگوئی مستقل دست معاملہ مختصر  
 و تحصیل باستصواب و مینودہ باشند و طرق مومی الیہ نیکہ خدمات متعلقہ خود را بر اتی  
 و درستی بتقدیم رسانیدہ و انچہ کفایت سرکار و آبادانی محال افزونی مال منوبصہ  
 طلب و آید سعی و مجتہد باشد و رعایا و برابرا از معاش حسنہ و حسن سلوک خود رنجی  
 و شاگرد و دوست و عہدہ خود موافق ہمت را از سوائے مال سرکار از رعایا متصرف بودہ



در لوازم سربراہ کاری و دولخواہی کوشد و در نیاب تا کید دستہ حسب المسطوطہ  
بمعل آرد تحریر فی التابیح ختم بیع الثانی سلسلہ جلوس والا۔  
شرح ضمن خدمت چودہ ہرای و قانگوئی پر گنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد از فقیر  
میں ام در امرای چودہ ہریان بیرون و ہمداس قانگوئیان اجہ رگا سہا نام  
کہ از سعادت آبادی شرف اسلام مشرف شدہ باسم محمد حسین موسوم گردید مقرر شد

محال	اصلی	داخلی	موضع ازہل در آبادی قصبہ
اللہ موضع چک	وعے موضع چک	دعہ	شہاد آباد
جوبی متعلقہ وعے موضع چک اصلی وعے داخلی		ایکوان دعہ اصلی کے داخلی	
تھوک داندو	تھوک	تھوک لہرو	اصلی للوعے داخلی
آغا پور	پڑھوان	پور وہ	سر رائے
تھوک چاند	خان پور	رسو پور	کویان
کندھرو پور	گیان وان	نصیر پور	چٹھو
ہرولی	بند با	ایکوان	سر رائے راناک
فتح پور	ہری		
کھلیا اصلی کے داخلی للہ			

کمر نامو بھگایوان روپاپور کچہ خواجہ کلان بیجا نر سیامو  
بتاریخ و بیع الثانی اسلئے نقل بد فتر سید  
محمد مراد جلال الدین کارپردازان دیورھی نواب صاحب

## شاہ آباد کی عمارت

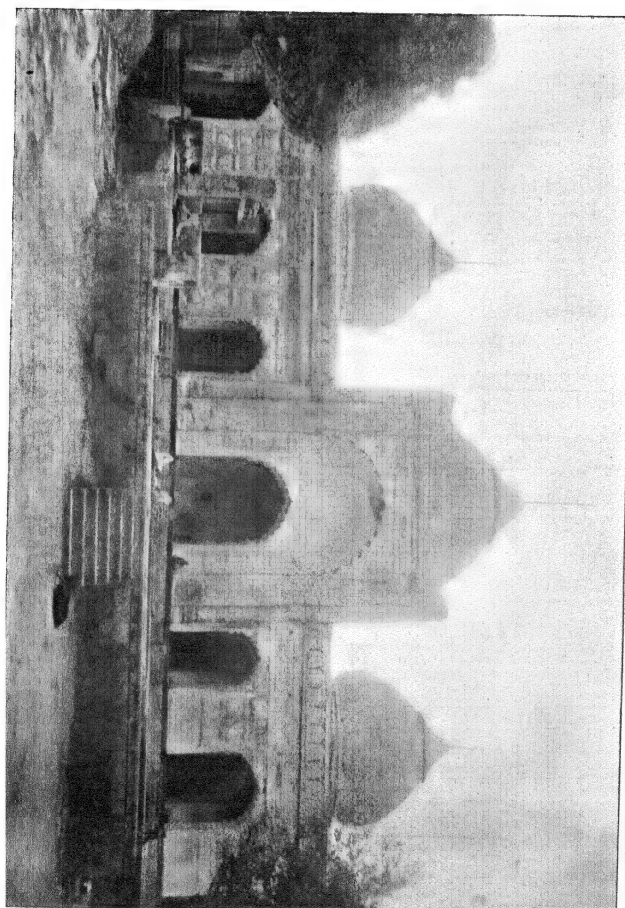
جن عمارتوں کی بنیاد نواب دلیر خان نے ڈالی تھی وہ سب کمال الدین خان نے تیار کرائیں عمارتیں عالیشان و مستحکم ہیں کہیں پر کوئی بات بقاعدہ نظر نہیں آتی یا بت بھی لایق بانیوں کی امارت و نقاست اور معارون کی دستکاری ثابت کرتی ہے بڑی دیوڑھی اسکی عمارت پتھر اور اینٹ کی تھی مصاحف کی خوبی و عمدگی کا یہ عالم ہے کہ آج قریب ڈھائی تین سو برس کے زمانہ گزرا مگر جو حصے اسکے باقی ہیں وہ آج تک بدستور بلا مرست کھڑے ہوئے ہیں اکثر مکانات کے قطعات بہت خوبصورت بنائے گئے تھے بعض مکانون کی بنیاد جو کھود گئی تو پانی کی سطح تک پانی گئی تمام محلات میں پانی جو برقی کے کنوئیں سے پہونچایا گیا تھا اندر قلعہ کے دیوان خانہ اور موتی محل بارہ درمی وغیرہ نہایت نفیس قلعے تیار کرے گئے تھے صحن مکان میں حوض پانی کے لبریز رہا کرتے تھے زیر پھاٹک پائین باغ کا ہر ابھر منظر پیش نظر رہتا تھا کرسی کی بلندی شہر کے دیگر مکانون کے بالا خانہ کے سطح کے برابر تھی دو پھاٹک جو جنوبی و شمالی تھے پتھر و چونے سے بنائے گئے تھے اور بڑی اونچی دیوڑھی سے بڑی دیوڑھی کا احاطہ گھیرا گیا تھا بازار کی طرف جو پھاٹک تھا اسپر سیڑیاں سیڑھیاں بنائی گئی تھیں بارہ درمی جو باہر اور اندر دونوں جانب کے منظر کی نشاندہ تھی وہ بہت خوشنما عمارت تھی افسوس کہ گردش زمانہ سے انکی اولاد نے وہ سب عمارتیں کھود ڈالیں اب صرف حمام باقی ہے جسکے اندر کے سیل بوئے باوجود اس خستگی وہ کثافت کے ابتک پتھر رنگ و روغن اور آب و تاب

دکھلا رہے ہیں صد ہا برس سے نہ کسی نے مرمت کرائی نہ صاف کیا گیا مگر اپنے استحکام سے اب تک بدستور بنا ہوا ہے کہیں ایک قطرہ نہیں ٹپکتا یہ کل عمارت کڑے کی تھیں اب تھینا لاکھ روپیہ سے کم میں صرف حمام حسین تین درجے ہیں تیار نہیں ہو سکتا۔

## نواب دلیر خان کا مقبرہ

یہ مقبرہ شاہ آباد کے شمال کی جانب واقع ہے نیچے کا حصہ چوڑے اور اینٹ اور کنکر سے اور بالائی حصہ سرخ پتھر سے تعمیر کرایا گیا ہے یہ عمارت نہایت شاندار ہے مضبوطی اور پتھروں کے نقش و نگار کے اعتبار سے فی زمانہ لا جواب ہو تمیرا حصہ جو سب سے بلند تھا اور جس کے اوپر کلس چڑھا ہوا تھا زلزلہ سے گر گیا مگر دھڑے اوسکے اب تک باقی ہیں جب پورا بلند تھا تو شام کی وقت اس بعض اشخاص چکر شاہ جہان پور کے چرخ دیکھا کرتے تھے چھت جو کڑے کی ہے اسکی مضبوطی کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہیے کہ بالائی حصہ ہزار ہا من کا اسپر گراہو مگر وہ ذرہ بھر نہ ٹوٹی اور ایک قطرہ پانی کا نہ ٹپکا اوپر کے درجہ میں جو سنگ سرخ پریل پوٹے بنائے ہیں انکے جال و درخت ایسے دلکش ہیں کہ جنکے دیکھنے سے نظر کوتاہی اور دلکشنگی چل ہوتی ہو اس مقبرہ کے متعلق کٹر میٹر مصنف ایچ ارنول سی آئی سی۔ ایس میں لکھا ہے کہ مقبرہ کا کنبداب گر گیا ہے یہ بھی مثل جامع مسجد کے سطح کنکر و نیچے کڑے بنایا گیا ہو اور بالاحاقانہ کی دیوار و نیچر مثل تاج محل کے سنگ سرخ کا تھیس کام ہے





جامع مسجد شاہ جہان





اب یہ مقبرہ آثار قدیمہ میں داخل ہو گیا ہے تیرہ ہزار روپیہ اسکی مرمت کے لیے گورنمنٹ سے عنایت ہوا جس سے مرمت کرائی گئی مگر اتنی بڑی عمارت کے لیے یہ رقم کیا کام دے سکتی ہے کم از کم پچاس ہزار روپے اسکی درستی کے لیے کافی ہو سکتے تھے اس مقبرہ کے سالانہ مصارف کیلئے شاہ عالم بن ورننگ نے ایک موضع سرے کنکو معاف کیا تھا اور اسکی معافی کا پروانہ بھی تحریر کیا تھا مگر فہوس ہو کہ وہ موضع بھی مثل دیگر جاگیرات کے ضبط ہو گیا اسکا پروانہ محمد امین خان صاحب اختیار پوری نے صید شاہ بریلوی کی معرفت نواب کلب علی خان صاحب والی رامپور کی خدمت میں پیش کرایا تھا اور یہ امید تھی کہ نواب صاحب صوف کی ریسانہ فیاضی و قدردانی سے اس مقبرہ کی از سر نو مرمت ہو جائیگی اور عمارت اپنے اصلی لباس سے جلا پائیگی لیکن محرومی قسم سے کچھ ایسی چیدگی پیش آئی کہ وہ آدھ پوری نہ ہوئی اور نواب خلد آشیان خلد برین کو روانہ ہو گئے اور اتفاق وقت سے اسکا پروانہ بھی وہیں رہ گیا راقم نے حصول پروانہ کے لیے کوشش کی مگر ریاست کے دفتر میں وہ بے پتہ ہو گیا ہے اور نہ دستیاب ہو سکا۔

## جامع مسجد شاہ آباد

یہ عمارت ماشاء اللہ بہت اچھی حالت میں ہو کسی امداد کی محتاج نہیں نہایت وسیع عالیشان مستحکم خوشنما مسجد ہے قصبات کا تو کیا ذکر بڑے بڑے شہر میں بجز شاہی مساجد کے ایسی خوبصورت شاندار مسجد نظر نہیں آتی جامع مسجد بابی کا نقشہ رشا جانی معماروں کی بنائی ہوئی ہو اسکے ہر سہ جانب غلام گردش کی کوٹھڑیاں



ہیں اور اتر کی طرف حمام ہے پوربا وردکن کی کوٹھریاں بازار حسین گنج میں شامل ہو گئی ہیں اور ان سے آٹھ سو روپیہ سالانہ کی آمدنی گریہ میں حاصل ہوتی ہے اس ترمیم و آمدنی کے باعث حاجی محمد حسین خان صاحب شد پوری ہیں جو ایک نیک نیت و مخیر رئیس شاہ آباد میں گزرے ہیں یقین ہے کہ اس کوشش حسنہ کا اجر حقیقی انکو عالم آخرت میں عنایت کرے گا۔

آجکل اس مسجد کے پس پشت ایک گنج تعمیر ہو رہا ہے اور اسکے بانی خان بہادری حکیم خادم حسین خان رئیس اختیار پور ہوئے ہیں اور وہ اپنی خوش تدبیری و انتظامیہ سے اس کام میں مستعد و سرگرم رہتے ہیں انشاء اللہ گنج اگر تیار ہو گیا تو آگن اسلامیہ جامع مسجد کو بہت فائدہ پہونچے گا مسجد کی موجودہ آمدنی پانچ سو روپیہ اور مسلمان شاہ آباد کے زیر انتظام ہے پیش امام مودن مدرسہ اسلامیہ کی تحوا ہوں اور مرمت مسجد میں صرف ہوتی ہے اس مسجد کے لیے بھی شاہ دہلی سے ایک موضع جالپور معاف ہوا تھا جو مسجد کے مصارف کیلئے وقف تھا مگر فوس کہ وہ بھی بجلی میں ہے اصلی فرمان اب تک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔ جامع مسجد کے مینار ناتمام رہ جانے سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ کمال الدین خان کا انتقال ہو گیا اور یہ عمارت پوری نہیں ہو سکی کتبہ کی جگہ بھی خالی ہے چھ لاکھ تین سو روپیہ عمارت یعنی بڑی ڈیوڑھی و مقبرہ نواب لیر خان جامع مسجد کا پونے تین لاکھ روپیہ ہے جو اسوقت پانچ لاکھ میں بھی تیار نہیں ہو سکتیں کیونکہ پہلی سی اشیاء کی ارزانی اور مزدوری کی کمی اسوقت میں کماں ہے۔

نقل فرمان معافی موضع جمالیور بنا بر جامع مسجد شاہ آباد پنجاب

شاہ عالم بن عالمگیر بادشاہ دہلی

شاہ عالم بادشاہ غازی  
امجد خان صد سید جهان  
سلطنت

گماشتہ جاگیران کروڑیاں حال استقبال پر گنہ پالی سرکار خیر آباد  
مضاف بصوبہ اودھ بدانتند۔

بموجب فرمان عالیشان بندگان حضرت بادشاہ زمین زمان خلیفہ معتمد نشان فیہ  
مرحی امان سبک اش عالمیان ظل ظلیل ایزد متعال سر بلند و اداریہاں مظہر اتم فرودگا  
رحمت اتم آفریدگار بانی مہمانی چنانہانی مشید قوانین کیتی ستانی خلافت پناہ ظل مرحوم  
بست و نهم جادی الثانی سلسلہ جلوس الاموضع جمالیور تہ شاہ آباد عملہ پر گنہ کنڈ  
از ثلث خریف پارس در وجہ خرج امام و موزن خطیب صادر و وار دست  
و غیرہ جامع مسجد بنا کردہ دلیر خان مرحوم واقعہ تصبہ شاہ آباد عملہ پر گنہ مسطور  
حسب نصن مقرر گشتہ باید کہ مطابق فرمان عالیشان عمل نموده موضع مسطور بتبصر  
انہا باز گذارند و از جمیع وجہ و عوارض معامرفی القلم شمارند کہ حاصل آنرا صرف معیشت  
نمودہ بوظائف دعا گوئی مواقبست مینمودہ باشند و اگر در عمل دیگر چیز دہشتہ باشد  
انرا اعتبار نکنند و دنیا بقی غن دانستہ حسب اسطور عمل آرند نهم شعبان سلسلہ قلی شند

## کیفیت بر پشت

شرح ضمن دروچہ خرچ امام و موزن و صادر و وارد و مرمت وغیرہ  
 لوازمہ جامع مسجد بنا کردہ ولی خان مرحوم واقعہ قصبہ شاہ آباد موضع جمالپور کوئٹہ  
 شاہ آباد پر گنتہ پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبہ اودہ از ملک خریف بتایخ یازدہم  
 شعبان ۱۰۸۵ نقل بدفتر رسید۔ محمد صادق۔

## نواب کمال الدین خان کی ذاتی لیاقت سے بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کا ترقی پانا

کمال الدین خان اپنے سب بھائیوں سے بڑے اور لائق تھے نہایت مدب  
 تازہ کزاج و دیندار انسان تھے علاوہ شجاع کے مدبر و منتظم بھی تھے انکی تصویر سے  
 بھی وجاہت اور شائستگی پائی جاتی ہے بعد اپنے والد ماجد کے یہی منصب  
 و صاحب اختیار ہوئے ہیں بادشاہی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال ہی بلکہ انھوں  
 نے بادشاہ عالمگیر سے درخواست کر کے اتنی بات اور بڑھوالی کہ تا بقائے نسل  
 میرے وہ جاگیر کسی دوسرے امیر کی تنخواہ میں دیا وے چنانچہ اس امر کا فرمان  
 بھی بادشاہ نے منظور کر کے عنایت کیا اودہ کے صوبہ دار ہونیسے بہت سے  
 پیرگنات انکے قبضہ میں تھے جن میں اکثر زر خرید تھے اور بعض از روے جاگیر معافی  
 کے آئے تھے شاہ آباد اور اس کے گرد و نواح کے دیہات جو تعداد میں ساڑھے  
 پودہ سو تھے انکے قبضہ میں تھے تاہن اخبار محبت کے صفحہ (۲۶۰) میں تحریر ہے

کہ نواب دلیر خان و بہادر خان کی اولاد کے پاس قریب تین ہزار مواضعات کے تھے اور اکثر خرید شدہ تھے پر گنہ پالی۔ سانڈی۔ سندیلہ۔ ملیح آباد۔ سرہ باون۔ برور۔ وغیرہ اور دیگر متفرق محالات جو صوبہ اودھ کے متعلق تھے وہ شیر انداز خان بنیرہ کمال الدین اور مرتضیٰ خان ابن فتح مہور خان کے قبضہ میں تھے اور نواب بہادر خان کی اولاد کے قبضہ میں شاہ جہانپور و پرگنہ کانٹ سرکار بدایون و دیگر محال تھے چنانچہ ان کے علاقہ کے دھرے اور سرحد پر اکثر وہیلون سے تنازع رہا ہے ہم اس بیان کے ثبوت میں اخبارِ محبت کی بحیثہ الفاظ و عبارت یہاں پیرچ کر رہے ہیں چون علاقہ دیہات زمینداری قریب سہ ہزار زر خرید بچندین لکھ روپیہ نواب دلیر خان و نواب بہادر خان و پیران و بنایر آہادر سرکار بدایون و پرگنہ کانٹ و محال کتھار و دکنہ و سبنا وغیرہ ازروے حصہ بظہور الدین خان رسیدہ و پرگنات سانڈی و پالی و سندیلہ و ملیح آباد و سرہ و باون و برور و دریا دو و دیگر دیہات متفرقات متعلقہ صوبہ اودھ شیر انداز خان و مرتضیٰ خان المخاطب بہ فتح مہور خان در قبضہ میںداشت۔

جبکہ تحصیل شاہ آباد میں بجز نواب کمال الدین خان کے کوئی اور حصہ دار اور جاگیر نہ تھا تو سوائے بڑی ڈیوڑھی کے یہاں کے جملہ دیہات کسکے قبضہ میں جاتے۔

واجب الغرض سرکاری میں ہے کہ بعد انتقال نواب دلیر خان کے موروثی جاگیر سے جو شاہ آباد کے متعلق تھی نواب کمال الدین خان نے اپنے میر ایک بھائی کو کچھ دیہات اور قصبہ کا ایک ایک محلہ اور ایک ایک بازار حسب تفصیل ذیل عنایت کی تھی۔

نواب فتح محمود خان کو محلہ چوک اور بازار چوک اور موضع ایلوان مع دیگر بارہ مواضع کے دیئے تھے۔

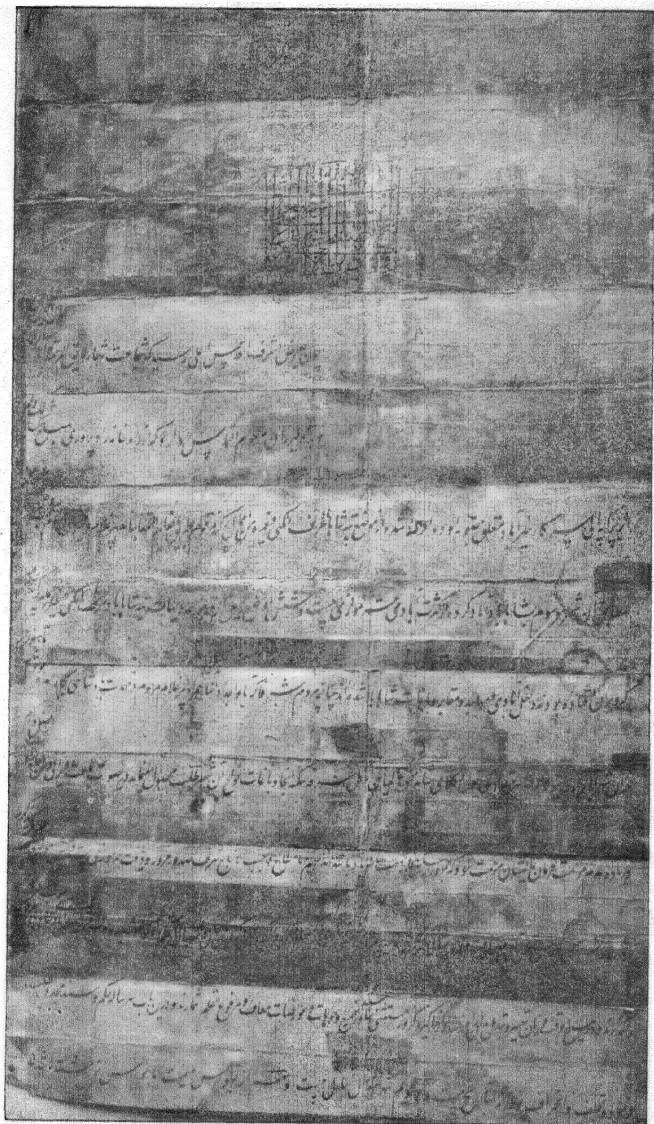
نواب چاند خان کو موضع ہری مع بارہ مواضع کے اور محلہ کھیرہ بازار شنبہ نواب الہ دیئے خان کو موضع نور پور مع بارہ مواضع کے اور اندر قصبہ کے بر و بازار و محلہ نالہ۔

نواب دلدار خان کو موضع باسٹنگر مع بارہ مواضع کے اور بازار چار شنبہ و محلہ زیر بنگلہ و کٹرہ۔

بموجب اس تقسیم کے ہر ایک بھائی اور اسکی اولاد اپنے اپنے حصہ پر قابض ہی اسکے بعد کمال الدین خان نے اپنی جائیداد بڑھانا شروع کی حکومت اور خریداری سے ایک ریاست قائم کر دی صد با آدمی بڑی ڈیوڑھی کے علاقہ کے منتظم اور محافظ رہتے تھے۔

جب شاہ آباد کی آبادی قصبہ انگلی سے تجاوز کر گئی اور محمد طاہر عامل نے محصول طلب کیا تو کمال الدین خان نے بادشاہ عالمگیر کنیز مت میں درخواست کی کہ پیشگاہ شاہی سے جو وطن کے لیے جاگیر انعام التما عنایت ہوئی ہے اور وہاں شاہ آباد نام کا ایک شہر بسایا گیا ہے اور اسکے باشندے وہی شرفاہین جنکے آباد اجداد ہمراہ دلیر خان





نومان شاهي بنام نواب كمال الدين خان







مہات شاہی میں کام آئے ہیں کثرت آبادی سے چھبیس موضع جو قلیل الرقبہ اور افتادہ تھے وہ مساجد اور باغات اور قبرستان کے حدود میں آگئے ہیں شہزادہ کا عامل محصول طلب کرتا ہے اور یہ صورت خانہ زاد کے وطن کی ویرانگی کی ہے اسپہ بادشاہ نے حکم دیکر فرمان صادر کیا کہ ہمنے دیدہ و نہستہ چھبیس موضع وسعت آبادی کے لیے علاوہ قصبہ اور سنیٹیس مواضع کے کمال الدین خان کو دیگر عنایت کیے ہیں کوئی عامل کسی طرح اسے مزاحم نہو اور اسکا فرمان سننے کو نواب دلیر خان کے ہتھ کے دو برس کے بعد مرحمت ہوا ہے جسکی نقل درج ذیل ہے۔

اور اسکے دو برس کے بعد جب نائب فوجدار خیر آباد نے سائر خرچ کا بھگڑا اٹھایا ہے اور اسکی شکایت کی عرضی بادشاہ اور تگ زیب کے حضور میں کمال الدین خان نے گذرانی تو اسپہ بھی بادشاہ نے عدم مزاحمت کا حکم صادر کیا اور ہمیشہ کے لیے یہ جاگیر اونھیں کی نسل و اولاد کے واسطے مخصوص کر دی تھی۔ اسکا فرمان ہی آج تک ہر سنو رکھا ہوا ہے نقل جسکی منسلک کتاب ہذا ہے۔

قتل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

وادی الاضلاع

چنانچه مردم شرفا که آبادانها همراه پرغلام مرحوم در مہات بادشاہی بکار آمدہ بودند تا ہنوز در آن شہر آباد اند درینولامحمد طاہر متصدی تیول و کلکے شاہزادہ عالمیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات نواح آن شہر طلب محصول میناید درینصورت باعث ویرانی وطن خانہ زاد است اربضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت فرمان عالیشان مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بجمیعت خاطر آباد باشند لہذا حکم جہانمطاع واجب الاتباع شرف صدور عرور و دیافت کہ موازی بست و شش موضع ملتئمہ علمہ پرگنہ مذکور دیدہ و دانستہ حسب الضمن دتعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد مرحمت فرمودیم احدی حرمت نرساندی باید کہ حکام و عمال و جاگیر داران و کور وریان حال و مستقبل بایحکم والا کوشیدہ مواضع ملتئمہ دتعلق آبادی شاہ آباد مرحوم بموجب مذکور الصدور اگذازند و در پنج وقت و زمان تغیر و تبدیل بدان راہ نہ ہند و از جاگیر و کور مستثنی شناسند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع اقلیم شمارند و درین باب ہر سال حکم و سند مجدد نطلبند و از فرمودہ تحلف و انحراف نورزند بتاریخ بست و دویم شہر شوال بست و نہم از جلوس میمنت مانوس نوشتہ شد۔

## بجانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز پنجشنبہ ہفتہ ہم شہر جمادی ۱۲۸۶ جلوس معل  
موافق ۹۶ سنہ ہجری

بر سالہ موتمن الدولہ العلیہ معتمد سلطنتہ الہیہ عمدہ و ذرا سے رفیع الشان زبیدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناہج و مناسج دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت نزل

صنات مرحمت جمده الملك مدار المہام اسد خان و نوبت واقعه نوکس کمترین بدنگان  
 و رگاہ خلایق پناہ محمد شفیع قلی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق المرحمت  
 و الاحسان کمال الدین خان ولد دلیر خان مرحوم بعض مقدس محلے سید کہ مبلغ  
 شش لک دام بر پر گنہ پالی سرکار خیر آبا و متعلق بصوبہ او دہ افزوده شد از مواضع تہ  
 شاہ آباد و عرف انکئی و غیرہ من اعمال پر گنہ مرقوم بطریق انعام التغبانام پر عتلام  
 دلیر خان مرحوم بحسب وطن مرحمت شدہ بودند مطابق آن در آنجا شہر موسوم بشاہ آباد  
 آباد کردہ از کثرت آبادی شہر موازی بست و شش موضع قلیل الرقیہ مرزہ دیہات تہ  
 مذکور و غیرہ علمہ پر گنہ مرقوم کہ ویران افتادہ بودند داخل آبادی و مساجد و مقابر و آبائا  
 شاہ آباد شدہ اند چنانچہ مردم شرفا کہ آبا و اجداد آنها ہمراہ پر غلام مرحوم در مہات با شہابی  
 بکار آمدہ بودند تا ہنوز در ان شہر آباد اند و ریو لا محمد طاہر مقصدی تیول و کلاسے شاہان  
 عالیان از اہل حرفہ سکنہ آنجا و باغات آن نواح شہر محصول طلب مینمایند در نیصوت  
 باعث ویرانی وطن خانہ زاد است افضل و کرم در مادہ عدم مزاحمت فرمان عالیشان  
 مرحمت شود کہ جمہور سکنہ آنجا بحسبیت خاطر آباد باشند حکم جہان مطلق واجب الاتباع  
 صادر شد کہ موازی بست و شش موضع ملتمسہ مرزہ تہ شاہ آباد و عرف انکئی و غیرہ علمہ پر گنہ  
 مرقوم دیدہ و دستہ و تعلق آبادی و مساجد و مقابر و باغات شاہ آباد مرحمت فرمودیم  
 بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح بخط موتمن الدولہ العلیہ عمدہ السلطنہ البیہ عمدہ و ذرا لے رفیع الشان زبدہ خوانین  
 بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناچ مناج دولت و اقبال شائستہ انواع عنایت نزل  
 اصناف مرحمت جمده الملك مدار المہام اسد خان آنکہ داخل واقعه نمایند شرح بخط

واقفہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط مومن الدولہ علیہ السلام علیہ السلام و وزیر  
رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال شائستہ  
انوار عنایت سوزار اصناف مرحمت جہدہ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ بعض مکرم  
رساند شرح بخط قابل الترتیب و الاحسان شریف خان آنکہ بتاریخ بست و ہفتم شہر  
رمضان المبارک سنہ ۱۰۸۰ کمر بعض مقدس و معلیٰ باین شرح بخط مدار المہام اسد خان  
آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

عہ موضع از اصل تصدیق منہائی نسخہ دیوان صوبہ اودھ

از تہ شاہ آباد عرف اٹلی			عہ موضع از اصل
تھوک اندو	کھانڈی	تودھک پور	شہباز پور
موضع	موضع	موضع	مومن پور
بہادر پور	محی الدین پور	مہیس پور	چودھری پور
موضع	موضع	موضع	کمال الدین پور
تھوک دھرمکدہ	جالپور کھول	جوگی پور	کنھر پور
موضع	موضع	موضع	دیو پور نمبر ۱
جالپور ہالس	بنی پور کھاسی	بنی پور اودکیر	گلگر گٹھ
موضع	موضع	موضع	ملک پور
از تہ اگیوان			عہ موضع از اصل
سور پور	جنک پور	کرم اشد پور	



چون بفرض اشرف اقدس اعلیٰ رسید که شجاعت شعار لائق المرحمه والاحسان کمال  
 الدین خان ولد دلیر خان مرحوم التماس دارد که مبلغ شش لک ۱۳۰۰ ام از برگنه شاه آباد  
 در بست سرکار خیر آباد متعلق بصوبه اوده که از راه خانه زاد پیروی بطریق محال وطن  
 بجایگیر خانه زاد مرحمت شده از وقت آبادی پریغلام دلیر خان مرحوم احدی از فوج جلاله  
 سرکار خیر آباد بعلت پیشکش و اخذ سرکار و غیره ابواب ممنوعه که معنوه بارگاه والا است  
 مزاحمت نرسانده در نیولانائب فوجدار سرکار خیر آباد مزاحمت میرساند در نصورت  
 باعث ویرانی محال وطن خانه زاد است افضل و کرم در ماده عدم مزاحمت پیشکش  
 و سایر و غیره و تنخواه برگنه مذکور تاجیات بجایگیر خانه زاد و بعد آن تا بقائے نسل فرزندان  
 خانه زاد بجایگیر دیگرے تنخواه نشود فرمان عالی شان مرحمت شود لہذا حکم بجا منقطع  
 واجب الاتباع شرف صدور و غرور و دیانت کہ برگنه شاه آباد مذکور در بست تاجیات  
 بجایگیر خان مشارالیه و بعد آن تا بقائے نسل فرزندان او بجایگیر دیگرے تنخواه نشود  
 و احدے بعلت پیشکش و اخذ سایر و غیره ابواب ممنوعه که معنوه بارگاه والا است  
 بوجه من الوجوه مزاحمت نرساند می باید کہ فرزندان کامگار و وزراے صاحب رے  
 کفایت شعار و ناظمان و فوجداران حال و متنبال و راتمار و منتظران حکم والا کو شینہ برگنه  
 مذکور تاجیات بجایگیر خان مشارالیه و بعد آن بجایگیر فرزندان او ظہر ابعظہ و نسلًا بعد  
 نسل و بطنًا بعد بطن مقرر شناسند و در بیج وقت و زمان تا بقائے نسل او بجایگیر دیگرے  
 تنخواه نہ ہند و از جمیع وجوہات و عوارضات معاف و مرفوع القلم شمرند و از فرمودہ مخلف  
 و انحراف نوزندہ بتاریخ ہفتم شہریع الثانی سال سی و یک از جلوس مہینت مانوس  
 نوشتہ شد۔



## جانب پشت پروانہ

شرح یادداشت واقعہ بتاریخ روز جمعہ بہشت و ہفتم شہر رمضان المبارک ۱۳۳۱ھ جلوس  
 مقدس موافق ۱۲-۱۳ مطابق ۱۲-۱۳ ازلوی ماہ الی۔ برسالہ موتمن الدولۃ العلمیہ محمد سلطنت  
 الیہ عمدہ وزرائے رفیع الشان زبدہ خوانین بلند مکان ناظم مناسخ ملک مال ناچ مناسخ  
 دولت و اقبال شایستہ انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت عمدۃ الملک  
 مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی کترین بندگان درگاہ خلائق پناہ غلام علی  
 قلی میگردد کہ بموجب التماس شجاعت شعار لایق الرحمۃ والاحسان کمال الدین خان  
 ولد دلیر خان مرحوم بعض مقدس معلی رسید کہ مبلغ شش لک ام پر گنہ شاہ آباد  
 در بہت سرکار خیر آباد متعلق بصوبہ اودھ کہ از راہ خانہ زاد پروردی بطریق محال وطن بجاگیر  
 خانہ زاد مرحمت شدہ از وقت آبادی پر غلام دلیر خان مرحوم احدی از فوجداران  
 سرکار خیر آباد بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیرہ ابواب ممنوعہ کہ مضوہ بارگاہ والا ست محترم  
 نرسانہ در نیو لائٹ فوجدار سرکار خیر آباد فراحمیت میرسانند در نیصورت باعث میرانی  
 محال وطن خانہ زاد است افضل و کرم در مادہ عدم فراحمیت پیشکش و سائر وغیرہ ابواب  
 ممنوعہ و تنخواہ پر گنہ مذکور تا بحیات بجاگیر خانہ زاد و بعد آن تا بقلے نسل فرزند آن خانہ زاد  
 بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود فرمان عالیشان مرحمت شود حکم جہا منطاع عالم مطبعہ صادر شد  
 کہ پر گنہ شاہ آباد مذکور در بہت تا بحیات بجاگیر خان مشار الیہ و بعد آن تا بقلے نسل  
 فرزند آن و بجاگیر دیگرے تنخواہ نشود و واحدے بعلت پیشکش و اخذ سائر وغیرہ کہ ابواب  
 ممنوعہ مضوہ بارگاہ والا ست بوجہ من الوجہ فراحمیت نرسانہ بموجب تصدیق یادداشت قلمی

شرح بخط موتمن الدولة العلیہ عمدة السلطنة الہیہ عمده وزراء سے رفع الشان زیدہ خوانین بلند  
مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار  
اصناف مرحمت جہۃ الملک مدار المہام اسد خان آنکہ دخل واقعہ نمایند۔

شرح بخط واقعہ نویس آنکہ مطابق واقعہ است شرح بخط موتمن الدولة العلیہ عمدة السلطنة  
الہیہ عمده وزراء سے رفع الشان زیدہ خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ  
مناج دولت و اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت جہۃ الملک  
مدار المہام اسد خان بعض مکرر رساند شرح بخط قابل الترمیم الاحسان شریف خان  
آنکہ بتایخ بست و ہفتم شہر محرم الحرام سلسلہ جلوس مبارک مکرر بعض مقدس و معلی  
باین شرح بنجد مدار المہام اسد خان آنکہ فرمان عالیشان قلمی نمایند۔

سے لکھ ام پر گنہ شاہ آباد محال وطن در بست

بر سال موتمن الدولة العلیہ عمدة السلطنة الہیہ عمده وزراء سے رفع الشان زیدہ خوانین  
بلند مکان ناظم مناظم ملک و مال ناچ مناج دولت و اقبال انواع عنایت سزاوار  
اصناف مرحمت جہۃ الملک مدار المہام اسد خان و نوبت واقعہ نویسی غلام علی۔



سرکار کالنجریں کمال الدین خان کو جو جاگیر عنایت ہوئی تھی اسکا فرمان جو ملا تھا اسکی نقل  
یہاں پر تحریر کیجاتی ہے۔

## نقل فرمان بادشاہ عالمگیر بنام نواب کمال الدین خان

خان  
بادشاہ عالمگیر  
اسد خان

نہ

چودھریان قانگولیان مقصود علیا و نزار خان گنہ سہ سرکار کالنجریں صوبہ الہ آباد  
چون مبلغ ہفت لک و شصت ہزار دواںم از پر گنہ مذکور از تغیر چاند من ابتداء غریب  
تھا فوی میل مطابق ضمن بجاکر رفعت و شجاعت پناہ کمال الدین خان مقرر گشتہ باید  
کہ مالو واجب و حقوق دیوانی را از قرار واقع در این موافق جهان و معمول بجان مشارالیه  
جواب میگفتہ باشند و از ہیج حسلے و صلاح و صوابید خان موی الیه بیرون نروند  
بتاریخ ۲۵ ربیع الاول ۱۰۳۰ جلوس اقبال مانوس قلمی گشت۔

### جانب پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم کمال الدین خان از پر گنہ سہ سرکار کالنجریں صوبہ الہ آباد از تغیر چاند  
کہ از ثلث بیع بجاوی مل تا باقی  
ابتداء فضل غریب بجاوی مل مرمت شد

## نواب کمال الدین خان کی بیوی

بگم صاحبہ سدر خان کی صاحبزادی تھیں نہایت لائق و متظم بیوی تھیں انھیں کے فرزند سردار خان تھے کمال الدین خان کی رحلت کے بعد عرصہ تک یہ زندہ رہی تھیں انکے پاس اکثر شاہ آباد کی شریف بیویاں جو درد مند ہوتی تھیں جا کر کراست فاش کرتی تھیں اور یہ انکی دجوئی کر کے فریاد کی طرف توجہ کرتی تھیں چنانچہ شیخ محمد مدد صاحب کی بہو بھی جب اپنے بیٹے عبدالرزاق کے ظلم سے تنگ آئیں تو نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس آئیں تھیں اس عرصہ میں نواب سردار خان انکے صاحبزادہ بھی انتقال کر چکے تھے مگر یہ تھیں کاغذات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

اکثر معاملات ریاست میں انکی مداخلت تھی بعض کاغذات انکی مہر کے راقم کی نظرت گذرے ہیں اللہ تک انکی حیات کا زمانہ ایک باغ کے بیغامہ سے جو الٹا زحرید ہے ثابت ہوتا ہے۔

منجملہ دیگر کاغذات کے ایک بیغامہ انکے نام کا ناظرین کی آگاہی کیلئے ہم درج کرتے ہیں

## نقل بیغامہ بنام اہلخانہ نواب کمال الدین خان

اقرار معتبر صبح شرعی نمود مخبران باسم و نسب خود ہا ہر یک شیخ غلام معین الدین خان عرف شیخ غلام می الدین و لد شیخ غلام قطب الدین و شیخ قمر الدین و شیخ ظفر الدین و شیخ کریم الدین و مسماۃ نجیب النساء و مسماۃ جان بی بی ابنان و ایات و انشور خان عرف شیخ محمد غوث بن شیخ محمد رضا بن شیخ عبداللہ و مسماۃ رابعہ خانم است بنت حاجی

محمد حسین بن حاجی محمد اسماعیل و مسماة بی بی گلاب بنت شیخ ولی محمد و مسماة بی بی راجی بنت  
شیخ محمد زمان و ولد شیخ محمد داؤد و ذوجه بای و دانشور خان مذکور فی حال صحیح اقرار ہم  
شرعاً بدین وجه کہ منقرین مذکورین مبلغ پانصد روپیہ محمد شاہی جید تمام وزن کہ نصف آن  
دو صد پنجاه روپیہ موصوفہ میشوند از وجه قیمت یک قطعه باغ سچتہ کہ موازی آن  
دو نیم سچتہ زمین سچتہ مع یک دهنہ چاه معہ شجاریا ہاشمرہ و غیرہ شمرہ و محمد دوست بدینحدود  
اربعہ متعینہ ذیل

شمار غرض جناب شال  
آن متصل است باغچہ زندان آن ملی است باغ بھو خان آن لڑق است بیلغ میرا مال شد آن پورست است بشاہ عام  
و بعض بزمن باغ مذکور

بر ذمہ مسماة پیار بی بی و ولد سندرخان بن جلال خان والدہ امارت پناہ محمد سردار خان  
از وجہ رستم خان طلب دہتم آنرا تمام و کمال مبلغ مذکور گرفتہ در تحت و تصرف خود آوردیم  
بن بعد آن سچ حق و دعوی و خصوصتہ بموجبہ من الوجوہ و یسبب من الاسباب  
نیست و نماندہ بنا بر آن اینچند کلمہ بطریق قبض الوصول و جہ بنای محمدودہ مذکورہ را  
نویساینده دادیم کہ ثانیاً حال سنباشد کہ عندا حاجت بکار آید و کان ذلک بمحض تسلیمین  
تقریر فی التاریخ بست و ششم شہر محرم ۱۰۳۵ جلوس والا مطابق سہ سالہ

العبد	العبد	العبد	العبد	العبد
غلام علی الدین ولد عبداللہ	قمر الدین بندہ درگاہ	ظفر الدین بندہ درگاہ	بی بی حیونی بندہ درگاہ	
گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	
حسنت اسد زادی جیلانی	عبد الباقی	درویش محمد	خیبر اللہ	شیخ محمد طاہر

نواب کمال الدین خان کی زرخیز ارضیاں دہلی میں اکثر تھیں منجملہ ان حقیقتوں کے موضع نہرولہ جو نواب دلیر خان نے خرید کیا تھا اور جس کا بیعت نامہ ذکرہ دلیر خان بنی نقل ہو چکا ہے اسکی صورت حال نواب کمال الدین خان نے لکھائی ہے اور اسکی تصدیق باشندگان دہلی سے کرائی ہے جسکی نقل یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔

## نقل صورتحال ہو اعلیٰ۔ بادشاہ عالمگیر

چون کتمان شہادت موجب ثم است

لہذا سوال میکند و گواہی میطلبد کمال الدین خان ابن دلیر خان بن دریا خان ازہر یک مسلمان ذوی الاحترام و مشایخ کبار و عظام و علمائے دین متین از اہل اسلام و زمینداران و سکان و احوالی و موالی موضع نہرولہ معمولہ جو علی دار الخلافہ شاہجہان آباد کہ برہر یک پشیمان روشن و مبہرین است کہ لیکظہ معلومہ احمد واقع است در موضع مذکور و محدود است بدین حدود اربعہ مسطورہ و مشتمل بر جو علی پختہ و خام و چاہ و خانہاء محترفہ

شرف تہذیب جزوہ شمال

آن پیرت است بدوا قلم کنند آن ملوک بلخ سرکار عام شرفہ متصل است بعضی بہ بنڈوڑی آن ملوک بہت بعضی جو علی سید

بابہ اگرین مراد و بعضی قبرستان مام بن سید مرتضیٰ بن سید قطب

کہ حق ملکیت امارت پناہ دلیر خان معزالیہ بموجب خط شہرالی کہ از املاک آہنا خرید بہ بندہ بجنور جماع شہود و عدول و بہر شریعت پناہ قاضی حبیب اللہ قاضی شاہجہان آباد و بہر اقصی القضاۃ شیخ الاسلام قاضی لشکر نظر اثر حضرت ظل ظلیل سجان بہہ نمودند و بہت

در مجلس نقد ہبہ قبول کرد و بموجب آن بر قطعہ مذکور متصرف گشت بر ہر کس ظاہر و باہر  
 است و بر این معنی اطلاع و آگاہی داشتہ باشد اشتہار دے خود ذیل مختصر بنویس  
 یا بنویسانند کہ عند اللہ ما جور و عند الناس مشکور خواہد شد و کان ذلک فی اہل تاریخ  
 احد من عشر رمضان المبارک سنۃ الف و سبع ثمانین من الهجرة النبوت و صلعم  
 گواہ شد گواہ شد

انچہ دہن مسطورست بیان واقعات سنہ ۱۰۸۵ گاد مکند اس ابن موہند اس چودھری وقانونگو  
 رید اس لد مکند اس چودھری وقانونگو دارا خلاق شاہجان آباد

## نواب کمال الدین خان کی وفات

افسوس ہے کہ نواب صاحب مرحوم کی وفات کا سنہ کمین نظر سے نہیں گذرا  
 لیکن انکی حیات کا زمانہ جو کاغذات سے ثابت ہوتا ہے اسکا یہ حساب ہے سنہ ۱۰۸۵  
 عالمگیری مطابق سنہ ۱۰۸۵ ہجری میں وہ اورنگزیب کی طرف سے شاہزادہ محمد معظم کی  
 خدمت میں کسی ہم کے لیے لاہور بھیجے گئے ہیں جسکا فرمان آج تک موجود ہے اور  
 وہ اوپر درج ہو چکا ہے اور سنہ ۱۰۸۵ ہجری تک اوںکی زندگی تاریخ اخبار مجبکہ ثابت ہوتی  
 ہے کیونکہ اس سنہ میں وہ عالمگیری بادشاہ کے انتقال کے بعد جو باہمی شہزاد و نہیں  
 تخت کے لیے جھگڑا ہوا تھا شریک و موجود تھے اسکے علاوہ سنہ ۱۰۸۵ ہجری تک بڑی  
 ڈیوڑھی کے کاغذات سے بھی انکی حیات پائی جاتی ہے چنانچہ سنہ ۱۰۸۵ ہجری میں انکی  
 جانب سے محمد لاہور کو خدمت امانت و فوجداری کی دیکھی ہے اور ۳۱ طرح ۱۰۸۵  
 میں بازار دلیر گنج کی چودھرایت کی سند محمد حسین خان عقیل کو دیکھی ہے اور ایک حکمنامہ

محمد مبارک کے نام چوبیس بیگہ اراضی کلیر محمد کو سر اسے راتک میں عنایت ہوئی ہے اسکے متعلق موجود ہے اور وہ نواب صاحب کا دستخطی مہر شدہ حکمانہ راقم کی نظر سے گزرا ہے غرض کہ ان کاغذات سے سلسلہ تک انکی زندگی ثابت ہوتی ہے لیکن اسکے بعد کا کوئی کاغذ جو انکی مہر کا ہو خاکسار کی نظر سے نہیں گذرا بلکہ ۲۵ھ ہجری میں انکے صاحبزادہ محمد سردار خان کی مہر کے کاغذات دیکھے جاتے ہیں اسلیے ثابت ہوتا ہے کہ نواب کمال الدین خان نے ۲۵ھ ہجری کے آخر زمانہ میں یا ۲۵ھ کے شروع زمانہ میں انتقال فرمایا ہے کیونکہ کسی رئیس کا کوئی بیٹا اپنے باپ کی حیات میں اپنی مہر میں بادشاہ کا خانہ زاد ہونا نہیں تحریر کرتا ہے ۲۳ ذیقعدہ ۲۵ھ کو ایک تملیک نامہ ایک مکان کا سید احمد صاحب گیلانی نے اور ایک اقرار نامہ اونکے صاحبزادہ سید محمد صالح صاحب نے اپنی والدہ یعنی گل بیگم صاحبہ کے نام تحریر کیا ہے اوسمیں گل بیگم صاحبہ بنت کمال الدین خان مرحوم تحریر کیا ہے جس سے اچھی طرح تحقیق ہو گیا کہ وہ ۲۵ھ ہجری تک زندہ تھے اور اسکے بعد انکا انتقال ہو گیا ہے

## نواب کمال الدین خان کی اولاد

نواب صاحب کی اولاد میں محمد سردار خان اور ایک صاحبزادی گل بیگم صاحبہ توالا اتفاق ثابت ہیں لیکن بعض کو فرزندوں اور انکے ناموں میں اختلاف ہے نہال الدین جلال الدین خان کے متعلق بعض کہتے ہیں کہ یہ لا اولد فوت ہو گئے اسبوجہ سے انکا نام بعد کمال الدین خان کے جائداد وغیرہ میں نہیں لکھا گیا مگر موضع اترچی پر گرنہ پالی کے بیعتنامہ میں جو ۲۵ھ ہجری کو انکے کارندہ نور محمد کے ذریعہ سے تحریر ہوا ہے میں



جمال الدین خان خلعت نواب کمال الدین خان لکھا ہوا ہے دوسرے بازار جمال خان  
 بھی انکے نام سے آباد ہوئی ہے جس سے انکا نواب صاحب موصوف کی اولاد میں  
 ہونا پایا جاتا ہے کیونکہ جب تک یہ خانزادہ نہوتے تو معمولی خفیل و خانہ زاد کی طرف  
 سے بازار بسانا اور پھر چودھرایت کا دیا جانا اعلیٰ میں نہ آتا سیطرح نہال الدین خان کے  
 نام سے نہال گنج آباد ہونیکا معاملہ ہے اس سے نہال الدین خان کا رئیس زادہ ہونا بھی  
 ظاہر ہوتا ہے جس طرح کہ سردار گنج نواب سردار خان کے نام سے اور سعادت گنج  
 نواب سعادت خان کے نام سے آباد ہوئے اسی طرح بازار جمال خان خلعت جمال الدین خان  
 کے نام سے اور نہال گنج نہال الدین خان کے نام سے بسے گئے ہوں اور یہ بھی  
 ممکن ہے کہ نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی میں کوئی مقرب خانہ زاد اسنام کے  
 ہوں واللہ اعلم ایک جمال نام خفیل بھی جسکے متعلق چودھرایت گنج و بازار کی ہے  
 کاغذات میں پایا جاتا ہے اور ایک کاغذ میں جمال الدین ولد حسین خا خفیل کا نام  
 بھی تحریر ہے جسکی اہلیہ محمد معروف کی دختر تھی اور اسکے اہلیہ کے نام عسکے ارضی  
 کا معانی نام بھی محمد سردار خان کی طرف سے تحریر ہوا ہے بعض کاغذات میں محمد یار خان  
 بھی کمال الدین خان کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں تو انکا حسی دوسری دختر کا نام خیر النساء ہے

## نواب کمال الدین خان کا مقبرہ معروف بہ قدم رسول

نواب صاحب نے اپنا مقبرہ جسو جگہ پر کہ سر لے بنوائی تھی تعمیر کرایا تھا اسی کے  
 قریب محلہ والدہ جو انکی والدہ ماجدہ کی ذات سے منسوب ہے آباد کیا گیا تھا  
 اب یہ مقبرہ شفا خانہ سرکاری کے محاذ میں پچھم کی طرف لب سڑک واقع ہے

چونکہ کمال الدین خان کی قبر پر بجائے تعوید کے قدم رسول مقبول صلعم کا نصب ہے  
 اسوجہ سے یہ مقبرہ قدم رسول کے نام سے مشہور ہے اس مقبرہ کی عمارت بہت  
 خوشنما ہے چار دیواری کے وسط میں ایک کرسی دارچوب ترہ پر مقبرہ بنایا گیا اور گنبد  
 قائم کیا گیا ہے اسکے ارد گرد درآئیں ہیں اور درمیان والے حصہ میں خاص مزار  
 ہے جسکی دیوار وینن جالیان اور دروازے لگے ہوئے ہیں کچھ کی طرف اسکے  
 مسجد ہے مقبرہ کے اطراف میں باغ نصب تھا تیس برس پیشتر اس مقبرہ کی حالت  
 بہت اچھی تھی حاجی محمد امین خان صاحب حاجی محمد حسین خان صاحب اختیار پوری نے  
 بڑی دیوڑھی سے لیکر اسکی صفائی و درستی کرائی تھی اور بہت اسپر توجہ رکھتے تھے  
 از سر نو باغ نصب کرایا تھا مسجد و مقبرہ کے ہرے بھرے باغ میں ہر سال ربیع الاول  
 میں مجالس میلاد شریف کی منعقد ہو کر تین تین اندرون احاطہ کے مسجد بھی آباد تھی مگر  
 اب کئی سال سے اسکی حالت قابل توجہ ہو گئی ہے کئی جانب سے مقبرہ کی عمارت  
 کے گوشہ ٹوٹ چکے ہیں ایک بے تمیز کاشتکار نے اسکے ستونوں سے جانور باندھ کر  
 کثافت وغیرہ سے ضمن کو خراب کیا تھا افسوس کہ جس مقبرہ کی خاک اہل نظر اور  
 صاحب رادت کے لیے کل ابجواہر سے زیادہ رتبہ رکھتی تھی اور وہ جگہ کہ جہان محبوب  
 خدا کا قدم جو کائنات کا سرتاج ہو موجود ہو ایسی عدم توجہی سے ڈال رکھا جائے نہایت  
 بے ادبی و بد نصیبی کی بات ہے۔ اس قدم مبارک کے آئینہ شاہ آباد میں یہ قصہ ہے  
 کہ جب نواب کمال الدین خان سے کوئی بڑی مهم سر ہوئی تو بادشاہ نے خوش ہو کر کہتا  
 کہ جو مانگو گے وہ پاؤ گے اسمو ق پر نواب صاحب نے بادشاہ عالمگیر سے عرض کیا  
 کہ سامان دنیا تو حضور کی بدولت سب حاصل ہے مگر اب عالم آخرت اور بادشاہ

دین میں سرخروئی حاصل کرنا چاہتا ہوں قدم حضور سرور عالم صلعم جو ملک عرب سے آیا ہے اسکے پانکی آرزو رکھتا ہوں چنانچہ حسب التماس اس کے وہ انکی تمنا پوری کی گئی اور قدم مبارک مرحمت فرمایا گیا کمال الدین خان یہ نعمت عظمیٰ اور دولت کبرے حاصل کر کے با وضو اپنے سر پر رکھ کر ہاتھی پر سوار ہوئے اور نہایت ادب سے شاہ آباد لائے یہاں اکر اپنی اولاد کو وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں اور میری نعش قبر میں دفن ہو تو یہ قدم پاک میری قبر پر سینہ کے محاذ چسپان کیا جائے تاکہ خدا کے روبرو میرے لیے ذریعہ نجات ہو۔

اس موقع پر دو باتیں قابل الذکر ہیں اول یہ کہ قدم مبارک کے وجود کے متعلق کچھ کتب صحیحہ میں اسناد بھی مرقوم ہیں یا نہیں دوسرے یہ کہ کتب مستندین روایات صحیحہ ثقہ راویوں سے اگر منقول ہیں تو یہ قدم مبارک جو شاہ آباد میں موجود ہے اصل ہے یا نہیں اور اگر اصلی ہے تو اسکی عظمت اور تعظیم سے کیوں نہ برکت حاصل کی جائے امر اول کے متعلق تو متکلمین و محققین نے تو اتر کے ساتھ مفصل طور پر بحث کی ہے اور اسکے وجود کو احسن طور پر ثابت کیا ہے کہ حضور سرور عالم کا یہ معجزہ تھا کہ پائے مبارک کے نیچے پتھر مثل موم کے نرم ہو جاتا تھا اس بارہ میں مولوی عبدالحکیم صاحب ہلوی نے جو مولوی عبد الرحیم صاحب کے فرزند اور مولانا قاسم صاحب کے شاگرد اور نبیرہ تھے ایک رسالہ ہدیۃ المحرمین عربی و اردو میں تصنیف کیا ہے اور اس پر علماء حرمین یعنی مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کی مہرین ثبت ہیں اسکے علاوہ راقم نے اور مستند کتب و مہاجرین حرمین شریفین سے بذات خاص بھی ثبوت فراہم کیا ہے۔

شفا و قاضی میں ہے کہ لم یوت نبی معجزۃ الا عند نبینا مثلھا و ما ہوا بلغ منھا الخ

یعنی کسی نبی کو ایسا کوئی معجزہ نہیں عطا کیا گیا مگر وہ معجزہ یا اس سے زائد ہمارے نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت کیا گیا ہو قرآن شریف میں خود خداوند کریم حضرت ابراہیم  
خلیل اللہ کے قدم مبارک کے متعلق کہ امکان نشان سخت پتھر پر نگلیا تھا ارشاد فرماتا ہے  
تو حضرت سرور کائنات کے قدم کے نقش پتھر پر بنانا بقاعدہ کلیہ ثابت ہے اور یہ بات  
آپ کی ذات کے لیے کوئی بڑی فضیلت کی نہیں آپ تو سید المرسلین و افضل الخلق  
ہیں جملہ خلائق پر تمام صفات میں خداوند کریم نے آپ کو فوقیت بخشی ہے اس سے بڑھا  
ہو آسمان پر شوق اہم کا معجزہ آپ سے طور میں آیا ہے تو پتھر پتھر کا نرم ہو جانا آپ کے  
پاؤں مبارک کے نیچے کون بڑی حیرت کی بات ہے جلال الدین سیوطی نے اپنی  
کتاب انوار اللیب فی خصایص المجیب میں اپنے استاد و صنف سیرت شامی سے  
لکھا ہے کہ جب جناب رسالت پتھر پر چلتے تھے تو نقش و نشان قدم مبارک کے  
اوپر تجاوتے تھے اور نظم الدین مرزا جان برکی نے اس بارہ میں یہ تحریر کیا ہے کہ جب  
آنحضرت پتھر پر چلتے تھے تو ضرور اس پر اثر ہو جاتا تھا اور حافظ عبد اللہ دمشقی نے مولود اللہ  
میں اس امر کو باین عبارت نقل کیا ہے کہ حضرت کے قدم کے نقش کا معجزہ محکو نہایت  
شہرت کے ساتھ پونچھتا ہے شاید منکر معجزہ نے کتب سیر کو نہیں دیکھا۔ اور محمد عبد الغفریہ  
خلال نے قائم قرطبی کی تصدیق سے بیان کیا ہے کہ پتھر پر نقش قدم کا معجزہ بالتحقیق  
ثابت ہے اور اسکو تمام محققین نے اپنی اپنی تصنیفات میں ثبوت راویوں سے نقل کیا  
ہے جو لوگ اس معجزہ پر اعتراض کرتے ہیں وہ جاہل ہیں اور یہ امر ان کی جہالت و  
ناواقفیت پر دلالت کرتا ہے ابن جوزی نے اپنی کتاب مولدین تحریر فرمایا ہے  
کہ آنحضرت سے یہ معجزے ظاہر ہوئے ہیں کہ چاند آپ کے اشارے سے دو ٹکڑے ہو گیا

پتھر نے آپ کی رسالت کی تصدیق کی کلمہ پڑھا ہے اور درخت آپ کے رو برو ویا ہے  
 اور ہرن نے آپ کو سلام کیا ہے اور جسوقت آپ زمین پر چلتے تھے تو آپ کا سایہ سپر  
 نہیں پڑتا تھا اور ریت میں آپ کے پائے مبارک کا نشان نہیں بنتا تھا اور سخت پتھر  
 آپ کے قدم کے نیچے نرم ہو جاتا تھا اور اونچین مصنف ابن جوزی جو سنی دوسری جنگ  
 کتاب الوفا میں حافظ ابو نعیم کے حوالہ سے رقم کیا ہے کہ جب رسول خدا صلیم فارح را میں  
 داخل ہوئے اور اپنے اپنے سر مبارک کو پہاڑ کی طرف مائل کیا تاکہ آپ کی صورت اس  
 میں چھپ جائے پس نرم کر دیا حقیقتاً نے پہاڑ کو یہاں تک کہ داخل کیا آنحضرت  
 نے اپنے سر مبارک کو اور آرام کیا آپ نے جس طرف دل چاہا اور نشان ہو گیا اس پہاڑ  
 کے پتھر میں آپ کی کلائی اور کئی مبارک کا چنانچہ حاجی لوگ آج تک اسکی زیارت  
 کرتے ہیں اور سیطرح بیت المقدس کا پتھر خمیر آنے کی طرح ملائم ہو گیا تھا اور وہ جگہ پر  
 شب معراج میں آپ کے براق کو باندھا گیا تھا اور آج تک اس تبرک مقام کو تلاش  
 کر کے زیارت کرتے ہیں۔ انسان العیون میں علی برہان الدین نے مرقوم کیا ہے کہ  
 شب معراج کو صخرہ مقدس جو بڑا پتھر کہ ہوا میں معلق ہے اوپر آنحضرت کے قدم شریف  
 کا اثر بن گیا تھا اور مشہور ہے کہ شب معراج میں حضرت صخرہ شریف پر سے آسمان کو نظر  
 لیگئے تھے اور مصنف کتاب فتح المتعال نے تحریر کیا ہے کہ مصر میں سلطان ابی نصر محمود  
 مرحوم کی قبر پر مینے ایک پتھر دیکھا ہے حسین آنحضرت کے قدم مبارک کا نشان ہے  
 جسکی لوگ زیارت کرتے ہیں اور وہ نہایت مشہور قدم مبارک ہے اور پروردگار  
 نے یہ خاص اپنے حبیب پر عنایت کی ہے کہ پتھر کی سختی سے آپ کے پائے مبارک  
 کی نرمی کو تکلیف نہ واسلیے وہ نرم ہو جایا کرتا تھا۔ ابو شجاع مالکی بلخی نے تفسیر درمکن میں

آیت۔ و تخذ من مقام ابراہیم مصلیٰ تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے قدموں کے نیچے بھی تھہر نہیں آئیے مثلاً نرم ہو گیا ہے اور اوسپر اونکے قدم مبارک بنگئے ہیں ایجا رجب حضرت ابراہیم خلیل اللہ خانہ کعبہ بنانے کے لیے کھڑے ہوئے تھے اور دوسری بار جسوقت حضرت اسماعیل علیہ السلام کی منکوحہ نے بیٹھے آپ کی بہو نے آپ کا سر دھلایا ہے اور اسید طرح جسوقت آپ نے لوگوں کو حج کے لیے آواز دی تھی تو آپ کے پاس اقدس کے نیچے تھہر نرم ہو گیا تھا اور انپر نشان منقوش ہو گئے تھے۔ ایسے ہی حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ آلہ و صحابہ وسلم کے قدم مبارک کے نقش بار ہا تھہر پر بنگئے ہیں بعض اوقات دونوں قدموں کے نقش معہ نعلین شریف کے منقوش ہوئے ہیں اور بعض وقت آپ کے برہنہ پائی کے نشان بھی بنگئے ہیں بلکہ آپ کے حجر کے سم کا نشان بھی تھہر پر بنگیا ہے اور کفار کے ہاتھ جس طرح کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے نقش قدم نہ مل سکے اس طرح وہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو بھی نہ مل سکے جسوقت کہ شب معراج میں آپ براق پر سوار ہوئے ہیں اسوقت بھی آپ کا قدم تھہر پر بنگیا ہے۔ علماء کا ملین نے اپنی اپنی تصنیفات میں برابر اس معجزہ کو تحریر کیا ہے ان علماء سے بعض کے نام نامی ہم اس جگہ پر تحریر کرتے ہیں۔ امام ابی سلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطائی۔ محمد بن مالکی۔ اسحاق بن ابراہیم معاویہ بن صالح۔ ثعلبی طرطوسی۔ بیہقی۔ ابونعیم وغیرہ۔ امام غزالی کوئی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں اور امام ابراہیم نخعی اور شرف الدین ابو عبد اللہ فاضل نے قصیدہ ہمزہ میں یہ معجزہ لکھا ہے اور عبد الرحمن صفوری نے کتاب تربت میں قصیدہ جسکا ایک شعر یہ ہے۔ هذا الذي انشأ في الرمل الاثر + يرى له و يرى في الصخر والجبل

یعنی یہ وہ نبی ہے کہ اگر چلتا تھا ریت میں تو اسکے پائے اقدس کا اثر نہیں نظر آتا تھا اور اسکے پائے مبارک کا نقش پتھر اور پہاڑ پر دکھایا جاتا تھا۔ اسکو حافظ حسن دیار بکر حبیب الخمس نے احوال نفس نفیس میں تحریر کیا ہے

یعنی یہ پر آپ کے قدم مبارک کا نشان نہیں بنتا تھا اور پتھر آپ کے قدموں کے نیچے نرم ہو جاتا تھا۔

اس زمانہ کے علما نے بھی قدم شریف کے وجود کو دلائل عقلی اور شواہد نقلی سے ثابت کیا ہے منجملہ ان کے مولانا فرید الدین صاحب مرحوم شہید واعظ جامع مسجد دہلی نے اپنی کتاب سیف المسلول علی انکار اثر قدم الرسول میں جو تردید میں مولوی ندیر حسین صاحب دہلوی غیر مقلد کی کتاب دلیل الحکم فی نفی اثر القدم کے لکھی ہے اس معجزہ کو بیان کیا ہے اور مولوی کریم اللہ صاحب محدث نے بھی ایک رسالہ لکھا ہے اور مولوی فضل رسول صاحب و مولوی حسن الزما ن صاحب نے قول المستحسن میں اور مولوی عبدالرحمن صاحب اور مولانا حاجی قاسم صاحب نے بھی تصنیفات اسکے متعلق تحریر فرمائی ہیں جو قدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دہلی میں خواجہ باقی باللہ کے مزار کے قریب شہزادہ فتح خان ابن فیروز شاہ کی قبور کے ساتھ میں بادشاہ موصوف نے لگایا ہے اسکے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ایک رسالہ لکھا ہے۔

جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ بعض اکابر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقلین کے نقشے بنا کر تعظیم دی ہے اور ان سے فوائد و برکات حاصل کیے ہیں۔ خوش نصیبان اشخاص کے کہ جو چیز آپ کی ذات سے منسوب ہو او سکوا جب تعظیم سمجھیں اور اس سے سعادت حاصل کریں اور جس مقام پر کہ آپ کے آثار اور قدم مبارک کے انوار ہوں

اس سے برکت حاصل کریں اور وہ مقام کہ جس جگہ پر آپ کا قدم مبارک ہو گا ہمیشہ مضبوط  
انوار الہی رہے گا اور اہل ارادت اُس جگہ پر حبیہ سانی کرتے رہیں گے جس کے متعلق حافظ  
شیرازی فرماتے ہیں :-

برزنیہ کی نشان کھت پائے تو بود بندہ سالما سجدہ صاحب نظر آن خواہ بود  
راقم نے مکہ معظمہ کو جو عریضہ اس امر کی تحقیق کے لیے مکرمی مولانا مولوی فضل حق صاحب  
ماہر کج خدمت میں لکھا تھا اُس کے جواب میں مولانا نے ۲۱ ربیع الثانی سنہ ۱۳۲۷ ہجری کو  
یہ تحریر فرمایا کہ عربین شریفین کی ساری زمین مقدس قدم رسول ہے وفاق لہذا صلح  
کی ایک مکان کی دیوار میں ایک پتھر بشکل زبان گاؤ کے نصب تھا اس کو حجر متکلم کہتے  
تھے ہلکی روایت یوں مشہور ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اقدس سرور عالم حرم  
شریف تشریف لیے جاتے تھے ایک شخص ملاو سے عرض کیا کہ نماز ہو گئی آپ فوس  
کی حالت میں کہنی نیک کر کھڑے ہو گئے اور اس حجر میں نشان ہو گیا فقیر نے بھی اس کو  
دیکھا تھا اس پتھر نے عرض کیا کہ یہ شیطان ہے صحابہ سب حرم شریف میں حضور کے  
منظر میں گمروہ پتھر شاد ایران نے شریف مکہ کو جکا نام سید محمد عون تھا ہزار بار اشرافین دیکر  
منگو الیسا۔

اسی طرح راقم الحروف نے مدینہ منورہ کو نشی محمد رکن عالم صاحب تحصیلدار و ماہر کج خدمت  
میں اس کے متعلق عریضہ بھیجا تھا جس کے جواب میں ماہر صاحب نے مدینہ منورہ کے مستند  
حضرات سے حالات تحقیق کر کے جواب سے سرفراز فرمایا ہے اور وہ مضمون یہ ہے کہ  
یہاں ایک مسجد ہے وہاں آپ کی سواری کا جو پتھر تھا اُس کے سم کا نشان موجود ہے  
قدم مبارک یہاں تو اب کوئی نر باسلف میں موجود ہوتا ممکن ہے کہ جب کو صاحب اقدس



لوگ تبرکاً جا بجالے گئے۔ مکہ معظمہ میں مقام ابراہیم ہے وہاں حضرت ابراہیم کے قدم کا نشان ہے حج کے زمانہ میں وہ کھولا جاتا ہے اور زوار و حاجی زیارت کرتے ہیں اور اب زمزم اوسین بکھر کر پیتے ہیں اور اپنے ساتھ دور دراز مقام کو لیجا تے ہیں امام فخر الدین رازی نثر الجواہر میں تحریر فرماتے ہیں (کہ چون بر سنگ میرفت می پذیرت سنگ اثر قدم مبارک آن سرور) اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب مدارج النبوة میں لکھتے ہیں (کہ از انجلا است کہ چون بر سنگ میرفت فرد میرفت ہر دو پائے او در ان) کتاب المعجزات میں ہے کہ حضرت رسالت پناہ تھمر چوب چلتے تھے تو آپ کے قدموں کے تحت میں نشان نجات تھے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کو غار حرا میں جانے کے وقت آپ کے قدم کے نشانات تھمر پر بن گئے جس طرح کہ گیلی مٹی پر چلنے سے نشان نجات ہن پس نبی رسول اللہ صلم سے عرض کیا کہ کفار آپ کے قدموں کے نشان پہچان کر ہم لوگوں کو دیکھ لیں گے آپ نے فرمایا تم انکو محو کرتے جاؤ پس اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اونھیں محو کر دیا۔

ابن حجر عسقلانی شایع صحیح بخاری نے فتح الباری میں اور حافظ الزہیری نے خصایصہ میں لکھا ہے کہ لوہا تو آگ سے بھی نرم ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تھمر کو نرم کر دیا جو نہ آگ سے اور نہ کسی دوسری شے سے نرم ہوتا ہے مصنف فتح المتعال رقم ازہین کہ میں اس قبہ میں جو زمزم کے پیچھے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم کے نشان کو دیکھا لوگ کہتے تھے کہ وہ آپ کے قدم مبارک کا نقش ہے غرض کہ علمائے متقدمین و متاخرین سبکی زبانوں سے یہ مشہور معجزہ

بیان میں آچکا ہے۔ اہل علم و ایمان نے انقباضِ قلب میں شریفِ علم کی سلطانِ علم کے خزانہ طیفین جوگی کو اپنی زبان پر کیا ہے جس کا یہ قدم پاک ہے اس کے مراتب بھی تمام عالم میں روشن ہیں جس کے متعلق حدیث قدسی ہے کہ لو کہ محمد لما اظهرت بوبقی یعنی ارشاد باری ہے کہ اگر نہ ہوتا تو اسے محمد صلعم تو نہ ظاہر کرتا میں اپنی الوہیت کو اس حدیث کو حاکم نے نقل کیا ہے اور دوسری حدیث قدسی یہ ہے ما خلقت خلقا الا کریم منک خلقت الذی باواہل الا کریم منک و منزلتک عندی الا انما خلقت الذی یعنی فرمایا تھقلے نے نہیں پیدا کیا میں نے کسی کو مخلوقات سے بزرگتر تجھ سے بجز اپنے اور البتہ پیدا کیا جو دنیا اور اوسین ہے تاکہ پہچانیں اور معلوم کر اوں او کو بزرگی اور مرتبہ تیرا کہ جو میرے نزدیک ہے اور اگر نہ ہوتا تو بیشک میں نہ پیدا کرتا دنیا کو روایت کیا اسکو ابن عساکر نے اور اسباردین ایک یہ حدیث ہے ان الله قد خلق الله الدنيا فانا انظر اليها وما هو كائن فيها الى يوم القيمة فكيف انظر الى كفى یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشک حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے دنیا کو پیدا کیا میں دیکھتا ہوں دنیا کو اور جو کچھ اوسین ہونیوالا ہے قیامت تک اور میں اس طرح دیکھتا ہوں جیسے کہ بتیلی دیکھتا ہوں اس حدیث کو طبرانی نے نقل کیا ہے اور مواہب میں بھی اسکا ذکر آیا ہے اور مشکوٰۃ شریف میں وہ حدیث کہ جسمین فعلت واقع ہوا یعنی جو کچھ آسمانوں و زمینوں میں ہے وہ سب جانا میں نے اور یہ حدیث ابو ذر سے مواہب میں منقول ہے قال ابو ذر لقد مات رسول الله صلعم ما يحرك الا طائير جناحيه فلما سمع الاكر من علماء یعنی کہا ابو ذر صحابی نے کہ عالم میں پرندہ تک جو پر ہلاتا ہے اس کے ذکر کو بھی آنحضرت صلعم نے نہیں چھوڑا کہ بیان نہ کیا ہوا زورے علم کے اور خداوند کریم نے آپ کو خبردار کیا ہے اس سے زیادہ اور القا کیا۔

حضرت کو علم اولین و آخرین کا روایت ہے عبد اللہ بن عمر سے ترمذی میں کہ ایک روز آنحضرت سرور عالم دو تھانہ سے باہر تشریف لائے ہم سب حاضر تھے آپ کے دست مبارک میں دو کتابیں تھیں آپ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ یہ کون کتابیں ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہکونین معلوم آپ خبر دین پس ارشاد کیا آنحضرت نے کہ جو کتاب میرے سیدھے ہاتھ میں ہے یہ کتاب منجانب الباقین کے ہے اس میں نام جنتیوں کے ہیں اور ان کے باپ دادا اور قبائل کے اور پھر اس بیان کو مکمل رکھا اور فرمایا کہ دوسری کتاب میں دوزخیوں کے نام ہیں اور ان کے باپ دادا کے اور اس بیان کی بھی اس سے زیادہ صراحت نہیں فرمائی اور دوسروں کا کچھ حال نہیں ارشاد کیا جنتی اور دوزخی لوگ اس سے زیادہ ہونگے نہ کم۔ اور خطیب قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں لکھا ہے کہ زیارت کرنا والے اشخاص کو حضرت سرور عالم اس طرح دیکھتے ہیں کہ گویا آپ کے روبرو وہ کھڑے ہیں اور حضرت کا دیکھنا سنا اب بھی ایسا ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اور سر مو فرق نہیں اس سے۔ حافظ سیوطی نے کتاب تنویر میں لکھا ہے کہ آنحضرت زندہ ہیں بدن اور روح کے ساتھ تصرف اور سیر کرتے ہیں عالم ملکوت اور زمین کے کناروں میں اور اسی ہیئت اور شکل کے ساتھ ہیں جیسے کہ زندگی میں تھے آپ وفات سے پہلے اور کوئی چیز نہ تبدیل ہوئی آپ کی ذات مبارک سے اور کل اختیار دیا گیا ہے انکو حق تعالیٰ کی طرف سے قبر سے نکلنے کا اور عالم علوی و سفلی میں تصرف کرنے کا اور اس بارہ میں خود حدیث شریف موجود ہے الانبیاء احياء فی قبورہم و یصلون یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انبیاء زندہ ہیں اپنی قبروں میں اور نمازین پڑھتے ہیں اور دوسری حدیث ہے

حرم اللہ علی لاکھن ان تاکل جسادہ لکھن یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا اللہ نے بین  
 پر انبیاء کے بدن کھانے کو کتاب حیات الانبیاء میں بھیقی نے اور اصیبا میں نے ترغیب  
 میں انس رضی اللہ عنہ سے کہ فرمایا آنحضرت نے جو کوئی مجھ پر جمعہ کے دن یا رات میں  
 درود شریف پڑھتا ہے وہ میرے روبرو دہیہ پیش کیا جاتا ہے اور میرا علم بعد وفات  
 کے بھی اسی طرح ہے جیسا کہ زندگی میں تھا اخبار مدنیہ اور دلائل النبوة میں ابو نعیم نے  
 سعید بن مسیب سے روایت کیا ہے کہ زمانہ یزید میں جب بے حرمتی اہل مدینہ کی  
 کی گئی ہے اور کوئی شخص وہاں اس وقت میں نہیں رہا تھا جب نماز کا وقت آتا اور یہ  
 صحابی نماز پڑھتے تو قبر نبوی سے تکبیر و اذان کی آواز آتی تھی اور ابن حجر نے شرح  
 ہمزہ میں لکھا ہے کہ عدم سے ملک ہستی کی طرف آتا ہے وہ حقائق آنحضرت کے  
 واسطے سے بھیجتا ہے اور آپ ہی کے وسیلہ سے پہنچتا ہے خواہ وہ علوم و معارف  
 ہوں یا رزق کی تقسیم ہو جو اہل نظم میں ہے کہ آنحضرت خلیفہ بن اللہ کی طرف سے روئے  
 زمین کے اور آخرت میں شفیع کیے گئے ہیں چنانچہ حشر کے دن مقام محمود آپ کو شفاعت  
 کے لیے عنایت کیا جائیگا اور خداوند تعالیٰ کے روبرو آپ کرسی پر تشریف فرما  
 ہونگے آنحضرت نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے خود اس بارہ میں ارشاد فرمایا تھا  
 اور فضیلت آپ کی قیامت کے دن مسلم ہے کہ اناسید ولد آدم يوم القيامة  
 یعنی میں سرور ہوں اولاد آدم کا روز قیامت کے اور خود حق تعالیٰ قرآن مجید میں آپ کی  
 شان میں فرماتا ہے وسوف يعطيك ربك فترضى یعنی قیامت کے دن خدا تادیکار  
 کہ تو راضی ہو جاوے گا وسوف يعطيك ربك فترضى یعنی قیامت کے دن خدا تادیکار  
 تجھ کو قیامت کے دن تیرا رب مقام محمود میں ولكن رسول الله وخاتم الانبياء

یعنی آپ اللہ کے رسول اور خاتم الانبیاء میں حافظ عبد اللہ نے مصباح الظلام میں لکھا ہے کہ ایک بدو آپ کی وفات کے تین دن کے بعد قبر شریف پر آیا اور ایک مٹی خاک قبر سے بھر کر اپنے سر پر ڈالی اور کتا کہ یا رسول اللہ ظلم کیا میں نے اپنی جان پر آپ کے حضور میں آیا ہوں کہ میری بخشش خدا سے طلب کرو پس قبر شریف سے آواز آئی کہ مقرر بخشید یا تجھ کو اللہ تعالیٰ نے۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی نے کیا خوب فرمایا ہے بِمَا صَاحِبُ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرِ مِنْ وَجْهِكَ الْمُبْتَغَى لَقَدْ نَوَّارًا لِقَمَرٍ لَا يُمْكِنُ الشَّمْسُ كَمَا كَانَ حَقَّهُ بَعْدَ زُخْرُفِ تَوْنِي قَصَّةٍ مُخْتَصِرٍ۔

غرض کہ بیان مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ آپ بزرگترین مخلوقات سے ہیں جس نبی کے یہ فضائل ہوں اسکے قدم مبارک سے کیونکر نہ انوار و برکات حاصل ہوں اور اسکے پلے مبارک کے نیچے پتھر کا نرم ہو جانا کون بڑی بات ہے۔

رہی دوسری بات کہ شاہ آباد میں قدم مبارک صلی ہے یا نہیں یہ بات صاف ظاہر ہے کہ اصلی و نقلی قدم مبارک کی ہیئت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جو حضور میں کچھ قدم مبارک کی زیارت کر گیا اور کسکو صاف روشن ہو جائیگا کہ اس میں ذرہ بجز قدرتی طور پر نقش ہو نیکی دستی تصرف نہیں ہے اگر یہ اصل تھا تو عالمگیر سا شمع بعلم بادشاہ اسکو اتنا عزیز کیوں رکھتا اور کمال الدین خان سے واقفکار بلا اسناد اپنے سر پر لٹکھ کر دلی سے کیوں لاتے اور بعد موت کے اپنے سینہ پر چسپان کر لینی وصیت کیوں کر جلتے راقم سے ایک استیاز با اوقات صاحب نے بیان کیا ہے کہ ایک نیک رگ صاحب کشف نے اس مقبرہ کے اندر کشف القبور کا مراقبہ کیا تھا وہ کہتے تھے کہ

کمال الدین خان کی روحانیت پر رحمت الہی کے انوار برستے ہیں اور عالم آخرت میں انکو درجہ اپنے باپ سے بلند ملا ہے اور یہ سب صدقہ حضرت سرور عالم کے قدم مبارک کا جزو جب لائل قوی سے اس قدم شریف کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو اسکی تعظیم و توقیر نہ کرنا کیسی محرومی ہے۔ صاحبان ارادت کو توجہ چاہیے اور اسکی زیارت سے ہمیشہ فیض حاصل کرنا چاہیے۔ اب اس مقبرہ کی شکستگی زبان حال سے یہ امر ظاہر کر رہی ہے کہ کوئی دیندار فیاض امیر اپنی عالیٰ محنتی سے میری مرمت کرا کے دوبارہ رسول اللہ میں خیر حاصل کرے اگر وہ دنیا میں میری درستی کرائیگا تو اسکے صلیب خداوند کریم اجر عظیم اسکو عنایت کرے گا۔ طالبان صادق اس دائمی حسنت کا حصہ ضرور حاصل کریں اور اس خدائی خزانہ سے ابد الابد کے لیے دولت دارین پائیکے ضرور کوشش کریں۔

## نواب لیر خان نواب کمال الدین خان کی ڈیوڑھی کے اہلکار

نواب صاحب کی ڈیوڑھی بالکل شاہی ڈیوڑھی کے نمونہ کی تھی ہر ایک مدد کا باقاعدہ علیحدہ محکمہ تھا خواجہ سرائہ و قرائشا۔ صیفہ جاگیر۔ صیفہ فوج۔ ہر ایک جداگانہ تھا اونکے اہلکاروں کے نام بعض کاغذات میں پائے جاتے ہیں جو تحریر کیے جاتے ہیں۔ خواجہ سرانہایت خوشحال و دیندار تھے ہر ایک نے اپنی اپنی یادگارین چھوڑیں ہیں چنانچہ چودہ کنوئین سات مسجدیں شاہ آباد میں باشندگان قصبہ کی آرام کے لیے انہوں نے بنوائی ہیں ایک کا نام خواجہ اقبال ہے جنہوں نے ایک مسجد لب سڑک بازار چار شنبین مع پختہ کنوئین اور حجرہ کے تعمیر کرائی جو چہر سال تعمیر ہو کاندہ ہو رہا ہے۔ امیرائے خدا مستند گاہ ÷ خواجہ اقبال ساخت مسجد چاہ

دوسرے کا نام خواجہ الماس ہے اونھوں نے ایک مسجد زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب مرحوم کے بنوائی ہے جسکی پیشانی کے چھر پر یہ کندہ ہے۔

یہ الفت و نود نہ خود کرد اس اس	براہ خیر مسجد خواجہ الماس
--------------------------------	---------------------------

تیسرے کا نام خواجہ بلند ہے اسنے ایک مسجد و کنواں و حجرہ لب سڑک بازار سدرال گنج میں بنوائی ہے جو اب تعلقدار باسط نگر کے قبضہ میں ہے اور اسی علاقہ کے رئیسوں کی قبریں بھی اس میں موجود ہیں اس پر یہ تاریخ کندہ ہے

در چل ہفت سن جلوس پسند	مسجد و چاہ ساخت خواجہ بلند
------------------------	----------------------------

ایک مسجد حکیم سید فرزند علی صاحب مرحوم کے پیش دروازہ بنی ہوئی ہے حکیم صاحب موصوف نے اس مسجد کی بھی مرمت کرائی تھی ایک مسجد سر اے میں ہے ایک مسجد قریب محلہ اشدر کے ہے جو لب سڑک باغین ہے جسکی مرمت حاجی محمد حسین خان اشدر پوری نے کرائی ہے اسکے متصل حاجی صاحب اور انکے برادر خرد احمد حسین خان اشدر کے مقابر ہیں۔ ایک مسجد ناتمام بی بی بتو کے مقبرہ کے قریب ہے بی بی بتو نواب دلیر خان کی بہن تھیں اور انکا مقبرہ بدھ کی بازار کے دکن جانب ہے جگہ یہی سلطان پور بازار ہے نواب صاحب موصوف کی دیوڑھی میں ایک تیار نام کے خادم تھے جنھوں نے نواب دلیر خان کے مقبرہ کے متصل نیاز باڑی لگائی تھی اور اس میں مسجد و مکان و کنواں وغیرہ بنا کر ایک پر فضا چمن سجایا تھا مگر اب تمام ہندوؤں نے خراب و خستہ ہو گیا جو ایک تھر سال تعمیر کا کندہ کیا ہوا راقم نے دیکھا اور اسی سے یہ دلکش قطعہ نقل کیا ہے۔

از غوث چو یافت این بشارت ضلوان	کر فضل گذر کند شفع و دھان
ار بہر بلے باغ پائین رسول	آورد نیاز از باغ جنان

انھیں میں ایک خواجہ معقول اور خواجہ اسد اللہ وغیرہ کہتے جنہیں بعض وکیل اور بعض بڑی ڈیوڑھی کے فوجدار تھے۔

نواب صاحب کے دفتر انشا کے منشی عبدالحکیم بن شیخ فتح اللہ محمد تقی اور کاشی رام دیوان تھے جو آخر میں ترقی کر کے نیابت کے درجہ کو پہونچ گئے تھے عالم چند چودھری قانگو تھے۔ سیو کر اے۔ پھونچند۔ حافظ منعم صدیقی کا پر داز تھے دیوی داس عظیم خان ڈیوڑھی میں صاحب اختیار تھے اور یہ بھی نیابت کے درجہ کو پہونچے تھے۔ گھاسی رام نور محمد خان۔ اسلام محمد توشک خان کے داروغہ تھے اور موہن سنگہ پسر جے سنگہ اور محمد معز میان بلال۔ پیر خان یہ سب کارندہ تھے نواب کمال الدین خان کے قاضی جواوکی طرف سے بعض کاغذات پر مہرین کیا کرتے تھے قاضی سید زمان تھے خلی مہرین سید زمان اور کمال الدین خان دونوں کے نام بطور سچ کے کندہ ہیں۔

نواب کمال الدین خان کی مہرین تین قسم کی تھیں ایک میں رستم خانہ زاد عالمگیر بادشاہ دوسری میں کمال الدین خان خانہ زاد عالمگیر بادشاہ تیسری میں کمال الدین خان خانہ زاد شاہ عالم بادشاہ غازی کندہ ہے۔

از شاہ عالم گزیدہ  
یافتہ  
زمان از راہ صدیق  
خود کمال الدین خان

قاضی صاحب کی مہرین یہ شعر اس صورت سے کندہ ہے۔  
غالباً چوتھی مہر بھی تھی جس میں خطابی نام رستم خان عطیہ شاہی  
کندہ تھا۔

بڑی ڈیوڑھی کے کارپردازون میں دیوان محمد مبارک بڑے منظم اور مالدار تھے نواب کمال الدین خان کے عہد میں یہ مقصدی تھے اور چودہ ہرایت وغیرہ بھی ان کے متعلق رہی تھی لیکن بعد نواب صاحب کے یہ محمد سردار خان کے زمانہ میں نیابت کے



درجہ کو پہونچنے تھے اونکی مقدرت کے ثبوت میں اونکا تقسیم جو اونھوں نے ۳۱۰  
میں اپنے ہر سہ فرزند ان کو اشیا تقسیم کر کے تحریر کیا ہمارے پاس موجود ہے اور اوپر  
قاضی صاحب کی مہربانی ہے آپ کے فرزند محمد دلاور محمد عظیم محمد بہادر تھے اور محمد نصیر محمد اکبر  
محمد قایم پوتے تھے۔ اشیا تقسیم میں تین ہزار دو اشرفی۔ دس ہزار پانسو روپیہ۔ طلائی  
و نقرئی ظروف۔ مسی ظروف۔ پارچہ جات ریشمی تیس تھان۔ پارچہ جات سفید میں عدد  
سربند مقیشی پندرہ عدد۔ پٹیکہ گجراتی سترہ عدد۔ دو شالہ پندرہ عدد تھے۔ ان سب کی تقسیم  
و تفصیل تقسیم نامہ میں درج ہے۔ زیور و خیمہ و فرش مع دیگر لوازمات اسکے علاوہ تھے  
توشہ خانہ میں اپنی ذات کے لیے تابہ زندگی سامان علیحدہ محفوظ رکھا تھا۔ دیہات  
و باغات اپنے اختیار میں رکھے تھے لیکن اسکا کاغذ اپنی بیوی کو حوالہ کر دیا تھا نوڈیان  
اور خدمتگار بھی اونھیں کے متعلق تھے فہرست دیہات و چکات کی جو محمد مبارک کی  
زمیندار کے متعلق تھی یہ ہے۔

بیغنامہ موضع سرے راتک بیغنامہ موضع جہاں نواب لیر خان کے بیغنامہ موضع سارباہن پور موضع موہن پور  
نام تھا گھر ہو گیا نے اسکا بخشش کا نام لکھ دیا تھا

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

جو بنام خانزادہ جلال الدین خان خلیف نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب سردار خان  
نے بصلہ کارگزاری اسکا بخشش نامہ بھی انکے نام لکھ دیا تھا۔

بیغنامہ موضع عیسے پور متعلقہ سرور سنگر بیغنامہ موضع کندہ پر گنہ سرور من گنہ

۲۰ بسوہ

۲۰ بسوہ

بیغنامہ موضع تریر پور جو بنام نواب کمال الدین خان تھا مگر نواب صاحب موصوف نے

یہ موضع پیر محمد کو مرحمت کیا تھا اور ایک مدت کے بعد پیر محمد مذکور نے چھوٹے لال تواری کے ہاتھ فروخت کر ڈالا تھا اور وہاں سے ان کے خاندان میں آیا تھا

بیغنامہ پٹی سرام پور	بیغنامہ موضع بھوڑا	بخش نامہ موضع بہداسی دو قلعے ایک بھر نواب سردار خان
۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ	و دیگر بھر نواب شیر نادر خان
بیغنامہ موضع مٹکلیہ ویران بھوپا	بیغنامہ موضع روپا پور	بیغنامہ موضع جمنی و امرا
۲۰ بسوہ	۲۰ بسوہ	بیغنامہ موضع بھولی و امرا
پروانہ اراضی موضع خاپنور	پروانہ چاک موضع مٹکلیہ تھو	پروانہ چاک موضع میر پور پیر
بھر سردار خان شیر نادر خان	بھر نواب کمال الدین خان	سردار خان و شیر نادر خان
بھر نواب سردار خان شیر نادر خان	بھر نواب سردار خان شیر نادر خان	بھر نواب سردار خان شیر نادر خان
پروانہ چاک موضع بھداسی بھر	بیغنامہ موضع دیل پور گہریہ	چاک بن محمد دیل پور غانی
مذکورہ بالا	۱۵	بیغنامہ چاک بلال

ایک رہنما موضع گنگا ٹو و سرے شیخ صلاح کا منجانب چودھری بھر سہاے جو چین سنگہ کالہ کا اور چودھری ہمتا تھ ساکن پالی کا پوتا تھا مہ جو دہے یہ ہر دو موضع دیوان مبارک کے قبضہ میں تھے۔ مگر دیوان مذکور کے انتقال کے بعد ان کے پوتے نامہ خان ولد دلاور خان نے دو ہزار روپیہ پر یہ دونوں موضع ۱۵ رجب ۱۱۱۹ھ کو چودھری مذکور کے ہاتھ فروخت کیے اور قاضی ضیاء اللہ صاحب کی مہر سے بیغنامہ تصدیق کرایا۔

۱۵ پر محمد بڑی ڈیوڑھی کے خدام میں تھا اور وہ محمد حسین خاں عیسیٰ کالہ کا تھ تیس بیکہ راشی سرے راکہ میں اسکو نواب کمال الدین خان نے ۱۵ رمضان ۱۱۱۹ھ کو مرحمت کی تھی جسکی معافی اور پائش کا حکمنامہ نواب صاحب نے محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر کیا تھا چنانچہ حسب احکم فتح خان پھر داس گماشتہ نے انکی قمیص کی تھی یہ کاغذات راقم کی نظر سے گزرے ہیں۔

اسکے بعد ۸۰۰ ہجری کو چودھری ہر سہاے نے گنگا بٹن کے پاس پندرہ سو روپیہ پر مواضعات مذکور بن کیے۔ اسکے بعد ۸۲۰ ہجری کو رام پرشاد ولد گنگا بٹن وٹیکوٹن وغیرہ جو اس خاندان میں حقدار تھے اور پالی میں رہتے تھے انھوں نے پندرہ سو روپیہ پر امیر خان ولد قادر داد خان کے ہاتھ جو دیوان مبارک کے پوتے تھے وہ دونوں موضع رہن کر دیے اور یہ عجب اتفاقی بات ہے کہ کئی جگہ پھر کروہ مواضعات پھر قدیمی زمیندار کے بیان آگئے اسکا کاغذ قاضی ابوالحسن صاحب کی مہر سے ۲۰ شعبان ۱۲۰۰ ہجری کو تحریر ہوا ہے جو اس وقت راقم کے پیش نظر ہے ایک ہیہ نامہ محمد مبارک نے اپنے فرزند محمد بہادر کو تحریر کیا ہے اس میں ۲۰ بسوہ کا باغ خواجہ الماس کا جو دلیر پور میں واقع تھا ہیہ کیا تھا پشتیر یہ باغ خانزادہ جلال الدین خان نے خواجہ مذکور کو دیا تھا اور خواجہ سے دیوان صاحب نے پایا تھا۔ اسکے علاوہ ایک موضع مسلم موسومہ بہ علی بادی پور پر گنہ پالی جو دیوان مذکور کو فتح محمد خان نے بخشا تھا اور پندرہ بسوہ موضع مراد پور پر گنہ پالی کے جو ذاتی زر خرید تھے اور ایک بسوہ سرے شیخ صلاح کا اور ایک باغ دلیر پور کا غرض کہ اس قدر حقیقت ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۰۱ھ میں اس ہیہ نامہ کے ذریعہ سے اور تحریر میں لائی گئی ہے اور اس پر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی موجود ہے اور محمد مبارک کے دستخطی العبد بھی اور انکی مہر بھی دونوں قسم کی تصدیق تحریر ہے مہر میں محمد مبارک بندہ درگاہ سفیہ کندہ ہیں۔

اور ایک سند محمد مبارک کی طرف سے محمد بہادر کے نام دوسری حقیقت کی تحریر ہوئی جو جبین محمد پور پر گنہ پالی میں بسوہ اور کچھ اراضی قاسم اور قطبی فراش کے مکان کی درج ہے اس پر بھی قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر ہے۔

غرضکہ دیوان محمد مبارک کو بہت کچھ امارت حاصل تھی اور بہت سی جائیدادیں انھوں نے نواب دلیر خان کے خاندان سے حاصل کی تھیں اور خود زر خرید جائیداد بھی بہت کچھ پیدا کی تھی مرد دانشمند کار گزار تھے اکثر موقعوں پر اپنی سرکار کو خوش کر کے خلعت و جائیدادیں حاصل کیں۔ دیوان محمد مبارک کا مکان پہاڑ خان کے احاطہ میں عالیشان بنا ہوا تھا مگر انقلاب زمانہ سے نہ اب وہ مواضع باقی ہیں نہ مکانات ہیں بہت سے لوگ انکو جلتے بھی نہیں انکے خاندان سے مان خان آخر زمانہ تک زندہ رہے تھے اب اولاد وحقیقت کا کچھ نام و نشان باقی نہیں۔

اس خیال سے کہ ناظرین سے بعض اشخاص یہ گمان نہ کریں کہ انکو بڑھا دیا کچھ اصلیت بھی تھی یا نہیں ایک کاغذ جس میں انکو نواب مولد خان نے ایک معافی نامہ میں مخاطب کیا ہے اور دوسرا کاغذ جو بخشش نامہ ایک موضع کا انکے پوتے کے نام ہے ثبوت کے لیے اسجگہ پر ہم تحریر کیے دیتے ہیں اس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائیگا کہ انکے خاندان میں یہ جائیداد کثیر اس طریقہ سے آئی اور جلد کاغذات کے نقل کرنے سے بجز طوالت کے اور کچھ نتیجہ نہیں تصور کیا گیا ہے بعض کاغذات میں محمد مبارک نائب محمد سردار خان نام کے ساتھ نیابت کا خطاب بھی لکھا ہوا ہے بحیثیت با اختیار ہوئی کہ نواب صاحب کی طرف سے یہ مقدمات بھی فیصل کیا کرتے تھے چنانچہ ۲۷ ص ۸۸ کی صورت حال موجود ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ مسماۃ اتان بعد وفات اپنے شوہر جب اسلام سے مشرف ہوئی ہے تو اسنے پیرا قوم حایک سے کلح کر لیا ایک لڑکاتین برس کا اپنے ہمراہ لائی تھی اسکے بعد اس لڑکے کی بھوپھی مسماۃ جیونی نے اس امر کا دعوے کیا کہ یہ لڑکا مسہ نیکارام میرا بھتیجا ہے اور اسکے باپ سرومن نے

مجھے بخشا تھا لہذا وہ مجھے ملنا چاہیے اسکی عرضی دیوان محمد مبارک کے اجلاس میں  
 دیکھی تھی جب یہ عرضی اس کے ملاحظہ سے گذری تو چونکہ قاضی بدیع الزمان اس وقت یہاں  
 موجود نہ تھے پالی میں تھے لہذا اس کے آئے تک یہ فیصلہ ملتوی رکھا گیا اور وہ لڑکا اماٹا  
 محافظوں کو سپرد کیا گیا اور پچھن ایام میں مرزا محمد قاسم متصدی جاگیرات کے آمد آمد کی خبر  
 گرم ہوئی اور محمد مبارک اس انتظام میں مصروف ہوئے وہ لڑکا کوئی چور الیکیا جب  
 یہ خبر معلوم ہوئی تو صورتحال لکھائی گئی بعض کاغذات سے اس کے اختیارات کا پتہ چلتا،

## نقل سند معافی منجانب نواب سردار خان حسین محمد مبارک مخاطب کیے گئے

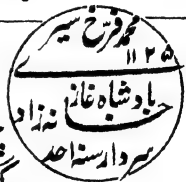
۱۲۲۰ محمد نواز میر  
 بادشاہ غازی زاد  
 سردار سنہ ۱۲۲۰  
 شجاعت عقیدت نشان محمد مبارک بغایت امیدوار پودہ بہار  
 بظہور پیوست کہ چند بیگہ اراضی در وجہ مدو معاش الہیہ جمال الدین  
 ولد حسین خاضع و رسوا موضع خانپور علم پر گنہ شاہ آباد بموجب بی وائے  
 خافصاحب مرحوم مقرر است بنا بران قلمی میگرد که اراضی مذکور بعد ملاحظہ سند  
 بہر خافصاحب مرحوم بشرط قبض و تصرف مطابق معمول تبصرف الہیہ مرقوم و اگر ازند  
 و مرزاحمت نرسانند کہ بفراغ خاطر شکر نمودہ بدو ملے ترقی و دولت اینجانب خلعت  
 وار و دینیا ب تا کید و انست حسب السطو رعل آزند بتاریخ دہم جب المرجب سنہ  
 جلوس والا مطابق ۱۲۲۰ الہیہ جبری قلمی رفت۔

اس معافی کا پروانہ نواب کمال الدین خان بہادر نے ۲۰ صفر ۱۲۲۰ الہیہ کو تحریر کیا ہے

کہ پچیس بیگہ اراضی اہلیہ جمال الدین خان کو جو دفتر معروف کی ہے چک بنا کر دینا چاہیے  
 اسی طرح پیر محمد ولد حسین خالص کے نام جو معافی کی سند نواب کمال الدین خان کی  
 طرف سے ۲۵ رمضان ۱۱۲۵ ہجری کو مرتب ہوئی ہے اس کے حکمنامہ کا حکم بھی  
 محمد مبارک اور سبھا چند کارکن کے نام صادر ہوا ہے کہ تیس بیگہ اراضی پمیش  
 کر کے چک بنا کر دینا چاہیے چنانچہ حسب احکم محمد مبارک نے موضع سرے رکھ  
 میں وہ اراضی گھاسی رام چودھری وقانگو اور نور محمد و امیر خان جریب کش سے پمیش  
 کر کے دی ہے اور اس حکمنامہ میں ان کے نام کو رفعت پناہ امانت و ستد گاہ  
 با وقت الفاظ سے مخاطب کیا گیا ہے جس سے انکا ذی عزت اور صاحب اختیار  
 ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس چک کا دیوان مبارک کے قبضہ میں آ جانا  
 کاغذات سے ثابت ہوتا ہے۔

## نقل بخش نامہ موضع بھداسی منجانب نواب سردار خان بنام محمد جعفر نیرہ دیوان محمد مبارک

متصدیان مہات حال و استقبال سرکار اینجانبیانند  
 چون موازی بست بسوہ زمینداری موضع بھداسی متعلقہ شاہ آباد  
 پر گنہ پالی سرکار خیر آباد صوبہ اتھرنگر اودہ زر خرید و موروثی سہ کلہ  
 اینجانب بطوع و رغبت خود کبھی حدود و حقوق و مرقع آن اشجار و اثمار و ابارو  
 انہار و حیاض و از تکاب و خاکدان جداول از قلیل و کثیر و ایضات و نیب ایضا



خارج از مساجد و مقابر و طرق عامہ و اوقاف بہ محمد جعفر ولد محمد اعظم ابن محمد مبارک بخشیدم  
و تملیک بلا عیوض نمودم باید کہ بہت بسوہ زمینداری موضع مذکور قبض و تصرف شارعیہ  
و اگر اندک حاصلات آنرا از رسومات زمینداری موضع مسطور صرف احتیاج خود  
نمودہ بدعائے ترقی عمر و دولت مشغول باشد در نیاب تاکید مزید نہستہ حسب عمل آنرا

شرف غرض جزو ثمال

دھورہ موضع ہریانی حد دھورہ موضع جہا حد دھورہ موضع رامان پور ہریانی حد دھورہ منکاپور ہریانی

بتاریخ ہفتہ ہم شہر جادی الاول ۱۲۵۵ھ تحریر یافت۔

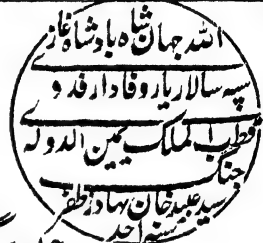
## نواب محمد سردار خان ولد نواب کمال الدین خان

بعد انتقال نواب کمال الدین خان کے محمد سردار خان اپنے باپ کے جانشین ہو کر  
بڑی ڈیوڑھی اور ریاست کے مالک ہوئے انکے خود مختار اور رئیس ہونیکا زمانہ  
۱۲۵۱ھ ہجری مذہبیہ انکی مہر کے ثابت ہوتا ہے یہ عہد فرخ سیر بادشاہ کی حکومت کا تھا  
نواب صاحب بادشاہ رس بھی تھے اور اپنے نامور باپ دادا کی عزت انھیں بھی  
حاصل تھی انکی طرف سے جو باشندگان شاہ آباد کو پروانہ جات دیئے گئے ہیں انسے  
یہ بات پائی جاتی ہے کہ یہ بھی داد و دہش میں اور اخلاقی خوبیوں میں اپنے اسلاف کے  
ہم صفات تھے کثرت سے معافیان انھوں نے اہل استحقاق کو عنایت کی ہیں  
بہت سے انکے کاغذات راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔ انکی رحلت کا زمانہ ۱۲۵۰ھ  
ہے ۲۵ برس حکومت کی نواب کمال الدین خان کی جاگیر بھی انھیں کے نام بحال  
ہوئی ہے اور بادشاہ دہلی سے اسکے متعلق وزیر اعظم کی مہر کا جو پروانہ اسکے نام ملا ہے

وہ آج تک موجود ہے جسکی نقل درج ذیل ہے

## نقل فرمان شاہی بنام نواب محمد سردار خان

باشند  
شیخ محفوظ  
باشند



رفت پناہ وزارت کفایت

چون پرگنہ شاہ در بست من اعمال سرکار خیر آباد مضاف  
صوبہ اودھ بجع مبلغ ہفت لک دام بجاکیر محمد سردار ولہ کمال الدین خان  
مرحوم بدستور سابق بجال و برقرار است لہذا نوشتہ میشود کہ پرگنہ مذکور در بست  
بمحمد ام مذکور حسب الضمن بجاکیر مومی الیہ بجال دانستہ بر زمینداران آنجا قدغن  
نمائند کہ مالو اوجب را بعمال مشار الیہ جواب میگویند باشند بتایخ ۲ شعبان سنہ احد قلی شد

مضمون پشت پروانہ

مقررہ ضمن باسم محمد سردار ولہ کمال الدین خان مرحوم پرگنہ شاہ آباد سرکار خیر آباد صوبہ  
اودھ کہ بدستور سابق بجال و برقرار است سمہ لک دام در بست

## نواب شیر انداز خان

یہ محمد سردار خان کے صاحبزادہ تھے بعد اپنے والد ماجد کے یہ بڑی دیورہی کے  
مالک ہوئے اور خوب ریاست کا انتظام کیا و ضعداری اور لیاقت میں اپنے بزرگ  
کے اوصاف سے متصف تھے اکثر معافیوں کی سندیں جو انھوں نے مسحق شخص



کودی ہین خاکسار کی چشم دیدہ ہین سلسلہ مطابق سلسلہ جلوس محمد شاہی مین یہ مینس  
 ہوئے اور سلسلہ ہجری تک انکی جانب سے اسناد دیا جانا پایا جاتا ہے ۶۲ھ  
 مین انھون نے چودہ ہریت اپنی جاگیر کی محمد قادر داد کو عنایت کی ہے سلسلہ ۶۷ھ  
 سلسلہ تک انکی زندگی کا زمانہ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے جس سے ۲۲  
 برس انکا بڑی دیوڑھی پر با اختیار رئیس رہنا اور اسکے بعد انکا انتقال کرنا معلوم ہوتا

## نواب محمد اعزاز خان

آپ نواب شیر انداز خان کے فرزند رشید تھے بڑے ذی حوصلہ نہایت فیاض  
 رئیس گذرے ہین خوبصورت انسان تھے بیسیوں معافیوں کی سندین انکی طرف سے  
 دی ہوئیں دیکھنے مین آئی ہین جسے انکا اولوالعزم و مخیر ہونا ثابت ہوتا ہے نواب  
 وزیر الممالک شجاع الدولہ جب اودھ سے روھیلکھنڈ کو جاتے تو شاہ آباد مین قیام  
 کیا کرتے تھے اور انسے بہت لطف فرماتے تھے انکی خوبصورتی کی وجہ سے  
 نواب شجاع الدولہ نے انکی ہین سے نکاح کرنے کی خواہش کی تھی چونکہ حقیقی ہین  
 انکی کوئی نہیں تھی اسلیے انکی چچا زاد ہین یعنی بنت محمد یار خان سے انکا نکاح ہوا اسی رشتہ  
 سے نواب آصف الدولہ نواب اعزاز خان کو ماتون کہا کرتے تھے ایک ہزار دو سو  
 روپیہ ماہوار بطور وثیقہ کے اعزاز خان کے نام سرکار لکھنؤ سے مقرر تھے۔ بعض  
 کاغذات مین بھر اعزاز الدولہ ظفر جنگ بہادر کی پائی جاتی ہے شاہ  
 دہلی یا دہلی اودھ نے انکو یہ خطاب دیا تھا۔ نواب اعزاز خان نے ایک اپنی شادی  
 نواب فیض اللہ خان ولد زین الدین خان عرف نواب عبداللہ خان رئیس شاہجہانپور

کی صاحبزادی سے کی تھی ان دو بیکانام عہد جہانگیر محمدی بیگم تھا اور خطاب ہو بیگم تھا اکھاویں ہر  
دولاکھ پچاس ہزار کا مقرر ہوا تھا اسکے بطن سے جب کوئی اولاد نہ ہوئی اور چہر  
سال کے بعد کچھ نامواخت پیش آئی تو انھوں نے اپنا دوسرا نکاح مستاتہ  
عہدہ بیگم بنت نواب قائم علیخان سے جو داؤد خان کی پوتی اور نواب چاند خان بیس  
اکھیرہ کی بیرونی تھیں کرنا چاہا فرقہ ثانی نے یکدی ہونی سے رضا مندی ظاہر کی جب  
ہو بیگم کو یہ خبر معلوم ہوئی تو انھوں نے اپنے باپ بھائی کو اس امر کی اطلاع دی  
اونکے بھائی مرتضیٰ خان ڈیرہ سو آدمی شاہجہانپور سے لیکر شاہ آباد آئے اور بڑی  
ڈیوڑھی کے پھانک اور دیوانخانہ میں اپنا بندوبست کر کے عہدہ اعزاز خان کو دیوانخانہ  
میں زبردستی بٹھلایا اور کل جائداد کے لکھنے کی خواہش کی نواب اعزاز خان صاحب  
نے چارنا چار اپنی جان بچا کر اس وقت تملیک نامہ لکھ دیا اسکے بعد نواب اعزاز خان  
نے نواب بندہ علیخان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کو کھلا بھیجا کہ غیر شہر کے آدمی اگر تجھ کو مجبور  
کرین اور زبردستی مجھ سے کاغذ پر مہر کروالین کچھ برا درانہ غیرت بھی نہیں آتی اسپر بندہ علیخان  
نے اپنے صاحبزادہ لطف علیخان کو ایک جماعت کثیر دیکر بڑی ڈیوڑھی کو بھیج دیا اون  
آدمیوں نے مرتضیٰ خان کے آدمیوں کو بڑی ڈیوڑھی سے نکال دیا اور کہا کہ اہل اسلام  
کے مذہب میں چار عقد تاجہ ہیں تم کس سبب سے مانع ہوتے ہو آخر کار مرتضیٰ خان  
مجبور ہوئے اور مجلس عقد منعقد ہوئی قاضی رضا اللہ خان نے سرست خان لیر خان  
کی وکالت اور فقیرن میان صاحب اور غلام مصطفیٰ صاحب کی شہادت نواب  
اعزاز خان کا نکاح پڑھایا سات لاکھ روپیہ اور بیس ہزار اثرفی شاہجہانی کا دین مہر قرار  
پایا اسکے صبح کو اعزاز خان انتظام کر کے مرتضیٰ خان سے اپنی تملیک اپس لے کر

آباد ہوئے مرتضیٰ خان یہ سنکر جلدی سے روانہ ہوئے اور راجہ بھاس رائے کے بھائی رائے نسا رام کے مکانات جا کر پناہ گزین ہوئے مرتضیٰ خان کی والدہ جو محل میں تھیں ان سے اعزاز خان نے جا کر کہا کہ بغیر واپسی دستاویز کے آپ شاہجہاں پور نہیں جاسکتیں اس پر رائے نسا رام درمیان میں آئے کہ اپنی واپسی ستاونے کا میں ذمہ دار ہوتا ہوں آپ اپنی خوشدامن صاحب کو زحمت کر دین چنانچہ رائے صاحب کے کہنے کے بموجب نواب صاحب نے مرتضیٰ خان کی ان کو زحمت کر دیا اور بدستور قدیم اپنی املاک پر تاحین حیات قابض رہے بہت سے لوگوں کو باغ نصب کرادیے مکانات بنوا دیے چک معاف کر دیے انکی مالی تہی و فیاضی کا یہ عالم تھا کہ بیس موضع رائے موہن لال کو معافی میں دیدیے تھے انکے دم تک آبائی شان و شوکت بھی باقی تھی انکی سرکار میں ہزار بارہ سو آدمی بھی ملازم تھے اور پرورش پاتے تھے اسکے بعد نواب اعزاز خان نے دو نکاح اور بھی غریب شرفا کی لڑکیوں سے کیے جن میں ایک منکوہ بیوی سے اعزاز خان صاحب کی لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی یہ دونوں بیویاں اور لڑکی عمدہ بیگم کے پاس رہتی تھیں ان محمد علی عرف بہو بیگم نے اپنے بھتیجے جمعہ میان عرف نواب محمد خان کو شاہجہاں پور سے لا کر متنبہ کیا تھا نواب اعزاز خان چکات شاہ آباد کی مالگداری پانسو روپیہ سہ کارا دودھ کو دیا کرتے تھے دیہات جو انکے زر خرید اور آبائی جاگیر کے متعلق تھے اسکی مالگداری سے اسکو کچھ بچت نہیں۔ نواب اعزاز خان کے حیات کا زمانہ سال ۱۱۰۰ ہجری تک کا فدا سے ثابت ہو رہا ہے جب نواب اعزاز خان کا انتقال ہو گیا اور انکی زوجہ اولے یعنی بہو بیگم نے کل جائیداد پر قبضہ کر کے اپنے بیٹے کو سب یا سٹ مینا چاہی

تو اسپر زوجہ اولے اور زوجہ ثانی سے جھگڑا ہوا اور نواب آصف الدولہ کے اجلاس  
 میں مقدمہ پیش ہوا نواب وزیر الممالک نے اپنے فیصلہ سے دونوں کو نصف نصف  
 تقسیم کر دیا اور اپنے حاملوں کے ذریعہ سے دونوں تعلقہ کی تقسیم کا عمل درآمد بھی  
 کر دیا نواب اعزاز خان کے بعد بڑی ڈیوڈھی میں تنزل شروع ہوا وہ امیرانہ جاہ و کم  
 باقی نہیں رہا اور انکی دونوں بیگمیں سے کوئی اولاد نہ رہی تھی نہیں پیدا ہوئی صرف  
 ایک لڑکی تھی جو اہل شاہجہانپور کی روایت ہے کہ نواب محمدی بیگم نے عمدہ حکیم کی  
 رضامندی سے کہ انکی وہ پرورش یافتہ تھی اپنے بھتیجے محمد خان ابن مرتضیٰ خان  
 کو بیاہ دی تھی جسے غلام غوث خان عرف نواب بعد از خان پیدا ہوئے تھے  
 محمد خان کی دوسری بیوی نواب لطف علی خان کی دختر تیلانی جاتی ہیں ان سے نواب  
 امیر حسین خان پیدا ہوئے تھے۔ نواب محمد خان اور محمدی بیگم کی مہرین اکثر کاغذات  
 پر کی ہوئیں راقم کے پاس موجود ہیں محمد خان نے ۲۹ محرم ۱۲۵۷ھ کو درگاہ  
 کے مرض میں شاہ آباد میں انتقال کیا نواب محمد خان کی مہرین ۱۲۵۷ھ کنہہ ہیں  
 اور ایک مہرین انھوں نے اپنی ولایت نواب اعزاز خان کی طرف بوجہ متنبہ ہونیکے  
 منسوب کی تھی محمدی بیگم زوجہ نواب اعزاز خان نے بھی ۱۲۵۷ھ سے کاغذات پر  
 مہر کرنا شروع کیا تھا (محمد اعزاز خان بہادر) نواب اعزاز خان کی ایک مہرین کنہہ تھا  
 اور ۱۲۵۷ھ ہجری بھی اوس میں مرقوم ہیں ۱۲۵۷ھ میں نواب اعزاز خان نے گھور شاہ  
 لکھنؤ دار کو موضع لکھنؤ میں ایک بڑی معافی دی ہے افسوس کہ نواب بعد از خان  
 ۱۲۵۷ھ کے خد میں بالزام بغاوت قتل کیے گئے یہ کتاب خوب لکھا کرتے تھے  
 ایک کتاب راقم نے انکی لکھی ہوئی دیکھی ہے۔ اور نواب امیر حسین خان کے

فرزند نواب احمد حسین تھے جو اولد فوت ہو گئے۔ اب بڑی ڈیوڑھی میں نہ مواضعات  
 میں نہ مکانات میں صرف چند نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ نواب اعزاز خان کی حکومت  
 اور ریاست کی مدت ۳۹ برس ہے اور نواب محمد خان کی تعلقہ داری ۴۴ برس  
 پائی جاتی ہے نواب محمد خان کی بعض مہرین نواب اعزاز خان کی فرزند ہی کندہ ہے

## نواب فتح محمد خان

یہ نواب دلیر خان کے صاحبزادہ کمال الدین خان کے چھوٹے بھائی تھے چوک  
 کی ڈیوڑھی انھیں کے نام سے قائم ہوئی تھی اور چوک والی نسل کے یہ ہی مورث  
 اعلیٰ ہیں فتح محمد خان اپنے نامور باپ کے ساتھ معرکوں میں رہے ہیں اور بعد اپنے  
 والد کے علیحدہ بھی مہمات شاہی بجالائے ہیں انھوں نے اپنی ذاتی شجاعت اور  
 موروثی دلاوری سے خوب خوب کارنامے ان کی ہیں یہ اسم باسمی فہمند تھے پیشتر  
 ایسا منصب ششہدی تھا اسکے بعد سہ ہزاری ذات و سہ ہزار  
 سوار کا ہوا دکن کی مہمات میں انکی بہادری مشہور ہوئی ہے جب ۱۰۵۰  
 جلوس مطابق ۱۰۹۳ ہجری میں بجا پور کی مہم پیش آئی تو بادشاہ عالمگیر نے  
 بخشی الملک روح اللہ خان اور فتح محمد خان اور شہاب الدین خان اور  
 خاص اپنے جلو کے امر اکو تعینات کیے اور انھوں نے وہاں جا کر ایسی  
 جانبازی کو دخل دیا ہے کہ اپنا نام روشن کروا ہے پانچ برس تک یہ دکن کی

۱۰۵۰ روح اللہ خان باخص صیبا پور مرخص کر دیا شہاب الدین خان و بندہ اسمی جلوس محمد خان لدیر خان

بادتین گرویدہ اور عالمگیری

مہات میں مصروف رہے جب آخری محاصرہ بیجا پور کا شروع ہوا اور اسکے چند ماہ کے بعد ہمیشہ کے لیے فتح ہو کر شاہی مالک میں شامل ہو گیا یہ تھی معرکہ بارہ رمضان ۱۰۹۱ھ میں ایسا سخت واقعہ ہوا کہ فتح معمر خان اور امان اللہ خان فرزند الہ وردی خان شہید ہوئے چنانچہ یہ واقعہ ماثرا عالمگیری کے صفحہ (۲۶۲) میں ابن عباد درج ہے ورنہ جنگ مورچال بیجا پور فتح معمر خان پر دلیر خان و امان اللہ خان سپہ سالار الہ وردی خان مردانہ شہرت پائیں نوشید ماثرا الامر میں بھی دلیر خان کے تذکرہ میں جو انکی اولاد کا ذکر آیا ہے اوس میں بھی فتح معمر خان کا مورچال بیجا پور میں کام آنا تحریر ہے۔

فتح معمر خان کی دیورھی میں بھی علاقہ بہت تھا موضع اودھر نپور وغیرہ تو دلیر خان نے اپنے زمانہ حیات میں انکو علیحدہ دیا تھا اسکے بعد کمال الدین خان کی باہمی تقسیم میں بارہ موضع انکے قبضہ میں جدا گانہ آئے تھے ذاتی منصب کی تنخواہ اسکے ماسوا تھی۔ زر خرید جائیداد بھی بہت تھی۔

فتح معمر خان کے دو صاحبزادے تھے مرثض خان مصطفیٰ خان مرثض خان انکا پیشتر منصب پانصدی تھا اسکے بعد سپہ سالاری ذات دو ہزار سوار کو پہونچے اور اپنے باپ کے نام کا خطاب فتح معمر خان حاصل ہوا ان دونوں بھائیوں نے عالمگیری کے بعد اسکے دونوں شہزادوں محمد معظم اور محمد عظیم میں جب تخت کے لیے جنگ ہوئی ہے اوس میں بڑی بہادری کو دخل دیا ہے اور میدان جنگ میں اپنی مروانگی سے گھوڑے دوڑا کر اعظم شاہ کے غول میں گھس گئے اور قلب لشکر میں پہونچ کر حشر و نشر برپا کیا تھا آخر کائنات فتح حاصل کی اسکے بعد معظم شاہ نے انکو خلعت و اضافہ

منصب سے سرفراز کیا اور جب اپنے برے بیٹے معز الدین کو جہاندار شاہ اور پسر دوم کو عظیم الشان اور پسر سوم کو رفیع الشان چارم کو جہان شاہ کے خطاب سے سربلند کیا اس وقت مرتضیٰ خان کو فتح معمر خان اور نیکے آبا فی خطاب سے سرفراز کیا تھا اس واقعہ کی کسب قدر یہاں سے زیادہ صراحت ہم کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

اسکے بعد جب سلطان معز الدین جہاندار شاہ سے اور اسکے بھتیجے سلطان فرخ سیر سے سلطنت کے لیے جنگ پیش آئی ہے تو جہاندار شاہ نے اپنے شاہزادہ اعز الدین کو ایک فوج جبار دیکر روانہ کیا اس وقت شاہزادہ کے ساتھ مرتضیٰ خان مصطفیٰ کو بھی جنگی شجاعت مسلم تھی مقابلہ کو بھیجا تھا جس وقت فرخ سیر اور شاہزادہ اعز الدین کی فوج کا مقابلہ ہوا ابھی تھوڑی سی جھڑپیں پیش آئی تھی اس دار و گیر میں مصطفیٰ خان نے ایک زخم تیر کا کھایا مگر کچھ خیال نہ کیا بدستور مستعد رہے مگر شاہزادہ کچھ ایسا خائف ہوا کہ میدان جنگ سے بھاگ گیا مگر مرتضیٰ خان

۱۔ سلطان محمد متلم بہادر شاہ جہاں فتح پور کلان خود معز الدین را خطاب جہاندار شاہ و پسر دوم را بشا عظیم الشان و پسر سوم را رفیع الشان و چارم را جہان شاہ سرفراز فرمودہ و مرتضیٰ خان نیرہ دلیہ خان را خطاب فتح معمر خان امتیاز بخشید۔ (اجا مجبت ۳۲۲)

۲۔ معز الدین خبر قریب رسیدن سیر شنیدہ پسر میں خود اعز الدین را با فوج جبار بمقابلہ فرستادہ و حوالی کورہ تلاقی افواج روانہ نمود سلطان فرخ سیر بمقابلہ شاہزادہ اعز الدین و محمد مرتضیٰ خان عرف فتح معمر خان و برادر شش محمد مصطفیٰ خان ہر دو پسران ذاب فتح معمر خان کلان ابن دلیہ خان مذکورہ لہذا تعین فرمودند ہر دو برادران کہ در جوار غمزدی و شجاعت مشہور و دہمیدانے تیز و دغورہ بیان آمدہ مصطفیٰ خان زخم سہل تیر برداشت بیچ ملاحظہ نکردہ و شاہزادہ اعز الدین بدون تحریک آلات حرب راہ فرار پیش گرفت مرتضیٰ خان عرف فتح معمر خان فتح و نظرم راجعت بلشکر خود کرد۔ (اجا مجبت ۳۵۱)

کمال دلاوری و اطمینان سے اپنے لشکر کو واپس آئے۔

مرتضیٰ خان کی وفات احمد شاہ کے عہد میں ہوئی یہ نہایت شجاع حضور رس عالی حوصلہ انسان تھے۔

تاریخ اخبار محبت میں مرتضیٰ خان کی رحلت کا زمانہ جو احمد شاہ کے عہد میں لکھا ہے غالباً کاتب کی غلطی ہے وہ بجائے محمد شاہ کے احمد شاہ لکھ گیا ہے یا مصنف کتاب سے سہو ہوا ہے کیونکہ احمد شاہ ۱۱۱۱ھ ہجری میں بعد اپنے باپ محمد شاہ کے تخت نشین ہوا ہے اور مرتضیٰ خان کے فرزند محمد روشن خان کو جو قدیمی معافی کی بجالی کا پروانہ صفدر جنگ نے دیا ہے وہ ۱۱۱۲ھ ہجری میں لکھا گیا ہے اس میں مرتضیٰ خان کے خطاب نام کے ساتھ مرحوم کی لفظ تحریر ہے اگر وہ عہد احمد شاہ میں انتقال کرتے تو قبل ۱۱۱۲ھ ہجری کے وہ ۱۱۱۲ھ ہجری میں مرحوم نہ لکھے جاتے بلکہ مرتضیٰ خان کے انتقال کی صورت حال فارسی میں موجود ہے جس پر عائدین شاہ آباد کی مہرین پڑی ہوئی ہیں اور ان کے دفن ہونیکے وقت ایک جھگڑا پیش آیا ہے۔ صورت حال میں لکھا ہوا ہے کہ ۳ شعبان ۱۱۱۲ھ کو مرتضیٰ خان نے قصبہ بسولی میں جو سرکار لکھنؤ کے متعلق تھا قضاے الٰہی سے انتقال کیا چند روز کے بعد ان کی لاش کا تابوت شاہ آباد لایا گیا اور باشندگان وطن جمع ہوئے اور سوقت انکی بیوی بادشاہ بیگم بنت امانت اللہ خان نے اپنی ایک خواص مسماۃ چاندنی بی کو حاضرین کے پاس بھیجا کہ مبلغ ایک لاکھ روپیہ اور پندرہ ہزار اشرفی میرے دین مہر کی خان مرحوم کے ذمہ ہے جو رسم کم واجب الادا ہے اور عندا مطلب و سکی ادائی لازمی قرار دی گئی ہے لہذا پہلے لے



ورثا میرا دین مراد اگر دین اوسکے بعد اُنکی لاش قبر میں دفن کریں جب حاضرین نے انکی بیوی کا یہ پیام سنا تو ابراہیم خان جو مرتضیٰ خان کے چچا زبجائی تھے اُسکے اور اُنکے ساتھ فرید خان گلبانی اور سمندر خان مہمند ہر دو مسند شاہ آباد کے تھے مجلس کے دروازہ پر گئے اور خانزادہ محمد روشن خان کو جو مسماۃ بادشاہ بیگم مذکورہ کے بطن سے تھے مسماۃ مذکورہ کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ از روئے شرع شریف دین تمھارا مرتضیٰ خان عرف فتح معمر خان مرحوم کے ترکہ سے چلب سے ریاست موجود ہے اور نواب صاحب کے دیگر فرزندان خانزادہ بہرہ مند خان وغیرہ جو تمھارے شوہر کی زوجہ ثانی کے بطن سے پیدا ہیں حاضر ہیں یہ بھی تمھارے لڑکے ہیں ہم سب باشندگان شاہ آباد تمھارے دین مہر کے ذمہ دار ہیں اور علاقہ آج سے آپ کے متعلق ہے جب یہ جواب مسماۃ بادشاہ بیگم نے سنا تو انھیں کچھ اطمینان ہوا غرض کہ ایک بڑی خوشامد کے بعد مسماۃ مذکورہ نے دفن کرنے کی اجازت دی اور مرتضیٰ خان دفن کیے گئے اس روز سے یہ بیوی گھر کی حاکم رہیں اور جائداد کا انتظام بھی انھیں کی راے سے ہوتا رہا اور دوسرے لڑکوں کو بھی مثل اپنے فرزند کے سمجھتی رہیں اس سند پر قاضی فیض اللہ صاحب جو قاضی وقت تھے انکی مہر بھی ثبت ہے المختصر محمد شاہ جو ۱۱۳۱ھ ہجری میں تخت نشین ہوا ہے اور اونیس سال آٹھ ماہ سلطنت کر کے ۱۱۳۶ھ ہجری میں رحلت فرما ہوا ہے اوسکے بعد حکومت میں مرتضیٰ خان کا انتقال کرنا ثابت ہے۔

فتح معمر خان کی امارت کا پتہ اس واقعہ سے چلتا ہے کہ جب زین الدین خان

نبیرہ نواب بہادر خان جو کچھ دیوانہ سے تھے شاہجہان پور سے فرخ سیر کے لانے کے لیے بنگالہ کو روانہ ہوئے تو پانسو آدمی ان کے ہمراہ تھے شاہ آباد آکر ٹھہرے مسماۃ بادشاہ بیگم کو کسی بہانہ سے بلا کر کٹار اور ان کے پیٹ پر رکھ دی اور چچی سے کہا کہ جب تک زر نقد نہ دو گی تمہاری رہائی نہو گی بعد بڑی قیل و قال کے پانچ لاکھ روپیہ اور بہت سی اشرافیہ نقد دیکر جان بچائی اور زین الدین خان قمر لیکر چلتے ہوئے۔

مرتضیٰ خان نے اپنی حیات میں ۲۲ جمادی الثانی ۱۱۳۳ ہجری کو ایک تملیک نامہ بھی اپنی ملکیت کامیون کے نام لکھا ہے اور اس پر مہرین اور دستخط قاضی فیض شاہ صاحب اور قاضی ناصر الزمان صاحب اور زبردست خان و نواب عز الدولہ ظفر جنگا و نواب بند علی خان و فتح محمد و درویش محمد وغیرہ کی ثبت ہیں اور اس کا مضمون یہ ہے کہ میں نے اپنی جائیداد کی تقسیم اس طریق سے کی ہے کہ موضع ایلوان معہ مرز عجا و موضع انکپور و موضع کر سیلی و سین پور و کچور و ہیبت پور و باغات و اراضیات شاہ آباد و محلہ چوک و بازار موروثی و زر خرید و نقد و جنس و اثاثہ بہت

۱۵ نواب زین الدین خان باپانند سوار پیدہ برقاقت سلطان فرخ سیر روانہ بنگالہ شدہ در شاہ آباد رسیدہ اور انجا بخدمت بادشاہ بیگم زونجہلو خان ابن امیر عظام دلیر خان کہ در شہنشاہی زین الدین خان شد بنابر ملاقات رفتہ و بہانہ مشورہ درخواست خلوت نمود و قتلہ یکم صا جہ موصوفہ تنہا شدہ زین الدین خان کٹار کشیدہ بر شکم چچی خود نہادہ مستعد بکشتن او شدہ و در بالائی جان بشرط حصول زر خاطر خواہ قرار داد و بعد قیل و قال بسیار پنج لک روپیہ و اشرافیہ ہائے نقد از گرفتہ رہائی دادہ و از شاہ آباد بکھاہداشت سپاہ جاہی نمودہ و روانہ پیشتر شدہ۔ اخبار محبت .

محمد روشن خان کے حصہ میں دیا ہے اور باقی کل علاقہ بھٹہ مساوی بہرہ مند خان و ہدایت خان و خردمند خان و صلح محمد خان اور والدہ محمد روشن خان کو چھ حصوں پر تقسیم کیا ہے اور موضع بنیادی قائم وغیرہ اپنے خاص خیلون کو دیا ہے۔

دوسرا قسمت نامہ ۱۵ محرم ۱۰۳۷ ہجری کو مرتضیٰ خان عرف فتح محمد خان نے مکانات کا تحریر کیا ہے جس پر قاضی وقت اور محمد علی اور محمد مبارک ویدی واس وغیرہ کی مہرین بڑی ہوئی ہیں اس میں مکانات کے تقسیم کی یہ صورت ہے کہ دیوانخانہ مشرقی رویہ جو دالان در دالان ہے اور ہر دوسہ درمی معہ پانچ کوٹھڑیوں کے اور ایک مکان مغرب رویہ جو دیوانخانہ کے مقابل ہے اور ایک دروازہ بیڑنی مشرقی جسکی مغربی حد عسکر سے ملی ہوئی ہے محمد روشن خان کو دیا ہے باقی مکانات دیگر بیٹوں کو علیحدہ دینا پایا جاتا ہے۔

محمد مرتضیٰ خان کے جملہ فرزندان منصبدار شاہی ہوئے ہیں جنکے منصب و ناموں کی تفصیل یہ ہے۔

محمد روشن خان ہزار پانصدی ذات ہدایت خان۔ بہرہ مند خان خردمند خان۔ صلح محمد خان ہر چار فرزندان ہزاری ذات اور چار سوار کا منصب رکھتے تھے تربیت علیخان ولد محمد روشن خان پانصدی تھے محمد روشن خان کا اپنے بھائیوں میں سرببر آور وہ ہوتا اس پر وایت بھی ثابت ہے کہ جو نواب منصور علیخان صفدر جنگ والی او دھ وزیر عظمیٰ دہلی نے انکو بعد انتقال مرتضیٰ خان کے انکی معافی کا دیا ہے اس میں رفعت پناہ شجاعت و ستگاہ بیش قدر الفاظ سے مخاطب کیا ہے

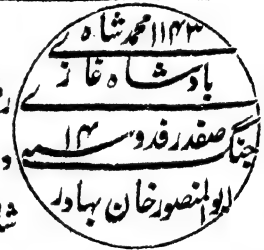
جس سے ذاتی طور پر اونہیں اپنے بزرگوں کی وقت کا موجود ہونا پایا جاتا ہے  
انکی مہر کا یہ صحیح تھا۔

### از محمد مرتضیٰ روشن حیدر ایار

اسمین بڑی رعایت یہ پنہان تھی کہ انکے فرزند کا نام خدا یا رخاں تھا غرض کہ داد  
بیٹے پوتے تین کا نام شامل ہے۔

### نقل پروانہ

رفعت و شجاعت دستگاہ یعقوب علیخان محفوظ باشند  
رفعت پناہ محمد روشن خان و قلممور خان مرحوم نمود کہ  
در باب معانی باغات و بازار و کثرہ مشار الیہ واقع  
شاہ آباد شجاعت دستگاہ نوشتہ شود لہذا نگارش میرود  
کہ بدستور قدیم الحال ہم معاف دانند و متعرض نشوند ببت و چہارم شہر شعبان  
سلسلہ جلوس والامطابق ۱۲۵۱ھ



مصطفیٰ خان یہ قلممور خان کے فرزند اور نواب دلیر خان کے پوتے تھے  
یہ بھی اپنے بھائی مرتضیٰ خان کے ہمراہ شاہی حمات میں شریک رہے مین  
چنانچہ فرزند ان اور نگ زیب کی جنگ اور محاربہ فریخ سیری میں موجود تھے جنگا  
تذکرہ کمال الدین خان اور مرتضیٰ خان کے حالات میں انکے نام کے ساتھ  
اوپر ہم بیان کر چکے ہیں یہ شجاعت و وضع داری میں اپنے باپ بہانی کے قدم  
بہدم تھے انکی اولاد بیٹے اور پوتوں تک باقی رہی اس کے بعد یہ شاخ لا اولاد ہو کر

منقطع ہو گئی مصطفیٰ خاں صاحب کا انتقال ۶۰ سالہ ہجری میں کاغذات مناسبت ہے۔  
 بعد اترقال محمد روشن خان کے تین صاحبزادوں کے ترتیب علیخان  
 وسعد اللہ خان و خدایار خان زندہ تھے۔ تربیت علیخان وسعد اللہ خان سے اور  
 بہرہ مند خان و ہدایت خان و صلح محمد خان سے بابت ریاست کے بہت جھگڑا  
 رہا ہے اور ان چچا بھتیجوں کا تنازع دہلی تک گیا ہے اور شاہجہان آباد میں قاضی  
 تاج الدین صاحب نے اسکا باہمی فیصلہ کر کے صلحنامہ بھی کرایا تھا مگر یہاں آنیکے  
 بعد پھر جھگڑا اٹھا اور ماہ صفر ۶۰ سالہ ہجری کو دارالقضا شاہ آباد میں وہ مقدمہ  
 پہونچا اور وہاں قاضی فیض اللہ صاحب نے اسکا فیصلہ لکھا اور لالہ کرپا دیال کو  
 یہ تحریر کیا کہ بازار چوک پر قبضہ بدستور محمد روشن خان کا رہنا چاہیے اور  
 بہرہ مند خان و محمد ہدایت خان و خردمند خان و صلح محمد خان ہر چار بھائیوں کا  
 قبضہ مثل تصرف مصطفیٰ خان مرحوم کے رہنا چاہیے۔ اور کٹہرہ پر عہدہ آمد بموجب  
 فیصلنامہ سابق کے فریقین کا اور تربیت علیخان اور سعد اللہ خان کا عمل درآمد  
 مرتضیٰ خان مرحوم کے مطابق رہیگا۔

اگر اسکے خلاف کوئی فریق دست اندازی کرے تو آپ حاکم وقت ہیں تحقیقات  
 کر کے حسب عمل درآمد مصطفیٰ خان و مرتضیٰ خان کے دخل و لا دین۔  
 یہ خط متعلق اجراء فیصلنامہ کے قاضی رضی اللہ خان کا مرشدہ راقم کی نظر سے گذرا  
 ہے اور اسی سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

خاندان چوک اور بڑی ڈیوڑھی سے ہمیشہ نا اتفاقی رہی  
 چنانچہ سالہ ہجری میں یہ تنازعہ پیش آیا ہے کہ موضع ایگوان وغیرہ جو دیہات

کہ فتح معمر خان کے متعلق تھے اور وہ پرگنہ شاہ آباد میں شامل ہونیسے شیر انداز خان کی جاگیر سے وابستہ اور کاغذات شاہی میں بڑی ڈیوڑھی والوں کے نام تھے اسپر ایک فریق دوسرے فریق سے جگڑا کرتا تھا چنانچہ مقدمہ دار قضا تک پہنچا اور وہاں ۹ رمضان ۱۱۷۱ھ ہجری کو قاضی ناصر الزمان صاحب نے خانزادہ بہادر علیخان و محمد علیخان و وزیر دست خان و پرول خان تمتہ داروں کی رائے سے یہ فیصلہ کیا کہ چوک والے قبولیت استماری لکھدین اور مبلغ ایک ہزار دو سو پچیس بڑی ڈیوڑھی والوں کو جنگی جاگیر میں پرگنہ شاہ آباد میں ادا کرتے رہیں اور دیہات پر اپنا علیحدہ علیحدہ قبضہ رکھیں اور اسی فیصلہ کے بموجب بڑی ڈیوڑھی والوں سے پٹہ لکھالین چنانچہ ابتدائے فصل خریف ۱۱۷۱ھ کے کاغذات فریقین کی طرف سے لکھکر مرتب ہو گئے بہرہ مند خان ہدایت خان خرومند خان صلح محمد خان جو فرزند ان مرتضیٰ خان رئیس چوک کی طرف سے انکے گماشتہ محمد شہباز نے اور تربیت علیخان و سعد اللہ خان و خدایار خان کی طرف سے انکے گماشتہ محمد بہادر نے قبولیت لکھدی کہ ہم چچا بھیت جون کے گماشتہ جو مستاجر موضع ایگوان وغیرہ کے ہیں اور یہ دیہات خانصاحب شیر انداز خان و محمد یار خان پسران نواب محمد سردار خان صاحب رئیس بڑی ڈیوڑھی کی جاگیر و محال سے تعلق رکھتے ہیں لہذا ہم ہر سال پانسو روپیہ ادا کرتے رہینگے اس سند پر مہرین شیر انداز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی اور سعادت خان رئیس چھوٹی ڈیوڑھی کی پڑی ہوئی ہیں موصحات یہ تھے

ایگوان بنسی پور	محمد پور مصری پور	بسولی نفست پور	منگلہ ہباگ اولنا پور
--------------------	----------------------	-------------------	-------------------------

اور باغات وغیرہ بھی بہن جو مشترکہ علاقہ میں داخل تھے یہ کینہ ہمیشہ دونوں دیورھیونین  
 برابر قائم رہا اور یہ پُرانا خمیازہ اعزاز خان اور شیر زمان خان بن محمد بدایت خان  
 سے سلسلہ جبری میں از سر نو دکھڑا ہے اور لکھنؤ تک پہنچا نواب اعزاز خان  
 اور مرزا حسن رضا خان وزیر اعظم اودھ سے نہایت مراسم تھے اس لیے اعزاز خان  
 نے حسن رضا خان کے ذریعہ سے نواب آصف الدولہ کے اجلاس میں مقدمہ  
 دائر کیا وہاں سے دو شتر سوار رسالہ جھاؤ لال کے شاہ آباد آئے اور شیر زمان خان  
 کے دروازہ پر دستک دی شیر زمان خان حب الطلب لکھنؤ گئے اور ان کے  
 بعد اعزاز خان بھی لکھنؤ روانہ ہوئے جناب عالی یعنی نواب آصف الدولہ سے  
 عرض کیا گیا کہ فریقین مقدمہ حاضر بہن جناب عالی نے یہ مقدمہ راجہ جھاؤ لال کے  
 سپرد کیا کہ وہ فیصل کریں اور مہاراجہ مذکور نے رے بالکرشن رے بالکر  
 کے ذمہ کیا کہ یہ دونوں صاحبان یہ جگہ فیصل کریں چند روز تک اے صاحبان  
 کے اجلاس میں شیر زمان خان حاضر رہے اور اعزاز خان صاحب کی طرف سے  
 وکیل حاضر ہوتا تھا اور رو بکاری کرتا تھا مگر نواب اعزاز خان خود کچھری نہیں جلتے  
 تھے۔ رے بالکر ام نے کہا کہ نواب اعزاز خان خود نہیں آتے ہیں لہذا ہم  
 یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا آخر کار جناب عالی نواب وزیر الممالک نے قاضی شہر کے  
 پاس یہ مقدمہ بھیجا اور مفتی غلام حضرت صاحب کے اجلاس میں شرعی فیصلہ کے  
 لیے یہ مقدمہ پیش ہوا شیر زمان خان حاضر ہوئے اور تین چار روز تک مقدمہ  
 پیش رہا مگر اعزاز خان مفتی صاحب کے اجلاس میں بھی نہ گئے اور ان کی طرف  
 سے غلام محمد صاحب وکیل سوال و جواب کرتے رہے اور جو تمسکات کہ

نواب اعزاز خان کے پاس تھے اور ان کاغذات کی رو سے دعوے اپنے  
جد امجد کے عہد تک کا کرتے رہے۔ مگر ثابت نہ کر سکے اس لیے مفتی صاحب  
نے دعوے نامنظور کیا اور نواب اعزاز خان کے وکیلوں سے کچھ جواب  
نہ بن پڑا اور شیر زمان خان کے حق میں وہ کاغذات کچھ نقصان سان  
نہ ہوئے اس عرصہ میں نواب آصف الدولہ نے شکار کی غرض سے لکھنؤ سے  
کوچ کر کے جنگل کی طرف رخ کیا اور مہاراجہ جھاؤل لال اور دیگر امرا بھی  
اونکے ہمراہ ہوئے اور یہ معاملہ مذہب یون ہی پڑا اور اسکے  
بعد فریقین اپنے اپنے گھر شاہ آباد چلے آئے۔

سالہ ہجری میں جب کہ شاہزادہ عالی گوہر دہلی سے بنگالہ کو روانہ ہوئے  
تو پہلے مراد آباد و بریلی آئے اور وہاں سعد اللہ خان ولد علی محمد خان روہلہ  
نے اپنے علاقہ میں نذر و دعوت کے مراسم ادا کیے اسکے بعد شاہزادہ  
موصوف شاہجہان پور آئے اور یہاں نواب زین الدین خان عرف  
عبد اللہ خان نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی وہاں سے شاہزادہ بہادر

سالہ شاہزادہ عالی گوہر بصوب بنگالہ بعد فراہم شدن اسباب سفر و قدرے رفیقان راہ ملا  
و بریلی غازی گروید و عرض راہ سعد اللہ خان خلیف علی محمد خان روہلہ ضیافت و درخور استعداد عمل  
آورد و از انجا شاہجہان پور نزول ایلال مندرمود و نواب زین الدین خان عرف عبد اللہ خان  
آمد شرف ملازمت حاصل نمود یہ خلعت و خطاب زین الدین خان بہادر چٹالی سرفرازی یافت  
و بہت نام سائڈی نواب صلح محمد خان بجنور سیدہ بعد حصول ملازمت بخلعت و خطاب  
ولیر خان مخاطب شد۔ اخبار محبت صفحہ ۷۷۔



سانڈی تشریف لے گئے وہاں صلح محمد خان ابن مرتضیٰ خان حاضر ہوئے  
 اوسوقت شاہزادہ نے محمد صلح خان کو خلعت و خطاب  
 دلیر خان مرحمت کیا۔

نواب دلیر خان کی اولاد میں چوک والوں کو دو خطاب خاندان شاہی سے دستیاب  
 ہوئے اسکے بعد شاہزادہ صاحب لکھنؤ میں نواب شجاع الدولہ سے نذر لیتے ہوئے  
 الہ آباد گئے اور وہاں سے پٹنہ عظیم آباد روانہ ہوئے اور اثنائے راہ میں اپنے  
 باپ عالمگیر ثانی کے انتقال کی خبر سن کر تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور پھر دہلی  
 آکر مستقل طور پر دار السلطنت میں شاہ عالم بادشاہ ثانی کا خطاب اختیار کر کے  
 حکمرانی میں مصروف ہوئے۔

خاندان فتح معمر خان میں شجاعت اور تیغ زنی کے علاوہ قلم کے جوہر بھی خداوند  
 کریم نے عنایت کیے تھے نواب محبت خان جو فیض عطا خان کے فرزند اور  
 صلح محمد خان کے پوتے تھے یہ صاحب تصنیف نواب گدڑے بن اٹکی والدہ زینب بیگم  
 نواب عبداللہ خان مخاطب بہ زین الدین خان بہادر صولت جنگ کی بیٹی تھیں  
 جنسے یہ اور انکے بھائی نواب مردان علیخان پیدا ہوئے تھے نواب محبت خان  
 کا عقد نواب متاب خان شاہجہان پوری کی صاحبزادی سے ہوا تھا نواب  
 محبت خان اپنے نانہالی و سسرالی رشتہ کیوجہ سے شاہ آباد سے جا کر اکثر  
 شاہجہانپور کے قلعہ میں رہا کرتے تھے کتاب اخبار محبت انھیں کی تصنیفات  
 سے ہے جسکے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑے وسیع نظر اور  
 صاحب تحقیق انسان تھے شاہ آباد کے نوابوں میں ایسے ذی علم و لائق شخص

کم ہوئے ہیں بہت سے مستند خاندانی واقعات انھوں نے لکھے ہیں اور  
 تاریخی کتابیں بھی بہت سی فراہم کی تھیں اکثر اپنے بزرگوں اور خاندان کے  
 قابل ذکر لوگوں کے حالات سلاطین مغلیہ کی تاریخ میں ترتیب وار لکھے  
 ہیں اور نواب بہادر خان و نواب دلیر خان کے جو حالات کہ انھوں نے  
 اخبار محبت میں تحریر کیے ہیں وہ کتب شاہی کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ  
 راست و بے کم و کاست اور اصل وقایع کے مطابق ہیں نواب صاحب  
 نے جن کتابوں کے نام اپنی کتاب میں لکھے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑا  
 ذخیرہ ان کے پیش نظر تھا اور بڑی معلومات کے انسان تھے بعض مسائل  
 قلبی نایاب روزگار ان کے ہاتھ آئے تھے جنکا اب کین نام و نشان نہیں ملتا  
 مثلاً رسالہ دلیری یہ دلیر خان کے حالات میں معلوم ہوتا ہے اور وہ غالباً  
 دلیر خان کا لکھا ہوا ہو۔ دریا دلیری دریا خان کی زندگی کے واقعات کے  
 متعلق ثابت ہوتا ہے۔ فیض بخش نواب بہادر خان کے کارنامے امین مندرج  
 ہونا معلوم ہوتے ہیں جو انھوں نے خود لکھاے ہونگے۔ مابقی کتب مندرجہ  
 جسے اخبار محبت مرتب کی ہے یہ ہیں۔ اکبر نامہ ابو الفضل۔ تاریخ سلطان ناصر الدین  
 بکتلیک و سلطان محمود مصنفہ عنصری۔ تاریخ سلطان شہاب الدین غوری۔ تاریخ  
 علاء الدین خلجی۔ تاریخ فیروز شاہی مصنفہ مولانا اعجاز الدین۔ تاریخ افغانیہ ہسلول لودھی  
 و شیر شاہ مصنفہ حسین افغان۔ نظیر نامہ تیمور صاحبقران مصنفہ مولانا شرف الدین یزدی  
 تیمور نامہ منظوم مصنفہ مولانا سہاجی برادر زادہ مولانا سہاجی و قعات  
 یابری  مترجمہ خانخانان عبد الرحیم بربان فارسی۔ تاریخ اکبری

مُصَنَّفِ عَطابیگ قزوینی اکبر شاہی مُصَنَّفِ شیخ الہدٰی دمشقی مرتضیٰ خانی طبقات  
اکبری مُصَنَّفِ خواجہ نظام الدین احمد بخشی اکبری۔ اقبال جہانگیری مُصَنَّفِ معتمد خان  
عرف محمد شریف خان تزرک جہانگیری مُصَنَّفِ جہانگیر بادشاہ تاریخ شاہ جہانی مُصَنَّفِ  
محمد وارث اصلاح کردہ علامی سعد اللہ خان طبقات عالمگیری عالمگیر نامہ تاریخ  
بہادر شاہی مُصَنَّفِ مولانا شاہ آبادی۔

دیگر کتب ہندی مہابھارت ورامائن برس بران سری کشن پوتھی بھاگوت  
یوگ بشت گل افشان عرف سنگھاسن تپتیی حال راجہ بکرماجیت پدماوت  
وغیرہ کا حوالہ ہے۔



## نواب چاند خان

یہ نواب دلیر خان کے تیسرے صاحبزادہ ہیں محلہ چوک کے مورث اعلیٰ تھے یہ بھی منصب دار شاہی ہوئے۔ چونکہ عالمگیری سلطنت کا مفصل حال عجیب دس سال کے مسلسل نہیں ملتا اسوجہ سے انکے عہدہ کی تفصیل نہیں مل سکی انکے فرزند پر دل خان عرف داؤد خان دوہزاری ذات اور دو ہزار سوار کے منصبدار تھے پر دل خان کو فرخ سیر بادشاہ نے داؤد خان کا خطاب دیا تھا چنانچہ اس امر کا سچ بھی اونہوں نے اپنی مہر میں کندہ کر لیا تھا اور وہ یہ ہے

ز لطف حضرت فرخ سیر خدیو جہان

خطاب شوکتِ او دیافتِ دل خان

انکی دیورھی میں بھی مثل اپنے بھائی بندون کے داؤد ہشس کا بازار گرم تھا چنانچہ ایک درگاہ کے فقیر کو جنکا نام سمیع شاہ تھا ۲۹۰ھ ہجری میں ایک معافی عنایت کی ہے جسکی سند آج تک موجود ہے نقل اسکی ناظرین کے ملائے کے لیے تحریر کی جاتی ہے۔

متصدیان مہات حال و استقبال تعلق سرکار بقا التکا امیر بودہ بدایہ  
چون رسوم وجہ معیشت شاہ سمیع ولد شاہ باقی  
فقیران بموجب سند سابق از تغیر اسم وجہ شاہ محمد فقیر

ز لطف حضرت  
فرخ سیر خدیو جہان  
نواب پر دل خان  
خطاب شوکت

ساکن موضع پریر از روش و رسم چراغ وغیرہ عرس در گاہ مقدس متبرکہ  
حضرت شاہنشاہ قدس اللہ سرہ العزیز از سرکار این جانب من ابتداء سے تاریخ  
بست و یکم شہر رمضان ۱۰۲۰ ھ ہجری مقرر نمودہ شدی باید کہ وجہ مسطورہ  
سال بسال در تصرف مومی الیہ والکذا زند کہ بفرارغ خاطر متصرف شدہ وقابض  
بودہ بدعا ذکر خیر و عبادت و ریاضت مشغول شدہ باید کہ بجسم من الوجہ  
مزا حمت بحال فقر امر قوم نرسانند درین باب حسب الامر قوم تن قدغن دانستہ  
بعل آرند۔ فی التاریخ بست و دوم شہر رمضان ۱۰۲۰ ھ از جلوس والا تحریر یافت  
پیر دل خان کے بیٹے قائم علیخان و بہادر علیخان بھی مثل اپنے باپ ادا کے  
نامور اور شجاعت و ریسانہ اوصاف سے متصف تھے۔

اس خاندان کے آخری عہد میں رجب علیخان صاحب بھی معزز و ذی قدرت  
شخص گذرے حکام اور برادری میں اونکا کاخ کیا جاتا تھا عہد نوابی میں شاہ اوجہ  
کی طرف سے جو چکیدار شاہ آباد آتا تھا اور اسکے پاس زر مال گذاری کسی کے  
پاس پہونچنے میں تامل ہوتا اور اسکی جانب سے مال گذار شخص پر تشدد کیا جاتا  
تو جسکی ضمانت زبانی بھی یہ کر دیتے تھے پھر اس سے مواخذہ نہیں کیا جاتا تھا  
ریسانہ فیاضی سے انھوں نے اکثر اہل استحقاق کو معافیان دی ہیں جنکی  
سندین راقم کی نظر سے گذری ہیں اور بعض سند موجود بھی ہے مگر بوجہ  
ملوالت کے قلم انداز کی جاتی ہے دس بارہ موضع بھی انکے قبضہ میں  
تھے تھوڑا زمانہ گذرا ہے کہ انکا شاندار مکان و پھاٹک کھدا ہے۔

افسوس کہ نواب چاند خان کے اور نیز اونکے خاندان کے کاغذات نہیں

دستیاب ہوئے جس سے مفصل انکے حالات معلوم ہوتے۔  
 بعض شاخیں انکی اولاد کی صحیح النسب ہیں اولاد کے نام شجرہ دلیہ خانی میں  
 دیکھنا چاہیے۔

## نواب السداد خان عرف اللہ دیے خان

یہ چوتھے فرزند نواب دلیر خان کے تھے محلہ نالہ میں انکی ڈیوڑھی تھی ایسے  
 اوصاف میں اپنے باپ و بھائیوں کے ہمدوش تھے نوروز پور کا علاقہ انکے  
 قبضہ میں تھا مسماۃ فاضلہ خانم نعمت خان باقر زئی کی دختر انکو منسوب تھیں یہ اولاد  
 رہے انکے انتقال کے بعد انکی منکوحہ بیوی علاقہ کی مالک ہوئیں اور انھوں نے  
 اپنے حین حیات کل الماک کی دستاویز اپنے بھتیجے محمد علی خان کے نام تحریر  
 کر دی اور اس پر عمائدین شہر کی مہرین کرادین سہاگ پور علاقہ نوروز پور۔ شون  
 و بڑا باغ اور ایک جوہلی جو کمال الدین خان کے مجلس اکیطرف بڑی ڈیوڑھی میں  
 تھی غرض کہ اپنی ملکیت کی اکثر اشیاء اوس میں شامل کر دین اور یہ تملیک نامہ  
 ۲۶ جمادی الاول ۱۲۸۵ھ ہجری میں تحریر ہوا ہے۔ محمد علی خان جو قطب خان کے  
 فرزند تھے انکے ورثا میں آخری شخص افضل خان تین پڑ جو لا ولد تھے جس پر اس  
 خاندان کا خاتمہ ہو گیا ہے۔

## نقل تملیک نامہ ہلخانہ اللہ دیے خان بنام محمد علی خان

بہر قاضی فیض اللہ وقاضی نادر الزمان وقاضی ناصر الزمان وسواہ میر خانزادہ

سعادت خان ولد ولد خان و محمد روشن خان و نعمت خان و خردمند خان بن محمد علی خان  
 مرحوم و اشرف خان و سعادت خان پسران نعمت خان ولد یوسف خان  
 و عالم خان و قاسم خان و ہادی داد خان و حامد خان فرزند ان نعمت خان حرم  
 و بہر خواجہ خواہر و بہر سید امید و بہر سید فتح محمد و دیگر تمنداران شاہ آباد  
 از قرار بتاریخ بست و ششم شہر جمادی الاول ۱۲۸۵ھ  
 آنکہ اقرار کردہ اعتراف صحیح کثری نمود مسماۃ فاضلہ خانم بنت نعمت خان  
 ولد یوسف خان قوم افغان باقر زئی زوجہ خانزادہ احمد دیے خان لدنواب  
 دلیر خان مرحوم ساکن قصبہ شاہ آباد سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اتر کرا و دہ  
 فی الحال بصیحت اقرار باشرعاً بر این جملہ کہ چون سابق موازی بست بسوہ  
 زمینداری در بست موضع جٹ پورہ ساحت عملہ پر گنتہ پالی سرکار و صوبہ مسطورہ  
 و دو قطعہ باغ نو دہا و باغ متصل محیندہ تالاب سواد قصبہ شاہ آباد مذکور  
 کہ موسوم بہ باغ چوبے پران نامتھ است و یک منزل حویلی تعمیر بخیر  
 واقع قصبہ شاہ آباد مذکور کہ مشہور بکوٹھہ بران چوبے است بمسئس محمد علی خان ولد  
 قطب خان ترین کہ ابن الاخت اعیانہ است تملیک بلا عیوض کردہ و ادم عالامو  
 چل بسوہ در بست موضع نور و زپور و موضع سٹھاگ پور عملہ پر گنتہ پالی مذکورہ و  
 یک محلہ روشن بازار عرف بروا بازار و یک منزل حویلی تعمیر بخیر و داخل اندرون  
 قلعہ واقع شاہ آباد و یک قطعہ باغ کلان معہ تالاب واقع سواد قصبہ شاہ آباد  
 مرقوم کہ بمغملہ عیوض زر مر خود از ترکہ خانزادہ احمد دیے خان مرحوم کہ زوج  
 من بود در قبض و تصرف مالکانہ خود تا زمان این تملیک بلا عیوض میدم

بدین حدود اربعه معروفه مذکور کما فصلت -

بسوه یا موضع نور و زپور ۴۰ بسوه

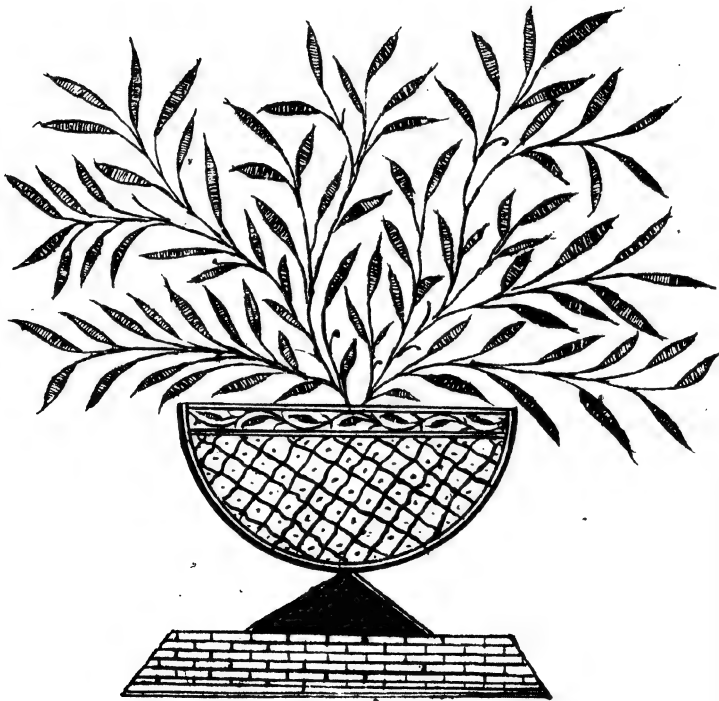
نور و زپور مسطور لہتن بست بسوه در بست - سوہاگ پور مسطور لہتن بست بسوه در بست  
محلہ روشن بازار عرف بر و بازار مع اربعہ حدود معروفہ و مطابق مقبوضہ تسمیہ  
معہ اراضی آن یک محلہ باغ کلان معہ تالاب و زمین و اشجار واقع شاہ آباد مذکور -

حد شرقی	حد جنوبی	حد شمالی
پٹی محمد حیات حویلی تعمیر احد باغیچہ علاء الدین جھیل محلہ خضر خان لاڑکانہ تالاب غیرہ و بلخ توابع داخل اندرون قلعہ واقع و محاذی بکلی قطعہ مذکور و مسماۃ زینتہ خلیل خاں شرفی کمال الدین خان مرحوم شاہ آباد حد جنوبی کوٹہ بدین حدود اربعہ دروازہ مجلس اسے حد جنوبی صحن مجلس اسے خاص اندرون دروازہ ایک منزل حویلی کمال الدین خان مرحوم نواب لیر خان مرحوم مجلس اسے نواب دلیر خان مرحوم حد شمالی شارع عام		

بمجموع حدود و حقوق و مرافق و منافع ان اشجار و اشلار و آب و خاص ان مکان  
و خاکدان و علمہ حویلی مذکور معہ عملہ داخل و کل قلیس و کثیر و بہا و دنیا و  
ما یضاف و بسبب ایضا خارج از مسلہ جد و مقابر و طرق عامہ و اوقاف مسمی  
محمد علی خان ولد قطب خان مرحوم الصبر از تملیک بلا عیوض کردہ دادیم کہ  
کہ قابض و متصرف باشد چنانچہ عقد تملیک بلا عیوض در میان مملکہ و  
مملک لہ مر قوین واقع شد و تملیک لہ مذکورہ مملک را در قبض و تصرف



مملکه بر آورده در قبض و تصرف خود آورد و تملیکاً میجیاً شرعیاً جائزاً ناقضاً پس همانند  
 بعد از عقد تملیک بلا عیوض مملکه مذکوره را و من مقدم مقام مادر ملک مرقوم حتی  
 و دعوی و دستخط تملیک بلا عیوض باقرار مسماة مذکور بتصدیق گواهی اشرف خان  
 و قطب خان برادران علانی مسماة مذکوره و مستحسن عالم خان و شام خان  
 و هادی داد خان و خاترا دان برادران علانی مسماة مرقوم نوشته شد  
 و کان ذلک تحریر مرقوم الصدیک شد



## نواب دلدار خان

یہ نواب دلیر خان کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ اور چھوٹی ڈیوڑھی کے  
یہی مورث اعلیٰ تھے صاحب منصب بیان کیے جاتے ہیں جب دس برس  
کے تھے انکی تصویر کھینچی گئی تھی جو آج تک موجود ہے اس سے امارت کے آثار  
پائے جاتے ہیں۔

انہارا بھرمین ہنہ کہ انکے فرزند ابراہیم خان تھے جنکے صاحبزادہ سعادت خان  
تھے اور انکے پسر بند علی خان تھے یہ دونوں باپ بیٹے نہایت زوردار اور  
گدڑے ہیں شاہ آباد میں کیسی مجال نہ تھی کہ انکے خلاف چون و چرا کر سکتا  
بند علی خان کے صاحبزادہ احمد علی خان تھے جو ایسے شہ زور ہوئے کہ شیر کے  
بچے پھیر دیے اور اسکی کلائیان بیکار کر دی تھیں اسکا یہ قصہ مشہور ہے کہ  
نواب احمد علی خان کو راجہ مظفر علی خان رئیس نانپارہ کی بیٹی منسوب تھیں  
یہ نانپارہ گئے ہوئے تھے وہاں خیمہ میں ٹھہرے تھے صبح کے وقت جنگل  
کی طرف نکلے شیر کا سامنا ہو گیا اسنے حملہ کیا اونھوں نے اسکی دونوں  
کلائیان تھام لین آخر کار دونوں شیروں کا مقابلہ ہوا خوب زور ہوئے  
مگر وہ جنگلی شیر اپنہ غالب آسکا بعض یہ کہتے ہیں کہ اسکے اور انکے فیما بین  
ایک درخت حائل تھا جب وہ شیر اپنہ حملہ آور ہوا تو یہ درخت کے  
دوسری طرف تھے اسنے کلائیان بڑھا کر انکو دبوچنا چاہا مگر انھوں نے  
اسکے ہاتھ ایسے تھامے کہ پھر نہ چھوڑے جب یہ اسکا جھگڑا ختم کر چکے

تو اپنے قیامگاہ کو واپس آئے۔

جلد میں جو خراش اوسکے پنجن سے آگیا تھا وہ لوندی سے صاف کرایا اور خود کسی سے کچھ نہ کہا اسکے بعد یہ خبر ہر جگہ مشہور ہو گئی۔

اوسکے زور کی یہ روایت بھی مشہور ہے کہ روپیہ کے نقش مٹا کر گولی بنا دیتے تھے انکی ہیبت لوگوں کے دلوں میں بہت رہا کرتی تھی ایک بار کا ذکر ہے کہ راجہ ہلاس رائے کے بیان لکھنؤ میں نواب احمد علی خان بیٹھے ہوئے تھے اس اثنا میں شاہ اوو کے کوئی عزیز آئے انھوں نے انکی کچھ تعظیم نہ کی تو انھوں نے کوئی سخت کلمہ کہا انکو اپنی شجاعت کا دعوے اور انکو والی ملک کے عزیز ہونیکا پندار اشتعال برپا ہوا احمد علی خان نے اونکو کمر مبارکس تیاچہ مارا حاضرین جلسہ نے رقص شر کرایا اس جھگڑے کا قصہ نواب آصف الدولہ کے کانوں تک پہونچا مگر راجہ ہلاس رائے نے رقص فساد کر دیا۔

اپنے بجائی بندوں میں مجز و تین صاحبوں کے یہ کسی کا پورا نام بھی نہیں لیا کرتے تھے۔

بعض لوگ انکے طرز عمل میں جا برانہ رنگ بھی بتلاتے ہیں مگر اسکے ساتھ انکی یہ خوبی نہایت مشہور ہے کہ کوئی زبردست انکے سامنے کسی کمزور پر زیادتی نہیں کر سکتا تھا ہمیشہ زبردست کے شریک ہو کر اوس موذی کی مزاح پر سی کیا کرتے تھے چنانچہ اسکے مصداق حافظ ظلام علی خان مرحوم ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ہمارے والد احمد علی خان کہ وہ بھی ہمنام نواب احمد علی خان اور شجاعت و بہادری میں نہایت مشہور شخص تھے جب اونکے لو کہیں میں

اونکے والد عبداللہ خان جو زور و قوت میں پہلوان تھے انتقال کر گئے تو ملک  
 قادر واد خان نے حقیقت کے جھگڑے پر اوتکو دیا جانا چاہا وہ تنہا تھے کوئی  
 بھائی دوسرا اذکانہ تھا وہ نواب احمد علیخان کے پاس چلے گئے اور اسے  
 سارا قصہ بیان کیا نواب احمد علیخان یہ سنکر ہاتھی پر سوار ہوئے اور محلہ  
 سلیمانی کو آئے یہاں ملک لوگوں کو بلوایا اور کہا کہ اگر تم نے اس لڑکے کو چھو جا  
 دوست ملک کاکبر علیخان کا بھانجہ ہے ستانا چاہا تو تمہارے حق میں بہت رنج و  
 ہم اس کے شریک ہونگے اور ہمارے ہوتے ہوئے کسی جرات ہو سکتی ہے  
 کہ اسے مجبور کر سکے چنانچہ اسکے بعد دوبارہ ملک لوگوں کو لڑائی کی بہت پڑی  
 نواب احمد علیخان نے اپنی حیات میں اپنے پس ماندگان کے نام یہ نام لکھ کر  
 ہر ایک وارث کو علیحدہ علیحدہ حصہ تقسیم کر دیا تھا اور یہ یہ نامہ ماہِ ذیقعدہ  
 ۱۲۳۱ھ ہجری میں تحریر کیا ہے اوپر مہرین رجب علیخان و امافی خان سید غلام  
 مصطفیٰ وغیرہ کی پڑی ہوئی ہیں۔ ایک ہزار دو سو روپیہ نقد اور ۱۲۳۱ھ تک  
 اراضی باسط نگر سے اور سات سو روپیہ سعادت نگر سے اور ۱۲۳۱ھ تک  
 اراضی سیر موضع سعادت نگر و سوباگ پور و ٹھکری وغیرہ سے اور حقوق  
 زمینداری بازار سعادت گنج و جملہ زمینداری رانی صاحبہ کو مرحمت فرمائی  
 اسکے بعد اپنے صاحبزادہ نواب دوست علیخان کو ۱۲۳۱ھ نقد اور خیر و مل  
 یعنی مادر دوست علیخان کو دو سو روپیہ نقد اور ۱۲۳۱ھ تک اراضی بختہ اور  
 اپنی دختر والدہ بیون خان کو ایک سو روپیہ نقد اور اپنی بھانج زوجہ  
 لطف علیخان کو ۱۲۳۱ھ اراضی سیر کی دیات تعلقہ باسط نگر سے اور

تیس روپیہ نقد اسکے علاوہ حقوق بازار سعادت گنج کے دیے تھے۔

نواب احمد علیخان کے انتقال کے بعد اونکی رانی صاحبہ کا انتقال ہو رہا ہے چونکہ وہ لا ولد تھیں اسلیے شاہ اودہ کی طرف سے حکام قصبہ آئے اور اونکے اشیاء مقبوضہ کا حساب لگا کر فرد بنائی کہ جب تک سرکار اودہ سے کچھ حکم نہ آئے یہ سامان مقفل و محفوظ رکھا رہے۔

اور یہ فہرست اسباب کوٹھ جات رانی صاحبہ کی ۲ جمادی الثانی ۱۲۶۷ھ کو رانی صاحبہ کے وفات کے زمانہ میں تحریر کی گئی ہے اور ملا زمان سرکاری سے مرزا محمد مدی صاحب تحصیلدار اور ہر پر شاد صاحب پیشکار دیسی سہاے متصدی چیت رام گماشتہ اخبار دیسی سنگہ جمعدار کمپنی تلنگہ وغیرہ تھے ایک والان میں ۵۵۰ عدد اور دوسرے کوٹھ میں ایک سو ۵۰ عدد سامان کے نکلے جس میں پارچہ جات اور ظروف و کتب وغیرہ تھے یہ وصیت نامہ اور فہرست وغیرہ اسوقت ہمارے پیش نظر ہے فہرست پے قاضی وصی علی صاحب اور مولوی محراب علی صاحب اور قاضی شجاعت علی صاحب و حکیم عیوض رائے بیجا تھ دستہ دار پلٹن دگلہ پوش کی مہربانی پڑی ہوئی ہیں۔

اسکے بعد نواب دوست علیخان نے قلعہ داری باسٹانگر کی حاصل کرنی کی کوشش کی اور دوسری طرف سے والدہ غلام غوث خان جوانکی سوتیلی بہن تھیں انھوں نے اور انکے لڑکوں نے دعوے کیا بڑا جھگڑا ہوا دوست علیخان نے جو درخواست سرکار اودہ میں گذرانی تھی اسکے پیر و کار و سفارشی فقیر محمد خان صاحب سالہ دار

ملج آبادی تھے جو نہایت با اثر انسان تھے اسلئے دوسرے حقداروں کے مقابلہ میں انکو کامیابی حاصل ہوئی اور یہ تعلقہ دار باسطننگر قرار پائے انکی درخواست پر جو حکم شاہ اودہ کی رو بکاری سے صادر ہوا تھا وہ اسوقت موجود ہے قتل حکم فارسی حاشیہ پر تحریر کر کے ترجمہ اسکا یہاں پر لکھا جاتا ہے اور وہ یہ ہے۔  
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسطننگر کو معلوم ہو کہ تمہاری عرضداشت ۱۹ ذیقعدہ سنہ جلوس محلے کو نظر اقدس سے گذری اوسین تمنے خاندانی وراثت اور شاہان گذشتہ کی خدمات اور پرگنہ باسطننگر کی جاگیر داری کا جس میں ۴۵ موضع احمد علیخان متوفی کے قبضہ میں ہونا اور پانچزار روپیہ نامکاری کے مجرا ہونے کے بعد زسرکاری کا ادا کرنا اور البسب

نقل فرمان والا شان و بہر شاہی مرقوم سیوم ذی الحجہ سنہ جلوس محلے۔ صادر خاص حضور والا  
 فدوی خاص دوست علیخان تعلقہ دار باسطننگر معلوم نماید عرضداشت آن فدوی معروضہ نو ذہم  
 ماہ ذیقعدہ متضمن حال قدامت و سرفرازی خدمات سرگ آباد و اجداد و حضرات سلاطین پیشین  
 اتارا اللہ برانہم و جاگیر داری و تقریر جاگیر پر گنہ شاہ آباد و متعلق بودن پر گنہ باسطننگر چل و بیخ  
 و یہاں قبضہ احمد علیخان متوفی مع قبضہ شاہ آباد و زر و اجبا لادائے سرکاری ادا نموده ماندن بعد  
 مجرائی پنجزار روپیہ نامکار و تقسیم الاحوالی خود بسبب نبودن طلاوت از سنگینی جمع مشخصہ  
 و اجازت ملازمی مردم یک ہزار سوار و پیادہ و چار ضرب توپ و اجازت عطایہ تنخواہ  
 ملازمان از خسرانہ عامرہ و خواہ از تحصیل محال بنظر بندگان اقدس و اطاع گذشت  
 و انشاء اللہ العزیز عنقریب بعد نسخ یابی کامل کہ بنا بر انتظام ملکی افواج مظہر  
 امواج روانہ آن طرف خواہ گشت و بند و بست آن طرف ہم بخوبی صورت خواہد بست

سنگینی جمع کے اضافہ کی گنجائش نہ باقی رہنا اور چار ضرب توپ ایک ہزار سو اسیادوں کے ملازم رکھنے کی اجازت جملہ حالات تحریر کیے ہیں امور مندرجہ معلوم ہوئے انشاء اللہ عنقریب جو فوج کہ ملکی انتظام کے لیے اوسط طرے جائیگی وہ بندوبست تمھارے طرف کا بھی بخوبی کر دیگی تمکو بالفعل اتنے سوار کہ رعایا کی حفاظت اور کاشتکاری وغیرہ کی ضرورت پوری کر سکیں ملازم رکھنا کچھ مضائقہ نہیں تنخواہ انکی اسی محال سے ادا کرنا چاہیے تاکہ علاقہ سے آمدنی کا چشمہ جاری رہے اور تحصیل وصول کے زمانہ میں اداے مالگداری و تنخواہ ملازمین کے بعد کل جمع خرچ ہمارے حضور میں بھیجنا چاہیے اور ہر طرح سے اطمینان کھو اس غیر خواہی کی صورت میں منصب موروثی و خدمات خاص تمکو پیشگاہ سلطانی سے عنایت کیے جائیں گے اور ہر طرح سے مورد الطاف خسروانہ رہو گے۔

زیادہ الطاف شاہانہ۔

اس کوشش اور کارروائی کے بعد نواب دوست علیخان مستقل تعلقہ دار باسطنکر کے ہوئے اور اپنی لیاقت و مکرمت رئیسانہ سے باشندگان شاہ آباد کو

لیکن فی الحال بنا بر حفاظت نفوس و خلق اللہ و اجر اسے کشتکار و فرونی زراعت آبادی رعیت بقدر ضرورت ملازم دہتن سوار و برات تنخواہ آہنا از آمدنی ہان محال مضائقہ نہار و تادرا عانت آہنا چشمہ تحصیل جاری گرد و وقت وصول محاصل بعد اداے تنخواہ ملازمان و عین اہمال سرکار و ولتدار مع حساب بمخرج البلاغ حضور پرورد باید ساخت و اطمینان کلی باید داشت کہ در صورت ظهور اینگونه خبر اندیشی با سر فرازی خاص بخدمت و منصب موروثی از پیشگاہ سلطانی خواہ شد و ہرگز نہ مورد التفات خسروی خواہ گشت زیادہ تفضلات

ہمیشہ خوش اور ممنون رکھا نواب صاحب پابند صوم و صلوة اور خوش آواز انسان تھے قرآن شریف قراءت سے پڑھتے تھے مذہبی فرایض کی حمیت بھی مزاج میں تھی عشرہ محرم میں امام عالی مقام کی فاتحہ وغیرہ بھی نہایت خلوص و شان و شوکت سے کیا کرتے تھے چونکہ نہایت خوش عقیدہ تھے اسلئے فقہ اور علم کی خاطر وعزت بھی تہ دل سے کیا کرتے تھے چنانچہ شمس الدین میاں نصاب جکا تلمذ میں مزار ہے اور وہ بزرگ عارف باشندہ تھے آئی ہر سال اپنے مکان پر دعوت کرتے نذر دیا کرتے تھے سید صاحب موصوف کے بعد انکے خلیفہ سید شیر علی صاحب سے بھی وہ ہی بڑا ورکھا سیطرح پیر زادگان بلگرام کے ساتھ بھی ہمیشہ حسن و سلوک سے پیش آتے رہے۔

نواب صاحب نے ایک صورت حال باشندگان شاہ آباد سے تصدیق کرائی ہے کیونکہ علی شیر خان ساکن محلہ گدھی نے ایک نالش انکے نام سرکار لکھنؤ میں اس امر کی دائر کی تھی کہ نواب صاحب نے ہمارا باغ زبردستی کاٹ لیا اسپر لکھنؤ سے انکے نام منراول جاری ہوئی نواب صاحب نے یہاں اس مضمون کی صورت حال تصدیق کرائی کہ میرے والد نواب احمد علی خان خانزادہ وکس شاہ آباد نے یہ باغ چھ سو روپیہ پر بہادر خان خلیل کے ورثا سے خرید کیا تھا اور وہ بیستیس برس تک اس باغ پر قابض رہے اب علی شیر خان نے مجھ پر اتہام لگا کر در دولت پرستغاٹہ کیا ہے میں اس باغ کو ذاتی سمجھ کر لٹوا یا ہے کاغذ اس باغ کا بھی تھا لیکن جس طرح کہ دیگر کاغذات رہنماے بیعناے فرامین شاہی پورانی صاحبہ کے قبضہ میں تھے اور انکا انتقال ہو گیا میں اس زمانہ میں لکھنؤ تھا



جیون خانی حسن علیخان اونکے نواسون نے چالاکئی سے اوڑالیے اور وہ  
کا خدات میرے ہاتھ سے جاتے رہے آپ جلد صاحبان اس واقعہ کو تصدیق  
کر کے دستخط کر دیں تاکہ یہ کاغذ عرضداشت کے ہمراہ رو بجاری حضور میں  
ارسال کیا جائے۔

نواب صاحب نے اپنے نام کا بیچ مہرین کندہ کرایا تھا جبین سلسلہ مجری  
کندہ تھے بطیف احمد است دوست علی نواب دوست علیخان کے  
فرزند نواب حسین علیخان تعلقہ دار باسطنگر تھے انکی اولاد نرنیہ کوئی تھی ایک  
دختر مسماۃ لطیف النساء بیگم تھیں جو ولید ریاست قراہ پانی تھیں پہلے انکا عقد  
نواب اصغر حسین خان باون ہزاری رئیس فرخ آباد کے ساتھ ہوا تھا لیکن اس  
نا اتفاق پیش آئی اسلئے اونھوں نے اپنا عقد ثانی شاہزادہ کیوان شاہ ثریا جاہ دہلی  
سے کیا شاہزادہ صاحب بڑی شان و شوکت سے شاہ آباد تشریف لائے

ملکہ شاہزادہ مرزا ثریا جاہ عرف مرزا کیوان شاہ نہایت مشین و قابل تھے۔ ذاتی اعزاز کے  
علاوہ حاجی اور حافظ ہونے کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا سلسلہ عین پیدا ہوئے اور  
سلسلہ عین دہلی کے خاندان شاہی کے آپ بزرگ تسلیم کیے گئے گورنمنٹ نے عدالت  
دیوانی کی حاضری سے آپکو مستثنیٰ کیا تھا شہر دہلی کے آپ آمریری مجسریا اور میونسپل کونسل  
اور جامع مسجد اور مسجد فقہوری اور مدرسہ عربیہ کی منتظم کمیٹیوں کے صدر ممبر بھی تھے دو ہزار  
نئے روپیہ ماہوار علاوہ جاگیر کے آپ کو آمدنی در زمین پہنچی تھی سلسلہ عین جناب  
موصوف نے شاہزادوں کے لیے اسکول قائم کیا جسکی بڑی امداد حیب خاص سے  
کرتے رہے اور درسگاہ کے لیے ایک مکان بھی بلا کر ایہ مرحمت فرمایا۔ ایک لاکھ پچیس ہزار

مگر نواب امانت قاضی بیگم مادر لطیف النساء بیگم اور شاہزادہ صاحب سے  
 بقیہ صفحہ ماقبل | جو نواب کلب علی خان بہادر فرما کر اسے رام پور نے جامع مسجد دہلی کی مرمت  
 کی ضرورت کو عنایت کیا تھا وہ بھی کئی متعلقہ کے صدر نشین ہو چکی وجہ سے آپ ہی کے زیر تہام  
 صرف ہو اگر نمٹ مالیدہ نے سلسلہ میں آپ کی وساطت سے خاندان مغلیہ کی چالیس  
 عورتوں اور پانچ مردوں اور پھر سلسلہ میں باسٹھ عورتوں اور چالیس اشخاص کی پنشن  
 پرورش کے لیے مقرر کر دی۔ صاحب عالم شاہزادہ غریبا جاہ بہادر کے والد کا نام نامی  
 شاہزادہ مرزا ہدایت افزا عرف مرزا الہی بخش بہادر تھا جنگی وادی نواب علی اللہ شاہ  
 بیگم حضرت عالمگیر ثانی بادشاہ دہلی کی بیٹی تھیں شاہزادہ صاحب موصوف کی بچھڑی فتح ملکت  
 مرزا غزوہ لیسہ کو بیاہی تھیں شاہی محل میں آپ کے والد ماجد کا بڑا اثر تھا کیونکہ زینت محل  
 یعنی سراج الدین ابو نظر شاہ آخری بادشاہ دہلی کی بیگم آپ پر نہایت مہربان تھیں ایام غدر  
 میں مرزا الہی بخش بہادر سے سرکار انگریزی کی خیر خواہی ظہور میں آئی جسکے صلہ میں بیگم سوسٹھ  
 کو گورنمنٹ برطانیہ نے انکو بائیس ہزار آٹھ سو تیس روپیہ کی سالانہ نسل بعد نسل پنشن  
 عطا فرمائی اور سترہ لاکھ کو گورنمنٹ نے پانچ ہزار روپیہ سالانہ کی دوامی پنشن اس معاوضہ  
 جو ضلع رہتک کے مواضع سے مشترکہ طور پر آمدنی غدر سے پہلے ملا کرتی تھی عطا  
 کی اور سترہ لاکھ کو اضلاع دہلی و میرٹھ میں دو ہزار دو سو پچیس روپیہ سالانہ آمدنی کے چند  
 مواضع مرحمت فرمائے۔ اور ایام غدر میں جو اسباب تلف ہو گیا تھا اسکی تلافی میں  
 ایک لاکھ چودہ ہزار تین سو پچتر روپیہ نقد گورنمنٹ نے عطا فرمائے اور سترہ لاکھ میں تیس ہزار  
 روپیہ جو بطور قرضہ کے عنایت کیے تھے اوسیں سے نصف رقم معاف کر دی اور جب  
 سترہ لاکھ میں ملکہ مظفر نے قیصر ہند خطاب اختیار کرنے کا دربار دہلی میں کیا تو قیصر

مواقت نہیں ہوئی شاہزادہ صاحب بڑی دیوڑھی میں جا کر مقیم ہوئے کچھ  
 بقیہ صفحہ ماقبل دو ہزار دو سو پچاس روپیہ ماہوار کا انکے لیے اضافہ کیا جب مرزا انتقال  
 شدہ عین رحلت کر گئے تو شاہزادہ صاحب کے بڑے بھائی مرزا سلیمان شاہ  
 انکے قائم مقام ہوئے اور وہ بارہ برس جانشین رہ کر سنہ ۱۱۹۷ھ کو انتقال کر گئے  
 جس کے بعد آپ با اختیار و اکبر خاندان ہوئے۔ شاہزادہ ثریا جاہ بہادر نے کئی شادیان  
 کیں پہلے عقد ہزبانس نواب محمد طغخان والی ٹونک کی صاحبزادی سے کیا دوسرا  
 عقد اپنے حقیقی مامون مرزا فیروز شاہ بہادر جو حضرت اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی کے  
 پوتے تھے انکی دختر سے کیا تیسرا عقد لطیف النساء بیگم ولیدہ تعلقہ باسطنگر نبت نواب  
 امانت فاطمہ بیگم تعلقہ دارورئیہ شاہ آباد سے کیا اسی تعلق سے شاہزادہ صاحب  
 شاہ آباد تشریف لائے اور آپ کے اوصاف درج کرنے کا تاریخ شاہ آباد میں موقع ملا  
 بعد عقد جس زمانہ میں کہ شاہزادہ صاحب شاہ آباد تشریف لائے ہیں آپکی شان شوکت اور  
 خوشروئی و لیاقت کی بڑی دہوم تھی اور وہ آپکے شباب کا زمانہ تھا افسوس کہ اس عہد و وضع  
 کی تصویر نہ دستیاب ہوئی موجودہ فوٹو آخری سنی کا ہے۔ آپکی اولاد میں ایک فرزند مرزا  
 تھے جو ۱۸ برس کی عمر میں ۶ دسمبر ۱۹۱۷ء کو بزمانہ تاجپوشی حضور ملک معظم شاہنشاہ جان نغم رحلت کر گئے  
 اب دو شاہزادیان یعنی نواب ملکہ جہان بیگم اور نواب بادشاہ جہان بیگم آپکی اولاد میں موجود اور  
 کل املاک کی وارث ہیں اور یہ تین اولادیں آپکی ان بیگم صاحبہ کے بطن سے جو فیروز شاہ کی  
 دختر ہیں پیدا ہوئیں اور یہی بیگم صاحبہ حسب منشاء گورنمنٹ بزرگ خاندان تسلیم کی گئیں بیگم صاحبہ  
 ٹونک بھی زندہ اور گڈارا پاتی ہیں مگر لا ولیدین افسوس کہ کئی سال ہوئے شاہزادہ صاحب  
 نے وفات پائی اور گورنمنٹ نے تمام اسے قرضہ انتظام کورٹ کا فرما دیا ہے۔

عرصہ تک اونکا یہاں قیام رہا اسکے بعد وہ دہلی چلے گئے ایک مدت تک انکے ملازم اور سامان جو کثرت بہر قسم کا تھا یہیں رہا اور پھر دہلی واپس گیا اسکے بعد نواب لطیف النساء بیگم کا جو انگریز انتقال ہو گیا انکے انتقال کے بعد نواب لیرخان کے چھوٹے فرزند کی نسل ہمیشہ کے لیے منقطع ہو گئی نواب امانت فاطمہ بیگم جو بعد اپنے شوہر نواب حسن علیخان کے تعلقہ باسطنگر کی سربراہ کار اور لطیف النساء بیگم کی ولیہ قرار پائی تھیں تعلقہ کی مالک و منتظم رہیں بیک صاحبہ موضع مگر نیہ کی جس کا کہ خاندانی تعلق محمدی سے ہے لڑکی تھیں انھوں نے اپنے بھانجہ کو پرورش کیا تھا اور انھیں کو علاقہ بھی دیا ستنائے میں بیک صاحبہ نے بھی انتقال کیا۔ اب انکے بعد نواب محمد عبد الکرم خان صاحب تعلقہ دار باسطنگر مالک علاقہ ہوئے ہیں نواب صاحب موصوف فی نفسہ بامروت مستقل مزاج رئیس ہیں راقم کے گننے سے کئی تصویریں اس تاریخ کے متعلق آپنے فراہم کر دیں۔



# صوبہ آودھ کا سرکار شاہی سے علیحدہ ہونا اور شاہ آباد کا تنزل کرنا

آبادی کے بعد عرصہ تک شاہ آباد روز افزون ترقی کرتا رہا اور اسکی مردم شماری بڑھتی گئی تھی کہ اس کے حدود نہایت وسیع ہو گئے۔ اس نے قصبہ کی وسعت کافی نہوسکی اور چھبیس موضع جو اسکے متصل افتادہ تھے اسکی آبادی میں شامل ہو گئے اسکے بعد جب دہلی کی سلطنت کو زوال شروع ہوا تو اسکے شاہ آباد میں بھی تنزل نے اپنا قدم بڑھایا چنانچہ گزیر ضلع ہر دوئی میں سٹراٹجی آرینول صاحب لکھتے ہیں کہ شاہ آباد کی موجودہ آبادی بمقابلہ سابق اب تہائی باقی رہی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں فیض شہر صاحب بیان آئے تھے انھوں نے شاہ آباد کو ایک بہت بڑا شہر لکھا ہے اور اسکی ویرانی کا زمانہ شروع ۱۸۵۹ء سے تحریر کیا ہے اور اسکے بعد بہت جلدی کے ساتھ اسکی ویرانی بڑھتی گئی ہے کیونکہ ٹیٹ صاحب نے اسکو بالکل برباد پایا اور بشب ہیر نے ۱۸۵۷ء میں اسکے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ یہ بہت بڑا قصبہ قریب قریب شہر کے تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری کے نشان باقی تھے۔

نواب کمال الدین خان جو بادشاہ رس اور بیان کے مستقل رئیس تھے وہ صوبہ آودھ کے ناظم اور صوبہ دار بھی تھے انکی حیات میں شاہ آباد کے

شباب کا زمانہ تھا اور جب اس کا انتقال ہو گیا اور اس صوبہ کی حکومت اور  
 افسری نکل گئی مگر تاہم چودہ پندرہ سو مواضع کا مستقل علاقہ اپنے  
 خاندان میں چھوڑ گئے وہ زمانہ بھی اچھا تھا لیکن جب محمد شاہ بادشاہ کا عہد آیا  
 اور سلطنت کمزور ہوئی اور ارکان دولت سے ہر ایک امیر بجائے خود  
 حاکم بن بیٹھا چنانچہ میر محمد امین نیشاپوری عرف سعادت خان برہان الملک  
 صوبہ اودھ کے صوبہ دار تھے اودھ بھی اس کے ملکیت میں آ گیا اسکے بعد  
 شاہان دہلی کی حکومت روز بروز ضعیف ہوتی گئی اور سلاطین مغلیہ کی فرمانروائی  
 برائے نام رہ گئی اسوجہ سے صوبہ اودھ کے صوبہ دار کی تبدیلی کی دوبارہ  
 نوبت نہ آئی اور مستقل طور پر یہ صوبہ برہان الملک کے گھر آ گیا جب برہان  
 الملک کا انتقال ہو گیا تو ان کے بعد ان کے بھانجے مرزا مقیم عرف نواب منصور علیخان  
 صفدر جنگ صوبہ اودھ کے صوبہ دار ہوئے اور محمد شاہ کے بعد احمد شاہ کے  
 عہد میں دہلی کے وزیر اعظم بھی ہو گئے اب کیا تھا ہر طرح کے اختیار اور حکومت  
 والی حاصل تھے اور ان کی حکومت زیادہ مضبوط ہو گئی وزیر الممالک کا غلبہ  
 اور خاندان دلیر خان کی کمزوری اور بادشاہی تسلط کا انحطاط ان اسباب  
 کے پیدا ہو جانے سے نتیجہ یہ ہوا کہ کئی علاقے دلیر خانی آئی اولاد کے قبضہ سے  
 محکوم صوبہ اودھ میں شامل ہو گئے۔

اس سے پہلے سعادت خان برہان الملک نے کئی پرگنہ جکا تعلق اودھ  
 سے تھا اور وہ ان سے قریب تھے نواب دلیر خان کی اولاد سے ٹھیکہ میں لیے  
 تھے مگر اسکے ساتھ زہد ٹھیکہ برابر حسب اقرار ادا کرتے تھے کیونکہ جب تک

خاندان ولیر خان بھی حضور رس اور صاحب قدرت تھا زبردستی اس کے  
 علاقہ کا چھین لینا آسان نہ تھا اسکے علاوہ سعادت خان برہان الملک  
 کی کوئی مدد لگی سننے میں نہ آئی جب صفدر جنگ صوبہ دار اودھ اور وزیر  
 اعظم دہلی کے ہوئے اور مرتضیٰ خان عرف نواب قلممور خان جو زوردار اور اولیٰ  
 شخص تھے انتقال کر گئے تو صفدر جنگ نے چند پرگنہ ولیر خانی جو نواب  
 سعادت خان برہان الملک نے ٹھیکہ میں لیے تھے قرق کر کے ضبط کیے  
 اور زرا جا رہ نہ دیا اور ملک اودھ میں شامل کر کے مگر جاگیر محال وطن و معانی  
 انعام لے لیا جو اس خاندان کی تھی وہ بدستور بحال و برقرار رہی۔  
 یہ سب شرح کتاب اخبار محبت میں درج ہے چند سطر میں اس حال کے  
 متعلق اسکی درج کی جاتی ہیں۔

اکثر پرگنات نواب سعادت خان صوبہ دار از آہنسا  
 اجارہ گرفتہ حاصلات آن قرار واقعہ میرسانید  
 در عہد احمد شاہ و عالمگیر ثانی مرتضیٰ خان کہ عالی حوصلہ  
 بود وفات یافت و نواب وزیر الممالک ابو المنصور خان  
 ز قصبہ نرسانیدہ قرق فرمودند مگر جاگیر محال وطن  
 جاری ماندہ۔

(کتاب اخبار محبت صفحہ ۵۳۲)

۲۳۵ فصلی سے ۲۳۶ فصلی تک شاہ آباد نواب برہان الملک کی سرکار  
میں داخل ہو گیا چنانچہ اس کارروائی کے متعلق نواب سردار خان اور پسران  
فتح معمر خان کے باہمی اقرار نامہ تحریر ہوا ہے بڑی ڈیوڑھی والوں کی طرف سے  
محمد معقول کریم بخش فوجدار و امین اور گلاب رام دیوان نے یہ تحریر لکھی ہے  
کہ شاہ آباد کا اودھ کے ساتھ تعلق ہو جانے سے حسب احکم نواب سردار خان  
فتح خان گماشتہ نے قبولیت لکھ کر سرکار اودھ میں داخل کی ہے مگر غلطی  
کے وقت بندگان عالی نواب برہان الملک نے اپنے دستخط خاص سے یہ  
اظہار کیا تھا کہ ان تعلقہ زمین فتح معمر خان کا بھی تعلق ہے اس لیے خاف صاحب  
مرحوم کے فرزندوں سے بھی دستخط و مہر لینا چاہیے۔

بموجب اس حکم کے سرکار اودھ کے متصدیوں نے بڑی ڈیوڑھی کے گماشتہ  
سے کہا کہ قبولیت پر پسران فتح معمر خان بھی اپنے دستخط کر دیں اور جب  
اسکے متعلق معمر روشن خان و بہرہ مند خان و ہدایت خان و غر و مند خان سے  
کہا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ ہمارا تعلق محال بادشاہی سے ہے ہم سے  
یہ کچھ انتظام نہیں ہو سکتا اس بات سے بڑی ڈیوڑھی والوں کو اندیشہ یہ پیدا ہوا  
کہ ہم سے سرکار برہان الملک سے بے لطفی و برہنہ نہ ہو جائے اس وجہ سے  
بڑی ڈیوڑھی کے اہلکاروں نے چوک والوں کے کارندوں سے اقرار لیا کہ  
اس امر کی دستاویز کرائی کہ مبلغ سات سو پچاس روپیہ جو چوک والوں کے  
تعلقہ کے ذمہ ہے وہ ہم سرکار برہان الملک میں پہنچاتے رہیں گے اور ہم  
زیر مطالبہ علاقہ سے وصول کرتے رہیں گے یہ تحریر ماہ صفر ۱۲۸۸ ہجری مطابق



سلسلہ جلوس میں تحریر ہوئی ہے۔

بڑی ڈیوڑھی اور چوک والوں سے اکثر معاملات رہے ہیں چنانچہ ۳۳ھ ہجری میں مصطفیٰ خان کے صاحبزادہ محمد حیات خان سے نواب سردار خان نے اپنی خواہش کی تھی کہ موضع جالپور آپ کا ذخیرہ ہے اس کے چار طرف ہمارے دیہات ہیں لہذا اسکی قیمت لیکر وہ موضع ہلکو دیکھیں چنانچہ انھوں نے حسب خواہش نواب سردار خان کے سو روپیہ لیکر بیٹنامہ لکھ دیا اور انکار نہیں کیا اس بیٹنامہ پر قاضی بدیع الزمان صاحب اور قاضی ہدایت اللہ صاحب کی مہر پڑی ہوئی ہے واجب العرض سرکاری میں ہے کہ نواب شیر انداز خان کے زمانہ تک کیفیت ریاست کی اچھی رہی اس کے بعد جائداد میں روز بروز زوال ہوتا گیا مگر قدیمی عزت و وقعت باقی تھی چنانچہ نواب شجاع الدولہ و نواب آصف الدولہ جب شاہ آباد ہو کر صوبہ کٹھر کو جایا کرتے تھے وہ بھی ان سے نہایت توقیر سے پیش آتے تھے لیکن جب سعادت علی خان صوبہ اودھ پر حکمران ہوئے تو انھوں نے جبررسی سے تمام معافیان ضبط کیا اور اپنی حاجت کے بموجب شاہ آباد پر بھی دست درازی کی اسوجہ سے سعادت علی خان کو لوگ غارت علیخان کہنے لگے تھے بڑی ڈیوڑھی اور چوک اور کیمڑہ کی جائداد کا بڑا حصہ کچھ ضبطی اور کچھ ورثا کی ناقابلیت سے تلف ہو گیا جب نوایی کا عہد جاتا رہا اور انگریزی عہداری ہوئی تو جبر جائداد ہر ایک خاندان میں باقی تھی وہ بھی برباد ہو گئی۔

اب نواب دلیر خان کے چھوٹے فرزند نواب دلدار خان کا صرف علاقہ

چالیس پچاس مواضعات کا باقی ہے اور کسی کے پاس کوئی بڑی جائداد نہیں ہی ہے۔  
انگریزی بندوبست جب پہلی بار ہوا ہے تو گورنمنٹ نے (۱۶۲) ایکڑ موضع چڑیا اور  
موضع پیرامین پیران نواب رعد انداز خان اور مسماۃ فضل النساء بیگم اور امیر حسین  
خان کو عنایت کی تھی اور اوسکی سند ۱۹ دسمبر ۱۸۵۷ء کو تحریر ہوئی ہے۔

نقل سند معافی چکات شاہ آباد منجانب سرکار گورنمنٹ

بنام نواب امیر حسین خان وغیرہ

اذا نجا کہ بعد کمال تحقیقات کے یہ دریافت ہوا  
کہ افضل النساء بیگم اور امیر حسین خان عہد  
شاہی سے اکتیس ایکڑ اراضی موضع چڑیا اور  
اکتیس ایکڑ موضع پیرا اور تین سو چالیس ایکڑ



چکات شاہ آباد ضلع ہر دوئی پر قابض رہے ہیں۔

جناب چیف کمشنر بہادر حسب منظور بنندگان نواب متطاب معلّم  
اقاب نائب سلطنت و سیراے گورنر جنرل بہادر دام اقبالہ مع مجلسہ کونسل  
کے اوس نصف اراضی کو تسلّا بعد نسل پیران رعد انداز خان کے تین بائیں  
شرائط مرحمت فرماتے ہیں۔

اول یہ کہ اوس اراضی کے متعلق جو اسناد و دستاویزات انکے پاس

موجود ہوں وہ سرکار میں داخل کر چکے ہوں۔

دوسرے یہ کہ جو خدمات کہ متعلق زمینداروں کے ہو اگر ترقی پزیر اس کو بخوبی  
بجالاتین اور مقدمات متعلقہ پولیس اور نیز امورات جنگی و ملکی میں جو اعانت سرکار  
کو مطلوب ہو اس کی بخوبی تعمیل کیا کریں۔

تیسرے یہ کہ نسبت دشمنان سرکاری سے کسی طور کی آمیزش اور اعانت کا  
شبہہ ان کے ذمہ نہ عائد ہو۔

در صورت انحراف ہونے کسی شہر ط مندرجہ بالا کے فضل النساء بیگم و حسین خان  
سے راضی مذکور ذرا ضبط کر لیا جائیگی۔

جواہر سنگھ محافظہ قمر محلہ عالیہ چیف کمشنر ملک اودھ ۱۹ دسمبر ۱۸۶۱ء  
نولکشور پریس میں چھپا۔

عہد شاہی میں قصبہ شاہ آباد کی قبولیت مولوی عبد اللہ صاحب اور  
آمانی خان جمنہ وغیرہ لکھتے تھے اور ۱۲۶۶ء فصلی سے بند و بست  
انگریزی میں باستثنائے چند قطعات کے جیسے کہ شاہ زمان وغیرہ  
کی معافی بحال ہوئی ہے مابقی کل دیہات و پچات پر مالگزار ہی مختص  
کر لی گئی۔

اب اولاد نواب دلیر خان میں باعتبار مقتدرت اور لیاقت کے شاہ آباد  
میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس کے حالات میں خامہ سرسائی  
کی جائے موجودہ حالت کا فوٹو گزیر سرکاری نے خوب  
اچھنچا ہے۔

نقل ترجمہ گزیر ضلع ہردوئی متعلقہ شاہ آباد مطبوعہ  
گورنمنٹ پریس نینی تال مورخہ ۱۹۰۷ء مرتبہ و مصنفہ

## مسٹر ایچ اینول آئی سی ایس

شاہ آباد پہلے بہت مشہور جگہ تھی لیکن چند سال سے باوجود عمدگی موقع کے  
زوال پذیر ہے۔ اسکی موجودہ آبادی بہ نسبت سابق کے ایک تہائی  
حصہ باقی رہی ہے اسکے زوال کی تاریخ سلطنت مغلیہ کے تنزل کے  
زمانہ سے شروع ہوتی ہے۔ شاہ آباد میں ٹی فن ٹیلر صاحب  
ایک انگریز یہاں آیا تھا اسنے اسے دیکھا تھا وہ ایک بڑا شہر  
شاہ آباد کو لکھتا ہے اسکے وسط میں ایک محل اینٹوں سے بنایا گیا تھا  
جسکی حفاظت مثل قلعہ کے برجوں کے تو پچانہ سے کی گئی تھی اس  
مصنف کے قول کے مطابق یہ اس مقام پر واقع ہے جہاں  
ایک پرانا مشہور قصبہ انگد پور تھا جسکی بنیاد رام کے بھتیجے انگد نے  
ڈالی تھی قصبہ شاہ آباد جو اب موجود ہے اسکو نواب دلیر خان  
شاہ جہان کے مشہور افسر افغانی نے آباد  
کیا تھا جو شاہ جہان پور کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا  
اس شخص نے انگلی کھیرہ کے پانڈہ پر وار کو شکست دی تھی

اور غالباً یقین ٹھہرے اسی مقام سے اٹک پور کی مراد لی۔  
 نواب دلیر خان کو شاہ آیا اور پرگنہ سر امین جاگیر دی گئی تھی جہاں  
 کہ انھوں نے ۱۷۷۷ء میں شاہ آباد کی بنیاد ڈالی تھی دلیر خان  
 نے اپنے افغانی رشتہ داروں اور فوج سے مملون کو بھروسہ دیا  
 اور ایک محل موسومہ بڑی دیوڑھی تعمیر کرایا جسکے دو بڑے پھاٹک  
 اب تک موجود ہیں اور ان کے ایک عمدہ جامع مسجد اور اپنا خاص مقبرہ  
 بھی تعمیر کرایا آخر الذکر کا گنبد گر گیا ہے یہ بھی مثل مسجد کے  
 سطح کنٹر کے ٹکڑوں سے بنایا گیا ہے اور بالا خانہ کی دیواروں  
 پر مثل آگرہ کے تاج محل کے سنگ سرخ کا نفیس کام کیا  
 ہے۔ اس قصبہ میں باون محلے ہیں جس میں اکثر کے نام اسکے بانی کے  
 نام پر رکھے گئے ہیں اس مقام کی بربادی ۱۷۹۹ء میں بہت  
 سرعت کے ساتھ جاری تھی کیونکہ ٹینٹ نے اسکو بالکل تباہ پایا  
 اور بشب ہیر نے ۱۸۰۷ء میں اسکے متعلق بیان کیا ہے کہ قصبہ  
 قریب ایک شہر کے آباد تھا جس میں بہت بڑے بڑے گھر اور چار دیواری  
 کے نشان باقی ہیں۔

نواب دلیر خان کے چار لڑکے تھے۔ کمال الدین خان۔ چاند خان  
 دلدار خان۔ فتح معمر خان۔ سب سے بڑی اولاد دیوڑھی والی مشہور  
 ہے۔ چاند خان کی اولاد کٹیڑہ والی کہی جاتی ہے اور دلدار خان کی  
 اولاد تعلقہ دار باسط نگر ہے۔ بڑی دیوڑھی والے بالکل آوارہ ہو گئے ہیں

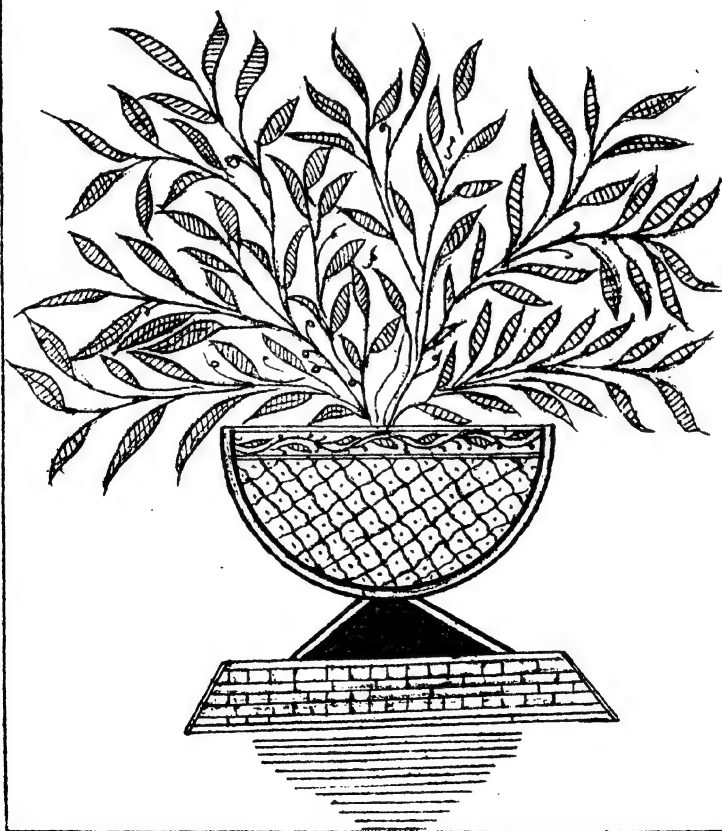
اور اب اونکی حالت بہت اتر رہی ہے پہلے اونکو شاہی فوج میں ملازمت ملتی تھی لیکن اب تعلیم کی کمی سے یہ باب بھی اونپر بالکل مسدود ہے شاہ آباد کی مردم شماری جو ۱۹۰۱ء میں ہوئی تھی اوس میں بیس ہزار چھتیس آدمی تھے۔ جس میں دس ہزار مرد اور نو ہزار نو سے اوناسی عورتیں تھیں۔ دس ہزار آٹھ سو سات ہندو تھے اور نو ہزار اکیاسی مسلمان تھے باقی چند عیسائی اور آریہ تھے۔

اب بھی شاہ آباد اودھ کے قصبات میں جو تھے منبر کا قصبہ ہے لیکن اب ترقی بالکل بند ہے یہاں کوئی مشہور تجارت نہیں ہوتی سرائی گنج دیس گنج۔ سعادت گنج۔ یا کٹرہ۔ روشن بازار۔ نہال گنج۔ چوک مولا گنج۔ محمود گنج۔ جمال گنج میں بازار لگتے ہیں۔ سب سے حال کا بازار محمود گنج ہے جس میں روزانہ طور پر بازار لگا کرتا ہے یہ قصبہ آمون کی وجہ سے مشہور ہے اور آم باہر بھی جاتے ہیں آم اتار ترکاری اور آلو ہر دوئی کو کثرت سے بھیجا جاتا ہے پرانے زمانہ میں یہ قصبہ ایک قسم کے کپڑے کے واسطے مشہور تھا جسکو محمودی کہتے ہیں لیکن اب اوسکی ساخت بالکل بند ہے خاص تجارت شکر کی ہوتی ہے شاہ آباد ہمیشہ مسلمان دلاورون کی تاریخ کے واسطے مشہور رہا ہے سرولیم سلیمن نے ایک جگہ لکھا کہ ۱۵۶۸ء میں مہرم کے موقع پر ہوا تھا بیان کیا ہے اسی قسم کا واقعہ ۱۵۶۸ء میں ہوا تھا۔

پبلک عمارتوں میں تحصیل ملینفی ٹاؤن ہال۔ ڈاکخانہ۔ شفاخانہ کا بھی ہیں

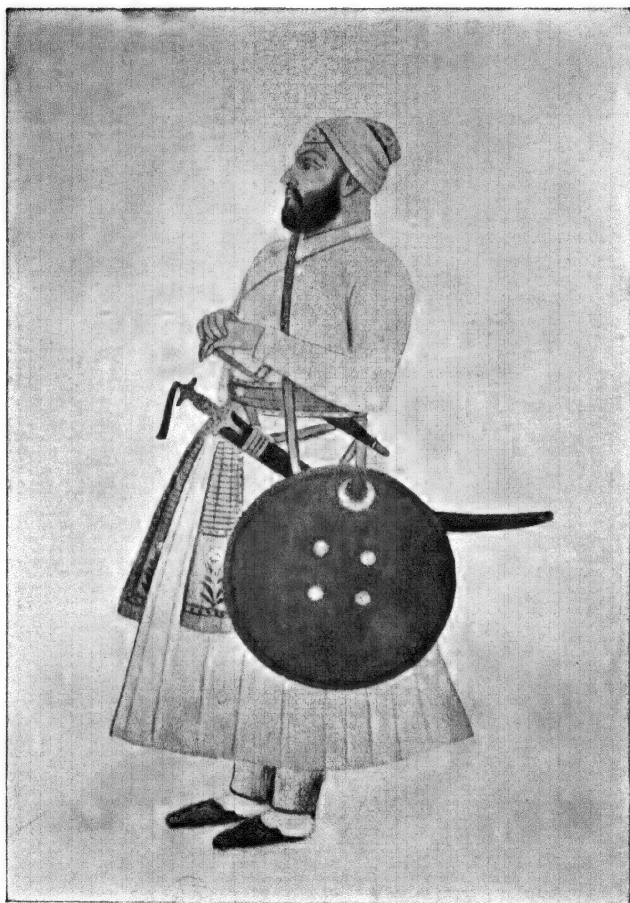
ایک سرا ہے۔

نربہ کا میلہ دلیر خان کے بنوائے ہوئے تالاب پر ہوا کرتا ہے۔  
شاہ آباد کا اسکول مینوس پلٹی کے زیر اختیار ہے۔ اسکی آمدنی خاصکر  
ٹیکس وغیرہ سے ہوتی ہے۔









نواب بہادر خان ہائٹی شاہجہانپور





## عمدۃ الملک نواب بہادر خان بانی شاہجہان پور

نواب بہادر خان کا اصلی نام سر ابدال خان تھا اور عمدۃ الملک بہادر خان چغتیا سے ملقب تھے دریا خان کے فرزند اور نواب ، دلیر خان بانی شاہ آباد کے بڑے بھائی اور نہایت بہادر خوش نصیب امیر تھے انکی شجاعت نے ہندوستان سے بلخ و بدخشان تک اپنی شہرت کا ڈھکا بجا دیا تھا انکے کارناموں سے سیکڑوں صفحے تاریخ کے ملوین مسخ بند لکھنے و قلعہ ستار گدھ و بلخ و بدخشان وغیرہ ان سے ظہور میں آئیں صوبہ اری و سپہ سالاری ، دونوں جلیل القدر خدمتیں انھوں نے انجام دین اسلام آباد ، صوبہ ملتان ، بلخ و بدخشان کی گورنری اور قنوج و کالپی کی سرکار انکی جاگیر میں تھی اور پنہیر اری منصب تھا آپ شاہجہان بادشاہ کے قدیمی رفیق و مصاحب تھے یہ اپنے والد کے حیات ہی میں شاہجہان کی بدولت قدر و منزلت حاصل کر چکے تھے بہادر خان پندرہ برس کی عمر سے شاہجہان کی مصاحبیت میں آئے باوجودیکہ انکے والد دریا خان خانجہان کی دوستی کے اثر سے نورجہان کے جھگڑے میں شاہزادہ سے جدا ہو گئے مگر بہادر خان شاہجہان کی خدمت علیحدہ نہوے اور برابر حضر و سفر میں موجود اور ہمیشہ شاہجہان کی بلخ و خوشی میں شریک رہے چنانچہ خود شاہجہان نے بادشاہنامہ میں انکا نام قدیمی جان نثار و نکی فرست میں لکھا یا ہے اس بارہ میں کتاب عمل صالح مصنف محمد صلح کے صفحہ ۳۸۶ میں یہ عبارت مرقوم ہے

لے چون ریاض متین بیکر شاہجہان مرہ پتر بہادر خان کا پڑا زادہ سال داشت و سیکڑا لے لہذا شاہزادہ والا باطنی راہ انصافیت

بہادر خان لدردیا خان کہ برعکس پد خلافت نشہر گزور آئینہ عقیدت مراتب اراد نش  
جز صورت صفائی اخلاص و فاد وفاق مصدق شدہ۔

جب نور الدین جہانگیر بادشاہ کا انتقال ہوا اور شاہجہان تخت نشین ہوا تو پہلی  
ہی مرتبہ بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع اور منصب چار ہزاری ذات  
اور دو ہزار سوار و علم واسپ خاصہ مع زمین طلائئ و باکھی اور پچاس  
ہزار روپیہ نفست مرحمت ہوا۔

اتنی بڑی شہانہ نوازش صرف بہادر خان کی اطاعت اور ذاتی خصوصیت سے ملنے والی تھی ورنہ  
دیگر اسرار و سدئی پانصدی کے درجہ سے تدریج ترقی پا کر چار ہزاری و پندرہ ہزاری منصب کو پہنچے ہیں  
جب بہادر خان کو قنوج و کابل کی جاگیر عنایت ہوئی تو وہاں کے  
سرکشوں کی گوشمالی بھی ان کے سپرد کی گئی ساتھ جلوس شاہجہان میں بھی شامل  
ہئے بنہ لیکن زمین بغاوت اختیار کی اور قلعہ اوڈھچھرین وہ محصور ہو گیا بادشاہی لشکر  
ہر طرف سے اس کی گوشمالی کو متعین ہوا بہادر خان و عبداللہ خان فیروز جنگ اس مہم

میں بہادر خان و بلالجات و نیر من و منصب چار ہزاری اتار دو ہزار سوار و علم و سپہ طویلہ خاٹہ بلین و ملا فیول انعام چاہا ہزار روپیہ نفست مرحمت  
میں بہادر خان سپرد بہادر خان اودھی ست و زندگی پر دو سیلنیکو پرستاری بدولت و شناسی شاہزادہ شاہجہان چہرہ امتیاز افزا فرزند  
پدر شہسخت ہونانی پیوہہ اوزشاہزادہ جدا گشت بہادر خان ست تو مل فقر اک عنایت بادشاہی حکمران تراختہ از کابل قبل  
افتاک نمودہ پیل جلوس منصب چار ہزاری دو ہزار سوار و سوار فرزند گشتہ تملواری سرکار کابلچی باش نکرستان آن مرزوم و دستوری یافت  
میں چون غنیمتیں جلوس چار ہزار روزگار یعنی روزیدہ باوند چھ مہینہ گشت افواج قاہرہ ازہر جانے بلالک آنہ اور عبداللہ خان  
فیروز جنگ اتفاق بہادر خان از جان کابل کی مشرق رویدہ آن سرزمین است برآمدہ برصا ایریج کہ ہر چش ز کمال ارتفاع سر فلک میشود  
سر ساری پوش نمودہ حالت ہر بہادران جو ہم تمام آوردہ ہنکار مہر و گرم گردانیدہ خانہ کو رباتا نیان خود پایادہ لیے صف کشن بروز  
باد کو دور وادہ دیدہ بادی آبی ہرمن نہادہ ہم عکسہ قطرہ زنان قلعہ زائد ہند و آن سیغام راتخ سون نکات نکات غ لا در خان  
نشانہ گلگونہ فتح ہر چہ دلاوری کشیدہ در جائزہ این تردد نمایان دفع شایان ہوازش تقارہ بلند گشت۔ از ماثر الامرا  
میں قلعہ اوڈھچھر قصبہ جاوہ سے ۱۶ کوں تھا کابل کے قریب قلعہ ایریج تھا اس سے اوڈھچھر پندرہ سو کوں تھا۔

کے لیے کالی میں داخل ہوئے اور قلعہ یرج پر جسکا ہر مہرچ بلندی میں آسمان سے باتیں کرتا تھا پورے شروع کی مخالفت کروہ نے بھی بادشاہ بہادر ون پر خوب چوم کیا سخت متقابلہ ہوا بہادر خان نے صفت شکن ہاتھی کو آگے کیا اور اپنے بیٹھانوں کے ساتھ پاپیادہ ہو کر نہایت جلد قلعہ کے دروازہ پر پہنچ گئے اور کمال چستی و بہادری سے دو ہزار باغیوں کو قتل کیا اور حصار کی دیوار توڑ کر قلعہ میں گھس گئے اور اپنی تلوار سے ان سیہ فاموں کو خونین نہلا دیا اس فتح کے صلہ میں شاہجہان بادشاہ نے انکو تقارہ مرحمت کیا اسکے بعد خانجہان خان لودی کے استیصال کے لیے بادشاہ نے بہادر خان اور عظیم خان ناظم دکن کو مقرر کیا جب شاہی لشکر دھاوا کر کے کوہ راجوری میں اسکے معرکہ چاہو نچا تو وہ اسوقت تین سو چاس سوار و نلو لیکر نہایت ہتھال کے ساتھ مقابلہ کو نکلا جب یہ لشکر کے قریب ہو گیا تو اسنے گھوم کر تیر اندازی سے روکا اور کوہ راجوری پہ چڑھ گیا بہادر خان اسوقت نہایت جلدی سے اسکے پیچھے چڑھ گئے خانجہان خان کا ایک بھتیجا بہادر خان لودی جو انکا ہمنام تھا اور اسکا ہزاری منصب تھا وہ بھی اپنی جوہر اور بہادری میں مشہور تھا اسنے بڑھکر اسے مقابلہ کیا دونوں بہادر ون نے اپنی مردانگی اور بہادری کے جوہر ختم کر دیے ایک دوسرے پر بیعت حاصل کرنا چاہتا تھا کوئی ہنر سپہ گریکا نہ اٹھا رکھا گیا یہ مقابلہ رستم و اسفندیار کا معرکہ تھا جب بہادر خان باقر زئی کی مدد کو بادشاہی لشکر سے کوئی شخص نہ پہنچا تو آخر میں یہ پیادہ ہو گئے اور ہوانکی طرح تلوار کے شعلہ پر پہنچنے لگے۔ اسکے ثبوت میں کتاب عمل صلیح جیسکا مصنف

سلطان قندھار و ہمایزہ امین خدمت بہادر خان ابغایت تقارہ سرحد گردانیا ہنرمند ۲۴ بادشاہ ہمارے بہادر خان بعد مہتمل خود و اسانہ و بہادر زادہ اور بہادر خان کہ منصب ہزاری داشت و لودی و مردانگی مستعدا و سے بود و راجوری و شیش او شش کار نامہ دلیری و دلاوری بر روی کار آرد و کہ در کوش و استان رستم و اسفندیار گشت (۱۸۱۷ء)

محمد صلح شاہجہان بادشاہ کے دفتر کانشی اور منصبدار تھا مقررانہی۔ خصوص بہادر خان کہ  
بہرے دلیری ذاتی و بہادری جلی چون کوہ پابرجا قدم ثبات قرار استوار ساختہ برود و خود  
در آمد چند آنکہ چندین تن را بے سر ساختہ جمع کثیر را زخما را ز پلے در انداخت و خود نیز دوزخم پیکے  
بر و دویگرے بر پہلو برداشتہ از پر تو زخم روہاناروے تازہ یافت۔

جب ایک خم انکے چہرہ پر اور دوسرا پہلو پر کاری لگا تو یہ زمین پر گر پڑے بادشاہ نامہ میں  
صرف اس قدر ہو مگر باثر الامرا میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ مخالفوں نے انکے سر کو کاٹنا چاہا انھوں  
نے کہا کہ میں یادگار و سپرد یا خان کا ہوں شاہجہان نے یہ سنکر آدمیوں کو منع کیا اس عرصہ میں  
بادشاہی لشکر کے جو ان بھی آگئے اور بہادر خان لودھی کو قتل کیا۔ جب بہادر خان کی  
اس جان نثاری کا حال شاہجہان بادشاہ نے سنا تو نہایت قدر دانی سے بہادر خان  
کو خلعت و خنجر مرصع بھیجا اور ایک ہزار سوار کا اضافہ کر کے چار ہزاری  
ذات اور تین ہزار سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا اور ایک گھوڑا  
معہ زین طلائی اور ہاتھی عنایت کیا۔

صبح شاہجہانی میں قلعہ قندھار کی فتح کے بعد دکن میں جب پکنہ بھالکی وچت کو بہ  
کی خرابی و تاراجی کے لیے شاہی لشکر دریائے مانجرہ کے کنارہ جا کر مڑا ہے تو اس وقت  
زندہ خان عادل شاہی سردار نے شاہجہانی لشکر میں یہ مکرر پیغام بھیجا کہ اگر بادشاہ

۱۔ شہنشاہ حق آگاہ از قدر دانی و جہت ناسی بجلدے۔ این فتح نمایان بہادر خان خلعت و خنجر مرصع معہ محبت فرمودہ باضافہ ہزار  
سوار منصب چار ہزاری سے ہزار سوار و عطلے اسپ با زین مطلق و قیل عزافقا بکشتہ صفیہ ۳۲ بادشاہ نامہ  
۲۔ بادشاہ نامہ میں بہادر خان کا دوتیردن سے زخمی ہونا لکھا ہے زمین پر گرنا نہیں تحریر ہے مگر باثر الامرا میں نہیں  
پہ گزرا اور انکے سر کاٹنے کا ارادہ تحریر ہے۔

۳۔ قلعہ قندھار ملک کن تلگانہ میں واقع ہے یہ قلعہ کابل و قندھار کے علاوہ اسام کا دکن میں ہے اس قندھار  
کے قلعہ پر بھی نواب بہادر خان نے چڑھائی کی تھی۔

والی جیا پور کی خطا معاف کر دے تو دوبارہ اس سے عہد شکنی نہ ہوگی یہ سن کر عظیم خان نے شاہجہان اشکر کے جملہ فسر و نسے مشورہ کر کے یہ رائے قائم کی کہ برسات سرسبز آگئی ہے بالفعل پر گنہ گت کو بین جو صوبہ بدر کے متعلق ہو تو قوت کرنا چاہیے اگر نرد ولہ خان کا قول سچا ہو تو شاہجہان سے عرض کر کے عادل شاہ کی خطا معاف کر ادینکے ورنہ یہ محال تاراج و برباد کر دینے اور اسکو عہد شکنی کا بدلہ لیا جائیگا چنانچہ یہ خیال کر کے لشکر لگے بڑھا اور دریائے کنارہ ٹھہرنے کی وقت یہ بات طے پائی کہ جب تک لشکر کے حیمہ نصب نہ ہو تب تک فوج کا اگلا اوہ دایان و ربایان جمعہ اپنی جگہ پر کھڑا ہے اسکے بعد ہر وزیر ایک سردار اپنی فوج لیکر ایک کس کے فاصلہ پر جا کر ٹھہرے تاکہ لشکر کے آدمی پڑاؤ سے باہر جا کر گھاس چارہ وغیرہ اطمینان سے لائیں چنانچہ سیطرح عمل درآمد کیا گیا پہلے روز دشمن کا کسی جگہ نشان نہ تھا دو سے روز رسد کا انتظام بہادر خان کے ذمہ تھا خانموصوف معہ شہباز خان رشید خان نصفا یوسف محمد نان تاشکندری کے پڑاؤ سے باہر گئے مگر انھوں نے احتیاط کو دخل نہ دیا اوہ تھوڑی جماعت لیکر آگے بڑھ گئے اور وہاں جا کر اطمینان سے بیٹھنے لشکر کے آدمی گھاس وغیرہ کیلئے چارون طرف پھیل گئے کچھ فوج کے راجپوت تین کوس آگے بڑھ کر ایک گاؤں میں لوٹ مار مچانے لگے گاؤں والے ایک نیوار کی آڑ میں آکر اپنے مال و آدمیوں کی حفاظت اور راجپوتوں کے ہٹانے میں مستعد ہوئے بہادر خان جب اس جھگڑے سے آگاہ ہوئے تو راجپوتوں کی مدد کو پہنچے اور جو لوگ انکے ہمراہی تھے وہ گانوں سے غلا و گھاس لیکر پڑاؤ چلے آئے انکے ساتھ ہزار سوار سے زیادہ نہ رہے اسعرصہ میں کچھ اہل دکن جو بارہ کوس کے فاصلہ پر خیمہ زن تھے اور لوٹ مار کے لیے ادھر آئے تھے جب وہ اس موضع کے قریب پہنچے اور انکو بہادر خان کے فوج کی کمی پر اطلاع ہوئی تو



اوغنون نے اپنا ایک سوار اپنے سرداروں کے پاس بھیجا کہ غنیم موقع پر مل گیا ہے اسکے  
 بعد وہ جماعت بہادر خان کے سامنے آئی اور ان کے ہمراہیوں کو اپنی طرف مشغول کیا  
 بادشاہی بہادروں نے اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور دوڑ کر ان پر حملہ  
 کر دیا انھوں نے انکو اپنی طرف کھینچنا چاہا اور پیچھے ہٹتے ہوئے چلے گئے یہاں تک کہ وکوس  
 ناک اپنے پیچھے آدمیوں کو بھگا لیکے اتنے میں رندولہ خان بہلول خان سر فراز خان اور دیگر  
 فرمان عا دلشاہی اور نظام شاہی پانچ چھ ہزار سوار ایک جلدی سے آگئے بہادر خان اور  
 ان کے ہمراہیوں کو دشمنوں نے حلقہ میں لپیلا سو قت بہادر خان اور ان کے ہمراہی گھوڑوں سے  
 اوتر کر پیادہ ہوئے اور انتہائے شجاعت سے لڑنے لگے اسی کوشش مردانہ کی اور دلاوری کو  
 دخل دیا کہ بڑی جماعت دکنوں کی قتل کر ڈالی اس حالت میں شہباز خان جو سہ ہزاری  
 منصب کے امیر تھے مع اپنے فرزند کے شہید ہوئے اور بہادر خان یوسف محمد خان کثرت  
 زخموں سے چور ہو کر زمین پر گر پڑے رشید خان زخمی ہوئے مگر ان کے بھائی بند کل شہید ہوئے  
 اس قیامت ناک معرکہ میں بہادر خان کے اعزہ اور بھائی ماتحت آدمی کام آئے دشمنوں  
 نے بہادر خان یوسف محمد خان کو زخموں سے بیہوش پایا اور بڑی دولت سمجھے اور اٹھا کر  
 اپنے ہمراہ لے گئے اور قلعہ بیجا پور میں پہونچا دیا رشید خان زخمی ہو کر لشکر گاہ کو واپس آئے  
 جب عظیم خان نے یہ وحشتناک خبر سنی تو نہایت جلدی اور تیز سے میدان جنگ کو روانہ  
 ہوئے مگر جب تھان پہونچے تو مخالف دریلے مانجرہ سے پار اتر چکے تھے اور رات ہو چکی تھی  
 تعاقب بیکار سمجھنا چاہا بدل بریاں و با چشم گریان شاہی لشکر اپنے پڑاؤ کو واپس آیا  
 جب شاہجہان بادشاہ نے یہ حال سنا کہ بہادر خان کثرت زخموں سے بیہوش ہو کر زمین پر  
 گر پڑے اور اہل دکن انکو بیجا پور لے گئے تو اسنے عین الدولہ آصف خان کو ایک جبر

لشکر دیکر روانہ کیا کہ عادل شاہ اپنے بیٹے کے ہاتھ پیشکش بادشاہی اور جو نظام شاہی  
مالک تسخیر ہو چکے ہیں وہ سپرد کر دے ورنہ قلعہ بجا پور جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دینا چاہیے  
چنانچہ یہیں لدولہ اس قصد سے روانہ ہوا اور پہلے قلعہ گلبرگہ کی تسخیر کا ارادہ کیا پھر  
مصلحت سے وہاں سے کوچ کر کے دریلے بہیرہ کے کنارہ قیام کیا اور وہاں سے بجا پور  
جا کر تالاب فی سپور اور شاہ پور کے قریب خیمہ زن ہوا اور بجا پور کا محاصرہ کیا چند روز  
صفت آرائی رہی آخر بجا پور یون نے مجبور ہو کر پناہ مانگی اور چالیس لاکھ روپیہ عین اہر  
مرصع آلات دیگر نفیس اشیائیں پیشکش دخل کرنے پر فیصلہ کر لیا اور عہد نامہ تحریر ہو گیا  
ہبادرخان یوسف محمد خان کو خیریت خان جشی اور مصطفیٰ خان بکین الدولہ  
انصاف خان کے پاس پہونچا گئے اور شیخ عبدالرحیم خیر آبادی جو بکین لدولہ کے معتد  
تھے وہ عہد نامہ پر عادل شاہ سے مہر کرالے اس زمانہ میں شاہجہان بادشاہ برہانپور  
سے اکبر آباد آ رہا تھا اٹھارے راہ میں ہبادرخان اور یوسف محمد خان شاہجہان  
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بادشاہ نے کمال مہربانی اور قدردانی  
سے ہردو کو خلعت و تلوار و سپر اور کھوڑے ہاتھی سے معہ ساز و آرائی  
کے سرفراز کیا اسکے علاوہ ہبادرخان کا پانصدی کا اضافہ کر کے  
چار ہزاری ذات اور ساڑھے تین ہزار سوار کیے اور پچیس ہزار

لے جو بکین لدولہ قریب ملک عادل شاہی کو گشتہ پالی بجا پور سپر عادل شاہ ہر وار ہانڈہ ہبادرخان تسلیم شدہ خطاب وافر و شہ  
باضافہ منصب پافرونی اعتبار و دعا و اطاعت شایانہ گردید و تازی چاکیر واری کا پتی فتح پنا کا جلال سر بندی کا اثر ادا کر دیا و زنا  
۱۷ روز دیگر ہبادرخان و یوسف محمد خان لشکر کی کیفیت مردانگی و گرفتاری انسان کاوش یافتہ از لشکر حضرت آدمہ بد و است بین پس  
سید بادشاہ مہربانی قدروان ہر ہر بادشاہانہ کہ ہوارہ دربارہ بندگان فاکرین عقیقت انہیں مدد و است تدارک گشتہ منت مود  
ہر کام را بر محنت خلعت و شمشیر و سپر اوراق طلائی مینا کار و ہر پٹیل سر برافراختہ شہین باضافہ نقد سوار و منصب چار ہزاری  
ذات و سہ ہزار و پانصد سوار و باعام بست و پنج ہزار و پچہ نقد مہابی گردانید ۱۴۴۴ ہبادشاہنامہ

روپیہ نقد مرحمت کیے اس اضافہ منصب کے ساتھ جاگیر قنوج وکالپی کے متصل چند محال بھی اور عنایت کیے گئے لکچر حافظ اسماعیل صاحب میں لکھا ہے کہ جسوقت بہادر خان دشمنوں سے چھوٹ کر آئے تو شاہجہان بادشاہ ان سے بغلگیر ہوا اور خلعت و انعام سے سرفراز ہوئے چونکہ بہادر خان موزون طبع تھے سلیب انھوں نے یہ شعر تصنیف کر کے اپنی مہر میں کندہ کر لیا ہے

شدہ بجنات کن جانفشان بہادر خان

حیات یافت دوبارہ زلطف شاہجہان

اسکے بعد بہادر خان اپنی جاگیر پر رخصت کیے گئے اور ملکوسہ کے سرکشوں کی گوشمالی کو بھیجے گئے وہاں کی رعایا کا یہ حال تھا کہ سپاہی سے کاشتکار تک کوئی شخص بے ہتھیار نہ رہتا تھا کہ ہل والا بھی جب ہل جوتے جاتا تو بندوق کا توڑا روشن کر کے اپنے ہل پر رکھ لیتا اسکے بعد اپنے کام میں مشغول ہوتا اس عہد میں تمام ہندوستان کے مردوں سے وہاں کے باشندے سرکشی میں زیادہ مشہور تھے انھیں جو بات سے وہ مشکل دوسری رعایا کے اطاعت نہیں کرتے تھے ان ایام میں جلبا غریب کا وغیرہ جو وہاں کے مقامات میں محفوظ مقام تھا اگر جمع ہوئے اور شرارت کے حرکات شروع کیے۔

بہادر خان ان کے پیرپہو بچکے اور انھوں نے تائید الہی پر بھروسہ کر کے ان کو ذیور پر لکھا کہ یہاں کی حملہ کر دیا ظفرین سے سخت مقابلہ ہوا اور بہت بڑا معرکہ پیش آیا دشمنوں نے

۱۷۰۱ء بمطابق تائید الہی دی جہت لاشہ ہر سران بدعا قبائل ترکستان و تہودہ غریب کا زیادہ ایمان درہوست بہادر خان سے تھا اسی پر سرکشیدہ بدو اپشت رسیدہ مقام پر پائے کی نیاوردہ دست از جلادت و تہور برداشتہ انجام کار دست و گریبان شد و ہم در آؤند و بعض غصہ بہ تہودہ پرولان سر باقتہ بقید اہمیت و وفار لدا ہشتند بہادر خان تجربہ آن مکان پر و اعتقد بمقر خود باوشت و ازین گونہ فتح کہ دران سرزمین مقتصد نیز نصیب کیجی کس نشدہ بود نقش خاطر ظفر قرین برو فی و بجوہ درست نشین گردید۔ ماثر الامارت ذکرہ بہادر خان

کوئی بات اٹھا نہیں رکھی نوبت دست گریبان کی پہونگی اور دونوں طرف کی فوجیں  
ملکین خوب تلوار چلی مگر دشمن بہادر خان کی افغانی تلوار کے روبرو پھیرتی  
تاب نہ لائے آخر کار بھاگے خانہ صوف نے انکی گڑھی کو نیست و نابود  
کر دیا اور اپنے قیام گاہ کو واپس آئے اسی طرح اس سرزمین میں بجز بہادر خان کے  
کسی شخص کو نصیب نہیں ہوئی تھی انکی فتح دی کا سکہ وہاں بیٹھ گیا تھا۔

اسی ضمن میں ۳ شوال ۱۰۸۷ء جمعہ کو شاہجہانی جشن منعقد ہوا اور بہادر خان  
اپنی جاگیر سے حاضر ہوئے شاہجہان نے بعد اختتام جشن کے بہادر خان کو  
خلعت اور پانصدی اضافہ کر کے چار ہزار ہی ذات و چار ہزار سوار  
کے منصب سے سربلند فرمایا اور جاگیر پر جائیکی رخصت دی۔

اسکے بعد دوبارہ چٹا سنگھ نے بعد معاف ہو جانے خطلے کے پیم نرائن والی گڈھ کو دھوکا  
دیکر قتل کیا اور اسکے قلعہ چور گڈھ پر متصرف ہوا اس مظلوم کا بیٹا بادشاہ کے پاس حاضر  
ہو کر فریادی ہوا شاہجہان نے ہنگی گوشالی کے لیے بہادر خان کو بھیجا عبداللہ خان  
فیروز جنگا اور خاندوران خان بھی اس مہم کے لیے تعینات کیے گئے بہادر خان  
ہراول و مقدمہ کبیش تھے جب وہ باغی راجہ ولایت گڈھ کنکھ اور ملا نچی سے منکلمہ  
ملک چاندین پہونچا تو بہادر خان نہایت عجلت سے اسکے پیچھے گئے چونکہ اس وقت خان موج  
کا مزاج علیل تھا اس لیے بہادر خان نے اپنے چچا نیکنام خان کو جو منصب الہ

۱۰ بہادر خان از اقلع خود آمدہ نقیل استان سلاطین منظم و مہتمم خلعت باضافہ پانصدی منصب چار ہزار سوار  
ساتھ باقاعدہ نصرت فرمودہ صفوہ بادشاہنار ۱۰۸۷ء جماعتی سنگھ سر سنگھ دیو کا جو اسکا پٹنچا افضل کا قائل تھا جارج فرس  
صلہ فی سنگھ دیو کو بہت کچھ ملک جاگیر سے لالہ مال کیا تھا جب جہار سنگھ اسکا جانشین ہوا تو یہ کثرت مال و سامان پر مغرور  
ہو کر باغی ہو گیا تھا جہار سنگھ کا بیٹا بکر اجیت مخاطب بہ جگر راج تھا۔

شاہی تھے معہ ایک جماعت کے اسکے مقابلہ کو بھیجا کہ وہ اسکو اپنی  
طرف مشغول کھین چھا رسنگہ نے تھوڑی جماعت دیکھ کر جرات کر کے نیکنام خان کو حملہ  
مین لیلیا اور حملہ کیا وہ زخمی ہو کر معہ سات آدمیوں کے گر گئے اس اثنائین بہادر خان  
اور خاندوران بھی تھپے سے آگئے اور راجہ کے قلب لشکر پر حملہ کیا اور ایسے لڑے کہ اسکا  
اگر وہ پریشان کر دیا آخر کار وہ بادشاہی لشکر کے خوف سے بھاگتا پھرا اور ایک جنگل میں  
گوند کی قوم سے معہ اپنے بیٹے بکرماجیت کے مارا گیا اور اُنکے سر بادشاہ کے پاس سپرد  
مین بھیج گئے اور قریب ایک کروڑ کے روپیہ نقد جو جنگل میں کنوین کھود کر دفن کیا تھا او  
پچاس لاکھ آمدنی کا ملک بادشاہ کے قبضہ میں آیا اور اسکو خون نافع نے زندہ اور ستر  
نہ ہتے دیا یہ جھانسی اور دتتہ وغیرہ کا راجہ تھا اسکے بعد جب بہادر خان شاہجہان  
کے حضور میں آئے تو خلعت و خنجر مرصع اور اسپ تپچاق سے معہ  
زمین مطلا کے سرفراز ہوئے۔

بعد ازاں جب ساہوچی کی گوشمالی اور عادل شاہ والی جیپورا و قطب الملک والی گولکنڈہ  
کی تنبیہ کیلئے لشکر کشی کی گئی تو اس لشکر کی بعض مقامات پر ہراولی اور بعض مقامات پر  
چندا ولی بادشاہ نے بہادر خان کے سپرد کی جب بادشاہی لشکر دکن پہونچا اور  
والی جیپور نے بادشاہی فرمان کا استقبال کیا اور سبط طرح قطب الملک نے اپنی دارالسلطنت  
سے پانچ کوس چل کر فرمان بادشاہی کی پیشوائی کی غرض کہ یہاں بادشاہی لشکر سے جنگ

۱۷۰۱ء اور دواؤں قاہرہ سرزمین فتنہ آگے جانے والی آن بآل و مرض تلخ افتاد و از جملہ فانی نقود سے کہ با خود گرفتہ بود ہرات  
قریب یک کروڑ روپیہ خزانہ عاہرہ رسید و ولایتی کہ نزدیک چھاہ لک و پیہ محل وار و بصرہ درآمد ۱۱۷۰ بادشاہنامہ  
شاہ بہادر خان و سیدہ خاتون از دست بھر محنت خلعت و خنجر مرصع و اسپ تپچاق و زمین مطلا سرفراز گردید ۱۱۳۴ بادشاہنامہ  
۱۱۷۰ء رمضان کو بہادر خان کو خلعت و خنجر مرصع و اسپ خاصہ و قیل خاصہ معہ ساز مطلائی کے مرحمت کیا گیا

کی نوبت نہیں آئی اور مصاحت ہو گئی مگر ساہوچی سے مقابلہ ہوا اور اس کے اکثر قلعے بادشاہی لشکر نے تسخیر کیے جب ساہوچی بھاگ کر اور پارگانہ سے ہٹ کر چار سو گھوڑوں پر چڑھ کر چلا گیا تو ان قلعے کی محافظت بھی بہادر خان کے ہاتھ میں رہی جس وقت خانزمان کو لاہور روانہ ہوا اور جو سامان کہ لشکر میں زیادہ تھا وہ بھی بہادر خان کے سپرد کیا گیا اور جب یاشندگان کو لاہور نے جمع کر کے بادشاہی لشکر کو مغلوب کرنا چاہا اس وقت بھی بہادر خان سرگرم رہا وہ لشکر بچے بھونچا ہوا پرچہ کھینچ کر چلا گیا جو ہر دھڑلے اور دو ہزار آدمی گرفتار کر لیے اور بہت سا مال و موشی ان کے ہاتھ آئے ساہوچی مقابلہ میں آیتین روز تک باندازی اور محاصرہ آرائی رہی آخر کار مغلوب ہو کر بھاگا جس وقت بادشاہی لشکر نے وہاں سے کوچ کیا اس وقت غنیمت کے موقع پر بہادر خان کے لشکر پر حملہ کیا مگر خان شہامت نشان نے اس بہادر سے مقابلہ کیا کہ سب کو بھگا دیا اس اثنا میں عادل شاہ نے رندولہ خان کو بادشاہی لشکر کی مدد کو بھیجا تو اس وقت قلعہ جنسیر کی فتح کے لیے بہادر خان مع کار طلب خان کے متعین ہوئے مگر آخر کار ساہوچی نے عاجز ہو کر بادشاہی اطاعت کے لیے سر جھکا دیا اور عادل شاہی ملازمت کی درخواست کی اور مختتم ہوئی بادشاہی لشکر منظر و منظور ہو کر بہت قلعے لیکر واپس آیا بہادر خان شرفِ حضوری سے مشرف ہوئے ۲۷ رجب کو شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کو خلعت و سپہ عنی خاص طویلہ کا معہ زین طلائی کے مرحمت فرمایا اور انکو انجمن جاگیر قنوج پر رخصت کیا۔

بہت ہوشیار بہادر خان بہت خلعت اس عہد طویلہ خاص زین طلائی کا معہ زین طلایہ قنوج خورشاد بادشاہ بہادر

اسکے بعد جب قندہار کی مہم پیش آئی اور لشکر کی فراہمی ہوئی تو بہادر خان کے نام فرمان صادر ہوا کہ تم جاگیر سے اگر شہزادہ محمد شجاع کے ساتھ قندہار کی مہم کے لیے روانہ ہو اور یہ حسب احکم مکرہ مستہ ہوے جب شہزادہ کابل کے قریب پہونچا تو شاہجہان نے شہزادہ کے استقبال کے لیے بہادر خان کو مع چند امر کے بھیجا بعدہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو حسب التماس سعید خان ظفر جنگ کے کابل سے مع چند امر اور برق انداز و سواران پلخ لاکھ روپیہ کے بہادر خان کو قندہار کی طرف روانہ کیا جب قندہار میں صفت آرائی ہوئی تو دہان ایران کا لشکر مغلوب ہوا اور شاہجہان بوشاکی فتح ہوئی بادشاہ مظفر و منصور دارا خلافت کو واپس آ رہا تھا جسٹریغ حسن بلال میں رونق افروز ہوا تو شہزادہ دارا شکوہ نوشہرہ سے آکر اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو بہادر خان بھی شہزادہ کے ہمراہ کابل تھے یہ بھی بادشاہی حضور کی سے مشرف ہوئے۔

بعد ازاں شہنشاہ مطالبین تسلیم شاہجہانی میں جب عبداللہ فیروز جنگ چنیت سے

بندیدہ کی گوشمالی نہوسکی تو بہادر خان نے خود اس امر کی عرضداشت  
 لے ازاں عجبکہ عبداللہ خان بہادر فیروز جنگ چنیت سے سائنہ قندہار کی پلخ چنانچہ بایہ تو مست نمود و بہادر خان عروس و شہزادہ  
 محمدیم این خدمت میں بندہ مفتوح کرد و سہر از سواران و منصبیاد کہ چاہہ زاری چاہہ زار سوار و دود و اسپہا پیتر فرخوہ قلعہ فتح بندہ بعدہ او  
 یازگہ اشتہاد و شاہنامہ صفحہ ۱۹-۱۰ چنیت سنگہار سنگہار کے یلیون تھانے ایک لڑکا جہا سنگہار کا سہی پتہ تراج کو اسکا وارث  
 قرار دیکر قلعہ وندہر و جہانسی میں نساہر پکایا تھا چنانچہ مفسدہ پروانچین پتہ تراج گرفتار ہو کر قلعہ گوالیار میں مقیدہ ہوا اور  
 چنیت سنگہار میں اس کے مقررہ ہوا ۱۲ ذی الحجہ ۱۰۳۷ھ میں یہ جہاوت کا واقعہ پیش آیا تھا۔

تسلیم سلاطہ رمضان عرضداشت بہادر خان کا دیشکاہ خلاف بتغیہ چنیت و دیگر مفسدان بندیدہ میں گشتہ بود و قلعہ نگاری  
 کرد و بود با مع حقان مجاہد رسید کہ خان غرور بکل بری نموده کردہ ابنہ ازان تھا ہیہ نقل رسانید و چنیت سہانی  
 ہائے جہاں ادا بازہ ہر فرزند شہنشاہ بادشاہنامہ ۲۲۱۔

بادشاہ کی خدمت میں پیش کی کہ یہ خدمت بندہ کے سپرد کیجائے چنانچہ حسب  
 خواہش انکے بادشاہ نے اس سرکش راجہ کی گوشمالی انکے ذمہ مقرر فرمائی اس وقت منجملہ  
 چار ہزار سوار و نکلے تین ہزار سوار دو سپہ سپہ کیے خانہ صوفیہ لکھنؤ  
 پہنچے انھوں نے وہاں جنگل کٹوایا اور ہزاروں دشمنوں کو قتل کیا اس امر کی اطلاع  
 شاہجہان کے دربار میں بھی چنانچہ انکی عرضداشت ماہ رمضان میں پہنچی اور قلعہ گوالیار  
 نے بھی تحریر کیا کہ بہت باغی متبع بیدین ہوئے اور چنیت سنگا و سجانی سنگہ نہر ایچو مفر و ہو  
 ۴ شعبان سنہ ۱۰۷۰ کو بہادر خان کے نام فرمان جاری ہوا کہ اسلام آباد  
 سے جلد روانہ ہو کر شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں جاؤ اور جگت سنگہ کی گوشمالی میں شریک  
 بادشاہنا میں صرف اس قدر مضمون ہو مگر باثر الامرا میں اس واقعہ کے متعلق یہ بھی فقرہ  
 لکھا ہوا ہے کہ اہل حسد نے نفسانیت اور خود غرضی سے یات شاہجہان  
 بادشاہ کے ذہن میں جمائی کہ بندہ لکھنؤ کو روہیلکھنڈ کرنا ملکی مصلحت  
 کے خلاف ہے اسلئے یہ وہاں سے ہٹائے گئے آخر شعبان المعظم میں  
 بہادر خان حسب حکم اسلام آباد عرف بندہ لکھنؤ سے روانہ ہوئے اور بمقام پٹھان  
 شاہزادہ کی خدمت میں پہنچے اس وقت انکے ساتھ تین ہزار سوار اور تین ہزار پیادے تھے  
 قلعہ منو اور نور پور جو کہ ہستانین نہایت مستحکم بنے تھے اور وہاں کا راجہ جگت سنگہ جسے  
 پرتھی چند والی چند کے باپ کو قتل کر کے مضافات چند پر قبضہ کیا تھا بہادر خان  
 اسکے قلعہ و موضع کو بڑھے وہاں کے مفسدون سے تمام راستے بند کر دیے تھے بہادر خان  
 ۱۷ مارچ کو بہادر خان تیرہ لاری اسلام آباد و قلعہ و فتح ان شقاوت گراں خست یافتہ اہل ہند و لکھنؤ  
 و بادشاہ خاطر نشان کردند کہ بندہ لکھنؤ دار و لکھنؤ کردان ملان ملکی نیست با اثر الامرا



دیو این گراتے جنگل کٹاتے ہوئے قلعہ منو کے قریب پہنچ گئے جگت سنگھ اپنی  
 پہاڑی جماعت کو لیکر خوب دل کھول کر اہل بہادر خان نے اس محکم میں  
 انتہائے شجاعت سے اپنی بہادری کے خوب جوہر دکھائے  
 اور افغانی جرات و مردانگی اہل عالم پر ظاہر کر دی پانچ روز تک  
 قیامت ناک لڑائی ہوتی رہی بہادر خان کے چھانوں نے  
 فرط دلاوری سے لاشوں کے پشتے لگا دیے اور انکی سیر میں  
 بنا کر مورچوں پر دوڑتے پھرتے تھے اس معرکہ میں  
 سات سو بیچان بہادر خان کے کام آئے آخر کار بہادر خان  
 نے قلعہ فتح کر لیا اور اسکے اندر کھس گئے راجہ نے اپنے متعلقین  
 قلعہ تارا گدھ میں جو پہاڑ پر نہایت بلند بنا ہوا تھا بھیج دیے تھے جب اسے یہ حال دیکھا  
 تو خود بھی وہ وہیں بھاگ گیا اسکے بعد فوراً پور کا قلعہ بھی خالی ہو گیا۔ جب  
 شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کی اس غیر معمولی بہادری کا حال  
 سنا تو چار ہزاری سے پنجہزاری منصب پر بہادر خان کو سر بلند کیا

۱۷۰۵ء میں چلتا و غیر منو اور شجاعت جلدت دادہ تر و نمایان خود پر عالم ظاہر ساخت ہرمانی خانہ کو راجہ فرمانی سزاوارکشتیا  
 ترو باق اختہ بر مورچال مقابر میریدند ران و زہر بقصد افغان زبانیان و بکار آمدند ماثر الامراسہ نوزد ہم محرم بہادر خان کے قلعہ  
 وقوع کو ہستان میں شدہ بود و بدستلام سدہ سدہ رفتہ بستہ شد کشتند بادشاہ ہنامہ ۲۹۱۔

۱۷۰۵ء چولین ماجر اسامع بشایر میامع رسید خاقان مالکستان پر منصب بہادر خان ہزاری ذات افرو وہ و ہزار  
 از سواران او و اسپہ اسپہ مقرر فرمودہ اور انھیں پنجہزاری چار ہزار سوار و اسپہ اسپہ نوازش فرمود ہر کارین محرم  
 و متش یکا کے رسیدہ بود و رانہ و انہ شے خاص و غلطیہ مخصوص سر بلند گردانید ۲۷۳ بادشاہ ہنامہ

اور ایک ہزار سوار ان کے دو اسپہ سہ اسپہ کے گئے  
 غرض کہ اب پنجہزاری ذات اور چار ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے ممتاز کیے گئے  
 اس فتح کے بعد شہزادہ مراد بخش اور بہادر خان حسب حکم بادشاہ کیخ متین روانہ  
 ہوئے اور وہاں سے بموجب ارشاد بادشاہی بارہ ہزار سوار لیکر بہادر خان معہ  
 اصالت خانی خانبھان کے تارہ گدھ کی فتح کو آئے یہ قلعہ پہاڑ پر جنبہ کے قریب واقع  
 تھا اسکے قلعہ میں کرنین مصروف ہوئے نہایت سخت لڑائی ہوئی جلّت سنگہ عاجز ہوا  
 اور پناہ کی استدعا کی اور خود شہزادہ مراد بخش کیخ متین حاضر ہوا شہزادہ نے بادشاہ سے  
 سفارش کر کے اسکی خطا معاف کرادی بادشاہ نے قلعہ تارہ گدھ کے مسمار کرنے کا حکم  
 صادر کیا چنانچہ حسب حکم قلعہ موراؤر نور پور کا حصار گرا دیا گیا اور جنگل جو نہایت گنجان  
 تھا وہ کاٹ کر صاف کر دیا گیا محرم سن ۱۰۷۸ کو بہادر خان معہ اصالت خان کے قلعہ  
 کوہستان کی فتح سے فرصت کر کے در دولت پر حاضر ہوئے۔

۱۰۷۸ھ میں جبکہ شاہ ایران نے صوبہ قندہار پر لشکر کشی کا قصد کیا اور اپنے سپہ سالار  
 رستم خان گرجی کو معہ فوج کے روانہ کیا اور یہ حکم دیا کہ میرے آنے تک تجھ کو نیشاپور میں  
 بٹھرنا چاہیے اس امر کی عرضداشت صفدر خان صوبہ قندہار نے شاہجہان بادشاہ کو  
 بھیجی جب شاہجہان کو شاہ ایران کا یہ ارادہ معلوم ہوا تو اسنے شہزادہ داراشکوہ  
 پچاس ہزار سوار اور بیس ہزار سوار محرم کو روانہ کیا اور شہزادہ کیساتھ بہادر خان  
 کو بھی بھیجا اسوقت بہادر خان کو بادشاہ نے خلعت خاصہ وریک  
 لٹھوراجو خاصہ کے طویلہ کا تھا معہ زین طلائی کے مرحمت کیا

بادشاہی لشکر بھی دریلے نیلا کے پار اترنے پایا تھا کہ شاہ صفی میرہ شاہ عباس نے اکثر شہر اپنے اٹھارہ روز بیار پڑ کر ۱۲ صفر ۱۰۷۵ھ کو انتقال کیا جب یہ خبر شاہجہان کو پہونچی تو اسنے شاہزادہ کو معہ لشکر کے واپس بلالیا اور کہا کہ سلطان محمد مرزا جو تیرہ سال بچہ ہے اور ارکان سلطنت نے اسے حال میں تخت نشین کیا ہو اس کے مقابلہ میں سلطنت پر چڑھائی کرنا مروت سے بعید ہو غرض کہ یہ مهم اس طرح پر ختم ہو گئی ۲۱ ربیع کو بہادر خان قندھار سے واپس آکر ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوئے سلیج میں بہادر خان صوبہ ملتان کی حراست و نظامت پر متعین ہوئے چونکہ اس وقت فصل بیج کی تیاری تھی اور اسکو انکی جاگیر سے کچھ تعلق نہ تھا اسلیے دیوانی کے متعلق حکم ہوا کہ اس فصل کا جو مطالبہ ہوا اسکا حساب کر کے انکی تنخواہ میں محسوب کر دیا جائے ۱۰ شوال ۱۰۷۵ھ میں امیر الامرا کابل سے جب بدخشان کی تسخیر کے لیے بلایا گیا ہے تو یہ تجویز ہوئی کہ بہادر خان جاگیر سے بلائے جائیں اور ملک کے لیے مقرر کیے جائیں نذر محمد خان والی توران سے معتابلہ اور بلخ و بدخشان لینے کی یہ وجہ تھی کہ جس سال شاہجہان تخت نشین ہوا اس زمانہ میں نذر محمد خان نے موقع پا کر کابل پر حملہ کیا تھا لیکن ناکامی سے واپس گئے تھے شاہجہان کو ان سے اسکا عیوض بھی لینا مناسب تھا اسکے علاوہ بلخ و بدخشان شاہجہان کامور و ثنی ملک بھی تھا کیونکہ میر تیمور کا سمرقند پایہ تخت تھا اور بلخ و بدخشان کے صوبے اسکے تابع تھے نذر محمد خان کا طربل کچھ ایسا ناخس تھا کہ ملک میں بے ہنسی پھیل گئی تھی اور عام شورش برپا تھی اسلیے شاہجہان

ملکہ بہادر خان و امالت خان و غیر اہان از قندھار آمدہ دولت ملازمت از وقتند (۳۱۰) بادشاہنامہ

برہ ظلم مسلمانوں کی اعانت و حمایت لازم آئی تو ان تین فتنہ اور فساد کے یہ اسباب  
پیش آئے تھے کہ امام قلیخان بڑے بھائی نذر محمد خان کے جب حکومت سے ہٹے  
ہو کر حرمین شریفین چلے گئے تو نذر محمد خان بجائے اپنے بھائی کے توران میں تخت نشین  
ہوئے انھوں نے بخارا کو اپنا دار السلطنت قرار دیا اور حکمرانی میں مصروف ہوئے  
اس زمانہ میں اسفندیار خان حاکم خوارزم مرگیا اسکے بیٹوں نے نذر محمد خان کی اطاعت  
کا خطبہ پڑھا مگر انھوں نے حرص کو دخل دیا اور اسکے صوبہ پر بھی دست رازی شروع  
کی یہی قسم کی حرکتیں ان سے سرزد ہوئیں اور تمام اوزبک قوم بگڑ گئی ہر چند کہ نذر محمد خان  
اپنے بڑے بیٹے عبدالغفری خان کو سمرقند وغیرہ کی حکومت عنایت کی اور تاشکندہ اور اسکے  
محالات بہرام خان کو مرحمت کیے اور نظربے جو امام قلیخان کا تالیق اور بااثر سردار تھا  
اسکونے کے انتظام پر مقرر کیا مگر کچھ ایسی بے تدبیری اور بے رعہی ظہور میں آئی کہ رعایا  
انکے قابو میں نہ آئی اندجان میں فرقہ قرغز نے طرح طرح کی زیادتیان شروع کیں تو نذر محمد خان  
نے وہاں کی رعایا سے کھلا بھیجا کہ تم خود اپنی رائے سے کوئی حاکم انتخاب کرو بخیر یا مہم  
جہانگیر قراق نے لکھا کہ مجھے لشکر قلاق نے چڑھائی کی غرض کہ ہر طرف سے یورش کا بادل  
اٹھا اور کوئی تدبیر کا تیر تھدیر کے موافق نہ بیٹھا اسلیئے عنان حکومت انکے قبضہ اختیار سے  
ٹھک گئی اور ملک میں ظالموں نے بدظمی برپا کر دی شاہجہان تو عرصہ سے نذر محمد خان کی  
پیشقدمی کا جواب دیا چاہتا تھا اسکے علاوہ خسرو خان پسر نذر محمد خان نے رعایا کے  
ہاتھوں سے تنگ ہو کر ایک سفیر اسی غرض سے پوشیدہ طور پر شاہجہان کی خدمت میں بھیجا تھا  
اسلیئے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو چاس ہزار سوار اور دس ہزار پیادے دیکر  
اس مہم کے لیے متعین کیا اس لشکر کی تیاری و سامان بھی قابل الذکر ہے ایسا

اجا انتظام لشکر کا سابق میں بھی شاید نہوا ہو گا چار سو اشخاص صرف امر و منصب اور  
تمام مسلمان سرداروں کی فہرستیں جن میں بڑے بڑے نامی جوانوں میں  
تھے بہادر خان کو عطا کی گئی اور ہندو سرداروں کی سرگروہی مقوم ہوئی کیونکہ  
راجہ تھلہ اس کے متعلق لکھی اور بہادر خان کو شہزادہ کے ہمراہ جانی کا  
حکم دیا گیا چنانچہ روز شنبہ ماہ ذی الحجہ ۱۰۵۵ھ مطابق سبج میں شہزادہ روانہ  
ہو گیا بہادر خان پشاور پہنچے تھے کہ ان کے لیے شاہجہان بادشاہ نے خلعت  
خاصہ اور چھ صر صر معہ بھولکٹارہ اور ایک گھوڑا دیا تھا خاصہ کا  
اصالت خان کے ہاتھ بہادر خان کو بھیجا اور ہر طرح کی دیکھ بھال سے  
مطلن و خوشدل کیا اور خود شاہجہان بھی ۱۸ صفر یوم پنجشنبہ کو لاہور سے کابل کو  
روانہ ہوا ۱۹ ربیع الثانی کو شہزادہ کابل پہنچا اسی درمیان میں بہادر خان  
بھی معہ اپنے لشکر کے مقام بنگش سے کوچ کرتے ہوئے  
کابل میں شہزادہ سے مل گئے جب شہزادہ پائے کتل کو پہنچا اور وہاں سے  
بزنشان تک ایک تنگ و ناموار راستہ تھا اسکی درستی کے لیے کئی ہزار بیلدار  
امیر الامرا علی مردان خان نے اطراف کابل سے فراہم کر کے اصالت خان کو بھیجے  
تھے کہ سرائیر سے سر بالا تک جو برف کہ راستہ میں پڑا ہوا ہو اسکو اٹھا کر ادھر  
او وھر ڈال دیں اور راستہ اتنا بنا دیں کہ ایک اونٹ معہ بوجھ کے نکل جائے اور باقی  
برف کو کوٹ کر ایسا برابر کر دیں کہ گھوڑے اور اونٹ کے نکلنے میں دقت نہ ہو مگر یہ کام

ملہ و سرداری مسلمان بہادر خان پیشوائی راجہ تھلہ ان مقرر کردید بادشاہ نامہ صفحہ ۴۸۵۔ و فوج ہر اول بہار صد و ہشتاد و  
از امر و منصب داران کہ از بھلہ ست بہادر خاںست و راجہ تھلہ اس بادشاہ نامہ صفحہ ۴۸۵۔ بہادر خان کہ در پشاور و بدخلوت غامدہ و  
مرتبہ با بھولکٹارہ و اسلحہ بطولہ خاصہ با یاق طلا و فیل از خلعت خاصہ و صاحب صالت خان فرستادہ سر ملیدگر و انیدند بادشاہ نامہ صفحہ ۴۸۸۔

اصالت خان سے اچھی طرح انجام کو نہ پہونچا اور بغیر راستہ بنائے کلنا مشکل تھی  
 دوسرے روز بہادر خان نے اصالت خان کو اپنے ہمراہ لیا اور تمام  
 اپنے سوار و پیادے برف اٹھانے اور راستہ بنانے کے لیے  
 لگا دیے اور کل لشکر انکا جس جگہ کہ برف پاتا تھا اسکو راستہ سے  
 اٹھا کر پھینکتا تھا بہادر خان کی اس کوشش سے ایک کوس  
 تک دو گز چوڑا راستہ جہاں کہ سجد برف پڑا ہوا تھا بن سکا  
 بجادی الاول کو شاہزادہ وہان پہونچ گیا اور ۹ جمادی الاول کو خسر و پسر نذر محمد خان مع  
 فرزدان و مقلین کے آکر شہزادہ سے موضع سراب میں مل گیا حسب حکم بادشاہ کے خسر  
 خلعت فاخرہ جبین باقی و گھوڑے و پچاس ہزار روپیہ نقد تھے سرفراز کیا گیا پھر وہاں  
 خسر و کابل پہونچ کر شاہ جہاں بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شاہ جہاں نے شاہ با خلعت  
 و الطاف سے شاد کام کر کے شش ہزاری منصب و پچاس ہزار روپیہ و مرہمیت کیا  
 اور خاندوران بہادر نصرت جنگ کی حویلی میں اسکو بٹھرایا اور نہایت پر تکلف سامان  
 مہمانی کی اسی اثنا میں شاہ جہاں نے نذر محمد خان الی تو راں کے نام مضمون کا نامہ لکھا  
 کہ آپ کے ملک میں باغیوں نے جو بدہنی پھیلانی تھی اسکے دفعیہ کیلئے ایک لشکر معہ  
 شہزادہ کے بھیجا گیا کہ وہ اپنی اعانت کرے اور ناہنجار باغیوں کو بد کرداری کی سزا پہونچائے  
 شاہ جہاں کا بھی ارادہ تھا کہ نذر محمد خان کو بلج و بارہ دیدیا جائے اور ایک جہاز لشکر  
 بدخشان میں رکھا جائے کہ ظالم باغیوں کی شرارت سے رعایا کو نجات بخشا رہے اسکے بعد

۱۰ جون کا رازا نامہ شمس نشدہ بدوہن جعفر بستہ زور بہادر خان با اتفاق اصالت خان تاجی سوار و پیادہ ۱۰۰۰ ہر و شش ہر و کشون  
 راہ دشت لشکر پانچ دست فزائے کہ باقتدر ہر و راکندہ ہر و دوست برکنار از راہ میر فتحیدہ کارے بہادر خان تانیک کرد کہ  
 ہر و بسیار بود بعض دو گز راہ پیدا شد ناظر الامر اخلص بادشاہ نامہ۔

بادشاہی لشکر نے قلعہ کھر و حصار غوری قندز فتح کر لیے اور بلخ کے قریب پہونچ کر  
نذر محمد خان الی تو راں نے چند ارکان دولت و سب جان قلی و بہرام اپنے ہر دو فرزند  
شہزادہ مراد بخش کی خدمت میں بھیجا اسنے انکا نہایت اعزاز و احترام کیا اور سب کو  
خلعت دیکر واپس کیا۔ ۲۸ جمادی الاول کو شہزادہ مراد بخش نے لشکر آراستہ کیا  
اور کمال عظمت و شوکت سے بلخ کے اندر بھیجا اور میر آتش کو قلعہ کی ضبطی اور بلخ پر قبضہ  
کرنیکا حکم دیا اور خود شہزادہ بھی روانہ ہو کر حصار کے دروازہ کے قریب جا کر ٹھہر گیا  
اور نذر محمد خان کو کمال بھیجا کہ آپ کی ملاقات کے لیے دل نہایت مشتاق ہے آپ تشریف  
لائیں اسکے بعد میں حاضر ہوں نذر محمد خان نے بوجہ بڑے ہونیکے یہ امر ناپسند کیا چونکہ وہ  
اس بات کے متوقع تھے کہ خود شہزادہ میرے مکان میں آئے اسوجہ سے وہ آزدہ خاطر فرار  
کی طرف متوجہ ہوئے۔ ظہر کی وقت ایک ٹپکے حسین چند لعل ٹپکے ہوئے تھے کمر سے باندھا اور پھر  
زرہ اور جامہ پہنا کچھ اشرفیان جو اہرات وغیرہ اٹھلے اور اپنے ہر دو فرزند بھان محمد و قلی محمد  
اور چند ازبک غلام ہمراہ لیکر ضیافت کا بہانہ کر کے بلخ مراد کو چلے گئے اور وہاں سے مفور  
ہو گئے انکے جانکی کسی کو اطلاع بھی نہوی کیونکہ یہ شہر بڑا ہیچ کی چار دیواری بلخ کو س کے گرد  
میں ہو لوگ دہرا دہر مصروف تھے پیشتر مقصود علی بیگ کو اس امر کی اطلاع ہوئی اسنے میر الامیر  
کو مطلع کیا اور امیر الامیر نے شہزادہ کو خبر دی شاہزادہ نے بہادر خان کو نذر محمد خان

شاہزادہ بہادر خان و اصالت خان وغیرہ اتباع نذر محمد خان بخصت نمودند اور ان شب تار میر قندز قند و سید کردہ زمین سر  
یکسٹے کردہ راہ کو گزرنے پر آقا بہادر و چارمادی یافتند خبر سید کردہ ہزار ایک با نذر محمد خان فراہم آمدہ بود و بتقدیر  
کا و زاکر شہر مسافت غایت بہادر خان از شنیدن این خبر احوالے کہ در شہر عزت جانی نمود اسب تا اختتام عاقب آن خصم پروختند  
از یکہ عزت یافتند تا آنکہ نذر محمد خان و غلامان و قریب ہزار بارادہ ایران بغرض امداد عمان معطون و شہر قریب بادشاہی در اسپان  
وقت ندید و نزدیک آن فرزند و رسوا آبادی رسید و اسب و شہر و گوسفند و خروار از بکان تا راج نمودند و گویہر ضد داشت بہادر شاہ  
زشتند و دشمنوں مورہ آفرین شہنشاہ اور میراجت گرویدہ خانی خان

والی تو ان کے تعاقب کو بھیجا خانموصوف معہ اصالت خان وراٹے لشکر کے شدت گرمی میں پر دن بے سوار ہوئے اور دوسرے دن پر دن چڑھے تک جہانک جلد ممکن تھا گھوڑے دوڑاتے چلے گئے شب تا رین سترہ اٹھارہ کوس زمین ریگ و غیرہ کی طے کی اٹلے راہ میں راستہ بھول گئے جب ان نکلا تو راستہ ملا شیرخان کے قریب جب پہونچے بہادر خان نے سنا کہ نذر محمد خان جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں بہادر خان نے نہایت جانفشانی سے یہ مسافت طے کی اور حسب قاعدہ فوج کی ترتیب دی قلب لشکر میں اپنی جگہ قرار دیکر اپنے چچا نیک نام خان و ر حیات خان تارین علا دل خان جمال خان لوبانی پہاڑ خان وغیرہ کو ہراول مقرر کیا اور راجپوتوں و سینگوں و این طرف تعینات کیا اور اصالت خان کو مع اپنے ساتھیوں کے بائیں جانب قائم کیا اور نہایت تزک و شان کیساتھ بہادر خان مقابلہ کو بڑھے اور بکا لمان جو قریب بس ہزار کے شہر خان میں جمع ہوئے تھے اکثر بہادر خان کے آئینی خبر سنکر خوف و کی طرف بھاگ گئے نذر محمد خان شہر خان سے نکل کر اپنی فوج کو تین حصوں پر تقسیم کر کے لڑائی پر آمادہ ہوئے ادھر سے بادشاہی لشکر نے پہلے بندوق کی بارود ماری اور بان چھوڑ کر نذر محمد خان کے پاس جونا تجربہ کا بھٹی جمع ہوئی تھی اسنے کبھی لڑائی کا شور بھی نہیں سنا تھا بے اختیار بھاگی ناچار نذر محمد خان نے پیٹھ پھیری اور اند خود بھاگ گئے اور انکے بہت سے لوگ قتل و قید ہوئے سجان قلی انکا بڑا بیٹا جو بخارا کی طرف بھاگ گیا تھا اسکا بہت سا مال و سامان بادشاہی لشکر کے ہاتھ لگا اسکے بعد بہادر خان رعایا کے بند و بست اور نذر محمد خان کے حالات کی تحقیق کے لیے ٹھہر گئے اگر خانموصوف فتح پر قناعت نہ کرتے اور نذر محمد خان کا تعاقب کرتے تو نذر محمد خان یقینی گرفتار ہو جاتے



خدا معلوم کہ بہادر خان نے نذر محمد خان کے تعاقب میں قصد اغماض کیا یا ہمہ یوں  
کی سستی و صلاح سے باز رہے یا کسی دوسری موجودہ مصلحت سے وہ گرفتار کرنے پر  
متوجہ ہوئے اور اس فتح کی عرضداشت بہادر خان نے شاہجہان بادشاہ  
کے حضور میں بھیجی اور بادشاہ قدردان کرم گستر نے بہادر خان کو  
خلعت خاصہ اور ایک ہزار سواروں کا اضافہ کر کے پنجزاری ذات  
اور پنجزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سے سرفراز کیا اور دولاہر و پیہفت  
خزانہ بلخ سے مرحمت فرمائے۔

اور اصالت خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سربلند کیا نیکنام خان عنایت  
خان بھی اضافہ منصب سے ممتاز ہوئے حیات خان لد علی تارین خان کو خلعت  
و منصب ہزار و پانصدی ذات اور ہزار سوار اور علاء خان تارین کو خلعت و منصب  
ہزار و پانصدی ذات و چھ سو سوار سے عزت بخشی گئی۔

اس واقعہ کے بعد نذر محمد خان ایران چلے گئے مگر وہاں دیکھا کہ وہ دہلی شاہجہان نے  
انکو بلجی کا نام لکھا مگر وہ کچھ ایسے وہم میں مبتلا ہو گئے تھے کہ شاہجہان عنایت و  
تبع بخشی سے اسوقت محروم رہے نذر محمد خان کے دولہے کے عبدالرحمن بہرام اور تین  
ترکیان اور تین بیویاں تھیں یہ سب بلخ سے شاہجہان کے پاس بھیجے گئے اور بادشاہ  
عادل رحیم مزاج ان سب کے ساتھ نہایت عزت و احترام سے پیش آیا۔ اس فتح کے متعلق  
یہ شعر مشہور ہے:   
شده نبلخ و بدخشان نذر محمد خان بزر و قبیلہ و املاک گذشت دران

۱۔ چون شہر جمادی الثانی حقیقت جد کاری و جانپاری کی کیفیت فیروزی اولیا ابن ولت بلند صولت از عرضداشت بہادر خان بکرامت  
انعام و اتقان پیشکامہ سر جہان بینی رسید بہادر خان خلعت خاصہ و با اضافہ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ منصب پنجزاری پنجزار سوار دو اسپہ  
سہ اسپہ و بانعام دو لک روپیہ از خزانہ بلخ سرفراز گشتند صفر ۱۰۴۰ھ بادشاہ نامہ

کتاب جامع الصنائع میں نظام الدین احمد صاحب جولپے والد محمد صالح صاحب کیساتھ  
جنگ بدخشان میں شاہزادہ مراد بخش کی ہمرکابی میں تھے رقمطراز ہیں کہ مرزا عبدالرزاق  
نے بلخ و بدخشان کی فتح اور نذر محمد خان کے تنہا نکلنے پر یہ بیت تالیف لکھی ہے ۷  
شدہ زنج و بدخشان نذر محمد خان پزار و قبیلہ و املاک گذشتہ دران پڑ جب اعداد  
بلخ و بدخشان سے اعداد نذر محمد خان معہ عدد ہر دو دال حملہ کے نکلے جائیں اور  
اعداد زرا و قبیلہ و املاک کے پڑھائے جائیں تو ۵۶۰۰۰ نکل آئینگے۔  
سلسلہ جلوس میں شاہجہان بادشاہ کا خطبہ بلخ میں پڑھا گیا۔

اس فتح کے بعد بلخ میں شاہزادہ مراد بخش کی دیکھسی نہوئی اور اسنے اپنے والد بزرگوار  
کی خدمت میں ہانسنے واپس آئیںی درخواست کی بادشاہ نے لکھا کہ یہ بیوقت رخصت کیسی اور  
بی موقع وہیسی کیسی نہ ابھی وہاں پورے طور سے تسلط ہوا ہونہ اچھی طرح باغیوں کا ستیصال  
ہو سکا اس حکم کے بعد بھی دوبارہ مراد بخش نے عرضداشت بھیجی اور یہ لکھا کہ اب یہاں  
کوئی بڑا کام باقی نہیں باہمداد خان بند و بست کے لیے موجود ہیں ملک فتح ہو چکا ہے  
میں بغیر حاضری کے یہاں نہیں ٹھہر سکتا شہزادہ کی حالت کو دیکھ کر فرح زیادہ برداشتہ خاطر ہوئی  
اور اپنے وطن کے آنے پر آمادہ ہوئی شاہجہان بادشاہ نے مراد بخش کی دوسری  
عرضداشت پر یہ فرمان تحریر کر کے صادر کیا کہ تمسے قبل فتح کے یہ کہا گیا تھا کہ اگر خدا

ملک و بادشاہان صادر شدہ قبل فتح و لایت مرزبان گذشتہ ہو کہ گاہ فیصلہ اچھے تخت ملک بلخ و بدخشان بہ نذر آید بان جو شوم کام کا ارتقا ہو نہ ہو  
مال و نعمت از دست آید روزے و ریزشانی علاقہ کی افی و الا صابر آمدہ ہونو کہ نسق قلعہات آبادی ملک بران قسلی و کاشکے تعین حکام و ہتہام تہا بہ  
اکثر امور تکررت این راہہ و جابجا باعث زیادہ ہندوہ ساختن ملے تباہ و عایا و سیاہ و عہدہ لکن آغا خواہد گردید خصوص جنتای اخلاص آثار کارزار تہا  
بدعایلین خدا آرد و جنتا و جنتد و حق سبحانہ تعالیٰ مراد و بر تہ دل آہنا بر آوردہ نہایت ملول خاطر خواہند گفت صلاح دولت و مازین است کہ چند گاہ ہمیشہ  
کام را می آرد و آغا فرمانروائی نمودہ و تسلی را مالے تم دیدہ و آبادی ملک غارت گشتہ و کشتہ و باوجود رسیدن بن جواب غنایت ہمیر غنا بہ ثرو دل  
مراد بخش اثر بدخشید و پیشخانہ دیر آو غنائی حاکم ملی

نے کیا کمر بچ و بزنشان کی ولایت فتح ہو گئی تو یہ ملک تم پر خوردار کو دیا جائیگا اب کہ  
خداوند کریم نے یہ پرانی آرزو اس فرزند کی کوشش سے پوری کی اور ہنوز نہ رعایائے  
مظلوم و لشکستہ کی تسلی ظہور میں تنگی ہے نہ حکام مقرر ہو چکے ہیں نہ جا بجا تھانہ بٹھلاؤ گئے  
ہیں ایسی حالتیں اس ارادہ سے مجر رعایا و سپاہ کی دشمنی کے اور کیا نتیجہ ظاہر ہو سکتا ہو  
ہماری قوم چنتائی جسکی عرصہ راز سے خدا سے یہ دعا تھی کہ یہ ملک پھر ہماری قوم میں  
آئے وہ مراد انکی پوری ہوئی وہ تمہارے چلے آئیے نہایت رنجیدہ ہو جلیکے مناسب  
اک کچھ دنوں ہاں پیش کامیابی کیساتھ قیام کر کے ملک کی آبادی اور رعایائے ستم دیدہ  
کی دجوئی کی طرف توجہ رکھو اسکے بعد دیکھا جائیگا چلے آنا باوجود اس عنایت امیر فہمائش  
کے کچھ مراہٹش کے دلپر اثر نہ ہوا اور وہ یکبارگی سب انتظام نو مفتوحہ ملک کا چھوڑ کر  
وہاں سے کابل چلا آیا بادشاہ شہزادہ کی اس حرکت پر نہایت برہم ہوا اور اپنے روئے  
آئیے منع کر دیا اور منصب جاگیر شہزادہ کی ضبط کر لی اور صوبہ بلخ کی حکومت و خط  
بہادر خان کو سپرد کی اور بہادر خان کے بارہ مین خود شاہجہان بادشاہ نے اپنے  
روزنامہ بادشاہ نامہ کے صفحہ ۵۵ میں فقرہ لکھایا ہو بہادر خان کہ بجا ست و  
حمیت اقصاف دار دوسر دار جمعیت دار است۔

خزانہ کی داد و ستد سپاہ کی نگرانی رعایا کی پروا نہت اصالت خان کے متعلق کی گئی  
گویا دیوانی کی خدمت لکے زیر انتظام مقرر کی گئی اور ان جملہ احکام کے جاری کر نیکی لیے

۱۔ مراہٹش پھر علامہ کو جانکی ماہیت کی گئی اور شہر مین آنا بند کیا گیا اور پشاو مین بجلی اجازت دی گئی ایک مدت تک  
یہ عتاب رہا لیکن شہزادہ محمد شجاع جب آقا سنے بانی کی خطاب سے معاف کرادی اور ۲۳ ربیع الثانی کو پشاو سے مراہٹش آیا  
اور شاہجہان کے حضور مین ایک ہزار مہر گز باقی اور ۱۶ ذیقعدہ پھر بجلی سے دو آدھ ہزاری ذات دس ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا

علامہ سعد اللہ خان زیرِ عرش کونج بھیجا گیا اور مدار المہام موصوف کے ہاتھ  
ایک تلوار مع بہادر خان کو بھیجی اور زبانی بھی شاہجہان نے سعد اللہ خان  
سے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وہ قابلِ قدر ارشاد جو شاہجہان جیسے لائق بادشاہ کی زبان  
سے جس امر کے حق میں نکلے سائیکلٹ مایہ افتخار ہو سکتا ہے وہ فقرہ بادشاہنامہ اور  
خانی خان وغیرہ سے یہاں پر نقل کیا جاتا ہے و خدیو دو بین یہ مدار المہام  
علامی سعد اللہ خان حکم فرمودند حکومت صوبہ کونج را بہ بہادر خان  
واستیصال ہل و فساد بہ بہادر خان کنہ کماست و حمیت  
اتصاف دارد و سردار جمعیت دارہست مقرر سازد صفحہ ۵۶۰ (بادشاہنامہ)  
اور یہ بھی بادشاہ نے فرمایا کہ ہماری طرف سے نہایت اصرار کے ساتھ بہادر خان  
سے کہنا کہ تم اور اصالت خان ہر دو سردار صاحبِ ارشل شیر و شکر کے اتفاق رکھنا  
اور نہایت مستعدی و دلسوزی سے رعایا کے مظلوم کی خبر گیری کرتے رہنا۔  
غرض کہ حسبِ حکم سعد اللہ خان گیارہ روز میں کونج پہنچے اور وہاں جا کر کل انتظامات  
حسبِ ہدایت بادشاہ کے عمل میں لائے اور صوبہ داری کونج کی بہادر خان  
کے سپرد کی اور بائیس روز کونج میں رہ کر شعبان کو کابل آئے۔ اسکے بعد

۱۔ بہادر خان را بار سال شمیر من معحب علامی عز افتخار بشید صفحہ ۵۶۰ بادشاہنامہ  
۲۔ بہادر خان و اصالت خان و سلیم صوبہ داری کونج فرمودہ و باتفاق اینان شروع در انجام محلات و حارسان قلاع و  
نہادہ و امان و انجا مقاصد آسانمورد بادشاہنامہ صفحہ مذکورہ بالا۔

۳۔ و سعد اللہ خان شاہجہان کو یہاں سے روانہ کر دیا اور زری را بر قاف ہر کہ مناسبانہ تادیب سرکشانی خواست مالکدارانی اصالت  
را پر وخت ہوتی مایہ مستقل ساختہ بیا لگلا ز بان مار شاہنامہ لکھنؤ فرام آؤں مال و جمعیت فراغ خاطر فرمودہ ہر دو سردار صاحبِ  
باہم چون شیر و شکر آمیزش اتفاق نمودہ و آباد ساختن ملک ایران و گرد آوری رعایا کے سوختہ مالگزارہ پر وخت حال تجارت  
دیگر بلِ حرف و تمام سکندرا کوشیدہ از انکان غارت پردازاد با نشان مردم آزادار و پرنیز اندیا رفت تاجانی و مالی غرابا نرسد۔

پچاس لاکھ روپیہ بہادر خان کو ملکی ضرورتوں کے لیے شاہجہان بادشاہ نے بایں تفصیل بھیجا کہ سید فیروزہ خانبہان کا بھتیجا پچیس لاکھ روپیہ پیشیر کی راہ سے ملے پہونچا آیا اور بعد ازاں پندرہ لاکھ اور ستر ہزار اشرفیان جنگی تعداد پچیس لاکھ روپیہ ہوتی ہے ۲۱ رجب کو شاہ بیگ خان دے آیا۔

۲۵ رجب کو خاص صاحبیل کا گھوڑا معہ طلائی ساز کے شیر مرد اور خواجہ سب کے ہاتھ بادشاہ نے بہادر خان کو بھیجا اسکے بعد ۲ شعبان کو ایک ورگھوڑا طویلہ خاصہ محمد محسن کے ہاتھ شاہجہان نے بہادر خان کو ملے بھیجا ۱۸ شعبان کو مبلغ دس لاکھ روپیہ بہادر خان کو اور بادشاہ نے بھیجوائے اور وہ اس انتظام سے روانہ کیے گئے کہ لاہور سے میر خلیل اور ہوشدار پیر روپیہ کابل لیجا کر امیر الامرا کے سپرد کریں اور امیر الامرا اپنے آویںونکے ہاتھ شاہ بیگ خان قلعہ ارغوری کو پہونچے اور وہ بہادر خان کو روانہ کرے اور بہادر خان جس طرح مناسب خرچ کریں۔

۱۹ ماقول غلامنایت سب سے ہر افراتہ حکم فرمودہ کہ مبلغ پانزویہ لک پڑہنتاہ جزا اشرفی کہ مجموعہ بست و پنج لک پڑہنتاہ بشاہ بیگ خان قلعہ ارغوری رسانیدہ برگردو بہ بہادر خان و اصالت خان فرمان شد کہ آئرا مصوب جسے یہ ملے طلبیدہ بابت و پنج لک و پید کہ سابقا سید فیروزہ بود و ہمہ پنجاہ لک روپیہ میشود و وجہ علوفہ لشکر و دیگر ضروریات صرفت نمایندہ صفہ ۵۰۰ بادشاہنامہ

۲۰ بست و پنج رجب تہ سہل طویلہ خاصہ باق طویلہ باق وانی رستم خان اصالت خان مصوب شیر مرد و خواجہ سید زانی بایں معینہ بود و ۹ سال دہشتہ ۵۰۰ بادشاہنامہ ۲۱ مصوب محمد محسن بہادر خان اصالت خان و اسلے طویلہ خاصہ باق طویلہ باق وانی رستم خان ۲۲ دین تاج خزانہ کا اودار السلطنت لاہور طلب اشتہ بود و از انجملہ آن مبلغ دہ لک و پید مصوب مغللہ رسالت ۲۳ فوری ساز و تاہد خان اصالت خان جسے رافرتادہ از غوری ہر ملے طلب نمایندہ بادشاہنامہ ۴۰۳۔

## حالات محاربات تلخ بزمانہ صوبہ اری بہادر خان

جب بہادر خان نے سنا کہ پانچ چھ ہزار سوار قوم المان کے دریائے جیون سے اتر کر کلیفت کے راستہ میں جمع ہوئے ہیں اور فساد پر آمادہ ہیں تو بہادر خان لشکر لیکر غرہ شعبان کو تلخ سے مومن آباد پہنچے اور انکو مار کر بھگا دیا اور جو مویشی وغیرہ وہ لوٹ کر لائے تھے وہ بھی پھین لیے اور انکے دریافت حال و ستیصال کی فکر میں تلخ و مومن آباد میں قیام کیا یہ مقام تلخ سے سولہ کوس پر واقع تھا اس اثنا میں دوسری خبر یہ آئی کہ دس ہزار باغی قبایلیان کی راہ سے آکر نواح تلخ میں لوٹ مار کر رہے ہیں بہادر خان سینکر یکبارگی انکے سرو نیز پر پہنچے مگر وہ باغی انکے آئین کی دہشت بھاگ گئے اسکے بعد ایک فوج جسکے سردار شاہ محمد تغلان اور قاسم وغیرہ تھے آئی اور اسکے سردار تھوڑی تھوڑی فوج لیکر چاروں طرف پھیل گئے اور یہ ارادہ کیا کہ غوری سے جو خزانہ باوشاہی بہادر خان کے پاس آ رہا ہے اسکو لوٹ لین بہادر خان نے اس بات آگاہ ہو کر چنپنے تھا مثل راجہ حیرام و گوپال سنگھ و راسے تلوچند و جگر ام و خوشحال بیگ قاضی نظاما بخشی تلخ و میر مقتدی کو آگے روانہ کیا اور خود بھی دریلے جیون تک گئے باغی کو شمر سے نکلے اسوقت نیکنام خان ہراول فرج تھے وہ مع اپنے بھتیجے عنایت خان کے نہایت تیزی سے بڑھ کر مقابل ہوئے غنیم کی تعداد زیادہ تھی خوب تیر و تلوار کی لڑائی ہوئی بہت باغی قتل و قید ہوئے نہایت شجاعت کے ساتھ بادشاہی لشکر کو فتح حاصل ہوئی اور غنیم کے پیر اکھر گئے اس جنگ میں کچھ لوگ بہادر خان کے لشکر کے بھی کام آئے شام کے وقت بہادر خان مظفر و منصور نیکی ارق کو واپس آ رہے تھے اشنا سے راہ

مین معلوم ہوا کہ امان کچھ مال لوٹے ہوئے موضع خلم مین گئے ہیں اور وہاں خزانہ کے لوٹنے کے انتظار مین بیٹھے ہیں لیکن ۴ شعبان کو خزانہ بخیریت پہنچا مگر چند روزان ڈاکون کے دریافت حال کے لیے بہادر خان اس فوج مین ٹھہر گئے اور پھر ۱۱ رمضان کو بلخ مین داخل ہو گئے۔

۲۵ شوال کو امان بیگ اور آتش قلماق کچھ روسانواح چککتو اور مینہ کے لائے اور بلخ مین انھوں نے بہادر خان سے شاہجہانی لشکر کی طرف ذاری ظاہر کی بہادر خان نے ہر ایک سردار کو سرکار شاہی کی طرف سے خلعت عنایت کیا اور امان بیگ کے ساتھ ہزار شاہی اور محمد سعید مخاطب بہ آتش قلماق کو تیس ہزار شاہی انعام مین دیے اور امان بیگ جو مرد فہمیدہ اور تجربہ کار اور قوم چغتاکا سرگروہ تھا اسکو دو ہزاری ذات اور ہشتصد سوار کا منصب عنایت کیا اور آتش قلماق جو استقلال و وضع ذاری مین معمولی شخص تھا اسکے لیے ہشتصدی ذات اور چار سو سوار کا منصب تجویز کیا اور امان بیگ کو حسب التماس محالات مینہ اور قلعہ چککتو و غرجستان فاریاب خیراب جاگیر مین دیے آتش قلماق نے اپنے باپ بھائی کے لیے مناصب کی استدعا کی اور چند قلعے اپنے قبیلوں کے لیے چاہے بہادر خان نے قلعہ مینہ و شیرخان اسکے متعلقین کے رہنے کو مرحمت کیا مگر زیادہ انکا اعتبار نہ کیا۔ امان بیگ کی خیر خواہی دیکھ کر بہادر خان اس کیفیت کی عرضداشت شاہجہان بادشاہ کو لکھ بھیجی اور شاہجہان نے انکی سفارش پر امان بیگ کو خطاب قباغانی کا عنایت کیا۔

۱۲ محرم کو بہت بڑا گروہ المانوں کا پھیلی رات کو آکر ایک تھانہ پر ٹوٹ پڑا بہادر خان نے یہ سنکر دو ہزار سوار اپنے چپانیک نام خانکو دیکر مع چند سرداروں کے مقابلہ کے لیے

روانہ کیا نیکنام خان نے وہاں پہونچکر ان مفسدون کو بھگا دیا۔  
 ۲۵ محرم کو المان کی جماعت نیلگون کے راستہ سے شیرخان کے قریب ہوتی ہوئی پہل  
 کی طرف گئی بہادر خان کو جب خبر پہونچی تو انھوں نے اپنے چچا نیکنام خان کو دو ہزار سوار  
 دیے اور معہ چند سرداروں کے روانہ کیا ڈاکو نوح شبرم و سرپل کو غارت کر کے اونٹ  
 لٹھوڑے گلے بکریان بہت سی لیے ہوئے دریائے جیون کی طرف جا رہے تھے آہی دتا  
 کو اس امر کی اطلاع بادشاہی لشکر کو پہونچی یہ خبر سنکر بادشاہی جو انہرودوڑ کر ان کے سر پر  
 پہونچے بہت سے باغی قتل کیے اور جو بھلے انکا پیچھا آخر دن تک کیا گیا اور جو  
 لٹکے پاس مویشی تھے سب چھین لیے چونکہ رات ہو گئی تھی اسوجہ سے وہیں قیام کیا  
 پھر رات گئے پانچ چھ ہزار سوار ناگانی طور پر آگئے اور انھوں نے حملہ کیا ادھر سے  
 بھی مقابلہ کیا گیا مارڈھاڑ کی بازو خوب گرم ہوئی اس حربہ میں بھی بہت سے باغی تہ تیغ  
 ہوئے اور جو بچے وہ بڑی مصیبت جان بچا کر بھاگ سکے مگر اس لڑائی میں پانچ  
 لشکر کے بھی کچھ لوگ کام آئے دشمنوں کے مقتول و زخمی کچھ سر بعضے اوزبک  
 سرداروں کے مثل نظرنیک وغیرہ کے بھی نکلے آخر کار بادشاہی لشکر فتح مند پھرا۔  
 ایک بار جب ازبکوں نے بہت بڑا ہجوم کیا تو تین روز تک ایسا سخت معرکہ رہا کہ  
 سوار گھوڑوں کی زین سے نہ اتر سکے اور دونوں طرف کے سپاہی کثرت قتل ہوئے

۱۷ تا ۲۰ روز تیار کا رزار گرم بود کہ از پشت زین و زین از اسب جدا نکردند و جمع از ہر دو طرف کشتہ شد نہ د قریب بود کہ ایچ  
 اوگر سین کچھو بہ بدست سواران کافی غلہ لغزیز خان ستگیر گردوزین ضمن فوج بہادر خان بر کک سید المانان و بغرا آوردند  
 و تا خبر یافتن بہادر خان خود بخود الی لاج رسانیدہ و و شتر و گوسفند پیشا بدست آورد کہ رزار صعب رونمودار المانان رو

بغرا آوردند و نیکنام خان سردار فوج بہادر خان غنائم بسیار بدست آورد۔ خانی خان



قریب تھا کہ راجہ اوگر سین کو ابہ عبد الغفر خان کے المان سواروں کے ہاتھ گرفتار ہو جاتا مگر سرحد میں بہادر خان کی فوج انکی کمک کو پہنچائی اور المان بھاگ گئے بلج کے پاس کثرت سے مویشی ہاتھ آئے۔

۱۶ ربیع الاول کو مخبر کی زبانی اور نیز شمشیر خان تھانہ دار کی تحریر سے معلوم ہوا کہ خوشی لب چاک حق نظر مینگ پانچ چھ ہزار سوار لیکر عبد الغفر خان کے اشارہ سے علی مغل کے چشمہ کی طرف گئے ہیں اور انکا قصد ہے کہ درہ کمر اور شادیان کے پیراگاہ سے بادشاہی لشکر کے گھوڑے اور رعایا کے مویشی لوٹ لیں بہادر خان یہ خبر سنکر اتنی گوشالی پر آمادہ ہوئے اور سوار ہونے لگے اس روز اصالت خان نے کہا کہ اب کی مرتبہ آپ شہر کی حفاظت کا انتظام کر دیجیے اور ایک بار مجھ کو ان موزیوں کی تنبیہ کی اجازت دیجیے بہادر خان نے انکی اس خوشی کو قبول کیا اصالت خان نے لشکر سے راجہ پار سنگھ اور اجہ جیرام و محمد خان جمال خان لوہانی اور محمد حسن لد حاجی منصور اور دیگر جو انمرد اپنے ساتھ لیے اور نہایت جلدی سے مفسدوں کے سروپر پہنچے ڈاکو ان حدود کے مویشی لوٹے ہوئے جاتے تھے اصالت خان نے انکو گھیرا اور کارزار شروع کی بڑی جنگ ہوئی سخت مقابلہ کے بعد ایک جماعت کو تلوار کے نذر کر دیا اور سب مال لوٹا ہوا چھین لیا آخر کار باغی بھلگے اصالت خان نے تھوڑا تعاقب بھی کیا جب ات ہو گئی تو دودھ و گنر سے اترے تمام دن زرہ چلتے بکتر وغیرہ پہنے پہنے سے لباس و بدن تر ہو گیا تھا اسوقت انھوں نے نماز مغرب و عشا کے وضو کیلئے اپنا چلتہ اتارا اور پرہنہ ہو گئے سرد ہوا بدن میں لگی بخار آگیا۔ بہادر خان نے وہی کے متعلق تاکید لکھی تھی لہذا اصالت خان شہر کو واپس آئے۔

۸۔ بیچ الاول کو قریب پندرہ ہزار سوار مکے خیر المان و فولاد سرے و مراد قرغ و غیرہ  
عبد الغفر خان کے علم سے خان آباد کے تھانہ پر آئے بیشتر ایک ہزار سوار غلطابہرہے  
باقی چھپکے اور دھڑ دھڑ بھیر رہے شمشیر خان اور مراد قلی سلطان نے اپنی جماعت سے  
ان ایلمزار کا مقابلہ کیا وہ ہنٹے گئے اور یہ بھی بڑھتے گئے ناکاہ گھائی سے وہ  
مفسد جو چھپے بیٹھے تھے کل بڑے خوب سخت لڑائی ہوئی چونکہ بادشاہی تھانہ  
کی جماعت سے وہ موذی دس گنے سے بھی زیادہ تھے اس سبب سے سادات  
پرسید صدر خان بخاری و ہلول خان برادر شمشیر خان و چند منصبدار دیگر مع اپنی  
جماعت کے کام آئے بہت سے اوزبک بھی قتل ہوئے جب ان آخر ہو گیا اور  
تھانہ کی حفاظت بھی ضروری تھی اس لیے باقی جو افراد و نئے لڑتے اور ہنٹے ہوئے تھانہ  
تک اپنے آپکو پہنچایا اور تھانہ کے آس پاس بند و قیو کو ٹھجلا یا مخالفین نے تھانہ کو حلقہ  
میں لیلیا دور و زبک اندر و باہر اسی جانبازی سے تھانہ والوں نے بسر کیے۔  
۹۔ بیچ الاول کو یہ خبر بہادر خان کو پہنچی انھوں نے اسی لیے اصالت خان کو درہ کمر سے

۱۰۔ اصالت خان کا اہلی نام میر عبد المادی ہے ستمہ جلوس شاہ جہان نے انکو اصالت خانی کا خطاب عطا کیا تھا  
یہ میر میران یزدی کے بیٹے تھے انکے باپ سے جشاہ عباس صفوی فرمانرواے ایران کا مزاج مغرت ہوا وہ اپنی جان  
لیکر ہندوستان بھگے یا درنگے بڑے بھائی خلیل اللہ خان عراق میں رہ گئے جب میر میران بادشاہ جہانگیر کے حضور میں  
حاضر ہوئے تو ستمہ جلوس میں جہانگیر نے اپنے سفیر کے ذریعہ سے انکو ہندو شاہ ایران سے طلب کیا اور شاہ ایران نے  
اکمال مراد سے ان کو ہندوستان روانہ کر دیا ستمہ میں جب یہیں لدولہ کے ساتھ اصالت خان عادل شاہ کی گوشالی کو گئے  
میں تو وہ ان کمال بہادری سے یہ قلعہ پر چڑھ گئے تھے ان کی آگ سے انکا حضور احمد تھنہ کا اور ایک ہاتھ جلیا تھا  
اسکے بعد یہ شہزادہ شجاع کے بخشی مقرر ہوئے بعدہ مہابت خان سپہ سالار جو ک خلقی میں مشہور تھا اس نے اپنا نائب  
انھیں کیا ایسے بد مزاج شخص کے ساتھ نہایت خوشحوی سے نباہ کر انھیں کا کام تھا اسکے بعد یہ مدلی کے صوبہ  
مقرر ہوئے اور سپہ ہزاری ذات اور دو ہزار پانسو سوار کا منصب مرحمت ہوا اصالت خان اور میران شاہ تہرا بادشاہ چاہا

تاکید کر کے بلا لیا تھا اور شہر کی حفاظت انکے ذمہ کر کے خود معہ بہادر و نکلے ادھر کارخ  
 کیا غنیمت نے بہادر خان کے آئینکی خبر سنکر بدحواسی سے فرار کیا خان موصوف نے خان آباد  
 کے تھانہ میں ان مفروضوں کے دریافت حال کے لیے قیام کیا معلوم ہوا کہ کچھ  
 کلیف کی طرف چلے گئے اور کچھ ریگستان چل گیا نواب اور ایک جماعت علی مغل کے  
 چشمہ کے سمت اس غرض سے گئی کہ اس طرف کل مجمع معہ خوشی لب چاک اور حق نظر  
 مینگ کے دوبارہ جا کر درہ کرنے کے حد و کوٹھن بہادر خان نے بارود و بان دیکر  
 سامان حفاظت کا تھانہ دار کو دیکر خان آباد کے تھانہ سے کوئی کیا اور قریب درہ کتر  
 اور کوہ مال و مول کے جا کر خمیہ زن ہوئے دشمن بہادر خان کے آئینکی خبر سنکر بھاگ  
 گئے اسکے بعد بہادر خان نے سرل اور امام بکری میں قیام کیا اور ہر طرف خبر و کو  
 دوڑایا اس اثنائیں خبر آئی کہ ۲۲ ربیع الاول کو اصالت خان نے ہتھال  
 کیا اس حادثہ کو سنکر بہادر خان نے رام سنگہ راٹھور اور عجب سنگہ کچواہہ کو بھیجا  
 کہ وہ جا کر معہ حکم سنگہ کے قلعہ بلخ کی حفاظت کریں اور شہر بلخ کی نگرانی

بقیہ صفحہ ماقبل والی مواد قلعہ تاراگدہ کی ہرادی انھوں نے ساتھ ساتھ کی جو شہر میں چلتے تارے انکے بھارتی اور سی  
 مرض بن ہتھال پر کرکٹین جوچین چالیس مس کی عمر میں ۲۲ صفر کو اصالت خان نے ہتھال کیا جیسا جہان بادشاہ نے انکے منگی  
 خبر سنی تو نفوس کر کے کما کر گریہ و زاری و زہنا توڑے بڑے بڑے کام کرتا اور بہت کچھ عہدہ میں ترقی پاتا نہایت ذی مروت  
 صاحب جیسا انسان تھے جویشہ سب سے حسن سلوک سے پیش آتے کوئی کلمہ غش کسی کو نہ کہا چار ہزاری منصب تک پہنچے  
 تھے اس معہ بلخ میں ہزاری منصب کا شا جہان نے اضافہ کر کے چھ ہزاری ذات چار ہزار سو کتر فرار کیا تھا، بادشاہ جہان  
 شجاعت و تدبیر و دونوں جوہر سے ہم آغوش تھے غلیل اللہ خان میٹھیلی نے جب اس اپنے چھوٹے بھائی کی جواہری کی جوتی  
 آؤ نہیں ایسا مدد ہوا کہ دنیا ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کی شہزادہ اورنگ زیب خود لکھنؤ پر ہم قرینت کیا اور بہت  
 کچھ فمائش کی مگر وہ شاہی ملازمت پر راضی نہ ہوئے۔ اصالت خان کے بیٹوں میں سلطان حسین افتخار خان۔  
 ملطقت خان بہادر الدین محمد ابراہیم نہایت لائق اشخاص ہوئے تھے۔

شیخ فرید الدولہ و لفظ البالدین خان کو کہہ کے متعلق کی۔ اس دوران میں مجنوں نے  
 خبر پہنچائی کہ باغی المان دریائے جیچون سے اتر آئے ہیں اور عبدالعزیز خان الی  
 توران قرشی سے روانہ ہو کر اس طرف معہ فوج کے آ رہے ہیں اور بیگ اوغلی کو ہر سے  
 اوزبک المان دیکر ادھر بھیج دیا ہے بہادر خان نے یہ سن کر اس طرف سے باگ پھیری اور بلخ  
 سے ایک کوس کے فاصلہ پر جا کر گزر کلیف کی طرف قیام کیا اور جنگ پر آمادہ  
 ہو کر بہادر خان نے یہ کہا کہ اگر بیگ اوغلی مع اپنے بڑے منگامہ  
 کے دریائے جیچون سے اوتر کر اس طرف آئے تو اُسکے  
 ساتھ میں ایک ایسا معرکہ کروں جسکا کہ آئندہ زمانہ بھی  
 ذکر باقی رہے اور قدیم وقون کی لڑائیاں بھول جائیں  
 بہادر خان نے جو الفاظ کہ اپنی زبان سے اس معرکہ کے متعلق کہے تھے اور وہ  
 بادشاہنامہ کے صفحہ (۶۵۷) میں تحریر کیے گئے ہیں اسکی نقل یہاں پر خالی اندر لکھی  
 نہیں (و بہادر خان) استعداد نبرد نمودہ قرار داد کہ اگر بیگ اوغلی  
 باگران حشرے کہ با او نشان میدہند از آب گذشتہ باین  
 صوب بیاید نبردے کہ در قرون آئندہ باز گویند و عروب گذشتہ  
 را فراموش کنند بروے کار آرد۔

بہادر خان نے اصالت خان کے انتقال اور عبدالعزیز خان ابن نذر محمد خان کے  
 لشکر کشی کی عرضداشت شاہجان بادشاہ کو بھیجی جب شاہجان نے یہ کیفیت سنی تو  
 اورنگ زیب کو بہادر خان کی مدد کو بھیجا اور شاہزادہ موصوف کے

ساتھ علی مردان خان امیر الامرا اور سید خان بہادر ظفر جنگ کو بھی متعین کیا۔ ہمارے  
 کو شاہزادہ لاہور سے رخصت ہو کر ۹ صفر کو پشاور آیا اور یہاں تین روز قیام  
 کر کے سہ ماہہ پیشگی فوج کو تقسیم کی اور ۲۳ تاریخ کو پشاور سے کوچ کر کے ۱۸ سبج والا  
 کو کابل میں داخل ہوا اور یہاں بھی تین روز قیام کیا بعدہ بلخ و بدخشان کی طرف  
 رخ کیا بہادر خان بلخ کی حفاظت شیخ فرید صاحب کے سپرد کر کے ایک گیس  
 کے فاصلہ پر بلخ سے لڑائی کے انتظار میں پڑے ہوئے تھے کہ شہزادہ اور تانگ  
 سلجما دی الثانی کو نواح بلخ میں پہونچا بہادر خان نے ایک منزل بڑھ کر نذر محمد خان  
 کے پل کے کنارہ شہزادہ اور تانگ زیب سے ملازمت حاصل  
 کی اور اور بک کے لشکر کی آمد اور قتل محمد کے پہونچنے کے متعلق کیفیت بیان  
 کی اسی زمانہ میں نذر محمد خان والی بلخ بھی ایران سے مایوس ہو کر توران کے حدود  
 میں آچکے تھے اور قلعہ مینہ کے لینے کی فکر میں تھے مگر جب انے قلعہ کشائی  
 نہ ہو سکی تو سپہ سالار غین جا کر قیام کیا اور جب انکو یہ معلوم ہوا کہ بلخ میں بہادر خان  
 نہیں ہیں دار السلطنت سے باہر انتظام کو گئے ہیں تو انکے مشیروں نے مشورہ دیا  
 کہ بلخ کو لینا چاہیے نذر محمد خان نے یہ جواب دیا کہ اول تو بلخ کا لینا ہی مشکل ہے اور  
 اس سے زیادہ اسکا ہاتھ میں رکھنا دشوار ہے۔

شہزادہ یہ سب حال سن کر غرہ جمادی الاول کو بلخ میں پہونچا مگر شہر میں نہ آیا شہزادہ  
 اور تانگ زیب بہادر خان کے قیام گاہ کے قریب آترادوسرے  
 روز عشرین گیا خواجہ عبدالغفار ابن خواجہ صالح اور خواجہ عبدالولی جو خواجہ محمد  
 کی اولاد و امجاد اور اکابران شہر سے تھے اور عبدالعزیز خان نہیں خواجہ عبدالغفار

مرید تھا انکو انعام و اکرام سے سرفراز کیا قلعہ دیکھا اور تین روز لشکر وغیرہ کی تقسیم خواہ بین مشغول رہا اسکے بعد لشکر آہستہ کیا کل بلخ کے لشکر کی سرداری بہادر خان کے سپرد کر کے اونکو تمام لشکر کا مفت مدتہ بخش کیا اور امیر الامرا کو اپنے واسطے جانب اور سعید خان بہادر ظفر جنگ کو بائیں طرف مقرر کر کے لشکر کو اس ترتیب سے دشمن کے مقابلہ کو نکالا۔

۱ جمادی الاول کو علی آباد ہوتا ہوا تیمور آباد و فتح آباد سے ایک کوس پر ہے پہونچا اور صف آرائی کی اوزبک کی فوج نے ہر طرف سے جوم کیا مگر وہ آگے نہیں بڑھتی تھی جو اس کی طرف جانا تھا اس سے مقابلہ کرتی تھی بہادر خان مع اپنے رفقاء کے آگے بڑھ کر اوس سے معرکہ آرا ہوئے اور غلستان کی طرف سے امیر الامرا نے جوم کیا جب شہزادہ نے یہ سنا کہ امیر الامرا کی طرف دشمنوں کا بہت لشکر جمع پڑا تو اُسے الہ وردی خان وغیرہ کو اسکی مدد کو بھیجے شاہنشاہ وغیرہ میں ہے کہ بہادر خان اور امیر الامرا اپنے اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں بہر گرم ہے کہ اوزبکوں نے اطراف لشکر کو حلقہ میں لیا پندرہ ہزار سواروں نے قلب لشکر کی طرف جا کر بید شوخی شروع کی بہادر خان نے اوس وقت بازار کارزار کو نہایت گرم کیا تھا اور امیر الامرا نے بھی اوس گروہ کے ساتھ جنگ عظیم کی تھی ہر چند کہ علی مردان خان امیر الامرا نے اس روز داد مردانگی خوب دی لیکن

۲ بعد ازیں یہ غیر اندیشاں چین مقرر شدہ کہ فوجی قول وجود نصرت آموہا شاہزادہ کا گارہ تھا اور یہ بہادر خان با تمام سپاہی کہ ہمراہ اودیں بلخ ہر اول باشد بادشاہ نامہ ۶۸

۳ امیر الامرا بہادر خان براہ اقتاد ہر طرف فوج از کی نمودار و تاجروا اردنی بہادر خان امیر الامرا بوق حوقی افرا لشکر تاختہ حلقہ واریان گرفتند القہدہ پانزدہ ہزار سوارا دیکھار بارہ و خاص ساندہ شوخی از مد گندار تیند بہادر خان

بہادر خان نے وہ رستم بہادری کی کہ تمام لشکر میں شہرت  
 ہو گئی جسوقت امیر الامرا پر میدان جنگ تنگ ہوا ہے قوت  
 بہادر خان خود غنیم سے لڑ رہے تھے مگر انھوں نے ہتھائے عسکرت  
 سے اپنے روبرو غنیم کا لشکر تھا اسکو پسپا کر کے امیر الامرا کی کمک  
 کو پہنچنے اور پھر اسکو مدد دیکر ازبکوں کو آگے سے ہٹایا اور بادشاہی  
 لشکر کو غلبہ حاصل کرایا جسپر تمام سادات و راجپوتوں نے  
 بہادر خان کی لاجواب بہادری تحسین و آفرین کی بادشاہنامہ  
 میں ہے کہ سعید خان بہادر ظفر جنگ جو بلخ میں بیمار پڑے تھے شہزادہ نے چاہا کہ انکو  
 بلخ کی حفاظت کے لیے چھوڑ دے مگر وہ انتہا جو انفرادی سے پڑے رہنے پر  
 راضی نہوے اور لشکر کے ساتھ چلے آئے تھے انکی طرف سے بھی تو چنانہ لگایا گیا تھا  
 ہر بار دو تین ہزار سوار اور زبکیہ کے بادشاہی فوج کے ہر حصہ پر حملہ کرتے تھے ادھر سے

بقیہ صفحہ ۳۳ گرم کار از گشت از بکان پیش از غروب بدشت سندان مظلہ شور قیامت عیان ہو گون کاما فیر خان چسپاخی و شلا  
 و چوشان بچیک بہر گرو پائیہ او جنگ و ہجرت تنگ بستہ میان و بگردون و آرد و گردگان بہر خدی علی مردان خان  
 دران روز داور و گئی و دلاکن بہادر خان و صف فروفتن دران شجون خود را بند علی مردان خان رسانیدہ اذان سین خا  
 واد کہ ہمد سادات و راجپوت بر بہادر خان آفرین گفتند۔ شاہنشاہ ناسرقلی صفحہ ۳۴

بہادر خان بہاول امیر الامرا بر افکار وسیعہ خان راجہ افکار نمودہ توجہ مقابلا عبد العزیز خان گردید بہادر خان ابٹلو و ہندو  
 خلیفہ پیکار فریب داد ہر چند کہ علی مردان خان لہان و داور و گائی وادہ باوجود فروفتن لظرف بہادر خان خود را برقی کردار  
 رسانیدہ ہران گردہ زدہ باعث امیداران بہادر خان گردید و افغان پسا دل شیر نر و تیر دور ستار نمودہ پیش منہ  
 بر لے فوج از بکان استقامت و زید صفحہ ۲۲ خانی خان۔

بادشاہی لشکر کے جو ائمہ بھی نہایت استقلال سے جواب دیتے تھے جب غنیمت  
مغلوب ہوتے تو حسب عادت پیچھے ہٹ جاتے اور پھر چالاک سے اگر مقابلہ کرتے  
جب کئی بار ایسا اتفاق ہوا تو بہادر خان نے دشمنوں کو آگے رکھ لیا  
اور توپ و بندوق کی بارڈھ کا نشانہ بنا کر بہت سے قتل اور  
بہت سے زخمی کیے امیر الامرا نے بھی کمک والوں کی مدد سے دشمنوں  
کو متفرق کیا ہر ایک حملہ میں دشمن ناکامی سے منہ پھرتے تھے بادشاہی لشکر قتل محمد  
کے خیمہ تک جو بیگ اوغلی کے پڑاؤ کے قریب تھا پہونچ گیا اور اسکا سامان و چوپاے  
چھین کر اطمینان و سلامتی کے ساتھ اپنے پڑاؤ میں آگیا۔ سعید خان بہادر جو بوجہ ضعف  
کے مابین لشکر کی حفاظت کے لیے مقرر تھے اور سوار نہوے تھے انہوں نے اپنے  
بخشی صادق بیگ اور جان خان ملازم کو چار سو پانسو جان دیکر نہر کے کنارہ کھڑا کر دیا تھا  
اور کہہ دیا تھا کہ ادھر سے تم دشمن کو نہ آنے دینا اگر وہ تھوڑی جماعت سے بھی تمہارے  
پاس آجائیں تو تم اُنکے پیچھے نہ جانا اور اس راستہ کو خالی نہ کرنا اتفاق سے چند ازبک  
ان جو اُنکے پاس آئے اور یہ اس فمائش کو فراموش کر کے اُنکے پیچھے بڑھ گئے وہ  
مکر سے اُنکو ہٹا لیا اور جب یہ اپنے مقام سے دور ہو گئے تو ازبک گھائی سے نکل کر  
اپر حملہ آور ہوئے اور یہ لوگ گھر گئے جب سعید خان کو یہ خبر ہوئی تو انہوں نے لطف اللہ خان  
و خانہ زاد خان اپنے بیٹوں کو کچھ فوج دیکر ان احمقوں کی مدد کو بھیجا ان ہردو بھائیوں نے سپہ سالار  
خوب حملے کیے اور کمال شجاعت سے مخالفوں کی جماعت کو متفرق کر دیا مگر وہ ظالم ایک پلاد  
کی پناہ میں آکر تیر و کامینہ برسنے لگے اور یہاں پر بجز بہادر خان کی فوج کے اور کوئی حصہ فوج  
کا نہ تھا حالانکہ بہادر خان کے پاس تمام لشکر ملے کا موجود تھا اور تو چنانچہ بھی اُنکے پاس تھا



مگر خدا معلوم کہ کیا سبب ہوا کہ بہادر خان نے انکی خبر نہ لی جب دشمنوں نے سعید خان کی طرف جماعت کم دیگی تو بہادر خان کی فوج کی طرف سے منہ پھیر کر سعید خان کی طرف رخ کیا جب انکی طرف بہت ہجوم ہوا تو سعید خان کے جو انخردوں نے بھی خوب جان توڑ حملے کیے اور قدم پیچھے نہ ہٹا لیتے تھے کہ بہت سے اشخاص کام آئے سعید خان نے جب حال دیکھا تو باوجود علالت و ناتوانی کے خود سوار ہوئے اور اپنی جماعت لیکر شیر کی طرح اُن رو باہر خواہ لو نہر چھپے اور نہایت مردانہ حملے کیے اور بذات خاص چند اشخاص کو زخمی کیا اور چار دشمنوں کا کام تمام کیا آخر کار نوزخم کہا کر گئے اور انکے گھوڑے کا اگلا پیر ایک گڑھ میں جانا رہا اور سعید خان بہادر زین سے زمین پر گر پڑے لطف اللہ خان اُنکے فرزند

سعید خان اوشیدہ نغی گردید نہ پیران جہان چشم و تار یک نمود با کمال شہت چہ ان شیر خاں خود را بہ مدد پیران کو کمک پور آمدہ بود با ہوسیدہ استمداد پور نمودہ رسیدہ مقابلہ از بکان پرداخت و جمیع اطراف پیران آن و اشدند چند نفر بہت خود از ضرب شیر جان نشان از پاور آوردہ و در خیال پلے اسپ سعید خان سکندری خود و ازین جدا گشت در ان حال زخمی پیایے بدو رسیدہ و با وصف رسیدن زخمیہاے کاری و ضعف عارضہ جسمانی با زبرد خاستہ کاچا انفرصت کہ ہمسما کاری و ضعف بدو سانیہ بودہ با تمام رسانیدہ شاہشاہ نامہ ۲۵۱۔

سعید خان کا خطاب چغتائی تھا امجدیگ کابلی کے در زند تھے ہفت ہزاری منصب کے امیر تھے انکے بزرگ تیمور کے عہد سے امرارہے تھے جنکی دس پستین گذری تھیں یہ جماعت اوسن تدبیر دونوں باتوں میں لیتے رہے وہنگا تھے۔ سعید خان صوبہ دار کابل بھی رہے خا جہان لودی کے انواسے جب کمال خان روہیلے نے افغانستان میں شورش برپا کی تو انہوں اسکی کثرت پر کچھ خیال نہ کیا اور تہ تیغ کر کے ہلیق کو سبکگتے لگیے۔ اور جب وقت میں کابل کے حنفی المذہب لوگ لشکر خان صوبہ دار کے خلاف عقیدہ سے گزرتے تو سعید خان نے یہ شعلہ نسا کا ہی ٹھنڈا کیا اور سرگرمہ افغانوں کو لیکر بادشاہ کدومت میں حاضر ہوئے پنجہزاری منصب اور نوادشس شاہد سے سرفراز ہوئے سلسلہ میں صوبہ دار لاہور اور سلسلہ میں صوبہ دار قندھار کے گئے انکا بیٹا خانہ زاد خان خطاب کا شہنشاہ کابل سلسلہ میں انھوں نے لطف اللہ خان اپنے فرزند کو اپنا نائب کر کے ملتان میں شاہ جہان کے حضور میں حاضر ہوا اور بھی منصب ہفت ہزاری پر پہنچے۔ جنگ ہفت روزہ ازبک میں اوڈنگ زیب کے ہمراہ جسکا قصد دہلی پر کر رہا تھا گیا کہ بہت زخمی ہوئے اور لپٹے ہوئے کہو کہ صوبہ دار بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے بہت کچھ تسلی اور احسانات کرم

تمایت جو انہر دی سے لڑے اور زخمون سے چور ہو کر ہزار نیکنامی کے ساتھ شہید ہوئے اور انکے دوسرے بیٹے خانہ زاد خان بھی کثرت زخمون سے بیہوش ہو کر لکھوڑے سے گر پڑے جب شہزادہ اور نگ زیب نے یہ حال سنا تو فوراً انکی مدد کو فیل سوار اور توپخانہ اور فوج بھیجی جب یہ فوج مدد کو پہونچ گئی اور اسے مقابلہ کیا تو ماوز بک منہ پھیر کر بھاگے لشکر کے لوگ خانہ زاد خان کو اٹھا کر پڑاؤ لے گئے مگر وہ کچھ رات گئے انتقال کر گئے جسوقت شہزادہ سعید خان کی مدد کو آیا ہے تو چار پانچ ہزار ماوز بک بادشاہی توپخانہ کی طرف بڑھے اس عرصہ میں بہادر خان اپنے دشمنوں کو بھگا کر لشکر گاہ کو واپس آ رہے تھے اونہوں نے اس جماعت کو دیکھا اور اپنے آگے دھر لیا اور بک نے یہ کیفیت دیکھی اور بھاگے۔ چونکہ تمام دن ہنگامہ جدال و قتال کا گرم رہا اور اب شام ہو گئی تھی امیر الامرا بھی بعد مغرب کے فتحمدی سے واپس آچکا تھا اسلیے لڑائی سے ہاتھ روکا گیا اور لشکر نے تمام رات بیداری سے بسر کی۔

دوسرے روز جمادی الاول کو امیر الامرا کی صلاح سے بادشاہی لشکر دشمن کے پڑاؤ کی طرف بڑھا موضع پشالی جو آتچہ کے متصل ہے وہاں ازبکون نے جمع ہو کر زیادہ شوخی شروع کی اسلیے بادشاہی بہادروں نے او دھر توجہ کی اور اونکو پسپا کیا۔ ایک بار غنیم نے بادشاہی لشکر کے دائیں بائیں حصہ پر حملہ کیا اور ہراول فوج پر بھیجی تاکہ بقیہ حاشیہ فتح ما قبل شاد کام فرمے گئے اور صوبہ بہار کے ناظم کیے گئے اور ایک لاکھ روپیہ جو اسکے بیٹوں کے ہتہ تھا وہ معاف کیا گیا سلعہ میں جبکہ صوبہ دار کابل تھے سلعہ میں انتقال کیا بادشاہ نے انکی موت کی خبر کو سنا تو کیا اور ولسے مغرت جناب لدی میں لائے انکے بایں بیٹے تھے بڑا گنہ تھا موضع تھے تازیست دو لقمہ رہے اسکے فرزندین عبدالغنی خان و غیرہ تھے جنہیں بعض دو ہزاری منصب تک پہونچے۔

بہادر خان نے معہ اپنے ساتھیوں کے نہایت بہادری سے  
 اونکا مقابلہ کیا بہت سے دشمن قتل ہوئے آخر کار مخالف  
 میدان سے منہ پھیر کر بھاگے اس اثنا میں بیگ و غلی بادشاہی لشکر کے  
 برابر آیا اور اپنے بھاگے ہوئے لوگوں کو واپس لایا اور انکو ہراول فوج کے  
 مقابلہ میں رو برو کر کے آپ معہ تمام لشکر کے امیر الامرا کے مقابل ہوا امیر الامرا  
 اور اسکے ہمراہیوں نے بھی خوب ثابت قدمی کی شاہزادہ بھی لکھ کو آگیا جب  
 اس مرتبہ بھی ازبکوں نے قلبہ نہ پایا تو پھر بادشاہی لشکر کو حلقہ میں لیکر چاروں طرف  
 سے حملہ کرتے اور بھاگتے تھے اس زمین میں یہ خبر معلوم ہوئی کہ قتل محمد اور بیگ و غلی  
 معہ دیگر ازبکوں کے علی آباد کی طرف گئے اور سحان قلی معروف بہ قلغان مع ایک لشکر کے  
 آیا ہے اور گمان ہے کہ بلخ میں فساد برپا کرے اسلئے شاہزادہ نے ہطرت سے  
 بلخ کی جانب رخ کیا علی آباد میں پہلے ازبکوں نے ہراول فوج پر حملہ کیا بہادر خان سے  
 جنگ ہو رہی تھی کہ دشمنوں نے لشکر کے سامان لوٹنے کا ارادہ کیا یہ خبر سنکر  
 بہادر خان نہایت جلدی سے ان ڈاکوؤں کے سر پر  
 پہنچ گئے اور سبکو مار کر بھگا دیا اس روز بھی نہایت شدت سے جدال  
 و قتال کا بازار گرم رہا شام کی وقت لشکر نے پڑاؤ کی طرف رخ کیا اسین سحان قلی بڑے  
 ہجوم سے آکر اپنی فوج میں شامل ہوا۔

۱۳۔ جمادی الاول شب دوشنبہ کو عبدالعزیز خان والی توران جو اپنے والد  
 نذر محمد خان کی طرف سے پیشتر حکومت پاچکا تھا ایک عظیم الشان اور کثیر لشکر کے  
 ساتھ آیا اور پلنگنوش سے ملگیا صبح کے وقت شہزادہ نے بہادر خان کو لشکر

کا چند اول کیا یعنی فوج کے پچھلے حصہ کی حفاظت سرداری اس کے متعلق کی اور پھر زور شور کے ساتھ مقابلہ و مجاہدہ کیا۔

۱۴۔ جمادی الاول کو بادشاہی لشکر نے فیض آباد کے نواح سے مقابلہ کے لیے جنبش کی اس روز تین فوجیں غنیم کی مقابلہ میں آئیں۔ عبدالغفری خان و سجان قلی بیگ اوغلی نے اپنی اپنی فوجوں سے حملہ کیا امیر الامرا کے ساتھ مقابلہ کا اتفاق ہوا امیر الامرا نے خوب داد شجاعت کی دی۔ عبدالغفری خان کی فوج کے سپرد کھڑے ہو گئے۔

۱۵۔ جمادی الاول روز چار شنبہ کو تمام دن معرکہ آرائی رہی اس روز نیک نام خان اوغلی کے دیگر ساتھیوں نے خوب بہادری کو دخل دیا۔

۱۶۔ جمادی الاول روز پنجشنبہ کو بھی محاربہ شروع ہوا مگر آج کے دن عبدالغفری خان والی توران کی طرف سے دو سوار آئے کہ کچھ شہزادہ اور ننگ زیب سے عرض کرنا ہے شہزادہ موصوف نے میر محمد امین کو اپنی طرف سے بھیجا اور والی توران کی جانب سے میرک شاہ جو امام قلی خان کا دیوان تھا پیغام لایا کہ عبدالغفری خان کہتے ہیں کہ ہم نے سنا ہے کہ حضرت شاہجہان بادشاہ کا ارادہ پھر نذر محمد خان کے یہ ملک واپس کر چکے ہیں اگر یہ خیال صحیح ہے تو انکا فرزند سجان قلی حاضر ہے شہزادہ نے اس کے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں یہ امر لکھ کر دریافت کروں گا جو کچھ حضرت حکم دینگے اس پر عمل کیا جائیگا اب اس کے بعد پلنگتوش اور بیگ اوغلی پیام و سلام کو آنے لگے۔

۱۷۔ جمادی الاول روز شنبہ کو بادشاہی لشکر نواح بلخ میں آگیا اب اگرچہ لڑائی بھڑائی نہیں ہوئی مگر اوزبک ساتھ ساتھ چلے آئے۔

یہ بلخ کا محاربہ نہایت سخت تھا سات۔ دو تک برابر لڑائی ہوتی رہی

اور یہ معرکہ جنگ ہفت روزہ اوزبک کے نام سے مشہور ہے پانچ  
 چھ ہزار غنیم کے لوگ آہیں مارے گئے اور پانچ چھ سو اشخاص بادشاہی لشکر  
 کے بھی کام آئے اس جنگ میں قریب ایک لاکھ کے دشمن کا لشکر تھا  
 اس جنگ میں کئی ایک غلطیان سرزد ہو گئی تھیں اول یہ کہ شہزادہ مراد بخش کا  
 بلا بند و بست ملکی کے بلخ سے فوراً چلا آتا دوسرے بہادر خان کا نذر محمد خان کو تعاقب  
 کر کے نہ گرفتار کرنا تیسرے شہزادہ اورنگ زیب کا بلخ سے باہر جا کر ٹھہرنا اگر شہر  
 کے قریب رہ کر شہزادہ لڑتا تو دوبارہ حفاظت کے لیے شہر آہینی ضرورت نہ پڑتی  
 اور سامان غیر ضروری شہر میں چھوڑ کر عید العزیز خان کے مفور ہونے کے بعد چہریدہ  
 طور پر تعاقب کرنے میں آسانی ہوتی یا تو وہ گرفتار ہو جاتے یا اضطرابی میں دیا گئے  
 کے وقت ڈوب جاتے اور تمام ملک ماورالنہر کا فتح ہو جاتا چار کروڑ روپے  
 اس مہم میں صرف ہوئے اور کچھ حاصل نہیں ہوا چونکہ آمدنی کے مقابلہ  
 میں وہاں کا خرچ زیادہ تھا اس لیے دوبارہ تاج بخشی کا ارادہ شاہجان بادشاہ نے  
 کیا جب نذر محمد خان کی طرف آئے شہزادہ اورنگ زیب کی طرف  
 سے بہادر خان نذر محمد خان کے استقبال کو گئے اس وقت نذر محمد خان  
 نے بجائے اپنے بھتیجے قائم کو بھیجا شہزادہ نے کچھ زر نقد اور پچاس ہزار من غلہ  
 جو قیمتی پانچ لاکھ روپے کا تھا نذر محمد خان کو دیا اور یہ ملک موروثی دوبارہ شاہجان  
 بادشاہ کے حکم سے انکو بخش دیا اور وہاں سے ہندوستان کی طرف کوچ کیا  
 دوران حکومت میں شاہجان بادشاہ نے بدخشان و بلخ کی رعایا کے ساتھ  
 نہایت عدالت و فیاضی سے برتاؤ کیا اور نذر محمد خان والی ملک کے اہل

عیال کو نہایت احترام کے ساتھ خاطر و مدارت سے حمان رکھا اور خلعت و عنایت کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ اور بک و قرباںش لوگوں کی مذہبی مخالفت سے امیر الامرا کو وہاں کی متواری نہ دی اور بجائے اسکے بہادر خان کو ملک بلخ کی حکومت سے سرفراز کیا اور امیر الامرا کو غلہ رکھا جب شاہجہانی لشکر نے بلخ سے کوچ کیا تو تمام لشکر کی

ساتھ امیر الامرا کا نام علی مروان خان تھا یہ گنج یلخان کرو کے بیٹے تھے وہ شاہ عباس ایران کے منصبدار وین تھے جاگیر کے زمانہ میں قلعہ قندھار ۳۲ روز میں جب عبدالعزیز خان سے لیلیا گیا تو وہاں کے حاکم کیے گئے تھے گریہ و ہائے قلعہ سے گر کر مر گئے تھے بعد اپنے باپ کے علی مروان خان حاکم قندھار ہوئے جب یہ شاہ ایران سے خائف ہو کر ہندوستان اور قندھار کا قلعہ شاہجہان کے حسب حکم سید خان صوبہ دار کابل کے سپرد کر دیا تو لاہور میں یہ شاہجہان بادشاہ کی حضور سے مشرف ہوئے۔ چھ ہزاری ذات و چھ ہزار سوار و علم و تقارہ اور جو بی اعتماد الدولہ کی نہیں تھیں ہوئی اور دشمن شخص اسکے ہمراہی صاحب منصب کیے گئے اور ناموافقت ایسا ہو گا خیال ہے علی مروان خان کو صوبہ کشمیر کی حکومت دی گئی۔ ستمیہ میں جب یہ دار الخلافہ میں حاضر ہوئے تو ہفت ہزاری منصب و ہفت ہزار سوار و صوبہ داری پنجاب خلعت سے سرفراز ہوئے اور بعد تہذیبی سید خان کے کابل کی صوبہ داری پر فہرہ کیے گئے ستمیہ میں انکو مقام اکبر آباد امیر الامرا کا خطاب در ایک کروڑ دام اور عقدا و خان کی جو بی کہ اس سے مالیشان کوئی عمارت امر کی یعنی مرحمت کی گئی بعد ازاں کابل کو رخصت کیے گئے ستمیہ میں بلخ و بدخشان کی ہم میں زمین نواب بہادر خان بھی تھے متعین کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں بڑی بڑی کارنامائیں کیں بعض کی تفصیل تذکرہ بہادر خان میں آچکی ہے ستمیہ میں کابل سے اگر شاہجہان کی حضور سے مشرف ہوئے ستمیہ میں مطابق ستمیہ کو سال کے مرض میں علی مروان خان نے انتقال کیا انکی منشا لاہور میں انکے والد کے مقبرہ میں لگی ایک کروڑ و پید کا ترکہ چھوڑا جنہیں نقد و جنس دونوں چیزیں تھیں شاہجہان کے مزاج میں کل اہل سے زیادہ انہوں نے گھر کیا تھا اگر بادشاہ غلامتہ میں انکو بارہ فادار کہا کرتا تھا لاہور میں شاہ نمرانہوں نے وہ ستمیہ اسکے بیٹے ابراہیم خان تھے جنہوں نے نہایت ترقی کی تھی وہ ستمیہ کا نام عبداللہ بیگ تھا جبکہ عالمگیر نے گج یلخان کا خطاب یا تھا امیر الامرا کا ایک بیٹا شاہ ایران نے حسب اطلب شاہجہان بھیج دیا تھا علی مروان خان شاہجہان کی دعوت میں تنو لشکر طرازی اور تین سو لشکر تھری۔ ہر ہوش کے مجلس میں رکھ تھیں۔

چند اولی و نگجہانی بہادر خان کے سپرد کی گئی بہادر خان ان  
 دشوار راہوں سے بڑی محنت و جانفشانی کے ساتھ لشکر  
 کو واپس لائے جب بہادر خان ہندوکوہ کی کتل کے قریب پہنچے اول تو وہاں  
 تشیب فرازا ایسا دشوار گزار تھا کہ خدا کی پناہ دوسرے طریقہ ہونکہ وہاں برقیاری  
 شروع ہو گئی ایک رات اور دن کے دوپہر تک خونی برف پرستار بانہایت  
 مصیبت سے اونھوں نے لشکر کو نکالا انکی جاکشی کا اندازہ صرف اسی امر سے  
 ہو سکتا ہے کہ اس شدت برقیاری میں ایک شبانہ روز بہادر خان  
 کھڑے رہے۔

باغ خانی خانی شاہنشاہ نامہ میں ہے کہ اٹلے راہ میں شمشیر خان رسد لائیکے لیے  
 گئے تھے چند اوزبک اگر آپر ٹوٹ پڑے اور مار ڈھاڑ کا شور بلند ہوا بہت سے  
 اونٹ گلے وہ چھین لے گئے اور اکثر لوگوں کو زخمی کیا جب بہادر خان نے  
 یہ خبر سنی تو جا کر انکو اس بلا سے نجات دلائی اور وہاں یہ انتظام  
 کیا کہ جب تک غور بند تک لشکر نہ پہنچے اور اوزبک قوم کی آبادی پڑے برابر  
 بادشاہی محلے قائم رہیں جسوقت درہ غور میں لشکر پہنچا اور وہاں خزانہ شاہی  
 لوٹنے کے لیے سات ہزار اوزبک اور آٹھ نو ہزار اشخاص ہزارہ و قلمان و المان  
 بہر طرے سے جمع ہو گئے اور لشکر کے آگے اگر سدا رہ ہو گئے۔ ہر انگیز دہر جا  
 کہ لشکر نکیر دگر دوے راہ صرصرہ انکے حائل ہوئیے آہوت باکل بند ہو گئی اور  
 اونھوں نے جان توڑ حکم کر کے بہت سا مال لوٹ لیا اور خزانہ پر اگر ٹوٹ پڑے  
 ذوالفقار خان و نور حسن جو خزانہ کے محافظ تھے وہ زخمی ہو گئے جب بہادر خان

نے سنا تو وہ آئے اور انکو دفع کیا غور بند تک تین بار نہایت سخت مقابلہ ہوا جسوقت لشکر قتل بند کوش پر پہونچا اسقدر غنیمت برفت گرا وند میر ہو اچلی کہ اونٹ گھوڑے بیل کثرت سے مر گئے کھرا اسقدر چھایا کہ آدمی نہیں دکھائی دیتا تھا شاہزادہ اورنگ زیب نے یہ حال دیکھ کر لشکر کو چھوڑا اور بہادر خان کو اسباب و خزانہ و بھٹیر وغیرہ سپرد کی اور لشکر کی خبر داری اونکے ذمہ کر کے خود کابل پہونچا ایک روز شدید ہوا اور تاریکی چھائی ہوئی تھی کہ بہادر خان لشکر سے جدا ہو گئے اور راہ بھول گئے اور سروز بہت سی بھٹیر اور بار برداری کے جا تو تباہ ہو گئے بہادر خان چند کوس چل کر ٹھہر گئے اور ذوالفقار خان کے آئینکا انتظار کرنے لگے کہ تسنیم پھر ہزارہ کی جماعت آگئی اور خزانہ پر ٹوٹ پڑی عجیب ہنگامہ جنگ کا برپا ہوا تمام سردار پیادہ ہو کر خزانہ کے پاس آ گئے اور رستمانہ تو اتر چلے گئے آخر ایک بڑی لڑائی کے بعد لوٹے سپاہیوں اور جان بچا کر بھاگے اور خزانہ بگلیا مگر چار پانچ ہزار مویشی اور لشکر کی شاگرد پیشہ جماعت وغیرہ کو وہ اوڑالے گئے بہادر خان کو ہزارہ کے تعاقب کی فکر ہوئی جب ہزارہ نے یہ خبر سنی کہ بہادر خان چھپے آئے ہیں اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے بعد ازاں بہادر خان کے سپاہیوں نے ہزارہ کے بھاگ جانیکے خبر سنی تو وہ اسباب اٹھا لے جب بہادر خان لشکر سے ملے تو انکی فرج نہایت تباہ حالی و پریشانی سے بعد کو پہونچی اکثر منصبدار پیادہ ہو گئے تھے ڈاکو رات و دن آتے تھے اور جو کچھ پلتے تھے لے جاتے تھے بار برداری کا جانور اکثر ضائع ہو گئے تھے اور جو بچے تھے اونہیں خزانہ لجانیکے بالکل طاقت



نہیں رہی تھی اس لیے بہادر خان نے خزانہ کے صندوق کو توڑا اور انہیں سے تحویل نکالیں اور روپیہ شمار کر کے ہر ایک معتبر اشخاص کو سپرد کیا کہ ان کو منزل تک پہنچاؤ اور باقی اسباب کو وہیں چھوڑ دیا اہل ہزارہ روز آتے مگر خزانہ نہیں پاتے تھے ان ڈاکوؤں سے اگرچہ تین چار بار جدال و قتال ہوا مگر ہر بار وہ ہسپا ہوئے۔

ماثر الامرا میں ہے۔ کہ ذوالفقار خان جب تک متعلق خزانہ کی حفاظت تھی اور وہ بار بار کے ساقط ہو جانے سے اپنی جگہ پر رہ گئے تو بہادر خان نے اپنے اونٹ جس قدر کہ باقی رہ گئے تھے ان پر سے اسباب تروایا اور خزانہ لے دیا اور قوم ہزارہ سے ہر جگہ لڑتے بھڑتے انکو گوشمالی دیتے ہوئے شاہزادہ کے آنکھیں چودہ روز کے بعد کابل میں داخل ہوئے اور شرف حضور سے مشرف ہو کر مورخ تحسین و آفرین کے ہوئے شدت برفت و شوریدگی ہو اور دشواری راہ سے دس ہزار جاندار جہنم قریب نصف کے آدمی مابقی لشکر کے جانور تھے ہلاک ہو گئے بہت سا اسباب ف کے نیچے دب گیا۔

بہادر خان نے اگرچہ اس جنگ اور بکیر میں کہ وہ مور و مرغ سے تعداد میں زیادہ تھے اپنی مردانگی و بہادری سے ایسے ایسے کار نمایاں کیے کہ جنگی چار سمیت عالم میں شہرت ہو گئی لیکن بعض مخالفین حاسدین نے شاہجہان بادشاہ کے دل میں خللا واقعہ باتیں جمائیں۔ نذر محمد خان کے تعاقب میں انکا نہ جانا سعید خان کی مدد کو نہ پہنچا قصداً انکی بے پرواہی پر معمول کیا گیا اور تیس لاکھ روپے کا نقصان انکے ذمہ ماند کیا گیا اور اسکے معاوضہ میں انکی جاگیر جو قنوج و کاپلی تھی ضبط کی گئی باوجود اس مشقت شاقہ کے انکو آرزوہ خاطر اور شکستہ دل کیا گیا اخبار محبت

مین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان کے ساتھ یہ برتاؤ صرف چشم ثانی کی غرض سے تھا چنانچہ چھ مہینے کے بعد انکی تنخواہ و جاگیر سب بحال کر دی گئی اور جو روپیہ کہ متصدیوں نے انکے ذمہ نکالا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا۔

بہادر خان کی جاگیر کی ضبطی کیوجہ انکے خاندان میں تو اتر کے ساتھ یہ بیان کیجاتی جو کہ بلخ و بدخشان کی ہم مین بہادر خان نے کسی موقع پر شاہزادہ اورنگ زیب کو چند کلمات سخت کہہ دیے تھے اور شاہزادہ نے اپنے باپ شاہجہان سے انکے اس امر کی شکایت کی تھی اسلیے بادشاہ نے انکی جاگیر وغیرہ ضبط کی کہ آئندہ کسی امیر کو شاہزادہ کی شان میں گستاخی کی جرات نہ رہے۔

سلطنت شاہجہانی میں جب پہلے بار قندھار کی مہم پیش آئی تو بہادر خان شاہزادہ محمد اورنگ زیب بہادر کے ہمراہ بھیجے گئے اور وہاں پہونچ کر انہوں نے اس قلعہ کے حصار کا محاصرہ کر کے دروازہ نالوری کے روبرو مورچہ لگایا تھا کہ ۱۹۔ رجب ۱۰۸۸ھ ہجری کو ضیق النفس کے مرض میں بہادر خان نے انتقال کیا قندھار کے واقعہ نگار نے لکھا اور شاہجہان بادشاہ کی سماعت میں آیا کہ بہادر خان جو افغانان تہور پشیہ اور پیشقہ مان کا رطلب سے تھے قندھار سے راہی آخرت ہوئے یہ فقرہ بجنسہ تانخ خانی خان کے سفر ۲۳۹ سے نقل کر کے یہاں پر تحریر کیا جاتا ہے۔

و از واقعہ فوج قندھار بعرض رسید کہ بہادر خان از افغانان تہور پشیہ و پیشقہ مان کا رطلب بود باجل طبعی رحلت پیاے سفر آخرت گردید۔

شاہزادہ اورنگ زیب اور سعد اللہ خان وزیر عظمیٰ نے بہادر خان کی فوج سے  
 دو ہزار سوار جو ہر ایک کا گزارہ و اطاعت شمار تھا اپنی سرکار کے لیے منتخب  
 کر لیے اور علی قدر مراتب انکی ذات کے لیے منصب و ماہوار مقرر کر دیا باقی مات  
 پٹھانوں کو دیگر امرانے لے لیا شاہجہان بادشاہ نے بہادر خان کے بڑے  
 فرزند دلاور خان کو جو اس وقت پندرہ برس کے تھے ہزاری منصب پانسو سوار  
 سے سربلند فرمایا اور باقی دیگر چھ فرزندوں کو جو خرد سال تھے علیحدہ علیحدہ منصب  
 عنایت کیے اور سوائے ہاتھیوں کے جملہ مال و سامان انکے بیٹوں کو مرحمت کیا  
 ماثرا الامیرین لکھا ہوا ہے کہ بہادر خان نے بادشاہی کاموں میں اس قدر جانفشانی  
 وغیر خواہی کی کہ جو کچھ شاہجہان کے ولین انکے باپ دریا خان کی طرف سے خانجہان  
 خان لودی کے اغوا سے غبار پڑ گیا تھا وہ بالکل رفع ہو گیا۔

مگر بہادر خان کو ہمیشہ اس امر کا فسوس رہا کہ میں نے اپنا اقامت بجا پوریوں سے نہ لیا  
 کیونکہ بجا پور پر دوبارہ لشکر کشی کا موقع انکے ہاتھ نہ آیا۔

بہادر خان کے متعلق یہ روایات بھی مشہور اور بعض رسائل میں بھی درج ہے  
 کہ دریا خان کے قتل کے بعد جب بہادر خان شاہجہان بادشاہ کے حضور میں حاضر  
 ہوئے اور انکی مہربانی اور دریا خان کے منہ سے نکلی تو اس وقت شاہجہان نے کمال  
 لکھ کر فرمایا کہ بہادر خان تمہارا باپ دریا خان خانجہان لودی کو در بطن کے قرب  
 میں آکر مارا گیا لیکن اب میں تیرا باپ ہوں بہادر خان آکھو میں آنسو بھر لائے  
 اور بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے عرض کیا کہ جو کچھ قسمت میں لکھا تھا پورا ہوا لیکن اب  
 یہ میرے چھوٹے بھائی اور خانجہان کی اولاد حاضر ہے اور مقصود ہے ان سے

پیر و دش کا مین کفیل ہوا ہون میری خاطر سے ملحضرت ان کی جان بخشی منسوا میں  
چنانچہ حسب التماس کی جان بخشی فرمائی گئی اور خطاب چغتائے چو خاص خاندان تہتر  
کا لقب تھا اور اس وقت تک کسیکو دیا گیا بھی نہ تھا نواب بہادر خان کو سرفراز  
کیا اور علاوہ خلعت و انعام کے چغتائی خطاب کی رعایت سے ایک شاہزادی  
بھی بہادر خان کے نکاح میں دے دی۔

بہادر خان کی تنخواہ مع ماتحت فوج کے پچیس لاکھ روپیہ سالانہ تھی  
اور اس کے متعلق انکو قنوج و کالپی کی جاگیر دیدی گئی تھی۔  
ہر ایک پنہزاری منصب کے امیر کی شاہجہان کے عہد میں ہی تنخواہ ہوتی تھی  
چنانچہ اسبارہ میں بادشاہنامہ کے صفحہ ۵۴۳ میں یہ عبارت درج ہے۔  
و شد احمد کہ درین دولت خدا داد ابد مدت ازل بنیاد بند ہارے  
کہ منصب پنہزاری ذات و پنہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ سرفرازند  
ہر کہ ام بست و پنج لک روپیہ می یابد۔

اور مواضعات محال وطن جو انعام التعمین شاہجہانپور کے متعلق بادشاہ نے  
انکو عنایت کیے تھے وہ علاوہ تھے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی آمدنی ان مواضعات  
سے بھی حاصل ہوا کرتی تھی خلعت و انعام بادشاہی سے و قافو قتلحدہ مالامال  
ہوتے رہتے تھے۔

بہادر خان نے عین جوانی میں رحلت کی جو صرف ۴۲ برس کی عمر تھی حسب وصیت  
قدحار سے انکی نعش شاہجہانپور لائی گئی اور بہادر گنج میں دفن کی گئی راقم بھی

مقبرہ میں فاتحہ خوانی کی غرض سے گیارہ بیسیر انکی قبر سنگ مرمر سے بنی تھی مگر ۱۸۵۷ء کے اندر میں توڑ ڈالی گئی اب صرف اینٹوں کا شکستہ نشان مقبرہ کے اندر بنا ہوا ہے۔  
 القید نہایت عالیشان ہے۔

انکی پیدائش کا زمانہ ۱۷۳۷ء بتلایا جاتا ہے ۳۳ سالہ میں جب کہ بیس برس کے تھے منصب ملازمت بادشاہی سے مشرف ہوئے بیس برس ملازمت کی شاہجہان بادشاہ نے انکی رحلت کی خبر سنی تو نہایت فسوس کیا اور جان نثاری کی تعریف کی انکی وفات کا مادہ داغ جان کسی اساتذہ نے نکالا ہے جسکو نواب غلام حسین خان شاہجہانپوری نے نظم بھی کیا ہے راقم نے بھی ازراہ حساب انکی رحلت کے متعلق یہ قطعہ موزون کیا ہے۔

<p>ہمد و جان نثار شاہجہان رفت از دہر سوے باغ جنان</p>	<p>مایہ فخر خان سرابدال موجب ناز قوم بانی شہر</p>
<p>این مظفر برائے سال وفات گفت عالی ہمم بہادر خان</p>	
<p>نواب بہادر خان کو شعر و سخن سے نہایت دلچسپی تھی اور خود بھی موزون طبع تھے ایک غزل انکی تصنیف درج ذیل کیجاتی ہے جس سے انکا اہل علم ہونے کے ساتھ صاحب قلم ہونا بھی ثابت ہے میدان نظم میں قلم کے نیزہ سے شجاعت کے جوہر کو فصاحت کے استعارہ میں خوب چمکایا ہے۔</p>	
<p>مشکل ستار کا لیکن شیش مر و آسان بود میکلم جنگ و جدل گمراہ ستار بود</p>	<p>ترک سرگردن بمیدان شیوہ زندان بود یریز گردنم ز دشمن دے در میدان جنگ</p>

دوسے اواز قبلہ برگردو وقت بہت آواز  
ہر کہ از قہار روز جنگ روگردان بود  
قوت بازو شود اندر مصاف از دھم تیر  
پیر برآمد بر تھم سد تیر اگر پیران بود

اسے برادر در جہان ہر باغ دارد میوہ  
میوہ در باغ بہادر خنجر و پیکان بود

تاریخی کتب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بہادر خان میں اخلاقی خوبیاں بھی  
مثل شجاعت سخاوت اطاعت اولوالعزمی قومی ہمدردی وغیرہ کے نہایت اعلیٰ درجہ  
کی تھیں جو صفتیں کہ انسان کو بلند پایہ پر پہونچاتی ہیں وہ سب بدرجہ کامل کیونکر موجود  
نہ ہوتیں شاہ جہان جیسے لائق بادشاہ کی تمام عمر محابست و مصاحبت میں رہے تھے  
اسلئے شاہانہ آداب تہذیب کے رنگ میں ڈوب گئے تھے انکی امارت کے یادگار میں اکثر  
عمارتیں جا بجا موجود ہیں جنکا تذکرہ شاہ آباد و شاہ جہان پور کی آبادی میں آچکا ہے قریب میں  
حضرت شیخ کبیر بالا پیر صاحب کے مقبرہ پر چلی عرفیہ سے سنگین کتبہ این کتبہ عالی در  
زمان دولت و اب علی القاب بہادر خان بن دریا خان افغان  
غور نی خیل داود زمی عمارت پذیرفت تحریر ہے۔ اگر ناموری میں باپ ریافتا تو  
لیاقت شہرت میں بیاسمند رہتا بہادر خان کی تصویر جو صلی ہو اور وہ مصور کے  
ہاتھ کا کھینچا ہوا مرقع آج تک موجود ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نہایت  
متین و سنجیدہ انسان تھے افغانی و ولایتی قد و قامت اسپر فوجی لباس دہلی کی  
مہذب ضلع نہایت مشین صورت معلوم ہوتی ہے۔

بہادر خان کی اولاد میں صاحب ماثرا امرائے سات فرزند لکھے ہیں غالباً انکو  
تین چھوٹے بچوں کا نام نہ معلوم ہو سکا اور خانی خان شاہنشاہنامہ میں انکے

چار غرو سال بچوں کا دوسرے بادشاہ کی جانب سے مقرر ہونا تحریر ہے مگر نواب محبت خان نے اپنی تاریخ محبت میں جو اس خاندان کے محقق رئیس مصنف تھے ذاتی وقعت سے دس فرزند لکھے ہیں اور ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ نام تحریر کیے ہیں جنکو بہادر خان کی اولاد بھی صحیح مانتی ہے اور فرزندوں کے اسماء یہ ہیں۔

اولاد اور خان۔ غیرت خان۔ بختیار خان۔ اختیار خان۔ مظفر خان۔ دلیر بہت خان۔ نشست خان۔ جیش خان۔ فتح خان۔ عزیز خان۔ انجمن لا اور خان نے جو امرگ انتقال کیا۔ نواب عزیز خان نے بہت کچھ ترقی کی انکا تذکرہ علیحدہ مرتب کیا گیا ہے فتح خان کے بارہ میں شمس العلماء مولوی ذکا اللہ صاحب تاریخ ہندوستان کی جلد نہم صفحہ ۹۸ میں لکھا ہے کہ فتح خان داروغہ توپخانہ جو بہادر خان کے فرزند تھے محاربہ فرخ سیر اور جہاندار شاہ میں موجود تھے دلیر بہت خان نشست خان عزیز خان غیرہ اپنے عم نامہ اور دلیر خان کے ہمراہ ہما تہنگالہ و دکن وغیرہ میں موجود ہیں اور خوب خوب بہادری کو دخل دیا ہے جسکا تذکرہ تاریخ میں موجود ہے راقم نے جمنٹا جا بجا ذکر تحریر کیا ہے۔ نواب بہادر خان ان ہر دو پسران کو نواب لیر خان کی لڑکیاں منسوب تھیں۔ نواب لیر خان نے اپنے بھائی نواب بہادر خان کے مرتبہ بعد کل ترکہ اپنے بھتیجی پیر بخشہ مساوی تقسیم کر دیا تھا۔

بہادر خان کے ہم منصب سترہ اشخاص تھے جن میں بعض خاندان شاہی کے اعزہ اور بعض ارکان سلطنت و بعض راجہ اور نامی گرامی امر تھے و شخص خجندیہ مندرجہ اتلی حیات میں انتقال کر گئے تھے جنکی جگہ پر انکی زندگی میں کوئی ہم منصب یا نہیں ہوا تھا نواب بہادر خان کی اولاد الغرضی و ثروت انکی تعمیرات سے بھی ظاہر ہوتی ہے جو

انھوں نے اپنے عہد حکومت میں جا بجا عمارات بنوائیں قلع و قمع کی عمارت کا تذکرہ  
 اوپر تحریر ہو چکا ہے مکن پور میں جو نواب صاحب نے حضرت شاہ مدار صاحب کی درگاہ  
 کے متعلق مکانات بنوائے اسکا حال تاریخ مکن پور میں بھی لکھا ہے جسکا ترجمہ لکھا جاتا ہو  
 دالان تہ خانہ نمبر (۱) یہ عمارت تھری کی ہے شاہ جہان بادشاہ کے عہد میں تعمیر ہوئی ہو نواب  
 بہادر خان شاہ جہاں پوری نے جو حضرت شاہ مدار کے معتقدوں سے تھے بنوائی ہو  
 کتبہ میں یہ قطعہ کندہ ہے ۵۰ بر آستانہ مہر سپہ سالار نقیہ پور مدار عالم و علم و عمل بیچ الدین  
 بعد شاہ جہان بادشاہ دین پرورد کہ شد ز لطف عیش جہان بر آئین پور باعتبار قد و دلالت  
 بہادر خان پور کشیدہ سر فلک این عمارت سنگین پور بمشتمل نقیہ این مقام محمود است  
 کہ گفت حضرت عیسیٰ فلک بحبل متین۔ اس دالان کے علاوہ اور مکانات بھی درگاہ  
 کی چار دیواری کے اندر نواب بہادر خان نے بنوائے ہیں کتبہ بھی انپر چسپان ہے مگر کتبہ  
 ہو جائیے حروف پڑھنے نہیں جلتے دیکھو صفحہ (۱۶۰) تذکرہ اہل نقیہ۔

نواب بہادر خان کے منصب کے متعلق بھی تاریخ مکن پور مذکور میں مضمون لکھا ہے کہ وہ  
 ہزاری منصب کے امیر تھے اور نواب صاحب مدوح کی اولاد بھی اس بات پر زور دیتی ہے  
 کہ وہ ہفت ہزاری تھے چونکہ راقم کی نظر سے جو تاریخ سلاطین تیموریہ گذرین انہیں انکا منصب  
 پنجہزاری تحریر ہے مکن ہے کہ بادشاہ نامہ کی تحریر کے بعد وہ پنجہزاری سے ہفت ہزاری  
 منصب پر پہنچے ہوں اور بطرح کہ چغتای خطاب بادشاہ نامہ میں لکھا ہو نیسے چھوٹا گیا  
 اس طرح ماثرا لامرا وغیرہ میں ہفت ہزاری منصب تک پہنچنا کھنے سے رہ گیا ہو۔ کل  
 شاہ جہانی سلطنت کا روزنامہ یا مکمل تاریخ ہو راقم کو دستیاب نہیں ہوئی اور اسوجہ سے  
 علم نہ ہو۔ واللہ اعلم۔ نواب ضمیر حسن خان صاحب تحصیلدار جو نواب بہادر خان صاحب کی



اولاد میں ہیں وہ ہفت ہزاری منصب کے ثبوت میں یہ عبارت تاریخ مکن پوری پیش  
کرتے ہیں۔ نواب احمد خان شاہجہاں پوری اپنی تاریخ انھار لہجہ میں انکا منصب پیش  
ہزاری لکھتے ہیں۔ نواب بہادر خان کہ بعد شاہجہان بادشاہ نور احمد مرقدہ صوبہ  
کاپلی وقنوج و بھادر گڑھ و شاہجہاں پور و قندھار و ملتان صوبہ وغیرہ وغیرہ  
بود منصب ایشان ہفت ہزاری و خطاب عمدۃ الملک چغتیا خان بہادر بود نام اصلی  
سے سر ابدال خان لہوری یا خان سکونت بنوچ پشاور میداشت روسا و شاہجہاں پور  
افغانان از نواح کابل و پشاور اندر بعد شاہجہان بادشاہ بمعیت نواب بہادر خان  
در شاہجہاں پور آباد شدند الخ۔ دیکھو تذکرۃ المتقین فی احوال خلفائے حضرت سید بیچ الدین  
صاحب مار مطبوعہ مطبع عزیز کانی پور۔

نواب بہادر خان شیخ آدم بنوری کے موبد اور نہایت خدا پرست دیندار  
و خوش اعتقاد تھے۔

سلطان خواجہ سیام بنوری قدس سرہ حضرت شیخ احمد مجددی سرہندی کے خلیفہ اعظم ہیں آپکی پیدائش حضور سرور عالم  
صلعم کی عنایت سے ہوئی والد آپکے سید اور والدہ قوم کی چٹھانی تھیں مادر زاد علمی غنی فیض سے آپکو قرآن شریف  
حفظ ہو گیا تھا اور جامع مکالات شریعت و طریقت کے تھے ہزاروں طالبان حق آپکی توجہ سے صاحب لایت ہو گئے ایک مرتبہ  
زیادہ طلباء زور و آپکے لکھنے سے کہنا نہ پاتے تھے اسلئے انھیں ایک لکھنوی لکھنے والا اور تو ہزاروں افغان و سادات آپکے ہمراہ تھے غنائیغین نے  
مشہر جہان بادشاہ کے خیالات فرما کر کیے اور بادشاہ نے نواب احمد اللہ خان وزیر اعظم کو بھیجا اور آپکو مطلع کیا جانے کا پیام دیا آپ نور  
تعبہ بنور کے حرم کے متعلق تھے وہیں گئے اور پھر ہر شے چلنے لگے بہت سی کامیابی آپکی تھیں آپ نے ایک لکھنوی میں من و غلیظہ کمالی  
وصفا ارشاد تھے میں غور میں جب وہ خدمت بنور کے رہ رہ کر لکھتے تھے تو وہ روز و رات لکھتا تھا اعتقاد ہے کہ وہ بہت مبارک و جگہ دار تھے  
آپ مملوک کے قریب منور آباد ہوئے وہاں کا شہر و ملک جو حاصل ہوا اکل حاضرین کے پاس بکاشا ہوا کہ اتنا اس شوال ۱۳۱۰ھ میں بمقام بدینہ منورہ  
آپنے وفات فرما گئے اور جنت البقیع میں نہر سایہ رحمۃ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ دفن ہیں۔ یاد ہی حق بنور آدم ماہ و ہفت

## فتح جنگ خان

یہ ذکر یا خان کے فرزند اور نواب لیر خان کے چچا اور بھائی تھے ذکر یا خان صاحب عسکری  
 اور دیگر اوصاف میں نہایت نامور اور مشہور زمانہ ہوئے فتح جنگ خان نے اپنی  
 کوشش و پامردی سے شاہجہان بادشاہ کے عہد میں ہزاری ذات اور  
 ہشتصدی سوار کا منصب جو انکے چچا عثمان خان کا تھا حاصل کیا  
 حالانکہ انکے باپ و چچا بھی بہت ذی توقیر تھے مگر یہ ان دونوں سے بڑھ گئے  
 سلج شاہجہانی میں یہ تو نوابوں میں جو خاندان کے متعلق اور بالاکھاٹ کے قریب جو  
 فوجدار مقرر ہوئے اسکے بعد چوڑھ کی فوجداری پر کہ یہ مقام بھی صوبہ خاندان کے  
 متعلق ہے سرفراز ہوئے۔ فتح جنگ خان بڑے خوش وضع اور ذی حوصلہ انسان  
 تھے امیرانہ ٹھانڈے رکھتے تھے انکی شان و شوکت اور ساز و سامان کے منصب سے بڑھا  
 ہوا تھا ہمیشہ کشادہ پیشانی سے داد و بخش کیا کرتے تھے باوجودیکہ بڑے فرزانہ اور ہوشمند  
 تھے مگر نرمی و تواضع مزاج میں اسقدر تھی کہ اگر کسی ادنیٰ شخص سے بھی انکا کوئی کام  
 پڑتا تو اسکے گھر جا کر اسقدر تواضع کرتے کہ لوگ متحیر ہو جاتے تھے اور اپنے خاندان میں  
 کنبہ پروری کی صفت میں تو کوئی انکا نظیر نہ تھا اور تمنداری و فہمیری کی قابلیت میں  
 شہرہ آفاق تھے انکے بھائی بھتیجے اگرچہ وہ ہر طرح لائق و فائق تھے مگر انھوں نے  
 انکی ہر ایک امر کی خبر گیری کا بار اپنے بازوئے ہمت پر اٹھالیا تھا۔  
 اور رنگ زیب ایام شاہزادگی میں جبکہ ملک و گن کا ناظم تھا انھوں نے  
 اسکی خدمت میں بڑی رسائی پیدا کی اور وہ انکو بڑا خیر خواہ و معتمد جانتا تھا۔

جس زمانہ میں کہ قلعہ بدر اور قلعہ کلیان کی محم پیش آئی تو اورنگ زیب نے اس محم کے لیے  
انکو اور میر ملک حسین کو کہ کو تعینات کیا جب یہ دونوں قلعے فتح ہو گئے تو یہ قلعہ ملیکہ  
مستعین ہوئے اس قلعہ کو فتح جنگ خان نے جا کر کھڑے کھڑے لیلیا  
سکے بعد جب شاہجہان علیل ہوا اور اورنگ زیب عالمگیر سلطنت کیلئے دکن سے  
والی سلطنت کی طرف روانہ ہوا تو اس وقت فتح جنگ خان بھی مع اپنے بھائی بندو تک  
شاہزادہ کے ہمراہ تھے برہانپور سے آگے بڑھ کر اورنگ زیب نے انکو خانی کے خطاب  
سے سربلند کیا اور جب مہاراجہ جسونت سنگھ کی شکست ہوئی اور عالمگیر نے فتح پائی اور اس  
سلسلہ مع کردار اشکوہی میں انھوں نے نہایت کارنامائیں کیں تو عالمگیر نے بجائے فتح خان کے  
فتح جنگ خان کا خطاب یا اور علم و نقارہ اور دو ہزار روپا نقدی  
ذات اور دو ہزار روپا نقد سوار کے منصب سے سرفراز فرمایا  
اسکے بعد جب اورنگ زیب وارد اشکوہ کا مقابلہ ہوا ہے تو اس محارہ میں انھوں نے  
نہایت جانبازی اور دلاوری کو دخل کو دیا اور اورنگ زیب کو فتح حاصل ہوئی۔  
اسکے علاوہ میں پانصد بی ذات اور پانصد سوار کا اضافہ کر کے سم  
ہزار بی ذات اور تین ہزار سوار کی سرداری سے سربلند کیا اور  
اسکے علاوہ بیس ہزار روپیہ نقد بھی عنایت کیے۔

ہمیشہ مدعیان سلطنت کے معار یہ مین یہ عالمگیر کے شریک ہے چنانچہ جب جنگ

سده و فتور و بله خطاب فی جنگ خان کیست تقاریر و علم و اضافہ پانصدی بخصبت جبرار و پانصد و اسر بلذ گشت صفحہ ۶۶

۱۔ مالکیہ نامہ جنگ جسوقت سنگم از طرف بغداد را شکوه۔

سود و فتح جنگ خان باضافه پانصدی پانصد سوار اینصوب بزرگوار و مبارک می گشتند عالمگیر نامه صفحه ۱۱ جنگ و دارا شکو بهی  
و فتح جنگ خان است بزرگوار و سپه و وزیر دست خان مسکن در خان پنج پهنیز در و سپه عطا شد صفحه ۱۲۸ عالمگیر نامه بعد فتح جنگ و دارا شکو بهی

فتح جنگ خان بست بزار و پیو وزیر دست خان سکنه خان ایچ بنجر از رویه عطاشه صفو ۱۷۸۸ عالمگیر نامه بعد فتح جنگ داریشکن

اچوہ میں سلطان شجاع کو شکست ہوئی اور اسکے تعاقب کو معظم خان خانان کو بھیجا گیا  
 تو اسکی فتح کے مقدمہ ہمیش فتح جنگ خان مقرر ہوئے اس شکر کی  
 ہراولی میں خانموصوف نے بڑی کارگذاری و جوانمردی دکھلائی بسلسلہ جلوس  
 عالمگیری میں خانانان اکبر نگر سے سوئی کی طرف جو جہانگیر سے چودہ کوس کے فاصلہ  
 پر ہے روانہ ہوا تو اسنے لشکر کے نامور بہادر و نلو انتخاب کر کے کشتیوں میں بٹھلا کر دریا  
 کے دوسرے کنارہ کی طرف جدہر مخالفوں کا مورچہ تھا بھیج دیا ہنوز چند اشخاص کشتی  
 سے اترنے پہلے تھے کہ دشمن سے لڑائی چھڑ گئی اور غنیم کے جنگی بیڑے نے انکو اکبر  
 گھیر لیا اکثر نا تجربہ کار لوگ تو بغیر لڑے بھڑے بھاگ گئے مگر حیات خان مخاطب  
 زبردست خان جو فتح جنگ خان کے بھائی تھے اور وہ اپنے چند رفقاء کے ساتھ  
 ایک کشتی میں سوار تھے اگر مخالف سے مقابل ہوئے اور سخت حملہ کیا فرقی مخالف  
 بہتے لوگ قتل اور زخمی کیے اور خود بھی ایک خیم گولی اور دو زخم تیر کے کھلے مگر  
 لڑتے اور بھڑتے ہوئے دشمنوں کی گیس گئے اور ایسی ثابت قدمی ظاہر کی کہ دشمنوں کو  
 پسپا کر دیا شہباز خان اور شریف خان جو فتح جنگ خان کے لایق بھائی تھے  
 اور رستم خان و رسول خان جو خانموصوف کے بھتیجے تھے انکے علاوہ اور دیگر اعزہ  
 و تابعین جو دوسری کشتی میں سوار تھے ہنوز وہ اترنے بھی نہیں پہلے تھے کہ دشمن کی فوج  
 نے انپر حملہ کر دیا اور اپنے مست ہاتھی سے بھی مقابلہ کر لیا ان جوانمردوں نے شیر کی طرح  
 ہاتھی سے مقابلہ کیا مگر شہباز خان کو ہاتھی کے دانت سے ایسا صدمہ  
 پہونچا کہ وہ ہلاک ہو گئے اور رستم خان و رسول خان بھی دشمنوں کی  
 جماعت سے لڑ کر کام آئے اسکے بعد الہام خان بھی قتل ہوئے اور اکثر خانموصوف

کے ہمراہی جو زخمی ہو کر بیکار ہو گئے تھے دشمنوں نے انکو گرفتار کر لیا۔  
 بعد ازاں جسوقت خانخانان نے نالہ سے عبور کر کے شہزادہ شجاع کے لشکر پر حملہ کیا چاہا  
 تو اسوقت لشکر کی محافظت ذوالفقار خان کو اور ہراولی فتح جنگ خان کے سپرد کی گئی  
 اسوقت پٹھانوں کے دو ہزار سوار تھے جنہیں فتح جنگ خان کے اعزہ زبردست خان  
 دلاور خان نیکنام خان۔ لودیان۔ وغیرہ اشخاص موجود تھے ان ہراول پٹھانوں نے  
 دریائے اوتر کر غنیم سے مقابلہ کیا اور ایسا سخت حملہ کیا کہ دشمنوں کو بھگا دیا اور جب ناپور  
 لشکر پہنچا تو معلوم ہوا کہ شجاع نے کمال سرسگی سے فرار کیا ہے اس خبر کو سنکر فتح جنگ خان  
 مع فوج ہراول کے تعاقب کے لیے بلا تحقیق روانہ ہو گئے اور اسلام خان بھی مع اپنی فوج  
 کے دفعہ پہنچ گئے حالانکہ خانخانان انکو ممانعت کرتا رہا مگر یہ اپنی تیزی و دلیری سے  
 نہ ملنے جب نالہ دو کا جی تک پہنچے تو وہاں مخالف کی فوج مقابلہ کو تیار ہوئی سر فتح  
 جنگ خان و اسلام خان نالہ پر گھوڑوں کی باگین کھینچ کر کھڑے ہو گئے تھے کسیکے مجال کے  
 جانب کی نہ تھی اس عرصہ میں خانخانان مع ذوالفقار خان و فدائی خان کے آگیا اور  
 بادشاہی لشکر اور غنیم سے خوب لڑائیاں ہوئیں۔ اور جب مخلص خان فوجدار اکبر نگر کے  
 مقرر کیے گئے ہیں اسوقت فتح جنگ خان و زبردست خان بھی مع ہزار سوار و سبکے  
 انکے پاس متعین کیے گئے تھے۔ جب سلطان شجاع کی شکست ہو گئی اور فتح جنگ خان  
 بنگالہ سے دارالسلطنت آئے اور بادشاہ عالمگیر کے حضور میں حاضر ہوئے تو پیشگاہ شاہی  
 سے انکو خلعت مرحمت ہوا اور اضافہ منصب سے سرفراز کیے گئے چونکہ عالمگیر نامہ میں جو امر  
 کہ ہم بنگالہ سے بعد فتحیابی کے حاضر حضور ہوئے انکی خلعت وغیرہ سے سرفرازی تحریر ہے  
 تفصیل نہیں کی ہے اسلیے محل ہی لکھا گیا۔ بعد واپسی بنگالہ کے چونکہ دکن کی تعیناتی

پر ملداده تھے اسلئے عالمگیر نے فتح جنگ خان کو ازراہ دہلوی ملکی فوج میں مقرر کر کے واپس بجا  
اسکے بعد جب بجا پور کی محکم پیش آئی تو راجہ جیسنگد اور نواب دلیر خان کے ہمراہ تعینات  
کیے گئے اور انھوں نے اس معرکہ میں کمال مردانگی دکھائی بعض واقعات ہم تذکرہ  
دلیر خان میں تحریر کر آئے ہیں اور مختصر طور پر بعض محاربے بیان کر لکھے دیتے ہیں جسوقت  
بادشاہی لشکر اہل دکن کے مقابلہ کے لیے آراستہ ہوا تو لشکر کا بیان فتح جنگ خان  
کی ماتحتی میں دیا گیا اور انکے اعزہ حسن خان عبدالرسول خان وہ بھی ہمراہ تھے جب  
حوالی بجا پور میں یہ خبر آئی کہ باج کوس کے فاصلہ پر غنیم کا لشکر پڑا ہوا ہے اسوقت  
فتح جنگ خان مع چند سرداروں کے اہلی گوشمالی کو روانہ ہو گئے مگر جب وہاں پہونچے  
تو مخالفت وہاں سے مفروز ہو چکے تھے ناگاہ ہر صہ میں دھوکا دیکر غنیم کی فوج بادشاہی لشکر  
کے پیچھے آگئی اسوقت فتح جنگ خان نے کیرت سنگھ کو اپنا رفیق بنایا اور نہایت  
بہادری سے مقابلہ کیا اور جدال و قتال کر کے دشمنوں کو بھگا دیا اور سرخروئی حاصل کی۔  
جب بادشاہی لشکر اطراف بجا پور میں پہونچا تو ایک ناکہ قیامت ناک واقعہ پیش آگیا  
کہ فتح جنگ خان کے بھائی سکندر خان مخاطب صلابت خان راجہ جیسنگد  
کے لشکر سے ملنے کے لیے قلعہ پر نیدہ کی طرف سے آ رہے تھے چار کوس قلعہ سے  
آگے بڑھے ہونگے کہ شہزہ خان مدوی کو انکے آئین کی خبر مغربوں سے معلوم ہو گئی تو  
انسنے کھلا بھیجا کہ یہاں اگر ہمسے ملاقات کریں سکندر خان نے بمقتضائے راستبازی  
یہ جواب دیا کہ ہماری تمھاری ملاقات کا موقع تو میدان جنگ میں ہے شہزہ خان یہ  
جواب سنکر معہ چھ ہزار سواروں کے انکے سر پر آگیا سکندر خان چارہ کے ساتھ کل  
ایک سو سوار تھے جنہیں چالیس سوار انکے ماتحت تھے اور ساٹھ سوار انکی رفاقت میں

پرنیدہ سے آئے تھے جب دشمن ان کے نزدیک آئے تو وہ ساٹھ سوار جو ان کے ساتھ آئے  
 تھے جدا ہو گئے مگر سکندر خان کو شجاعت و رسیا گیری کی غیرت دہن گئی ہوئی اور انھوں  
 نے دشمن کے گروہ سے منہ پھیرنا گوارا کیا اور کہاں دلاوری و مردانگی سے مولے اپنے  
 چالیس سواروں کے جو سب ایک دل تھے گھوڑوں سے اتر پڑے اور نہایت جانبازی سے  
 مقابلہ کیا اور بہتے ان نامردوں کو تلوار کے گھاٹے اتار دیا آخر کار اپنا نقد جان بھی  
 نثار کر دیا اور سب شہید ہو گئے سکندر خان کا بیٹا معہ اور دو شخصوں کے زخمی ہو کر  
 میدان جنگ میں گر پڑا تھا اسے دشمن اٹھا لیکے اور شولا پور کے قلعہ میں بھیج دیا۔

جنگ جیپور میں ایک روز شام کی وقت نواب لیر خان راجہ جیسنگہ دشمنوں کو پساکر کے پڑاؤ  
 کی طرف آ رہے تھے کہ فتح جنگ خان کا ہاتھی صدمہ بان سے زخمی ہو کر پیچھے گیا تھا  
 اور پریشان پھر رہا تھا سرزہ خان اور خواص خان وغیرہ نے موقع پا کر اس ہاتھی کو  
 پہاڑی سے باندھ دیا جب راجہ صاحب موصوف کو اس بات آگاہی ہوئی تو وہ فوراً اپنی  
 تھوڑی جماعت پہاڑی پر پہنچ گئے جب مخالفوں نے دیکھا کہ راجہ کیساتھ آدمی تھوڑے  
 ہیں تو ہاتھی چھوڑ کر وہ ان کی طرف مخاطب ہوئے اور راجہ صاحب سے لڑنا چاہا مگر صدمہ  
 فتح خان اور کیرت سنگھ بھی پہنچ گئے اور اس گروہ پر بجلی کی طرح گرے اور بہت سے  
 نامردوں کو مار کر خاک پر ڈال دیا اور ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا جب غنیم بھلے کے تو ایک  
 کوس اٹھا تعاقب کیا اس جنگ میں راجہ بھی باوجود اس وقار اور سرداری کے  
 چاروں طرف اپنے اہل لشکر کے پاس پہنچتے اور خوب بہادری کے جوہر دکھاتے رہے  
 مگر بالآخر امین لکھا ہوا ہے کہ فتح جنگ خان کا ہر ایک بھائی بھی شجاعت و بہادری  
 میں منظر اور ذی عزت تھا۔ پرگنہ جامیزہ جو خاندیس کے متعلق ہے وہ فتح جنگ خان کی







نواب عزیز خان چغتیا





جاگیر میں تھا اور اس طرف کے اکثر مضافات انکی زمینداری میں تھے موضع پیری  
کو جو فروا پور سے آٹھ کوس پر برہانپور کے اثنائے راہ میں واقع ہے خانموصوٹ اپنا وطن  
قرار دیا تھا اور اسکو آباد کیا تھا انکی اولاد بھی اُسی جگہ آباد تھی تلج خان انکے فرزند  
جو نہایت صاحب عزت اور باوقار تھے عالمگیر کے آخر عہد تک زندہ رہے اسکے بعد  
جب سلاطین تیموریہ کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور امورات مملکت میں بے انتظامی ہو  
ہوئی تو وہ موضع انکی جاگیر سے نکال لیا گیا اور انکے خاندانکے اعزاز میں انکی کے آثار شروع  
ہو گئے مگر زمینداری کی حیثیت سے اسپر انکے ورثا قابض رہے تھے الہ داد خان جو  
فتح جنگ خان کے داماد تھے وہ قصبہ منگلور شاہ بدر الدین میں سکونت گزین تھے اور اپنی  
حوالی کا دروازہ نہایت عالیشان تعمیر کرایا تھا جنہیں انکی اولاد آباد تھی۔

## نواب عزیز خان بہادر چغتیا ہفت ہزاری

آپ نواب بہادر خان بانی شاہجہانپور کے فرزند اور نواب لیر خان بانی شاہ آباد کے داماد  
و بھتیجے تھے بڑے مہذب نہایت مدبر شجاعت میں ہمیشہ ہوئے نواب بہادر خان کی اولاد میں  
بحسب قدر انکو عروج ہوا کیسکو نصیب نہوا یہ ہفت ہزاری ذات اور ہفت ہزار سوار دو سو  
سہ اسپ کے منصب کو پہنچے اور صوبہ داری اکبر آباد پر سر بلند ہوئے انھوں نے بڑے بڑے کام  
سر کیے عالیشان عمارتیں بنوائیں چنانچہ جامع مسجد شاہجہانپور انھیں کی تعمیر کرائی  
ہوئی ہو قدرت اور محبت کا یہ عالم تھا کہ ذرا سی بات تو نہ لاکھوں روپیہ خرچ کر ڈالے

۱۷۰۷ء نواب عزیز خان داماد لیر خان امیر عالمگیری بعد محمد شاہ بمقام ہفت ہزاری و یہ صوبہ داری اکبر آباد مغرور ہو

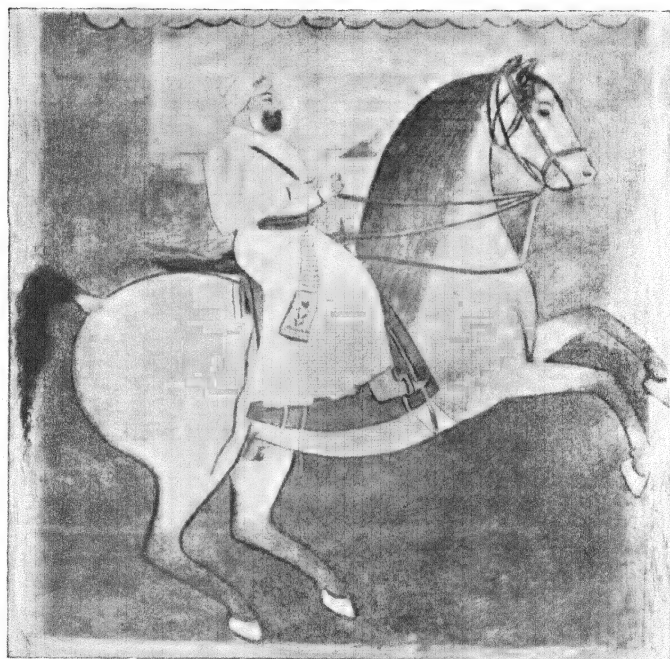
و بعد از ان عزیز خان رکن رکین سلطنت و رفیق سلطان معز الدین بود۔

چنانچہ انکے بھتیجے نواب بن الدین خان جو حقیقتاً ناخوف لنگے آوارہ اور دوانہ بن گئے تھے اور جا بجا اعلانیہ طور پر بدزبانی کرتے پھرتے تھے جب ان سے یہ ناخوش ہو گئے تو اس وقت دو لاکھ روپیہ صرف کر کے اور بادشاہی وقایع نگاروں کو ہوا کر کے تاریخ فرخ سیری کا انکا نام نکلوا دیا۔ نواب عزیز خان کی تصویر سے بھی شان شوکت امارت کے آثار پا رہے جاتے ہیں۔ قسم سے دنیاوی جاہ و چشم پانیکے ساتھ انکو عمر بھی بڑی ملی تھی اور تازلیست زمانہ برابر موافق رہا شاہجہان بادشاہ کے عہد سے محمد شاہ کے عہد تک یہ زندہ رہے اور انکیب عالمگیر محمد معظم شاہ عالم الخطاب بجا در شاہ معز الدین جہاندار شاہ سلطان فرخ سیر محمد شاہ بادشاہ انکی قدر و منزلت کرتا رہا اور خوش نصیبی سے کوئی انقلاب انکے خلاف نہ ہوا اور ہر ایک بادشاہ انکے موافق رہا۔ بعد انتقال نواب بہادر خان کے خود شاہجہان بادشاہ نے جسکو نواب بہادر خان کی اولاد سے بوجہ انکی قدیمی رفاقت کے بہت افس تھا انکو منصب مامور سے سرفراز کیا تھا۔ نواب صاحب صوف شاہجہان بادشاہ کے سلطنت میں بمقام دہلی پیدا ہوئے اور روایت یہ مشہور ہے کہ انکی مان خانداں شاہی کی لڑکی تھیں شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کے قتل کے بعد نوابیاد خان کو خطاب چھٹا مرحمت فرمائیے وقت نکاح میں ہی تھی۔ کتابا نہارا البحر من انکا نام صاحبہ خاتون لکھا ہوا ہے۔ اس خاندانکے شخاص یہ روایت مستند سمجھتے ہیں مگر بعض لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انکی مان قوم کی چھانی تھیں بلکہ بعض لوہانی قوم کی بتلاتے ہیں اللہ اعلم بہر کیف یہ شاہجہان بادشاہ اور عالمگیر کے مقرب تھے یہ عہد عالمگیری میں اپنے شباب

۱۷ عزیز خان ازبس عداوت از بن الدین خان داشت و لک روپیہ خرچ نموده وہی فراوان کردہ وقایع نویسان را ہوا  
 ساختہ از ابتدا تا آخر نام و نشان غیر خواہی و جانفشانی زین الدین خان دیگر سپہان او خارج کنائیہ لہذا نام آہندہ تواریخ  
 نسخہ سیری مندرج نیست - اخبار محبت -







نواب عزیز خان





ہونے اور شجاع کے جوہر دکھلائے جب قلعہ و انکڑہ انھوں نے عالمگیر بادشاہ کے ساتھ  
جا کر فتح کیا جو تو اورنگ زیب عالمگیر نے اضافہ منصب کے ساتھ انکو آبائی خطاب چغتائی بھی  
مرحمت کیا تھا چنانچہ مصام الدولہ شاہنواز خان نے کتاب اثر الامین لکھتے ہیں کہ  
میرے از پسران بہادر خان عزیز خان بہادر بہت کہ بسال چل ہوئم  
عالمگیری در محاصرہ و انکڑہ مصدر تردد شدہ و بحر حمت افزایش لفظ  
چغتائی در خطاب سرمایہ افتخار اندوخت۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انکو پیشگاہ بادشاہی سے بہادری کا خطاب بھی عطا ہوا تھا کیونکہ  
جب تک خانی یا بہادری کا خطاب نہیں ملتا تھا نام کیسا تھا کوئی شاہی مورخ یا لفاظ نہیں لکھ سکتا  
تھا۔ اس خطاب کے متعلق مائر عالمگیری کے صفحہ ۱۵۸ میں محمد ساقی الخاطب بہستعد خان شاہی  
منشی قمر ازبے کہ عزیز خان بہادر روہلہ بکمر مت افزایش لفظ چغتائی کہ خمیر یاہ  
سرافرازی بہادر خان پدرش بود زیب و اذین بخت و دولت افروزد۔  
اور یہ بھی اسی کتاب کے صفحہ مذکورہ بالا میں تحریر ہے کہ اسوقت عزیز خان کا منصب دو ہزار و  
پانصدی تھا پانصدی کا اور اضافہ کر کے عالمگیر نے سہ ہزاری منصب پر سرفراز  
کیا اصل عبارت یہ ہے عزیز خان بہادر چغتائی اصل دو ہزار و پانصدی  
اضافہ پانصدی یافت۔

اسکے بعد تدریج یہ ترقی پلے رہی اور محمد شاہ کے عہد میں ہفت ہزاری منصب کو پہونچ گئے  
تو انکڑہ جسکی فتح میں انکو اپنے ہمچشمونہن شاہی نسل کے خطاب سے سرفرازی حاصل ہوئی  
مختصر حال یہ ہے کہ یہ قلعہ بمقام سکر ایک گوہ کے دہن میں واقع تھا اسکے زمیندار پیم ناگ نے  
جب عالمگیر کے خلاف تاناشاہ کو مدد دی تو عالمگیر نے اسپر عتاب کر کے یہ قلعہ چھین لیا

اور اس کے بھتیجے مسے پریا کو دیدیا سے قلعہ کا حصار وغیرہ مستحکم کیا اور چودہ ہزار تیر انداز اور چار پانچ ہزار سوار فراہم کر کے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کر لیا اور بادشاہ سے باغی ہو گیا اسکے بعد جب بادشاہ پونا کے قلعوں کی تسخیر کو گیا اور ساڑھے سات مہینے سطرف قیام رہا تو اس باغی کے فساد اور تمرد کی روز خبریں آتی تھیں سلیہ اور نگ زیتے قلعہ واکٹرہ کی تسخیر کا ارادہ کر دیا اور وہاں مع لشکر کے پہونچ کر ایک کوس کے فاصلہ پر خیمہ لگایا امر افوج لیکر قلعہ کشائی پر مصروف ہوئے ایک روز صبح کو محمد امین خان بہادر و قلیچ خان فیروز جنگ و عزیز خان بہادر بطریق طلائیہ کے سیر کرتے ہوئے ایک پشتہ پر جو لال ٹیکری کے نام سے مشہور تھا اور وہاں کچھ قلعہ جکا بھی ہوا تھا پہونچے اور سبکدہانی مخالف کی جماعت تھی سبکو تہ تیغ کیا اور اس پشتہ پر سو رچال قائم کر زمین مصروف ہوئے اس عرصہ میں دشمن حصار سے نکلے اور ہر طرف سیل بلا لیل طرح پستی و بلندی پر پہونچے اور ہجوم کر کے بادشاہی بہادر و پیر نرغہ کیا ان جو اندرون نے بہادری کی شرط کو خوب

سے سزا دی ہے چون قلیچ خان بہادر و محمد امین خان بہادر و عزیز خان بہادر و ہر فرصت جو ان پشتہ لال ٹیکری کو بند و اگر نقش کوہ نشینان پس ستودہ تصرف شد نہ بوم نخواستہ و بوم نخواستہ گیر از اسنگ باران آفت محال اقامت نہ اندہاں باہما ز قابو پیادہ بندی کردہ بودند ماثر عالمگیری صفحہ ۹۳۔ مہاربات عظیم بمیان آمد و از ہر دو طرف جمع کثیر شہید و کشتہ و زخمی میگرفتند تا آنکہ روز سے وقت طلوع زیر عظم محمد امین خان و پین قلیچ خان بہادر و عزیز خان و ہلد و خلاص خان سیاتہ کشتہ و قابو پان بطریق طلائیہ اطراف تیری نمودند بر پشتہ کہ لال ٹیکری مشہرت داشت و پارہ سر کو ب حصار آن معمور بود و جلوس رسیدہ جمیع از بر قندازان و اکٹھا بہان آن مکان بودند بضرر شمشیر و تیر بجز خمر سادہ برداشتہ بقدمورچال قائم ہوئے ترودرستانہ بطور آورند تا پنج خانی خان قلی صفحہ ۹۴۔ و از طرف دیگر ذوالفقار خان بہادر و عزیز خان و ہلد و مقرب خان وغیرہ حملہ آوردند جنگ صعب واقع شد زمانہ شو و بحر گریدہ جمیع از ہر دو طرف کشتہ و شہید گشتند و بہادران بکملہ بے متواتر ابتدا پشتہ کہ بالائے آن باز آروہ بدست آوردند و مورچال قائم نمودند و آن بدکیشان رو بغیر آروہ و کوہ دودان زیادہ از یک کردہ تعاقب نمودند و بسیارے کفار علف تیغ گشتند و زخمی گشتند دلاوران بر فرار کردہ برآمد نزدیک دروازہ نشان فتح برداشتند شاہنشاہ نامہ علی صفحہ ۹۵۔



اور صاف گوئے سردار بھی حلقوں سے نہیں رکھتے تھے چنانچہ اسکے شاہد حال الہک واقعہ بیان کیا جاتا ہے حسین علیخان اور عبداللہ خان سادات بارہہ جو امورات سلطنت پر حاوی ہو گئے تھے اور بادشاہ گرمشہور تھے جب انھوں نے فرخ سیر بادشاہ کی معزولی کی صورت حال لکھی اور فرخ سیر کو مقید کرنا چاہا تو محض ہر تمام اراکین دولت سے دستخط کر لے مگر صرف دو شخصوں نے اس صورت حال پر اپنی مہرین نہ کیں ایک انہیں نواب نظام الملک اصفیاء اور دوسرے نواب عزیز خان یہاں تھے جب فی ابصاحب موصوف سے سادات بارہہ نے اس امر کے بابت کہا ہے تو نواب عزیز خان نے سردار حسین علیخان و عبداللہ خان سے یہ تقریر کی کہ اے حاضرین مجلس آگاہ ہو کہ میں ملازم سلطانی تابع تحت و تلج کا ہوں مدت دراز سے میرے بزرگوں نے امارت پائی زمانہ نور الدین جہانگیر بادشاہ سے میرے مورث دربار میں حاضر ہوئے اور خود مینے شاہجہان بادشاہ کے عہد سے سلطان فرخ سیر کے عہد تک پانچ بادشاہ خاندان تیموریہ کے دیکھے اور انکا نمک کھایا انقلاب مانے سے جب خاجہان خان لودی اور دریا خان ایک نیرا یکجہی افغان کیسا تھے قتل ہوئے اور صرف پانچ شخص انہیں سے بچے تھے جنہیں دوسرے خاجہان خان کے اور تین سپر میرے جد نامدار دریا خان کے تھے جنکی جان بخشی شاہجہان بادشاہ نے کی تھی اور جبروز سے انھوں نے شاہجہان بادشاہ سے بیعت کی اسروز سے آج تک کوئی تصور اسے بارگاہ شاہی میں سرزد نہیں ہوا اور نہ کسی نے کبھی کسی معرکہ میں پیٹھ دکھائی کون ایسا شخص ہے کہ جو مجھ سے کوئی عیجا درخواست پیش کرے تاجا نہ مطلب حاصل کر سکتا ہو خود اوہ نیز پائے تخت کے دوسرے سردار و کنوٹک حراموں کے زمرہ میں منسلک کرنا یہ نہایت نامناسب بات ہے معاذ اللہ جنتک بندہ زندہ ہے اور سلطان فرخ سیر سکا ہے

یہ سپاہی اسکے حکم کا تابع رہیگا جو کچھ وہ حکم صادر کرے گا بجا لایگا اسی قسم کے دوسرے کلمات بھی نواب صاحب ممدوح زبان پر لائے اور طول طویل تقریر کر کے دربار سے اٹھ آئے۔  
 عزیر خان بہادر جب تک سلطان معز الدین تخت نشین با اسکو سلطنت کا وارث جانتے رہے  
 اور انکی اطاعت کرتے رہے اسکے بعد فرخ سیر حقدار و مالک سلطنت کا قرار پایا تو اسکے  
 خلاف کارروائی و سازش نک حرامی سمجھے۔ سادات بارہہ کے دلیلیں اسی دن اسکے  
 خاندانی کپیٹ سے مخالفت کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا اسبوج سے انھوں نے جتنے خیر خواہ  
 سلطان فرخ سیر کے تھے سب کو پائے تخت سے ہٹا دیا تھا کسیکو جاگیر پر بھیج دیا کسیکو کسی صوبہ پر  
 تبدیل کر دیا اور وہ شطرنج کی سی چالیں چلے۔ مگر نواب لطف اللہ خان سالہ دار جو نواب  
 زین الدین خان کے بیٹے اور نواب عزیر خان کے بھتیجے کی اولاد میں تھے وہ در دولت  
 پر رہ گئے تھے جسروز فرخ سیر کی معزولی کا ہنگامہ پیش ہوا تو وہ مسلح ہو کر معز کو اسواروں کے  
 جوانکے ماتحت تھے لڑتے ہوئے اور مخالفت جماعت کو قتل کر کے قہرے نکال دیا۔ بادشاہی  
 تک پہنچ گئے تھے مگر سادات بارہہ کیساتھ ہزاروں آدمی تھے وہ ہر ٹوٹ پڑے اور یہ آخر  
 میں لڑ کر قتل ہو گئے مگر جب تک تن میں دم رہا انکی مفسدہ پروازی میں شریک نہوے  
 محاربہ عظیم شاہ اور شاہ عالم میں بھی نواب عزیر خان نے بڑی بہادری دکھائی ہے  
 جب غلام شاہ قتل ہو گیا اور شاہ عالم معروف بہ بہادر شاہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو مثل دیگر  
 امر کے نواب عزیر خان کو بھی خلعت اور اضافہ منصب سے سرفراز کیا ہے جسکی صراحت  
 ہم نواب کمال الدین خان کے تذکرہ میں تحریر کر آئے ہیں۔

یہ امر بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ مثل نواب دلیر خان اور نواب بہادر خان کے نواب  
 عزیر خان نے بھی میدان جنگ میں منہ نہیں پھیرا اور اکثر جگہ کامیاب ہی پھرے

ایک مرتبہ اتفاق وقت سے کل بادشاہی لشکر بھاگ گیا مگر عزیز خان بدستور اپنی جگہ پر کھڑی رہے جب کل معاملات لڑائی کے ختم ہو گئے تو یہ اپنی جگہ سے ہٹے تھے اس قسم کی تفصیل یہ ہے کہ جب شاہ عالم بہادر شاہ نے پانچ برس حکومت کر کے انتقال کیا تو ہنگا بڑا میا معز الدین جہاندار شاہ تخت نشین ہوا اسنے بھی نواب عزیز خان کو اضافہ منصب سے سربلند کیا اس بادشاہ کی خدمت میں انکو بڑا تقرب حاصل ہوا اور خاص رفاقت کا درجہ عنایت ہوا تھے کہ یہ محسوس ہوا کہ نواب بھی نواب بن گیا اور نواب جہاندار شاہ غیرت خان کے بیٹے اور نواب بہادر خان کے پوتے تھے وہ ان سے نہایت عداوت رکھتے تھے مگر چونکہ عزیز خان رکن سلطنت اور سلطان معز الدین کے رفیق تھے اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا اثر رکھتے تھے اس لیے انکی کچھ نہیں جلتی تھی لیکن نواب بن الدین خان تحاسد اور غصہ سے اعلانیہ کہتے تھے کہ ہم سلطان معز الدین کو بادشاہ نہیں جلتے ہیں ہمارا بادشاہ فرخ سیر ہے اور اسی خیال سے انھوں نے شاہجہانپور میں عید کے دن خطبہ بھی فرخ سیر کا پڑھا اور پانسو سوار و پیادہ انکو ہمراہ لیکر شاہجہانپور سے فرخ سیر کی امداد کو بنگالہ لے گئے اس زمانہ میں فرخ سیر جو شہزادہ عظیم الشان کا فرزند تھا اور وہ بنگالہ کا ناظم تھا اپنے نواب بن الدین خان بنگالہ میں فرخ سیر کے حضور میں پہونچے اور ملازمت حاصل کی تو عرض کیا کہ جب تک پیش خمیہ حضور کا سلطان معز الدین سے جنگ کے قصد سے باہر نہ نکلیگا غلام اپنی کمر نہ کھولے گا اگرچہ فرخ سیر کو ہنوز اس بارہ میں چندے تو تھا مگر ان فغانو انکو اپنا رفیق اور اس فوج کو نعمت خدا داد سمجھ کر سجدہ شکر کیا لایا اور اس وقت نواب بن الدین خان کی خاطر سے اپنی راوی باہر نکلائی اور نواب بن الدین خان کی سپاہ کے خرچ کے لیے بند لکھنڈ کی جاگیر مقرر کی اور اسی سند بھی اس کے نام لکھ دی چنانچہ انھوں نے اسی سند کی بنا پر سلطان معز الدین

عالم کو نکال بھی دیا تھا اور اپنا قبضہ کر لیا تھا القصبہ فرخ سیر سلطان معز الدین کے ساتھ  
جنگ کر نیکے قصد سے بنگالہ سے دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا اور نواب بن الدین خان  
ہمراہ ہوئے سید عبداللہ اور سید حسین علی جو سادات بارہہ سے تھے اور خانی کے خطاب سے  
مخاطب ہوئے بین نہ و نون بھائی نہایت دلاور تھے ایک صوبہ دودہ اور دوسرا صوبہ الہ آباد  
کا ناظم تھا لہذا نون کو سلطان معز الدین نے معزول کر دیا تھا اور وہ بیکار بیٹھے تھے وہ  
بھی حاضر ہو کر نواب بن الدین خان کے توسل سے فرخ سیر کی ملازمت کے مشرف ہوئے  
اس دوران میں جو غرانہ کہ بنگالہ سے دار الخلافہ کو جا رہا تھا وہ بھی الہ آباد میں فرخ سیر کے  
قبضہ میں آ گیا محمد خان نکیش فرخ آبادی مع چند سواروں کے حاضر ہو کر ملازم ہوئے غرض کہ سلطان  
فرخ سیر اپنی جماعت بڑھاتا ہوا دار الخلافہ آگے کے قریب پہنچ گیا اور سلطان معز الدین  
کو اسکے آئینی خبر ہو گئی بیشتر سنے اپنے بڑے بیٹے اعز الدین کو فوج جبرائے کے ساتھ مقابلہ  
کو روانہ کیا اور شہزادہ کیسا تھا نواب مرتضیٰ خان عرف قلعہ خان اور ان کے بڑے بھائی  
نواب مصطفیٰ خان شاہ آبادی کو بھیجا جب نون لشکر مقابل ہوئے تھوڑی جھڑپ کے  
بعد شاہزادہ اعز الدین بھاگ گیا جسکا مفصل قصہ ہم تذکرہ مرتضیٰ خان میں تحریر کر چکے  
ہیں جب اس فرار کی خبر سلطان معز الدین نے سنی تو خود ایک بڑا لشکر لیکر فرخ سیر کے  
مقابلہ کو آیا سلطان معز الدین کی طرف کا بھان بھادر کو کلتاس فوج کا ہراول ہتھیار  
نواب عزت خان بہادر فوج کے چند اول تھے اور فرخ سیر کی طرف نواب بن الدین خان  
مقدمہ ہمیش تھے جو ہاتھی پر سوار تھے اور فیلیان کو نہایت قہر سے ڈانٹتے جلتے تھے کہ  
کہ ہمارا ہاتھی آگے بڑھ لے جا اور قریب کا بھان بہادر کے پہنچا دے اور دوسری ہتھیار  
میں جو کہ بار بار فیلیان سے کہتے تھے کہ ہمارا چچا عزت خان کے ہودہ کے برابر کر دے



غرض کہ یہ آگ بہت بڑھ گئی پشیمیر تیر و گولی کی لڑائی شروع ہوئی اسکے بعد نیزہ و تلوار کی ٹوٹ پھوٹی ہوئی خوب جدال و قتال برپا رہا نوابین لدین خان چودہ زخم کھا کر جان بحق ہوئے اور سلطان معز الدین کی طرف سے شاہنماں کو کلکتا سے بھی امیر الامراء و الفقار خان کے تساہل سے مارا گیا لڑائی دو نو طرف سے برابر تھی ہزار ہا آدمی مجروح و قتل ہوئے سلطان معز الدین کی جانب سے ایک مہوشہ لعل کنور تماشہ جنگ کی غرض سے معہ اپنی خواصوں کے جو پاسو ہا تھیو نہر سو اتھارین ایک نشیب کی زمین پر کھڑی ہوئی تھی اور امیر الامراء و الفقار خان ایک لکھ سوار چرا لے ہوئے علیہ کھڑا تھا اور نواب عزیز خان بہادر سلطان غول میں کچھ فاصلہ پر بے حرب و حرکت یورش کیلئے سلطان کی حکم منتظر کھڑے ہوئے تھے اور نیزہ کی زمانہ کا نظارہ کر رہے تھے اتفاقاً نواب نظام الدین خان لطف اللہ خان سپہ سالار نوابین لدین خان مقتول ہوا اور نواب محمد خان نکیش اور سادات بارہہ نے ادھر ادھر کھوڑے دوڑے دیکھا کہ لعل کنور سے خواصوں کے ہاتھیں سپر سوار ہو اور نشیب میں کھڑی ہوئی لڑائی کا تماشہ دیکھ رہی ہوا دیکھو کہ سوار اسکے ہمراہین بہادر و زمین باہم صلاح ہوئی کہ انپر حملہ کرنا چاہیے فیلباؤن نے یہ حال دیکھ کر ہاتھی بھگتے جب یہ ہاتھی سلطان معز الدین کی طرف سے نکلے تو بادشاہ نے اپنے ہمراہ جو ہاتھی چبھی تھے انکے فیلباؤن کو حکم دیا کہ ہاتھی دوڑا کر بھگتے ہوئے ہاتھیوں کو روکو اور آگے نہ بھگتے و چنانچہ حسب حکم ہزار ہا ہاتھی فیلباؤن نے سدراہ ہونیکے لیے دوڑے ناگاہ ان ہاتھیوں کے ہمراہ خاص بادشاہ معز الدین کی سواری کا ہاتھی بھی بیقا ہو کر بھاگا

لعل کنور مہوشہ سلطان معز الدین پر لے دین تماشہ جنگ یا حلقہ یا قصد زخم فیلباؤن زمین نشیب ستادہ و امیر الامراء و الفقار خان ایک لکھ سوار چرا ستادہ و نواب عزیز خان و فاضلہ و رہے حرب و حرکت ستادہ منتظر حکم یورش سلطان تماشہ نے نئی سیکڑہ و غول خاص سلطان معز الدین بود و مقابل آتہا عبد اللہ خان و حسین علی خان بہادران سادات بارہہ و رترو و شہل سیکڑہ و کھڑے نہر سو اتھارین ہنگامہ نظام الدین خان و لطف اللہ خان سپہ سالار تیر طرفہ با جزا ویند لعل کنور یا قصد سوار فیلباؤن کے ایران اکثر شاہو مصاحیر خود بخود سواران و زمین نشیب ستادہ تماشہ جنگ سیکڑہ و این بہادران با خود صلاح کردہ حملہ آور شدہ۔ اختیاریہ

ہر چند کوشش کی مگر وہ نر کا جینے نے بادشاہی ہاتھی کو بہا گئے ہوئے دیکھا تو کل لشکر  
 بھی بھاگ گیا مگر امیر الامرا ذوالفقار خان و نواب عزیز خان بہادر بدستور اپنی  
 جگہ پر کھڑے رہے نواب نظام الدین خان بھی زخم کاری کھا کر گرے اور ستر کی  
 مبارکبادی ادا کر کے اپنے والد نوابین الدین خان کی رفاقت میں ملک عدم کو روانہ ہو کر  
 مسعودین فرخ سیر کی فتح اور سلطان معز الدین کی شکست ہوئی اور فتحیابی نواب نظام الدین  
 اور سادات بارہہ کے نام سے مشہور ہوئی نواب لطف اللہ خان فرخ سیر کے حضور میں  
 فتح کی مبارکباد بجالاے اور سلطان فرخ سیر نے اس کے باپ بھائی کی لاش اٹھانیکے لیے  
 پالکی مرحمت فرمائی بعض مورخ اس شکست کی وجہ سلطان معز الدین کے بعض امرا کی سازش  
 اور بعض راوی خانجہان کے قتل کے مشاہدہ سے خود سلطان معز الدین کا خوف کھا کر  
 بھاگنا بیان کرتے ہیں جس کلام یہ ہو کہ نواب عزیز خان کی ثابت قدمی میں فرق  
 نہ آیا باوجودیکہ لشکر بھاگ بھی گیا مگر آخر تک وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے شکست فتح تقدیر الہی  
 سے ہو کر تھی یہ ہیں کسی کا اختیار نہیں مگر کسی امر کا ثابت قدم رہنا اس کے لیے قابل  
 ہوتا ہے جیسا کہ میر تقی میر نے اس امر کے حوالہ سے لکھا ہے شکست فتح نصیبو  
 ہے ولے اے میر و مقابلہ تو دل ناتوان نے خوب کیا ابھی چند سال فرخ سیر تخت  
 سلطنت پر بیٹھ کر حکومت کرنے پایا تھا کہ سادات بارہہ نے اپنے خلاف پالکے سلطنت  
 سے معزول کیا اور یکے بعد دیگرے محمد شاہ کے تخت نشینی کی نوبت پہنچی اس بادشاہ  
 کے عہد میں نواب عزیز خان بہادر کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہوئی تارخ خجستہ  
 میں ہے کہ نواب عزیز خان داماد دلیہ خان جو امرے عالمگیری سے تھے وہ محمد شاہ

کے عہد میں منصب ہفت ہزاری کو پہنچے نواب عزیز خان کے فتنہ  
خان بہادر خان جو تیر اندازی کے فن میں محمد شاہ بادشاہ کے استاد  
تھے اکثر خلوت میں انکو رو برو بیٹھنے کا بھی حکم تھا اور وہ بھی ہفت  
ہزاری تھے باپ بیٹے دونوں صوبہ داری کے عہدہ پر سرفراز ہوئے  
اور منصب داری میں ہم عصر تھے نواب عزیز خان کبر آباد کی صوبہ داری پر مامور تھے  
اور خان بہادر خان اودھ کے صوبہ دار تھے اسکے ساتھ قانگوئی اور چودھری پر  
کانٹ کی بھی لٹے متعلق تھی اور سرکار قنوج وکالی کی جاگیر بعد انتقال نواب  
دلیر خان کے نواب عزیز خان کے نام بحال ہوئی تھی اور تازندگی وہ  
لٹے متعلق ہر ہی لٹے بعد وہ بھی اس خاندان سے جاتی رہی۔

جب سادات بارہہ کی خود سری حد سے بڑھ گئی اور وہ بادشاہ کو برائے نام تخت پر  
قائم کر کے اشارہ و نپر چلانا اور خود پروردہ سلطنت پر حکومت کرنا چاہتے تھے سپر عام  
طور پر تمام ارکان دولت میں لٹے نارنگی پیدا ہو گئی اور سچے لٹے ہتھیار پر اتفاق  
کیا اور بادشاہ کی مدد کی سہیں بھی نواب عزیز خان شریک ہوئے ہیں چنانچہ تلخ  
ہندوستان کے صفحہ ۹۲ میں سلسلہ العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ حبیب علی خان  
امیر الامرا جو سادات بارہہ سے تھا جو اپنی خود ستائی کے قتل ہوا تو اسکے بھائی سید عبد  
خان قطب الملک نے محمد شاہ پر لشکر کشی کی اور اس وقت بعض والیان ملک ہر شرکت

بقیہ صفحہ ماقبل امراء عالمگیری بمقام ہفت ہزاری و پیرش بہادر خان بمنصب ہفت ہزاری پروردہ و پیر ہمسرہ  
یعنی صوبہ داری اکبر آباد و دیگر صوبہ دارا وہ مع چودھری و قانگوئی داشت و خان بہادر خان سطور در علم تیر اندازی استاد  
بادشاہ محمد شاہ بود اکثر خلوت رو برو بادشاہ حکم شستن بود و جاگیرات نواب بہادر خان کہ سرکار کالی و قنوج بود بعد  
دلیر خان تاجات عزیز خان بحال ماندہ بعد شش آہم رفت۔ اخبار محبت

جنگ کیلئے بادشاہ کے پاس آئے تو عزیز خان بھی کیا تازہ کے ساتھ بیادشاہ کے حضور گئے اور تلخ خانیخان قلمی کے صفحہ ۵۰۵ میں ہے کہ ۹ محرم ۱۰۰۰ جلوس محمد شاہی کو بادشاہی لشکر موضع شاہپور میں خیمہ زن تھا کہ امرائے لشکر ترتیب میں مصروف تھے اور محمد شاہی لشکر قطب الملک کے لشکر سے نصف بلکہ اس سے بھی کم تھا سیف الدولہ عبداللہ محمد خان بہادر ولیر جنگ اور راجہ دھیراج جیسنگہ کے آئینکا انتظار ہو رہا تھا کہ نواب عزیز خان بہادر اور بایزید خان بھی اپنی اپنی جانباز جاعتوں سے محمد شاہ کی ہمرکابی میں حاضر ہوئے اور علم فدویت کا اٹھایا بھرچند امرائے لشکر اس میں شریک ہو سکے۔ محمد خان نیکش البتہ دو تین ہزار سوار و نئے اگر شرف پا بوسی سے مشرف ہوئے نقل ہو کہ محمد خان نیکش فرخ آبادی کہ اس زمانہ میں وہ منصب ہزاری کو پہنچے تھے ایک روز نواب عزیز خان کی ملاقات کو آئے نواب صاحب موصوف نے انکی تعظیم و توقیر انکے مرتبہ کے موافق کی جب محمد خان کی نظر نواب عزیز خان کی پشت کی طرف پڑی دیکھا کہ عبدالحمید نواب عزیز خان کا قہنہ نواب صاحب کے سر پر موچھل ہلا رہا ہو محمد خان نیکش نے اسے پہچانا اور فوراً کھڑے ہو کر عبدالحمید کے سامنے مہراجا لائے نواب عزیز خان نے عبدالحمید سے پہچانے کا واسطہ لگائی و تحقیق رکھنا ہی اسنے عرض کیا کہ جس زمانہ میں فدوی صوبہ اودھ کی حکومت کی نیابت پر مامور تھا یہ خان صاحب فدوی کے یہاں بعدہ جمعہ ہزاری ملازم تھے ہر روز ۱۰۰۰ روپے ہر محرم کو ملازمین شہر میں لشکر نظام شاہہ الامقام گروید امرائے عظام باہتمام ترتیب فرج نظر موج پر وقت تیار فرج بادشاہ غازی انصفت لشکر محکم بود و انتظار رسیدن سیف الدولہ عبداللہ محمد خان بہادر ولیر جنگ راجہ دھیراج جیسنگہ و شہنشاہ عزیز خان و بایزید خان سواتی جمیع امیراں جاننا زور کا ب نظر انتساب حاضر آمدہ علم فدویت پر بدشت ۵۰۵ تاریخ خانیخان محمد باشم سبب بعد مسافت بعض و تھوڑا دن بیٹھے موانع بروقت کار نہ رسیدند و سولے محمد خان نیکش کے بادشاہی سوار محض و رسیدہ - عادت ملازمت حاصل کر رہے ہو - خانی خان -

ابھی عزیز خان چٹلے نے محمد خان کی تعظیم نہ کی اور نہ کبھی محمد خان نگلش نے اس امر کی اسے شکایت کی فیما بین نواب نگلش اور خاندان نواب بہادر خان کے بہت دوستانہ مراسم ہیں نواب عزیز خان کی بیوی مسماۃ حسینی بی جو نواب لیر خان کی بیٹی تھیں انکے بطن سے ایک صاحبزادہ تھوڑا خان و تین صاحبزادیاں مندرجہ ذیل پیدا ہوئی تھیں تھوڑا خان کو محمد شاہ نے خان بہادر خان کا خطاب دیا تھا نواب عزیز خان کی بیوی کے نام یعنی نواب کمال الدین خان عرف رستم خان نے اپنی بہن کو ایک باغ موضع مرید پور میں دیکر اسکی سند بھی لکھی ہے جسکی نقل بطور یادگاری کے حاشیہ پر درج کر دی گئی ہے۔

نواب عزیز خان کی وفات ۱۱۳۵ھ میں قضاۃ طبعی سے ہوئی اور یہ زمانہ محمد شاہ کی سلطنت کا تھا انکی رحلت کا مادہ تاریخی (بحجت رفت) ہے جسکو راقم نے یوں موزون کیا ہے۔

شجاع و صاحب غیرت عزیز خان حسین	ازین دیا رچو رخت حیات را بر بست
بسال مرگ مظفر نمودن کر بلیغ	ندار سید زماقت بگو بخت رفت

نواب عزیز خان اپنے نواسے ہوئے مقبرہ واقع بہادر گنج منحللات شاہجاں پور میں مدفون ہوئے نوے برس کی عمر ہوئی مشہور ہے کہ نواب بہادر خان کے مزاج میں

لے نقل سند فو کمال الدین خان عرف رستم خان بنام مشیر و غوث (عالم آباد شاہ) جو اپنی تصدیق و امات حال و انتقال پر گزشتہ شاہ آباد (محمد خان) محال جاگیر بغایت امیدوار و پودہ بداند

چون باغ موضع مرید پور محلہ پرگنہ مذکور از ابتدا سے فضلہ صرف ۱۵۰۰۰ لکھڑا یکصدہ و از وہ فی نام مشیر و مقبرہ دادہ باید کہ باغ مذکور تصرف مشا را لیا و گذارند کہ محصول آنرا سال بسال در قبض و تصرف خود بیانید بوجہ منی لوجہ مانع و مزاحم نشوند در نیاب تاکید تمام و افستہ حسب السطور لعل آمدہ عمری فی التاریخ چارہم شہر ربیع الثانی ۱۲۸۵ھ نقل بقدر رسید۔

انانیت و غصہ بہت تھا ذرا سی بات پر معتدا خدمت لوگوں کو ذلیل کروا دیتے تھے بعض اشخاص انکا نام عبدالعزیز خان بتلاتے ہیں۔

نواب عزیز خان کے فرزند خان بہادر خان بھی مغلوب غضب و سخت مزاج بیان کیے جاتے ہیں یہ اپنے باپ کی وفات کے تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے ماموں کے ہاتھ سے قتل ہوئے انکو دوست محمد خان بازیخیل کی بیٹی جو فضل خان کی ہم شیر تھیں بیابی تھیں خان بہادر خان لاو لد رہے انکی بیوہ بیوی عرف بہو صاحبہ و دینی بی میاں بنت عزیز خان سے بابت ترکہ عزیز خان اور خان بہادر خان کے بہت جھگڑا ہوا اور نڈھال ہو گیا کی اس لڑائی کا فیصلہ محمد شاہ بادشاہ نے کر لیا تھا بی بی میاں جو نواب لیر خان کی نوہمی تھیں بڑی متظم اور بہا و تھیں انکی مہر جو کاغذات پر ہے سین (ہمشیر خان بہادر خان بنت عزیز خان بہادر خجستان) اور شہ جلوس محمد شاہی (خیر بی

سلہ نواب عزیز خان بہادر خجستان و بعد محمد شاہ غازی وفات یافت و خان بہادر خان پشور بعد چند ہی نزدیکی ہماں ایام از دست اموان گشتہ شد و میاں بی بی بنت عزیز خان بر ترکہ پدر و برادر قاضی و متصرف شہ مسماہستان بی بی عرف بہو صاحبہ بعض خصوصیات شہد دران زمان خدمت الصلحہ راجہ صاحب رام از حضور بادشاہ خلعت یافتہ منہ کام رخصت بادشاہ مسماہستان بی بی زوجہ خان بہادر خان مرحوم بہ صاحب رام ہر دو حکم سرمد کہ بموجب شرع شریف انفصال کردہ دہندہ اگر میاں بی بی برین اضی نشود روانہ در گاہ سازند چون راجہ صاحب رام در قلعہ پرگنہ کمانٹ کو لہر معہستان بی بی از شاہ پیمان آباد رسیدہ بی بی میاں مستعد پیکار شدہ با فوج حیرا پیش آمد با صاحب رام جنگ صعب رونمود بعد ستر بسیار صاحب رام در رزم کا کشتہ ستان بی بی راقمید خستہ برد این خبر از روستے و قلعہ بحضور بادشاہ رسید فرمان عتاب مزین نام میاں صاحبہ نظام نام اصبعے و رود فرمود بی بی میاں بورود فرمان ہمارا احدے نہ کہو و بدر گاہ بادشاہ رسید چند گاہ از بحر احرار ماندہ چون نواب وزیر الممالک قمر الدین خان پسر محمد امین خان تورانی میاں صاحبہ ہمیشہ خواندہ بود بواسطت ان بحضور محمد شاہ رسیدہ و بادشاہ ملحوظ قدامت جہانگشاہ بزرگانش عفو تقصیر فرمودہ و خلعت کرنا عطا فرمودہ و ہمیشہ قسم سربارک خود داد و فرمود کہ میان بی بی زوجہ خان بہادر خان راقمید نہادید و بار دیگر قصد قتل یکدیگر مکر نہ سازند بموجب شرع شریف قسمت با خود ہا کر دم بگیرید از انہما کہ اولاد بعد از ب دلیر خان نواب بہادر خان در حضور پانہ - صفحہ (۵۳۱) اخبار محبت قلمی۔

نواب عزیز خان کی صاحبزادی میان بی بی کا مکار خان کو اور دوسری صاحبزادی انتہشی صاحبہ نامہ ارخان کو اور تیسری منامی بی بی نیکنام خان کو منسوب تھیں یہ ہر سہ فرزندان نواب عنایت خان برادر دیر خان کے فرزندان تھے میان بی بی کی دو لڑکیاں تھیں ایک لالہ بندھیا صاحبہ جلال صاحبہ پیرزادہ لکھہ کو بیابھی تھیں لکھہ بطن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو فخر الدین خان بن نواب محمد خان انگیش کے عقد میں تھیں دوسری صاحبزادی میان بی بی کی گجانی بی بی تھیں جو نواب جہان خان بن نیکنام خان کو منسوب ہوئی تھیں لکھہ بطن سے ایک دختر کی پیدائش ہوئی تھی جو نواب ذوالفقار خان بن نواب حسین خان بن نواب محمد خان غضنفر جنگ انگیش کو منسوب تھیں گجانی بی بی کی بیٹی کے بطن سے لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ نواب مرخان شاہجہانپوری سے منسوب تھیں جسے نواب محمد خان عرف جمبہ میان جانشین نواب عزیز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی پیدا ہوئے تھے۔

جب بی بی میان نے باپ بھائی کے کل ترکہ پر قبضہ کر لیا تو بہو صاحبہ یعنی بیوہ خان بہادر خان نے اس امر کا استغاثہ محمد شاہ بادشاہ کے حضور میں کیا اس زمانہ میں اس ضلع کی محبت راجہ صاحبہ رام کو بادشاہ کی طرف سے مرحمت ہوئی تھی رخصت کی بوقت بادشاہ نے اس قضیہ کو راجہ صاحبہ رام کے سپرد کر دیا اور حکم دیا کہ شرع شریف کے بموجب انکا فیصلہ کر دینا۔ اگر بی بی میان اس سپرد رضی نہوں تو انکو یہاں روانہ کر دینا صاحبہ رام پر گنہ گار کے قلعہ میں آئے اور زوجہ خان بہادر خان بھی دہلی سے ضلع شاہجہانپور میں آگئیں تو بی بی میان جنگ پر مستعد ہوئیں اور بڑی جہاد و فوج سے انھوں نے مقابلہ کیا اور نہایت سخت لڑائی ہوئی آخر بعد اک بڑے معرکہ کے راجہ صاحبہ رام کو میدان جنگ میں قتل کر ڈالا اور اپنی بھاد و جہاد زوجہ خان بہادر خان کو قید کر کے ہمراہ لے گئیں

جب خبر وقایع نکارنے بادشاہ کو لکھی تو وہ اسے ایک فرمان عتاب آمیز بنی بی میاں کے  
 نام ایک شخص نظام نامی لایا بی بی میاں فرمان کے صادر ہوئیے دہلی کو گئیں اور چند روز  
 دربار کی حاضری سے محروم رہیں لیکن اسکے بعد نواب قمر الدین خان جو محمد امین خان  
 تورانی کے فرزند تھے وہ میاں بی بی کو بہن کہتے تھے انکے واسطے سے محمد شاہ  
 بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوئیں بادشاہ نے بلحاظ قدامت و منافقانی کے جو انکے بزرگوں  
 سے ظہور میں آئی تھی انکی خطا معاف فرمائی بعد ازاں خلعت گرا نمایہ عطا فرما کر بہت  
 اعزاز و احترام سے رخصت کیا اور چونکے اور بھانج کے باہم بخشش تھی  
 اسکے بارہ میں فرمایا کہ تھیں ضرور مصاحبت کر لینا چاہیے اور انیسے  
 مبارک کی قسم دیکر ارشاد کیا کہ تم بیوہ خان بہادر خان کو مقید نہ رکھو اور  
 ایک وسیع قتل کی درپے نہ ہو اور ترکہ بموجب شرع شریف کے تقسیم کر لو۔  
 میاں بی بی کی ہیبت ایسی تھی کہ انکے مکان کی طرف سے دیہات وغیرہ کے ڈاکہ زن نہیں  
 نکلتے تھے۔ نقل مشہور ہو کہ انکی ایک لڑکی تھی ایک بار اسکی دایہ نے کچھ بیدردی سے اسکے  
 سر کے بال صاف کیے جس سے وہ چین ہو گئی میاں نصاحبہ نے اس دایہ کی لڑکی کو آگ کی  
 آگٹھی میں ڈال دیا اور کہا کہ اب تجکو دوسرے بچے کا قلق آئیگا۔ یہ اپنے باپ کی طرح بہادری میں  
 بینظیر تھیں گو عورت ذات تھیں مگر دلاوری و جوانمردی میں مردوں سے بڑھی ہوئی تھیں انہیں  
 شجاعت کا جو ہر موردی طور پر اپنے دادا نانا سے پہونچا تھا میاں نصاحبہ قلعہ کے باہر محلہ  
 لوہانی میں رہتی تھیں اور وہیں انکی دیورہی اور فوج اور دیگر کارخانے بھی تھے۔

ستہ جلوس میں جب محمد شاہ بادشاہ نے امرے پاسے تخت کے نام فرامین صادر کیے  
 ۱۷ سال بست و ششم جلوس محمد شاہ فرامین شاہی بنا بر طلبی امرایان صادر شد و مجدداً فرامین طلبی ابابنا حضور خان



تو منہ بولا کہ امر کے ابو منصور خان صفدر جنگ صوبہ دار اور دھکے نام بھی فرمان سالانہ

[illegible]

اس عرصہ میں زوجہ خان بہادر خان نے اپنے شوہر کے بھتیجے نواب عبداللہ خان کو  
 زین الدین کی شکایت بادشاہ کے حضور میں پیش کی اور ان کے ظلم کا استغاثہ کیا اور ان کے  
 طرح طرح کے مظالم بیان کیے اور یکدی کی قربت کا حال کچھ ظاہر نہیں کیا چونکہ پاس  
 عزت ہو صاحبہ کا بادشاہ کو بہت تھا لہذا جو فرمان طلبی کا ابو منصور خان صفدر جنگ کے  
 نام صادر ہوا اس میں یہ حکم تحریر کیا گیا کہ عبداللہ خان نام جو شاہجہانپور کا زمیندار نہایت  
 متمرد اور سرکش ہے وہ ناحق شناس مابعد دولت کے متوسلوں سے عداوت رکھتا ہے زوجہ  
 عزیز القدر خان بہادر خان کو اکثر اوقات ایذا پہونچاتا ہے چونکہ مسکن اسکا تھا رے اٹھلے  
 راہ میں ہے لہذا شاہجہانپور پہونچنے کی وقت نامبروہ کو مقید کر کے ہمارے رو برو لا تا چاہیے  
 اگر وہ تمہاریسے پیش آئے تو اسکا سر کاٹ کر ہماری درگاہ میں حاضر کرنا چاہیے جب جنگ  
 او دھ سے روانہ ہو کر شاہ آباد میں پہونچے تو رات کی وقت اپنے لشکر کے دو سالاروں کو  
 حکم دیا کہ ہمارے پہونچنے سے پیشتر تم شاہجہانپور جانا اور وہاں عبداللہ نام ایک زمیندار  
 اسکو مقید کر کے ہمارے رو برو لانا اگر وہ مقابلہ کرے تو اسکو کمرہ کی اسکو سزا پہونچانا  
 وہ سالہ دار نواب عبداللہ خان سے واقف تھے انھوں نے عرض کیا کہ نواب عبداللہ خان  
 وہاں کا سردار ہے اور نواب بہادر خان ہر اول لشکر شاہجہانی کا پوتا ہے اسکو دادانے  
 ہزار ہا افغان ولایت لاکر شاہجہانپور آبا و کیا اور ہر ایک چٹان زمین کا اپنے آپکو رستم  
 زمانہ سمجھتا ہے ستر ہزار چٹان شریف القوم اس کے فرمان کے تابع ہیں اگر حضور بادشاہ  
 بذات خاص بھی متوجہ ہوں تو امید ہے کہ سالہ سال میں اسکا کام تمام ہو اور اس شہر میں  
 اولاد نہیں افغانوں کی ہے جنھوں نے خانبھان لودی کے ساتھ شاہجہان بادشاہ کا مقابلہ  
 کیا ہے اور تندر محمد خان الی تو ران کو لے وید خشان سے بیدخل کر کے بھاگ گیا ہے اور ہمارے

نواب لیر خان کے ملک آسام کو تہ تیغ بیدریغ کیا اور تمام دفتر انکی بہادری سے بھرے ہوئے ہیں عبداللہ خان کا سر کاٹا کوئی سرسری کام نہیں ہوا اسکے علاوہ عبداللہ خان بلکہ جسقندرا و لاد بہادر خان و لیر خان کی ہوا سے سلطانی حکم سے کبھی سرتابی نہیں کی بلکہ جس کسی امیر نے بادشاہ کے ساتھ ٹکھرامی کی سپہ نواب لیر خان کی اولاد طعنہ زن ہوئی اگر حضور نواب عبداللہ خان کو طلب فرمائیں گے وہ حضور کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے آئندہ جو حکم حضور کا صادر ہو ہم بجالائیں جب صفدر جنگ کو عبداللہ خان کا یہ حال معلوم ہوا تو حکم دیا کہ ایک تمین سے جا کر انکو باکرام تمام لائے چنانچہ سالہار پشیر و انہ ہوا اول عبداللہ خان کے پاس جا کر ملاقات کی اور کل حال اور انکے متعلق جو حکم بادشاہی صادر ہوا تھا مفصل بیان کیا اس عرصہ میں جناب عالی یعنی نواب صفدر جنگ قریب شاہجہانپور کے موضع لودھیوین جا کر خیمہ زن ہوئے اسوقت نواب عبداللہ خان اپنے مکان سے نہایت شان و مجل سے برآمد ہوئے اور ساٹھ ہزار چھان جہاز اپنے جامہ کے دھن کمر سے باندھے ہوئے اور تلواریں ہاتھ میں لیے ہوئے دف اور دوتا رہا بجلتے اور ستون کی آواز آسمان پر پہونچاتے تھے ساتھ لائے ان ٹھکانے کے علاوہ دوسری جماعت عیال کی بھی سواری کے ہمراہ تھی جسوقت انکی سواری لشکر کے قریب پہونچی رسالہ دار نے تھوڑی دیر پشیر اگر اس امر کی اطلاع دی اسوقت نواب صفدر جنگ اپنی مسند سے اٹھے اور قریب سراپردہ کے جا کر تھوڑا سا اسکو چاک کیا اور سواری کی شان و شوکت اور انکی جمعیت ملاحظہ کی اسکے بعد نواب عبداللہ خان خیمہ میں داخل ہوئے اور جب فرش پر پہونچے تو نواب صفدر جنگ مسند سے اٹھے اور کچھ آگے بڑھ کر معافقہ کیا اور حالات دریافت کیے انھوں نے مفصل طور پر خاندان کی

موروثی نفسانیت اور زوجہ خان بہادر خان کی باہمی عداوت کا قصہ بیان کیا  
 ماوراذاتی رُسوخ اور اپنے باپ بھائی کا تذکرہ جو فرخ سیر کے حالات میں تحریر  
 ہو چکا ہے اور کچھ اپنے بزرگوں کی شجاعت کے کارنامے سنائے جنکو نواب  
 صفدر جنگ نے ستر فرمایا کہ تمھاری راستگویی میں کوئی شک نہیں ہے مہمنے  
 بھی یہ واقعات زبانی معتمد و نکلے سنے ہیں لیکن مفصل حال معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ  
 تمھارے ہیں اسلیے دریافت کرتا تھا کہ آپ اسوقت کہاں ہیں اب حال معلوم  
 ہوا خاطر جمع رکھیے میں دہلی جاتا ہوں انشاء اللہ آنہر بان گے ہاتھ سے عمدہ کام  
 لیے جائیں گے بعدہ عبد اللہ خان کو نہایت عزت سے رخصت کیا اور خود دربار  
 شاہی کو روانہ ہوئے۔

عبد اللہ خان کے والد کا نام نواب زین الدین خان تھا جو نواب غیرت خان کے  
 فرزند تھے اور نواب غیرت خان نواب بہادر خان کے خلیفہ الرشید تھے  
 نواب زین الدین خان نہایت شجاع اور جری شخص تھے مگر مغلوب الغضب اور تند  
 مزاجی میں ضرب المثل گذرے ہیں۔ انکا جملہ ذکر اوپر معرض تحریر میں آچکا ہے  
 نواب زین الدین خان اور نواب عزیز خان میں ہمیشہ نا اتفاقی رہی اور چچا بھتیجوں  
 کے باہم کبھی صفائی نہ ہوئی نواب زین الدین خان خانہ نشین اور کاروبار ریاست  
 میں مشغول رہتے اور نواب عزیز خان بادشاہی دربار کے حاضر باش شاہی  
 خدمتوں پر مامور رہتے تھے زین الدین خان بظاہر اپنے چچا کے خوف سے  
 دیوانے بنے ہوئے تھے مگر انکے حرکات و سکنات تو دیوانہ بکار خویش  
 ہشیار کے پورے مصداق تھے۔ انکے خوف سے اکثر مکانات شام

سے بند ہو جاتے تھے اور جدھر سے انکی آمد ہوتی لوگ اس طرف کے کوچہ و بازار  
 سے ایسے بدحواس ہو کر بھاگتے تھے کہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جاتے تھے اور یہ اکثر  
 رات میں فقیری لباس پہن کر گشت کیا کرتے تھے وقایع نویس نے اکثر اوقات  
 نواب عزیز خان کے اشارہ سے انکی شورش اور بد مزاجی کے حالات بادشاہ کے  
 حضور میں پہونچائے لیکن بادشاہ نے بخیال قدامت و خیر خواہی نواب بہادر خان  
 کے کہ جو انکے دادا تھے انکے بے باکانہ حرکات اور بے ادبانہ اطوار سے چشم  
 پوشی کی ایک روز بادشاہ نے نواب عزیز خان سے سر دربار فرمایا کہ آپ اپنے  
 دیوانہ بھتیجے کا علاج نہیں کرتے نواب عزیز خان نے اسکے جواب میں یہ عرض کیا  
 کہ اسکے لیے بجز قتل کے اور کوئی داروے شفا نہیں ہے اور خود انکے قتل پر کمر  
 باندھی مگر بادشاہ نے بسبب حم ذاتی کے اسکا تدارک نہ کیا اور فرد واقعہ پر دستخط  
 خاص کر کے یہ تحریر فرمایا کہ بر دیوانہ حکم سیاست ناجائز اس عرصہ میں  
 سمبھو نام کا بنجارہ جو بادشاہی لشکر میں غلہ وغیرہ کی رسد پہونچاتا تھا حسب اتفاق  
 شاہجہانپور میں وارد ہوا زین الدین خان نے اس سے ہزار بارو پے کی شکر لیکر  
 خود برد کر لی بنجارہ مذکور نے بادشاہ کے حضور میں استغاثہ کیا وہاں سے تادیباً  
 نور احمد نام ایک شخص مقرر کر کے بھیجا گیا کہ یا تو راضی نامہ زین الدین خان مستغث  
 سے لیکر داخل کرین یا خود حضور میں حاضر ہوں حسب احکم بادشاہی فرستادہ  
 شاہجہانپور آیا اور وہ یہاں سے جب واپس گیا تو اسنے بادشاہ سے عرض کیا  
 کہ زین الدین خان و حقیقت ہوشیار ہے اور بظاہر دیوانہ ہے فدوی کے ساتھ  
 اسنے عجب سلوک کیا ایک روز رات کے وقت دو بچہ کی روٹیاں لایا اور

کچھ ساگ کے ساتھ اسنے مچو کھلائیں ملازم اُسکے مجنونانہ حرکات سے اسکو اکثر  
 غلہ مکانین مقفل رکھتے تھے مگر وہ ایک روز اندر سے آیا اور مجھ سے بہت منت  
 سماجت کے ساتھ عذر خواہ ہوا اور اپنے چچا عزیز خان کو بہت گالیان دین۔  
 انکی والدہ دیوان یوسف خان کی بیٹی تھیں جو اپنے چچا زاد برادر غیرت خان کو منسوب  
 تھیں یہ باپ بیٹے دونوں خوش رو جوان تھے راقم نے ان ہردو کی تصویریں دیہی  
 ہیں شجاعت و امارت بشرہ سے برستی ہے۔ نواب زین الدین خان نے اپنی  
 تصنیف کا یہ شعر جو بطور مسجع کے ہے مہر پر کندہ کرایا تھا چو بافرخ سیر  
 سلطانی آمد بہ زین الدین بہادر خانی آمد اور یہ شعر بھی اچھا جو اکثر انکے ورد  
 زبان رہتا تھا بہت خوب ہے مہجوسیاب تانکشتہ شوم بہ نکم ترک  
 بیقرار یہاں انکی شہادت کا واقعہ شمس العلماء مولوی ذکا اللہ نے بھی تاریخ  
 ہندوستان کے صفحہ (۱۰۵) جلد نہم میں تحریر کیا ہے کہ زین الدین خان فرخ سیر  
 اور جہاندار شاہ کے معرکہ میں کام آئے ہیں جسکا تذکرہ راقم نے اوپر بیان  
 کیا ہے۔

نواب زین الدین خان کے پانچ فرزند تھے اول نظام الدین خان جو اپنے والد کے  
 ہمراہ سلطان فرخ سیر کے معرکہ میں ۱۶ برس کی عمر میں جان بحق ہوئے۔ دوسرے  
 نواب لطف اللہ خان یہ اپنے باپ کی شہادت کے وقت ۱۴ برس کے تھے  
 یہ فرخ سیر کے رسالہ دار تھے اور ہمیشہ بادشاہ موصوف کے ہمراہ رہا کرتے  
 تھے فرخ سیر کی معزولی میں سادات بارہہ کے ہتھیال نہونے سے قتل ہوئے  
 انکی عمر ۱۹ برس کی تھی۔ یہ دونوں لا ولد رہے۔ انکی حویلی کو ملہ فیروز شاہ معروف بہ

قدم مبارک کے قریب تھی اور مزار انکا چھیلی باغ گوہر آرا بیکم میں متصل دہ گاہ خواجہ  
 باقی باللہ کے پرانی دہلی میں ہے تیسرے بیٹے تاج الدین خان تھے جنکے بابت  
 یہ کہا جاتا ہے کہ انکو خان بہادر خان نے بوجہ موثری عداوت کے بادشاہ کے روئے  
 باغی ظاہر کر کے قتل کیا تھا اور اسکا قصہ یون لکھا ہوا ہے کہ خان بہادر خان جو محمد شاہ  
 بادشاہ کے استاد اور بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل رکھتے تھے انھوں نے باؤشاہ  
 سے انکی بغاوت بیان کر کے اجازت قتل کی حاصل کر لی تھی تاج الدین خان کسی  
 تقریب میں شاہ آباد آئے ہوئے تھے اور یہاں سے شاہجہانپور واپس جا رہے تھے  
 موضع کنواری میں خان بہادر خان سے مقابلہ ہو گیا اسوقت تاج الدین خان نے  
 اپنے دونوں چھوٹے بھائی یعنی نواب عبداللہ خان و ظہور الدین خان کو مصلحتاً ہاتھی  
 پر سوار کر کے اپنے مصاحبوں کے ہمراہ نواب نگیش کے یہاں جسے دوستانہ مراسم  
 تھے فرخ آباد بھیج دیا اور آپ تنہا گھوڑے پر سوار ہو کر خوب لڑے اور بہت سے  
 لوگوں کو زخمی کیا آخر خود بھی چند تلوار و نیزوں کے زخم کھا کر شہید ہوئے اور دوسری  
 روایت میں یہ ہے کہ تاج الدین خان کو خان بہادر خان نے تسلی دیکر اپنے  
 ہاتھی پر سوار کر لیا اور مصری پور میں لیا کر خمیہ میں اتار کر نظر بند کر لیا اور افضل خان  
 بایں خیل نے جو خان بہادر خان کے لشکر کے ہراول تھے رات کے وقت قتل  
 کیا اور انکا سر بادشاہ کے حضور میں بھیجا جو دہلی میں متصل مزار خواجہ باقی باللہ کے  
 مدفون کیا گیا اور نقش مصری پور میں دریائے کھنور پر دفن ہوئی اور یہ زمانہ ۱۱۳۸ھ  
 کا تھا۔ بعد ازاں خان بہادر خان کے افضل خان کو نواب ظہیر الدین خان نے  
 اپنے باپ کے قصاص میں قتل کیا۔

اب نواب زین الدین خان کے دو بیٹے خرد سال جبکہ نام عبد اللہ خان و ظہور الدین خان تھا باقی رہے نواب عبد اللہ خان کو بعد انتقال خان بہادر خان کے پھر عروج حاصل ہوا اور محمد شاہ بادشاہ کے حضور سے خلعت شش پارچہ و سہ رقم جو اہرات اور خطابے بن الدین خان بہادر ختائی کا عطا ہوا تھا اس سر فرازی کی تفصیل یہ ہے کہ جب زوجہ خان بہادر خان کی شکایت سے نواب منصور علی خان صفدر جنگ نے نواب عبد اللہ خان کو بلایا تھا اور جسم انکی ذاتی شجاعت اور باہمی عداوت جو نواب عزیز خان کے گھر سے تھی نواب صفدر جنگ دریافت کر چکے تو ان سے وعدہ کیا تھا کہ جب کوئی مهم پیش آئیگی تو آئیں گے اور انہیں کو بلایا جائیگا۔

چنانچہ اسکے بعد صفدر جنگ کے اونٹ نواب علی محمد خان روہلہ کی علمداری میں چلائی گئے اور روہلہ کے آدمیوں نے نواب صفدر جنگ کے شتر بانوں کو زخمی کر کے اپنے حدود سے باہر نکال دیا تو نواب اودھ نے نواب علی محمد خان کے اخراج کی تدبیریں کیں اور بادشاہ کو ان سے برہم کر کے فوج کشی کا ارادہ کیا عہدہ الملک امیر خان کو ہموار کیا راجہ نول رائے اپنے ملازم و مصاحب کو بلایا اور نواب عبد اللہ خان رئیس شاہ جہانپور کو بھی طلب کیا اگرچہ نواب کے کارپردازوں نے بطور فہمائش کے ان سے عرض کیا کہ آپ کے شاہ جہانپور کے علاقہ کی سرحد روہیلوٹی سرحد سے ملی ہوئی ہے آپ اس جنگ میں نہ شریک ہوں ورنہ روہلوٹ کے عمل قائم رہینگے بعد آپ کے علاقہ کی بربادی ہو جائیگی نواب صاحب نے یہ جواب دیا کہ میں بمقابلہ بادشاہ کی نافرمانی اور امیر عظیم کی وعدہ خلافی کے جسمین دارین کی خرابی متصور ہے اپنی ریاست کا کوئی خیال نہیں کر سکتا چنانچہ نواب عبد اللہ خان



دس بارہ ہزار چھان لیس کمر راجہ نول رائے کے ساتھ جو صوبہ اودہ سے آئے تھے شاہجہاںپور سے نواب صفدر جنگ کی مدد کو روانہ ہوئے اودہ دہلی سے محمد شاہ بادشاہ ۲۰ جلوس میں معہ امرا اور لشکر کے روہی کی تاراجی کے لیے بریلی و انولہ کی طرف آئے سعد اللہ خان ابن علی محمد خان ثابت جنگ مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے اور حصار بن گدہ کی طرف مفرور ہو گئے اس وقت نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی وساطت سے بادشاہ کی ملازمت سے مشرف اور خلعت و خطاب مذکورہ بالا سے سربلند ہوئے۔ اس معرکہ میں نواب عبداللہ خان صفدر جنگ کی فوج کے ہراول مقرر ہوئے تھے۔

بعد ازاں علی محمد خان کی خطا بادشاہ نے معاف فرمائی اور پھر وہ ملازم شاہی ہو کر امرا میں منسلک ہوئے۔

روہیلون کے اس انقلاب میں غلام خان جو روہیلون کے سردار تھے دو ہزار سوار لیس کمر شاہجہاںپور چلے آئے اور نواب ظہور الدین خان کے پاس ملازم ہوئے۔

اس عہد میں دو ہزار کے قریب دیہات شاہجہاںپور کے نوابوں کے پاس تھے جس میں دیہات بدایون و پرگنہ کانٹ وغیرہ نواب ظہور الدین خان کے حصہ میں آئے تھے جب ان کے پاس روہیلون کی جمعیت آگئی تو انھوں نے روہیلون کے اغوا سے پوایان وغیرہ کے دیہات جو ان کے بھائی نواب عبداللہ خان کی ملکیت میں تھے ان پر دست درازی شروع کی اور اپنے بھائی کو شاہجہاںپور کے قلعہ میں قید کر لیا۔ شاہباز خان تبنہ بھی ساتھ میں تھے نواب عبداللہ خان قلعہ کی کھڑکی سے باہر نکلتے سمعیل خان کانٹر کے یہاں پہنچے اور ملک زمان خان کے

نام بابت بلانیکہ رقعہ لکھا اور خود عظیم خان خلیل کے یہاں چلے گئے اور وہاں شیخ جی موسومہ بہ محمد اکرم کو بلایا اور حسین خان کو لباس نوشاہہ کا پہنایا اور اپنے ساتھ ایک بڑی جماعت خو خوار پٹھانوں کی لیکر لڑائی کو گئے اور ہر ظہور الدین معہ عظیم خان روہلہ کے قلعہ میں جنگ کے لیے مستعد ہوئے عبد اللہ خان نے دو ہزار پٹھانوں سے قلعہ پر یورش کی اور روہلون نے بند و توکی بار بھر پر کھ لیا مگر شیخ محمد فضل و نواب عبد اللہ خان نے رستہ نہ حملہ کر کے قلعہ کا دروازہ کھول لیا اور اندر کھس گئے اور دونوں جانب سے دست و گریبان کی نوبت پہونچ گئی گویا عظیم شاہ و معظم شاہ کی جنگ کا نمونہ تھا مگر نواب عبد اللہ خان کا قبسال بر سر اوج تھا روہلون کے سردار عظیم خان مار گئے اور انکی جمعیت میں ترنزل ہو گیا اور ادھر سے بھی بہت پٹھان کام آئے اب تک ظہور الدین خان مقابلہ پر نہیں آئے تھے شیخ محمد فضل اور چند سردار اور کچھ سپاہ قلعہ کے خاص دروازہ پر پہونچی اور نواب عبد اللہ خان نے بڑے محل کے دروازہ سے پیش قدمی کرنا چاہی ہوئی ظہور الدین خان جو وقت کے منتظر تھے مسند سے اٹھے اور جیسا کہ شیر بکریوں کے گلہ پر آتا ہے جھپٹے شاہباز خان جو مقید تھے انکے قتل کا حکم دیا اور وہ فوراً مضاحیوں کے ہاتھ سے تہ تیغ ہوئے۔ بعدہ وہ خود متوجہ کارزار ہوئے۔ اب نواب ظہور الدین خان اور نواب عبد اللہ خان دونوں بھائیوں کا مقابلہ ہوا چونکہ دونوں گل ایک ہی شلخ کے تھے اور ہر دو شیر ایک ہی نیستان کے تھے ایک دوسرے پر حملہ کر کے قتل کرنیکی سبقت چاہتا تھا آخر ظہور الدین خان زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرے اور دو ہزار آدمی طرفین کے قتل ہوئے

نواب عبداللہ خان کی فتح ہوئی تو اب عبداللہ خان نے اپنے بھائی زخمی کو خاندانہ شہاب الدین خان کو جو انکے حقیقی بہنوئی تھے علاج کے لیے حوالہ کیا، اسم صہ میں ظہور الدین خان نے تدبیر کر کے راجپوتوں کو جنگل میں فراہم کیا اور قلعہ جھین لینے کا قصد کیا شہاب الدین خان نے اپنی بدنامی اور سازش کے الزام سے نواب عبداللہ خان کو اس امر کی اطلاع دی نواب نے زخمی بھائی کو بلا کر اپنی نگہداشت میں رکھا۔

کہتے ہیں کہ ایک روز نواب عبداللہ خان اپنے بھائی کو دیکھنے گئے انکے زخم اچھے ہو چلے تھے مگر انھوں نے طیش میں آکر سب ٹانگے زخموں کے توڑ ڈالے اور گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے اسوجہ سے انکو نہایت اذیت ہوئی اور اسی میں انکا انتقال ہو گیا نواب عبداللہ خان نے موضع کھریا اپنی بہن بصیرن بی بی کو خاندانہ مرحوم کی فاتحہ کی غرض سے دیا جب اس جھگڑے سے فرصت ہوئی تو نواب عبداللہ خان اور روہلونکے باہم چشمک ہوئی عبداللہ خان علی محمد خان روہلہ کی ملاقات کو گئے تو انھوں نے عظیم خان مقتول کے بھائیوں سے میل کر دیا اور انکے قیامی مکان پر روہلون کو لا کر دو سو روپے کی شیرینی منگا کر فاتحہ خیر پڑھی اور ایسا ہی نواب عبداللہ خان کو انکے بیان لیا کر انکی طرف سے دو سو روپے کی شیرینی منگا کر تقسیم کروادی اسکے بعد حافظ الملک رحمت خان نے اپنے بیٹے ارادت اللہ خان کا عقد نواب عبداللہ خان کی دختر سے کیا حافظ رحمت خان جو ایک صوبہ کے مالک تھے وہ معہ فوج اور سرداران روہلہ کے بڑی دھوم سے بارات لیکر شاہجاہنپور آئے نواب عبداللہ خان

کے بیان بھی لکھو اور دہلی کے امرا اگر شریک ہوئے تھے جہیز کا سامان اور کھانوں کے اقسام شاہی خاندان کے طریق پر تیار کیے گئے تھے سلامی مین دیات بھی داماد کو دیے تھے اس دھوم کی شادی دوبارہ شاہجہانپور مین نہونی ہوگی۔ اسکے بعد جب شاہنژادہ عالی گوہر مخاطب بہ شاہ عالم ثانی بادشاہ دہلی سے وسیعہ کے زمانہ مین صوبہ الہ آباد جانیے قصد سے شاہجہانپور ہو کر نکلے تو نواب عبداللہ خان نے حاضر ہو کر نذر پیشکش گذرانی تھی اور شاہنژادہ موصوف نے اس وقت زین الدین خان بہادر چغتائی کے ساتھ اپنی طرف سے صولت جنگ کا خطاب بھی مرحمت کیا تھا۔

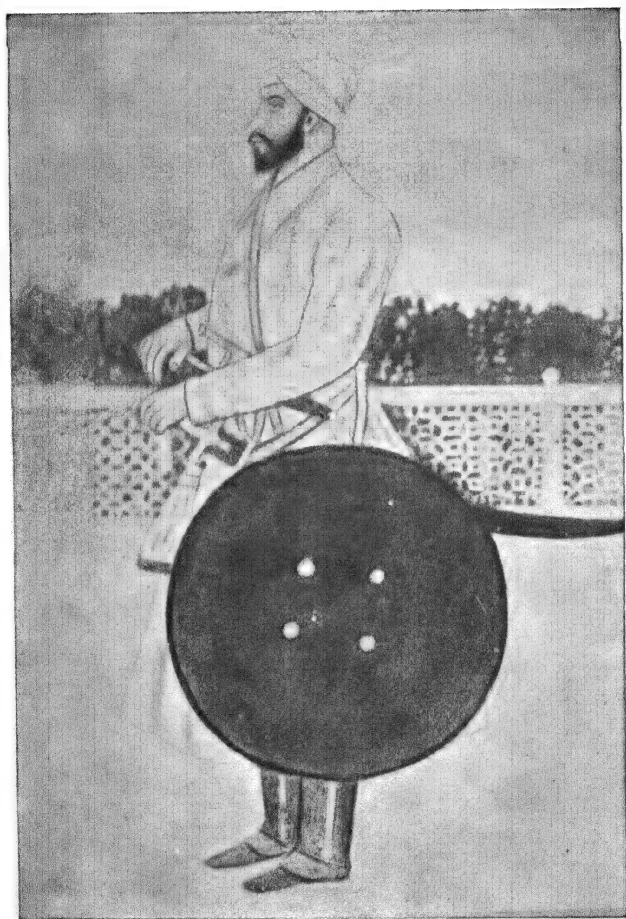
جس زمانہ مین کہ نواب قاسم علیخان بنگالہ سے شکست پاکر شاہجہانپور آئے مین تو نواب عبداللہ خان اس وقت موجود نہ تھے حافظ رحمت خان کی ملاقات کو گئے ہوئے تھے مگر اونکی بیوی نے انکو نہایت توقیر سے رنگ محل مین ٹھہرایا اور سامان ضروری انکے پاس بھیجا دیا جب عبداللہ خان شاہجہانپور واپس آئے تو بہت خوش ہوئے اور مہینوں نواب بنگالہ کو ممان رکھا اور ممان نوازی کی کوئی حد اٹھا نہ رکھی۔ نواب عبداللہ خان کو نواب شجاع الدولہ بہادر کینجہ تین بھی بہت تکلفی تھی اور معرکہ حافظ رحمت خان مین عبداللہ خان نے شجاع الدولہ کو شاہجہانپور سے ہو کر جانیکی راہ دیدی تھی اور انھیں امور کے لحاظ سے نواب شجاع الدولہ نے احکا علاقہ قائم رکھا تھا اور انکے داماد ہونیکے وجہ سے ارادت خان سپر حافظ رحمت خان کو امن دی تھی غرض کہ نواب عبداللہ خان نے نہایت آسائش و ناموری و چشمہ ظاہری سے زندگی بسر کی آخر وقت مین گردش فلکی سے کچھ اٹار متزل کے پیدا

ہو چلے تھے کہ وہ دنیا سے ملک عدم کو چلے بسے۔

## دریا خان

خانموصوف نواب دلیر خان بانی شاہ آباد اور نواب بہادر خان بانی شاہ جہانپور کے والد ماجد تھے یہ بڑے شجاع اور با وضع امیر اور قوم کے افغان باقرزی تھے داودزی ایک بڑی قوم پٹھانوں کی ہے اوسکی شاخ باقرزی بھی ہے۔

دریا خان کا اصلی وطن قصبہ بربر تھا جو پیشاور کے نواح میں چند کوس سمت مشرق شمال واقع ہے اس کے رئیس و سردار تھے اور انکے پاس وہاں دیہات و باغات وغیرہ کثرت سے تھے اہل ولایت کا دستور ہے کہ وہاں کے سردار کو خان بولتے ہیں چنانچہ یہ بھی خان کے لقب سے مشہور تھے انکے باپ دادا کے وقت سے سرداری علی آتی تھی دریا خان کے والد کا نام ابراہیم خان تھا دریا خان کاشتکاری اور گھوڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے تبلیغ اخبار محبت میں ہے کہ شاہی ملازمت سے پیشتر بھی دریا خان ہندوستان آئے تھے ان ایام میں شیخ رکن الدین بازید خیل ایک منصبدار شاہی تھے وہ ایک درویش سے نہایت اعتقاد رکھتے تھے حسب ارشاد اون درویش کے دریا خان کو صاحب اقبال دیکھ کر شیخ رکن الدین صاحب نے اپنی بیٹی انکے نکاح میں دی تھی اور یہ ازدواج قصبہ حسن پور جو دریائے گنگا کے کنارہ قلعہ مراد آباد میں واقع ہے عمل میں آیا تھا اسکے بعد پھر ہواے وطن نے کشش کی اور دریا خان اپنے وطن کو واپس چلے گئے اسکے بعد سنکے آئین کا سبب سے خود بخود یہ پیدا ہوا کہ میرالامیر خان جو خانبہان خان لودھی



دریا خان

نور محمد خان دریا خان  
نور محمد خان دریا خان



نام سے مشہور ہے وہ نہایت جلیل القدر منصبدار تھا اور آخر میں ترقی کر کے  
 صلابت خان یار وفادار سپہ سالار کے خطاب سے جہانگیر بادشاہ نے اسے  
 سرفراز کیا تھا وہ تمام ہندوستان کی فوج کا سپہ سالار اور ملک دکن کے  
 کئی صوبوں کا صوبہ دار رہا ہے وہ ایک مرتبہ اپنے وطن افغانستان کو گیا تھا  
 حسب اتفاق بتقریب شکار ایک جانور کے پیچھے گھوڑا دوڑاتا ہوا قصبہ بربر میں  
 پہونچ گیا اسوقت وہ تقدیر سے تنہا تھا اور نہایت پیاسا تھا اسنے دریا خان کے  
 خادم سے پانی مانگا چونکہ صورت اور سیرت سردار کی نہیں چھپی رہتی دریا خان کی  
 نظر جب خانجہان پر پڑی اسکو سردار سمجھ کر گھوڑے سے اتار لائے پانی اور پکھل  
 کھانا حاضر کیا خانجہان اس حسن اخلاق سے نہایت درجہ راضی ہوا اور اپنی دستار  
 بدل کر انکو اپنا بھائی کہا اور باصرار تمام اپنے ہمراہ نور الدین جہانگیر بادشاہ کے حضور  
 میں لایا دربار شاہی میں اسنے دریا خان کو پیش کر کے اسنے نذر دلوائی اور انکی شرف  
 خاندانی اور موروثی اعزاز کی بہت کچھ مدح کی اور اپنے ساتھ جو عمدہ برتاؤ کیا تھا  
 وہ بھی بیان کیا جیسر بادشاہ نے بنظر عزت افزائی خود دریا خان سے مخاطب ہو کر  
 مختلف حالات دریافت فرمائے اور خلعت و منصب سے سرفراز فرمایا پھر  
 دریا خان اور خانجہان کے درمیان اسقدر دوستی اور محبت کو ترقی ہوئی کہ صفیہ  
 اخوت پڑھا گیا بادشاہ مدوح نے اول دریا خان کو منصب  
 ہزاری ذات اور ہزار سوار کا مرحمت کیا اور اسکے بعد  
 انکا اسقدر سوخ بڑھا کہ شاہزادہ خورم ملقب بہ شاہجہان کا جہانگیر بادشاہ نے  
 دریا خان کو سپہ گری کے فن میں اتالیق مقرر کیا اور انکے بیٹے سرایدال خاں ملقب بہ



بہادر خان کو جنگی عمر اوسوقت ۱۵ سال کی تھی وہ شاہزادہ کے امرا و مصاحبین میں منسلک ہوئے دریا خان نے خدمات بادشاہی کو نہایت عمدہ طور سے ادا کیا اور اکثر معرکوں میں افواج شاہی کے ساتھ شریک ہو کر فتوحات حاصل کیں یہ بیان مُصنّف اخبار محبت کا ہے اور مُصنّف ماثرا لامر نے کسی قدر تفاوضاً ماثرا لامر کے صفحہ ۱۸ ردیف دال جلد دوم حصہ اول میں تحریر کیا ہے کہ دریا خان داودزی ابتدا میں مرتضیٰ خان عرف شیخ فرید کے سلسلہ ملازمت میں منسلک ہوئے اور پھر ایام شاہزادگی میں شاہجہان کے پاس آکر سر بلندی حاصل کی اور یہی مضمون بادشاہنامہ میں شاہجہان بادشاہ نے لکھا یا ہے اس تھوڑے اختلاف کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ جہانگیر بادشاہ کے عہد میں چونکہ مرتضیٰ خان بخشی فوج تھے اسلئے دریا خان شاہی ملازمت کی حالت میں مرتضیٰ خان کی ماتحتی میں رہے ہوں اور پھر شاہجہان نے انکو کار گزار و خوشرو جو ان پاکر اپنی سرکار میں لے لیا ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دریا خان افغانستان سے آکر چنپے مرتضیٰ خان کی ملازمت کی ہو کیونکہ مرتضیٰ خان شیخ فرید کے جو دو حن اول

۱۔ شیخ فرید سادات بخاری سے تھے انکا نسب سید جلال بخاری تک پہنچتا ہے اور سات واسطوں سے امام علی نقی تک منتی ہوتا ہے انکے جد چارم عبد الغفار دہلوی نے اپنے فرزند کو وصیت کی تھی کہ گزار اوقات ہمیشہ کتب کرنا اور سپاہگیری کی نوکری کر کے معاش حاصل کرنا۔ چنانچہ شیخ فرید نے لڑپن میں اکبر بادشاہ کی ملازمت کی اور حسن اطاعت اور کارگزاری سے نہایت قرب امتیاز پیدا کیا شجاعت اور عقلندی میں مشہور ہو کر زمرہ امرا میں کھیلے روزگار ہوئے جہانگیر نے تخت نشینی کے بعد انہیں مرتضیٰ خان کا خطاب دیکر گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا شیخ کمال ظاہری و باطنی دونوں سے آراستہ تھے شجاعت و سخاوت ہر دو اوصاف کے مجموعہ تھے انکی فیاضی کا دروازہ

فیض و برکات کا غلغلہ تمام ہندوستان میں بلند تھا وہ ایسے امیر فرشتہ جھلتے  
بقیہ صفحہ ماقبل اہل عالم کے لیے کھلا تھا جو کوئی اسکے پاس پہنچا محروم نہ رہا جب تک دربار کو نہیں جاتا  
تھے کس پادکشش و درویش کو توفیق حاصل کرتے تھے اور اسنے ہاتھ سے بجز بزرگاری اشرفی و درویشی کے  
اور کچھ نہ دیتے ایک روز ایک درویش سات بار کر رہا لیکیا آٹھویں بار شیخ نے کہا کہ ایسا نہ کہ لوگ  
جائیں اور تم سے لے لیں اہل خانقاہ اور ارباب توکل و متابعین و بیوہ مستورات کے لیے جو بیوہ  
و سالانہ مقرر تھا حاضر و غائب او کو برابر پہنچاتے تھے انکی جاگیر و معاش سب اسی میں صرف ہوتی  
تھی سادات کی ایک فوج پانی پیتی اور انکے کل مصارف ادا کرتے تھے ایک سال میں تین بار خلعت  
لوگوں کو عنایت کرتے بعض دوستوں کو ایک لاکھ روپے تک سالانہ دیتے تین ہزار خوش لباس سوار  
منتخب تیار کیے تھے کبھی خویلی میں غریبے ایک بار شیر خان تارین رخصت لیکر وطن گیا پانچ چھ سال کے  
بعد آیا دوار کا داس بخشی تنخواہ سے کہا کہ اسے خرچ وید و اسے فردا ماضی و غیرہ حاضری کی تیار کر دی شیخ  
برہم ہوئے کہا کہ تو کہ قدیم ہے اگر مکان پر جا کر عرصہ ہو گیا تو ہمارا کون کام حرج ہو گیا تاریخ زادانی سے  
سات ہزار روپے نکلے کل دلوادینے۔

دو کام اسنے ایسے ہوئے کہ تمام ارکان سلطنت سے انکار تہ بلند ہو گیا تھا اول یہ جب اکبر کا وقت  
آخر ہوا مرزا عزیز کو کہ اور راجا مانسنگ سلطان خسرو کو جو اکبر کا منظور نظر تھا تخت نشین کیا چاہتے تھے مگر  
شیخ نے عین وقت پر جہانگیر کو قلعہ میں لا کر تخت سلطنت پر بٹھلادیا۔ دوسرے یہ کہ جب خسرو باغی  
ہو کر اگرہ سے لاہور تک لوٹا ہوا گیا ہے تو شیخ ہی نے اسے شکست دیکر بھگا دیا جس پر جہانگیر بادشاہ  
فراغت سے شیخ سے لپٹ گیا اور شیخ ہی کے خیمہ میں رات کو رہا اس مقام مفتوحہ پر جو کچھ  
بیروان وال مشہور تھا شیخ کے حسب خواہش پر گنہ فتح آباد کے نام سے موسوم کیا جہانگیر نے  
شیخ کو صاحب السیف و القلم کا خطاب دیا تھا شیخ نے ایک انکشتی لعل بدیشان کی جسکا تلمیذ و حلقہ  
ایک پارچہ لعل سے تراش کر بنایا گیا تھا نہایت خوش رنگ و بھیس ہزار کی قیمت تھی بادشاہ کو پیش  
دی تھی امیر الامرا شریف خان اور مہابت خان شیخ سے نہایت فسانیت رکھتے تھے جب یہ بچھا  
کے صوبہ دار تھے شہنشاہ بھری کو قصبہ پٹان میں انتقال کیا اور دہلی میں اپنے آبائی مقبرہ میں مدفون  
ہوئے حسب وصیت عمارت بنائی گئی ترکہ میں کل ایک ہزار اشرفی چھوٹی احمد آباد میں محلہ کتب خانہ

تھے جنگی نظیر عالم میں ملنا مشکل ہے۔

غرض کہ دریا خان نے شاہجہان کی ایام شاہزادگی میں ایسی ایسی خدمتیں نمایاں کیں کہ روز بروز انکا تقرب بڑھتا گیا مگر آخر میں شاہجہان اور نور جہان کے باہمی نزاع میں انکی ساری خیر خواہی و جان نثاری خاک میں مل گئی قاعدہ ہے کہ جب شاہی خاندان میں حصول تخت کے لیے دو مدعیوں میں جھگڑا پیش آتا ہے اور ایک حقدار غالب آجاتا ہے تو فریق مغلوب کے جتنے طرفدار ہوتے ہیں وہ سب زرد رو اور بدنام ہو جاتے ہیں یہی صورت دریا خان کو پیش آئی نور جہان تو حکمرانی کے لیے چلتا ہوا پرزہ تھی اور شاہجہان ولیعہد اسکا مقابل تھا اگرچہ شاہزادہ حق بجانب تھا اور نور جہان کی نفسانیت بجا تھی مگر چونکہ وہ جہانگیر کے مزاج پر غالب تھی اسلیے تمام ارکان سلطنت اسکی طرف تھے اور خانبہان خان لچ دی بھی اوسیکے جانب تھا اور دریا خان نے خانبہان خان کو اپنا ہتھیار و محسن سمجھا اسکا ساتھ نہ چھوڑتے کہ جان و مال سے بھی دریغ نہ کیا اسوجہ سے دفتر شاہجہانی میں حکمانام ہمیشہ کے لیے خانبہان کی طرفداری اور بادشاہ کی کونکلی کے متعلق تحریر ہو کر مشہور ہو گیا۔

جب تک دریا خان شاہجہان کے ساتھ ایام شاہزادگی میں رہے نہایت تسوئی سے شاہزادہ کی طرفداری اور کارگذاری کر کے ناموری حاصل کی۔ جسوقت کہ شاہجہان کی جاگیر حسین پرگنہ دہلی پر بھی تھا نور جہان نے جہانگیر بادشاہ سے لیکر جتھے صفحہ با قبل انصن کا آباد کیا ہوا ہے اور مسجد و مقبرہ شاہ و جہانگیر کا انھوں نے بنایا۔ دلی میں فرید آباد

و تالاب و دیگر عمارت یادگار چھوڑا و لاڈلین کی تھی وہ بھی لاؤلفوت ہو گئی تھی۔

شہر یار کو دلوائی اوس زمانہ میں دریا خان شاہ جہان پور کی طرف سے اس جاگیر کے ظم  
تھے شہر یار نے اپنے ملازم شریف الملک کو پرگنہ دھوپور کا ناظم مقرر کر کے بھیجا  
اور شریف الملک نے وہاں پہونچ کر اوس پر قبضہ کرنا چاہا تو دریا خان شاہ جہان کی طرف  
سے مقابلہ کو آئے طرفین میں نہایت جدال و قتال پیش آیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ شریف  
الملک مارا گیا ایک تیرا و سکی اٹکھ پر ایسا لگا کہ جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اور دریا خان  
بدستور اس جاگیر پر قابض رہے۔

بعض کتاب میں ہے کہ شریف الملک قلعہ دھوپور پر قبضہ کرنا چاہتا تھا اور دریا خان  
نے اس سے قلعہ چھیننا چاہا اور نتیجہ اوسکا مقابلہ ہوا اور یہ صورت بھی ہو سکتی تھی۔  
کہ نزاع جاگیر پر ہوا اور قلعہ میں ہر ایک ناظم رہنا چاہتا ہوا سیلے فیما بین تلوار چلی ہو  
بہر کیف دریا خان نے فتح پائی شاہ جہان نے دریا خان کی اس وفاداری اور  
اطاعت شکاری سے نہایت خوش ہو کر خلعت فاخرہ عطا فرمایا یہ واقعہ ۱۰۳۳ھ کا  
اس محاربہ سے نور جان حکیم کا مزاج اور برہم ہوا اور آتش حسد بھڑک اٹھی اسے  
جہانگیر کو شاہ جہان کی طرف سے اشتعال دینا شروع کیا شاہ جہان کی عرضداشتوں کو  
نامناسب و قنوین پیش کرایا اور تمام امور ات کو بگاڑ دیا شاہ جہان سے نور جان  
کی مخالفت کا یہ سبب تھا کہ اوسکی ایک بیٹی جو شیر افکن خان سے پیدا تھی باپ  
وہ شہزادہ شہر یار کے عقد میں آئی تھی اسلیے وہ چاہتی تھی کہ میرا داماد شہزادہ  
بادشاہ ہو اگر شاہ جہان بادشاہ ہوا تو میرا یہ سب عروج جاتا رہیگا اور شہر یار کے  
سے دور جنگ دھوپور با شریف الملک نوکر سلطان شہر یار نامی شباغت بر آورده پایہ اعتبار  
برافروخت۔ ماثر الامرا جلد دوم تذکرہ دریا خان۔

سلطنت پانے سے میرا حکم و تصرف سلطنت پر جاری رہیگا۔

مگر شاہجہان ولیعہد اور سب شہزادوں میں لایق تھا بیسیوں بڑی بڑی فتوحات حاصل کر چکا تھا بلکہ بخش بادشاہ کے اوپر غلبہ نہیں پاسکتی تھی حالانکہ پہلے خود ہی نے اپنی بھتیجی ارجمند بانو عرف ممتاز محل سے شاہجہان کا عقد کر لیا مگر اب اس خود غرضی سے بالکل خلاف ہو گئی شاہجہان کے وکیل کی آمد و رفت دربار میں کرا دی اور قندھار کی مہم پر شہزادہ کو نامزد کر کے اسکی انالیقی کے واسطے مرزا صفوی کو مقرر کیا اور شاہجہان کے پاس سے کسی نہ کسی بہانہ سے کل امر کو طلب کئے لیا شاہجہان ان وجوہات سے نہایت مکدر ہوا اور اسنے افضل خان کو اپنے باپ جہانگیر بادشاہ کیندمت میں بھیجا اور اسنے آکر شہزادہ کی طرف سے صفائی حاصل کرنا چاہی مگر نورجہان جہانگیر پر ہسی حاوی

سلطنت نورجہان کا نام مہر النساء تھا یہ غیاث بیگ طہرانی کی بیٹی اور آصف خان کی بہن ہے اسکی اہل خانہ لکھنؤ میں سکنا دیا گیا اور اسکا دادا محمد شریف جو شاہ طہماپ صفوی فرمانروا سے ایران کا وزیر اعظم تھا جب غیاث بیگ کا زمانہ ایران میں ناموافق ہوا تو وہ دوپہر اور ایک دختر لیس کر ہندوستان کو روانہ ہوا اثناسے راہ میں کل اسباب غارت ہو گیا اور بجز خیر سواری کے اور کچھ ساتھ نہ لے گیا جب قندھار میں پہونچا یہ مہر النساء پیدا ہوئی ملک سعود تاجر قافلہ جو اکبر سے نہایت شناسانی رکھتا تھا اسکے احوال سے مطلع ہوا اسنے غیاث بیگ سے نہایت اچھے سلوک کیے اور جب فتح پور میں پہونچا تو تاجر نے کورنے غیاث بیگ کو اکبر بادشاہ کی ملازمت حاصل کرائی اور وہ حسن خدمت سے دیوانی کا بل پر نامزد ہوا اسکے بعد دیوان بیوات ہو گیا جہانگیر نے آغاز سلطنت میں اسے مرزا اعتماد الدولہ کا خطاب دیا اور مرزا خان بیگ وزیر الملک کے ساتھ دیوان وزارت کا شریک کیا مہر النساء عرف نورجہان پہلے ہی سے جہانگیر کی منظور نظر تھی مگر اکبر نے اسکو شیراز میں خان سے بیاہ دیا تھا جس کا نام علی قلی بیگ بہادر تھا اور وہ شاہ ایران کا سفر جی تھا شاہ کے مرہنکے بعد وہ قندھار سے ملتان آیا اور خانخانان سپہ سالار کے ذریعہ سے اکبر کی ملازمت حاصل کی جہانگیر نے علی قلی بیگ کو رانا

ہو گئی تھی کہ کچھ فائدہ نہ ہوا شاہجہان سمجھا کہ اب نامہ و پیغام سے کام نہیں چلے سکتا۔  
 بقیہ صفحہ ماقبل کی ہم میں بہادری و جھک کر شیر افغن خان کا خطاب دیا اور بردوان میں جا کر  
 غایت کی جب قطب الدین خان کو کلتاش بنگالہ کا صوبہ دار کر کے رخصت کیا تو مہر النساء کے  
 بارہ میں اشارہ کر دیا تھا خان کو کہ نے جب بنگالہ پہونچ کر شیر افغن خان کو بلایا تو وہ اس امر  
 پر مطلع ہو کر کہ پر حملہ آور ہوا اور کو کہ کا کام تمام کر دیا کو کہ کے آدمیوں نے اس پر هجوم کیا  
 اور انہی خان کشمیری نے اس سے زخمی کیا وہ باوجود بے انتہا زخموں کے اپنی جرات سے اپنے  
 مکان تک گیا اور چاہا کہ اپنی عورت مہر النساء کو قتل کر کے جھگڑا ختم کر دے مگر مہر النساء کی  
 مان نے اس سے چھپا کر اس سے کہا کہ وہ تو زخمی ہو چکی خبر سن کر کنوین میں گر گئی یہ خبر سن کر  
 شیر افغن خان نے جان دی قتل کی تاریخ (مطابق لوم) ہے اس کے بعد شیخ غیاث جو غاہر زادہ  
 قطب الدین خان کے تھے وہ مہر النساء اور اس کی مان اور اس کی لڑکی جو شیر افغن خان سے  
 پیدا ہوئی تھی لیکر جہانگیر کے پاس لائے وہ چند روز بوجہ قتل کرنے کو کہ کے جو اس کے  
 شوہر کے ہاتھ قہقہہ ہو ا تھا مقہوب رہی۔ پیشتر جہانگیر نے اسے سلیم بیگم اپنی مادر مضع کو سپرد  
 کیا تھا چند روز ناکامی رہی پھر پیام سلام ہونے لگے نور جان نے ایک گلدستہ نرگس  
 کا بادشاہ کے حضور میں پیش کیا اور سختی پر یہ مصرعہ لکھا نہایت نرگس چشم قدرت کر د شوق  
 روئے تو جہانگیر نے اس کے جواب میں یہ مصرعہ لکھا کاش باشد لور ہم در نرگس  
 دلجوئے تو اس کے جواب میں یہ قافیہ شعر نور جان نے جہانگیر کو لکھ بھیجا نور اور چشم  
 از روز ازل جادادہ اندہ بنم اندر پردہ ہاں چہان جمال روئے تو جہانگیر نے یہ رقعہ نور جان  
 کو تحریر کیا۔ مہر روشن آہوے شیر افغن کشیدہ ز کار بر حیر رومی است ملاحظہ گشت  
 خواب است نماز حیلہ نیاز چرا باشد حجاب رعصمت بہتر نیست سخن ہائے قدسی بیکم را آویزہ گوش  
 باید کردے با مہر و مدد حسن بجا گیر دادہ اندہ بہر ت بقلب شاہ جہانگیر دادہ اندہ اس کے جواب  
 میں نور جان نے یہ معروضہ مستم کیا۔ مہر در سایہ ظل الہ است و آہوے شیر افغن در حیرت  
 بخیر بیک پلہ تیر در حرم شاہ رعصمت ہے پردہ چون شمع ہے فانوس و جواب قدسی غیر رعصمت  
 نباشد باقی پردہ پوش مہر سایہ ظل آہ بس مہر تا در خانہ قطب است از جا نہ جنبد

خود باپ کی خدمت میں چلنا چاہیے اور حقیقت معاملہ عرض کرنا چاہیے وہ معہ  
 یقینہ مقہ ما قبل خورشید را کہ نور جاگیر دادہ اند پد باہر آستان جاگیر دادہ اند پد ستم  
 جلیوں مطابق ستمہ جہری میں جاگیر نے نور جانکو دیکھا پھر پڑا عاشق جو شرن ہوا اور ہزار  
 خوشیوں سے اسکو ازدواج میں لایا پہلے نور محل پھر نور جان خطاب دیا اور اسی کیجہ  
 سے اسکے باپ کو وکالت کل اور چھ ہزاری منصب سے سرفراز کیا جب وہ مرنے لگا جاگیر  
 سر ہلے آیا نور جان نے باپ سے پوچھا یہ کون ہے اوستے یہ بیت انوری کی پڑھی ہے آنکہ  
 کاہینے مادر زاد گر حاضر شود و جبین عالم آرایش بہ بند متری و جاگیر کہا کرتا تھا کہ  
 اسکی صحبت ہزار یا قوتوں سے بہتر ہے۔ نور جان یکم حسن ظاہری کے علاوہ باطنی خوبیاں  
 بھی رکھتی تھی بڑی رسانہایت سلیقہ شعار مدبریت کے روزگار بھی بادشاہ کتا تھا کہ جب تک  
 وہ میرے گھر میں نہیں آئی تھی زینت گھر کی نہیں آئی تھی اور اتحاد انی کے معنے کو نہیں جانتا تھا  
 اکثر زیور و لباس و اسباب زیب و زینت کے نور جان نے ایجاد کیے ہیں مثل دودہنی پیشواز  
 پنجتولیہ اذہنی بادلہ کناری عطر جاگیر کی۔ فرش چاندنی وغیرہ۔ جاگیر کا قول تھا کہ مجھے بجز  
 دو کباب اور ایک پیاز شراب کے کچھ نہیں چاہیے سلطنت سے کوئی سروکار نہیں نور جان  
 جانے۔ تمام پروانے اور احکامات نور جان صادر کرتی تھی حتیٰ کہ بجائے بادشاہ کے بھڑکے  
 میں بیٹھ کر امیر و حکام بھی لیا کرتی تھی سکے نام کا تھا ہ حکم شاہ جاگیر یافت صد زیور  
 نام نور جان بادشاہ بیگم زرہ فرماؤں پر یہ عبارت ہو کرتی تھی حکم علیہ عالیہ مد علیا نور جان  
 بیگم بادشاہ۔ نور جان گشت الفضل الہی ہم و ہمراز جاگیر شاہ پتیس ہزاری منصب  
 کے موافق اسکی جاگیر تھی جلہ متعلقین اسکے منصب خانی و ترمانی سے سرفراز تھے حتیٰ کہ  
 ہیرا کنیر دل آرام والی جو اسکی مرضعت تھی بجائے حاجی کو کہ کے صدر اناٹ ہوئی تھی  
 کتہ خویش و تبار از تو از میزید و بحسن یک تن اگر صد قبیلہ از کند پد یہ بیگم بڑی فیاض تھی  
 جس روز عام جاتی تھی تین ہزار روپے کا خرچ مقرر تھا۔ مگر بمقتضائے عورت و ناخص اقلی کے  
 جاگیر بادشاہ کے مزاج کو شاہ جہان جیسے خلف الرشید و لیعد سے جو وارث سلطنت اور  
 شاہ بلند اقبال کے خطاب سے سرفراز تھا منحرف کرنا چاہتی تھی سخاوت کے ساتھ یکم میں

فوج کے اس غرض سے بڑھا مگر اس صورت کو نور جہان نے بادشاہ کے ذہن میں  
یون جمایا کہ وہ مقابلہ کو آتا ہے بادشاہ لاہور سے دہلی روانہ ہوا اور شہزادہ کے  
مصافحہ کے واسطے ایک لشکر مہابت خان کے ہمراہ بھیجا سترہ ہجری کو  
بلوچپور اور قبولپور میں دونوں فوجوں نے زور آزمائی کی مگر اسکے بعد شاہ جہان  
بمقتضائے مصلحت برہانپور چلا گیا اور شہزادہ پر وزیر بشیار لشکر لیکر حسین تین سو  
جنگی ہاتھی اور بیس ہزار سوار تھے بادشاہ کی طرف سے شاہ جہان کے تعاقب میں  
روانہ کیا گیا شاہ جہان کے امراء نے مہابت خان سے سازش شروع کی یہ حالت  
دیکھ کر شاہ جہان دکن کو چلا گیا اور اوڈیسے سے تلنگانہ ہوتا ہوا بنگالہ آیا احمد بیگ حاکم  
کلکتہ راہ ہوا مگر شاہزادہ نے شکست دیکر ملک بنگالہ پر قبضہ کرنا چاہا اور

بقیہ صفحہ ماقبل شہادت بھی تھی شیرون کا شکار کھیلتی تھی چنانچہ اسکے متعلق جاگیر نے یہ شعر  
حسب حال لکھا تھا نور جہان گرچہ بصورت زن است بد و صفت مردان زن شیر و گن است  
جہانگیر نے عید کا چاند دیکھ کر یہ مصرعہ پڑھا ہلال عید براوج فلک ہویدا شد بد نور جہان  
نے کہا کلید میلکہ گم گشت بود پیدا شد بادشاہ کے قبائے حریر میں تملکہ لعل ربانی  
کو دیکھ کر نور جہان نے یہ شعر پڑھا ترانہ تملکہ لعل است در قبائے حریر بد شد است قلم  
خون منت گریبان گیر بد یہ شعر بھی اوسی کہ ہے کشاد غنچہ اگر از نسیم گلزار است بد  
کلید قفل دل ماتسم یا راست بد بعد انتقال جہانگیر کے نور جہان نے بجز سفید لباس کے دوسرا  
کپڑہ نہ پہنا اور مجالس شادی میں نہ بیٹھی شاہ جہان نے دو لاکھ سالانہ روپیہ مقرر کر دیا عسکری  
لاہور میں رہا کرتی تھی سولہ جلوس شاہ جہانی مطابق سترہ ہجری کو ۲۷ برس کی عمر میں  
انتقال کیا اور اپنے بنائے ہوئے مقبرہ میں واقع لاہور میں مدفون ہوئی راقم مقبرہ پر گیا ہے  
سکون نے سترہ کے غدر میں شکست و تاراج کر دیا تھا۔



وہ بھاگ کر ابراہیم خان فتح جنگ صوبہ دار بنگالہ کے پاس پہونچا اور ابراہیم خان  
 یہ خبر سنا کر جا بجا غمگین ہو کر ڈھاکہ سے نہایت جلد آلات حرب اور دست ہاتھی لیکر  
 اکبر نگر جسکو پیشتر راج محل کہتے تھے آیا اور اپنے بیٹے کے مقبرہ کے حصار کو لشکر  
 لگا کر بنایا اور وہاں سے جنگی بیڑے جو اسکے پاس تھے انکے ذریعہ سے دریائے  
 گنگا کو تر کر دیا کہ کنارہ اپنا خیمہ لگایا شاہجہان نے اسکو برسر پر خاش خانکر  
 ایک فرمان لکھا کہ اگر تیری مرضی دارا خلافت جانیکی ہو تو بلا مزاحمت چلا جا اگرچہ  
 میرے نزدیک اس ملک کی وسعت ایک نگاہ کی جولا نگاہ سے زیادہ نہیں  
 ہے اس ملک میں جو جگہ تیرے پسند ہو وہ تجکو دیدیجائے اوستے جواب دیا کہ  
 یہ ملک آپکے بزرگوں نے میرے سپرد کیا ہے میں بلا اجازت نہیں دیکھتا  
 چونکہ بغیر کشتیوں کے دریا کا عبور نہیں ہو سکتا تھا اسلئے دریا خان پاشو  
 نیچاؤن کو لیکر آگے بڑھ گئے اور تیلیہ راج نے جو غیر مشہور راستہ  
 بنایا تھا اوسطرت سے اپنی جماعت کو لیکر پہونچ گئے ابھی دس بارہ گھوڑے بھی  
 دریا کے اوسطرت نہ پہونچنے پائے تھے کہ ابراہیم خان صوبہ دار بنگالہ کی فوج  
 نے دریا خان کی فوج کو روکا مگر دریا خان نے نہایت دلیری سے مقابلہ کیا اور  
 ثابت قدمی اختیار کی عبداللہ خان فیروز جنگ بھی یہی چاہتے تھے کہ میں بھی ہزاروں  
 کے لشکر کو اوسی راہ سے کہ جس راستے سے دریا خان لشکر کو لینگے میں لیجاؤں  
 اگر اس حالت کو دیکھ کر وہ نہ بڑھ سکے دوسری راہ کی طرف متوجہ ہوے ابراہیم خان  
 نے احمد بیگ خان کو اپنی فوج کی کمک کے لیے بھیجا جب شاہجہان نے یہ خبر  
 سنی تو اسنے راجہ بھیم کو متعین کیا کہ عبداللہ خان کو ہمراہ لیجا کر دریا خان تک پہونچاؤ

ہنوز یہ کوئی نہ پہنچ سکے کہ دریا خان نے دو مرتبہ مقابلہ کیا اور حقیقتاً  
دیکر مخالفت کو بھگا دیا مگر پیادہ ہونے کی وجہ سے تعاقب کر کے گرفتار نہ کر سکے  
ابراہیم خان احمد بیگ خان کی شکست کے بعد دوبارہ خود مقابلہ کے لیے بڑا  
اور دریا سے اتر کر ایسی جگہ جسکے ایک طرف دریا اور دوسری جانب جنگل تھا  
اپنی فوج جمع کی سید نور اللہ آٹھ سو سوار اور احمد بیگ خان سات سو سوار  
لیکر اور خود اس کے ساتھ ہزاروں سوار پیادے تھے آگے آیا دونوں طرف سے  
جنگ شروع ہوئی سید نور اللہ تو مقابلہ کی تاب نہ لایا اپنی جگہ سے بھاگ کر احمد  
بیگ خان کے پاس پہنچا اور احمد بیگ خان نہایت پامردی سے لڑ کر زخمی ہوا  
ابراہیم خان یہ حال دیکھ کر دوڑا مگر اس کے ساتھی شاہ جہان کے بہادر و فکی ضربوں  
کا صدمہ نہ برداشت کر سکے اور بے اختیار بھاگے اور سب انتظام بگڑ گیا  
چاروں طرف سے اسپر آدمیوں کا هجوم ہوا اور ابراہیم خان گھر کر قتل ہوا شاہ جہان  
کو فتح نصیب ہوئی تمام سامان و ہاتھی و گھوڑے شاہزادہ کی سرکار میں ضبط  
کیے گئے اور چالیس لاکھ روپیہ نقد ہاتھ آیا شاہ جہان نے ایک لاکھ  
روپیہ نقد اور چند ہاتھی دریا خان کو عنایت کر کے شاہانہ  
نوازش سے سرفراز کیا اور بنگالہ کی حکومت دار اب خان سپر خان خانان

شاہ خان خانان کا نام مرزا عبد الرحیم تھا مرزا خان اسکا باپ اور جلال خان میواتی کی بیٹی اسکی ان  
تھی یہ سلسلہ کولہ پور میں پیدا ہوا جب اسکا باپ گجرات میں ایک افغان کے ہاتھ سے  
شہید ہوا تو یہ چار سال کا تھا محمد امین دیوانہ اور زینب مرزا اسکی والدہ کو دہانچے آشوب سے  
بھاگ کر احمد آباد پہنچا دیا سلسلہ جلوس میں اکبر نے اسے اگرہ طلب کر لیا اور خود پرورش کیا مرزا خان

کو دیکر بیٹہ کی طرف روانہ ہوا جب صوبہ بہار بھی شاہجہان کے قبضہ میں آگیا تو  
 بقیہ صفحہ ماقبل خطاب دیکر بادشاہ باوجود ہمیشہ خانِ عظم سے احکام کرا کر دیا سلسلہ جلوس میں ہوا  
 واری کجرات کی عطا ہوئی سلسلہ جلوس میں حضور بادشاہ میں جو خدمت میر عریضی کی تھی  
 عنایت ہوئی سلسلہ کو شہزادہ سلیم عرف جاگیر کی اتالیقی عنایت ہوئی مظفر گجرات کی فتح میں  
 جو کچھ اسکے پاس تھا کل تقسیم کر دیا ایک قلعہ ان باقی تھا ایک شخص آیا وہ اسکو دیدیا سلسلہ  
 میں واقع باری کا ترجمہ اسنے ترکی سے فارسی زبان میں کیا اکبر بادشاہ نے نہایت تحسین کی  
 سلسلہ میری میں وکالت بادشاہی کا منصب عطا ہوا اور جو نور اسکو دیا گیا سلسلہ ۹۹۹ میں صوبہ  
 ملتان اسکی جاگیر میں مقرر کیا گیا صوبہ ٹھٹھہ کی فتح بھی اسنے کی ملا شیکبی نے شہسوی فتح کی لکھی اسنے  
 صلہ میں اسکو ہزار اشرفی انعام میں دی خانخانان قابلیت و دستہ دارین یکتاے روزگار تھا  
 عربی فارسی ترکی ہندی جملہ زبانوں میں دستگاہ کامل رکھتا تھا اسکی شرفی مشہور تھی فیاضی عالی  
 ہمتی میں ضرب المثل تھا تمام زبانوں میں گفتگو کرتا تھا ایک مرتبہ بجائے پیادے کے سوار کی خواہ  
 پر دستخط کر دے پھر بدلتا کیسا کراٹھان سبھا ہزار دام کی جگہ ہزار روپیہ اسے دیدے شعرا کو مکر  
 سونے کے ہوزن تلوار یا ملاٹھری کو لاکھ روپے دیدے فقرا علما صلحا کو باعلان رقم کشید دیتا تھا  
 اسکے عہد میں اہل کمال مثل عہد سلطان حسین اور میر علی شیر کے جمع تھے شجاعت و سخاوت  
 و دانشمندی و تدبیر ملکی میں سرآمد زمانہ تھا عہد اکبری کا امرائے عظم تھا اسکا نام نامی ہمیشہ صفویہ  
 پر باقی رہیگا فتح کجرات تسخیر سندھ شکست سیل خان بجا پوری اسکے کارنامے ہیں مخبر  
 بہت رکھتا تھا بعض باتیں اور چیزیں اسکے بیان ایسی ہتعال ہوتی ہیں کہ خبر شاہزادوں کے  
 اور کوئی اتلو استعمال نہ کر سکتا تھا باپ اسکا شیعہ تھا مگر یہ اظہار اہلسن کرتا تھا شاہنواز خان  
 داراب خان مرزا رحمن داد اسکے بیٹے تھے جب مرزا امرا اللہ اسکا بیٹا مرہے تو اسکا داغ ہو گیا  
 ایک کسی حال تھی اس سے اسکے مرثیہ ہر وقت قصہ کہہ کر تعزیت کیا کرتا تھا مگر حضرت شاہ  
 عیسیٰ سندھی کی تسلی دہی سے اسکے دل کو قرار آگیا محمد فیم راجپوت کا لڑکا اسنے متبنہ کیا تھا  
 وہ ایسا متقی تھا کہ تادم و اسپین تہجد و اشراق تھا نہ نوئی۔ وہ درویش دوست تھا مگر  
 تند مزاج ہمیشہ عدلے تازیانہ بلند رہتی۔ خانخانان کا تخلص رحیم تھا۔ ۵۰ لاکھ روپیہ اسکا

دریاخان و عبداللہ خان کو اپنے لشکر کا پیش خیمہ بنا کر الہ آباد کو پیشتر روانہ کیا اور اسکے بعد خود مع سپہ و دختر شاہنواز خان کے الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا اثنائے راہ میں اکثر اس صوبہ کے جاگیرداروں نے حاضر ہو کر شاہزادہ کی ملازمت حاصل کی اور قلعہ ہتاس کو سید مبارک قلعہ دار نے نہایت خوشی سے شاہجہان کے حوالہ کیا اور خود اسکی نوکری بھی اختیار کی شاہجہان نے تمام ممالک شرقی پر فتح حاصل کر کے اپنا قبضہ کر لیا صوبہ اودہ کا حاکم دریاخان کو کیا اور صوبہ الہ آباد عبداللہ خان کے سپرد فرمایا جب نورجہان نے یہ اخبار متوجش سنے تو اسنے شاہزادہ پر ویز کو بادشاہ کی طرف سے شاہجہان کے مقابلہ کو بھیجا اور مہابت خان سپہ سالار کو اسکا تالیق کر کے ساتھ کیا اور تمام سرداران شاہی جنکو شاہجہان نے

بقیہ صفحہ ماقبل امریکی نا اتفاقی سے جنگ دکن میں ضائع ہوا مگر قلعہ احمد نگر چین کر نظام شاہ کو برہانپور میں اکبر بادشاہ کے پاس لایا اور اسکی دختر جانان بیگم شاہزادہ دانیال کو منسوب تھی ستمبر میں اسکی بیوی ماہ بانو کا انتقال ہوا لاہور میں بیمار ہو کر ستمبر ۱۷۲۷ء میں ۷۲ برس کی عمر میں خانخانان نے انتقال کیا دہلی میں ہمایون کے مقبرہ کے قریب دفن ہوا راقم مقبرہ پر گیا جو (خان سپہ سالار کو) تاریخ وفات ہے۔

۱۷۷۷ء مہابت خان کا نام زمانہ بیگ تھا یہ غیور بیگ کابل کا لڑکا تھا سادات صحیح النسب امام موسی رضا کی اولاد سے ہے اسکا باپ شیراز سے کابل آیا اور دین اکبر شاہ کا ملازم ہوا لڑکپن میں جانگیر کی ملازمت میں بہت جلد شاگرد پیشہ ہو گیا جب جانگیر راجہ اجنہ سے ناخوش ہوا یہ راجہ کے لشکر میں پہونچ کر اسکے آدمیوں سے بولا کہ تم بہت جاؤ مجھے بادشاہ کا حکم تنہائی میں سننا ہے چنانچہ راجہ کا سر کاٹ کر شمال میں لٹیکر بغل میں دبایا بادشاہ نے لشکر کے لوہکا حکم دیدیا کل لشکر منتشر ہو گیا۔ زمانہ بیگ کو مہابت خان کا خطاب ہوا سہ ہزاری منصب سے صوبہ دار کابل ہوا آصف خان کی عداوت سے یہ عراق چلا جانا چاہتا تھا شاہ عباس صفوی نے

اپنی رفاقت میں لے لیا تھا اور مجھے نام فرامین معافی قصور جاری کر کے شاہی  
 ہتھیار ماقبل ایران طلب بھی کیا تھا مگر خان زمان اسکے بیٹے نے نہ جانے دیا جب مابا خان  
 صوبہ داری برہانپور سے صوبہ داری بیگالہ سرراضی نہوا تو آصف خان نے ایک ہزار سو  
 اسکے پکڑ لانے کے واسطے بھیجے ناچار یہ چلا کچھ امرابھی ہمراہ لانا چاہتا تھا مگر فاضل خان  
 دیوان دکن نے سب سے کہہ دیا کہ یہ معتب شاہی ہے اسوجہ سے کوئی ساتھ نہ آیا صرف  
 اسکی جماعت چھ ہزار ہمراہ تھی جہانگیر کابل کے ہنگامہ کو جا رہا تھا اسکی حاضری کی اطلاع  
 ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ تا داسے مطالبہ شاہی حضوری نہیں حاصل ہو سکتی اور یہ سننے  
 بھی سنا کہ جب بادشاہ کابل سے اترے گا تو مجھے کشتی میں بٹھا لیگا بعدہ قید کر اوں گا اور حکم ہوگا  
 فوج سے نہ ملنے پائے یہ ہوشیار ہو گیا جب کل لشکر اور گیا اور بادشاہ تنہا رہ گیا تو اسنے  
 ایک ہزار پل کی حفاظت کو بھیج دیے اور راستہ میں شہر یار اور داؤد خورش شہزادہ کو ہمراہ لیلیا  
 اور دو تھانہ بادشاہی میں بلا اجازت پہونچ گیا اپنے آدمی پہرے کے لیے دروازہ پر بٹھائیے  
 جب مہابت خان کے راجپوت غلٹانہ میں تھس آئے مقرب خان نے اس سے کہا کہ  
 او کوڑھی یہ کیا ہے ادنی کرتا ہے بلکہ ایک لکڑی اسنے اسکے سر پر ماری خون بہنے لگا  
 اسوقت بادشاہ نے غلبہ غصہ میں دو مرتبہ تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھا مگر میر منصور بخشی نے  
 عرض کیا کہ یہ وقت عرصہ آزمائی کا نہیں ہے مہابت خان نے التماس کی کہ صلاح دے  
 یہی ہے کہ حضور شکار کے لیے چلیے اپنے ہاتھی پر بادشاہ کو سوار کر اسکے اپنے گہرے گیا  
 اپنے بیٹوں کو بادشاہ پر تصدق کیا اور بہت کچھ اوسپر نثار کیا اسکے بعد شہر یار کے گھر لے گیا  
 جب نور جان نے یہ سنا کہ مہابت خان نے بادشاہ کو اپنے قابو میں کر لیا غصہ نہم نہم  
 سے اوسکی حالت نہ پوچھو امیر و نگو بہت ملامت کی کہ تنہا بادشاہ کو کیوں چھوڑا اگر پل  
 ٹوٹ چکا تھا تاہم نور جان نے اپنا ہاتھی دریا میں ڈال دیا اور چار ترکش تیرون سے  
 خالی کر دیے جب مخالفوں نے حملہ کیا بیک کی فوج کے قدم نہ جھے آصف خان قلعہ میں  
 چلے گئے مہابت خان نے خلیل اللہ خان کو حلف دیکر ہمراہ لے لیا اور کل مہابت  
 ملکی و مالی اپنے سامنے فیصل کرنا اور سب کو بیدخل کر دیا جب بادشاہ کابل پہونچا تو چوتھی

عنایت کا امیدوار کیا جب دریا خان و عبداللہ خان شاہجہان سے پیشتر الہ آباد  
 بقیہ صفحہ ماقبل وجہ سے مہابت خان کا قلب کم ہو گیا اسکے بعد شاہجہان کے تعاقب میں بھیجا گیا  
 اسے شاہزادہ سے معافی مانگی جب جہانگیر کا انتقال ہو گیا اور شاہجہان دکن سے اگر وہ تخت  
 نشینی کے لیے آ رہا تھا اور اجمیر میں خواجہ بزرگوالہ کے مزار پر شاہجہان حاضر ہوا تو مہبت  
 خان نے قرآن مجید قبر شریف کے قریب پر رکھ کر عرض کیا کہ میری مراد احمد شہ پوری ہو گئی اب  
 فرما دیجیے کہ اگر میری خطا معاف کی جائے تو حضور قسم کھا کر خواجہ بزرگ کو درمیان میں دینا تو  
 فدوی کو کتبہ شریف جانکی اجازت دین ورنہ کل آصف خان مجھے زندہ نہ چھوڑے گا بادشاہ نے  
 اوسکی تسلی فرمادی اور جلوس کے بعد خانخانان خطاب اور منصب ہفت ہزاری مرحمت کیا  
 اکثر صوبہ داری کابل اور دکن پر سرفراز ہوا دکن میں اسنے بڑے بڑے کام کیے ساہووی کی  
 گوشمالی کی اور جب نظام شاہی اور عادل شاہی فوجیں اسکے سر پر آئی ہیں تو یہ ایسا لڑا کہ دکن  
 میں ایسی کم لڑائی ہوئی ہوگی اور قلعہ ماکوٹ اسنے چھین لیا یا قوت خان حبشی مارا گیا غنیمت  
 بھاگ گئے فتح خان نظام الملک کو جو بچہ تھا لیکر برہانپور آیا شاہجہان نے پانچ لاکھ روپیہ  
 اس فتح کے صلہ میں مہابت خان کو دیے اور اس مہم میں بیس لاکھ روپے صرف ہوئے پچیس  
 لاکھ روپے خزانہ شاہی میں داخل کیئے اور قلعہ دولت آباد کو پیش کیا اس حسب درخواست  
 اسکے جب شجاع دکن گیا اور اسنے بیجا پور پر چڑ بانی کی اسوقت ساہو شاہی اور نظام شاہی  
 اور عادل شاہی کل فوجیں مقابل آئیں اور یہ ایسی سخت لڑائی ہوئی کہ دوسو برس کے اندر  
 ایسی جنگ نہیں ہوئی تھی مہابت خان اپنی جگہ سے نہ ہٹا قریب تھا کہ اسکا کام تمام ہو جاتا  
 کہ خان دوران اسکی مدد کو آگیا اور سب کو پر آگستہ کر دیا جب خان دوران خان اور  
 اوس سے نا اتفاقی پیش آئی تو اسنے مجلسین بار بار کہا کہ میں مہابت خان کی جان  
 بچا دی اسی مہم میں آگ لگ جانے سے دس ہزار آدمی اور بیس ہزار جانور جل گئے تھے  
 سیدی مرجان وغیرہ سردار غنیم کے مار گئے مگر برسات سر پر آ جانے سے یہ جنگ ختم نہ ہوئی  
 اسنے لاکھوں روپیہ بخارون کو جانورون کے لیے دیے مہابت خان اس مہم کی بظنی سے  
 معقوب شاہی ہوا اس لڑائی کی ناکامی سے اسے ایسا غم ہوا کہ وہ بولنے پر تیز نہیں کرتا تھا

لیطرت روانہ ہوئے تو عبد اللہ خان نے الہ آباد میں لشکر آراستہ کیا اور قلعہ الہ آباد کے ارد گرد انتظام کیا اور دریا خان نے اپنا لشکر ناکپور میں دریاے گنگا کے کنارہ جمایا عبد اللہ خان نے دریا خان کو مدد کے لیے بلایا مگر دریا خان نے جانا پسند نہ کیا اسوجہ سے دونوں سرداروں میں کدورت پیدا ہو کر نا اتفاقی ہو گئی اس ضمن میں مہابت خان مع سلطان پرویز کے دریاے گنگا کے کنارہ آگیا دریا خان نے جنگی بیڑے اور توپخانہ عبد اللہ خان کے پاس سے منگایا تاکہ جملہ راستے بند کر کے لشکر بادشاہی کو روک دیا جلے اور وہ نہ اترنے پائے مگر عبد اللہ خان نے قصد انفسانیت سے توپخانہ وغیرہ بھیجا اس باہمی نا اتفاقی سے شاہجہان کا کام بگڑ گیا اس عرصہ میں مہابت خان کشتیان فراہم کر کے دوسرے راستہ سے اتر آیا دریا خان ناچار ہوئے اور راجہ بھیم اور عبد اللہ خان جو جوپور میں جمع بقیہ صفحہ ماقبل اور کتا تھا کہ نجوم سے مجھے معلوم ہو گیا کہ اس مرض سے میری جا بگری ممکن نہیں ہے قلعہ پر بندہ کے لینے میں جب بھی سستی نہ کی برہانپور سے نکلا تھا کہ نالہ موہن پرکاشہ کو انتقال کیا (سپہ سالار فتح علی خان) ہے کل اپنے ترکہ کی فرد بنا کر اپنی خاتم کو دیدی کہ بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنا اور کل مال میرا بادشاہ کو بھیج دینا حسب وصیت جنازہ شاہ مردان علی بن دفن ہوا شاہجہان نے بجز ہاتھیوں کے سب ترکہ اسکے بیٹوں کو دیدیا نقدی تھوڑی تھی کروڑ روپیہ سالانہ اسکی آمدنی تھی سب خرچ کر ڈالتا تھا مرد صاحب ہمت تھا ایرانیوں کی صحبت کا عاشق تھا شاہجہان خان لودی پر معترض تھا کہ اس میں فیاضی نہ تھی خوراک بالکل معمولی پوشاک بالکل سادہ پانچ روپے سے زیادہ نہوتی ہاتھیوں کا بہت شوق تھا انکو چا دل کو د کے اور ولایتی خرچہ نہ کھلاتا تھا۔ جوش اور نجوم میں کامل تھا آخرین شیعہ ہو گیا تھا سفاکی اسکی مشہور ہے صوم و صلوة کا بھی پابند نہ تھا اسکے بیٹے خازن مان امانی لہر اسپ مرزا دلیر بہت بہروز افراسیاب تھے اسکا دیوان کا کاپنڈ تھا۔

ہوئے تھے جا کر اونسے ملے اور وہ ان سے شاہجہانی افسر اتفاق کر کے بنائیں  
 پہونچے اور وہ ان بادشاہی لشکر سے مقابلہ کر کے نالہ تونس پر معرکہ آرائی ہوئی  
 جب بادشاہی لشکر کی طرف غلبہ کے آثار ظاہر ہوئے تو دریاخان کی نئی فوج  
 جو انکی سختی سے آزدہ خاطر تھی میدان جنگ سے بھاگ گئی اور دریاخان کے  
 دابہنے فوج کا اگلا حصہ وہ بھی کنارہ کش ہو گیا دونوں طرف سے سخت مقابلہ  
 ہوا راجہ بھیم مع اپنے راجپوتوں کے بادشاہی لشکر کو چیرتا پھرتا ہوا شہزادہ  
 پرویز کے قریب پہونچ گیا اور ستائیس زخم کھا کر کام آیا اس گڑبڑ میں شاہجہان کے  
 لشکر کا انتظام بگڑ گیا اور اسکے گرد بجز قوریوں کے اور کوئی نہ رہا بادشاہی فوج نے  
 پرکار کی طرح شاہجہان کو اپنے حلقہ میں لے لیا ایک تیر بھی شاہزادہ کے گھوڑے  
 کے آکر لگا اور شاہجہان نے پیادہ ہو کر لڑنے کا ارادہ کیا اس وقت عبداللہ خان نے  
 جانا کہ شاہجہان میدان میں نہیں چھوڑے گا نہایت خوشامد سے اپنے گھوڑے پر سوار  
 کر کے وہ ان سے قلعہ رہتاس کو جان کہ او سنے اہل محل کو چھوڑا تھا شاہجہان کو  
 لے گیا قریب چالیس ہزار کے بادشاہی لشکر اور قریب دس ہزار کے  
 شاہجہانی لشکر تھا۔

مظفر نامہ میں ہے کہ شاہجہان اپنے باپ کی فوج سے لڑنا نہ کر وہ جانتا تھا مگر مجبور تھا  
 آخر شاہجہان نے معافی چاہی اور جہانگیر نے اسکو لکھا کہ قلعہ رہتاس اور قلعہ اسیر  
 حوالہ کر دو اور داراشکوہ و اورنگ زیب کو میرے پاس بھیج دو تو تمھاری قصص میری  
 ہو جائے گی چنانچہ اسنے ہر دو شاہزادے مع دو لاکھ روپے کے ۳ جہاز علی الثانی  
 ۳۳۰ جہزی کو جہانگیر کے پاس روانہ کر دیے اور جب شاہجہان نے یہ دیکھا



ان میری جمعیت ٹوٹ گئی اور تھوڑے آدمی میرے ساتھ رہ گئے تو وہ بھی مصلحتاً دکن کو چلا گیا دریا خان بھی شاہزادہ کے ہمراہ گئے اور جنیر تک ساتھ رہے لیکن وہاں سے شاہجہان سے جدا ہو کر خانہن خان لودی صوبہ دار دکن کے پاس چلے گئے بعض روایت میں ہے کہ دریا خان کے نام بھی بادشاہی فرمان عفو و تقصیر کے بابت اور خانہن خان لودی کا خط پہنچا لہذا دریا خان نے بھی علیحدگی اختیار کی لیکن اس قدر وضع داری برتی کہ لشکر بادشاہی کے ساتھ ہو کر شاہجہان کے مقابلہ پر آنا بھی گوارا نہ کیا اس عرصہ میں شاہجہان کے ایام محسن ختم ہو چکے تھے پانچ سال تک اسنے زمانہ کے بڑے نشیب و فراز دیکھے مگر ان سب تغیرات کو نہایت کشادہ روی سے اور ثابت رائے سے انجام کو پہنچایا اور کبھی چین بچین نہوا۔

جہانگیر کا مرنا اور شاہجہان کا تخت نشین ہونا اور

دریا خان کا دوبارہ منصب دار ہونا

نور الدین جہانگیر بادشاہ کشمیر سے واپس آ رہا تھا کہ لاہور کے قریب ۲۲ سال ۸ ماہ سلطنت کر کے ۵۸ برس کی عمر میں ۲۸ صفر ۳۰۷ھ کو انتقال کر گیا یہ خبر سنکر شاہ جہانگیر کے مرنے کی تاریخ ملاکشی نے ۵۷ جہانگیر ازہان رفت لکھی۔ اس بادشاہ کے مرنے کے بعد بڑا انقلاب ہوا شاہجہان کی تخت نشینی میں بڑے جگڑے پیش آئے نور جہان جہانگیر کے جنازہ کو لائی اور شہر یاجو لاہور میں داء الثعلب کے مرض میں مبتلا تھا اسنے اسکو پہلے

۸ جمادی الثانی سنہ ۸۰۷ کو شاہجہان برہانپور دکن سے دار الخلافہ آگرہ آکر پہلے شاہزادگی والے مکان میں ٹھہرا اسکے بعد ساعت مقررہ پر گھوڑے پر سوار ہو کر قلعہ میں آیا اور دو شنبہ کے دن ۳۷ برس کی عمر میں سر پر تاج اور تخت پر قدم رکھا ارکان سلطنت نے مبارکیاں دیدیں گزرا نین اور منبر پر شاہجہان پوشا کے نام کا خطبہ پڑھا گیا اور اسے سردار و نیکو انعام و منصب سے سرفراز کیا۔

بقیہ صفحہ ماقبل جہانگیر کے مرثیہ اطلاع دیدی تھی شہر یار نے سر لاکھ روپیہ خرچ کر کے ایک لشکر تیار کیا مگر آصف خان جو نور جہان کا بھائی تھا وہ اپنے داماد شاہجہان کی تخت نشینی کی فکر میں مصروف ہوا اسے شہزادہ اور بخش عرف بلانی کو جو خسرو کا بیٹا تھا قید سے نکال کر شہر یار کے مقابلہ کے لیے تخت پر بٹھلادیا ارادت خان میخشی کو ملا لیا اور بنارس داروغہ جیلخانہ کو جو تیز روی میں مشہور زمانہ تھا شاہجہان کے پاس دکن بھیج دیا کہ وہ آگرہ فوراً آگرہ میں تخت نشین ہو جاوے اور جلدی میں کچھ لکھ نہ سکامرت اپنی مہر دیا وہ بیس روز میں دکن پہونچا اور شاہجہان مطلع ہو کر آگرہ آگیا اور آصف خان نے نور جہان کے پاس لوگوں کی آمد و رفت بند کر دی دارا شکوہ اور نگ زیب کو نور جہان کے پاس سے لے آیا اور اپنی تھوڑی فوج سے مقابلہ کیا اور شہر یار کی نا تجربہ کاری بھیر پہلے حملہ میں بھاگ گئی شہر یار کو قلعہ سے پکڑوا بلوایا اور خواجہ سرافیر کو لیکر الدردی خان کے حوالہ کر دیا اور وہ سیوین کرماندہ کر داور بخش کے روبرو حاضر کیا گیا دو روز کے بعد اسکی آنکھوں میں زیل کی سلائیاں پھیر کر بنا دیا گیا اسکے بعد ۲۲ ربیع الثانی کو حسب منشاء شاہجہان کے داور بخش کو قید کر کے شاہجہان کا خطبہ پڑھا گیا اور ۱۶ جمادی الاول کو وہ معہ گرشاپ اور اسکے بھائی اور شہر یار و طہمورش اور ہوشنگ جو سلطان دانیال کے فرزند تھے قتل کیے گئے اور شاہجہان مستقل بلا کسی دعویدار کے بادشاہ ہوا۔ اسکے بعد آصف خان معہ شاہزادوں کے ۱۲ رجب کو شاہجہان کے حضور میں حاضر ہوایں الدولہ اور عمو کے لقب اور نہ ہزاری منصب اور چالیس لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر مرحمت ہوئی اور وکالت مطلق اور مہر سلطنت اسکے سپرد ہوئی ایک من شاہجہانی تول اسکے خوراک تھی ڈبائی کر دیا اسے ترکہ چھوڑا ہر علم میں دخل تھا شہنشاہ جہری میں بمقام لاہور انتقال کیا راقم اسکی قبر پر فاتحہ خوانی کو گیا ہے۔ نواب شائستہ خان اور تاج محل زوجہ شاہجہان اسکی اولاد میں تھے۔

جو امر مقبول تھے انکے حضورات معاف کیے اور خلعت و انعامات سے سربلند ہوئے دریا خان بھی حاضر ہوئے شاہجہان نے انکا حضور بھی معاف کیا اور خلعت خاصہ اور منصب چار ہزاری ذات اور تین ہزار سوار سے ممتاز فرمایا اسکے بعد ۵ اذی الحجہ ۶۰ شنبہ ہجری کو دوبارہ شاہجہان بادشاہ نے دریا خان کو خلعت خاصہ اور جہر مرصع اور سپ بازین مطلقا اور ایک ہاتھی اور بیس ہزار روپیہ نقد عنایت کر کے سرفراز کیا۔ اور انکے لیے یہ حکم صادر کیا کہ تمہارے لیے صوبہ دکن میں جاگیر مقرر کی گئی اور یہاں رحمت کیے گئے۔ یہ کل مضمون بادشاہنامہ مصنفہ ملا عبد الحمید لاہوری کا ہے اور اثر الامرا میں ہے کہ دریا خان کی جاگیر بنگالہ میں بھی مقرر ہوئی تھی اور قاسم خان صوبہ دار بنگالہ کے ہمراہ بیونین متعین کیے گئے تھے جبکہ دریا خان کی جاگیر صوبہ خاندیس میں تھی اس زمانہ میں دریا خان دکن میں موجود تھے اور وہاں انھوں نے شاہجہانی سلطنت کے خدمات خوب ادا کیے تھے۔

۱۷۰۰ء درین ہنگام کہ توایم اورنگ جہان بانی جلوس مقدس اسمانی پایہ شد آن بدست باو بیخوردی از کردار و تکیہ و ہوا و انرا پسندیدہ نداشت کشیدہ ہزاران ضرعت بدرگاہ عرش جاہ آردہ حضرت از جرایم او اغراض نمودہ اور خلعت و منصب چار ہزاری ذات سے ہزار سوار سرفراز گردانیدند۔ بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۳۔

۱۷۰۰ء دریا خان رو بہ راغبنایت خلعت و جہر مرصع و سپ بازین مطلقا و بیست ہزار روپیہ سرفراز ساختہ بدکن دستور دیاد و حکم شد کہ جاگیر اور درجہان صوبہ تن شود بادشاہنامہ صفحہ ۲۰۴۔

۱۷۰۰ء و تیریش در صوبہ بنگال مقرر گشتہ ہمراہی قاسم خان صوبہ دار آغا متعین گردید و بعد از ان پرگنہ بنار و غیرہ صوبہ خاندیس جاگیر یافتہ و سیاق دکن مامور شد از اثر الامرا صفحہ ۲۰ تذکرہ دریا خان۔

جہانگیر کے مرتبے کے بعد خانبہان لودی نے بالا گھاٹ کے چند پرگنہ نظام الملک کو دیدیے تھے جب شاہجہان نے وہ پرگنہ طلب کیے تو نظام الملک نے وہ جملہ پرگنہ بادشاہی آدمیوں کے سپرد کر دیے اور یہ عرضداشت بھیجی کہ سید کمال قلعہ دار ہیرا پنے پرگنہ کو قبضہ سے نہیں چھوڑتا اور وہ میرے کئے میں نہیں ہے شاہجہان نے یہ سنکر خازن خان کو ایک لشکر جرار دیکر بھیجا قلعہ دار مذکور نے وہ پرگنہ جسکی آمدنی پچیس لاکھ تھی نہایت عاجزی سے پیش کیا جب نظام الملک نے یہ حال دیکھا تو ازراہ شہرات اوسنے ساہوچی مرہٹہ کو ورغلا یا اور وہ بادشاہی ممالک میں غارتگری کو آیا اور چھ ہزار سوار ایک جماعت پیدا وئی دولت آباد سے لایا اوسوقت دریا خان اپنی جاگیر محال شاو دہ سے مثل آنڈھی اور بکلی کے ساہوچی کے سر پر آگئے اور اسکو ایسی سخت گوشمالی دی کہ وہ عاجز ہو گیا دریا خان نے او سے بادشاہی حدود سے باہر نکال دیا اس خبر کو سنکر شاہجہان دریا خان سے نہایت خوش ہوا۔ اسکے بعد مسلح مطابق ۳۹۰ ہجری میں باہ شعبان دریا خان کے منصب میں اضافہ ہوا اور ہزار سوار کا اضافہ ہو کر چار ہزار سوار کیے گئے۔

۳۹۰ دریا خان روہلہ کے دران ایام جاگیر دار شاہوہ و آن نواحی بود مثل بادوزان ویل دمان بان خاکساران بادیہ ادیان کہ میان دواب پتی و پورنہ نزدیک آمدہ خاک ادبار بر فرق روزگار خود میر تقی میر رسیدہ و جنگ و پیکار باشن دادہ ازان ملک میر آور د ۱۲۰۱-۲۰۱۱۔ بادشاہنامہ۔

۳۹۰ ہجری شعبان دریا خان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمصوب چار ہزاری چار ہزار سوار سرفراز شد۔ ۲۹۰۰ بادشاہنامہ

باتک دریا خان کا سارہ بلندی پر چکنا تھا اب ترقی سے اونکا تنزل شروع ہوا  
تقدیری اتفاق کو دیکھیے کہ وہ خانبھان خان لودی جسکی بدولت دریا خان نے بڑا  
مرتبہ پایا اوسکی دوستی و اتحاد کی بدولت دریا خان نے سخت مصیبتیں بھی اٹھائیں  
یہاں تک کہ اپنی جان سے ہاتھ دھوئے مگر اپنی ذاتی و وفاداری و وفاداری سے  
اوسکا ساتھ نہ چھوڑا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خانبھان خان شاہجہان کے  
مخالفت کے زمانہ میں نورجان کا مشیر و طرفدار تھا جب شاہجہان بادشاہ ہوا تب  
اوسنے یہ خیال کر کے کہ اب بجز اطاعت کے چارہ نہیں ہے ایک عرضداشت لکھا  
اطاعت کی بادشاہ کے حضور میں ارسال کی بادشاہ نے بھی اوسکے حالات مابقی  
سے درگزر کر کے معافی تصور کا فرمان اور خلعت وغیرہ بھیج دیا اور اسے اوسکی جاگیر  
پر بہ دستور سر فراز رکھا جسقدر بادشاہی مکرمات کا اظہار ہوتا تھا اوسقدر اسکی بدگمانی  
ترقی پکڑتی تھی بالآخر نوبت باغیارسید کہ ایک روز کھلم کھلا بغاوت اختیار کر کے مہ  
غزیر و قتل کے دارالسلطنت آگرہ سے نکل گیا دریا خان نے بھی اسکا ساتھ اختیار کیا  
دریا خان کے متعلق تین روایتیں ہیں اول یہ کہ دریا خان اس زمانہ میں دکن میں  
تھے جب خان جہان خان دکن پہنچا تو اوسنے انکو تعیناتی مقام سے اپنے ساتھ  
لے لیا دوسری روایت یہ ہے کہ آگرہ سے خانبھان خان لودی کے ساتھ  
دریا خان روانہ ہوئے تیسری روایت جسکو دریا خان کے خاندان والے  
زیادہ معتبر سمجھتے ہیں یہ مشہور ہے کہ جس رات خانبھان خان آگرہ سے بھاگا تھوکی  
صبح کو حسب معمول دریا خان حاضر دربار ہوئے اسوقت بادشاہ غصہ میں بھرا ہوا بیٹھا  
تھا جو سر اڑاتے جاتے تھے خانبھان خان کے مقابلہ پر مامور ہو جاتے تھے

دریا خان جب سامنے آئے تو او کا ربط ضبط خانہ خان کے ساتھ اور نیز  
 دریا خان کا ایک مرتبہ باغوائے خانہ خان منور ہو جانا بادشاہ کو یاد آیا اسنے  
 عالم غیظ میں دریا خان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے دریا خان شہیدہ  
 ام او تنگ افغانستان از گورستان میخیزد تو کہ با نام و  
 نشان ہستی در نیوقت مصیبت شریک یار و قادر نہ شدی  
 دریا خان نے اس کے جواب میں دست بستہ عرض کیا بلے پیرو مرشد۔  
 الامر فوق الادب یہ لکھراو سیوقت کھڑے ہو گئے اور مکان پر اپنا مال  
 و اسباب اور اپنے ہمراہی سوار و پیادے اور بچے و عورتیں لیکر نقارہ پر دھکا  
 دیتے ہوئے اگر سے نکلے اور خانہ خان سے جلے مگر بہادر خان نے باپ کا  
 ساتھ نہیں دیا وہ بدستور بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہے۔ شاہجہان کو  
 اون کے اس وقت چلے جانے سے یہ گمان نہ تھا کہ دریا خان سے ایسی کج ادائی  
 وقوع میں آئیگی جب بادشاہ کو دریا خان کی مغروری کی کیفیت معلوم ہوئی تو انکی  
 نسبت بھی وہی حکم صادر ہوا جو خانہ خان کے حق میں دیا تھا۔  
 لیکن دریا خان کا اگرہ سے خانہ خان خان لودمی کے ساتھ جانا کسی طرح صحیح  
 نہیں کیونکہ بادشاہ نامہ میں جو شاہجہانی واقعات کا مستند روزنامہ ہے اوس میں  
 برہانپور سے دریا خان کا سرکشی کر کے اور خانہ خان خان سے ملنا مندرج ہے  
 اور بمقابلہ اوس کتاب کے جو خود بادشاہ نے لکھا کر سنی ہو کسی دیگر روایات کا  
 اعتبار نہیں ہو سکتا ہاں یہ اختلاف تسلیم ہو سکتا ہے کہ برہانپور میں شاہجہان بادشاہ  
 نے دریا خان سے وہی الفاظ فارسی مخاطبت میں فرمائے ہوں اور یہ غیرت

افغانی سے متصل ہوئے ہوں اور چلے گئے ہوں یا خانجہان خان کی دوستی کا

سلہ خانجہان خان قوم کا لودی شاہوخیل تھا اسکا باپ دولت خان مرزا خان عظیم کو کہ کے بیان چنانچہ  
مستعد کار گزار ہوا ہے جب کو کہ کی بہن مرزا عبد الرحیم خان خانخانان کو منسوب ہوئی تو اسنے دولت خان  
کو دیکر خانخانان سے یہ کہا تھا کہ اگر اپنے باپ کا مرتبہ لینا چاہتے ہو تو اس مرد عزیز کو نگاہ رکھنا  
خانخانان کے ساتھ دولت خان نے بڑی کاروائیاں کیں۔ ایک بار ابو الفضل وزیر اکبر نے ہندی تلوار کی  
تقریب پونجی اوسنے کے ساتھ کیا کہ ایسی ہوتی ہے کہ اگر تمہارے سر پر ماروں تو دم تک پہونچے۔ ایک بار  
شہزادہ دانیال نے خانخانان کے سر سے دستار گرا دی اور معذرت کی کہ سو ہوا اسنے بھی شہزادہ  
کے سر سے دستار گرا کر کہا کہ مجھ سے بھی سو ہوا۔ سفتہ ہجری میں دولت خان نے احمد نگر میں  
انتقال کیا اکبر بادشاہ اسکی جرات سے وہم کرتا تھا جب بادشاہ نے اسکے مرثیہ خبر سنی تو کہنے لگا  
کہ میرے نزدیک آج دنیا سے شیر خان اٹھلے۔ دولت خان شجاعت میں بے بدل تھا ہمیشہ  
فوج کے آگے رہتا تھا۔ خانجہان جب نوجوانی میں باپ سے کچھ بخجید ہو کر ننگار چلا گیا تو راجا ننگار  
نے اسکے باپ کے قیدی رسم کے وجہ سے تیس ہزار روپے دیئے تھے یہ شہزادہ دانیال کی محبت  
میں پونجپ اور شہزادہ کا منظور نظر ہو گیا مصاحبت میں یہاں تک تقرب حاصل کیا کہ غیرت باقی  
نہی گویا دونوں یکذات ہو گئے یہاں تک کہ فرزند کی خطاب سے مخاطب کیا گیا جب شاہزادہ  
دانیال کا انتقال ہو گیا تو خانجہان میں برس کی عمر میں جہانگیر بادشاہ کے حضور میں پہونچا اور ایسی  
تقدیر و منزلت حاصل کی کہ تھوڑے زمانہ میں پنجزاری منصب اور خانجہانی لقب سے سرفراز ہوا اور  
ایسا محرم راز اور ذی اعتبار ہو کہ اس مرتبہ میں اسکا کوئی شریک نہ رہا انجمن غلخانہ میں رو بر و بیٹھے کا  
حکم دیا گیا کہ بادشاہ اپنے ساتھ مجلس میں لے گیا اور اسنے چاہا کہ خاندان شاہی میں کسی لڑکی سے  
اسکی شادی کر کے اسکو سلطان جان کے خطاب سے سرفراز کروں جہانگیر نے اسکے ساتھ آقا فی  
ہور نوکری کا معاملہ نہیں رکھا بلکہ راتہ سلوک کیا لیکن اسنے اپنی حد سے قدم باہر نہ رکھا جب شہزادہ  
برونہ و راجہ مان سنگھ و شریف خان امیر لار کے ہمراہ خانجہان خانخانان کی ملک کو دکن بھیجا  
گیا تو رخصت کیوقت بادشاہ دو آنخانہ خاص و عام کے چھرو کہ کے نیچے خود آیا اور اپنی دستار اسکے  
سر پر باندھی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر گھوڑے پر سوار کرایا اور حکم دیا کہ ہمارے سامنے سے تقاریر نہ بھاتا ہو  
روانہ ہو اسطرف سے بادشاہ اور اسطرف سے خانجہان نے صدمہ مفارقت سے بے اختیار روٹنا

پاس کر کے از خود جا کر ملنے ہوں یا خانبہان خان نے مروت قدیمی کا دباؤ  
بقیہ صفحہ ماقبل شروع کیا بادشاہ برابر ہر منزل پر پہنچنے بیعتا رہا دکن کی مہمات میں اسے اکثر  
کارنامائی کی جب جاگیر اور شاہجہان کے درمیان نور جہان کی وجہ سے مخالفت پیدا ہوئی  
تو خانبہان کے نام متواتر فرمان طلبی کے بادشاہ نے بھیجے اور آخر میں لکھا کہ اس وقت میں شیرخان  
سورباد جو اس عداوت کے اگر ہوتا تو وہ بھی میرے پاس آجاتا تم اب تک نہ آئے غلطی اگر وہ کی  
حفاظت اور خزانوں کی نگہبان بھی اویس کے سپرد ہیں۔ مگر ات کی ضویہ داری پر بھی بجائے خان کیم  
کو کہ کے یہ متعین رہا۔ شہنشاہ جبرئیل میں جب شاہزادہ پرویز کا انتقال ہو گیا تو تمام ملک دکن  
کا کاروبار اس کے سپرد ہوا۔

اس کے بعد جاگیر کا انتقال ہو گیا زمانہ نے پلٹا کھایا شاہجہان نے دکن سے اگر وہ کی روٹنگی کی وقت  
اپنے مقصد و مزاج وان جان نثار خان کو اپنے ہاتھ سے فرمان عنایت آمیز اسکو بھیجا کہ صوبہ داری  
ملک دکن کی تمہارے نام بحال رکھی گئی اور اوسط سے جائیداد ظاہر کیا جب جان نثار خان  
خانبہان کے پاس گئے تو دریا خان اور فاضل خان دیوان اور سکندر خان دو تائی نے کہا کہ سلطان  
داؤد بخش لاہور میں تخت پر بیٹھ چکے شہر یا سلطنت کا دعوے کر رہا ہے باوجود اس غم سنگداری  
کے تمہارے مخالفت مہابت خان کو تمہارا خطاب سپہ سالاری دیا جاتا ہے آپ ہمارے  
نواب فضل الہی سے صاحب جمعیت و لشکر ہیں جو کوئی مستقل بادشاہ ہو اسکی اطاعت و ملازمت  
کرنا چونکہ زمانہ اسکی دولت کا قریب منزل کے تھا باوجود اس دانشمندی کے کہ کیتلے روز گار تھا  
غلطی کی اور جان نثار خان کو بلا جواب لکھے اعتنائی سے واپس کر دیا۔ اور نظام شاہ سے تازہ  
عہد کر کے پچپن کروڑ دام کا بادشاہی ملک اسکو دیا اور برہانپور سے روانہ ہو کر ملک مالوہ قریب  
اکر لیا جب شاہجہان تخت نشین ہو گیا تو اب ندامت سے کیا ہو تلبہ مگر اسنے اپنا وکیل مہ  
عرضداشت کے بھیجا اور مسند شہینی کی مبارکباد میں ایک سرہ مروارید کا نہایت بیش بہا بادشاہ کو  
بھیجا شاہجہان جو دریاے مروت اور سراپا کرم تھا اسنے حالات مابقی سے گذر کر کے اسکی  
خطائیں معاف کر دیں اور برہنہ صوبہ داری دکن و برہنہ مہم پر اسکو بحال رکھا اور منصب  
ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار سوار و اسہ اسہ سے سرفراز کیا اور دیانت خان کو دہلی و قلع  
نگاری پر مقرر کر دیا کہ جو خیالات خفیہ اس کے ہوں وہ مجھے برابر لکھتا ہے چنانچہ دیانت خان اس کے



والا لکرا اپنے ہمراہ لیجائے پر مجبور کیا ہو۔ برہانپور سے دریا خان کے جانی کا مفصل

پیشہ صفحہ ماقبل حالات لکھتے رہے اور یہ بھی اونھوں نے لکھا کہ اسکا ارادہ بغاوت کا نہیں ہے  
 لکرا اپنے افعال پر اندیشہ مند ہے اس واہمہ میں طرح طرح کے منصوبے سوچا کرتا ہے اہل حضرت اسکا اپنے  
 حضور میں بلالین اور اسکی طرف سے کسی بات کا خیال نہ کریں یہ حال معلوم ہو کر بادشاہ کو اطمینان  
 ہو گیا اور خانجہان کو مالوہ کا صوبہ دار کر دیا اسکے بعد خانجہان نے ۲۶ ہاتھی اور ہزاراشر فی شاہجہان کو  
 ہندو دی بادشاہ نے خلعت دیا۔ اسکے بعد یہ اگرہ آیا خانجہان کے ذریعہ سے خطا معاف کرائی  
 آٹھ ماہ تک اگرہ میں قیام رکھا شاہجہان نے کچھ نہ کہا رعایت رکھی بلکہ اسکے خیال سے کہ سید ہے  
 ہاتھ پر دربار میں کھڑا ہوتا ہے اور مہابت خان بھی کسی سے گردن خمی نہیں کرتا ہے ایسا نہ کہ فیما بین  
 چشماک ہوا اسلئے مہابت خان کو دلی بھیج دیا لیکن خانجہان خان کا پہلا سا اعزاز کمان جہانگیر کی طرح  
 سلوک کون کرے اور خاص و عام کی اسکی طرف رجوعات کیسے ہو بلکہ طرفین میں دلی صفائی بھی نہیں  
 جب عرصہ تک شاہجہان نے اسے دربار میں نہ دیکھا تو یمن الدولہ سے غیر حاضری کی وجہ پوچھی  
 یمن الدولہ نے سبب عرض کیا شاہجہان نے کمال عنایت سے اسکی دلجوئی و اطمینان کے لئے  
 اسلام خان کو بھیج دیا مگر جسقدر مکرمت شاہی کا اظہار ہوتا تھا اسکی بدگمانی ترقی کرتی تھی بادشاہ  
 نے حسب استدعا مان نامہ بھی دستخط خاص سے لکھ کر بھیجا مگر وہ اپنے وہم اور منصبداروں کے  
 اور غلامیہ دو ہزار چھان بارہ فرزند ۹ داماد چھ سو پیادے ایک سوتیلے شاگرد پیشہ قدیمی خیر خواہ باقی  
 استورات برقع پوش ہاتھی گھوڑے سپہ سوار کر کے پہرے رات گئے، ۲ صفر ۱۰۸۸ ہجری کو اگرہ سے  
 نکل گیا یمن الدولہ نے شاہجہان سے اگر عرض کیا بادشاہ نے گیارہ بجے رات تک بٹے بٹے  
 بہادر امر اس کے تعاقب میں روانہ کیے حالانکہ یمن الدولہ نے الہ وردی خان کے ذریعہ سے  
 اسکے بھاگنے کی خبر اسدن پہنچا دی تھی اور عرض کرایا تھا کہ اگر حکم ہو تو خانجہان کے دروازہ پر  
 پہرہ چکی بٹھا دیا جائے مگر شاہجہان نے کہا کہ اسکو عہد نامہ لکھ کر دیا گیا ہے قبل از خطا صادر ہوئے  
 شرفاً عہد شکنی سزا جائز نہیں ہے نتیجہ یہ ہوا کہ شاہی لشکر سے خانجہان لڑتا پھرتا ہوا دکن پہنچ گیا  
 نظام الملک خانجہان کے آئینہ بڑی نعمت سمجھا بڑی گرجو شکی و تپاک کیا گھوڑے سے اترنے  
 بھی نہیں پایا کہ نظام شاہ نے استقبال کیا اور خانجہان کو اپنی مسند پر لیجا کر بٹھلایا اور خود  
 ایک کنارہ پر بیٹھا۔ اور اسکے خرچ کے لئے ایک معقول رقم اور جاگیر مقرر کی جس مجلس ہزارا

## قصہ آگے آتا ہے۔

بھینٹھ ماقبل سوار شاہجہانی لشکر کے دکن پہنچے تو خانبھان بھی چالیس ہزار سوار ملتے  
 شاہی سے مقابلہ کے لیے آیا۔ بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک روز خانبھان لڑائی کی حالت  
 میں پالکی کے اندر حصہ پی رہا تھا بیٹے نے کہا کہ لڑتے تو سوار ہو کر لڑے ورنہ ایک عالم کو  
 غرابی میں کیوں ڈال رکھا ہے وہ بولا کہ تمہارا خیال ہے کہ میں غالب آؤنگا ہرگز نہیں اقبال  
 خدا داد ہوتا ہے اس جنگ سے مطلب یہ ہے کہ مصاحبت ہو جلے میں کہ خطہ چلا جاؤں  
 اور تمہارے روزگار کی صورت کل آگے خانبھان نے چٹان کے قبیلوں کو پشاور وغیرہ میں بکڑا دیا  
 چنانچہ انکس سے کابل تک مہمند خلیل گلیانی داود زئی یوسف زئی قبیلوں نے فساد برپا کر دیا  
 مگر شاہجہانی امر نے اس شعلہ کو ٹھنڈا کیا خانبھان چاہتا تھا کہ میں کسی گناہم جنگل میں چلا جاؤں  
 مگر بادشاہی لشکر چھاننیں چھوڑتا تھا دکن میں اس کے قدم نہ جمنے دے تھبہ کا لہجہ آیا اور وہاں اسپر  
 لشکر بادشاہی نے غرغہ کیا گرز برداروں نے اسکو پساکر کے ہلاک کیا شاہ قلی گرز بردار نے  
 اسکا سر کاٹا جو برپانور میں شاہجہان کے حضور میں بھیجا گیا طالب کلیم نے یہ رباعی پیش کی  
 این مردہ فغ از پے ہم زیبا بودہ این کیفت و وبال لاچہ نشاط افزا بودہ از کشاکش دریا سر پیرا ہر رفت  
 گویا کہ سر او جاب این دریا بودہ خانبھان کو بعض راوی ہمیشہ سے بغاوت پسند بتلاتے ہیں  
 اور بعض غیرت دار و محافظ آبر و جلستے ہیں مگر وہ مردہ استگو تھا زمانہ ساز نہ تھا دو زنجیریں  
 جانتا تھا گردش زمانہ کی نہیں دیکھی تھی جہانگیر بادشاہ ہندوستان او سر فرقیہ تھا ایک نے  
 شاہجہان نے سید خانبھان سے کہا کہ تمکو خطاب اس شخص کا دیا گیا ہے کہ جسکی نگاہ کے شہزادہ  
 آرزو مند رہا کرتے تھے اور وہ بے پرواہی سے کسی سے بات نہیں کرتا تھا اب لوگ  
 ناموافقت زمانہ سے اسکی ہمسری کرنے لگے اسکو گوارا نہوا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا محل  
 وقار مزاج میں بہت تھا آزار دہان نہ تھا نہ بیاسنی تھا اسکا مقولہ تھا کہ بے غلامی علیٰ عمر تھیں  
 کے شجاعت آہی نہیں سکتی۔ شیخ فضل اللہ برپانپوری کی شرف صحبت سے تصوف کا  
 شوق بھی اسکے دل میں پیدا ہو گیا تھا اور دنیا سے فقرت ظاہر کرتا تھا تین لاکھ روپیہ ماہو  
 اسکی سرکار کا خرچ تھا کبھی کبھن بھی جاتا تھا۔

جب خانجمن لودی بادشاہی لشکر سے لڑتا بھڑتا ملک دکن تک پہنچ گیا تو  
 آگے آگے خانجمن خان کا لشکر تھا اور پیچھے اسکے بادشاہی فوج تھی یہاں تک  
 کہ وہ نظام شاہ کے علاقہ میں داخل ہو گیا چونکہ نظام الملک کو خانجمن کی زحمت  
 ہر طور سے منظور تھی لہذا اسکے پاس پہنچ جانے سے بادشاہ کو زیادہ تشویش  
 ہوئی اور خود شاہجہان بادشاہ غزوہ ریح الثانی ۱۰۳۰ھ ہجری کو ملک دکن کی  
 طرف متوجہ ہوا اور وہاں پہنچ کر اول یہ انتظام کیا کہ پچاس ہزار لشکر کے تین حصہ  
 کر کے ایک حصہ کا سردار نواب بہادر خان کو اور دوسرے حصہ کا سردار نواب  
 شایستہ خان کو اور تیسرے حصہ کا سردار ارات خان عرف عظیم خان کو مقرر کیا  
 اور کل فوج کی ذمہ داری نواب بہادر خان کے متعلق کر کے خود برہانپور چلا گیا یہ  
 مضمون اخبار محبت کا ہے لیکن بادشاہنامہ میں بادشاہ کی تاریخ روانگی اور فوج کی  
 ترتیب میں کچھ اختلاف ہے بادشاہنامہ میں تحریر ہے کہ ۸ جمادی الاول کو شاہجہان  
 دار الخلافہ الہرہ سے روانہ ہوا اور ۹ رجب ۱۰۳۰ھ ہجری مطابق ۲۳ جولائی  
 کو خانہ یس پہنچا جب وہاں گیا تو کل امرا دکن کے حاضر ہوئے چنانچہ  
 ارات خان صوبہ دار دکن بھی حاضر ہوئے اور ایک ہزار اشرفیان نذر لائے  
 وہاں بادشاہ نے لشکر کے تین حصہ یوں تقسیم کیے کہ ایک حصہ کی سرداری  
 عظیم خان کو اور دوسرے حصہ کی سرداری شایستہ خان اپنے سالہ کو اور  
 تیسرے حصہ راجہ گنگ سنگھ کو اور نواب بہادر خان اور عثمان خان کو بھی اس مهم  
 میں شریک کیا اور نظام الملک کے حدود سے خانجمن خان کے ہتھیال  
 کی غرض سے روانہ کیا اور خود شاہجہان ۲۴ رجب روز دو شنبہ ۱۰۳۰ھ کو

بریاپور پہونچ گیا جب بریاپور بادشاہ پہونچا تو وہاں دریاخان بھی اپنی  
جاگیر سے آکر شاہجہان کی حضوری سے مشرف ہوئے  
۸۔ شعبان المعظم روہتخسنبہ کو ممتاز الزمانی عرف تاج محل کی جاگیر میں اضافہ  
ہو کر بارہ لاکھ روپے مقرر ہوئے اسی روز دریاخان سہ ہزاری  
سواروں سے ترقی پا کر چار ہزاری ذات اور چار ہزار  
سواروں کے منصب سے سرفراز ہوئے تھے بادشاہ تھا  
کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دریاخان کی یہ ترقی ساہو مرہٹہ کے  
صلہ میں انھیں ایام میں بادشاہ نے بریاپور پہونچ کر صادر فرمائی تھی۔

۲۴۔ شعبان کو دریاخان حالانکہ مور و عنایت بادشاہی  
ہوئے تھے مگر بریاپور سے شاہجہان کی دوستی  
اور ہم قومی کا خیال کر کے اسکے پاس چلے گئے بادشاہ  
کو جب یہ خبر معلوم ہوئی کہ شاہجہان کا گروہ برابر سے نکل کر تلی گاؤں میں آ جا چکا

۵۔ غرہ شعبان دریاخان روہلہ از جاگیر آمدہ باستلام عقبہ فلک رتبہ پیشانی ظلال  
برافروخت (۲۹۷) بادشاہنامہ ۵ روہتخسنبہ ہشتم شعبان شال سی ہزار و نیم دین روہرست  
افراسیانیہ حضرت مد علیا ممتاز الزمانی دراصل و اضافہ دوازدہ لک روپیہ مستر گردیدہ  
و دریاخان روہلہ باضافہ ہزار سوار بمنصب چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ  
۲۹۷۔ بادشاہنامہ ۵ دین تاج دریای روہلہ کہ نقوش جبرائیم گذشتہ اور اعمونودہ بمنصب

چار ہزاری چار ہزار سوار سر بلند گردانیدہ بودند برحایت آشنائی دہم الوسی پر اسی کی گیرے شہم  
از حقوق تربیت و نوازش پوشیدہ عارف را بر خود پسندیدہ از بریاپور نزد آن کالیوہ بشیوہ رفت بادشاہ اہم

اور اوسکو جلا کر فساد برپا کیا ہے تو اوسنے چند امرا کے ساتھ  
 اور لشکر اس گروہ کی گوشمالی کے لیے برار کی طرف بھیجا خانجہان  
 خان اور دریا خان اسی گھات میں بیٹھے تھے کہ جسوقت لشکر شاہی  
 کو غافل پائیں اور اوپر ٹوٹ پڑیں مگر کچھ جنگ کچھ گریز کرتے ہوئے  
 وہ ایک طرف کو نکل گئے اسکے بعد برسات آگئی اور لڑائی موقوف  
 ہو گئی جب بارش ختم ہو گئی تو بادشاہی لشکر سیوگانوں سے بڑھا  
 اس عرصہ میں خانجہان خان نوامی بیر میں تھے اور وہاں تحصیل  
 وصول کے لیے اونھوں نے ایک جماعت مقرر کی تھی اوسکو بلایا  
 اسی عرصہ میں دریا خان بھی نیوسہ سے آکر خانجہان خان سے مل گئے  
 اسکے بعد خانجہان خان اور دریا خان سیوگانوں سے بیضا پور گئے  
 اور وہاں سے دولت آباد جانے کا قصد کیا اور موضع لاسور میں جو  
 دس کوس دولت آباد سے ہے پہنچے اور وہاں سے ایرکھلہ  
 جو ایک میل دولت آباد سے ہے گئے اور اپنے متعلقین کو قلعہ  
 دولت آباد کے اندر پہونچایا اور دریا خان ہزار افغانوں کو لیسکر  
 خانجہان سے جدا ہوئے اور قصبہ اندول دھرن گانوں کی تارا جی  
 کے لیے چاندور اور چالیس گھاٹ کی طرف روانہ ہوئے اور اون  
 مقامات کو خراب کرنا شروع کیا بادشاہی لشکر سے عبداللہ خان  
 اس گروہ کی تادیب کے لیے روانہ ہوئے دریا خان وہاں سے  
 بالاگھاٹ چلے گئے آخر کار دریا خان اور خانجہان خان دکن سے

بھاگ کر خاندیس آئے اور وہاں بھی بادشاہی لشکر نے قدم نہ جھنے دیے  
 دوبارہ مالوہ میں آئے راجہ بکرماجیت ولد راجہ جہار سنگہ بندیلی کی  
 علاقہ کی سرحد میں پہونچے پہلے جواو سنے خانبھان خان کی خاطر تواضع کی  
 تھی او سپر وہ معتب بادشاہی ہوا اسلیے او سنے ابکی باریہ ارادہ کیا  
 کہ خانبھان کو گرفتار کر کے بادشاہ کے پاس پہونچا دوں تاکہ پھیلے قصور  
 کی تلافی ہو جائے وہ استقبال کا جیلہ کر کے خانبھان کو گرفتار کر لیا  
 غرض سے بڑا لیکن اتفاق کی بات ہے کہ خانبھان خان اسکے ارادہ  
 سے مطلع ہو گئے اور بچکر نکل گئے خانبھان خان کے پیچھے ایک میل کے  
 فاصلہ پر دریا خان کا لشکر تھا اور وہ اس مکر سے بالکل بخیر تھے جسے  
 ہی وہ راجہ کے قریب پہونچے کہ راجہ نے دفعۃ دریا خان پر حملہ کر دیا بندو  
 کی گولی دریا خان کی پیشانی پر لگی مگر اونکے ساتھ کے چھانوں اور راجہ کی  
 فوج سے خوب جنگ ہوئی دریا خان کے فرزند محمد خان جو لاولد تھے  
 اور اونکا منصب ہزاری ذات اور سات سو سوار کا تھا وہ کام آئے  
 چار سو پٹھان اونکی طرف سے اور دو سو آدمی راجہ بندیلہ کے قتل  
 ہوئے اس اثنا میں بادشاہی لشکر بھی آگیا اس لشکر میں نواب بہادر خان  
 دریا خان کے فرزند بھی موجود تھے وہ گھوڑے سے اوتر کر باپ کی  
 لاش کے پاس گئے اسوقت دریا خان میں کچھ جان باقی تھی دریا خان  
 نے بیٹے کو سرھانے بیٹھا ہوا دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور  
 ایک آہ سرد کھینچ کر بیٹے کو ہدایت کی کہ میرا کام تو تمام ہو گیا لیکن

اب یہ کیا ضرور ہے کہ دوسرا آدمی میرا سر کا ٹکڑا بارگاہ شاہی میں قربان  
 حاصل کرے اور تو محروم رہ جائے لہذا تو اپنی انگوٹھی جس میں تیرا نام کھدا  
 ہو میرے منہ میں ڈال دے تاکہ جسوقت تیری انگوٹھی میرے منہ سے  
 نکلے تو تیرے ہاتھ سے میرا قتل ثابت ہو اب میں تجکو خدا کے سپرد  
 اور متعلقین کو تیرے سپرد کرتا ہوں یہ لکھ کر خدا کا نام لیا اور جان بحق ہوئے  
 دریا خان کی جان نکلنے کے بعد بہادر خان نے باپ کی فمائش کے مطابق  
 اپنی انگوٹھی اونکے منہ میں ڈال دی اور باپ کے غم میں روتے ہوئے  
 اپنے مقام پر آئے اوسکے بعد ایک راجپوت نے دریا خان کا سر کا ٹکڑا  
 بہادر خان کے سامنے پیش کیا اور وہ بادشاہ کے حضور میں معہ محمد خان  
 کے سر کے جو اونکے بیٹے کا تھا بھیجا گیا بہادر خان نے خفیہ خط اپنے وکیل  
 کو جو دربار شاہی میں انکی طرف سے رہتا تھا لکھا کہ جسوقت یہ سر بادشاہ کے  
 سامنے پیش ہو تو منہ کھول کر دیکھا جائے جسوقت دریا خان کا سر معہ  
 عرضداشت کے برہانپور میں بادشاہ کے روبرو پیش کیا گیا اسوقت شاہجہاں  
 دریائے پتی میں کشتی پر سوار تھا اور دریا کا تماشہ دیکھ رہا تھا اس موقع پر  
 بادشاہ نے فی البدیہہ شعر تصنیف کر کے ارشاد فرمایا۔ ۵  
 رفتم بسوے دریادیم عجب تماشہ دریا درون کشتی کشتی درون دریا  
 جب منہ کھول کر دیکھا گیا تو بہادر خان کی انگوٹھی دریا خان کے منہ میں  
 نکلی جس سے بہادر خان کی کارگزاری سمجھی گئی کہ بادشاہ کی اطاعت  
 کے مقابلہ میں باپ کا خیال نہ کیا چنانچہ بہادر خان خلعت وغیرہ سے

سفر از کیے گئے۔

دریا خان ۱۹ جمادی الثانی ۱۰۳۸ ہجری کو اور بروایت دیگر ۱۰۳۸  
کو اپنے دوست خانبھان پر تصدق ہو گئے۔ دریا خان کی عمر ۴۹ برس  
کی تھی۔ دریا خان کا صر۔ دہلی میں قریب مزار خواجہ باقی باللہ کے اور  
لاش دہو پور میں دفن ہوئی جب خانبھان نے دریا خان کے قتل  
ہونے کا حال سنا تو ایسے رفیق کی جدائی میں جو انکا اس بیسی و  
مصیبت کے وقت قوت بازو تھا اوکے غم میں بہت رویا اور بڑے  
افسوس و حرمان سے آگے بڑھا اس زمانہ میں دریا خان کی  
بیوی جو سبیدہ میں اپنے بیٹے کی جاگیر میں تھیں جان جان خانبھان  
خان کا بیٹا بھاگ کر انکے پاس گیا دریا خان کی بیوی نے اپنے بیٹے  
جلال خان کے ساتھ جان جان کو عبد اللہ خان کے پاس بھیج دیا  
اور عبد اللہ خان نے یکہ تاز خان کے ہمراہ شاہجان بادشاہ کے  
پاس روانہ کیا۔

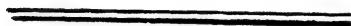
دریا خان کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں جنکا ذکر نواب دلیر خان  
کے تذکرہ میں آچکا ہے بعض راویوں کا بیان ہے کہ نواب بہادر خان  
اپنے بھائیوں اور خانبھان خان کے بیٹوں کو بادشاہ کے حضور میں لیگئے  
اور ان سبکی جان بخشی کرا لی۔

دریا خان کے قتل کی تاریخ (داغ دل) مشہور ہے راقم نے اسکو  
یوں نظم کیا ہے۔



## قطعه تاریخ

چیت دریا خان شہادت یافت میدان جنگ	در نیستان بقا خوابید آن شیر و عن
پارہ پارہ شد دل اہل شجاعت در جہان	(دل غ دل) آمد مظفر سال تاریخ قصہ





خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینی

خلیفہ صاحب باعتبار علم و فضل و قابلیت کے شاہ آباد میں وحید العصر و علامہ ہو  
ہیں ابوالیمین کنیت تھی آپ کے والد کا نام مہامی سید محمد اسحاق صاحب تھا آپ کے دادا  
سید محمد حسین صاحب سید محمد غضنفر کے فرزند تھے خلیفہ صاحب مرزا محمد فاضل خرمین  
دہلوی کے شاگردوں میں پایہ بلند رکھتے تھے نواب آصف الدولہ بہادر فرمانروا  
اور دہبھی خلیفہ صاحب کی ملاقات و نصیحت علی سے بہت محفوظ ہوئے تھے خلیفہ  
صاحب کی کثیر التعداد تصنیفات ہیں پندرہ برس کی عمر میں ثنوی آزاد و جمیلہ  
تصنیف کی اور ثنوی مشتمل علی مجنون کے وزن پر نہایت دلچسپ لکھی وزیر نا  
نواب وزیر علی خان کی سند نشینی اور گزقاری وغیرہ کے حالات میں ترتیب یا

مرزا محمد فاضل خرمین علی کے رہنے والے تھے احمد شاہ درانی کے فتنہ میں علی سے کھنڈ چلے آئے تھے  
مرزا صاحب فارسی گو فارسی دان صاحب کمال تھے صحت الفاظ و تحقیق لغت میں کامل اور مرزا عظیمائے  
کشمیری کے شاگرد استاد تھے شہزادہ علی حزمین سے بھی ملاقات تھی زمانے نے پورا حق انکی قدر دانی کا  
اد کیا تھا۔ انکے سیکڑوں شاگرد امیر و فقیر تھے مگر ہمیشہ توکل پیشہ اور مجرب رہے اور کبھی شاہی نمونے سے  
میں صحت فرمائی وہ شعر انکے بطور نمونہ کے بیان درج کیے جاتے ہیں در کوئی یا طرفہ تماشائو دیکھیں  
رہو اشود کے و تماشائو کسی بددیگر کہ چون سبویکدہ بردوش جن در اہ گاہی چویشہ در آغوش جن در آ

مناظر الانوار سرپای محبوب اور مظاہر الاسرار حالات عشاق میں دونوں کا بین  
 لاجواب کھین۔ شنوی ثمر الفوائد متعلقہ انہ۔ مقدمات ظہوری دربارہ سہ شتر ظہوری  
 شنوی شاہ درویش سرپای معشوق اور شرح شنوی نیرنگ عشق شرح مجمع الحسنات  
 شرح پنجرہ دینا بازارد دیوان آصفی وغیرہ تصنیف فرمائیں ان کے علاوہ دیوان  
 بھی مرتب کیا تھا نثر آپ کا نہایت مقبول و مشہور اور کلام فصاحت و نکات  
 استاد سے معمور ہو۔ بڑی تحقیق سے خلیفہ صاحب کے متعلق نواب امیر الملک  
 والا جاہ مولوی صدیق حسن خان اپنے تذکرہ شمع الجہن کے صفحہ (۵۴۲) میں  
 لکھتے ہیں کہ مینی سید عبدالرزاق شاہ آبادی سید عالی نژاد بود و سلالہ  
 سلسلہ مجاہد و وجودت طبع و سلامت مزاج و مہارت فنون فارسی  
 ممتاز عصر نہایت دیوان غزل و رباعیات و ترجیع بند و جزلان دارد  
 اصلاح سخن از میرزا محمد فاخر مکتب گرفتہ و مناظر الانوار در سرپای محبوب  
 و مظاہر الاسرار در حالات محب بسیار خوش اسلوب نوشتہ بر قتب دریم  
 فارسی مثل گل گشتی و دیوان آصفی و دیوان غنی و شنوی نیرنگ و جزلان  
 شرح دارد دیوانش درین حین دستیاب نگردید و اپنے از معتمدان مسموع شد  
 این چند بیت۔

### غزل خلیفہ صاحب دیوان مینی

اقرار ہم رہا کہ ایک کتاب بیافشا	تا ماند از دہانی جو نہ نشافشا	مارا بجز خوار می بر رخ خاک
ای در ہوا معلق از کج آیت افشا	نازم کشہ عشق کو مال غولک	بر خاک بریت و اگر دہا بافشا
رفتی دور ہو ایست غافل بہار	چون بوی گل اندازد ہوی آشیافشا	

<p>بر باد و آفتاب سخت بسیار و دامن چون تار نموده در پرده قفا زان دوستان آینه ماند استاها</p>	<p>جز دود آه اغانام و نشان بنیابی ناخن مزین بچرم کرد در بسینوالی اهل سخن یکا یک زیر این گدشتند</p>
<p>چند بیات از تنوی شاه در پیش صبیان برای معشوق</p>	
<p>عاشقان خواند یاد و دوبران هم چو ابریا به بر چپنی شب معراج و سیر غم تا به سر تا بدوش تا بقدم مه و خورشید زیر سایه او چون همی بر بر تبه و سین چون دو ترک کان کشید تیغ بهم شکر و شیر از دهن میرنجست</p>	<p>قد او شعله موجود و دوبران داشتی موبرق او و طسنی گیوه او ترکست از نظر طره و زلف و کاکل پر خم زلف بر تر زعرش پای او خال در هر دو ابروش و بین چشم او زان دو ابر و پر خم در تبسم گل از زبان میرنجست</p>
<p>رباعیات</p>	
<p>از جمله خادمانش بر روی زمین در زمره الهیت اصحابین پیران برخ از نگو سر شستی در گردن خورشید قیامت سن انداز یاد تو نیز کرد فراموش خود مرا</p>	<p>یار بخت آنکه بود در روح این معشور کنی بنی عاصه را آن زلف جوطا بر بهشتی برخیز و برخ زلفش در شکل انداز تنهانه بر دوش تو اناهوش خود مرا</p>

<p>چیز بگوز لطف خطا پوش خود مرا ایضا بر خاک درت دیدہ ترمی سایم الکون کف خود بیکد گرمی سایم بر بای نسیم رفت و صبا آمد و شمال گشت کہ روز ہجر گزشت و شبصال گشت</p>	<p>چون بردرت نخل نہ خطای خود آدم عمری ست کہ بر پای تو سر می سایم چون سودنکر سودن چشم و سرم دل شگفتہ نشبتیوہ سال گزشت در سر گزشت بختی و گرچہ میسری</p>
<p>خلیفہ صاحب کے چند اشعار ایک بیاض میں لکھے ہوئے ہیں جو کہ اکثر ٹپکار تھے</p>	
<p>شدہ عنصری بادشاہ سخن بہ فردوسی آمد کلاہ می نظامی بھک سخن شاہ گشت بسریر اشعار سعدی رسید بہ خاقانی آمد شای سخن سخن گشت برفرق خسرو مدار سریر سخن را تماشای رسید</p>	<p>شنیدم کہ در روزگار کس چو اورنگ از عنصری شد تہی چو فردوسی زین دور گیتی گشت نظامی جو جام اجل در چشید چو سعدی بر آورد سر در کفن چو خاقانی رفتہ ازین روزگار از ان پس چو نوبت بہ جای آید</p>
<p>ایک قصیدہ خلیفہ صاحب نے حضرت شاہ عبدالرزاق صاحب یاسوی کی مدح اور توصیف میں جیکے تصرفات اور عرفان کے انوار آفتاب کی طرح روشن ہیں لکھا ہے اور اسکو نواب احمد خان صاحب میں شاہجہانپور نے اپنی کتاب ملفوظ راتانی میں تحریر کیا ہے اور</p>	

وہ قصیدہ یہ ہے

ای کہ مستقبل جملہ آفاقی  
آنکہ دربانہ شریف بود  
آنکہ مشائیان درگاہ او  
آنکہ مسموم معصیت ہارا  
آنکہ ہر جانبہ ہمیں گودی  
سرفرد و آبرو در پاش  
اوست محبوب عاشقان خدا  
بادشاہ بدستگیری خلق  
دست ہر عاجز کیہ می گیری  
مقتدای زمانہ خویش  
چون تو کس نیست وہم نخواہد بود  
از علوم سفینہ بنجبرے  
اکاشف نکتہائے عرفانی  
کیست غیر از تو عارف بانند  
از معارف ہر انچہ گوی  
رسم باشد کہ ہر مریے را  
از مرید تو چون خطوط شعاع  
آستان بوسیت ہوسدارم

مگر از حساد مان رزاقی  
مرفت رش منظر ہو الباقی  
ہم چو خورشید جملہ اشراقی  
خاک پایش نمود تریاقی  
ہمچو سودا ئیان ہوائی  
گر تو نجس روز تو فستاقی  
بشنو این امر گرز عشاقی  
تا تو محکوم حکم حلاقی  
وارہانی ز در مشتاقی  
دیگر اند جملہ محاسناتی  
زیر این چرخ گنبد طاقی  
لیک در علم سینہ دفتاقی  
واقف از ہائے اطباقی  
حل عرفان را تو مصداقی  
در نیاید کس ز اعلاقی  
وقت بعیت کنند حلاقی  
موقت بر زمین ز براقی  
ہو ستم نیست غیر ازین باقی

حال شغاق خوشیتن دریاب	کہ بجا آدم ز شستائی
از غلامان بخوشتن بشما	کہ عنایتمی تست نعماتی
عرب الصد کہ مطبخ اوست	مائدہ بخش خوان رزائی
ز تہ این خواہم آرزو باشد	ہمہ را تو کفیل از زائی
نیست دور از تو دستگیری من	کہ تو مطبوع جملہ اخلاقی
چون توی ابن ساقی کوثر	باشش در حق تشنگان ساقی
با یمنی ہمین بگو کہ نسلان	بندہ من ز روز میشتائی

خلیفہ صاحب نے اپنے ہمنام حضرت شاہ موصوف علیہ الرحمۃ کی شانیں اور بھی قطعات لکھے ہیں بخلائے ایک قطعہ نواب محمدان صاحب یس شاہمان پور نے فرمایش کر کے خلیفہ صاحب سے حضرت سیدنا شاہ عبدالرزاق صاحب بانسوی کی وفات شریف کا بھی لکھایا جو جس سے ۳۶ ہجری مکمل ہین۔

خلیفہ صاحب کو انہ سے بڑی رغبت تھی اسلئے انہ کی تعریف میں انھوں نے مثنوی ثمرۃ القوادح لکھی اشعار دو بحر و نین پائے جاتے ہیں ایک بار نواب محمد علی خان صاحب قلعہ دار باسط مگر کی فرمایش سے اور دوسری بار اعظم خان صاحب نخل کیدان کی خاطر سے تصنیف فرمائی چند اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شکوہ بگلہای ز لکین ورق	چو نور شجر جلوہ گر از شفق
ز بس گل کہ سرزد و زویر انسا	در و دشت شد چون پرینا ہنا
کشیدہ ہم شاخ گلہا قطار	چو دست نگارین بدست نگار
مہرغ بہارین در آمد نشاط	کشودہ پرو بال خود را بساط

بهم ساخته ببل و ساخته  
 گل اندر چمن سبزه در جویا  
 زمین از گل آتشین شعل  
 از قدام گلهای هندی بے  
 شکفته در شهر و در بوستان  
 خصوصاً درختان انبہ تمام  
 شکوفه نمودند از هر طرف  
 لذت و لطیفات آن باخورش  
 بیابان و صحرا و بستان و دشت  
 درین فصلستان عشرت پرست  
 چو بوی گل از خانه بادستان  
 غزلها سر آیند و مستی کنند  
 درختان انبہ به بار آوری  
 بصدقه و تمکین بصدختگی  
 چو شد بخت چون عاقل بختکار  
 شده جلوه پیرایه بر باغ و دشت  
 بشیرین ادائی و دبستگی  
 دل از گلکله لبیکه گل گل گفت  
 هرانبه که شمشیر اهل تمیز

نوا بر نوا با هم انداخت  
 چوستان از شادی بهوش و کنار  
 بسر دی و گری هوا معتدل  
 که کم دیده اند ز خراسان کسی  
 همه وقت چشم و دل و دستان  
 شدند از گل خویش مولی الکرام  
 از نوا ارشان دیده بار اثرف  
 که یابد از جسم و جان پرورش  
 ز بوی خوشش نشانی و دوش  
 ندانند در شهر کیان نشست  
 بخاده رخ خود سوی بوستان  
 بگلپایانگی می پرستی کنند  
 فرو برده در سر تو اضع گری  
 رسید انبہ را موسم بختگی  
 دهرتن با فتاوی بار بار  
 چو در حلقه سبزه حور بهشت  
 ر بوده مدد دل خستگان جنگی  
 بوصفش تو آن جنابیات گفت  
 پرا از چادر و تپ از سه چیز



پُر از شیر و دقت و لونِ صاف  
ز چیرے کہ خالی توان بود از آن  
کَلانی تخم و سطرپی پوست  
بهر آنکه که از ریشه شد مایه دار  
ز خوشترنگی خود چو نیلے پری  
بیا ازمینی که ختم کلام  
چو پایان رسیدم این داستان  
بسال هزار و دصد سی و یک  
چو آغاز این بود ماهِ صیام  
اتنی قبول ده این نامه را  
باین چار محمد و کنِ خاتم

کلماتی بشیر بنیشتن به خلایق  
نمایم به پیش تو آنهم بیان  
دگر ریشه بے عیب بیخا نکوست  
چو حلوے سمنک بود کم عیار  
جدا گانه بر یک بجلوه گری  
نمایم برین شکوه خاص عام  
کنون سال تلخی سازم بیان  
ز رویش را می از دم بر محک  
تماش نمودم به ماه تمام  
که فرمود در سجده سر خاسته را  
علی حیدر حسن فاطمه

خلیفہ صاحب کبھی کبھی بھی کہتے تھے مگر کم دو شعر ان کے یہاں پڑاؤ کے تحریر کیے جاتے ہیں ۔ اشک اگر حشر میں الفت کے ماے رہ گئے ۔ دو مسافرات دریا کے کنارے رہ گئے ۔ شب تو گزری امی جینی کب تباک سوئیا گا تو بد آسمان پر ۔ ایک دو باقی ستارے رہ گئے ۔ خلیفہ صاحب کے مزاج میں کچھ خوش طبعی بھی تھی ایک مرتبہ نواب احمد علی خان تعلقت دار باسط مگر خلیفہ صاحب کے مکان پر تشریف لائے اُس روز مکان صاف نہ تھا نواب صاحب نے کہا کہ خلیفہ صاحب کیا اس مکان میں بھوت بلا رہتے ہیں خلیفہ صاحب نے بڑبڑتے جواب دیا کہ ہستے تو نہیں ہیں مگر کبھی کبھی آ جاتے ہیں ۔

لالہ میوض رائے مسرت شاہجہان پوری خلیفہ صاحب کے ہم عصر تھے اُن سے کبھی نوک جھوک بھی ہو جاتی تھی۔ مگر خلیفہ صاحب ایک دریائے مولج تھے۔ ایک بار مسرت کے ایک شاگرد نے یہ شعر تصنیف کر کے ۵

واہ چہ حسن ست واہ چہ زیبائی کہ فرشتہ کند سجد آنجا

اُن کے ربوہ رو پیش کیا اور مسرت نے بجائے واہ کے۔ این چہ حسن ست و این چہ زیبائی۔ کی اصلاح دی۔ مگر جب وہ شعر خلیفہ صاحب تک پہنچا تو آپ نے بجائے واہ اور این کے لفظ اللہ کی ٹیڑھا کر مصرع میں جان ڈال دی یعنی ۵

اللہ اللہ چہ حسن و زیبائی کہ فرشتہ کند سجد آنجا

ظاہر ہے کہ اس لفظ سے کس قدر حسن پیدا ہو گیا۔ افسوس کہ خلیفہ صاحب کا دیوان اور دیگر تصنیفات ۷۵۵ء کے غدر میں برباد و ضایع ہو گئے اُن کے گھر میں لگ لگادی گئی تھی۔ اور سنہ وفات نظر سے نہیں گذرا مگر عرطویل پائی تھی ضعیفی کو پہنچ گئے تھے حافظہ غلام علی خان صاحب نے اُن کو اپنے لڑکپن میں ضعیف دیکھا تھا۔ ان کی ایک مہر میں سنہ ہجری اور دوسری مہر میں سنہ ہجری کندہ تھے۔ ایک مہر میں (ابوالیمین سید عبدالرزاق) اور دوسری مہر میں (ملان عبدالرزاق) منقوش تھا۔ سنہ ہجری میں مقدمات ظہوری تصنیف کی تھی۔

آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ آپ کے حقیقی بھائی مولوی عبدالرحمن صاحب ہی اولاد ہوئے جن کے نواسہ حکیم سید فرزند علی صاحب تھے۔ مقدمات ظہوری اور شرح کتب سی آپ کی تصنیفات سے طبع ہو کر شایع ہو گئیں باقی کلام ضایع ہو گیا۔ کچھ حصہ مذکرہ شعر کا بھی اعلیٰ موجود ہے۔

آپ کے شاگردوں کا حلقہ وسیع ہے انہیں بہت سے شاگرد نامور اور مشہور زانہ ہوئے

راجہ ہلاس رائے اور اُن کے بھائی اور مولوی عبدالمصاحب اُن کے برادر نامدار منشی  
محمد صلح صاحب داروغہ کتب خانہ شاہ اودھ لالہ گریشا و مصنف تاریخ اودھ لالہ خوشوقت  
شاہ آبادی یہ سب آپ کے تلامذہ مین تھے اور خوشوقت رائے نے مسرت شاہ جہانپوری  
کے اس شعر کا ۵

بوقت لقمہ خوردن امی مسرت گفت لبہایم ✽ کہ روزی میکنم جدا یا ران ہمد را  
یہ جواب دیا ہے ۵

بہم کجا گشت دیاران دور افتادہ رازوری ✽ لب دست و دہن کجا شوند ہنگام خوردن با  
خلیفہ صاحب کے شاگردوں مین ایک صاحب لالہ سداسکھ لال متخلص بہ شایق  
بڑے قابل تھے انھوں نے مثنوی سکھان بیسی بڑی لیاقت سے لکھی اور فارسی زبان کی  
خوب داد دی اوسمین خلیفہ صاحب کی تعریف بھی کی ہے اُن اشعار سے خلیفہ صاحب کے  
اوصاف اور شایق کی قابلیت کا پتہ چلتا ہے اسلئے چند شعر نقل کیے جاتے ہیں ۵

بوصف مبینی بہ بندم کمر سبق بردر شعر و در شاعری کلاہ سعادت بود بر سرش براہ صفا مثل پیر من است بہ الطاف مسند چو شعر ترم گرازلطف و احسان کند یک نظر نوازش گریہ از دوز نیست نوشتم من این نامہ را مختصر	کہ شد در جہان از ہنر نامور ز سعدی و خاقانی و انوری ملالک ہو سند خاک درش از ان در جہان و شگیر من ست با وج تفاخر رساند سرم شود نامہ من بعدا لم خمر بچشم امیدم جزا و نور نیست بہ ارشاد و دستا و والا گھر
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

چشم لظہم این نامہ نکتہ سنج	ہزار و دو صد بود بر چہل و پنج
کس نامہ نامی بردستان	چون نظم بینی بہند و شان

خلیفہ صاحب کے ارشد تلامذہ میں ایک کندن لال شاہ آبادی تھے جن کا ارشاد مخلص تھا انکی تحقیق و قابلیت کا شہرہ ملک میں پھیل گیا تھا وہ عیوض رائے مسرت کے ساتھ مشاعرہ میں شریک ہوا کرتے تھے ایک بار ارشاد و مسرت میں مناظرہ ہو گیا ارشاد نے مسرت کے کلام کی دھجیان اُڑا دیں اور اُن کے کلام کے نقایص میں ایک رسالہ مدلل لکھا اور وہ شعر ہی لکھنؤ کی خدمت میں پیش کیا اور سکو اس درجہ شہرت ہوئی کہ جسکی حد نہیں حتیٰ کہ نواب زیر المملک فرمان رواے اودھ اور مرزا محمد فاخر کمین انشاء اللہ خان انشا تیر تقی میر مرزا محمد حسن قتیل وغیرہ نے اس کو پسند کیا اور ارشاد کے تصرف و قابلیت کی داد دی۔ اس واقعہ کو خلیفہ صاحب نے خود اپنے تذکرہ شعرا میں درج کیا ہے اور سند اوس عبارت کا لکھنا ابجگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کندن لال ارشاد و مخلص انداز موزون طبعان شاہ آبادیست تحقیقات اکثر کتب متداولہ فارسی پیش فقیر تحصیل نمودہ نوبتی اور ابائخص عیوض رائے نام مسرت مخلص شاہجہان پوری اتفاق مشاعرہ افتاد بمنابرہ انجاء مید غری چند کہ تصرف و دخل در آہنا کردہ و سخن فہمانان معاصرین مثل مرزا فاخر کمین دہلوی و انشاء اللہ خان میر تقی و میرزا قتیل دہلوی و دیگر فضلا کہ در لکھنؤ و حضور نواب وزیر از مشاہیر بودندان تصرفات را دیدند و پسندید و سبیل و مقتدایان طومار را تحسین قبول خود ہا ساختند۔

وہ رسالہ اس وقت راقم کے پیش نظر ہے چونکہ فارسی غزلیات ہیں اور فارسی محاورات کی غلطیاں نکالی ہیں اور سکا لطف اوسی زبان میں ہے لیکن ناظرین کی آگاہی کے لیے بعض شعر کی تنقیص بطور نمونہ کے لکھ دیا ضروری ہے۔

## شعر سرت ۵

ترسیمین ساعدت پروای سیم وزر نمیدارم	شدم از دست و از دست تو دستی بر نمیدارم
-------------------------------------	----------------------------------------

## اعتراض ارشاد

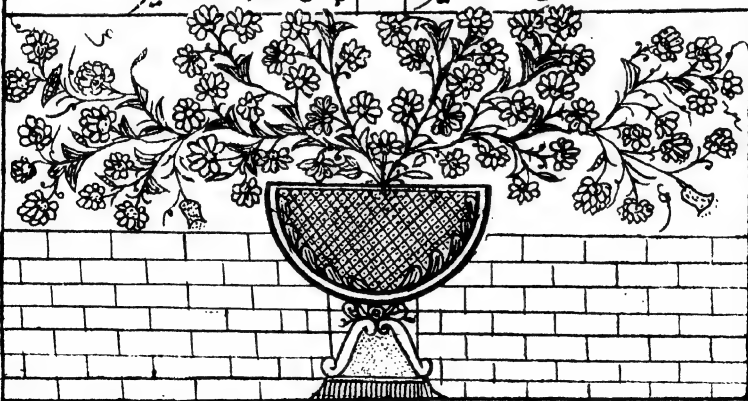
بجائے (پروای) کے (سوداے سیم) کی لفظ مناسب تھی کیونکہ سودہ کو سیم وزر سے مناسبت تھی اس کے علاوہ محاورہ اہل زبان کا (دست از چیز برداشتن) ہے نہ کہ دست از چیز برداشتن۔ صریح غلطی ہے لہذا وہ اپنے اس مصرعہ سے دست بردار ہوں اور اسکو یوں لکھیں = اصلاح ۵

ترسیمین ساعدت سودای سیم وزر نمیدارم	زدندانست تمنای دُر و گوہر نے دارم
-------------------------------------	-----------------------------------

ہم اس بحث کو چھوڑ کر چند شعریوں ان ارشاد کے لکھکر خلیفہ صاحب کے تذکرہ کو ختم کرتے ہیں۔

## کلام ارشاد شاہ آبادی

برخیز و بوج زلف شکن در شکن انداز	در گردن خورشید قیامت رس انداز
آہ از دل ناصبور خیزو	چون شعلہ کہ از تنور خیزو



## حضرت شاہ زمان صاحب علیہ الرحمۃ

شاہ صاحب مہروراس نواح کے صاحب ولایت کئے جاتے ہیں مزار ان کا پرتھو ہے اکثر حاجتمندوں کی مرادیں آپ کے توسل سے حاصل ہوئیں۔ آپ کے حیات کا زمانہ شاہ آباد کی آبادی کا زمانہ کہا جاتا ہے اور افغانستان کے باشندے بتلائے جاتے ہیں آپ کا مزار نواب ولی خان کے مقبرہ کے اتر و پچھم کی طرف لب سڑک واقع ہے۔ عرصہ دراز تک آپ کے مزار پر مجاوروں کا گروہ حاضر رہا کرتا تھا اور وہ لوگ اندرون رہا کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق بڑی اور چھوٹی ڈیوڑھی سے چلوک موات کیے گئے تھے جن کے حاصلات سے مجاورین گذراوقات کرتے تھے شاہ صاحب کے مزار کے متعلق جو معافی تھی اوسکو سرکار گورنمنٹ نے بھی بحال رکھا چنانچہ واجب العرض کلری مین وہ درج ہے۔ ایک سند معافی کی نواب محمد خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کی طرف سے جو تحریر ہوئی تھی اوسکی نقل بیان پر درج کیجاتی ہے۔

نقل سند معافی متعلق مزار حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ الغریب  
متصدیان حال و استقبال سرکار امیدوار بودہ بداند۔ چون موازی یک قطعہ  
پانزدہ آراضی پنجتہ پشتہ چک گوشائین افتادہ خارج جمع سوائے مال  
سرکار در سواد موضع خانپور من ابتدا سے ۳۳۲ فصلی نیاز زیارت گاہ  
حضرت شاہ زمان صاحب قدس اللہ سرہ الغریب باسم جنون بیاض صاحب معاف نمودہ شد  
باید کہ قطعہ مذکورہ تبصرہ موسی الیہ واگذارند محدود دست بدین حدود دار بودہ

محارر خان ۱۲۱۱  
محمد خان بہادر ولد

حد شرعی نے سرحد چک کون میان صاحب چک ایک عظم خان صاحب چک غلزی  
بے حد شرعی نے سرحد چک کون میان صاحب چک غلزی

کہ مشا الیہ بخاطر جمع تمام دران قطعہ اراضی فصلا بعد فصل چین تردد و نمودہ از حاصلات آن  
صرف مایحتاج خود و زیارت گاہ میکردہ باشند و بدعای خیر و یاد الہی مشغول و موقوف باشند  
و گاہی کسی بوجہی من الوجوہ بابت اخذ ابواب ممنوعہ و مزارع و متعرض نشوند و ہر سال سنجیدہ  
طلب ندارند درین باب تا کہ مزید دانستہ حسب المسطور بعمل آرند تحریر فی التاریخ یازدہم شہر  
صفر المظفر ۱۲۲۲ ہجری المقدس حسب المسطور بعمل آرند۔

### طاٹ صاحب

آپ شاہ آباد میں صاحب ولایت بزرگ گذرے ہیں۔ ایک واقعہ مستند حضرت  
کی زبانی سنا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک بار نواب شجاع الدولہ بہادر کا لشکر شاہ آباد میں  
پڑا ہوا تھا اور زیادہ قیام ہونے سے یہاں کی خلائق پریشان ہو گئی تھی لوگوں نے آپ  
رجوع کیا۔ آپ نے ایک پرچہ لشکر میں ایک کفش و زجو صاحب نسبت تھے لکے پاس  
بھیج دیا انھوں نے تھوڑا دن باقی تھا اسی وقت کو بیخ ہونے کا فقرہ زبان سے ارشاد  
کیا اور معالو اب شجاع الدولہ نے حکم کو بیخ کا دیدیا۔ آپ کے مزار میں اختلاف ہے بعض متصل  
مسجد خواجہ سہر واقع بازار چار شنبہ زیر مکان خواجہ محمد شاہ صاحب اور بعض اختیار پور کے  
قریب جو درخت تانگہ ہلاتے ہیں واسمہ اعلم۔

### راجہ ہلاس رامی صاحب

راجہ صاحب موصوف ایسے لائق ہوئے کہ جو نہ صرف فخر قوم بلکہ فخر وطن ہیں اور انکی  
عزتی و منزل کی داستان دلچسپ ہے راجہ صاحب کے والد لالہ بینی پرشاد قوم کے کا لیتھ

اور محلہ دلیر گنج کے رہنے والے تھے۔ راجہ صاحب خلیفہ عبدالرزاق صاحب مینے کے  
شاگرد رشید اور مہاراجہ گلیٹ رائے کے جو سرکار لکھنؤ میں دیوان تھے بھتیجہ داماد تھے۔  
نواب صف الدولہ بہادر کی مصاحبت کا بھی شرف حاصل تھا آپ نے حسن انتظام و دشمنی  
سے ملک اودھ میں وہ ہر دلعزیز و ناموری پیدا کی تھی کہ مجمع عام ہو گئے تھے راجہ ہلاسل رائے  
کو نواب وزیر الممالک کا اس درجہ تقرب حاصل تھا کہ بعض امور ملکی میں اپنی رائے سے احکام  
نافذ کر کے اسکا تذکرہ جناب عالی سے عرض کر دیتے ان کو خطاب راجگی کا بھی پیشگاہ نواب  
وزیر الممالک فرما کر ولس اودھ سے عطا ہوا تھا۔ راجہ صاحب کے مزاج میں الہی مقول پسندی  
و انسانیت واقع ہوئی تھی کہ ہمیشہ اہل وطن کے ساتھ عزت و احترام سے پیش آتا درجو  
کام کسی کا ہوتا اسکے انصاف میں تا امکان کوتاہی نہ کرتے بعض اسناد ان کی طرف سے  
باشندگان شاہ آباد کے نام راقم کی نظر سے گذری ہیں منجملہ اُن کے کیسی نقل بھی ثبوت کے  
لیے درج کتاب ہوگی۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار باسط نگر و رئیس شاہ آباد جب لکھنؤ جا  
تو وہ ان کے مکان پر ضرور تشریف لیجاتے چنانچہ ایک بار نواب صاحب مدوح لکھنؤ نواب  
وزیر الممالک کے ایک عزیز سے جھگڑا انھیں کے مکان پر ہو گیا تھا نواب صاحب نے  
غصہ کی حالت میں اُنکے طمانچہ بھی مار دیا تھا جسکا قصہ جناب عالی تک پہنچا اگر راجہ صاحب  
موصوف نے اپنی رسائی و خوش بیاختی سے اس معاملہ کو جناب عالی سے کہہ سُن کر رفع  
کر دیا تھا اُن کے مکانات محلہ دلیر گنج میں آباد ہیں بنے تھے اور عمارت عالیشان تھی  
اُنکی امارت کا اندازہ صرف کنور راجہ کی شادی سے جو ان کے بھتیجے تھے ہو سکتا ہے کہ جب رات  
ہونے والی تھی تو سرکار لکھنؤ سے عاملین شاہ آباد کے نام پروانہ صادر ہوا تھا کہ راجہ صاحب  
کے یہاں جو تقریب منعقد ہونے والی ہے اوس میں شرفائے شاہ آباد کی شرکت موجب خوشنودی



مابودلت ہوجناچندوسمین اکثر باشندگان وطن شریک ہوئے تھے بارات موضع کندھی تحصیل  
سندھولی ضلع سیتا پور میں اونکے ایک ہمقوم برادر کے یہاں گئی تھی مقبرہ میں اور عمر اشخاص کی  
زربانی سنا ہے کہ بارات اس هجوم اور دھوم سے ہونی تھی کہ ایک لاکھ روپیہ پامالی زرعت  
اور ایک لاکھ روپیہ لٹوانی بازار اور ایک لاکھ روپیہ عروس کور و نمائی میں دیا گیا تھا غرض کہ  
جملہ مصارف اسی پیمانہ پر ہوئے تھے اور یہ روایت بھی مستند طور پر شنی گئی ہے کہ ذوالصف الاول  
یہاں رونے اونکے گھر تشریف لاکر انکو سرفراز کیا تھا اور راجہ صاحب نے لاکھ روپیہ کا چوتروہ بنا کر  
اور سونے کو بٹھلایا تھا اور وہ کل روپیہ ان پر تصدق کیا گیا تھا۔

سرکار گھنڈوین ان کی سائی کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ نواب شجاع الدولہ  
اور نواب آصف الدولہ اور ان کے ارکان دولت اکثر صوبہ گھر کو آتے جاتے تھے چونکہ  
شاہ آباد اثنائے راہ میں واقع ہے اس لیے یہاں بھی ٹھہرتے تھے ایک بار کسی ضرورت سے  
ہمارا جہ نکلیٹ راے بریلی کی آمد و رفت میں شاہ آباد ٹھہرے اور انکو پوجا وغیرہ کی ضرورت  
سے کسی ہمقوم برادر کے گھر جانے کی ضرورت لاحق ہوئی چنانچہ ان کو ایک شخص لالہ منی پراو  
صاحب کے مکان پر لے آیا اسوقت راجہ صاحب مذکور نواب اعزاز خان صاحب  
زمین عظم شاہ آباد کے یہاں نظر بند تھے اور ہلاس راے مع اپنے بھائیوں کے اپنے مکان  
بیٹھے ہوئے ایک معلم سے پڑھ رہے تھے ہمارا جہ نکلیٹ راے کی جب نظر ہلاس راے  
کے چہرہ پر پڑی تو انکو خوش نصیبی و اقبال مندی کے آثار محسوس ہوئے ہمارا جہ نے ان کا  
راجہ منگایا تو اپنا قیافہ صحیح معلوم ہوا اس لیے اونھوں نے ہلاس راے کے والدین کو  
سلوک سے خوش کر کے ان کو اپنے ساتھ لیجانے پر رضامند کر لیا اور ہمارا جہ صاحب ان کو  
مکان کے ہر دو بھائیوں کے اپنے ساتھ لیگئے اور وہاں انکی تعلیم و تربیت میں جو کئی کئی تھی

وہ نہایت توجہ سے پوری کرائی لیکن یہ مدتہا لمراپنے پہلے استاد خلیفہ صاحب کو نہ بھوسے  
اور ہمیشہ انکی شاگردی پر ناز کرتے رہے۔ راجہ ہلاس رائے جب شاہ آباد آتے تو خلیفہ صاحب  
کے مکان پر ضرور جاتے اور انکو اپنے یہاں ہزار عزت افزائی بلا کر خدمت کرتے بلکہ  
خلیفہ عبدالرزاق صاحب ممبئی کی قابلیت کا تذکرہ نواب صاحب کے حضور میں کر کے  
خلیفہ صاحب کو نواب آصف الدولہ سے ملوایا اور مقرب خلیفہ صاحب کے نام سرکار  
اودھ سے جاگیر مقرر ہونے والی تھی مگر خلیفہ صاحب اپنی آزاد فرجی اور کمال تنفغانی سے  
گھبرا کر گھنٹو سے شاہ آباد چلے آئے۔

ہمارا راجہ ٹکٹ رائے نے اپنی جاگیر اور سرکار اودھ کے امورات میں راجہ ہلاس رائے  
کو اپنا نائب و مختار مقرر کیا تھا چنانچہ ان کے کاروبار میں سیاہ و سفید کرنے کے مجاز تھے۔  
چونکہ ہمارا راجہ صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی اس لیے اپنی بھتیجی اور انھوں نے راجہ ہلاس رائے  
کو بیاہ دی تھی اور انھوں نے بھی اس لیاقت و دیانت سے کام کیا کہ ہر دلعزیزی و  
ونیکنامی پیدا ہو گئی تھی۔

راجہ ہلاس رائے کا حال کتاب گلیان پرکاش میں جو بعد نواب آصف الدولہ بہادر  
تصنیف ہوئی ہے اور اس میں امر اور اکیں دولت کے ضمناً حالات مندرج ہیں لکھا ہوا ہے  
اور وہ کتاب ہمیں مکرمی راجہ درگا پرشاہ صاحب تخلص بہ مہر تعلقہ دار سندیلہ نے دکھلائی  
اور حالات مندرجہ ذیل عنایت کیے۔

راجہ ہلاس رائے بہادر کہ از رشتہ مندان ہمارا راجہ دھرماتما بکار نیابت  
و مختاری دار و مدار کاروبار مالی و ملکی ممتاز و سرفراز است حسن ذاتی و صفاتی

۱۔ ہمارا راجہ دیرہاتما دار و راجہ نرندھ بہادر راجہ ٹکٹ رائے بہادر است ۱۲

بسیار میدارد که باتامی برادران از خویش و بیگانگان و دوازده قوم کالیستان پر دخت  
 یکسان در سلف که بسیار با نامور شده اند باین اوصاف کسی نبوده و نه شد گوی سبقت  
 از همه ربوده می برد و بدولت خواهی خانه آقا یعنی خداوند دامن طلبه و اجله چنان  
 بدل و جان مصروف که کسی دیگر نخواهد بود و یقین دریافت میشود که روشنی نام هاراج  
 او هاراج دو بالا خواهد نمود متی که در روز روشن لعل بدخشان پیش آفتاب درخشان و  
 نورانی میشود همچنان رو برو هاراج منور و نام و رست راجه موصوف در آئین روش  
 و فیض بخشی و فیض رسانی از راجه های پشین نامداری پیدا کرده و در دل داری غریبان  
 و بچشمان و خبر گیری کسان و مفلسان فوقیت از دیگر عالی نشان بظهور می رسد  
 از ان دشوار است و در نظم و نسق جد و جد از نول را می به بند و بست پرداخته  
 دقیقه از دقایق و گنجایش هر جا که لایق میدانند می گذارد و احدی را از او پرگنات  
 و صوچات و سپاه و کارخانجات جز و کل از قبضه خود میرون نگذاشته که اطلاع  
 نداشته باشد سخن اوصاف مختصر هر چه میکند کتابه بر طاق روکاری سازد -  
 منجمه ان اسناد کے جو معانیات کی ہیں ایک سند گھورن شاہ تکیہ دار کے نام جو انکی  
 طرف سے ہے اور اس اراضی کے بعض قطعات راقم کی ملکیت میں ہیں درج ذیل  
 کیجاتی ہے -

نقل سند بھر راجہ ہلاس را می صاحب بنام لالہ موہن لال صاحب مسئلہ افضل  
 برادر عزیز از جان سعادت و اقبال نشان حفظہ اللہ تعالیٰ -

موازی پنجاب میگہ نختہ اراضی در سواد چکات موضع لکھوائی کہ از قدیم باسم گھورن شاہ  
 مقرر و معاف سمت درینو لاپنجاب میگہ نختہ اراضی دیگر سوای معافی قدیم از سواد موضع مسطور

من ابتدا فصل ۱۲ نام مشارالید از حضور پر نور مقرر و معاف شد لازم آمد کہ اراضی مذکورہ بمشارالیدہ پیمایش کنانیدہ بتصرف شاہ صاحب واگذارند کہ بخاطر جمع تردد آنجا نمودہ و صرف معیشت خود ساختہ مدام بدعای دولت ابد مدت موزعت و مشغول باشند زیادہ چہ قلمی شود۔  
برآوردن نچاہ بیکہ اراضی سوای معانی قدیم از موضع لکڑھائی بہ گھورن شاہ معاف شدہ لازم کہ بمجور رسیدن نوشتہ اراضی مسطورہ بشاہ صاحب موصوف پیمایش کنانیدہ و ہنر توقف و تساہل نشود و اخفانان را تا کید نمایند کہ باز از شاہ صاحب قضیہ نہ نمایند اگر قصد خواہند کرد تدارک از حضور پر نور خواہد شد خبر شرط ست زیادہ چہ نوشتہ شد۔ فقط  
یہ پچاس بیگہ اراضی نواب محمد اعزاز خان کے عہد میں مسئلہ ہجری کو شاہ صاحب موصوف ساکن محلہ سلیمانی کے نام معاف ہوئی تھی اس میں ایک درخت اعلیٰ کا بھی تھا جب نواب سعادت علیخان نے چند قطع چھوڑ کر ضبطی کا حکم بھیجا تو وہ درخت بھی بہستور شاہ صاحب کے قبضہ میں چھوڑا۔ ایک سال نواب رجب علیخان نے اوس درخت سے فراحت کی جس پر تکیہ دار مذکور نے وادیا کیا اس پر محراب علی صاحب نے ایک تھوڑا بٹنا مذکور کو لکھا تھا اسی طرح پیشتر بھی ایک پروانہ واگذارشت اراضی کا سیف علی نے ہم اجماعی ثانی ۱۲۰۰ ہجری کو لکھا تھا ایک سند راجہ کی طرف سے اعظم خان و امانت خان سید بخیل کے نام موجود ہوا و سکی نقل بھی لکھی جاتی ہے۔

مقدم و کارندہ موضع خانپور و غیرہ بداند۔ چک چڑیہ و چک سید ابوالخیر واقع موضع مرقوم از ابتدا فصل خریف ۱۲۰۰ فصلی باسم اعظم خان و امانت خان معاف نمودہ شد باید کہ محصول آنجا را از ابتدا ہی مسطورہ تصرف خان مشارالیم ادا شدہ باشند و عجلت محصول بوجہی من الوجہہ فراحم و متعرض نباید بود درین باب تاکید تمام داند۔ مرقوم بست و ہنتم

۱۱۸۵ھ  
ہمس

جمادی الاول ۱۱۸۵ھ ہجری - قطعات چک پٹریہ چک سید ابوالخیر  
راجہ صاحب کی مہر میں ۱۱۸۵ھ ہجری کندہ ہیں

### راہی موہن لال صاحب چک لہ دار

آپ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی تھے کارگزاری و دانشمندی اور دیگر خوبیوں میں  
مش اپنے بھائی کے نیکنام گذرے اکثر کاغذات پر انکی مہر دیکھنے میں آئی ہے چنانچہ  
موضع کیم پور بہداسی جو حکیم دولت رائے صاحب کے خاندان میں سلسلہ کو معاف ہوا  
تھا وہ بھی انکی مہر سے مزین ہے ان کو خطاب رائے صاحب کا پیشگاہ نواب زیر الملک  
سے عطا ہوا تھا ان کی مہر میں سلسلہ ہجری کندہ ہیں ایک پروانہ میں جو عامل شاہ آباد کے نام  
ہے رائے صاحب لکھتے ہیں کہ دس بیگہ زمین جو بنام الہیہ شہادت خان معاف ہے  
اُس سے مزارع نہونا چاہیے ایک پروانہ انکی طرف سے معافی کا تحریر کیا جاتا ہے۔  
نقل پروانہ بہرائی صاحب رائے موہن لال مرقوم بہت و نیم شہر شعبان ۱۱۸۵ھ ہجری  
برادرم عزیز از جان سعادت و اقبال نشان لالہ شام لال جیو۔

موازی نو دو دو بیگہ اراضی بخیت و مبلغ پنچروپیہ نقد و سواد دیہات ذیل شاہ آباد علاقہ  
مولانج دروہ مدد معاش باسم شیخ انوری و میکو بنا بر نیاز حضرت سید الشہداء معاف و  
وگذاشت گذشتہ لازم کہ الحال تبصرہ امام بارہ تعلق مشار الیہ وگذازد و بوجہی من الوجہ  
مزارع و متعرض نشوند و رین باب تاکید مزید دانستہ حسب المرقوم بمحل آرنہ و ہر سال سند مجبوزہ طلبند۔

تقدردن محبان گویا مرید پور پکات باغات کلیان پور مرید پور کوئی

مگہ عگہ عگہ عگہ عگہ

راے موہن لال بھی مثل اپنے بڑے بھائی راجہ ہلاس راے کے نواب صوف الدولہ کے حضور  
میں ایسے مقرب تھے کہ صوبہ کٹھک کا چکلیدار اپنی راے سے مقرر کر کے بھیج دیا تھا اور اس کے بعد  
جناب عالی سے عرض کیا تھا۔

### راے منسارام صاحب

یہ راجہ صاحب کے چھوٹے بھائی اور سرکار اودھ میں مہتمم بندوبست تھے قصبہ محمدی کا  
جنگل کٹوا کر انھوں نے صد ہا مواضع آباد کیے اور اکثر دہان کے باشندوں کو معاف بھی  
کیے تھے اکثر سرکاری دفتروں میں بیسیوں واجب العرض اور بندوبستی کاغذات میں جو ضلع کٹھک  
کے متعلق ہیں ان کا نام دیکھنے میں آتا ہے۔

راے منسارام کے فرزند کنور رام بخش صاحب بھی چکلیدار رہے اور اس کے فرزند راے  
الہا پرشا و بھی خلعت چکلیداری سے سرفراز ہوئے تھے۔ کنور رام بخش کے عہد چکلیداری کے  
بعض دستخطی کاغذات راقم الحروف نے دیکھے ہیں ان کے دوسرے فرزند کا نام سینٹ راے  
تھا۔ نواب اعجاز خان رئیس بڑی دیوڑھی نے جو دیہات راے موہن لال کو مرحمت کیے  
تھے اسکی نقل تحریر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

نقل بخش نامہ دیہات زمینداری خانپور وغیرہ بھر محمد اعجاز خان بہادر و بھر فاضل شاہ آباد  
مرقوم بہت بخیر و صحت و کمال

ننگہ محمد اعجاز خان خلع محمد شہزاد خان رئیس زمیندار قصبہ شاہ آباد سرکار خیر آباد ضلع صوابتہ گڑھ  
چون زمینداری دیہات خانپور وغیرہ کہ بلا شرکت غیرہ قرض و تصرف خود و اولم الحال زمینداری  
دیہات مذکور مفصلہ ذیل ازراہ فضل و کرم و برضا و رغبت خود بہر بخور دار و خیرم راے موہن لال

خلف اللہ بینی پرشاد و ادیم و بخشیدیم باید کہ بر حقوق زمینداری و مہات مذکورہ بالکلیہ بہ مجموعی تمام  
 قابض و متصرف بودہ باشند و وجہ نذرانہ معرفت مولوی خلیل اللہ و امانت خان اعلیٰ سیامہ  
 سرکار شہنشاہی الحال گاہی اہلکاران سرکار از رسومات زمینداری وغیرہ مزام و متعرض نشوند بخوابد  
 بنا بر این چند کلمہ بطریق بخشش نامہ نوشتہ دادہ شد کہ نامی الحال سند باشد و عند الحاجة بکار آید۔

### تفصیل ذیل

خانپور خاص سردار نگر آٹاپور گڑھی پور نصیر پور بھٹہ کولہ ہرولی کوٹیان  
 پورہ واپریا رسول پور چریا ایگوان نریا موکھیلیا نگرہ لوتھو سرے کمال الدین خان  
 گلرہی سرے رانک بروری امریا منگیا دان پورہ چھٹ پورہ گوریا خاص سری پھوان  
 ایک مدت تک راجہ ہلاس رے کا دور دورہ خوب رہا لیکن مہاراجہ ٹکیٹ رے کی  
 تیزی سے ان کا ستارہ بھی جواوچ پرچمک رہا تھا مدھم ہو گیا چونکہ دیسی ریاستوں اور ایشیائے  
 سلطنتوں میں اکثر اسی طرح کے معاملات پیش آتے ہیں کہ جب کوئی رکن سلطنت تنزل میں آتا تو  
 اس کے جتنے متوسل ہوتے ہیں وہ بھی زرد رو اور علیحدہ کر دیے جاتے ہیں۔ یہی معاملہ مہاراجہ  
 ٹکیٹ رے کی معزوری سے راجہ ہلاس رے کو پیش آیا۔ مہاراجہ کی معزوری کا قصہ تاریخ  
 سلاطین اودھ وغیرہ میں مفصل مرقوم ہے مگر ہم بوستان اودھ سے یہ واقعہ تحریر کرتے ہیں۔  
 ”جب بعد شجاع الدولہ کے نواب صف الدولہ مسند نشین ہوئے تو اونھوں نے الچ خان کے  
 عہد سرفراز الدولہ حسن رضا خان کو مدار المہام اور مہاراجہ ٹکیٹ رے کو دیوانی کا عہدہ عنایت  
 فرمایا اور مہاراجہ نے نہایت تقرب حاصل کیا اتفاق یہ کسی ملکی ضرورت سے مہاراجہ کلکتہ گئے  
 اور وہاں سے حکام آئے اسوجہ سے جناب عالی کا فرج ان سے کچھ مکدر ہو گیا اور عہد  
 واپسی کلکتہ کے فیما بین سرفراز الدولہ اور مہاراجہ کے بھی اتفاق پیدا ہو گیا۔ اسی زمانہ میں

ایک روز مہاراجہ ٹکلیٹ رائے نے نواب آصف الدولہ کو پچھتر لاکھ روپیہ کی فرد د کھلائی اور کہا کہ اس قدر قرضہ سرکار پر مہاجنون کا ہو گیا ہے اور آئندہ سود بالائے سود سے زیر باری ہوگی چونکہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ سے امیر الدولہ حیدر بیگ خان نائب دارالمہام و متوسل بنی بہادر کے انتظام کے عادی تھے اُن کے عہد میں ساٹھ لاکھ روپیہ اپنے صرف خاص کا لے لیا کرتے تھے اور ان باتوں سے کچھ خبردار نہیں ہوتے تھے اس فرد کو دیکھ کر نہایت بہم ہوئے جب مہاراجہ ٹکلیٹ رائے چلے گئے اور راجہ جھاؤ لال حاضر ہوئے تو جناب عالی نے راجہ سے مخاطب ہو کر عرض کیا کہ خدا بخشے امیر الدولہ کو جو کچھ وہ کرتا تھا اُس سے مجھے کچھ تکلیف نہیں دیتا تھا۔ مہاراجہ ٹکلیٹ رائے کو دیکھو کہ کج اونسنے پچھتر لاکھ زر قرضہ کی فرد لا کر مجھے دکھلائی یہ نہیں جانتا کہ اگر بادولت سے دردمسری ہو سکتی تو پھر نائب و مختار کی کیا ضرورت تھی راجہ جھاؤ لال یہ سن کر خاموش ہو رہے جب مکر جناب عالی نے فرمایا تو جھاؤ لال نے عرض کیا کہ ارشاد بندگان عالی کا صحیح ہے ٹکلیٹ رائے آدمی بد ہے قلب و تصرف کرتا ہو جو کچھ حساب اُسے پیش کیا ہے جلی ہے نواب صاحب نے فرمایا کہ تم مہاجنون سے حساب سمجھ کر میرے روبرو پیش کرو۔ راجہ جھاؤ لال حسب الحکم گئے حویلی پھرجا میں مہاجنون اور ٹکلیٹ رائے کو بلوایا اور حساب سمجھا اسکے بعد سب کو قائل کر کے گیارہ لاکھ روپیہ سرکار و مدد کے ذمہ عائد کیا اور تصفیہ کر کے فرد حساب جناب عالی کی نظر سے گذرانی اُسی روز مہاراجہ ٹکلیٹ رائے معقول کر دیے گئے اور بجائے ان کے راجہ جھاؤ لال مقرر ہوئے لیکن چند روز کے بعد لالہ اجیری میں راجہ جھاؤ لال کو بھی ریڈینٹ صاحب نے موقوف کر کے پٹنہ عظیم آباد بھیج دیا اور ان کے ذمہ سرداران عمر پٹنہ اور شاہ کابل سے خط و کتابت کا الزام لگایا گیا۔ مہاراجہ ٹکلیٹ رائے کا جملہ سامان ضابطی میں آیا سعاد علی خان کے عہد تک وہ زندہ رہے مہاراجہ فیاضی و خدات



اور سلوک میں بے نظیر امیر تھے ہندو اُن کو راجہ کرن کہتے تھے اُنھوں نے جس جگہ شوالا بنوایا باوجود ہندو ہونے کے وہاں سجد بھی بنوائی چوہیس لاکھ روپیہ سالانہ اُن کے خرچ کا مقرر تھا۔ ہمارا جٹکیٹ راس کے بھائی وغیرہ بھی کسی قسم کی لیاقت نہ رکھتے تھے جو انکے بعد ترقی کرتے۔ الحاصل بعد علیحدگی ہمارا جٹکیٹ راس کے راجہ ہلاس راس بھی بیکار ہو گئے ایک پشت تک راجہ صاحب کا ظاہری سامان بدستور شاہ آباد میں موجود رہا مگر بعد کنور رام بخش کے مستقل چکلیداری بھی انکی اولاد میں کسی نے نہ پائی جو کچھ اندوختہ آبائی تھا اس سے ہنر خاندان اوقات بسر کرتے رہے بعد اُن کا بنایا ہوا عالیشان مکان بھی کھود کھود کر کھا گئے۔ راجہ ہلاس راس کے چھانک کے کوٹرا خواجہ محمد شاہ صاحب کے چھانک میں لگے ہوئے ہیں انھوں نے کہ اب نہ وہ شوکت و شان ہے نہ مکان کا نشان باقی ہے۔ زمانہ کے انقلاب سے یکساں رنگ کسی کا نہیں رہتا اس ناپائدار دنیا میں کوئی حالت قابل اعتبار کے نہیں ہے۔

اس باغ میں جس سرود کو دیکھو وہ ان ہے + جس گل پہ بہار آج ہے کل سپہ خزان ہے

### راسے منگلی لال صاحب چکلیدار

راسے صاحب نہایت نیک نہاد انسان تھے ہمارا جٹکیٹ لکڑی دیوان سرکار اودھ کے ذریعہ سے اُنھوں نے چکلیداری کا منصب حاصل کیا تھا اور اپنے فرائض منصبی بابت و نرمی سے ادا کیے کسی پر جبر و تشدد نہیں کیا شرفا کی قدر دانی اور جو ہر شناسی کی صفت بھی یہہ رکھتے تھے جب کوئی ضرورت مند اپنی جائداد وغیرہ فروخت کرنے کی غرض سے انکے پاس گیا تو اُنھوں نے کبھی اسکو دیا یا نہیں بلکہ اسکی پوری قیمت ادا کی اور ایسا نڈر مکی مہن لائے

اوپر نیک نیتی کا یہ ثمر ہے کہ چکلیداروں میں اُن کے گھر جنگ جالما دیا جاتا ہے۔  
 فضلی میں راسے صاحب موصوف نے نواب کمال الدین خان صاحب کی بنوائی ہوئی سرائی  
 کی مرمت کرائی اور اوسکی شکست و خام حالت کو خوشگئی سے تبدیل کر دیا آخر زمانہ میں انکو بصارت  
 سے معذوری ہو گئی تھی مگر چکلیداری کا کام بدستور اہلکاروں سے لیتے رہے بہت سے کاغذ  
 جن پر راسے صاحب کی مہرین ہیں راقم کی نظر سے گزرے ہیں اور بعض اسناد و احکامات بھی  
 دیکھنے میں آئے ہیں بعض پر ورنے ان کے یہاں کے پڑھے ہیں چنانچہ ۱۶ جمادی الاول ۱۲۵۷ھ  
 کو ایک پروانہ سرکار اودھ سے صادر ہوا تھا کہ سمسعی عزیز و محمد حسین ساکن شاہ آباد کے باہم بابت  
 ترکہ کے جھگڑا جو ہوا ہے اوسکو طر کرادو اور اوسکی کیفیت حضور میں ارسال کر دو دوسرا پروانہ  
 نواب امین الدولہ امرا حسین خان بہادر وزیر اعظم کا ۳ ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ ہجری کو آیا ہے کہ  
 منجملہ دوسو روپیہ کے لے جو بابت ناخرا کے چاہیے ہیں وہ محمد یار خان کو دیدینا چاہیے۔  
 ان کی جانب سے یہی ایک کاغذ موجود ہے کہ جو گھورن شاہ تکیہ دار مذکورہ بالا کی اراضی کے  
 بارہ میں حسن علیخان و یعقوب علیخان رئیسان کھیرہ کو لکھا ہے اوسکی نقل تحریر کر دی گئی ہے۔

خان صاحب مہربان حسن علیخان و یعقوب علیخان سلمہ اللہ تعالیٰ

راہنہ نگلی لال

ظاہر دریافت شد کہ اراضی معافی قدیم گھورن شاہ فقیر فرحت عرض رسانند  
 چون معافی قدیم است و گا ہی احدی تعرض نساخہ حال الا نشان از چہ اراضی مذکورہ فرق منہا نہا  
 لہذا تاکید مزید قلمی میشود کہ اہما نا اراضی مذکورہ تعرض نہ رسانند۔

ان کے دو فرزند تھے ایک لال بہادر صاحب جو تحصیلداری وغیرہ کے عہدہ پر سفر فرما  
 ہوئے اُن کے کاغذات بھی دیکھے ہیں اور دوسرے درگا پرشاد صاحب تھے لال بہادر  
 صاحب کے بیٹے کنور بہادر صاحب اور درگا پرشاد صاحب کے راج بہادر صاحب ہیں

جن کو ضعف بصارت کی شکایت ہو گئی ہے مگر انھوں نے امیرانہ انداز سے زندگی بسر کی۔

رے منگلی لال صاحب کی مہرین سلسلہ ہجری کندہ تھے جس سے زمانہ اُن کی تکویدی  
کا ثابت ہوتا ہے سلسلہ ہجری میں رے صاحب موصوف نے انتقال کیا قطعہ تاریخ یہ ہے

چون رے خوش اقبال ازین عالم فانی	راہی سو جنت شدہ در داو درینا
ہر یک سر خود را پے تاریخ بریدند	بیخ و غم دآہ و الم و آفت و سودا

### حکیم خوشحال رے صاحب

آپ نواب حافظ رحمت خان صاحب والی بریلی (ملک و مہلیکھنڈ)  
کے طبیب اور دوا ساز تھے۔ فن طبابت میں یر طولی حاصل تھا ان کے فرزند  
حکیم دولت رے صاحب قابل اور حاذق طبیب ہوئے جنکے معالجات و تشخیص مرض کے  
حالات راقم نے واقفکاروں کی زبان سے سنے ہیں حکیم دولت رے صاحب خوشرو اور  
خوش وضع بھی تھے اونکی لائبریری کا کتب خانہ خوب صورت چہرہ کی زیب و زینت کو بڑھائے را کرتی تھیں  
ان کے بیٹے خوشوقت رے خوشنویس و لائق و طبیب ہوئے تھے مگر افسوس کہ وہ جوان ہی  
چل پے اس خاندان کے مورث اعلیٰ بھیائیش رے تھے جنکے تین صاحبزادے ہوئے  
یعنی چن چن ملے۔ روپ رے۔ مصاحب رے۔ آخر الذکر کے دو بیٹے خوشحال رے اور

عیوض رائے انکے پاس جائداد بھی تھی اکثر غسلِ صحت پر ذی حوصلہ اشخاص نے باغات و چکات دیے تھے۔ موضع رتنا پور و بنکا پور پر گنہ محمدی ضلع کھیری قدیم زمانہ سے مصاحب رائے ولد حسین رائے کے نام معاف تھے غالباً یہ حافظِ حسرت خان کے عہد سے ان کے قبضہ میں آئے۔ ایک باغ گدھی میں کلب علیخان کی جانب سے ملا تھا جسکی سند راقم نے مجسم خود دیکھی ہے اور سلسلہ ہجری کو زو و جاعظم خان ذکر یا خیل ساکنہ محلہ دلاور پور نے حکیم دولت ای کو ایک قطعہ چار سیکہ کا دیا تھا اور سلسلہ ہجری میں عبدالرحمن خان ولد جمال الدین خان ذکر خیل ساکن محلہ دلاور نے ایک باغ حکیم کنیش رائے کو عنایت کیا ہے اسپر خلیفہ عبدالرزاق صاحب وغیرہ کی مہر موجود ہے حکیم دولت رائے کے بعض معالجات معرکہ الہ آباد ہوئے ہیں چنانچہ مہاراج ادھراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر والی چھالراپاٹن کے علاج میں جب یہ طلب ہوئے تو انھوں نے اطباء نامی کے مواجہہ میں نسخہ مرتب کیا اور نہایت خلقت سے علاج کیا اور صحت بھی انھیں کے ہاتھ پر ہوئی یہ علاج نہایت قابلِ توصیف کیا ہوا راقم نے ادنخادہ مجوزہ نسخہ دیکھا جو اجزائی ترتیب بھی نہایت قابلیت سے تحریر کی ہے بلکہ اس نسخہ پر یہ عبارت لکھی ہے۔ بمقام چھالراپاٹن بخاطر دشت مہاراج ادھراج راج رانا پر تھی سنگھ بہادر حسبِ الطلب اتفاق راقم شہر بود و کمال رعایت و ترتیب میں کل عرق مرعی داشتہ دیگر اطباء و یارِ علامی حاضر بودند۔

نواب اعزاز خان رئیس بڑی ڈیوڑھی کی طرف سے حکیم مصاحب رائے کو موضع کھیر پور بھداسی مرحمت ہوا تھا افضل اوس پر دانہ کی یہاں تحریر کی جاتی ہے۔

نقل پر دانہ مہری نواب محمد اعزاز خان بہادر ۱۲۵۵ھ الفضلی

متصدیانِ مہمات حال و استقبال سرکار میں جانبِ بغایت امیدوار بودہ بداند۔

موضع کھیر پور بھداسی کہ منجملہ دیہات علاقہ شاہ آباد محال وطن و جاگیر التماس کرانچا بست

اگر آدمی کو ملا معہ رقبہ و سواى زمین خرد و عه و غیر مزد و عه و اختادہ محض و قابل زراعت و غیر ممکن  
الزراعت و زمین شور و ملکہ و بکر و چاہات و تالاب و باغات و جمیع حقوق زمینداری در وجه  
انعام حسن المعالجت بنام حکمت و خداقت آب بھیا لالہ مصاحب رائے حکیم ابن سرکار  
بغایت رحمت نموده شد کہ بھیا موصوف بر جمیع اراضی و حقوق زمینداری موضع مذکور بطور ملکیت  
قافض و متصرفن بوده بلجبعی تمام ہنگی اوقات خود بدوائی و معالجات سیکاران کہ کار ثواب ست  
داشتہ باشند باید کہ حملہ اہلکاران سرکار انجانب موضع مذکور را بنام بھیا موصوف معاف و  
مرفوع القلم دانستہ احدی اہیا نابو جی من الوجوہ از بھیا موصوف مزاحم و متعرض نشوند و نیاب  
تاکید دانستہ حسب حکم بعمل آرند فقط

عیوض رائے صاحب لا دولت تھے حکیم دولت رائے کے لڑکوں میں بھوانی پر شاد  
تکلیف رائے توبت رائے ہیرالال وغیرہ تھے حکیم صاحب کے موصوف کے پوتے  
ہمسکھ رائے انسان معقول اور طبیب پیشہ ہوں حکیم دولت رائے کے انتقال کو زمانہ تخمیناً  
چالیس سال کا ہوا ہوگا۔

## نواب محسن الملک عضد الدولہ محمد علی خان بہادر دلاور جنگ

نواب محسن الملک بہادر۔ نواب معتمد الدولہ محسن الملک یعقوب علی خان بہادر ظفر جنگ کے  
صاحبزادے اور خان مغفرت نشان محمد جان خان کے پوتے تھے۔ آپ بھی شاہ آباد کے  
باشندہ ہیں محلہ مولانج میں شاہ مدن صاحب کے احاطہ کے دکن اور پورب کی جانب ہا کرتے  
تھے دیوانخانہ اور عمارت عالی شان بنی ہوئی تھی نواب صاحب اور ان کے والدین آباد شاہ  
دہلی کے قلعہ دار تھے شاہ مدن صاحب کے بھتیجے لالہ میان صاحب کو نواب صاحب کی صاحبزادی

منسوب تھیں جنکے بطن سے مولوی نظامی صاحب پیدا ہوئے تھے نواب صاحب کے ساتھ زمانہ نہ بہت موافقت کی تھی اکثر کاغذات جن میں معیناے باغات و مکانات کے نواب صاحب کے نام موجود ہیں راقم کی نظر سے گزرے ہیں اور ان کاغذوں میں انکے نام کے ساتھ امارت و ایالت قربتِ حشمت و شوکت منزلت وغیرہ معزز الفاظ تحریر کیے گئے ہیں۔ بعض معیناے اس وقت راقم کے پیش نظر ہیں ایک کاغذ پر قاضی فیض اللہ صاحب سعد اللہ خان باز یخیل سمندر خان مہمند۔ سید ابوالخیر صاحب۔ یوسف خان درویش خان سلیمانی کی مہرین پڑی ہوئی ہیں۔ یہ معینامہ میں بیگمہ بختہ باغ کا ہے اس میں دوسو درخت نصب تھے اور تالاب چومونا کے پورب طرف واقع تھا۔ مبلغ سات سو چاس روپیہ کو محمود خان باز یخیل عرف موخیل سے خرید کیا تھا اور ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۸۵ ہجری کو یہ معینامہ تحریر ہوا ہے۔ سیطرح ایک معینامہ ۱۱ رمضان ۱۲۸۵ کو ایک بختہ مکان کا جسکے متعلق پانچ بیگمہ آراضی بھی تھی محمد پرول ابن عبدالواحد دیر خانی کی جانب سے نواب محمد علی خان کے نام لکھا گیا ہے یہ مکان بڑی دیوڑھی کے متصل تھا۔ اس معینامہ پر گواہیان مسیح الزماں قادرداد خان مظفر علیخان وغیرہ کی پڑی ہوئی ہیں نواب یعقوب علیخان کے دوسرے صاحبزادے معتمد الدولہ مصطفیٰ خان فرزند بہادر نصرت جنگ تھے۔ ان کا پورا خطاب نام ایک مہرین لکھا ہوا ہے یہ خطابات ان حضرت کو شاہ دہلی کی طرف سے عطا ہوئے تھے۔ نواب محسن الملک محمد علیخان بہادر کے فرزند نیاز علیخان تھے۔ نواب صاحبان کی عزت و امارت خطابوں سے ظاہر ہے۔ انیسویں کہ گردش ایام سے ان کے مکانات کے نام و نشان تہت ہے اور اس وقت کی نسل ان کے خطابات سے بھی آگاہ نہیں۔

## شاہ آباد کے قاضی

یہاں کے قاضیوں کے مورث اعلیٰ قاضی فیض اللہ صاحب کو اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ نے سلسلۂ جلوس میں بجاے قاضی شیخ محمد اوجیاہی اور قاضی ابوالقاسم کے دارالقضا شاہ آباد میں مقرر کیا اور پرگنہ پالی بھی انکے متعلق کیا اور اشخاص مذکورہ بالا کو یہاں سے بدل دیا۔ عالمگیر کے زمانہ سے فرخ سیر کے عہد تک کئی بار قاضی فیض اللہ صاحب کی تبدیلی ہوئی جاتی رہتی رہی بس دوران میں قاضی صاحب موصوف نے عہدہ قضا کی سند اپنے فرزند بدیع الزمان صاحب کے نام منظور کر کے شاہ آباد میں انکو مقرر کر دیا اور خود قنوج کے قاضی ہوئے اس زمانہ تک شاہی دربار میں قاضی سابق کی اولاد اپنے عہدہ کی تلاشی ہی جب قاضی بدیع الزمان صاحب کو اس بات کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی نادر الزمان کو دارالسلطنت دہلی بھیجا جب شاہان آباد پہنچے تو انھوں نے ایک مغل کچہ کو مبلغ ایک ہزار روپیہ دینے کا وعدہ کیا اور کہا کہ شیخ سعد اللہ جو قاضی سابق کی اولاد میں ہیں اور ہماری جگہ کے تلاشی ہیں ان کو جان سے مار دو ورنہ انچہ اس مغل نے نامبرہ کا کام تمام کر دیا۔ اس واقعہ کے بعد نادر الزمان بھاگ کر پالی میں گئے اور اپنے بھائی کے پاس پناہ گزین ہوئے۔ وہ مغل کچہ زر معاوضہ کی غرض سے ان کے پیچھے آیا اور زر خون ان کے باپ و بھائی قاضی فیض اللہ صاحب اور بدیع الزمان صاحب سے لیکر ہٹا جب شیخ سعد اللہ کے بھائیوں کو اس امر کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے اپنے بھائی کے خون ناحق کا دعویٰ بادشاہی اجلاس میں دائر کیا۔ بادشاہ نے ان کے ہتھافا میں قاضی فیض اللہ صاحب اور قاضی بدیع الزمان صاحب کو عہدہ قضا سے معزول کر دیا اور جو

دیہات و پکات بطور مد معاش کے دیے تھے وہ سب ضبط کر لیے اب ایک شخص  
 قنوج کا باشندہ انکی جگہ پر قاضی مقرر ہوا۔ ہر چند قاضی فیض احمد صاحب اور ان کے  
 پسرن قاضی بریلج الزمان و نادر الزمان و مسیح الزمان صاحبان نے کوشش کی کہ ہم  
 اپنے عہدہ پر بحال ہو جائیں مگر کامیاب نہ ہوئے اب بیکاری و تنگی معاش سے نان  
 شبینہ کو محتاج ہو گئے۔ اس عرصہ میں ناصر الزمان صاحب جو چھوٹے بیٹے قاضی  
 فیض احمد صاحب کے تھے انھوں نے منقول و منقول وغیرہ کے علوم سے فراغ  
 حاصل کیا اور اپنے باپ کی عسرت پر مغموم ہو کر دار السلطنت دہلی کو روانہ ہوئے کیونکہ  
 اُس زمانہ میں تمام خلائق کی معاش کی مرجع وہی سرکار تھی جب یہ وہاں پہونچے تو اپنی  
 رسائی سے امر اور ارکان دولت کے یہاں تقرب پیدا کیا اور حسن تدبیر سے از سر نو جملہ  
 پرگنات و شاہ آباد کی خدمت قضا پر اپنے باپ کی بجائی کر لئی اور صدر الصدور کی سر  
 بھی سند پر کر لئی اور وہ اپنے والد بزرگوار کو بھیج دی۔ اور خود محمد شاہ بادشاہ کے حضور  
 میں حاضر رہے ایک مدت تک قاضی فیض احمد صاحب شاہ آباد میں اپنے دوبارہ  
 عہدہ پر مقرر رہے اسکے بعد حسب اجازت اپنے والد موصوف کے ان کے عہدہ کی  
 سند اپنے نام کر لئی اور اپنے باپ کو اپنا نائب قرار دیا چنانچہ قاضی فیض احمد صاحب  
 تاحیات اپنے بیٹے کی نیابت میں کام کرتے رہے جب قاضی صاحب موصوف کا  
 انتقال ہو گیا تو انکے دیگر فرزندان اس عہدہ قضا پر مامور رہے مگر مولوی ناصر الزمان  
 صاحب دیگر خدمات کی وجہ سے بادشاہ کے دربار میں حاضر رہے بعد انتقال کر سنے  
 اپنے والد کے کچھ مدت کے بعد مولوی ناصر الزمان صاحب نے بادشاہی دفتر سے سند  
 اپنے بڑے بیٹے قاضی ضیاء احمد کے نام منتقل کر لئی اور ان کا چھوٹا لڑکا تحصیل علم کر لیا



ان کے ساتھ رہا کیا۔ قاضی ضیاء اللہ صاحب پالی میں بھی رہتے اور فرایض منصبی کے ساتھ انتظام خانہ داری انجام دیتے اور جو کچھ مولوی ناصر الزمان صاحب نقد و جنس پیدا کرتے وہ انھیں کے پاس بھیجتے انھوں نے اپنی خوش انتظامی سے مکانات بنوائے باغات نصب کرائے دیہات خرید کیے جب مولوی ناصر الزمان خان صاحب کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند قاضی رضا اللہ خان دہلی گئے اور مثل اپنے باپ کے امر اور صدر الصدور وغیرہ کے یہاں رسائی پیدا کی اور پانچ برس تک وہاں رہے اور شوش یلغ کر کے اپنے بھائی قاضی ضیاء اللہ خان کو پرگنہ پالی پر بجالا کر دیا اور اس عہدہ کی سند بھی دہلی سے بھجوا دی جب سلطنت دہلی کو زوال آیا اور وہاں کے مقدمات میں بھی پیدا ہو گئی تو قاضی رضا اللہ خان بھی وہاں سے اپنے مکان کو چلے آئے اسکے بعد قاضی رضا اللہ خان شاہ آباد کے مستقل قاضی ہوئے اور پالی میں قاضی ضیاء اللہ خان اس عہدہ پر متعین ہوئے جب تک یہ دونوں بھائی زندہ رہے ملے رہے جب قاضی ضیاء اللہ خان کا انتقال ہو گیا تو ان کے فرزند ابو الحسن جنکی عمر اور وقت دس برس کی تھی وہ قصبہ پالی میں بچائے اپنے باپ کے مسند قضا پر بٹھائے گئے اور انکی تعلیم و تربیت شاہ آباد میں چچا کے پاس ہوتی رہی چھیا لیس سال تک رضا اللہ خان شاہ آباد کے قاضی رہے نہایت کفایت شعاری و جرسی سے گذر اوقات کی اور اہل و عیال کے لیے کچھ چکات میں اراضی بھی خرید کی پختہ حویلی بھی بنوائی جب نواب آصف الدولہ بہادر وزیر الملک فرمانرواے اودھ کی طرف سے راجہ جھاؤ لال کو دیوانی کا خلعت عنایت ہوا اور وہ منصب صدارت پر مقرر ہوئے تو سیتارام اخبار نویس شاہ آباد نے راجہ صاحب کے حکم سے عہدہ قضا کی ممانعت کی اور یہ اجراء کار سے باز رہے۔ اس زمانہ میں

شجاعت علیخان جو یہاں تعینات تھے وہ بطور سزا دل کے ان کے مکانات واقع شاہ آباد  
و پالی پر تعین کیے گئے اور ان سے چلکے عدم مداخلت کا لکھا یا گیا اس قضیہ کے پیش آنے  
سے قاضی رضا، اسدخان لکھنؤ گئے اور وہاں کے ارکانِ دولت ملازمت حاصل کی اور بجائے  
سرکار دہلی نہ مانرواے اودھ کے حکم سے اجازت برقرار ہی منصب حاصل کی  
راجہ جھاؤ لال راجہ ہلاس راجہ بالکشن صاحبان کے خطوط بحالی عہدہ کے متعلق لیکر  
شاہ آباد واپس آئے اور سیتارام سے عدم مداخلت کا چلکے واپس لیا اور بدستور اپنے عہدہ  
پر قائم رہے اس عرصہ میں ان کے مخالفوں نے ان کے بھتیجے ابوالحسن کو درغلا یا اور  
ان کے مقابلہ میں لڑائی پر آمادہ کیا اُسے تمام موروثی اشیاء و مکانات اور اسد ملکیت پر  
قبضہ کیا اور ان بوڑھے چچا کو نہایت پریشانی کیا۔

قاضی رضا، اسدخان نے اپنی املاک اور پیدا کردہ جائیداد کے متعلق ایک صحتِ حال  
۹۔ رمضان سلسلہ ہجری کو لکھائی اور اُس پر عاملین شاہ آباد کی مہرین کراہیں اور وہ صحتِ حال  
بہت لہجی اور مفصل حالات کی راقم کے پیش نظر ہے تعداد میں ایک سو سے زائد اشخاص  
کی مہرین اس پر ثبت ہیں اس پر دستخط و مواہر قاضی سید فضل علیخان۔ نواب احمد علیخان تعلقہ دار  
باسطائغر۔ محمدی بیگم زوجہ نواب اعجاز خان بیس بڑی دیوڑھی۔ نواب محمد خان عرف جمہان  
رے موہن لال صاحب۔ راجہ ہلاس رے صاحب۔ خلیفہ عبدالرزاق صاحب بھینی  
اعظم خان صاحب بیس سید خیل۔ امانت خان صاحب مظفر علیخان صاحب و بہت راک  
چودھری گردیاں۔ امانی خان محمد۔ فتح علیخان۔ اشرف خان۔ صاحب داد خان  
وغیرہ کے موجود ہیں۔

قاضی رضا، اسدخان کے بعد قاضی شجاع علی صاحب بن قاضی ظہیر الزمان صاحب

شاہ آباد میں عہدہ قضا پر مامور رہے اور ان کے بعد ان کے صاحبزادہ قاضی حافظ علی صاحب شاہ آباد کے قاضی ہوئے عہد شاہی و نوابی تک ان قاضیوں کے اجلاس سے فتوے لیے جاتے فرایض مذہبی اور مقدمات شرعیہ کے فیصلہ ہوا کرتے تھے حاکم وقت کی طرف سے قاضیوں کو بہت اختیارات دیے جاتے تھے یہ عہدہ گویا کیشن جج مناصب تھا۔ یہ حضرات قوم کے سید تھے مگر لفظ خانی بطور خطاب نام کے ساتھ استعمال کی جاتی ہے۔ بعد عہد شاہی کے یہ محکمہ بھی جاتا رہا اب بھر نکاح خوانی کے کوئی کام قاضیوں کے متعلق نہیں رہا۔ بجائے فصل خصوصیات کے مختصراً باہمی باقی رہی ہے۔ اب اس خاندان میں قاضی علی حسن صاحب وغیرہ موجود ہیں۔

قاضی رضا احمد خان صاحب کے نام فرامین شاہی جو محمد شاہ اور احمد شاہ کے عہد سلطنت میں تحریر ہوئے وہ اب تک موجود ہیں راقم کی نظر سے اصلی کاغذات گزر چکے ہیں بعض کی نقل میان درج کی جاتی ہے۔

## نقل فرمان محمد شاہی بنام قاضی رضا احمد خان شاہ آبادی

عبدی خان سرخان  
 علیہ السلام قدوس سرہ  
 محمد شاہ بادشاہ غازی

گماشتہ امی جاگیر داران و کمر وریان و جمہور سکنہ پرگنہ سونی پت  
 وغیرہ سرکار و صوبہ دار الخلافہ شاہجہان آباد اور اعلام آگاہ  
 حسب حکم جہان مطلع آفتاب شجاع گردون از قطار منصل احتساب  
 وغیرہ پرگنہ مسطور از تغیر محمد رؤف وغیرہ رضا احمد و لناصر الزمان حسب الضمن تقرر و مفوض  
 گشتہ باید کہ کمائشی بلوازم مناصب مذکور قیام نموده و زما و سب اوقات مسکرات و زجر صحاب  
 مسکرات و تعدیل اوزان و دراع و کیسال و ما کیون من بد ایش مسامحی و موغور و بتقدیم و مانید

و دقیقه از دقایق و احتیاط غیر مرعی نگذار و در خطابت را از قرار واقع بجا آرید باید که بر طبق حکم فیض شریع عمل نموده مشار الیه را محسوب غیره دانسته دست اندازی مومی الیه در امور متعلقه بحد مستقل دانسته و دیگری را سیم و شریک و ندانند درین باب قدغن دانسته حسب المسطور عمل آزند - بتاریخ غره شهر صفر المنظر سلسله جلوس والا قلمی شد -

ایضاً

عبدالله خان غاصد الصمد  
قدوسی اسخ اعتقاد محمد شاه  
بادشاه غازی

گماشتای جاگیر داران و کرد و بیان و جمهور سکنه برگزیده کنور سرکار  
و صوبه داران خلافت شاهجهان آباد اعلام آنکه -

حسب حکم جهان مطاع آفتاب شجاع گردون ارفع منصب قضای  
و خطابت برگزیده مسطور مزبور و اقصیه قریات متعلقه آن از تفسیر محمد تقی محمد رضا اسد الزمان  
خان مقرر و مفوض گشته که کما ینبغي بلوازم مناسب مزبور قیام نموده شد و در فصل قضایا و  
خصوصت و اجراء حدود و تعزیرات و اقامت جمعه و جماعات و ترغیب مردم بطاعات  
و انکاح من الالی و له و قسمت ترکات و حفظ اموال عشب و ایشام و تعیین اوصیاء و نصب  
توأم مساعی موفوره تقدیم رسانیده و خطابت را از قرار واقع بجا آرید باید که بر طبق حکم  
فیض شریع عمل نموده مشار الیه را قاضی و خطیب بجا دانسته دست اندازی مومی الیه در امور  
متعلقه الخدات مستقل دانسته و دیگری را سیم و شریک و ندانند و محاکم و مستخاف را  
بهر و شمارند و رنیا بقدغن دانسته حسب المسطور عمل آزند - بتاریخ ششم شهر ذی الحجه  
سلسله جلوس والا قلمی شد -

نقل فرمان احمد شاه بی بنام قاضی ضیاء الله خان

عبدخان پیرخان  
صدر الصدور فدوی راسخ  
الاعتقاد احمد شاه بادشاه  
غازی

گماشتهای جاگیر داران و کروریان و جمهور سکنه پراکنه کنور سرکار و  
صوبه داران خلافت شاهجهان آباد را اعلام آنکه

وکیل رضا، اسد ولد ناصر الزمان التماس نمود که موکل منصب  
قضای و خطابت پراکنه مسطور سر فرازی دارد و امیدوار است

پروانه مطابق پیشین از انجا که از روی سرشته دفتر بطور پیوست که بموجب پروانه حضرت

مرقوم ششم شهر ذی الحجه سده مناصب مزبوره بمشار الیه مقرر است آنرا

حسب الحکم الاعلیٰ قلمی میگردد که مشار الیه را بدستور سابق بحال داشته دست اندازی موی الیه

در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و دیگری را سیم و شریک او ندانند درین باب تقدغن

دانسته حسب المسطور بحال آرند بتایخ پنجم شهر ذیقعد سده احد جلوس والا قلمی شد

ایضا

عبدخان پیرخان  
صدر الصدور فدوی  
راسخ الاعتقاد محمد شاه بادشاه  
غازی

گماشتهای جاگیر داران و کروریان و جمهور سکنه پراکنه سوئی پت

سرکار و صوبه داران خلافت شاهجهان آباد را اعلام آنکه

حسب الحکم جهان مطاع و آفتاب شعاع گردون ارتفاع

منصب قضای پراکنه مسطور مع سواد و قربات متعلقه آن

از انتقال ناصر الزمان رضا، اسد سپهرش مقرر و مفوض گشته که کمائیغی بلوازم منصب بوز قیام

نموده در فصل قضایا و خصومات و اجراء حد و تغزیرات و اقامت جمعه و جماعات و

ترغیب مردم بطاعات و لکحل من الی وله قسمت ترکات و حفظ اموال عنب و ایتام

و تعیین اوصیا و نصب قوام مساعی موفوره بتقدیم رساند باید که بر طبق حکم فیض شمیم عمل نموده

مشار الیه را آنجا دانسته دست اندازی موی الیه در امور متعلقه الخدمت مستقل دانند و

دیگرے آسیم و شریک اوندانند و محکوم و متخلف سمیرا و ہمیر شمارند درین باب قدغن  
دانسته حسب السطور بعمل آرند۔ بتاریخ نسبت و نظم شهر شوال سنہ ۱۰۸۱ قمری شد

## مانگن میان صاحب

میان صاحب موصوف کا اصلی نام محمد شاہ تھا آپ قوم کے سید ہیں آپ کے  
مورث اعلیٰ شاہ رسول صاحب اور دیگر بزرگ یعنی میران راز و زور اور شاہ زمان صاحبان  
بمقام کھواہن جو ضلع اعظم گڑھ میں ہے نامور اور با اثر گذرے سید صاحب مدوح کے  
اجداد وہاں سے جدا ہو کر شاہ آباد میں آباد ہوئے مانگن میان صاحب کے متعلق  
ایک نقل مشہور ہے کہ کسی شخص نے امتحاناً ایک فتیلہ جلتا ہوا انکی دستار میں رکھ دیا تھا  
قدرت خدا سے وہ جلتا ہوا توڑ انکی بگڑی میں سرزد ہو گیا اور بگڑی پر لگ کا اثر تک  
نہ پہنچا۔ اس واقعہ کے دیکھنے والے صاحب نے راقم سے خود بیان کیا ہوا اللہ اعلم  
میان صاحب کے دو صاحبزادے تھے ایک حیدر شاہ صاحب جو بقید حیات ہیں  
اور دوسرے احمد شاہ جن کو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد آبادی کی صاحبزادی  
مفسوبہ ہیں انہوں نے احمد شاہ صاحب کا کئی سال ہوئے انتقال ہو گیا۔ ان ہر دو  
صاحبوں سے راقم کو نیاز حاصل ہوا ہے۔

## حافظ عبد اللہ صاحب بھکپیار

حافظ صاحب مدوح خدا ترس دیندار و ضعدار انسان تھے باوجودیکہ انکو منصب  
حکومت کا حاصل تھا مگر کسی پر ظلم و سختی کو روانہ رکھا اور کثرت کار و مشاغل میں بھی جب تک

ایک منزل قرآن کی صبح کو ختم کر لیتے دنیا کی بات کسی سے نہ کرتے حافظ صاحب مولوی فیض الہی کے فرزند اور سید زین الدین عرف سید زندہ کے پوتے تھے حافظ عبدالغفار وغیرہ آپ سات بھائی تھے اور خوش نصیبی سے ہر ایک بھائی حافظ مولوی قاری تھا حافظ صاحب نے منصب پچھلیداری جسکو اس زمانہ میں ضلع کی کلکٹری سمجھنا چاہیے سجان علیخان کنہو کے توسل سے جو نواب روشن الدولہ بہادر مدارالمہام کے مصاحب شیر سے حاصل کیا حافظ صاحب کے مزاج میں کچھ ظرافت و مذاق بھی تھا چنانچہ یہ فقہ ان کا کہ تمام جہان کا اللہ حافظ اور شاہ آباد کا عبداللہ حافظ مشہور ہے۔ حافظ صاحب محلہ کلکینی میں رہتے تھے اونکی مسجد اب تک قائم ہے جسکے صحن میں اونکا مرفن بھی ہر عید شاہی میں اونکا دور دورہ تھا صاحب فقارہ تھے مگر کسی کی زبان سے اونکے جبر و تعدی کرنے کی شکایت نہیں سنی گئی نیکنام رہے املاک و جائداد بھی تھی لکھنؤ کے محلہ نجاری ٹولہ میں ایک محل عالیشان جہین متعدد قطع مکانات کے تھے اور وہ محمد فاضل کے مکان کے متصل تھا بارہ سو روپیہ کو ۲۴۔ جب شمسہ ہجری میں مرزا محمد قلی سے خرید کیا تھا اور اسکا بیٹا حافظ صاحب کے وکیل شجاع بیگ کی معرفت تحریر ہوا ہے اسی طرح ۱۷۰۹ ہجری کو ایک باغ موسومہ بہ باغ ماہواری دوسروں کو ۲۰۰۰ روپے کو مسماتہ صالحہ بی بی زوجہ پیرخان بن نواب سعد اللہ خان

۱۷۔ روشن الدولہ کا نام محمد حسین عرف مرزا تھا اور خطاب نواب روشن الدولہ شیر الملک قائم جنگ بہادر تھا۔

بعد مرزا حکیم ہند علیخان کے یہ بہمنہ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ شمسہ ہجری کو صنعت وزارت سے سرفراز ہوئے۔ سجان علی خان کنہو اور تاج الدین خان ان کے مصاحب و شیر تھے اور حقیقت یہ ہر دو شخص نہایت تیز فہم کہتاے روزگار گذرے ہیں۔ حافظ صاحب سجان علیخان کے ذریعہ سے نواب روشن الدولہ کی خدمت میں باریاب ہوئے روشن الدولہ۔ محمد علی شاہ کے عہد میں سجان علی خان وغیرہ کو جو بکے معز دل ہوئے۔

رئیس چک سے اور ۲۶ رجب ۱۲۲۲ ہجری کو غلام غوث خان عرف جیون خان اور علی خان  
پسران بہادر خان سے قیمت دوسرے باغ کی خرید کی تھی اور ۲۱ ذیقعدہ ۱۲۵۲ ہجری کو  
ایک بلغ زوجہ رحمان خان سکندریہ گلگانی سے اون کے فرزند سید غلام علی صاحب نے  
خرید کیا تھا۔ بعض کاغذات اون کی خریداری کے اہتک موجود ہیں اور راقم کی نظر سے  
گذرے ہیں ۱۲۵۷ فصلی مطابق ۱۲۶۲ ہجری میں حافظ صاحب کی ملازمت کا زمانہ گزرا ہو  
تصہ شاہ آباد و قصبہ ساندھی و قصبہ پانی معہ پرگنات اون کے زیر حکومت تھے۔

۱۲۶۲ ہجری کو جو کاغذ حساب مالگذاری و جمع خرچ کا حافظ صاحب نے بنوایا تھا اون کی  
بعض مدین ناظرین کی آگاہی کیغرض سے یہاں پر لکھی جاتی ہیں تین لاکھ سائیس ہزار کا  
حساب کاغذ میں درج ہے جس میں عملہ وغیرہ کا حساب یہ ہے

تنخواہ اہکاران عملہ لکھنؤ تنخواہ عملہ ہمراہ تنخواہ اہکاران محالات کرایہ بار بار بانی وقت کوچ لشکر

مال لکھنؤ	الصاحبہ	اعمال لکھنؤ	مصیر
مردمان نظامت کو	سائر خرچ	نواب صاحب بہادر کو	مشیر الدولہ بہادر
معاملہ لکھنؤ	ماملہ	لکھنؤ	لکھنؤ

شرف الدولہ بہادر لالہ لکھنؤ لالہ شتر لالہ موہن لالہ سیانہ نویس متصدیان الوی خانہ وزارت  
الکمار مالہ ماملہ ماملہ

منشی خانہ متعلقہ راجہ کندن لال منشی خانہ وزارت بموجب قعہ حافظ صاحب ۱۲۶۲ فصلی  
ماملہ ماملہ الکمار

اور جو وصلاتی پر گنہ شاہ آباد بابت ۱۲۶۲ فصلی معہ جمع خرچ بنائی گئی تھی اوسکی بعض مدون کا  
بھی حساب نقل کیا جاتا ہے۔



آمدنی برگنده شاه آباد و سالت علی و اخوانه سرکار علی نقد مع مایه  
بموجب رسیدات راس هر چند حساب تنخواه داران بموجب پروانه نواب صاحب

مال علی

صبر مال علی

فراایشات علی حسین خان صاحب

فراایشات ولایت علیخان صاحب

مال علی

مال علی

بابت خلعت بموجب دستخط جناب خداوند نعمت ام اقباله اخراجات سرکار خاوند نعمت

مال علی

مال علی

بنام احمد علیخان مرثیه خوان بموجب ارشاد

حواله کریم بخش بموجب ارشاد

مال

مال

خرید انگشتری براس خلعت لاله کاکا پرشاد بنام حکیم نیا صاحب براس شادی خیر

مال علی

صبر

تجهیز و تکفین ولایت علی خان

مصارف تجهیز و تکفین آغام زعفران خوان

مال علی

مال علی

تیاری جھول بانائی براس خیل میان کلب حسین

خیرات و غیره

مال

مال

تھانائے محمودی جوشا آباد سے طلب ہوئے

پخت طعام خیراتی عزت مبارک علی

مال علی

مال علی

علام امام شان و زوجه شیخ عظیم الله تمندار با و شاه پلین همراهی آغام زرا صاحب کیدان

ص بروے پروانه ولایت علیخان

مال علی

اسی طرح مصارف کی بہت سی مدین ہین سب کی نقل موجب طوالت ہو، مقرر بطور نمونہ کے لکھنا ضروری سمجھا گیا۔

حافظ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنی املاک کا ہبہ نامہ اپنے فرزند سید غلام غلام علی کے نام (۱۲) ربیع الثانی ۱۲۵۷ھ ہجری کو لکھ دیا تھا جس پر اسے منگلی لال صاحب اور دیگر عائدین شاہ آباد کی مہرین موجود ہیں۔ حافظ صاحب کی مہرین ۱۲۳۵ھ ہجری کندہ ہیں اور خوبصورت مہر ہے

ماہ ربیع الاول ۱۲۶۷ھ ہجری کو جو پروانہ تحریر ہوا، ہوا سیمین شیرالدولہ بھادر نے سید غلام علی فرزند حافظ صاحب سے اقرار لکھایا ہو کہ جو حساب سرکار شاہی کا حافظ صاحب کے فتمہ باقی ہو وہ حافظ صاحب کی جائداد اور نیز جو مکمل علاقہ سرکار سے عطا ہو گا اُس سے ادا کرنا ہو گا اس بات سے ۱۲۶۷ھ ہجری میں حافظ صاحب کا انتقال ثابت ہوتا ہو افسوس کہ حافظ صاحب کے بعد اُنکے فرزند سید غلام علی صاحب نے بھی جو انگریز انتقال کیا۔

### مولوی حسن علی خان صاحب

مولوی صاحب مدوح قوم کے تارین پٹھان محلہ نالہ کے باشندے اور افضل خان صاحب رئیس دریا پور کے بزرگوں میں تھے عالم باعمل کئی سوحشین یاد تھیں اور حافظ الحدیث ہونیکا شرف حاصل تھا۔ آپ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کی خدمت بابرکت میں بھی حاضر ہوئے تھے۔ دیندار سی کا اثر بہت غالب تھا اور حق کے مقابل میں کسی کی مروت نہیں کرتے اس بارہ میں اُن کی بعض حکایتیں مشہور ہیں

امانی خان صاحب نے جس محلہ مہمند جو ہمندرخان کے فرزند اور مہبار زخان کے پوتے اور دیوان پایہ خان مورث محلہ مہمند کی اولاد میں ایک ذی وجاہت شخص ~~تھے~~ گذرے ہیں دنیاوی حیثیت کے اعتبار سے ذی عزت اور دینداری کے لحاظ سے حضرت شاہ نیاز احمد صاحب بریلوی کے خلیفہ تھے شاہ آباد کے پٹھانوں میں انھیں کاننگہ خوبصورتی میں ضرب المثل تھا اُنکے باغ میں کسی کا ایک درخت آم کا جو گیند کے نام سے مشہور تھا شامل ہو گیا وہ شخص مولوی صاحب کے پاس آیا آپ اُسکی طرف داری پر ایسے آمادہ ہوئے کہ تلوار لیکر امانی خان کے یہاں محلہ مہمند میں آئے اور خان صاحب کو اس درجہ سخت پکڑا کہ درخت مذکور بلخ سے اسی وقت علیحدہ کر کے اُس شخص کو دلا دیا اسی طرح مولوی شیخ شہداء اللہ صاحب جنکو علم مناظرہ میں اچھی دست گاہ تھی ایک بار اُنھوں نے اسلامی طریقہ پر آزادی سے سلام کیا چونکہ وہ نور بان تھے اس ہمسری کے طریقہ کو نواب دوست علی خان صاحب تعلقدار باسطاگر نے ناگوار نظر سے دیکھا شیخ جی نے مولوی صاحب کے کہا اُسپر مولوی صاحب شیر بہن شیخ جی کو لیس کر نواب صاحب کی ڈھیوڑی پر پہنچے اور پھر دوبارہ سلام علیک سی طریقہ سے کرایا اور کہا اس امر میں مودب ہونے کی کوئی ضرورت نہیں مذہبی معاملات میں ہر شخص کو یکساں ہمسری کے حقوق حاصل ہیں ریاست کے اُمور اور مہند مولوی صاحب کے اولاد زینہ نہ تھی۔

مولوی محمد سلطان خان صاحب

مولوی صاحب موصوف اپنے فرائض کے سخت پابند اور صاحب تصنیف عالم ہیں

محلہ حاطہ میں آپکا مکان تھا انھیں کے فرزند عبدالرحمان خان تھے (۱۸) برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہوئے قصص الانبیاء فی احوال الاصفیاء زینت مستنطین اور رشید المومنین تین چار کتابیں آپ کی تصنیفات سے ہیں بعض کتاب کو خاکسار نے دیکھا ہو قصص الانبیاء کا کچھ حصہ نامکمل رہ گیا اور ایک کتاب طبع بھی ہو گئی جو روزہ نماز کے مسائل کے متعلق مفید رسالہ ہو راقم کے پاس موجود بھی ہو۔ مولوی صاحب نے قوم پٹھان کا شجرہ حضرت ابو البشر آدم تک نہایت تحقیق سے مرتب کیا جو ایک عرصہ تک آپ سرکار گورنمنٹ کے ملازم رہے اور صاحب کلکٹر ضلع علیگڑہ کی سرشتہ داری کا کام کرتے رہے فرائض منصبی نہایت شرعی پابندی کیساتھ ادا کیے ناجائز مال سے قطعی پرہیز ہوا۔ بعد استعفا بینکے وطن چلے آئے تھے ۲۵ برس کی عمر میں انتقال کیا آپ کے حالات مولوی سیبط الحسن صاحب پیش امام سابق جامع مسجد نے حسب فرمایش عبدالرحمان خان لکھے تھے اور راقم نے صاف کیے تھے ایک مستفقا پر جو فوتے مولوی صاحب نے تحریر فرمایا ہو وہ آپ کی علمی تحقیقات و لیاقت کے ثبوت میں یہاں پرنسج کیا جا

### نقل استفتا

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَلِیْمِ

پہر شادی کنند علمانی میں مفتیان شرع متین اندر نیصورت کہ شلا زید فوت کردہ و حامد نامی سپر و د دختر از بطن عابدہ زوجہ خود کہ در حالت زید فوتیدہ بود و زبیدہ نامی زوجہ ثانی و دو دختر کہ از بطن زبیدہ مذکور اند و ارث گذاشت پس ولایت کلخ مخران زید کہ از بطن زبیدہ اندم حامد برادر علانی دختر مذکورہ راست یا زبیدہ مادر دختران یعنی نکاح

دختران یہ باجائز و مرضی سید و مادر دختران می تواند یا باجائز مرضی حامد برادر علانی شدن می تواند - بینوا و حجره - اجواب در صورت مرقوم ولایت نکاح حمله دختران زید از لطن هر دو وجه که باشند مر حامد برادر علانی راست یعنی نکاح و دختران یہ باجائز مرضی حامد برادر علانی نشان می تواند شد و رو بر ویش زبیده مادر دختران را اختیار نکاح و دختران نمکون نیست و اگر با وجود بودن حامد سماء زبیده نکاح و دخترانی اجائز و خلاف مرضی حامد با کسی بند و آن نکاح روا نشد تا وقتیکه حامد باجائز تمیز کند انی کتب الفقه والولی العصبة علی ترتیب الارث والمجملہ قدم البحر و ان سفلی ثم الاصل و ان علام ثم جزاء الاصل المقرب کالان ثم بنوه و ان سفلی شرح و قایه ۱۲ اقرب الاولیاء الی الامرۃ الابن ثم ابن الابن و ان سفلی ثم الاب ثم الجدا ابو الاب و ان علی ثم لان لاب ثم لان لاب ثم ابن الابن و ام ثم ابن الابن و الاب و ان سفلی و قادی عالمگیری - و ان زوج الصغیر و الصغیرۃ بعد الاولیا فان کان الاقرب حاضر و هو من اهل الولاية توقف النکاح - قادی عالمگیری المحجب منصب -

میر محمد سلطان ۱۲۵۲ھ

### میر احمد علی صاحب

میر صاحب صوف صاحب نسبت اور با خدا بزرگ تھی آپ کی عمر ریاضت اور یاد آتی میں بسر ہوئی خلقاً آپ بھولے اور نیک طینت اور شاہ نیاز احمد صاحب یوی کے اکل خلیفہ تھے جب آپ کے پیر مرشد مرنے کا سنہ ۱۲۵۰ھ میں صال ہو گیا تو شاہ صاحب کے چھوٹے صاحبزادے سید نصیر الدین جین شاہ صاحب جو بدایون میں مقیم تھے وہ میر صاحب ہی کے مرید ہوئے اور آپ ہی سے خلافت حاصل کی چنانچہ صاحبزادہ صاحب مہر و اکثر شاہ آباد تشریف لاکر میر صاحب کا حسن کیا کرتے تھے و حقیقت یہ بڑی خوبی جو کہ آپ نے بیزادہ کے بھی پر میں آپ کے فانی المرشد ہو نیکا

اظہار اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کا کلام تک پیر کے رنگ میں ڈوبا ہوا ہے آپ ہی علم اور نازک خیال شاعر بھی تھے۔ اکثر لوگ درسی کتابیں آپ سے پڑھا کرتے تھے میر صاحب کی برگزیدگی اور تصرفات کی اکثر روایتیں ثقہ اشخاص نے راقم سے بیان کیں چنانچہ حاجی محمد حسین خالص صاحب اختیار پوری جو میر صاحب کے شاگرد اور آپ کے حالات سے واقف تھے بیان کرتے تھے کہ میر صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی کا طریقہ ایسا پایا جاتا تھا کہ جیسا اہلبیت اور صحابہ کبار کا سنا جاتا ہے صبر توکل استقامت انکا مورد فی حصہ تھا ایک رابستہ باز راوی نے نقل بیان کی کہ میر صاحب ایک بار مراقبہ میں تھے کہ چارپائی کے نیچے ایک سانپ اکر بیٹھ گیا آپ نے اسکو دیکھا مگر پھر اپنے حال میں مستغرق ہو گئے اور اس موزی کے حال سے مزاحم نمونے مگر اسوقت ایک بلی آگئی اور اس سے لڑنے لگی اور وہ سانپ خود بخود وہاں سے ہٹ گیا۔

شہد کے غدر میں جب شاہ آباد میں بزن ہو تو لوگ شاہ آباد چھوڑ کر دیہات و جنگل کو چلے گئے مگر میر صاحب اپنے مکان سے کہیں باہر نہیں گئے جب گورے اور سکھ فوج کے آپ کے گھر آئے تو آپ کو دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہم سب کو مارنے پھرتے ہیں آپ کو اپنی جان کا خوف نہ آیا میر صاحب نے جواب دیا کہ زیادہ سے زیادہ تم ہار ہی ڈالو گے ہمارا ہونا نہ نیا د و نوں کیسان ہے بہتر ہے مار ڈالو وہ فوجی وحشی یہ سن کر اور آپ کی نورانی صورت دیکھ کر کہنے لگے کہ آپ پادری معلوم ہوتا ہے خیر ہم آپ کو چھوڑے دیتا ہے۔

ایک صاحب کا بیان ہے کہ میر صاحب کی رحلت کے بعد چند بار اس امر کا افغان ہوا کہ آپ کے ہمسایوں کے مکان پر چور گئے وہ لوگ غافل سو رہے تھے آپ نے

صاحب مکان کو متعدد بار خواب میں چور دن کے حال سے خبردار کیا جب وہ اٹھے تو چور دن کو چوری کی گھات میں پایا مگر سیدار ہو جانے سے نقصان سے بچ گئے یہ آپ کی روشن کرامت ہے۔

میر صاحب کی موزونی طبع کے متعلق حاجی شیخ فضل علی صاحب نے رقم سے بیان کیا کہ میرے والد مولوی محراب علی صاحب اور میر صاحب سے نہایت لطف تھا اکثر مجالست میں حدیث شریف اور تحقیق و معارف کا مکالمہ رہتا میرے چند بھائی محمد علی احمد علی محمود علی حامد علی نام کے تھے میر صاحب نے کیسا اچھا سمجھ موزون فرمایا محمد احمد و محمود و حامد بمحراب علی باشند ساجد

میر صاحب کی تصنیف میں فارسی دیوان کے علاوہ مثنوی معجزات حضرت سرور عالم کریم بخش ماقیمان وغیرہ قلمی موجود ہیں چند غزلیات اور کچھ دیگر تصنیف کا حصہ ایک کتاب سے انتخاب کر کے یہاں پر درج کیا جاتا ہے۔

## انتخاب کلام از تصنیف میر احمد علی صاحب متخلص بن احمد

ای بہر جائیکہ بنی جلوہ خسار اوست	رو بہر طر فی کہ آری پر تو انوار اوست
غیر او ہرگز نباشد هیچ شے اندر جان	ہر چہ آید در نظر فی شبہ و تکرار اوست
ہم گل و ہم بلبل و ہم شاخ و ہم برگ و شجر	ہم سر و ہم قمری و ہم نالہائی اوست
فیض از درگاہ احمد گیر با عجز و نیاز	کو این خاص حق و وقف سر اوست
ایضاً	
بیچ حسنی در د عالم همچو حسن باینست	خبر دی در جان چون غیبی دلداست

لیک سروی مثل قدش اندرین گلزار نیست غیر وی یوسف اندر خانه و بازار نیست جز شبیه لیلی اندر دیده اسرار نیست	گرچه نسبت با سرو از قد خوبان داده اند دیده خواهش ز لیلخوار کبشاد و به بین پیش مجنون در میان وادی پر خار خار
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

احمد اندر ماسوا مشغولی خاطر مکن  
چه در آئی باز جا اندر دل بیدار نیست

زنگ بخش هر حرم نگ گل عنای دست عالمی پر از فغان غفل و غوغای دست ای سواد شام هم از گیسو و قای دست ای مجسم نور نرغی ز سرتاپای دست	در دو عالم جلوه نگین رخ زیبای دست نیست خالی بیخ جا از پر تو رخسار دست صبح دارد از بیاض نور او نور کمال احمد مرسل که آمد باعث ایجاد خلق
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

دیگر

زنگ بوی باغ دوران هم زنگ بوی تست فرش شاهان فرش خاک راه های کوی تست زیب سرو هر حرم از قامت دلجوی تست و حقیقت شان جمله از روی نیکیوی تست غفل مشهور جهان جمله ز بوی هووی تست گفتگوی جمله عالم هم ز گفت و گوی تست	روشنی جمله عالم ای زهر روی تست شاهی کونین زید متر با عز و شان ای بهار حسن ویت زنگ بخش هر گلی گرچه شان هر کی از زنگ های دیگر است غیر ویت چون نهیم هیچ شی اندر جهان چشم و جان و گوش شنود دیده دنیا توئی
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

سرتاپا نونه دادم احمد اندر فکرش  
عکس وی یار در آئینه زانوی تست

یارم اگر ز لطف بسویم نظر کند عمریت جاودانه که بر من گذر کند
----------------------------------------------------------------



<p>ساز و خرام چون ز سر نماز دلربا          بر هر دلی که عشق نماید تسلطی          در هر نماز عاشق مسکین پاکدل          بهز قناعت دم یار نکوے من          یارب ز در و درخ دل سوزناک ما          آنکس که یافت لذت وصلت مدام و</p>	<p>هوش و حواس از سر عالم بدر کند          صبر و قرار و هوش و خرد ز دست بفر کند          هر دم وضوی خویش ز خون جگر کند          چشم ترم ز اشک مژه پر گهر کند          تا چش آه و فغان و فریاد سر کند          از ذکر غیر گوش دل خویش کر کند</p>
<p>غیر از جناب احمد مقبول دو جهان          از یک نگاه پاک که من را بزر کند</p>	
<p>آمدل که شاه عشق در رانی خبر کند          افتند صد هزار دل بیدلان بهم          خاکست پیش چشم کسی شاه جهان          از فرش تا برش عیانست دی یار          با هم درند جامه گل و غنچه در چین          دستی بکش طیب نمبض مریض من          هر دم ز در و درخ تو جانان دل خیرین</p>	<p>جز حسن رومی یار کجا نظر کند          شانه بموی زلف گره دار گر کند          آنرا که از وصال کس بهره ور کند          چشم لقین ز دیده کسی و اگر کند          هرگاه سیر باغ بیایم نظر کند          دارد چو در عشق چه دارد و اثر کند          شور و فغان آه ز سوز جگر کند</p>
<p>احمد بیای عشق سری هر زمان بنه          تا بر سر تو تاج مرصع بزر کند</p>	
<p>نقشیه</p>	
<p>کس جز تو خدا تا فریده</p>	<p>نشید زمانه تا بدیده</p>

از دوس تو مهر آفرینش  
ای شان تو شان کبریا  
درد فزینکونی نه مشلت  
با ممکن و هم وجوب پیدا  
ای سیر تو ملک لامکانی  
در پیش و پی تو بچو سایه  
در گشتن قرب او تعالی  
توسین تو جاد هم مقامت

وز خوس تو خلق برگزیده  
ومی نور تو نور چشم دیده  
منشی قضا رستم کشیده  
در عالم انجمنین که دیده  
کاخانه فرشته رسیده  
افواج ملک بسرد و دیده  
جز دست تو گل کسی نچیده  
لولا که لما بتور رسیده

کن رحم با حمد شکسته  
افزاده بخاک دل رسیده

گل گلزار لمعانی سراپا صورت جانی  
کند خورشید باروی جهان افروز هر صبحی  
نه گردون گویند به فوج لشکر تجسم  
چنین درگاه سلطانی که آید ز حقانی  
بخت گوی بخت جوی بخت دانی حق مینی  
گل تزی می دارد سراپا جسم تشبیهی  
ز اوج عرش گذشته مفرغ خاص حق گشته  
کند بر حال من شاه لطف عام خود گویی  
بجز درگاه آنحضرت شفیع خلق بی منت

رسول فخر انسانی در دریای فیضانی  
ز نور ذره خاکش جبین خویش نورانی  
بگرد قصر عالی او کند هر شب نگهبانی  
که جبریل امین دارد همیشه کار در بانی  
بذاتش میکند جلوه همه سراپا و علانی  
عیان از نور سیایش فروغ شان سبحانی  
ملائک مانند سرشته سجده و فخر انسانی  
که زائل گردد از رویم همه گم در پشانی  
بر پیش و گر حاجت بکار سخت حیرانی

ز دین حضرت احمد قدم بیرون منہ رگ  
نگیرد غیر شرع اور دایہ کار حق دانی

## در منقبت جناب علی مرتضی شیر خدا کرم اللہ وجہہ

<p>شیر آلہ سرورِ عالی جناب را نہ شکل پنج دید نہ روی عذاب را ہست او خلی شافع یوم الحساب را آن شد کلید قلعہ بر فتح باب را بشنید زو بدید جوانی صواب را واکن ز روی نور آئی نقاب را</p>	<p>ایدل بدار حُب بجان بو تراب را آن کس کہ سر نہاد بجا کش ز جان دل مشکل کشاے خلق شہنشاہ اولیا آن شہسوار دل دل و آن شاہ ذوالفقار سائل چو کرد قصد سوا لی بجان دول نور آئی ہست فروغ جمال تو</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

شام ز فیض لطف خود ہم ز مہر خویش  
رحمی بحال احمد پرنسج و تاب را

## در مدح حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہ

<p>ملقب قطب ربانی جناب شاہ جیلانی کنوز راز صمدیت شہا بکر صمدانی محل راز حیدرانی از آدم باسانی بذات پاک آن سرور بر فلق شمس لانی تیا مد کس باین شوکت بچشم عین لسانی</p>	<p>محیط فیض نیروانی جناب شاہ جیلانی مرد یاقطبیت مہ فلک غوثیت بہ شیخی پیرانی بخوبی بچو کنعانی ستون دین بنیمبر گرامی گوہر حیدر زہی تاج سر عزت با وجہ غرور کثرت</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

نموده ذره خاکش مثال متربانی رسد بروی آفاقی بحکم حکم ربانی ز فخر فقر او باشد کمال فخر انسانی که دارم در بل جنس پریشانی و نادانی که دادوستد خواهمش را بدست طلبانی	بغیر شد که آتش بفضل ایزد پاکش ز قوس ابرو پاکش خدای بخشش یزدان بر روی کسی دیگر نزاده مادر دوران بکن یک گوشه چشمی بخت احمد مرسل غلام در که او را چه غم از پرستش محشر
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

### در مدح خواجه بزرگوار بهندلولی اجمیری

کنند در ملک معنی پادشاهی دهد هر شاه را او تاج شاهی پوشاند ز چشم خوش بنگاهای سر خود می نهد دانه خدای بلک هندو او تخت شاهی رساند شاه را تاج مبابی سر خود را نموده در تبابی همه عالم بسوی او ست راهی	زهی خواجه ز فیضان الهی بلک چشت شاهنشاه دلا روایه خواجگی بردوش طالب همه از خوابگان در بارگاهش معین الدین بعالم هست نامش گدا و مینواس بارگاهش کسی کو بردش انگند از عجز ز بس فیضی که باروز آسمانش
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

منم احمد غلام در که تو  
بر کوه غم چون برگ کاهی

معجزه حضور سرور عالم از تصنیف میر احمد علی صاحب

پس از حمد و نعت خدا و رسول  
بیان می کنم از همه معجزات  
که او هست تاج سیران بیا  
روایت چنین است از اهل دین  
که یک روز حضرت سالتاب  
بفرمود جلسه به شوق تمام  
ز قوم یهودی یک نوجوان  
در آمد به تندی و هیبت تمام  
علم کرد یعنی بدست درست  
پیر سید کاظم میان شما  
علی مرتضی گفت ای ماسترا  
مه و مهر را کس نه جسته نشان  
بفرمود حضرت محمد منم  
با صفای اسم مبارک زبان  
بگوا می محمد بدتم چه چیز  
پیغمبر جو بر حق توئی بے گمان  
همان دم رسول زمین و زمان  
که خاکستر را در دست تست  
بهنرمان پیغمبر نیک زلو

که او هست سر دفتر هر اصول  
یکی معجزه سرور کائنات  
بر و باد هدم در و دشتا  
شنوای محبتان گوش لقین  
بمسجد به صحاب عالی جناب  
نبوده بهسم هیچگونه ملال  
که بدست بن قیس نامش عیان  
بر سید سرور خاص و عام  
خریطه بدست و گزینک چست  
محمد که ام است با مانما  
چه پرسی که خورشید روشن کجا  
که روشن در آفاق هست و عیان  
بگوا سچ داری تو از پیش و کم  
کشوده باین حرف آن نوجوان  
که باشم مسلمان درین وقت نیز  
بکن شاد و مار از راز نهان  
زالهام غیبی نموده عیان  
نهاده میان خریطه درست  
بکلمه شهادت زبان بر کشاد

# کرم خمس

ندارم ز کس روی راه خدا	آنگی اسیرم بحر ص و هوا
کر یا به بخشای بر حال ما	ندارم مرا این درد را من دوا

که هستم اسیر کسند هوا

چو مرغی که اندر میان نفس	اسیرم بست هوا و هوس
نداریم غیر از تو فریاد رس	درین گمشدگی پرینخ و بس

توئی عاصیان را خطا بخش و بس

پراز درد کلفت تھی از صفا	درین دار آباد رخ و عنا
نگهدار ما را ز راه خطا	بقای ندارد بغیر از فنا

خطا در گذار و صوابم فنا

به نعت رسول بشیر و نذیر	دلا هر زمان از قلیل و کثیر
زبان تا بود در دمان جاگیر	بالب کین کام از شهد و شیر

تنای محمد بود و دلپذیر

صفت انبیا است شده پیشوا	شیع الامم خواجسته و سوا
حبیب خدا شرف انبیا	ز خلق و کریم و مخلوق و صفا

که عرشش مجیدش بود مشکا

ملائک تدر و تشبیه شتیاق	زهی سرد ازاد بلغ و فاق
سواری جهانگیران براق	چه خوش گفت سعدی شیرین اق

که گذشت از قصه نبی رواق	
دلا فرش غفلت نه هرگز نوشت	شدی طالب روز رینه طشت
بگشتی به بود لعب کوه دشت	چهل سال عمر عزیت گذشت
فرج تو از حال طفلی نکشت	
سپر در ره حق بر انداختی	فرس در هوا و هوس ساختی
بغفلت تو نردوغا باختی	همه با هوا و هوس ساختی
دست با مصالح نبرد اختی	
بنیاد که او هست بنی اعتبار	دوروزه بود کار او یا چار
همه کار او را بزودی گذار	لکن تکمیل بر عمر ناپایدار
مباش ایمن از بازی روزگار	
ترجم بند مسدس مصنفه میر احمد علی صاحب هم رنگ نامقیما قدیم	
مصنفه حضرت علاء الدین صنا و صالی خراسانی خلیفه نظام الدین	
اولیا نزیل صوبه او دود	
ما ظهور خدا غفایم	برزبان غیر او نمی آریم
هست جا و مقام لا یتویم	ببیل شاخ باغ اسیریم
گوش و چشم و زبان جان دلی	ما سوای بخود نمی داریم
ما ز دنیا و دین ندارم کار	طالب عز و جاه دیداریم

از دوزخ سیاه و خال رخ از ظهور منظر هر کونین از دو عالم سر منی خایم من دیوانه و شادین صحرا	دانه و دام را طلبگاریم طوطی شکرین گلزاریم چون مقیم سر دلداریم روز و شبین سخن بباریم
که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر اوست	
یار من با کمال عینانی زیر و بالا و اندرون و برون گاه پنهان به پرده باطن از دوی دور شود لایزال باش دیوانه و اله و شیرا بشنوی از زبان پیرو جوان	می کند جلوه بیکتانی هست پیدا بچشم بینانی گاه ظاهر بچهره زیبانی تا کند یار جلوه فرامی شو برون از شعور و دانانی بایقین چشم دل چو بکشانانی
که بچشمان دل مبین جز دوست هر چه بینی بدانکه منظر اوست	
غیر حق نیست اندرین گلزار ساعتی از خود می شوی بیزار اندرین بار غلبه رخ دلدار من دو دهنه بکشد عشق کید انم خاک دانی تو تخت شاهی را	ماه و مهر و فلک چرخ و نهار بسنگری جلوه رخ دلدار گل نماید بر چشمت توخار دانه سحر و رشته زار اگر یابی تو دولت دیدار



زاهد یکدم از دوی بدر آ کفر و اسلام بر کران گردد همه تسبیح گوی یار من ست می بر آید ترانه این هر دم	تا کشاید تبو بس اسرار گرد آئی بعشق آن یکبار شاخ و برگ نبات هم اشجار از زبان همسر در و دیوار
که بچشمان دل بسین جز دوست هر چه بینی بدان که مظهر است	
تنوایه اشعارین میر صاحب نے کچھ اپنے حالات خود ہی لکھے ہیں ورنہ یہ ہیں	
خدایا منم بنده بیچاره ز انعام و بخشش من در گز بحق محمد رسول کریم بحق علی حسین و حسن بحق شهنشاه زین العبا بحق شه کاظم و ہم رضا بحق تقی و نقی عسکری بحق همان غوث پیران پیر بخلفای چشتی و ہم قادری خصوصاً آن ہادی و لنواز عطا کن ز فقر مراد و لقی و اگر این ز غیم فراغ معاش	کہ جز تو ندارم ز کس چاره خطایم گذار و بر حمت گذر کہ آمد بر حمت بلطف عیم کہ هستند مشکل کشای زمین دیگر باقر و جعفر با صفا کز ان دارین ست و ذوق گرا بحق شه مهدی جعفری بحق شه حشمت آفاق گیر کہ جویم ز ایشان بنجو دیوای کہ اسم ست مشہور شاہ نیاز کہ باشم از و صاحب ختمی مگردان بہر در برای تلاش

<p>بیان میکنم موجب این رقم منم قادم الہکیت رسول بود شاه آباد مولود من کہ روزی گرفتار بودم بدر بسی مضطرب بودم و بیقرار دران حالت پُر زنج و عنا بصد گریہ و باہزاران بکا زہر فراموشی درد و رنج باید ادا آن شاه والا کہ رسیدہ با تمام ترجیع بند بسال ہزار و دصمست یک امید غمہ ہست ز اہل ہجر با صلح پوشند با سیران</p>	<p>بروستان از زبان قلم کہ او ہست در جملہ عالم قبول ولی ترغز آب مارا وطن با مراض بندہ اندر نور اطبای ماندند بی اختیار شد ملتجی با حبیب خدا کہ فی الحال زویا فتم من شفا شدم پیروان سزاوار رنج باین نظم یک ہفتہ بروم بسر کہ باشند زو عاشقان دیکند رساندم زرقم را بر محاکم چو بینند سوی گفتار من و گرنہ بازند مارا معاف</p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

رجوع کن بجان برد را احمدی

کہ یابی از دولت سرمدی

میراج علی صاحب کا حال رسالہ شاہ نصیر الدین صاحب موصومہ بہ مختصر مولفہ  
سید اعجاز احمد صاحب العلماء ایونی کے صفحہ ۸- و ۹ میں طبع ہو کر شایع ہو گیا۔

۴- ایک عرصہ تک سید شاہ نصیر الدین حسین صاحب نے ریاضت شاقہ فرمائی۔

اسکے بعد اپنے عمر شاہ آباد ضلع ہر دلی کا فرمایا جان میراج علی صاحب خلیفہ عظم نیاز بے نیاز شریف لکھتے تھے اور جنکے پاس آپ کی وہ امانت باطنی موجود تھی جو آپ کے پدر بزرگوار حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی کہ یہ نصیر الدین کا حصہ ہو اور فرمادیا تھا کہ بروقت ملاقات اوسکو دیدینا۔

میراج علی صاحب ایک نہایت غریب الصفت درویش تھے تمام عمر لوگوں کے پڑھانے میں صرف فرمادی۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آپ علی حضرت نیاز بے نیاز کے حضور میں حاضر ہوئے اور حضور نے آپ سے استفسار فرمایا کہ میر صاحب کیا کیا کرتے ہو عرض کی کہ لڑکے پڑھاتا ہوں فرمایا بہت اچھا کرتے ہو چنانچہ جب میر صاحب بہت بوڑھے ہو گئے تو لوگوں نے عرض کیا کہ اب لڑکے پڑھانا چھوڑ دو۔ آپ نے فرمایا کہ میں اسکو کیونکر چھوڑ دوں میرے شیخ طریقت نے تو اسے اچھا فرمایا ہے۔

میر صاحب نے اپنے پیر زادہ موصوف کیلئے شاہ آباد میں ایک حجرہ نہایت پر تکلف آراستہ فرمادیا تھا اور جملہ قسم کا سامان و زمین مہیا کر دیا۔ بخیر میر صاحب کے تین برس کوئی دہان نہ جاسکا جب میر صاحب نے آپ کی بے اعتنائی دنیا کی طرف دیکھی تو میر صاحب نے فرمایا کہ صانع قدرت نے آپ کے وجود باوجود کو ہمیشہ ماز خلق اللہ کی ہدایت کیوں اسطے خلق فرمایا ہے اور سلسلہ نیاز یہ کاجرا ہونا آپ کی ذات سے منظور فرمایا۔ ہے آپ گوشہ نشینی ترک فرمائیے۔ یہ کہہ کر میر صاحب نے وہ نعمت باطن جو حضرت نیاز بے نیاز نے تفویض فرمائی تھی آپ کو مرحمت فرمائی اور خرقدہ و مثال دیکر آپ کو بریلی رخصت فرمادیا۔

۹ شعبان ۱۰۵۵ھ ہجری کو آپ نے جلت فرمائی مزار آپکا محلہ بالاے کوٹ میں عقب مکان خواجہ محمد شاہ صاحب کے واقع ہے۔ ہر سال عرس ہوتا ہے۔

راقم نے چند قطعات و نقات کے نظم کیے منجملہ ان کے ایک یہ ہے۔

حسرت احمد علی صاحب دلا دلا رسول رفت زیر خاک حاضر شد بہ زرم پترب

صاحب سجادہ شاہ نیاز بے نیاز      مخزن فقر و توکل ہادی راہ صواب  
 از جنینش نور حق و خلق شان احمدی      بود تا بان بر سپہر کرمیت چون آفتاب  
 از دفاش مرغ بسمل شد دل ارباب بق      شور محشر کرد بر اضاطرار و اضطراب

جست چون انجام رحلت بہ تاریخ وفات

از منظر گفت مر و غیب پیشین بحیاب

میر صاحب کے چھوٹے بھائی میر شمس علی صاحب تھے وہ بھی صورت و سیرت اور  
 جملہ اوصاف میں اپنے بڑے بھائی کے قدم بقدم تھے میر صاحب مدوح کی شکل دیکھ کر  
 بزرگان با خدا کی صورت آنکھوں میں بھر جاتی تھی اور آپ کی باتیں سن کر خدا یاد آ جاتا تھا اگر  
 بڑا بھائی آفتاب تو چھوٹا بھائی ماہتاب تھا آپ کی مہر کا مصرع ۵۰ از نیاز است شمسیت کو نہیں  
 تھا - اپنے بڑے بھائی کے دو برس کے بعد میر صاحب نے بھی تہمت ال فرمایا

قطعہ تاریخ راقم نے یہ موزون کیا

از دار فنا چو میر صاحب      رفتند بسوی حوض کوثر  
 از آل نبی واسم پاکش      شمسیت بہ علی شدہ مقرر  
 در خلق و بزرگی و کرامت      مثلش بجان نہ بود دیگر  
 تعلیم زد رسگاہ ایشان      حاصل می کرد خلق اکثر  
 حق داد شرف بذات ہر دو      ماہ و خورشید ہر برادر  
 این قصہ نمود کسب علمی      ذات عالیشان فیض گستر

مجموعہ تاریخ اشعار

گفتند ملک بلبل باختر

## میر بادل صاحب

میر صاحب موصوف محلہ سید واڑہ میں رہتے تھے آپ کو مضمون نگاری میں نہایت اچھی دستگاہ تھی۔ اُن کے فرزند میر حبیب اسد صاحب تخلص بہ تارک ناز خیال شاعر اور شاہخانہ مذاق کے بزرگ تھے حضرت تارک میر وزیر علی صاحب بکے شاگرد اور عرصہ تک لکھنؤ میں رہ کر اپنے لائق استاد سے استفادہ کرتے رہے فارسی درسی کتب کے پڑھنے میں جناب تارک کو خاص ملکہ تھا اور قصائد عرفی وغیرہ کے باریک طالب حل کرنے میں اعلیٰ درجہ کی استعداد رکھتے تھے شاہ حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی کے مرید تھے راقم کو جناب موصوف اچھی طرح یاد ہیں والد سے مراسم ہو چکی وجہ سے آپ کبھی کبھی تشریف بھی لایا کرتے تھے ایک بار والد مرحوم نے ایک مجلس کے متعلق جب کیا یہ شعر

حامد اندر ہے محمود ہے کو میں کا	ساجد خالق ہے اور مسجود ہے کو میں کا
مشہور ہے کچھ دریافت کیا تھا اور اپنے جواب ادا واپس یا تھا بے صاحب نازک مزاج نحیف	البرہن موزون اندام انسان تھے آپ کے اکثر شعر ضرب المثل ہیں مثلاً
غصہ کمزور ہے آتما ہو ہمیشہ تارک	ہم سے دیکھیں تو بھلا آنکھ ملائے واعظ

### ایضاً

کون اس دیر و حرم میں رہے جھگڑکین ٹپے	کفر و دین دونوں سے تارک ہاتھ دھو چاہیے
--------------------------------------	----------------------------------------

### غزل

دوست سب کچھ لیے اپنا پرایا دیکھا	ہاے دنیا میں کسی کو نہ کسی کا دیکھا
جب کہا ہے کھلا آپ کا پردہ دیکھا	بولے شرمائے کہ جھوٹے کا کلیجہ دیکھا

صدے اس ناز کے قربان غافل تھے رہے دل سمجھتا ہی نہیں اسکو بھلا کیا کیجے ہنچکیاں لیتا ہوا بسکا لبوں پر دم ہی اوٹھ کے میخانہ سے تارک جو گئے کعبہ کو	منہ کے منہ پھیر لیا بسبب سزا شاد کیا ہمنے کمبخت کو سوطر سے سمجھا دیکھا اپنے بیمار کو اسے رشک سے یاد کیا کیسے اسی قبلہ حاجات دہان کیا دیکھا
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

### ایضاً

گلے نہ دو سرا چمن روزگار میں کتا ہوں رو حکوتن خاکی میں دکھ کر میری طرف سے اُن کو گدورت ہر تہہ وہ زندہ ہوں جو بگردن تو قاضی کو باہولان میں کیا کہوں کہ جھیلی میں کیا کیا نصبتیں پیش نظر ہے صحبت احباب بے برگ فرم کر کے ہم نے عرصہ ہستی کو طح کیا تارک اُدٹھا سکا نہ اذیت فراق کی	بوسے و فاجہ ہو گل خسار یار میں ایک آفتاب ہی کہ چھپا ہی غبار میں لکھا جواب خط بھی تو خط غبار میں بیچارہ محتسب ہی بھلا کس شمار میں راحت ملی نہ زندگی مستعار میں چین آئے کس طرح ہمیں کنج فرار میں راحت ملی اب آکے عدم کے فیا میں خنجر گلے پہ پھیر دیا حبس یار میں
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

### ایضاً

وجود غیر معشوق آکھ میں عاشق کے بل تھا تری درگاہ سے محروم پھر ناغیر ممکن ہے عبث بک بک کے میری ناصحونے جا کھائی ہم	جدھر تھا دیکھتا مجنون اُدھر لیلی کا محل تھا دُرِ مقصد سے جب دیکھا بھرا دامن سائل تھا تبوں کو دیدیا دل پھر کسی کا کیا مراد ل تھا
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

میان حشر اس ہیئت سے دیکھا بننے تارک کو  
کہ دونوں ہاتھ سے پکڑے ہوئے دام قاتل تھا

## اشعار غزل

مراح ہن حضور کی زلف و دلا کے ہم      باندھینگے اپنے شعر میں مضمون بلا کے ہم  
 صیاد و شنگدل نے چھوڑا کسی طرح      آخر نفس میں مر گئے پڑ پڑھ پڑھ کے ہم  
 انوس کہ میر صاحب نے سن لیا ہجری میں      رحلت فرمائی راقم نے قطعہ تاریخ و فات  
 یہ نظم کیا ہے

تاریک عالی نسب والا حسب      یافت آزادی ز قید آب و گل  
 سال ترحیش منظر کن رقم      تارک نیاروان شد پاک دل  
 آپ کے فرزند حکیم سید امجد علی صاحب      ہیں جو استاد فی حکیم سید فرزند علی صاحب  
 انسر الاطبا کے شاگرد رشید اور فی نفسہ ذہین اور طب سے بالطبع مناسبت رکھتے ہیں

## خواجہ سید محمد شاہ صاحب

آپ شاد آباد کے رؤسا میں نامور اور دانشمند رئیس گذرے ہیں عہد نوابی میں  
 تحصیلداری و کمیدانی کے عہدہ پر سر فرما رہے۔ آپ کی تحصیلداری کے بعض کاغذات  
 راقم نے دیکھے ہیں خواجہ صاحب موصوف خوشرو اور عیش پسند انسان تھے عمارت  
 سے نہایت شوق تھا چنانچہ ان کا بنوایا ہوا مکان جن نہایت شاندار اور میان کے مکانات  
 میں اپنی آپ نظیر ہے اور کئی ذاتی نفاست اور سلیقہ کی شہادت زبان حال سے ادا کرتا ہو  
 طبیعت علم دوست تھی اور تاریخ کے فن سے نہایت دلچسپی رکھتے تھے اس لیے جس کتاب کو کھینا  
 شروع کرتے اس کو ختم کر کے چھوڑتے۔ گھوڑے کی سواری اور اسکی دہشت سے بھی  
 مناسبت تھی۔ قوم کے سید اور خواجگی کا خطاب اس خاندان میں خواجہ معین الدین اجمیری

کے سلسلہ سے ہتمال کیا جاتا ہے۔ خواجہ صاحب کے بزرگوں کا اصلی وطن قصبہ گیلان تھا جو عرب میں ایک مشہور مقام ہے چونکہ ج سے گ بدل گیا ہے اس لیے بجائے جیلان کے گیلان کہا جاتا ہے۔ آپ کے مورث اعلیٰ گیلان سے نکل کر پہلے کاشغر میں آباد ہوئے اسے بعد کا شعر سے جو بزرگ ہندوستان کو آئے اور دہلی میں وارد ہوئے اور نکانہ نام خواجہ اسد اللہ صاحب تھا یہ عہد شاہ عالم بادشاہ کا تھا ان کے فرزند خواجہ حفیظ اللہ صاحب شاہ دہلی کے بیان اللہ کو فوجی صیغہ میں ہزاری ذات اور دو سو سوار کی افتری اور اسد علی خان کے خطاب سے سر بلند کیے گئے پھر وہ اپنی کارگزاری سے منصب میں ترقی حاصل کرتے رہے۔ بعد ان کے بیٹے خواجہ سید لطیف اللہ صاحب اپنے والد ماجد کے قائم مقام ہو کر منصب بائی سے سرفراز ہوئے۔ اس عرصہ میں شاہان دہلی کی سلطنت پر زوال آگیا تو یہ نہایت عزت کے ساتھ سلاطین اودھ کی سرکار میں آکر عہدہ کمیدانی ملازم ہوئے۔ (کمیدانی بصیغہ فوج عہد شاہی میں ایک عہدہ تھا۔ جس کو اب سرکار انگریزی میں کرنیلی کے عہدہ سے تعبیر کر سکتے ہیں) ان کے دو فرزند ہوئے ایک خواجہ سید غلام شاہ اور دوسرے غلام دستگیر آخر الذکر کی شادی کھنؤ میں ایک مغل کے خاندان میں ہوئی۔ اس شاخ میں کوئی نامور قابل اندر شخص نہیں ہوا بڑے صاحبزادے خواجہ سید غلام شاہ صاحب شاہ اودھ کے ایکون میں ملازم رہے اور پھر کمیدانی کو پوپنچے خواجہ غلام شاہ صاحب کی ملین ایک مدت تک کھنؤ میں رہی بعد ازاں سندیلہ میں تعینات ہوئی بدین وجہ رؤسا سے سندیلہ سے ان کے مراسم پیدا ہوئے۔ پنانچہ چودھری مقبول حسن صاحب و چودھری عبدالباسط صاحب کے مورثوں اور واجد علی خان بلوچ کے بزرگوں سے دوستانہ بلکہ عزیزانہ برتاؤ رہا۔



لیٹن کی تعیناتی کا یہ دستور تھا کہ اس زمانہ میں چکلیدار جو گلہ مضلع کے بہم منصب رہتا تھا  
 اس کو تحصیل وصول کی کارروائی کے لیے فوجی امداد کی ضرورت ہو کر آتی تھی اسلئے  
 ایک لیٹن اس کے ساتھ ہا کرتی تھی۔ اس خدمت کی غرض سے خواجہ غلام شاہ صاحب  
 کی ماتحت لیٹن سندیلہ سے تبدیل ہو کر شاہ آباد آئی اور وقت میں رائے منگلی لال صاحب  
 شاہ آباد کے چکلیدار تھے خواجہ صاحب اور رائے صاحب سے اس درجہ مراسم بڑھے  
 کہ دستار بدل ہو گئی اور کئی محبت میں خواجہ غلام شاہ صاحب نے شاہ آباد محلہ بالائے کوٹ  
 میں مکان بنایا اور سکونت مستقل طور پر اختیار کی۔ ان کے فرزندہ و نیا یک خواجہ سید  
 محمد شاہ صاحب تھے جو سرکار اور دھ کی طرف سے تحصیل محمدی کے تحصیلدار ہوئے  
 اور عرصہ تک اپنے فرائض منصبی نہایت لیاقت سے انجام دیتے رہے جب ان کے  
 والد خواجہ غلام شاہ صاحب کا انتقال ہو گیا تو بجائے ان کے کسیدانی عہدہ پر آپ  
 سر فرائض کیے گئے اس عہدہ پر چند روز ہی آپ متعین ہونے پائے تھے کہ رائے  
 منگلی لال صاحب کا انتقال ہو گیا اور ان کے بیٹے لال بہادر صاحب محمدی کے  
 چکلیدار مقرر ہوئے۔ ایک سال انھوں نے کارہائے منصبی ادا کیے اس کے بعد  
 بعثت بقایا انگلری ماخوذ ہو کر علیحدہ کیے گئے اور جب قدر ان کی جائداد و املاک تھی وہ  
 ضبط ہو کر سرکاری قرار پائی ان کے مقام پر دوسرے چکلیدار مقرر ہوئے اور مواضعات گزہ  
 بھموی وغیرہ جو ضلع شاہجہان پور میں تھے وہ نیلام کر دیے گئے اور کئے مکان کے  
 کھدے کا حکم صادر کیا گیا لیکن شاہ آباد کے معزز پٹیان جو زوردار اور صاحب  
 جماعت تھے ان سے اتحاد تھا وہ مانع ہوئے سرکاری ملازم تعمیل حکم پر تیار تھے مگر  
 اس فراحت سے بڑے کشت و خون کا اندیشہ تھا متاثر ہوئے چکلیدار موجودہ نے

رپورٹ کی کہ خواجہ محمد شاہ اسقدر با اثر آدمی شاہ آبا دین بین اگر وہ چاہیں گے تو یہ مکان کھد جائے گا۔ اس پر خواجہ صاحب سے کہا گیا کہ آپ اپنے انتظام سے کھدوا دیجیے۔ مگر آپ نے یہ امر وضع داری کے خلاف سمجھا اور انکار کر دیا۔ اس انکار سے آپ معتوب ہوئے اور توپ سے باندھ کر لکھنؤ بھیجے گئے اور وہاں بھی یہ شرط پیش کی گئی کہ اگر ملازمت کرنا چاہتے ہو تو اس خدمت کو انجام دو ورنہ متعنا داخل کرو مگر آپ نے اس حالت میں بھی یہ جواب دیا کہ لال بہادر کو میں جہائی کہہ چکا ہوں ملازمت کیا اگر سلطنت بھی دیدی جائے جب بھی مجھے یہ نین سوکتا اور آپ اپنے عمدہ سے مستعفی ہو گئے۔ غرض کہ شاہی خدمت و ملازمت سے آپ کی صلحدگی کی یہ صورت تھی کہ جو بیان کیا گئی۔

واقعہ مذکورہ سے خواجہ صاحب کی اعلیٰ درجہ کی وضع داری مستقل مزاجی ثابت ہوتی ہے۔

خواجہ صاحب موصوف نے عمر طبعی یا کر رحلت فرمائی یا قم کا لڑا کہن تھا آپ کے دو فرزند ہیں ایک خواجہ سید کاظم حسین صاحب اردو دوسرے خواجہ سید باسط حسین صاحب۔ خواجہ سید کاظم حسین صاحب ایک ذہین اور ثوقین طبیعت کے انسان ہیں راقم سے محبت و عنایت کے ساتھ ملتے ہیں۔

## نقل فرمان

ہو اعزیز تباریخ روز جمعہ سوم شہر ذیقعدہ سنہ جلوس مبارک معلی موافق ۱۱۷۵ الہجری مطابق ۲۰ ماہ خرداد بر سالہ امارت و ایالت منزلت شجاعت و شہامت مرتبت مورد مرام بیکران بادشاہی مہیط اعطاف نمایان خلیفہ آئی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران گم زرم زبہ فدویان ہوا خواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق الغایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر و نوبت واقعہ نگاری کترین بندیان عقیدت آہنگ لے رتن نگہ قلمی میگردد حکم صادر شد کہ حفیظ اللہ ولد اسد اللہ بمقتضی کمر زاری ذات دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز باشد واقعہ پانزدہم شوال سنہ بموجب تصدیق یادداشت قلمی شد۔

شرح دستخط بہت و شہامت پناہ شجاعت و شہامت دستگاہ مطرح الطاف بادشاہی مورد عطا نامناہی خانہ زاد فدویت نشان ابوالقاسم خان بہادر نائب امارت و ایالت منزلت شجاعت و شہامت مرتبت مورد مرام بیکران بادشاہی مہیط اعطاف نمایان خلیفہ آئی استظہار مجاہدان باعزم افتخار دلیران معرکہ زرم زبہ فدویان ہوا خواہ عمدہ نوائینان بارگاہ خانہ زاد لایق الغایت والاحسان بخشی الملک مظہر علیخان بہادر آنکہ داخل واقعہ نمایند۔

مشار الیہ الفضل و کرم امید و است بمقتضی ہزار مدت دو صد سوار و خطاب اسد علیخان سرفراز شود شرح دستخط نائب بخشی الملک آنکہ حکم شد منظور۔

ہزار مدت و خطاب مار سواد تحیر رنی التاریخ شہر صدر سنہ الیہ جلوس مبارک مطابق واقعہ کل است بہشت و یکم ذیقعدہ سنہ جلوس معلی والا مکر بعض مقدس رسیدہ

مظہر علیخان بہادر فدوی  
محمد شاہ عالم بادشاہ غازی

راے رتن نگہ فدوی شاہ عالم  
بادشاہ غازی

مظہر علیخان بہادر فدوی  
محمد شاہ عالم بادشاہ غازی





حاجی میرزا حسین خان اختیار پوری

## حاجی محمد حسین خاں صاحب اختیار پوری

خاں صاحب موصوف درویش سیرت اور با خدا بزرگ تھے نو عمری سے آپ کو ریاضت اور خدا پرستی کی طرف میلان تھا پیشتر آپ حافظ امام علیخان صاحب اللہ پوری کے مرید ہوئے اور ذکر و فکر میں مشغول رہا کیے اس کے بعد شیخ شیر علی عرف مینڈ و شاہ صاحب کے۔

۱۔ حافظ صاحب با خدا اور زبدا نشان تھے جمیع علیخان اللہ پوری کے فرزند اور فتح علی میا صاحب شہر جہانپوری کے خلیفہ تھے ان کے اکثر لوگ مرید اور متعقد ہوئے چنانچہ کافی عابد عیسا و ڈپٹی سید شمس الدین جٹا دیلوی بھی آپ کے نہایت ارادت مند تھے آپ چور جاہر تھے کہ شائے راہ میں بقیعہ تعمر اعلیٰ فرمائی اور دین مدفون تھے جب آپ کی بیوی کو صدمہ معارف تو گریہ و زاری اکثر لاق بہتی تو شاہ حسین بخش صاحب غفرخ آبادی خلیفہ مولانا عبدالرحمن جٹا لکھنؤی موضع کسلی میں ان کے خسر پرورش علیخان کے مکان پر ان بیوہ کی نگہداشت کو آئے وہ فرماتے تھے کہ حافظ صاحب نے بعد وفات کے مجھے اسے من بوج کیا جو خدا کی قدرت کد شاہ جٹا کی نگہداشت کو وہ اشکباری جاتی رہی اور ان کے دل کو ایک قسم کا سکون ہوا گیا تھا۔ ۲۔ شیخ شیر علی صاحب وطن بانس بریلی تھا آپ کے والد شیخ حسین علی صاحب ذواب محکم الدولہ بہادر کے بیان مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپ تنہا رہ گئے اور آپ کا بچپن تھا ایک خدمتگزار کے۔ ان کے جواہرات و اشرفیاں لے کر ان کی مرضی آپ کو لے آیا اور چھوڑ گیا بیان شیخ داؤد صاحب نے آپ کو پرورش کیا اور اپنی خدمت نیک اختر سے نکاح کیا یا اپنے دام الدین شاہ اور تین صاحبزادیان پیدا ہوئیں پیشتر اپنے باپ کا ظاہر درویشی کے آثار نہ تھے مگر حصہ ازلی تھا ایک فقیر آباد اور اُس نے آپ کو کھیل میں مشغول دیکھا ایک شوگر مادی اور اس کے بعد ایک رات کو آپ کی آنکھوں سے حجاب کا پردہ اٹھ گیا اور حضور سرور عالم مسلم کی مجلس اقدس نظر آئی حضرت سید المرسلین کی زیارت و شرف ہنگامی سے شرف ہوئے خود آنحضرت نے حضور مایا کین علامہ رسول اللہ جون اور اپنے بچے لیکن اور جوانی و آخری سن کے دیدار سے فیضیاب شہر مایا بچا بدین مظهر ہو گیا آپ نے عہد کیا جو کوئی میرے اس شاہ کا نظارہ کر گیا اس کا مرید ہو گا تلاش شیخ میں ہندوستان کے اکثر شہر و نواں گشت کیا اختر کا تہرہ میں شیخ الدین صاحب علیہ الرحمہ کی بابوسی کو حاضر ہوئے اور انھوں نے اس واسطے کا۔

طالب ہوئے اور جب تعلیم شیخ کمال کے آپ نے سخت مجاہدہ کیا دس پندرہ برس تک  
عالم مجرب و مین خوب ریاضت کی کثرت ذکر سے تصفیہ ہو کر اس کا قلب نور الہی سے منور ہوا  
تھا آپ کے اوصاف پسندیدہ کی شہرت بھی ہوئی اور اکثر لوگ باہر سے مشتاق ہو کر  
ملاقات کو آئے آپ نے ایک وسیع تختہ پر باغ نصب کیا اور اوسمین جو بلند طیلا تھا اہمیر  
کو ٹھی بنائی جو ٹیلا کے نام مشہور ہوئی اکثر آپ کا اسمین قیام رہا اور یاد الہی میں مصروف رہے  
آپ نے اس باغ کا نام علی باغ رکھا اور اوسمین ایک خوشنما مسجد بھی بنوائی جسکی دو تارخین  
میر خجف علی صاحب نے نظم کس اور درج ذیل ہیں :-

مسجد بہ علی باغ چو تعمیر نمود      خان ذی رتبہ صاحب و جلال  
پرسیدم سال اوچو از ہاتف غیب      فرمود کہ مسجد علی باغ جمال  
ایضاً

چون محمد حسین خالصاحب      نقش مسجد لصحن باغ بہ بست  
بلب بلبان شہوتارخ      ثانی مسجد قبا این اہرست

(بعد از حاشیہ صفحہ ۶۷) ہم اکثر ان کی یاد آپ مرید ہوئے اور وہ ریاضت کی کثرت فی اللہ اور صاحب کمال ہر گز  
صد ہا آپ کے مریض ہری و باطنی فیوض سے بہرہ یاب ہوئے راقم نے خود آپ کے مراقبہ و مکاشفہ کے عجیب و  
غریب معاملہ رکھے ہیں اکثر امور میں بطور مشیت گوی کے جو آپ نے فرمایا وہ بطور مین یا بعض مردوں کے مذاقے نزدیک  
حالات ازراہ کشف ارشاد کیے۔ صریح کہ ۲۵ شوال ۱۳۱۰ء کہ آپ نے حالت نزلی سے قطب عالم واقف ترقی مادہ وفات تہ  
آپ کے مرید مرشد سید علی بن صاحب رت باشت بزرگ تھے جنکو چھ ماہ جدب و جملہ دسکر ہا کہ باتھ است سجاد حسین  
صاحب شہا پہما پوری نے ان کے بعض کلمات چشم دیدہ نقل تو میں طعام خود کے راقم سے بیان کیے ہیں۔ آپ ہر گز  
بزرگوں کے پر قسوف مزارات تلمیذین اقمین الحرفۃ ہجری میں سید محمد الدین صاحب کا دھال ہوا۔  
مزار شریف پر یہ شعر کندہ ہے :- کھزار و دو صد و پچاہ و ہفت شاہ شمس الدین سو جنت برفت

خان صاحب کی وجہ سے اس باغ میں اہل اللہ کا مجمع رہا ہے اور ہر مہرے باغ کا ایک عجیب و گمشدہ منظر تھا اس جگہ کی مقبولیت کے متعلق مقبرین نے بیان کیا کہ اس میں بزرگان دین کے انوار نظر آتے ہیں چنانچہ محمد علی خان اور نواب مقصود علی خان وغیرہ نے بیان کیا کہ ہم لوگ موجود تھے سید شمشیر علی عرف مینڈ و شاہ علی باغ کی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے تھے رات کے آٹھ نو بجے ہو گئے کہ تمام باغ دل آویز خوشبو سے معمور ہو گیا شاہ صاحب صوفی جو دشمنی میں در صاحب کشف بزرگ تھے مودب حالت سے کھڑے ہو گئے اور کوٹھی کی چار دیواری کا جو پورب والا دروازہ ہے وہاں جا کر کچھ عرض کرتے رہے اور اسی وقت بازار سے شیرینی بنگائی اور فاختہ کرائی ہم لوگوں نے دریافت حال کیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے انوار نمودار ہوئے تھے ادر حضور کی سواہی معہ لشکر کے اودھر آنکلی تھی حق تعالیٰ نے امام عالی مقام کو عالم ارواح و برزخ میں یہ درجہ بخشا ہے کہ آپ طبقات عرض در سما کی سر کرتے ہیں۔

خان صاحب صوفی نے راقم سے بیان کیا ہے کہ جیسا میں نے مینڈ و شاہ کو عالم کا بیان ماہر دیکھا ایسا کوئی فقیر میری نظر سے نہیں گذرا اور اگر اس فقیر کی رہنمائی مجھ کو حاصل نہوتی تو میں طریقت کے معنی کی تحقیق نہ سمجھتا۔

ایک بار شاہ صاحب نے مراقبہ کیا اور کہا کہ تمہارا پیر بھائی سیف اللہ خان تمہاری شکایت کرتا ہے جب میں نے فاختہ اونکلی کرادی تو وہ شکایت جاتی رہی خان صاحب نے اچھے اچھے فقرائے ملاقات کی سید شمس الدین صاحب صوفی سے ملے ہیں حمد نوابی میں سید صاحب موصوف شاد آباد شریف لایا کرتے تھے وہ اب دوست علی خان رئیس چھوٹی دیوڑھی اور خان صاحب کے خاندان کے چند لوگ کو مد



و معتقد تھے سید صاحب کی عظمت اور تصرفات آفتاب کی طرح روشن تھے اکثر صاحب بلبل  
فقر خاں صاحب کے پاس آکر ٹھہرے

خان صاحب کی درویشیت پر تشرع کا رنگ غالب تھا کسی کو آپ نے مرید نہیں کیا اقامت  
بارہاؤنکی خدمت میں حاضر ہوا ہے اور وہ والد مرحوم کے اتحاد کی چہرہ سے نہایت شفقت سے  
پیش آتے تھے آخر وقت میں آپ نے مناکحت بھی کی پہلی بیوی جو حافظ یار خانؒ میں سید خلیل  
مرحوم کی بہن تھیں اوکے بطن سے ایک دختر پیدا ہوئی مگر وہ جوانی کا انتقال  
کر گئی جب خان صاحب کی زوجہ اولی کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسرا نکاح  
کیا ان دو سہری بیوی سے دو لڑکے بھی پیدا ہوئے صدیق حسین بڑا لڑکا تعلیم یافتہ  
اور ہونہار تھا مگر افسوس کہ وہ بھی نوجوان چل بسا اب صرف ایک فرزند خضر حسین  
ہیں جو تعلیم میں مشغول ہیں۔ خان صاحب سرخ و سفید خوش رو قد اور انسان تھے صد  
حیف کہ ۲۔ رمضان ۱۳۱۷ھ ہجری یوم دوشنبہ کو آپ نے رحلت فرمائی دو قطعہ ذفات  
کے خاکسار نے لکھے ہیں ۷

تھے محمد حسین خان صاحب آفتابِ سپہرِ فضل و کمال مثل رکھتے نہ تھے زمانہ میں دار فانی سے لیکے تشریف باغِ جنت کو جب سدا کے وہ	حاجی عارفِ رموزِ خدا بدر تابانِ باوجِ مجد و علا خوبیون میں وحید تھے یکتا ہو گئے رونقِ سراے بقا شورِ محشر تھا ہر طرف سراپا
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

۷ حافظ یار خان صاحب احمد یار خان صاحب مرحوم شاہ آباد کے رئیس ادوین نہایت بہتدیب نیک انسان تھے راقم سے دوستانہ  
مراسم رکھتے تھے افسوس کہ اہل شعبان ۱۳۱۷ھ ہجری میں جو انگریز انتقال کر گئے۔ (مادہ ذفات داخل غلط جلد ہوئے)

آندھیاں غم کی ہر طرف اٹھیں  
صاحب کشف باریا تھے  
نور انشان تھا چہرہ انور  
میرے والد کے تھے شفیق بڑے  
ہے او دای کمال ملیا پر  
دادیغا خزان کے لشکر نے  
کر دے اُنکے ہزار کوروشن  
بھرتے انوار قدسیہ اسمیں  
فکرِ یارِ غم ہے مظفر لکھ

دیگر

با خدا حاجی و عابد زاید  
عاشق ذاتِ خدائے عالم  
جمع خوبی اوصاف تھے وہ  
لیکے خلد کو تشریف شریف  
اوسکے اخلاق کی تھی وہ خوشبو  
کشت ہستی کو قضا نے پھونکا  
ملیا شاداب تھی گہر تھا آباد  
تھا علی باغ برائے گلکشت  
ایسا پر نور نہ دیکھا تخت

ہر طرف ابرنج کا چھپا لیا  
موجوداتِ خدائے ارض سما  
وقت تدفین کفن کو جب اٹھا  
مہربانی تھی تجھ پہ حدِ سوسا  
کچھ عجیب باغیں ہر سناٹا  
سب بھاڑچن کو لوٹ لیا  
پائین یاربِ جنت الماوا  
ہر علی بلغ جنتی ملکا  
آج الہام کا چراغ بجھا

فخر سرایہ اربابِ وطن  
حامی دین بنی شاہِ زمن  
اُنکے قدموں سے تھا قصبہ روشن  
کر دیا ترک ہر یہ دارِ محن  
جسکو پہونچے نہ کبھی رشکِ ختن  
تھی قضا برق برائے خرمن  
اب یہ دونوں ہیں گریختن  
حاجی صاحب کا یہی تھاکسن  
گرچہ ہیں در بھی لکش گلشن

سرد خاموش ہے قمری نالان      سلسلہ غم کا ہے طوق گردن  
 بلبلین گاتی نہیں روتی ہیں      انکے روڈی صدا ہے شیون  
 باغ جنت کے در پہن جاہلین      اونکے روضہ کے آبی روزن  
 بہتر یا رخ مظفر لکھ دے      اب علی باغ ہوا ہر دین

خان صاحب کے بڑے بھائی حاجی محمد اسین خان صاحب بھی شاہ آباد کے  
 پٹھانوں میں نامور انسان ہوئے ہیں قومی سیکل اور لکھیم شہم انسان تھے عمدہ نوابی مین ابھدہ  
 تنداری سرکار لکھنؤ میں ملازم رہے لکھنؤ کے مشاعروں میں بھی شریک ہوئے اور استاد  
 ہفت کے شاگرد تھے سخاوت تخلص کرتے تھے دیہات کے انتظام میں کبھی مداخلت  
 تھی فراہمی قلمہاے انبیین یہاں ہفت اُن ہی کو حاصل ہوئی شاہ آباد کے مختلف  
 باغات میں جو نامی انبہ تھے اُن درختوں پر اونھوں نے قلمیں بندھوائیں اور مستعدی  
 مصارف سے تیار کرائیں اور اپنے باغوں میں نصب کرائیں بعدہ بھاگلپور وغیرہ کے  
 کارخانوں سے معروف مشہور اقسام منگوائے اسکے بعد بیان کارخانے کھولے گئے  
 اس شوق کے وہ موجود اور دیگر مقام ہیں۔ اُن کا کلام ضائع ہو گیا ایک نعل کے دو شعر  
 رقم کو یاد ہیں اور وہ یہ ہیں ۷۷

دربانان کے تصویریں کسی سے نہ کون      بچا نہ جاؤں جو اگر راہ میں یو اڑ پڑے  
 مرض عشق سے ہو جائے سخاوت کو شفا      اوسکی تبریدیں گر شربت دیدار پڑے  
 اُن کا ایک نعتیہ مستزاد الدرم حوم نے ایک بیاض میں لکھا تھا جسکے چند شعر یہ ہیں ۷۸  
 بخیر دل از حلقہ گیسوے محمد      سجدہ کہ کوئین ہیں ابروے محمد  
 زیبا قدوزون ہو وہ دلجوے محمد      عالم ہمہ سودا زدہ موے محمد

شیرین کی طلب ہو تجھے فراد مبارک      مجھوں ہی کو لیلیٰ کی ہے یاد مبارک  
قمری ہو چین میں تجھے شمشاد مبارک      زاہد تو فردوس برین باد مبارک  
مایم و تمنائے سر کوئے محمد

راقم کو خانصاحب موصوف اچھی طرح یاد ہیں ایک بار لو کہیں میں والد ماجد کے ہمراہ اختیار پور جانا ہوا تھا تو خانصاحب نے ازراہ خوش طبعی بیت بازی کی تھی اور جب وہ حج سے واپس آئے اور سلیمانی تشریف لائے اس زمانہ میں میان مینڈو شاہ صاحب بھی حسین قیام فرماتے تھے تو خانصاحب مولانا محسن صاحب کے نعتیہ قصیدہ کے بعض شعر جنکو منشی امیر احمد صاحب مینائی نے غمنس کیا ہے بار بار پڑھتے اور وجد کرتے تھے اور وہ شعر یہ تھے

۷

مدینہ کی طرف جائیں کہ ہم کعبہ کا لین رستا      نظر آتا ہے ان دونوں گھر نہیں ایک ہی تلوار  
اسد کو کیجیے یا احمد بے ایم کو سجدا      کہ ان اب جھبہ سائی کیجیے کچھ بن نہیں پڑیا  
عجب مشکل ہے مضمون میرے مفہوم مزدکا

د۔ ۱۔ فردری سہ ماہی کو خانصاحب نے انتقال فرمایا اور ان کے فرزند محمد نور خان صاحب نے زہر سے خودکشی کی ایک پوتا محمد مستقیم تھا وہ بھی نوجوان تھے قی میں ملے اور کوراہی عدم ہو گیا۔ اب آپ کے دو بیٹے ایک خان بہاد حکیم خاد حمین خانصاحب اور مولوی انوار حسین خانصاحب موجود ہیں۔ اور مولوی صاحب ہی ذی اخلاق ہیں۔

## کرامت خان صاحب بنی بی زمی

اس آخری عہد میں خان صاحب مدوح بھی شجاعت و سخاوت کے اوصاف میں معروف اور غیرت و پاکبازی کی خوبیوں میں مشہور تھے باعتبار قد و قامت کے بھی آپ اگلے لوگوں کی یادگار سمجھے جاتے تھے۔

تصوف کے مذاق ہونے سے پر ماوت بجا کھائے دلچسپی تھی اکثر اسکے نکات و باب سمجھتے۔ برادری کے مناقشوں میں اکثر آپ کی پناہیت کے فیصلے ہوا کرتے تھے۔ اقام کے لوگوں کے زمانہ میں آپ کا انتقال ہوا ہے۔ آپ کے ایک مندرجہ قلم الدین خان صاحب جو آنریری مجسٹریٹ و دشمن انسان تھے جو ان قضا کر گئے اور ان کے بیٹے عزیز احمد خان جنگو اس تاریخ شاہ آباد سے بڑی مسرت تھی اور اکثر جلد مرتب ہونے کے تقاضے کرتے تھے انوس کہ دفعہ ہیضہ کے مرض میں نوجوان ہی چل بسے اب اس خاندان میں معین الدین خان صاحب کے صاحبزادہ عنایت احمد خان صاحب چلتے پھرتے اور سچے دانشمندان ہیں۔

## حاجی محمد حسین خان صاحب آٹھ پور می

حاجی صاحب لقمان خان صاحب سیٹھیل کے صاحبزادہ اور نیک نہاد و غیرت رئیس تھے۔ آپ کے بزرگوں میں عظیم خان صاحب نامور اور سرکار و دھین معزز عہد پر ملازم رہے ہیں۔ آپ نے اسپیکری کے عہدہ کے فرائض کو نہایت دیانت داری و وضع داری سے ادا کیا اور کبھی ناجائز مال نہ لیا۔ جب آپ نیشن لیکر مکان آئے تو زرنیشن

اپنے فرج میں نہ لائے اور کل خیرات کرتے رہے شاہ آباد کے انگریزی بمبسط بھی رہے  
 ہاٹ فورڈ صاحب ڈپٹی کمشنر حاجی صاحب کی راستبازی و تدبیر پر نہایت اعتماد رکھتے  
 تھے اور کمال موافقت سے اکثر معاملات شاہ آباد میں انکے کہنے پر دھنوں نے خاند  
 کیا۔ جامع مسجد شاہ آباد کی آبادی اور اوسکی آمدنی و کوٹھڑیوں کے باعث دوسرے گنج آباد  
 کرنے کے آپ ہی بانی ہوئے ہیں اور ہمیشہ نیک نیتی سے رفاد عام کے امور سونپتے اور  
 انکے اجرا میں کوشاں رہتے تھے کئی مسجدیں بنوائیں اور بعض شکستہ مساجد کی مرمت بھی کرائی  
 مذہبی فرائض کے پابند اور ذی اخلاق تھے جب کبھی ملے نہایت خلق و محبت سے پیش  
 آئے تھے فلج کے مرض میں ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۱۰ ہجری کو انتقال فرمایا اور عید الضحیٰ کے روز  
 دفن ہوئے۔ قطعہ تاریخ وفات یہ ہے ۷

چون محمد حسین خان صاحب	حاجی حق شناس و حق اکاھ
نیک و نیک خونگو سیرت	عابد و پارسا و سر دل خواہ
شہر ذی الحجہ روز عید ضحیٰ	سوے بنت سپرد رہ ناگاہ
عالمی در مشرق آن شیخو	کرد و فریاد و ناله جانگاہ
وادرینا درین سر اسے فنا	نہ گدا ماند و نہ بماند شاہ
جست سالش چونہ بیکس	گفت ہاتھ کمر و ضواں جاہ

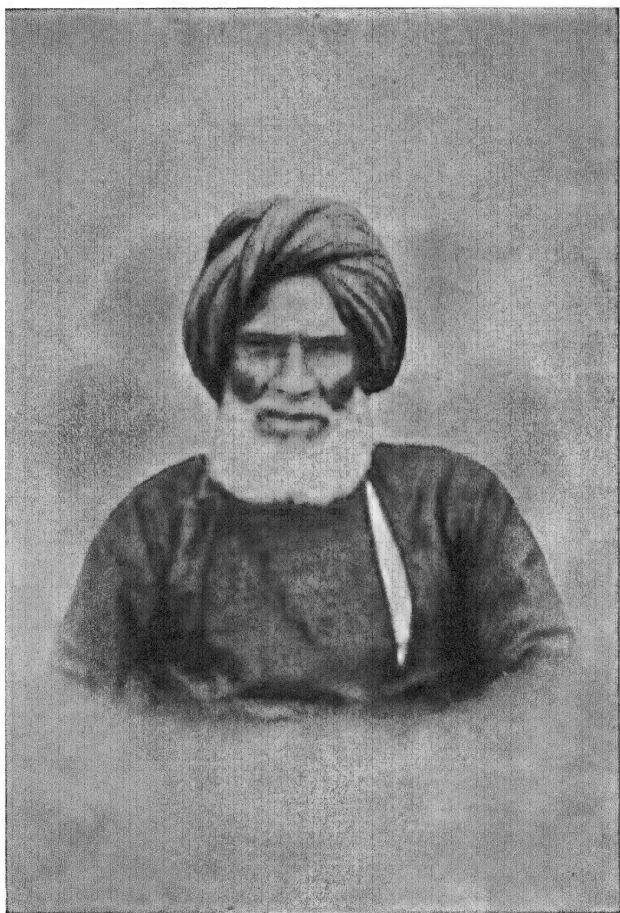
حاجی صاحب کے بھائی احمد حسین خاں صاحب بھی باوضع اور خوش اخلاق خاں  
 میں تھے مستقل مزاجی و مدالہ فہمی وغیرہ کے اوصاف میں بقدر وقت خیال کیے  
 جاتے تھے راقم کے ساتھ بزرگانہ الطاف سے پیش آتے تھے چند سال ہوئے  
 آپ نے بھی حلت فرمائی آپ کے فرزند حامد حسین خاں انگریزی محترمت اور مقولہ نسائیں

## قطعات پنج و فاتحان صاحبِ حرمِ یہر

بزربرِ امن شاہِ امم باد	ہمد احمد حسین خان ذی جاہ
گلِ خوشبوی گلزارِ امم باد	اکہی آن گل گلزارِ احسان
خدا را موردِ لطف و کرم باد	بعیش جاد دانِ قصہ فردوس
بگفتہ بلبلِ باغِ امم باد	چو جہنم سالِ تارخیش زہائف

## حافظِ غلام علی خان صاحبِ سلیمانی

حافظ صاحب اپنی خوبیوں میں فخر خاندان ہوئے قوتِ حافظہ اور معلوماتِ ادنیٰ نہایت اعلیٰ درجہ کی تھی علمِ مجلس میں کمال رکھتے تھے اونکے طرزِ مزاج و خوش اخلاقی سے بے غلابا اب انکی ملاقات کے مشتاق رہتے ان اوصاف سے حافظ صاحب کو ہر دلعزیزی حاصل رہی وہ ابنائے جنس میں فی الواقع نہایت قابلِ قدر انسان گذرے گویا فی اور واقعات گذشتہ کی یادداشت میں بیان اونکا کوئی نظیر نہیں تھا نماز کی پابندی اور سحر خیزی کی عادت اونکی طبیعت کی ایک جزو ہو گئی تھی۔ آپ نے حافظ محمد یار خان صاحب سے قرآن حفظ کیا اور قاری (صاحبِ عالم) سے قرأت سیکھی شاہ آباد کے اساتذہ کی صحبت پائی تالیفہ عبدالرزاق صاحبِ مینی اور دیگر ناموران شاہ آباد کو دیکھا اور اونکی باتوں سے استفادہ کیا اور لکھنؤ کے اہل کمال میں اونکی عمر کا بڑا حصہ ختم ہوا جس زمانہ میں کہ ان کا لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں لکھنؤ شہابی تہذیب و تکلفات کا معدن اور علم درگاہی کا مخزن تھا شاہی جلوہ آرائیوں کا منظر جس



حافظ غلام علی خان







اکیسویں مئی جب نصیر الدین حیدر بادشاہ نے سنی ۵۰۰ جاپناہ کے چرن نیچے چل گیا گھر کرے۔ تو کہا کہ آپ میرا گھر باقی ہے کیونکہ میں نے لینگے۔

دیوان گویا بستان حکمت اُنکے یا وکار میں جب خاں صاحب موصوف کا انتقال ہو گیا تو حافظ صاحب کے سر سے ایک بڑی شفقت اُٹھ گئی لیکن خداوند کریم نے ایک دوسرے رئیس کو جو اپنے اوصاف میں نیک تھا ان پر مہربان کر دیا اُن کا نام نامی منشی محمد حسین صاحب تھا وہ گویا ضلع بارہ بنگلی کے تعلقدار و دارالہمام اودھ کے نائب تھے دیوان خانہ وزارت کے امور اُنکے سیاہ و سفید کرنے کا اختیار اُنکے قلم کے متعلق تھا منشی صاحب مدوح کی قابلیت کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ تقریر کرتے تو ضرب لاشل خوش بیانی میں ایسے دلچسپ فقرات زبان سے نکلتے گویا یہ معلوم ہوتا کہ پھول جھڑھتے ہیں اور جس وقت قلم اُٹھاتے تو زود نویسی کی یہ کیفیت تھی کہ گویا قلم میں پر لگے ہوئے ہیں اور وہ اُڑتا ہوا پھل جاتا ہے تھوڑی دیر میں جُز کے جُز رنگ کر ڈال دیتے جو ہر شناسی اور شریعت پروری میں کیتاے روزگار تھے۔ رکن سلطنت ہونے کے علاوہ پونے دو دو لاکھ روپیہ کی مالگنداری کا علاقہ خود اُن کے قبضہ میں تھا اور چودہ سو اشخاص اُن کے ذاتی ملازم تھے منشی صاحب موصوف کے دل میں حافظ صاحب مہر کی جو اس قدر گنجائش ہو گئی تھی اُس کی خاص یہ وجہ ہوئی کہ اُن کے مخالفین نے ازراہ تحاسد سہکار

۱۰ تاریخ آفتاب و دھ مصلحہ مرزا محمد تقی صاحب کے صفحہ ۴۷ میں ہے ایک منشی محمد حسین صاحب بھی علی نقی خان بہادر کے کارپردازوں میں بڑے لائق پوشیا رعاقل و چالاک تھے یہ قوم شیوخ قدوائی رہبان نصیب رسولی میں بڑے قدیمی عاملانِ زمان تھے اور اپنی لیاقت سے ایسے محیط ہو گئے تھے کہ تمام پگری وزارت پر حاوی تھے گویا ملک اودھ اُن کے زیرِ قلم تھا غرض کہ اُن میں یہ منشی باتو قریبا غنوں کے ہاتھ سے لکھو دین شہید ہوئے اور ایک بڑا قلعہ گدیو وغیرہ ضلع بارہ بنگلی میں چھوڑا۔

سلطانی میں ان سے برہمی پیدا کرادی تھی اس وقت ظاہری باتوں والے کنارہ کش ہو گئے عتاب شاہی ان کی برہادی پر آمادہ تھا مگر حافظ صاحب مع اپنے باپ بھائی و غلام اور کُنب کے اٹھکسا ساتھ دینے کو تیار ہو گئے منشی صاحب نے حافظ صاحب کے جوہر شرافت اور وفاداری کو امتحان کی کسوٹی پر اچھی طرح جانچ لیا جب اُسکو زر کامل کی طرح بے نقص پایا تو قدر کرنے لگے چند روز عتاب سلطانی رہا اس کے بعد صفائی ہو کر پھر سرفرازی حاصل ہو گئی۔ اب منشی صاحب نے اپنی امارت اور لیاقت کے جوہر دکھلائے اور حافظ صاحب کو اپنی دریا دلی اور رُمیانہ فیض سانی سے مالا مال کر دیا سہ مجلس اپنے ہچمشون میں اٹھا اُزار کرتے ان کے منفعت کے موقع پر ان کا خیال رکھتے اور بھائی صاحب قبلہ حافظ صاحب کو کہا کرتے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حافظ صاحب منشی صاحب کے یہاں تشریف لگے اس وقت انکی مجلس معزز شاہیں دام اسے بھری ہوئی تھی محمد حسن صاحب ناظم بہار سچ آغاٹی صاحب ناظم سلطان پور وغیرہ ذی توقیر حضرات بیٹھے ہوئے تھے۔ جب حافظ صاحب نے حسب دستور سلام سنون کیا اور منشی صاحب نے حسب معمول قدیم نیم قد اٹھ کر کہا کہ بھائی صاحب قبلہ آئیے۔ جب اہل مجلس نے دیکھا کہ منشی صاحب نے تعظیم دی تو ہر ایک شخص ان کی تعظیم کو اٹھا جب یہ بیٹھ گئے تو موجودہ اشخاص نے تعریفی چاہی اور پوچھا کہ یہ کون صاحب ہیں جسکے جواب میں منشی صاحب نے کہا کہ میں انھیں بجائے اپنے بڑے بھائی کے تصور کرتا ہوں اور یہ شاہ آباد کے شرفا اور وعدارون میں ہیں اور اسی طرح بہت کچھ انکی لیاقت و وفاداری اور وعداری کے حالات جیسے کوئی معمولی شخص اپنے کسی محسن و مخدوم کی تعریف کرتا ہے بیان کرتے رہے۔ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی

امیر یا غریب کے دل میں کسی دوست کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے تو پھر وہ غیریت کا خیال نہیں رکھتا۔ اور یگانہ و بیگانہ سے اُس کی توصیف کر کے وقعت و نیکنامی بڑھاتا ہے یہی حال منشی صاحب اور حافظ صاحب کے فیما بین پیدا ہو گیا تھا ان کے خلوص نے اُن کے دل پر تسلط کر لیا تھا اور اُن کی رسیانہ غایت اور ذاتی محبت نے ان کو ممنون بنا لیا تھا جب کبھی منشی صاحب لکھنؤ کے معزز طبقہ میں تشریف لیجاتے تو ان کو ہمراہ لیجا کر روشناسی کراتے اکثر بار منشی ناصر علی صاحب ساکن ملا تون منشی مسعود صاحب بلگرامی اور اسی قسم کے دیگر حضرات کے یہاں حافظ صاحب کو لگے ایک مرتبہ راجہ بنی مادھو صاحب تعلقدار شنکر پور اور راجہ رگھناتھ صاحب تعلقدار ستایان سے سرحدی معاملہ پر جھگڑا پیش آگیا اور وہ طول پکڑ کر شاہی سہکار تک پہنچا نواب علی نقی خان مدارالمہام تھے اور اُن کے نائب منشی صاحب مدوح تھے اکثر مدارالمہام صاحب حکم دیکر محل میں چلے جاتے اور احکامات کا اجرا منشی صاحب کے قلم سے ہوتا جب یہ جھگڑا منشی صاحب کے روبرو پیش آیا تو وہ موقع کے معائنہ کو خود تو نہ جاسکے مگر اپنے اطمینان کے واسطے بطور کمیشن کے حافظ صاحب کو تصفیہ کے لیے بھیج دیا جب یہ دہان گئے تو دونوں راجاؤں کے بیانات اور ثبوت لیکر اُنھوں نے سرحد قائم کر دی اور رفعِ تہر کر کے چلے آئے واپسی کے بعد منشی صاحب نے دریافت کیا کہ کسی نے کچھ آپ کی بھی خاطر کی اسکے جواب میں آپ نے کہا کہ سہکار شاہی سے جو مجھے تحفہ ملتی ہے وہ میرے لیے کافی ہے اور جناب کی عنایت سے مجھے کسی بات کی تکلیف نہیں اسکی کیا ضرورت تھی جنسِ غیرہ کی کثرت رہی اتفاق سے اُسی زمانہ میں فریقین مقدمہ سے کوئی راجہ صاحب منشی صاحب کی خدمت میں

حاضر ہوئے اور اشرفی وغیرہ مذہب میں پیش کی کنشی صاحب نے ازراہ چشم نمائی حکمانہ  
 العجسے کہا کہ مجھے انکی نذر کی تمنائیں اس قسم کی مراعات کے حافظ صاحب متحق تھے  
 جو اس قدر صاف طوکر کے وہاں گئے تھے اور تمہارے جھگڑے کو ختم کرایا اور تنے کچھ  
 خیال نہ کیا اور رئیس نے نہایت معذرت کی بالآخر وہ نذرانہ کی رقم انھیں کو دلائی  
 ایک بار حافظ صاحب کسی قریب کی ضرورت سے اپنے وطن شاہ آباد کو گھنٹوں  
 سے آ رہے تھے اثنائے راہ میں چوری ہو گئی اور اس امر کی خبر منشی صاحب کو ہوئی  
 اسی وقت انھوں نے چند سوار بھیجے اور بائکر کے زمینداروں کے نام مکتبے جاری کیا  
 کہ تمہاری حدود میں یہ سرقہ ہوا ہے یا تو سراغ لگاؤ یا ان کے المسرودہ کا معاوضہ دو  
 ورنہ تم بھی شریک سازش مجھے جاؤ گے اور اسکا تدارک تمہارے حق میں چھانہوگا۔  
 چنانچہ اس حاکمانہ اثر سے حافظ صاحب کو نعم البدل مل گیا۔

حافظ صاحب کہا کرتے تھے کہ جن مجالس میں بڑے بڑے لوگوں کا گذر شکل سے  
 ہوتا تھا ان میں میری رسائی ہو ا کرتی تھی چنانچہ دیانت دولہ کے بیان جس مجلس میں  
 واجد علی شاہ بھی رونق افروز تھے یہ بھی اوسیں شریک تھے اس مجلس کی وہ کیفیت  
 یہ بیان کرتے تھے کہ بالاخانہ پر خاص اشخاص کی مجلس منعقد تھی ایک بار لوگ بولے کہ حضرت  
 آتے ہیں کیا تو حضرت سلطان عالم بادشاہ و ودھ تشریف لائے ہیں شخص عظیم کو اٹھا جب شاہ ٹھہرے  
 اشخاص ٹھہرے گئے کہ موسم نہ تھا حضرت سلطان عالم ایک بیش قیمت عینا اور بے تھے اور اس میں  
 طلبہ و غیرہ سنی ڈھاریوں کا قریب و بڑا اثر تھا اس وجہ سے بادشاہ کے چہرے پر ڈھیر سی ہوتی تھی  
 سخی سفید رنگ پر سیاہ بالوں کی ڈھیر سی معلوم ہوتا تھا کہ کئی دلائی و فنداری مشین ٹھہرا ہوا  
 گھنٹوں میں کرم والا خان صاحب شاہجہاں پوری جو فوج میں رسالہ دار فی غیرہ کے

عہدہ پر ممتاز اور خوش رجوان تھے حافظ صاحب سے بڑا داناہ مراسم رکھتے تھے اونکے پاس بھی آپ کی آمد و رفت رہا کرتی تھی۔

جب راجہ جوالا پڑشاہ معزول ہوئے اور منشی محمد حسین صاحب کچہری سلطانہ سے ہٹانے گئے تو منشی صاحب بیکاری کے زمانہ میں پھر اپنے جاوہد منصب کے حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہوئے اس سلسلہ میں وہ اہل امداد و مقبولان آلہی سے ملتے اور اپنے مقصد کے متعلق رجوع کرتے حافظ صاحب کا اکثر ساتھ ہوتا۔ اُس وقت لکھنؤ میں ایک درویش منور علی شاہ صاحب عجیب صاحب کمال تھے۔ حافظ صاحب کا بیان ہے کہ میں اونکی خدمت میں منشی صاحب اور نیز اونکے بھائی شیخ زین العابدین صاحب کے ہمراہ بارہا حاضر ہوا اونکی روشنفیری کا عجیب عالم تھا اگر کوئی شخص اونکی طرف سے بدگمانی کرتا یا انھیں خطرہ دل میں لاتا یا کچھ شخص کرتا تو شاہ صاحب تنبیہ اور یقین لانے کی غرض سے اُسکے گناہ ماضیہ بیان کر دیتے اور وہ شخص اپنے عیوب اور افعال قبیحہ سے واقف ہو کر نوب ہو جاتا اونکی مجلس میں کسی کو مجال بے ادبی کی نہوتی القصد منشی محمد حسین صاحب اونکی دعا سے پھر اپنی جگہ پر مجال ہوئے منشی صاحب کی طرح اونکے چھوٹے بھائی شیخ زین العابدین صاحب بھی حافظ صاحب کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آتے تھے منشی صاحب زراہ اعتماد و تقریبات میں باورچہانہ کا منتظر بھی ان کے سپرد کر دیتے۔ حافظ صاحب کے دل سے تازہ لیت منشی صاحب کے احسانات اور برتاؤ فراموش نہ ہوئے اوس عہد میں منشی صاحب کے فرزند شیخ واجد حسین صاحب جو بعد کو ڈپٹی کلکٹری کے عہدہ پر مامور ہوئے خرد سال تھے۔ اور اونکے بھتیجے شیخ احمد حسین صاحب بن شیخ زین العابدین صاحب بھی کم سن تھے۔

وہ مخالفت میں حافظ صاحب کو چپا کہا کرتے تھے جب شیخ احمد حسین صاحب ضلع ہرودئی  
میں بھدہ دہشی کلکٹری تعین ہوئے اور بقریب دورہ موضع لگڑا ہی تشریف لائے اور  
حافظ صاحب اونے ملنے گئے تو اونھوں نے قدیمی ہرسم معلوم کر کے آپ کی نہایت  
تعظیم و توقیر کی اور ہرودئی میں دعوت وغیرہ بھی کی اور اپنے بزرگوں کے قصے کہتے  
سناتے رہے۔

الماس علیخان جو فوجی افسر بادشاہی مقرب تھا اور عسکر میں ولسی بہن بادشاہ کی  
منظور نظر تھی اونے بھی قرآن شریف حافظ صاحب سے پڑھا تھا اور حافظ صاحب کا  
بہت لحاظ کرتا تھا۔

منشی صاحب کے لطف عام اور خانعلیخان شاہجہان پوری چکلیدار کیوجہ سے  
راجہ نواب علیخان صاحب بہادر رئیس محمود آباد کی خدمت میں بھی حافظ صاحب کو بے دخلی  
حاصل تھی اور راجہ صاحب مدوح نہایت رسیانہ اخلاق سے پیش آتے تھے۔ بارہا  
ایسا ہوا کہ جو کوئی کسی کا کام پیش آیا تو حافظ صاحب نے راجہ صاحب سے جا کر عرض کیا  
اور اونھوں نے اوپر توجہ فرمائی۔ بھدہ چکلیداری جب خانعلیخان کو ضمانت کی ضرورت  
پیش آئی تو مقیم الدولہ راجہ نواب علیخان بہادر قیام جنگ ضمانت کر دیا کرتے تھے اور نصیبت  
سے اونکے مکان پر قدم رنجہ فرماتے تھے جب کبھی راجہ صاحب بہادر خانعلیخان  
کے یہاں بقریب دعوت تشریف لاتے تو حافظ صاحب خاطر و تہنظام میں  
مصرف ہوتے۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ جمعہ خان سلیمانی شاہ آباد کے مشہور و خوش ذائقہ بیکر محمد آباد  
گئے مگر راجہ صاحب کو دہان نہ پایا معلوم ہوا کہ لکھنؤ میں تشریف فرما ہیں لہٰذا بیکر لکھنؤ پہنچے



اوسوقت میں راجہ صاحب بارہ دری واقع تالاب میں آباد میں قیام فرماتے تھے حافظ صاحب  
 جمعہ خان کو لیکر راجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے نظر کا وقت تھا حافظ صاحب  
 نے راجہ صاحب سے کہا کہ ایک صاحب دور دورا سے آپ کے شوق اور دست کم  
 کا شہرہ سنکر چند ہنگیان آمون کی بڑے اہتمام سے لیکر محمد آباد میں حاضر ہوئے تھے  
 وہ ان آپ کے نہ ملنے سے وہ لکھنؤ آئے مگر انوس کہ اس عرصہ میں وہ انہی خراب ہو گئے  
 اور وہ بیچارے بہت اندوہ مند ہیں راجہ صاحب نے فرمایا کہ بھلا اب ان آمون کو کیا کیا جائے  
 حافظ صاحب نے کہا کہ ان گٹھلیوں سے لا جواب پودہ تیار ہو سکتی ہو چنانچہ راجہ صاحب  
 نے ان کے تخم بونے کا حکم دیدیا اور جمعہ خان کو ان آمون کے صلہ میں ملا مال کر دیا یہ امر  
 صرف حافظ صاحب کی خوش رسائی اور خوش بیانی کا ثمرہ تھا کہ وہ بیکار پھیل بھی ٹھکانے  
 لگے اور لیجانے والے شخص کی محنت وصول ہو گئی ورنہ ایسی صورت میں کون امید کامیابی  
 کی ہو سکتی تھی قیمت انہی کا نقصان اور آمد و رفت کی محنت برداشت کرنا ہوتی۔

چودھری سند علی صاحب تعلقہ دار سندیلہ سے بھی حافظ صاحب کے ملزم تھے۔  
 اور وہ نہایت اخلاق رئیسانہ سے پیش آتے تھے سر مجلس آگے تو قیور و خاطر کرتے جس  
 زمانہ میں کہ شاہی فوج سندیلہ میں آکر ٹھہری ہے اور حافظ صاحب بھی سندیلہ گئے ہیں  
 تو چودھری صاحب اکثر اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے اور کھانے وغیرہ کے صلہ  
 انتظام کرنے کے مانع تھے چودھری صاحب اپنے عہد کے رؤسا میں ایک ممتاز و جلیل القدر  
 رئیس تھے ان کی علمی قابلیت و انتظامی لیاقت ضرب المثل تھی ان کو خوش لباسی سے  
 کمال شوق تھا جب کبھی حافظ صاحب کا کوئی کپڑہ کمزور دیکھتے اس کو مزاح و خوش مذاقی  
 جاکر دیتے اور نئے لباس کا اصرار کرتے اور اس کے صرف و قیمت کا انتظام اپنے متعلق

کرتے۔ اسی طرح اونکے چھوٹے بھائی چودھری ثمت علی صاحب جو اپنی فیاضی و پاکبازی  
میں مشہور روزگار میں گذرے ہیں حافظ صاحب کی نہایت تکریم و مدارات کرتے تھے  
حافظ صاحب کو اہل کمال کی صحبت سے بھی بڑی دلچسپی تھی اکثر وہ لکھنؤ میں ناسخ  
آتش انیس دیر وغیرہ کی صحبت میں جاتے اور اونکے عام مجالس میں شریک ہو کر شعر و سخن  
سے خطا و ٹھاتے حافظہ کی خوبی سے صدا اشار بر محل حافظ صاحب کو یاد تھے شعر کے  
علامہ نامی گرامی علما و فقر کی خدمت میں بھی وہ حاضر ہوتے اور اونکے برکات و معلومات  
سے استفادہ کرتے چنانچہ مولوی عبدالوالی صاحب مولوی نور صاحب فرنگی محلی مولوی  
تراب علی صاحب سے جید علما مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی مولوی امیر علی صاحب  
شمید اور اس قسم کے دیگر حضرات سے ملے ہیں۔

غلام امام صاحب میلا و خوان سے بھی ملاقات تھی مولوی صاحب کی بزم میں  
دن بھر چاکا دور رہتا تھا اکثر وہ کھڑے ہو کر حضرت سرور عالم کے حالات پڑھا کرتے تھے  
اور کمال ادب سے نام نامی حضرت سید المرسلین کا نہیں لیتے تھے اور حضور کے صفاتی  
اسما مثل ہمارے بادشاہ دوسر سلطان دو جہان محبوب خدا اور دیگر اسی قسم کے  
خطابات سے مخاطب کرتے آواز میں چندان رنگینی نہ تھی مگر کچھ ایسا درد اور عشق صادق کا  
اثر تھا کہ سامعین بے چین ہو جاتے تھے۔

ایک روز فتح علی میاں صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب کے پاس  
حافظ صاحب بیٹھے ہوئے تھے کہ میاں راحت جنگی ٹھہراں مشہور ہیں آگئے۔ اس  
زمانہ میں حضرت مولانا کا وصال ہو چکا تھا اور انھوں نے یہ ٹھہری ہے  
اُن سے فتح علی کھیلٹ ہو رہی۔ جن سے لگی مری پیم کی ڈوری

کی مہرین الہیہ جبری منقوش تھے اور یہ سچ ۛ علی امامین مست و نعم غلام علی +  
کنہہ تھا بعض کاغذات پر مہر مذکور راقم نے ثبت کی ہوئی دیکھی ہے

حافظ صاحب قوم کے پٹھان سلیمان خیل تھے آپ کے والد احمد علی خان ذاتی  
شجاعت و شہداری اور پابندی صوم و صلوة میں مشہور تھے علاوہ اپنی برادر محی الملین  
کے عائد اور صلحا کھنڈ میں جبکہ وہ جاتے تو قیر سے جگہ پاتے تھے۔ ان کے مورث اعلیٰ  
دیوان رحیم داود خان صاحب محلہ سلیمانی کے بانی اور نواب دلیر خان کے ہمعصر تھے۔  
دیوان صاحب کے پوتے امانت خان اور ان کے صاحبزادے عبداللہ خان صاحب  
احمد علی خان کے والدین گوار تھے راقم نے شجرہ اس خاندان کا مرتب کر کے ذیل میں درج  
کر دیا ہے اوس سے مفصل شائخون کا حال ظاہر ہو جائے گا۔ انہوں نے ۲۸ محرم ۱۲۸۵ھ  
مطابق ۱۰ فروری ۱۸۶۸ء شب جمعہ کو حافظ صاحب نے ایک سو پانچ برس کی عمر میں  
انتقال کیا انا لہو وانا الیہ راجعون ۛ چونکہ راقم کے شفیق اور نعم نامدار تھے اور نہایت سست  
رکھتے تھے اسوجہ سے اس والئی مفارقت کا نہایت ملال ہوا کئی مادہ نکال کر قطعات  
منجملہ انکے یہ صرغہ تاریخی ۛ غلام علی خان ۛ گئے بے بدل ہے اور بخیر طوالت  
صرف ایک قلم بیان تحریر کیا جاتا ہے ۛ

صدیق رفت عم گرامی ازین جهان شد مبتلا سے رخ و الم جان ناصبور  
کن صبر اختیار مظفر پر شستہ دل تاریخ انتقال بگو طایب غفو

راقم نے حافظ صاحب کی تصویر بھی کھینچوائی ہے جو شامل کتاب ہے۔

حافظ صاحب کا نام مال کنہ پور واقع محلہ بندیا میں تھا حسن علی خان خلیل قوم کے  
پٹھان جو نہایت شہ زور اور نواب آصف الدولہ کی سرکار میں پانچ روپیہ میسر پاتے تھے



عبدالسرخان صاحب کو پردیس خان کی دختر منسوب تھیں انکی دو لڑکیاں بھی تھیں ایک  
 قادر داد خان اور دوسری ذوالفقار خان کو منسوب تھیں پردیس خان جہان خان کے  
 فرزند تھے جہان خان کی دختر مست خان کو منسوب تھیں شاگرخان صاحب بوان جہان خان  
 کے بہنوئی اور ایک جدی تھے۔ ان کے فرزند داد خان تھے مگر انکا زیادہ سلسلہ نہیں  
 چلا جہان یار خان کی دختر رستم علیخان کو منسوب تھیں جنکے لہن سے نواب مقصود علیخان  
 پیدا ہوئے۔ یہ بخش اسرخان کی دختر منصب علیخان کو منسوب تھیں عبدالسرخان کے دو  
 فرزند اسد علیخان اور شاول خان بھی تھے مگر اولد رہے اور اس وجہ سے ان کا نام  
 شجرہ میں داخل کرنا بیکار سمجھا گیا۔

### مولوی محمد منصب علیخان صاحب سلیمانی

آپ احمد علیخان کے فرزند اور حافظ غلام علیخان کے چھوٹے بھائی تھے نہایت  
 سنجیدہ اور ذکی طبیعت پائی تھی اپنے چچا شون میں بالیاقب ہوئے انشا پر دازی اور  
 موزون طبعی دونوں قسم کی قابلیت سے بہرہ ور تھے۔ چونکہ آپ کے والد بزرگوار اور  
 برادر نامدار سرکار لکھنؤ میں ملازم تھے اسلئے آپ کی تربیت و تعلیم شاہ آباد اور لکھنؤ ہر دو جگہ  
 ہوئی پیشتر ابتدائی کتابیں شاہ آباد میں مرزا جعفر علی بیگ صاحب سے جو ایام غدر میں  
 شہید ہوئے پڑھیں اسکے بعد لکھنؤ میں مولوی امیر علی صاحب کی شاگردی کا شرف  
 حاصل کیا۔ زمانہ شباب میں عربی مولوی سید سخاوت حسین صاحب ہسوانی سے جو  
 عالم و دانش سیرت اور مولانا عالم علی صاحب مولو آبادی کے شاگرد شید تھے تحصیل کی

### (حاشیہ متعلق صفحہ ۹۰)

۱۔ حضرت مولانا شریعت و قدس اور ہدین کیتا سے روزگار بزرگ ہوئے آپ شیخ احمد عرف ملا جیون کی اولاد و مجددین تھے ملا جیون اور نگ زیب بادشاہ کے استاد تھے اور محمد عالمگیر سے فرخ میر کے عہد تک معتدل امام اور شیخ الاسلام رہے۔ ملا صاحب نے سات برس کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور ۲۰ سال کی عمر میں تفسیر احمدی اور ۵۸ سال کی عمر میں بمقام مدیر منورہ نورالافاق تصنیف کی سند الشجرہ میں وفات پائی اور اپنے وطن امیٹی میں مدفون ہوئے فرار و مدرسہ آپ کا مشہور ہے۔ مولانا امیر علی صاحب شیخ محمد بخش کے صاحبزادے اور ملا صاحب کی پانچویں پشت میں تھے مولانا نے علم ظاہری کھنڈ میں تحصیل کیا ۱۸ برس کے سن میں مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب سندھی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شہنوی منہوی شرح مشکوٰۃ شریف و بعض تصانیف شیخ محمد الدین ابن عربی کا درس لیا سات برس میں ماوراء ندرت و صحبت استاد و پیر میں حاضر رہے اسکے بعد سندھ شجرہ میں ہمدرد علی بیعت سے مشرف ہوئے مولانا شاہ عبدالرحمن صاحب نے خلافت بھی عطا کی آپ لوگوں سے متقی و بندہ واقع ہوئے تھے حضرت پیر شہداء نے کراشاہ فرمایا کہ امیر علی گوہر ہے ہماہے بعض کہتے ہیں کہ اوٹھون نے آپکو ایمان میں بھی کیا تھا چنانچہ حیدر شاہ و بابت خلق و جہاد وغیرہ میں مصروف ہوئے آپ کے فیضان صحبت سے ہزار ہا شخص کو صوم و صنوۃ کی توفیق ہوئی نہایت سے ازر ہے صد باسلمان مرید و فقیہا یہاں ہوئے جبہ آپ پر زیارت خانہ کعبہ کا جذبہ غالب ہوا تو بے زاد راہ عرب چل دیے دو سال تین ماہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں مقیم رہے اور فیض و برکات حاصل کئے۔ دوسری مرتبہ ایک جم غفیر سے آپ حرمین کے عازم ہوئے ہر روز قیام بردار و کثرت نماز و اذکار ہزاروں مومن جو ہمراہ تھے قیام سے رزوی پاتے تھے دوسری بار واپس آکر بارگاہ الدنیا ہو گئے اور کل میں ایک مسجد خدام بنا کر مکلف و متوکل ہو کر بیٹھ گئے غلام محمد صاحب جو والد ماجد شیخ غلام احمد صاحب شہید اور بندگی میان نظام الدین صاحب کی اولاد و مجددین تھے آپ کے مرید ہوئے آپ نے اپنے پیر و مرشد کی سکھ اوکے سر پر رکھی اور پیر محبت الہی غالب ہو گئی عالم و ایمان بندگی میان نہایت خوشنود ہوئے مبینہ میں مولوی عبدالاحد خلیفہ اعظم باریاب شاہ نے آپ کو ایک کلمہ سخت کہا اوٹھون نے اپنے حق میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب دیکھا اور تائب ہو کر مستعد ہوئے۔ سندھ شجرہ کو اجداد میں جب مسجد منہدم کی گئی تو ہزاروں لوگوں نے آپ کو امام بنایا آپ حجت دینی کی وجہ سے خدمت اسلام کو اوٹھے نواب علی نقی خان نے دعا کی مگر آپ نے غیرت یا مانی سے منہ نہ پھیرا اور مدظلہ صغیر و زرشہ نہ مذکور کو جو انفرادی سے لوکر شہید ہوئے (باقی صفحہ ۹۰)

بلکہ تعلیم کے سلسلہ میں مولوی صاحب موصوف کے ہمراہ دہلی بھی تشریف لے گئے تھے لیاقت کے علاوہ سرشتی طور پر خوش الحانی خوشخطی تیز فہمی وغیرہ کے اوصاف آپ میں موجود تھے جہاں قوت خوبصورتی و موزون اندامی کا حصہ بھی قدرت نے عطا کیا تھا فقر اور اہل کمال کی صحبت سے آپ کو ابتدائی عمر سے شوق تھا شیخ عنایت حسین صاحب مرحوم کہا کرتے تھے کہ آپ کو انیس کے کلام سے بہت دلچسپی تھی جو بوقت میں کہ آپ کا لکھنؤ میں قیام تھا اس زمانہ میں میر انیس صاحب کی شاعری شباب پر تھی جو کوئی اُن کا نیا اور اچھا اثر نہیں مشہور ہوتا یا وہ پڑھتے میں اوسکو لے آتا اور آپ لکھ لیتے لکھنؤ میں جب آپ پڑھتے تھے اوس عہد میں ہر فن کے کا ملین سے لکھنؤ بھر ہوا تھا اکثر آپ کی شاعری اور شاہیر علماء کی خدمت میں جاتے اور فیض صحبت حاصل کرتے اسی وجہ سے علمی مذاق کے ساتھ نفاست اور آسائش پسندی کا اثر وہاں کے باشندوں کی طرح آگیا تھا۔

شوقیہ طور پر کچھ مدت تک آپ نے ضلع ہردوئی میں ملازمت کی اور پھر اوسکو ترک کر دیا۔ وہاں نشی قمر علی صاحب وغیرہ سے دوستانہ مراسم پیدا ہو گئے تھے سب بھائیوں میں چھوٹے ہونے سے ناز پروردہ بھی زیادہ تھے اور بعد انتقال والد بزرگوار کے بڑے بھائی حافظ غلام علی خان نے نہایت دلجوئی و شفقت مرہبانہ اُن پر فرمائی۔

جب شاہی جاتی رہی اور انگریزی عملداری ہوئی تو ہر سہ بھائیوں کا شاہ آبا میں

(بقیہ مباحثہ حاشیہ صفحہ ۸۰) ص ۵ سر سید ان لکھن بردوش دارم: آپ کا قصہ پڑھا ہوا وہ تاریخ ہو  
 آپ کا اشتہار منظم خطاطی و اجد علی شاہ قابل دید ہے اور کرامتیں بہت سی مشہور ہیں۔ ردولی کے پودھری کو  
 ایک نقش کے دفن ہونے کی ہایت کی دریا میں آپ کا لشکر پڑا ہوا تھا۔ شک کو ان آپ کی دعا  
 سے لبریز ہو گیا تھا۔ بعض شہداء کی نفس ایک ایک ماہ خون سے تر و تازہ پڑی رہی اور قتل و  
 زخم مٹ گیا۔

مستقل قیام ہوا اور دیہات کی طرف جنگی کافی آمدنی تھی توجہ مبذول ہوئی ہر ایک بھائی نے علم و ہر کام اپنے ذمہ لے لیا۔ چنانچہ عدالتی معاملات و مقدمات حافظ غلام علی خان کے متعلق تھے۔ زراعت و سیر کی کاشت کی نگرانی خادم علی خان کے ذمہ تھی سیاق و سباق وغیرہ کا تحریری کام آپ کے متعلق تھا۔

اس صورت میں اس خوش اسلوبی سے کام انجام پذیر ہوا کہ کاروبار میں رونق پیدا ہو گئی اور عرصہ تک انتظام بڑے اچھے پیمانہ پر چلتا رہا باوجود اس خوش تنظامی و ہوشیاری کے آسائش پسندی و ناموری کے خیالات سے مصارف کا اندازہ نہیں کیا گیا اور اخراجات اپنی حد سے بڑھتے گئے جبکہ مدنی کافی نہوئی تو قرضہ لیا گیا اور اس کا سود بڑھتا رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جائیداد زیر بار ہو کر ضائع ہو گئی اور خیر حصد و سکاف باقی رہ گیا۔

ظاہری علم کے ساتھ آپ کے مزاج میں خدا پرستی اور محبت الہی کا مادہ بھی موجود تھا۔ پیشتر حافظ محمد اسلم صاحب خیر آبادی کے مرید ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد سید شمشیر علی صاحب عرف میند و شاہ علیہ الرحمہ کے طالب ہوئے۔ روشنی و ضمیر پر نے اپنی کامل توجہ سے رنگ دیا اور عشق کا درد دل میں پیدا ہو گیا تصوف کی کتابیں اکثر مطالعہ میں رہیں۔ اور حاجی محمد حین صاحب اختیار پوری جن سے کمال الٰہییت تھی بجا است رکھتے۔ آپ کے خیال و ہم مشرب میر خف علی صاحب بھی تھے چنانچہ میر صاحب موصوف جب تشریف لاتے تو علمی مشاغل کے چرچے رہا کرتے بھی کوئی کتاب لکھی جاتی اور کبھی پڑھی جاتی تھی۔ سزا بڑھنے شنوادی محکمہ داراشکوہ میر صاحب ہی راجہ دیپ سنگھ تعلقہ دارسولج پور کے پاس سے لائے تھے اور اس ضخیم کتاب کو آپ نے تمام و کمال لکھ ڈالا تھا بارہا فقر اس قسم کے آئے جن میں سالک



و مجدوب و صاحب کمال ہوتے اُن سے نہایت پاکیزہ گفتگو ہوتی۔ بعض فقیر ولی  
 خطرات اور ذاتی راز بیان کر دیتے۔ آپ کی لیاقت کے ثبوت میں ایک یہ امر بھی ہے کہ  
 برادری میں کوئی مناقشہ پیش آیا تو اسکی بنجایت کے لیے آپ کا بھی انتخاب کیا گیا اور  
 اس قسم کے فیصلہ نامے آپ کے قلم کے نقشے ہوئے دیکھنے میں آئے میلاد شریف چلنا  
 تو خاص آپ کا حصہ تھا بلا خیال ترویج یہ کہا جا سکتا ہے کہ اوس زمانہ سے تا ایدم آپ کے  
 رنگ کا میلاد پڑھنے والا نہیں نظر آیا۔ خوش الحانی کے ساتھ آواز میں ایک درد ایسا تھا  
 کہ جو سامعین کے دل پر عجیب اثر ڈالتا تھا۔ بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا کہ محفل  
 میلاد شریف منعقد ہو کر سامعین مجتمع ہوئے اور آپ کو جانے میں کچھ دیر ہوئی تو آپ کا  
 انتظار کیا گیا اور زنا پہونچنے آپ کے سامعین نے دوسرے کا پڑھنا پسند نہ کیا اور آگے  
 ضرور تڑپا لیا چنانچہ نواب دوست علیخان کے بیان بھی اسی قسم کا معاملہ پیش آیا تھا۔  
 اس نواح کے مغرور و مشاہیر لایق اشخاص نے آپ کی تعریف کی چنانچہ خود راقم کے روبرو  
 حکیم سید فرزند علی صاحب انسر الاطباء نے بنکی قابلیت و خوبان مسلم الثبوت ہیں کئی بار  
 بیان فرمایا کہ شاہ آباد میں منصب علیخان نہایت بالیاقت شخص تھے اور مجھ سے اُن سے  
 عزیزانہ مراسم ہیں۔ اسی طرح منشی شیخ رفعت علی صاحب میں شاہجہانپور جو نہایت  
 تیز و طرار و قابل انسان تھے انھوں نے بھی سبیل تذکرہ راقم سے کئی بار کہا کہ شاہ آباد  
 میں میرے دوست منشی منصب علیخان نہایت خوشرو اور ذی لیاقت اشخاص ہیں گئے  
 ہیں انھوں کہ اوکلی قضا نے بہت جلدی کی آپ کا کلام بہت فصیح اور بندش نہایت اچھی  
 ہو کر تھی تھی اکثر غزلیات ثنویات اور مناجاتیں دیرہ تسنیف کیں مگر غایت ہتھنائی  
 سے بے احتیاطی سے ڈالیں اور کبھی اوکلو بیاض کی صورت میں جمع نہ کیا جسکا دل چاہا

وہ کلام لگیا بعض خیرین جو راقم کو ان سے دستیاب ہوئیں وہ موجود ہیں ان سے بطریقہ  
کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں

## غزل من کلام مولوی منشی منصب عالی نصاب صاحب جمہور

<p>چمک لکھی ہے جب سے ابرو و شیش قاتل کی کمان ہاروت اور ماروت کے زہر سے الفت کی سیاہی مٹ کے پوچھی و شنی چاؤ لطف ل کے طبیبیت شب کو سہلی اتان جس سے اپنی فرق یار میں نغمہ نہیں اک شور ماتمہ ہے غزل خوانی کا چرچا حسن خوبان کا تماشہ ہے</p>	<p>مری آنکھوں میں صورت پھر رہی ہو مرغِ سہل کی میںوں سے کرم کرتے ہے ہن چاہ بابل کی حقیقت کھل گئی جب آب و آتش باد اور گل کی چکروں میں سے مٹی ہننے کمانی ماہِ کامل کی جاڑ میں خشکیاں لیتی ہیں منقارینِ عنادل کی بہم ہیں صحبتیں کیا ان لون یارانِ کیدل کی</p>
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

علاقہ حور سے اوسکو نہ پریوں سے تعلق ہو  
بتھارے عشق میں منصب ہے یہ جاگیرِ حاصل کی

اس غزل کا ایک شعر جبکا مطلع یہ ہے ۛ ممکن نہیں پری تیری تصویر کا جواب

نہایت بھلا معلوم ہوتا جو ۛ

یہ دونوں نور چشم محمد میں بیشال  
شہر کا ہو نظیر نہ شبیر کا جواب

ایک مناجات کے بعض شعر یہ ہیں

<p>خداوند اکرم اپنا تو کر دے کہ تیرے عشق میں مسرور ہو جائے وہ دل اپنے حکم سے تو عطا کر</p>	<p>مرادل شوق سے اپنے تو بھرے مرادل نور سے معمور ہو جائے بھرا ہو عشق سے تیرے سرسے</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------

مے دل میں طیش وہ عشق کی ہے اکسی شہر دل کو کر تو آبا دہ دوئی کے حرف کو دل سے ملائے ترا جذبہ عنایت کا جو آجائے تو گر چاہے تو بد کو نیک کرے طفیل مصطفیٰ میرے خدایا کہ جس سے جل وٹھیں سیر کرے محبت خانہ عشق ستم زاد تو اپنا جام وحدت کا پلا دے تو ہم بود کا نابود ہو جائے مے دل کو صفائی کا اثر ہے تو کیمیو خاتمہ را بخیر میرا
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ایک نظم میں دوست کی جدائی اور زمانہ کی نیرنگی کی کیا اچھی تصویر کھینچ کر دکھلائی ہو

کچھ محب کا رگاہ عالم ہے چمن ہر کی ہے ایسی بہار کئی گلشن میں آگئی جو بہار مثل گل ایک دم جو کوئی ہنسنا ہے جو رنگ جہان طلسم مثال ریشک گلشن تھا کلبہ احزان چمن تھا دل کو اور تسلی تھی ایسی ہذا نگہاں ہوا آئی ایسے جھوٹے سموم غم کے چلے تھا جو نخل مراد خرم و شاد جس سے راقم کی زندگانی تھی مجھ کو اس گل سے کر دیا مجبور شادی و غم جہان میں لوام ہر پہلوئے گل میں میں چھبے غار ساتھ اوستے خزان بھی ہو تیار غم و آفت میں سوطح سے بھنسا ساری باتیں ہیں سکی خود خیال تیرے قدموں سے اس گل خندان دن بدن عیش کی ترقی تھی چمن وصل میں خزان لائی خشک جس سے نہال دل کے ہوئے صرصر غم نے کر دیا برباد عیش تھا دل کی کامرانی تھی جس سے رہتا تھا دل مر مر
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

<p>سادی رونق گئی نگار کے ساتھ          پاؤں وحشت سے اپنے پھیلے          لشکر غم جو آگے ٹوٹ پڑا          ایسا فرقت نے بیقرار کیا          کوئی دوش ہولے یاس نہیں          گردش آسمان ستائی ہے</p>	<p>ایک جاہل باہیا کے ساتھ          ہاتھ موٹے نے اپنے دکھلائے          سب متاع خرد کو لوٹ لیا          جیب و دامان کوتاڑا رکھا          جز غم و درد اس پاس نہیں          جان میری ہون پہ آتی ہے</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

اس قسم کی نظمیں طول طویل موجود ہیں مگر اندیشہ طوالت سے انحصار کو کام میں لایا گیا۔ ایک شہنوی جو نہایت سوز و گداز سے اپنے پیرو مرشد عارف باللہ شیخ شمس علی صاحب کے روبرو پیش کی تھی اور وہ پیرو مرشد کے حضور میں قبول بھی ہوئی تھی یہاں چند شعر اسکے

### تحریر کیے جلتے ہیں ۵

<p>ہے کمان ساقی سراپا نور          ایسا دے ایک جام لافانی          وہ زبان میں مری کرے تاثیر          بخضر جناب مرشد پاک          ہے جو وہ ہادی و غریب نواز          حق نما آئینہ ہے او کی جبین          ہے نور و روے نورانی          کچھ عجب شان ہو عجیب انداز          ہو جیب آپ ہی محبوب</p>	<p>جلد دے ساغر شراب طہور          جسکے پینے سے دل ہو نورانی          حال دل جس سے کہیں نہ تیرے          کہ ہے اکسیر جسکے در کی خاک          درد مندوں کے دل کا چاؤ سا          جس سے پہلا ہو صاف زین          جس سے روشن ہو نرم عرفانی          گاہ شکل نیا زگا ہے تاز          آپ ہی طالب آپ ہی مطلوب</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

محران نور مصطفائی ہے  
چشمِ رحمت سے جو کرے وہ نظر  
جس طرقت وہ کرے کرم کی نگاہ  
دیکھ لے چشمِ قمر سے جس کو  
ہے رہ آئینہ جلال و جلال  
یک جہان کو سیاب ہوا وس سے  
کیا لکھے وصفِ رحمت حضرت  
ایک شہ آفرین ہو جائے  
۱۔ ۲۔ فیہ دستِ گیرِ درد و صبر  
حضرت مفضلؑ کے عاشقِ نزار  
حضرت نبوتِ پاک کے شیدا  
بعد صد شہزادوں سے نام  
میرزا ہر موعے غن ماگر بوزبان  
رحمتِ خاص مجھ پر کی نازل  
اس طرح پر یہ بذل عام کیا  
جان لا کھوں اگر خدا بخشے  
شکر انعام گن شمار کروں  
رات دن گزرتے ہی نقشا  
ہند کی حضور سے لے شاہ

ظہرِ شانِ کبریا ہی ہے  
صورتِ موم نرم ہو پتھر  
کوہ ہو جاوے ایک دم میں گاہ  
ایک دم میں وہ خاک جلا کر ہو  
اوس سے پیدا ہو تو جو کمال  
زینتِ شیخ و شاب ہوا وس سے  
کب زبانِ قلم میں ہو قدرت  
خامہ بھی موردِ کرم ہو جاوے  
خادم و عاشقِ رسولِ خدا  
اور حسنین کے نیا نزار  
قطبِ عالم پہ جان سے فدا  
عرض کرتا ہے یہ خیف غلام  
یک سر مونکر سکو نگا بیان  
اپنے بندوں میں کر لیا شامل  
خاص اپنا مجھے غلام کیا  
آپ کے قدموں پر کروں صفے  
نقد جان سیکروں نثار کروں  
تاقیامت کیا کروں اس  
ہوں نہ عمدہ برا خدا پر گواہ

تاقیامت نہوگا مجھ سے ادا  
گوکہ حضرت نے پرورش سب کی  
نیکل و بد سے کر دیا آگاہ  
پر لکھے اپنا حال کیا منوم  
نہ بنا مجھ سے ایک کارافنوس  
اپنی تھدیر کی ہے یہ خامی  
یعنی تمسیل محکم والا کی  
ایک دم بھی رہا نہ خدمت میں  
نہ ہوا مجھ سے آہ ایک بھوہار  
دیکھیے کب تک یہ بخت سیاہ  
دیکھوں کب تک یہ نفس زبون  
حاصل عمر منقسم ملا مجکو  
اسکی تفصیل تاکو بالکھون  
دہر غرض اس شہ پر نور  
اس طرح کر دیا خیف و زار  
کردیاقن کو ایسا کاہسیدہ  
جان شاہ لبون پہ آتی ہے  
اپنے امکان بھر دوا بھی کی  
دس برس سے ہوں مبتلا آمین

شہ نے جو لطف مجھ کو کیا  
آگئی دمی شیت لب کی  
تا یہ گمرہ کہیں نہوگم راہ  
ہے عجب شوم کچھ مرا مقسوم  
میری ناکامی پر ہزار افنوس  
کہ مجھے رات دن ہے ناکامی  
حسب ارشاد کچھ نہ بن آئی  
بل ہوا اس سبب سے قسمت میں  
کیون نہوں اپنی زلیت سے نزار  
خوار لکھے مجھے یہ شام و چاہ  
اس دل خستہ کو رکھے محزون  
درد و رنج و الم ملا مجھکو  
ہے یہ بہتر کہ مدعا لکھوں  
عارضوں سے ہوں اس قدر مجبور  
سائے کاموں سے میں ہونا جا  
ہر گھڑی زلیت سے ہوں زنجیر  
گردش کان ہشتاتی ہے  
لاکھ چاہا مگر ثقت نہ ہوئی  
اوشش و پینچ بھی با آمین

بسیوں بار زیر بار ہوا  
 ہر گھڑی سر میں درد تھا ہر  
 بس ہو اس صاف یہ مفہوم  
 زیست انسان کی پائدار نہیں  
 اپنے جینے سے اب میں ہوں یوں  
 ہو کے ناچار اسے شہ والا  
 میرے شہ آپ کا گدا ہو کر  
 وہ بلا جس سے کاہش جان ہو  
 دین دنیا کی ہر جو بربادی  
 کہ سو آپ کے نہیں غمخوار  
 قید اندوہ سے چھڑا دیجیے  
 اس بلانے مجھے کیا برباد  
 الممدد یا شہنشاہ عالم  
 دوسری ہر یہ عرض ای مخدوم  
 آپ کے وہ اگر پسند آجائے  
 جب تک عرش کبریا کا ہے  
 ہے جب تک کہ جلوہ باہوت  
 ہے لاہوت جب تک کہ قائم  
 ہے جب تک کہ زینت مملوت

ریخ تو تھا سو وہ ہزار ہوا  
 جان و تن گرو برد رہا ہے  
 کہ کجی پر ہے آجکل مقصوم  
 زندگی کا کچھ عمت بار نہیں  
 ایسی ناچاری پر ہزار فوس  
 خدمت پاک میں ہوں عرض سا  
 میں رہوں غم کا مبتلا ہو کر  
 روز و شب جس سے روح حیران ہو  
 اس لیے آپ سے ہوں فریادی  
 کیجیے جلد چارہ ناچار  
 اپنے بیمار کی دو ایسیجیے  
 اپنے غمگین کو کیسے اب شاد  
 ہوں میں اسید و افضل مكرم  
 شجرہ پاک ہے کیا منظوم  
 خلعت فخر یہ گدا پا جائے  
 جب تک ملک یہ خدا کا ہے  
 ہے جب تک کہ شوکت باہوت  
 ہے جبروت جب تک ملک محکم  
 جب تک ہے شہادت و زناوت

<p>فیضیاب کیسے ہوں پر جو ان سمندرون کی مومر حصول ایسی اللہ کی عنایت ہو برکت پر سے تو رکھ دل شاد جان دل سے فدائے پر ہے شجرہ پاک کو کروں ارقام</p>	<p>بے خورشید معرفت تا بان تیرے صدقے سے اے محبت بول منصوبہ دل کو صحت ہو ایکجا جب تلک ہوں آباد تن میں جیتک کہ چلن اسیر ہے یہ عریضہ ہوا یہاں سے تمام</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

نظم کے علاوہ کچھ حصہ شکر کا بھی بطور نمونہ کے فارسی اردو عبارت سے عیاں پر درج کیا جاتا ہے (خط اردو)

(نحمدہ و نصلیٰ)

جناب عمومی صاحب قبا و کعبہ و جہان ادام اللہ ظلکم

پس از بجا آوری مراسم تسلیم بعد تمناے قدیموس مدعا طرازیہ کہ بات عاصی سلامتی ذلت  
بہ فدوی مقرون عافیت ہے اس ایام مہینت التیام میں یہ فردہ جانفزا اور شایستہ  
سماعت میں آیا کہ جناب والا بفضلہ تعالیٰ بری ہو کر اپنے دولتخانہ فیض کا شانہ میں تشریف  
اے سُنستے ہی اسکے قالب بجان میں جان آئی و ماغ کو نازگی اور دل کو مسرت تازہ  
ہوئی ہم مایوس مشتاقان قدیموس پر جو ایک عالم ہر اس تھا اور میدان یاس میں مبتلا  
تھے اس روز ندگی حاصل ہوئی اسکی خوشی ہم سب عزیزوں کو مبارک ہو

(ایضا فارسی)

شفقت فرمائے خردان اخوی جناب محمد حسین خان صاحب

آداب تسلیمات بجا آورده عرض می نماید کہ بورد تفاخر نامہ فیض شامہ عزت درین حاصل گردید



بر مضمون من در جاکاچی کسای هست دست و احوال اینکه جناب حافظ غلام علیخان صاحب در موضع  
جسمی کهنه که در اینجا پیمایش شروع است از عرصه سه روز تشریف برده اند و سه روزی رود که در  
موضع لکربانی هم پیمایش میشود آنجا سوار بنده و برادر خادم علیخان صاحب دیگرست نیست و  
اکل کار روانی مثل بهم رسانی قلیان و فکر طعام امین و دیگر ضروریات بر ذمه اقرار و برادر موصوف  
لازم بود پانین تمام روز همراه امین در پیمایش لکربانی و چاکو مشترکه موجودگی میان دازین جفت  
دور در دیگر فرصت حاصل نیست بعد مرود و یوم حاضر خدمت عالی خواهم شد تیان حیدر را  
فرموده دهند که نزد کرم علیخان رفته تعلیم سپران کرم علیخان سرگرم باشند تصفیة تعلیق بنده دارند  
مگر نخواه از دور و پیمانه وار و یک وقت خوراک زیاده نخواه یافت باقی امور خاطر داری دیگر حقوق  
آغازی و عیدی و غیره را بنده فیصله کرده خواهد داد و هنگامیکه بنده حاضر خواهد شد آنجا که ارشاد  
عالی خواهد گردید بجا خواهم آورد زیاده بجز تمنای قدسوی چه مطلع کنم -

عاصی محمد منصب علی عفی عنه

## دیگر

موجود قوانین محبت مختصر آئین هووت کرم گستر خانسان احمدای خان صاحب است  
پس از سلام خلعت انضمام که گلی است از گلشن اسلام مدعا توفیق آنکه حال باقرین حمد پروردگار  
و نورسندی ذات سامی صفات را از حضرتش طلبگار - در جواب مرسله تحفیت بمضامین  
لطفت تضمین محتوی توفیق بمقدّمه معلومه حسو خان صاحب و والده ماجده خود رنگ وصول  
رنجته تشاویش را از دلم بود دست رومود حقیقت شناسا حسب ایما که مفرقا انتظار  
اطلاع تشریف آوری آن مهربان و نیز رونق افروزی محمد معیل خان صاحب بموجب بیان  
آن مردم مرسله صدقه الانتظار باشد الموت بر خود گوارا کردم مگر تعجب که نه آن مهربان تشریف

از رانی فرمودند و بمعیل خان صاحب آمد و انکشاف حال رسیدن جسو خان صاحب و والدہ  
سامی بر بھکان دریافت گردید درین اثنا اراده فائز بودن بخدمت وافر المست میباشتم  
لیکن بخیال علالت طبع غلام حیدر خان که آن صاحب بیادیت ایشان روند و بسته  
محروم الملاقات شود متعذر ماندم اکنون که حیدر خان صاحب در بنجا آمده اند بمقام ملاقات  
حال مزاج لطیف امتزاج بمعیل خان صاحب دریافتہ سرور میگشتم و قصد تحیف آنجا مصمم هستم  
مگر تقدماً لحفظ اول گام فرسائی آنجا نہ شدہ از کلمات مطلع نمودہ ام تر قریب دارم و ستر رضا  
میجویم کہ حالیا اگر تالیوم پشنبہ برائے تفرکہ مفہومہ حاضر شوم مضائقہ ندارد و اگر آن مہربان را  
درین امر تعذر باشد مطلع فرمایند اگر جواب پسندیدہ و عذرات معقولہ بیان خواهم دید بمجوبہ ورنہ  
ہرگز ہرگز راضی بہ التوائے خواہم شد تالیوم پشنبہ در بنجا خواہم رسید و از ان صاحب رین بارہ  
با دلائل نیاز مندانه پیش خواہم آمدین امر ملاحظہ طلب است کہ چندان عرصہ و دیر گردید و گفتگو با  
می روند نیاز مند را از بار شاقہ انتظار برانید انصاحب بفضلہ تعالی ہوشیار و دانا اند  
اندرین امور بموجب حکم خدا و رسول عجلت ضرور نظر بر آن متوصلہ کہ بندہ منتظر را آئندہ بوادے  
انتظار نہ گذارند بنا بر ترقیم جواب معلومہ متنازع فرمایند کہ نیاز مند ان مترصد را بعد م توجہات  
خستہ کردن نازیباست زیادہ طوالت تصویریدہ ختم کلام بر سلام نمودم فقط۔

آپ کی علالت کا قصہ نہایت افسوسناک ہے خلش معدہ کی شکایت سے دس  
پندرہ سال سے مختلف امراض لاحق رہتے اور اکثر عوارض کے علاج میں مصروف  
رہا کرتے تھے ایک سال آپ کو بواسیر کے مرض کی ایسی شدید شکایت ہوئی کہ  
زسیت سے مایوسی ہو گئی مگر ثنائی حقیقی نے اپنے فضل و کرم سے اوس مرض سے  
شفائے کلی عنایت کی اور غسل صحت ہوا جسکی خوشی میں مولوی حامد علی خان نے جو

قابل و شاعر مہردان اور اپنی قوت حافظہ میں شہرہ خاص ہیں اور اکثر کتب کے تصنیفات کے مطبع نشی نو لکھنؤ صاحب واقع کانپور میں طبع ہو چکے ہیں یہ قصیدہ بطور تسنیت کے اپنے علم و ادب کی خدمت میں پیش کیا جس کے بعض شعر درج کیے جاتے ہیں۔

<p>عم سے آزاد نہ کسطح ہوسا را عالم کس طرح نخل ز زمین سے نہ کھینچنا چمن ہر سے کسطح نہ ہو دور خزان عالم علم فتاد اقف اسرار خدا باعث جود و عطا موجب خلق و شفاق کامل ہر فن و پابند شریعت دیندار گوہر درج شرافت و دریاے وفا سایہ چتر خدا پشت پناہ خردان عارضہ او کو تھا افسوس بہت تر کہ سیکڑوں بار بار اسچشم شش و پنج او کو اکن دانے نہ کیا فائدہ کچھ بھی لیکن جو تکالیف ہو ان کو مرض میں الحق کیسے کیسے دل بتیاب سے گزرے دیکھ کر ان کی تکلیف غریزہ احباب دے صیبت او نہیں جلد بانی یارب تجھ و اہر نہ کوئی ان کا دگر و فریق</p>	<p>کیون نہ ہر فرد بشر کو ہو مسرت ہر کیون ہوے فلک بت شادی ہر کیون نہو باغ میں ہر گل پہ بہار عالم ماہر فقر و فنا و سبب جاہ و شتم صاحب علم و حیا مورد الطاف کرم عابد و زاهد و مقبول خداے عالم کشتی نفع و شرف ابرخا جس کرم یعنی منصب علیخان قبلہ و کمبے عم اس سے بے و نہیں ہتا تھا بہت عالم بیسویں بار کیے خرچ ہزار دن درہم ایک نسخہ بھی شفا کا نہ ملا ان کو یہم ہے کسطح کروں اسکا بیان کس میں سخنیاں جان پہ کیا کیا ہو میں ہر دم یہ عالم گھٹتے تھے حق سے وہ بادیدہ عم رحم کر ان پہ تو اے رب رحیم عالم نہ کوئی مونس و غماز نہ کوئی ہمد</p>
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ہوتے تھے روکے وہ سب حق سو شفا کے جلا  
 مبتلا اس میں رہے آہ برابر دس سال  
 غسل صحت ہوا اللہ کی عنایت انھیں  
 دل کی امید جو تھی کی وہ خدا نے پوری  
 شاد و خندان ہوئے سب نئے عزیز و جفا  
 دن ہوا عید کا دن ات ہوئی وصل کی رات  
 لوگ ہر سو سے انھیں دیتے مبارکباد  
 الغرض شور خوشی کا تھا ہر اک سمت پیا  
 سوچتا تھا کہ کوئی کیجیے ایسی اب سن کر  
 بارے اللہ نے کیا میری دعا کو مقبول  
 سال تاریخ کی بعد اسکے ہوئی جسم فکر  
 سال تاریخ شفا نکلے اسی وقت ضرور  
 اب دعا کے لیے ہاتھوں کو رونے پلند  
 یا الہی رہے جب تک کہ زمانہ آباد  
 اگر دشا انجم افلاک کا جب تک جو یہ دور  
 حسن ناسوت کا جب تک کہ نشان ہو قائم

سب کے تھا اور زبان کلمہ ارحم ارحم  
 گیا رخصت سال میں اللہ نے کیا فضل و رحم  
 ہو گئی عارضہ کو ان کے شفا کل اہم  
 نر یا کچھ بھی کسی طرح کا ان کو پھر غم  
 دل کے ہر ایک کے جاتا رہا سب رد و الم  
 جا بیابان لگی نوبت شادی پیہم  
 ہو گیا کیا کمون میں سارا خوشی کا عالم  
 میں بھی اک گوشہ غفلت میں پڑا تھا حرم  
 کہ رہوں یاد زمانہ کروں کچھ ایسا تم  
 یعنی احوال کیا میں نے یہ سب بند قلم  
 طرفہ صنعت کی یہ تاریخ بھی کی سینے رقم  
 میم ہر مصرعہ آخر کے جون ہوں جمع بہم  
 کیا عجب میں جو ہو مقبول خدا کے عالم  
 چلتے پھرتے زمین جب تک کہ زمین پر آدم  
 مہ غور شید بن جب تک یہ فلک پر قائم  
 پائنداری پہ ہے جب تک کہ یہ عرش اعظم

تندرستی سے زمین چھوٹے بڑے سب آباد

حامد خستہ جگر کی یہ دعا ہے ہر دم

چونکہ اس قصیدہ سے بعض شعر خوب طوالت کم کر دیے گئے لہذا مادہ تاریخ قصیدہ سے

میں مکمل سکتا ہے۔

اسکے کچھ عرصہ کے بعد پھر تندرستی خراب ہوئی اس نے مانہ میں ایک فقیر جو بظاہر بہت متواضع معلوم ہوتا تھا مگر دراصل وہ جوگی ریاکار تھا یہاں آیا اسکو رسول باغ کے بنگلہ میں ٹھہرایا گیا اسنے کچھ ہوٹک جایا کہ تمام شاہ آباد میں اُنکی شہرت ہو گئی اور لوگ اس سے ملنے کو آئے اُسکی خاطر و مدارات میں بہت کچھ صرف کیا گیا تین چار سو روپیہ بھی اسنے وقتاً فوقتاً یہاں سے نھل کیے مگر اپنے کمالات کے یہ امر بھی ظاہر کیا کہ کثرت مصارف اور امراض وغیرہ کے علاج میں جو جائدادزیر بار ہو چکی ہو اسکے لیے بھی ایک نسخہ کیمدی بنادونگا اس سے سبکدوشی ہو جائے گی جب یہ اپنا مطلب پورا کر چکا تو بھاگنے کی فکر میں ہوا۔ ایک ات اس قصد سے مع سامان کے نکلا باغ کے آدمیوں نے اسے پکڑا آخر کار اس کا اعتبار جاتا رہا مگر بلا کسی اذیت پہنچانے کے وہ چھوڑ دیا گیا۔

اس فقیر کو کشتہ جات میں بھی مداخلت تھی چنانچہ اس نے سنگھیا کا کشتہ جو مدار کے دودھ میں پھونکا تھا اور وہ ایک خادمہ کو ویالیا تھا اور اس نے بہت فائدہ کیا تھا وہ کشتہ باقی رکھا ہوا تھا۔ اس اثنا میں آپ کے ایک ریاچی درد اٹھا شدت تکلیف سے ہاتھ پاؤں بے قابو تھے اس کشتہ کی ایک خوراک کھائی مگر کچھ فائدہ محسوس نہوا دوسری بار پھر صند قہ منگوایا اور کشتہ نکالا چونکہ اضطرابِ بچپنی کی حالت میں نکالا تھا اس لیے کشتہ گر گیا کچھ اس خیال سے کہ جلد نفع ہو زیادہ کھا اور اسکے ساتھ وہ گر بھی کھا لیا جتنے کہ اسکی خوراک ایک چاول تھی بجائے اسکے چودہ چاول کی مقدار کھانے میں آگئی اوسنے آگ لگا دی حدت و سمیت

سے چھ ماہ تک وہ کرب رہا کہ بیان نہیں ہو سکتا۔ مختلف علاج کیے گئے تیرید کی کثرت رہی مگر جان بری ممکن نہ ہوئی صدیفت کہ ۲۴ ربیع الاول ۱۳۸۷ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۶۷ء روزہ شنبہ پہر کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

بہنیز و تکفین اچھے مجمع کے ساتھ ہوئی اور مغفرت کے آثار ظاہر ہوئے سید شیر علیؒ جو عارف باللہ و روشنفکر تھے انھوں نے مراقبہ کر کے عالم ارواح میں جناب مرحوم کے متعلق جو حالات تھے بیان کیے اور مغفرت و جنتی ہونے کی بشارت سنائی۔ راقم کو وہ جملہ واقعات اچھی طرح یاد ہیں۔

وصل حق ہوئے منصب علیؒ انصاحب کج  
اس مصرع سے بھی سنہ وفات نکلتا ہے اور بھی قطعات راقم نے موزون کے  
بین منجملہ ان کے ایک یہ قطعہ ہے۔

قطعہ تاریخ ارتحال لایال جناب منشی منصب علیؒ جان جو مغموم

ذہین ذی خرد منصب علیؒ خان زدنیا شد سوئے جنت روانہ  
بعد زندگی عقل و دانش شدہ مشہور در عالم فسانہ  
مظفر سال جستم گفت با تفت  
بجنت رفت و انا کے زمانہ

## معراج الدولہ حکیم سید فرزند علی صنا افسر الاطباء

اس آخری دور میں حکیم صاحب صوف کی ذات ایسی جامع کمالات تھی کہ فی زمانہ جسکی نظیر نہیں ملتی جو شہرت و ناموری آپکو حاصل ہوئی وہ آپکے ہمیشہ نہیں کسیکو نصیب ہوئی آپ علمی لیاقت طبی خداقت دینی حمیت میں حیدر عصر ہوئے شرع و عمل آپ کی نیک طینتی کے جزو و عظم تھے۔ کریم انفسی و قوی ہمدردی آپکی طبیعت کے خواص و ہر کاری آپکے عناصر میں سرایت کر گئی تھی اکثر اوصاف میں آپ بزرگان سلف کے نمونہ سمجھے جاتے ۸ جمادی الآخر ۱۲۲۲ھ کو اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوئے آپ سید ضامن علی صنا کے فرزند اور خلیفہ عبد الرزاق صاحب مینی کے نواسے ہیں۔ آپکا خاندان قدیم سے ممتاز و صاحب علم رہا آپ کے والد بزرگوار سرکار لکھنؤ میں چونکہ نائب چکلیدار تھے اس وجہ سے شاہ آباد اور لکھنؤ دونوں جگہ آپ کی تعلیم ہوئی دنیاوی و دنیویات میں مفتی سعد اللہ صاحب کے اور طب میں حکیم ملا محمد نواب صاحب حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد رشید تھے۔

۱۲۲۲ھ میں حسب الطلب نواب شاہ جہان سبکی صاحبہ میں لاو عظم طبقہ اعلا ستارہ ہند آپکا پال تشریف لیگئے اور وہاں ملازم ہو کر وہ تقرب و قاریاں کہ مرجع انام ہو گئے۔ ۱۲۲۳ھ میں پیشکاه حضرت سلطان عالم و اجد علی شاہ یا و شاہ اوکھے خطاب علی الدولہ خان بہادری مع خلعت مہر و فرمان کے مرحمت ہو امدت دراز تک آپ نے ریاست بھوپال میں بہزاد نیک نامی افسر الاطباء کی۔ مولوی صدیق حسن خان کا جو تبحر و صلاح سرکار خلد مکان کے ساتھ ہوا وہ حکیم صاحب ہی کے ذریعہ سے جب نواب صاحب حکیم صنا



حکیم سید فوزند علی صاحب انسرالاطبا





کیوجسے ترقی ہو کر عروج ہوا اور آٹھار گراں خاطر کی پیدا ہوئے تو حکیم صاحب نے مکان چلے آئے اسکے بعد کمال توقیر و بعد اصرار ہمارا جہ سری پر تاب سنگہ جی صاحب ببادری ڈی سی ایل والی ریاست نرسنگہ گڈھ نے طلب کیا اور آپ ۱۹۱۲ء میں وہاں جا کر ملازم و معتمد ہو گئے عرصہ تک معاملات و معاملات ریاست میں دخیل رہے۔

آپ کی خداقت و قابلیت ایسی شہرہ آفاق تھی کہ ملک میں جا بجا ہر اور حکام آپ کو بلاتے چنانچہ صاحبزادہ حافظ عبید اللہ خان بہادر وزیر عظم ٹونکنے بھی بڑی توقیر سے بلایا اور جب آصف جہان یکم صاحبزادہ می صاحبہ علیل ہوئیں اسوقت بھی ولیۃ العہد صاحبہ جیو پال نے آپ کو بلایا اور آپ نے بڑی خوبی سے علاج کیا۔ نواب احتشام الملک عالیجاہ سلطان دولہ بہادر سے آپ بڑی خصوصیت رکھتے تھے اور نواب صاحب مدوح بھی آپ کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب ۲۸ صفر ۱۳۱۹ء میں نواب شاہ جہان یکم صاحبہ الیہ ملک نے انتقال فرمایا

اور بجائے نئے نواب سلطان جہان یکم صاحبہ تلج الہند جی سی۔ ایس۔ آئی۔ جی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ مسند نشین ہوئیں تو حکیم صاحب نے ازراہ خلوص قدیمانہ ایک نیاز نامہ تحریر و تہنیک مضمون کا لکھا اور دربار ریاست کو جواب باصواب لیا جسکے بعد حکیم صاحب جیو پال تشریف لے گئے اور دوبارہ عہدہ افسر لاطبا سی پر سرفراز فرمائے گئے۔

راقم بھی تحصیل علم کی ضرورت آپ کے ہمراہ تھا نواب عالیجاہ سلطان دولہ بہادر بڑے اعزاز سے پیش آتے تھے بارہا ان سے ملاقاتیں ہوئیں اور دلچسپ مکالمے رہے سرکار عالیہ فرمانرواے حال بھی قدر و منزلت فرمائیں صاحبزادگان بلند اقبال بھی اظفار رئیسانہ سے ملتے اکثر راقم ساتھ ہوتا تھا۔

حکیم صاحب کے بہت سے کارنامے قابل ذکر ہیں انکو ہر دفعہ نثری کا درجہ حاصل تھا بیسیوں شہس

کو مختلف مقامات پر ملازم رکھا یا صد باجان بلب رضو کو لنگے یا تھون شفا ہوئی کثرت سے  
لوگوں کے ساتھ سلوک کیے دربار قیصری میں بمقام دہلی ہر بائیس نواب شایعہان سلیم  
صاحب بھوپال اور حضور نظام دکن ورائی والدہ ماجدہ سے ملاقات ہونے کے باعث  
حکیم صاحب ہی ہوئے۔ اور اسی موقع پر شاہزادہ مرزا محمد خیر علی پور اور ولید علی صاحب  
شاہ اودہ کی مہمانداری کا شرف بھی آپ کو حاصل ہوا اور پرنس موصوفہ شاہزادہ کو کفر کے قیدی  
تیمہ پر آپ نے تشریف بھی لائے حکیم صاحب نے ہندوستان کے اکثر مشہور شہروں کی سیر  
و سیاحت فرمائی اور وہاں عرب بھی تشریف لیکئے اور عربین میں حج اور زیارت  
روضہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

سید حجت کہ ۱۲ رجب المرجب ۱۲۸۷ھ شب جمعہ کو کہ لیلۃ المعراج تھی حکیم صاحب نے رحلت  
فرمائی تھیں تکفین سے آثار مغفرت کے نمودار ہوئے۔ مولوی عظیم حسین صاحب خیر آبادی نے  
اپنے ہاتھوں آپ زمرم سے غسل دیا اور اس متبرک کپڑہ کا جو کہ مغربیہ سے جناب حرم مقبول  
اسی دن کیلئے لائے تھے کفن دیا گیا اور بعد نماز جمعہ کے جامع مسجد میں ہزاروں نمازیوں نے  
جسین مسیون براصد باصلی و علیہ وسلم تھے نماز جنازہ پڑھائی اور سچا التین کہ بارانِ حمرات الہی کا  
نزول ہوا ہوتا جنازہ اٹھایا گیا اور لیجا کر کیکلند ر واقع بھوپال میں مفتی محمد ایوب صاحب  
کی قبر کے قریب پکودفن کیا گیا مادہ وفات (مُخْنَشِش) جو مخیر نجات ہے ہاتھ آیا  
اسکے علاوہ ۵ ہنز آگاہ فیض عام گیا۔ اس مصرعہ سے بھی سال رحلت نکلتا ہے  
راقم آپ کے مدفن پر حاضر ہوئے بارونق جگہ ہے بعض صلوات آپ کو بعد وفات  
عالم رو یا میں عالی مراتب حالت میں کیا آپ کے پیر و مرشد مولانا فضل الرحمن صاحب  
گنج مراد آبادی جو شریعت باحقیقت عارف تھے انہی توجہ خاص آپ پر مبذول تھی

حکیم صاحب کے دو بھائی تھے وہ بھی نامی گرامی ہوئے بڑے بڑے میرنخب علی صاحب جع صوفی خوشنویس و شاعر تھے اور اکثر فنون طاق تھے چھوٹے منشی میر اولاد علی صاحب تھے جو شاہ واد کے برادر خرد شاہزادہ مرزا سکندر شہمت محمد جواد علی بہادر عرف جنرل صاحب کے سکریٹری و مصاحب ہی جیہ تنزع سلطنت او وہ ہو گیا پہل کیلئے خاندان تاجدار لکھنؤ لندن گیا تو آپ بھی ہمراہ تھے جیہ کے انتقالے نامہ راجر نیل صاحب کا ولایت میں انتقال ہو گیا تو آپ لندن ہی میں رہ گئے اور ٹرنٹی کالج یونیورسٹی ڈبلن میں بعد پروفیسری ملازمت کر لی اور ایک لایق سیم مسماۃ ریپ صاحبہ سے عقد کر لیا جسے مسٹر ارشاد علی پیدا ہوئے میر صاحب کے اکثر شاگرد و یوپی میں کلکٹر وغیرہ میان کے اضلاع میں آئے اور انھوں نے آپ کی قابلیت عالی، ماعنی و خوش اخلاقی کی توصیف کی۔

حکیم صاحب کے قابل قدر و بچسپ حالات راقم نے ایک سو انجمری میں مفصل طور پر لکھے ہیں لیکن اس خیال سے کہ کسی صاحب کی نظر اس لائق پر نہ پڑے تو اس تاریخ شاہ آبادی کے ذریعہ سے آپ کے حالات دیکھنے میں آجائیں لہذا یہ مختصر حالات لکھ دیے۔ حکیم صاحب کے شاگرد بھی لایق و مشہور ہوئے جیسے حکیم سید امجد علی صاحب حکیم عبد الغفور صاحب حکیم سید عابد علی صاحب غیرہ طیب ناموہین آپ کے صاحبزادہ کا نام سید غلام علی صاحب حکیم صاحب تذکرہ نواب شاہ جہان بک صاحبہ کردن آف انڈیا نے اپنی تصنیف تلج الاقبال میں ریاست کے لایق ملازمین میں لکھا ہے اور جناب اب سلطان جہان بک صاحبہ نے جو بڑی علم دوست و مدبر و روشن خیال قدردان فرمانروا ہیں اپنی ہسٹری موسومہ بہ تزک سلطانی کے صفحہ ۲۱۲ میں حکیم صاحب کا حال تحریر فرمایا ہے جس سے حکیم صاحب کا ہر مائیس کے حضور میں مقصد علیہ مزاجدان ہونا ثابت ہے۔

## محمد مظفر حسین سلیمانی مولف نامہ نظری

اگرچہ اس خاکسار کی زندگی کے واقعات اس قابل نہ تھے کہ جو درج کتاب کیسے جلتے لیکن ناقص کو کامل اور خراب کو اچھے کے ساتھ ایک نسبت ہو ا کرتی ہے اس خیال سے یہ حالات شامل ہونا مناسب سمجھا گیا۔ چونکہ اس کمترین نے نام و نشان آباد کے حالات کو نہایت تلاش و تحقیق سے تحریر کیا ہے اس لیے ایک مدت کے بعد ناظرین کتاب کو خیال ہوتا کہ اسکا کاتب کون شخص تھا۔ اسوجہ سے ضروری سمجھا کہ یہ حق رکھنے والے پھوٹے قلم سے اپنا حال بھی تحریر کر دے تاکہ کوئی نیک دل اس کتاب کا پڑھنے والا محنت پر لحاظ کر کے دلع سے خیر سے یاد کرے اور نتیجہ اس جانکاہی کا حاصل ہو جائے۔ اس بنا پر چند سطریں حوالہ قلم کیجاتی ہیں۔

خاکسار اپنے وطن شاہ آباد میں پیدا ہوا اور اس ناچیز کا نام میر بخش علی صاحب نے بحساب سنہ پیدائش (مظفر جنگ) تجویز کیا۔ والد ماجد مولوی منشی منصب علی خان صاحب مرحوم کو علمی مذاق سے دلچسپی تھی اس لیے آنکھ کھولتے ہی علم و سخن کی باتیں دیکھنے سننے میں آئیں جب سن تیز کو پہنچا انکو میری تعلیم کی طرف توجہ ہوئی اور حسب دستور علم مکاتیب مقرر ہو کر پڑھنا شروع کیا گیا چونکہ علاوہ علمائے انکی ذاتی توجہ و خواہد کی طرف مبذول تھی بدینوجہ بہت جلد خطوط وغیرہ لکھنے پڑھنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔ ابھی لڑکپن کا زمانہ دور نہوا تھا کہ فلک تفرقہ پرواز نے اپنی گردش کھلائی اور دہلی میں سن میں الدین کا سایہ جو دنیا میں رحمت الہی کا نمونہ ہوتا ہے سر سے اٹھ گیا دلغی مٹتی

لے والدین سے مراد منصب علی خان ابن احمد علی خان اور بخش علی خان صاحب ہیں۔



محمد مظفر حسين سليماني مصنف كتاب هذا



اٹھانا پڑا جو بھی جاتی رہی چاروں طرف سے غم کا بادل چھا گیا دنیاوی افکار کا سامنا ہوا  
 تاہم علمی مشاغل کا سلسلہ چلا گیا مولوی حیدر علی صاحب نشی عیوض علی صاحب مولوی  
 سبط حسن صاحب وغیرہ سے درسی کتب کی تحصیل کی اسکے بعد امراض بدنی نے علم  
 طب کی تحصیل کی طرف مائل کیا اور حکیم معالج الدولہ حاجی سید فرزند علی صاحب فسر لڑکا  
 کی خدمت میں حاضر ہوا انھوں نے مخیاں خاندانی مراسم اور باپ کے دوستانہ تعلقات کے نہایت  
 شفقت بزرگانہ سے توجہ فرمائی ایک مدت تک ان کے فیضان صحبت میں استفادہ علی کرتا  
 رہا اور سفر حضر میں موجود رہا اصلاح نظم و نثر لیتا رہا۔ اس دور انہیں استاد ی موصوف نے  
 اکثر حکام و امراء سے ملوایا اور جب وہ بھوپال تشریف لیکے تو اپنے ساتھ تعلیب کر نواب  
 احتشام الملک عالیجاہ بہادر سے بھی بالفاظ مناسب تعارف کرایا۔ ابھی فن طب  
 کی تکمیل نہ ہوئی تھی کہ لایق استاد نے آخرت کا سفر اختیار کیا اور شاہ آباد میں ان کی ذات کے  
 جو علم و خد اوقات کی شمع روشن تھی وہ بجھ گئی اور یہاں کی ناموری کا خاتمہ ہو گیا ان چند درجہ  
 حادثات سے دین کمزوری نے کچھ اپنا ایسا اثر پیدا کیا کہ پھر طبیعت طب کی طرف مائل نہ ہوئی  
 بڑا سبب سکایہ بھی تھا کہ ایسے نیک خصلت شفیق استاد کا بدل دستیاب ہونا غیر ممکن تھا  
 اس بے کاری و تنہائی میں دل کو وحشت ہوئی اور بزرگان دین کے مزارات کی حضری  
 اسکا علاج تصور کیا اور ہندوستان کے اکثر مشہور مزارات مثل کوٹہ شریف جمیر شریف گلبرگہ  
 شریف پاک پٹن کلیر شریف سلطان جی قطب صاحب ہلی وغیرہ پر حاضری ادا کی اس سلسلہ  
 سیاحت میں بمبئی بنگال مدرا اس پنجاب کے صوبجات میں جو قابل دید شہر ہیں دیکھنے میں آئے  
 اور ان مقامات کے اکثر نامی اہل کمال سے ملنے کا موقع حاصل ہوا علمی ترقی مجالس مثل  
 جلسہ سالانہ ندوۃ العلماء کانفرنس محمدن کالج علیگڑھ دہلی و بارہ نائیش آلہ آباد و مدرا اس



وغیرہ میں بھی شرکت ہوئی اسکے بعد اس آزادی کے دفیہ کیلئے بعض مخلص جناب مناکات  
کیلئے مجبور کیا اور متاھل ہونا پڑا اور خدا نے ذی اولاد کیا اب پہلی حالتیں انقلاب ہوا  
نئی زندگی کا سامنا ہوا اہل و عیال کی خبر گیری اور پابندی اختیار کرنا پڑی اس کشمکش  
یہ خیال منگیر ہوا کہ یہ دنیا داری و کثرت مصارف سے زیر باری تو یوں ہی چلی جائیگی  
مگر کوئی کام یا دوکار زمانہ بھی کرنا چاہیے چونکہ شاہ آباد کے بانی اور دیگر قابل گذشتہ شخص  
کے حالات کسی نے جمع نہیں کیے اور وہ ضائع ہوئے جلتے ہیں اس پر کمر ہمت چیست  
باندھنا چاہیے لہذا اس ارادہ میں ترقی ہوئی اور حالات و کاغذات فراہم کرنے میں  
مصروف ہوا اللہ اکبر کہ اس مقصد میں کامیابی نے منہ دکھلایا اور اپنی فہم و استعداد  
کے لائق واقعات مرتب کر دیے اگرچہ قلیل الاستعدادی اور قصباتی زبان ہونیسے  
عبارت صحیح نہیں تاہم حالات قابل قدر فراہم ہو گئے اور اس سے نتیجہ ضرور نکلیگا  
کہ اکثر صاحب کے نام نامی صفحہ روزگار پر تابقاے کتابہ جائینگے اور آئندہ نسلیں  
واجب التحظیم ولایت اہل وطن کے کارناموں سے آگاہی و فائدہ اٹھائیں گی۔

اس کتاب کے بعد راقم نے چند کتابیں اور بھی تصنیف و تالیف کیں چنانچہ  
(حیات مسیح) یعنی لائف استاد حضور نظام دکن طبع ہو کر شائع ہو گئی اور ملک میں  
مقبول ہوئی اکثر معزز ذی لیاقت حضرات نے اسکی بابت اچھے خیالات ظاہر فرمائے  
(گنجینہ سلیمانی) استاد حکیم صاحب کے حالات میں مرتب کی اس کے بعد حیات نصرت  
چودھری صاحب کے متعلق تالیف کی سہن چودھری حشمت علیہ صاحب کے دلچسپ چالاک  
بھی جو ایک نامور و فیاض تعلقہ دار گذرے ہیں موجود ہیں۔ آج کل مخدوم صاحب  
سندیلہ کے ذاتی حالات اور اسکے خاندان کے متعلق ایک تاریخ مرتب کی ہے

جس کا نام بہارستان محمد و مرگھا گیا۔

ان حالات کو ختم کرنے کے ساتھ بارگاہ احدیت میں کمال عجز و نیاز دعا ہی کہ وہ دنیاوی مصائب و ترواح سے محفوظ رکھ کر حرمین شریفین میں عرب کے مالکین متبرکہ کی زیارت کے مشرف فرمائے ہنوز یہ کیا نیر طبع تھی کہ ایک حادثہ اندوہناک پیش آیا جس سے وہ صدمہ پہونچا کہ لکھنؤ بھاری تھی، یہ دور وہ جا بجا کہہ قع یہ ہے کہ اس خاکسار کی لڑکی جو اولادین بڑی اور بصلوت ہونیکے ساتھ نہایت ذہین تھی و فتنہ علیل بڑی اور مرگئی چونکہ اس سے عید محبت تھی اور خاندان میں کئی اس سے

اس لڑکی کا نام عایشہ تھا کہ عمر سولہ سال تھا ۲۴ فروری سن ۱۲۸۵ شب و شنبہ کو پیدا ہوئی تھی نہایت سچھا اور ہونسا تھی اس کو روز کا مرض لاحق ہو گیا اور جنتہ شریفہ میں رکھ کر نو جوانی میں ۱۳ رجب المرجب سن ۱۲۹۵ میں اس کو ۱۰ سالہ عمر میں روز ہوا شنبہ کو انتقال کر گئی، اناشد وانا لہدراجون۔ راقم کئی قلععات تاریخی تحریر کیے ہیں جن میں پانچ لکھے جاتے ہیں ۵

ایک ایک اسے سو سے جنت الفردوس واصل طاعت کی کہ دل پر ارہے اب زیست نے باقی طوالت کی بڑی تکلیف دل آزار ہے آزادست رقت کی پھر اگر کہی ہے قصور رکھ میں اس نامکسوت کی نہ بھولیں بھی وہ لاؤلی پاکسزہ صودت کی ہوئی تھی اتفاقی یہ عنایت بھیت درت کی مجسم تھی وہ پتلی تندہ رثا قسم و فرست کی سرشتی طور پر واقع ہوئی تھی نیک عادت کی مگر لائی تھی کم مینا د دنیا میں سکونت کی کیا کرتا تھا میں تعریف ہی اسکے ذہانت کی بنائیں کہتی ہے اب دلکی حسرت ہلکے تربت کی دہوئی میں مجھے خود موعین میرے خوش وقت کی جیل پھر ہم تنہا بچر کیوں اسد ریح جلت کی بہت تکلیف سے عشرہ کی سستہ ختم مدت کی جو آبا سے پھر تو اسے پھر دنیا سے رخصت کی کوئی قویات نہان دلین ہے یہی مصیبت کی دلکھائے تو خدا یا شان اسے فضل و رحمت کی کہ پائی عافیت نے فقہ و لکھنؤ میں حجت کی

یونہی ذہن و پادری ایک میری عایشہ بی بی ہوا صدمہ سے لاحق سڑکا اسکے مرنے سے رہا کرتی ہے ہر دم حیرت راری فطرتوں کو دھوان افسانہ دے جبہ مملو بادانی ہے جلائیگا یہ ساری عمر تک داغ جگر محو لیکن اب دو رہ چسپ نہ ہی غور و بڑی ہوا کرتی تھی ہر اک بات سے سنجیدگی ظاہر ہوا کرتا تھا دل خوش اس سے ہر نہنے پرلے کا نمایان خوش نصیبی تھی نہایت اسکے چہرے سے ہوا کرتی تھی حیرت محو اکثر اسکی باتوں پر ملی وہ خاکین ارمان سارے ہونے مٹی ٹھہرتے ہی نہیں آنکھوں میں آنسو فطر کر سے ابھی تو عمر ہی سول سال کی وہ نیک خوچی بڑی دس دن فطریا پچی آہ بستر و پر رجب کی چودھویں تاریخ روز چار شنبہ کو میں کھاتا ہوں دلکھ صبر آتا ہی میں مسرگز الہی عایشہ کو بخش بخش جنتی دالمم ہو دھو نہا حال مظفر سال رحلت یہ نہ آئی

سیرت اور صورت کی اچھی بھی نظر بھی نہیں آتی اسوجہ سے سبکی دائمی مفارقت کا قلب مجھ پر اثر پڑا کہ قلم سینہ چاکت تھر تھریں ہو سکتا ہر وقت آنکھیں اسکو ڈھونڈھتی رہیں اور وہ دیکھنے کیلئے نہیں اسلیے کہ یہ زاری طاری ہوتی ہو درحقیقت حدیث شریف موت الولد کی الکید یعنی اولاد کی موت دلغ جگر ہوتی ہی میرے حال پر صادق آتی ہی اس درد سے وہ صاحب ولاد جو اس روحانی تکلیف کو برداشت کر چکے ہیں آگاہی رکھتے ہیں کسی سنگدل کو کیا محسوس ہو سکتا ہے۔ اس نمانہ سے طبیعت نہایت بے لطف اور دل مغموں رہا کرتا ہے۔

دیگر

دنیا سے آج وہ سوئے جست و آں ہوئی  
جس سے کہ اپنی زیست ہے باکران ہوئی  
صدیف ایسی بھی نظر سے نہان ہوئی  
حالت عجیب قلب کی کچھ لایاں ہوئی  
نازل یہ بلے کیسی بلا لا مان ہوئی  
ہر دم سزیز بھی وہ ادم کو روان ہوئی  
اکدم بھی وہ نہ چاند سی صورت عیان ہوئی  
جیسے کہ ایسی بھی جد انانہاں ہوئی  
ہر وقت ہلے کیسی قننا آسمان ہوئی  
وس و ن خط غیل رچی ناتوان ہوئی  
تکلیف اس سخت پہ وہ جانفشان ہوئی  
انکی ہے جان میری نہیں وہ نہان ہوئی  
وہ خوش مقال طوطی بھی غائب کمان ہوئی  
جس پیٹ پر یہ بار پڑا وہ کمان ہوئی  
یہ عمر و تھ اب بے آہ و فغان ہوئی  
ہر دم دلعنہ سر یہ روزبان ہوئی  
مرنے لگے آنکھ مری غوغا کمان ہوئی  
وہ نیک طبع طوطی اب غنجان ہوئی

ایضا

دیکھا ہم ہل عالم تیر و تار یک گشت  
ہاقت فیہ ہم گفتے گلے خوش نالہ وقت

افسوس پیاری بیٹی تھی جو میری عالیشان  
صد سے اسے مرنے کا اس طرح قلب کو  
صورت کی وہ شکیل نہایت ذہین تھی  
وہ پیاری باتیں اسکی سمجھے بھولتی نہیں  
پاکیزہ ایسی تھی کہ نظر اسکو کھالشی  
مرنے کا سنے رنج ہے ہر خاص عام کو  
ہر وقت اسکو ڈھونڈھتی آنکھیں ہیں چار سو  
بیشک ہیں بد نصیب وہ ذیائین والدین  
نشو و نما کے دن تھے نہ مرنے کی عمر تھی  
اکدم مرش کر اڑ کا افسوس ہو گیا  
ایمان و محبت کو فلک اس کے حال پر  
وہ کیا مری کہ دل بھی ہمارا یہ مر گیا  
پڑھتی تھی غیب آیتیں از بر تعین مبیون  
دشمن کو بھی یہ داغ نہ یارب نصیب ہو  
آہل ہے دل کو صبر نہیں آہ کیا کروان  
یار ب ہو عالیشان کو ہشت برین نصیب  
میں کیا لکھوں جو دکھو مظفر ہے بے غم  
پوچھا جو سال مرگ تو بولا روکش غریب

نور دیدہ عالیشانہ صد حیف از آغوش شد  
بود رفت کرم مظفر سال تاریک وفات

اگرچہ کئی ہزار اشعار اتر کے تحریر میں آچکے ہیں مگر ان میں سے چند غزلیات ایک قصیدہ متحمل  
ان مضامین کے جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روحنا قدس پر پڑھے جلچکے ہیں  
ہی ان لکھنے پر قناعت کی جاتی ہے۔ **غزل**

ادھر دہرہ شکر میں خیر بخت تیار بیٹھے ہیں  
نہیں سنتا نصیحت مجمع عشاق میں کوئی  
صد آئی یہ سرگوشہ سے جوں بام برآئے  
انجین لہریں منار جس کو چھینے کی خواہش ہو  
گر بیکار را ز گوا فشا یجھنسل میں ترپ جانا  
بہار آئی ہو اٹھلاتی ہوئی گلزار افسانہ میں  
پے دما جب آئے تھامے در پہ یہ بیکھا  
تھا شگاہ نیزنگی سراسر بزم عالم ہے  
منظر کس طرح فکر سخن ہوخت شکل ہے

ادھر جاننا زانکے جانسے بزار بیٹھے ہیں  
لہو ناصح و حضرت آپ کیوں بیکار بیٹھے ہیں  
ادھر بھی ہو نظر ہم بھی بیان سرکار بیٹھے ہیں  
ہمارے پاس کیوں بقائد و غوار بیٹھے ہیں  
دل ناواں میں مجمع ہے بیان اغیار بیٹھے ہیں  
تو اسنج چمن کھولے ہوئے منقار بیٹھے ہیں  
ادھر دو چار بیٹھے ہیں ادھر دو چار بیٹھے ہیں  
کہیں غزل کہیں زار کہیں میخوار بیٹھے ہیں  
پریشان حال ہیں عرصہ ہم بیار بیٹھے ہیں

ایضاً

مرے گھر بہار آئے بُت گلزار آئے  
کہیں اور قیامت تجھے بھی پیا آئے  
نہیں اعتبار اسکا تجھے اعتبار آئے  
نہ مجھے فرار آئے نہ بھینس تار آئے  
جو اداسے سر جھکا کر دم حشر آئے  
یا شرم و ہمت توں تک نہ بھینس تار آئے  
غضب ہو چاہتے ہو مجھے اعتبار آئے  
فقط اتنی ہے تنہا وہ سر مر آئے  
مجھے کیا بہار آئے مجھے کیا ہزار آئے  
نہ تجھے شمار آئے نہ مجھے شمار آئے

کبھی وہ بھی دن ہو بارب شرب وصل آئے  
یہ تم ہو بن سنور کے وہ ستم شعار آئے  
ترے عشق میں لبو نہ مری جانی آئے  
میں ادھر ہوں نیم نسل وہ ادھر ہوں نیم نسل  
کچھ غیب نہیں کہ بھولے مجھے اپنی داغوا ہی  
اس وقت نزع بھون ہوئے میں بایں وحسرت  
کبھی بھولکھی کرتے نہیں کوئی قول سچا  
ہو یہ خاک عشق میں عمر اسے کچھ خبر نہیں ہے  
میں اداس ہی رہو نہ جگہ مری ہے اوداسی  
تجھے ظلم کن نہ آئیں مجھے اپنے شکر ظالم

<p>کہ جس سے باز آکر نہ وہ جفا شعار آئے کہ اجل حسین بن کر دم اقتضار آئے نہیں اعتبار اسکا تمہیں اعتبار آئے مری آرزو بر آئے شب وصل یا آئے</p>	<p>اگر کرتے ہیں نصیحت نہیں کیوں جنابناصح مجھے حسن کے تصور میں ہے محبت عجب کیا میں فدا ہوں جان دلسے یہی نہیں کہو نکا مجھے بخت سے مظفر نہیں کچھ میدا سی</p>
<p>اٹھ کے آئینہ ہم انکے روبرو کرتے کسی کی دیرو حرم میں جیتو کرتے کہ جتنے عشق میں بھرا اہت وہ فکرتے تو وعظ چھوڑ کے واعظ سب سب کرتے ضرور ہی مرے اشکوں کی آبرو کرتے کہ ہم سے ملنے کی خود وہ ہی آرزو کرتے جو آتے شیخ دیوان آبی آبرو کرتے نہ بولتے مظفر سے گفتگو کرتے</p>	<p>اگر وہ اپنے مقابل کی جستجو کرتے جو ہم خیال قریب رک گلو کرتے مزدہ تو جب تھا گریبان کے چاک ہونیکا بھلاک جو دخترہ کی بھین نظر آتی جو دیکھتے مجھے گریان بھی نہ وہ ہنستے اثر ہمارے محبت ذرا دلہا دیتی تھے جمع پاک زمانے کے بزم زندان میں وہ تھوڑی دیر کو پہلو میں کاش آجاتے</p>
<p>ترا کچھ بھی نہ کہنا سر جھکا کر مسکرا دینا تم ہی انسا کے کدو ذرا اچھا ہو کیا دینا تمہاری بزم کا ہے مشغلہ لڑنا لڑا دینا نہیں اچھا بڑھا کر رسم الفت کو کھٹا دینا کے زاہد مجھے بھی جام اک بہر خندا دینا ذرا انکو بھی اپنی صورت زیبا دکھا دینا ہمارا نام لکھنا اور پھر لکھ کر مٹا دینا وہ چلن کا اٹھانا دیکھ کر محب کو گر دینا اگر نچ جلے تھوڑی سی بھین بھی سا قیادینا اسے روز جزا اپنی شفاعت سے بچا دینا</p>	<p>زیہ کیا و قاصد کو پیام وصل کا دینا و غادینا تمہارا کام ہے میرا دعا دینا لڑتے تم ہو انکھیں غیر سب آپس میں لڑتے ہیں یہ کیا انسانیت ہو و خدا را سیکیے حساب سمانہ باندھے ایر کر مگلہ زار عالم میں مزدہ آئے نصیحت بھول جا لیں حضرت ناصح سبحان اللہ کیا اچھی پیری شق ہے ظالم محبت چھوڑ دی لیکن نہ بھولی یہ ادا تیری ترے رند و مین اگر حضرت دعا بھی بیٹھے ہیں مظفر مضطرب ہو خون عصیان سے رسول شہد</p>

ایضاً

نظر آتا ہے جو سر سبز گلستانِ دل میں  
 سر پہ قتلِ تو اب کیوں ہن پیمانِ دل میں  
 حسرتِ دیاس کے بیٹھے ہن گہبانِ دل میں  
 ہے خوشی آج کو کل حسرتِ ارمانِ دل میں  
 ہمنے داغوں کا لگا ہے گلستانِ دل میں  
 خیر ہر آج ہن کیوں آپ نشانِ دل میں  
 نقشِ بر آب ہے یہ عالم امکانِ دل میں  
 میرے ارمانوں کا ہر گنج شہیدانِ دل میں  
 ایک مدت سے تنہا ہے یہ پیمانِ دل میں  
 فکر و اندوہ سے ہو سخت پریشانِ دل میں

کون سا شاہ گل آج ہو ممانِ دل میں  
 ڈھونڈھ لیں مجھسا و فادار زمانہ میں  
 اونکے آنے کی خبر آئے یہاں کیا ممکن  
 یہ وہ کھر ہے کبھی خالی نہیں رہتا اکدم  
 آئے کیجیے گلگشتِ چمن شوق سے آج  
 تیرے مظلوم یہ محشر میں کیسے گئے تجھ سے  
 دھیان میں آتی نہیں ہستی دنیا کچھ بھی  
 زندہ کر کے جو نکالو تو مسیحا جانوں  
 دن دکھا جلد وہ یارب کہ مدینہ دیکھوں  
 لیجیے جلد مظفر کی خبر شاہِ نجف

ایضاً

المدد شملکشا پھر سامنا مشکل کا ہو  
 دیکھ خاک کی رنگا بتات دہ محل کا ہو  
 زناقتول جہا میں نسل و قاتل کا ہو  
 عکس کناسات تیرے دل پر ہے دل کا ہو  
 ایک ادنیٰ یہ کرشمہ بروے قاتل کا ہو

پھر سینون پر فدا ہو یہ ارادہ دل کا ہو  
 مس نہیں سکتا ہو سلی خالِ جنوں کا نشان  
 ٹکڑے ٹکڑے دل کے کرتی ہو ٹپنے کی آواز  
 سر جھکا کر دیکھ لے تصویرِ حیرتِ عشق کی  
 اہل محشر نیم نسل میں مظفر محشر میں

ایضاً

دن آگئے ہن باغ میں فصلِ بہار کے

کتنے ہن دلو لے یہ دلِ بقرار کے

بکیں اسے سمجھ کے دبائے نہ ہجریار  
قابو میں وہ قیہے ہوں کچھ نہیں  
حاصل شب فراق میں ہونے صال  
آغوش میں لحد کی ہمیں نیند آئیگی  
میں چاہتا ہوں اور سیکو انھیں ہنک  
واعظ گناہگار کو تم گالیان نہ دو  
بوسون کا کچھ شمار نہ وقت اب ہر کم  
ہوتا نہیں ہر خوش جو منظر کیے کدل

سو حشر میں ہیں پاس دل بقیار کے  
میں بس میں گیا ہوں دل بقیار کے  
دل میں بھڑے بھڑے ہیں مگر تظار کے  
سوئیگے خوب جاہ ہستی اور تار کے  
وہ آجکل ہیں یار مرے رازدار کے  
قائل نہیں ہو رحمت پروردگار کے  
سننے ہیں دن قریب ہیں و شمار کے  
ستائیں بہار میں نغمے ہزار کے

### ایضاً

مری جان وہ بھی کر لوگر کوئی بیداری ہو  
رہے کچھ دیر جاری پرش اعمال اسی داور  
نہ ہے مجمع حسینوں کا نہ اب عشق کی لذت  
تصور سے کسی محبوب کے دل میں مزہ لینا  
وہ محشر میں ہو گئے یا ہو امین اس کے پوچھوں  
اگر تو زنج کرتا ہے تو رکھ لے سر کو زانو پر  
سخن سنجی کو رونق ہو منظر بزم عالم میں

ابھی کچھ کچھ تو ان خاطر ناشاد باقی ہے  
ابھی ایک مور و بیدار کی فریاد باقی ہے  
اگر کچھ بات باقی ہو تو اسکی یاد باقی ہے  
یہی اک شغل بہر خاطر ناشاد باقی ہے  
تم کا حوصلہ اب بھی تم ایجاد باقی ہے  
دم آخر یہی حسرت مری جلا د باقی ہے  
امیر نامور ہے دلغ سا و ستاد باقی ہے

قصیدہ نعتیہ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر  
مدینہ منورہ میں پڑھا گیا

سوی مدینه گزرا باشد گذر باد صبا  
 لے بادشاہ و دوجان لے مبد کون مکان  
 لے تاجدار کن فکان ای زیب بخش لامکان  
 لے رحمت للعالمین ای فخر جملہ سلیں  
 لے آئینہ ذات صمد لے منظر نور احد  
 بر حال زار مکن نظر از لطف یا خیر البشر  
 افضل توئی بعد از خدا حسن تر از مخلوق با  
 در جملہ خوبی و صفت حق کر دو کامل منزلت  
 رخسار تو شمس الضحی گیسوی تو بدر الدجی  
 کفر و ضلالت دور شد عالم ہمہ پر نور شد  
 کر دستا و شوق القمر طلبید چون آمد شجر  
 و قتیکہ آمد در جهان یوان کسری بگیان  
 دیل جبریل امین آورد مرکب نازنین  
 شد کل نازاغ البصر در چشم آن اہل نظر  
 بخشید ایند از کرم ہر گونہ از جاہ و چشم  
 بر ذات پاکست یا نبی شد مطمئن ہر امتی  
 طوفان کفر و عصیت برخاستہ از ہر جہت  
 از جرم و زشتی عمل در کار من آمد خلل  
 از نفس شیطان بعین تارکش قلب حزمین

کن عرض با ذوق و ولاد حضرت خیر الورا  
 لے ہادی ہر نفس جان لے شافع روز جزا  
 لے محرم راز نہان مقبول حق نور خدا  
 لے رہبر دنیا و دین لے چارہ ہر بنیوا  
 لے مرجع ہر نیک بادی سرور شاہ و گدا  
 از فکر ہر شام و سحر غمگین ماند این گدا  
 محبوب ذات کبریا احمد محمد مصطفی  
 ہمسرہ کس با تربت در حسن اخلاق و سخا  
 در شان عالی تو شہا لولاک شد وارد بجا  
 ہر ذرہ کوہ طور شد و قتیکہ شد جلوه نما  
 از حکم گویا شد حجر صل علی معجز نما  
 افتاد و سادہ شد روان گوشتک بودہ بر ملا  
 از فرش بر عرش برین رفتند ختم الانبیا  
 در لامکان شد جلوه گرد ذات باقی شد فنا  
 از برکت فیض قدم گلزار شد ہر دوسرا  
 چون جد و ابلقت کنی قربان دل و جان فدرا  
 از خواجگاہ مکرمت برخیز با نور حسد ۴  
 ای حمزہ للعالمین کن پاک از عیب خطا  
 افکار دنیا ہمہ قرین افتادہ در حرص و ہوا



مسجود جنات و ملک و رگه عظم چون فلک  
در شوق دیدار ورت بهین دل هر دم غمت  
لایق شاه امم ما را طلب سوسه حرم  
از غیب پیدا کن سبت یابن و م سوی عرب  
از فرط حرمان هر نفس آید چنان بآنگ جرس  
احسنت صد بکار و ان در راه او گشته و ان  
بر دراز دل داغ غم امی صاحب تاج و الم  
آن شکل و قامت دل را بر نور از ستر با بیا  
از فیض لطفش یک نظر از زهد و طاعت نیکتر  
از خوف عصیان دل تپان از مهر تو یابم امان  
در وقت نزع جان و تن در گورد در محشر بمن  
از فکر و امراض و الم محزون و غمگین شد و لم

خوش آنکه گشته منهدک آنجا رود یا بد لقا  
حاضر شوم بر روضهات مقبول باشد این دعا  
در حال فرقت سوز و غم آتش زند و جان ما  
آزاد باشم از تعب روزیکه یا بم مدعا  
جانگاه حسرت گشته بس هر مرض لطفش و ا  
بر هر قدم مسرور جان رسیدن صد جوش و ولا  
از بهر آل ذی کرم و ز بهر اصحاب صفا  
در خواب من بهر خدا از مر خود جلوه نما  
خوش بخت بیشک آن بشیر افتد چنین ظل هما  
در هند بکیس نیم جان افتاده در خوف و جا  
در عجز یا شاه ز من امداد باشد ره نما  
اے دافع رنج و تتم از بند غم باشم رها

از گردش چرخ کمن شسته مظفر خسته تن  
بر حال پُر رنج و محن کن رحم اے عقده کشا

## منشی عیوض علی صاحب

آپ شیخ غلام حسین صاحب کے فرزند اور شاہ آباد کے ذی لیاقت اشخاص میں تھے فارسی انشا پر دلاوی میں خاص مہارت رکھتے تھے لکھنؤ کے شاہی دفتر میں جبکہ فارسی زبان تھی آپ ملازم ہو کر تحریری کام انجام دیتے رہے۔ دہری کتابیں پڑھانے میں پوری دہنگاہ تھی عبارت آرائی کے ساتھ خطا بھی نشیانہ اور پاکیزہ تھا۔ موزن طبعی سے کمال مناسبت تھی۔ فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتے اور لغت گوئی سے زیادہ شوق تھا بلکہ ایک پورا دیوان لغتہ کلام کا موجود ہے بعض غزلیات بطور اختصار کے ذیل میں درج کی جاتی ہیں راقم الحروف نے بھی چند فارسی کتابیں آپ سے پڑھی تھیں اور والد ماجد سے دوستی مراسم ہونے کی وجہ سے بڑی شفقت اور محبت سے پیش آتے اور اکثر واقعات گزشتہ بیان کرتے تھے معاملات دنیا میں آپ بھی اہل الراے اور فخر خاندان سمجھے گئے نہایت نازک راج با تہذیب انسان تھے افسوس کہ بابر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ ہجری مطابق ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۷ء میں آپ نے حلت فرمائی راقم نے قطعاً تا بیچ یہ تحریر کیا ہے

ذیل علم اہل فہم و ہنر بود کست روان  
بہر وصال حضرت خلاق دو جهان  
در عمر پیر بود بہ تدبیر نوجوان  
از خاکدان ہستی موبوم شد روان

صد حیف منشی عیوض علی صاحب خجند  
رخت حیات بستان زمین دار پر محن  
آن ماہتاب برج لیاقت غروب شد  
در بوستان عالم جاوید شد مقیم

پرسید از سر و ش منظر چہ سال مرگ  
گفتہ جناب وقت سو گلشن جنان

## انتخابِ کلامِ نقیہ نقیہ عیوض علی صاحب المخلص نقیہ

<p>ہم یہ کاؤن کو دوزخ سے بچانے والے کشتی نوح کے طوفان سے چھلانے والے آپ کے نام پر ایمان کے لانے والے دل کو حُسنِ بخشنے والے شقِ حشر کے لئے لطف اٹھانے والے کوچہ احمد مختار کے جانے والے لو خبر جلد مری پار لگانے والے</p>	<p>مجاہدِ جنت کے منانے والے باعثِ مغفرت و جرم و خطاے آدم حشر کو سایۃ الطافِ خدا میں ہونگے مشعلِ طور سے حضرت نہ گائیں دل کو ناز و رن کا بھلا کیونہ اٹھانے جائیں خوفِ دوزخِ جنت کی تینا کھیں بیکرانِ بحر کو کشتی ہے شکستہ میری</p>
<p style="text-align: center;">سخت مجبور ہے نقیہ نقیہ کی خبر لو مولا لاکھوں دشمن ہیں کروڑوں ہریتانیوں لے</p>	
<p>میں وحدت سے جامِ آرزو لبر کر رہے ہیں چمن میں شاخِ گل جھک جھک میں نیکم کرتے ہیں تواہلِ خلل و ٹھٹھا دھڑ دھڑ سے قد تعظیم کرتے ہیں ملائک عرشِ اعظم سے زیارت کو اترتے ہیں نہ خواہاں مصل کے ہیں اور نہ فتنے سے ڈرتے ہیں جو تم پر اپنا ہر دم جانِ دل قربان کرتے ہیں شہیدانِ محبت کون اتنا ہو کر مرتے ہیں خبر لویا نبی ہم پر بڑے صدمے گزرتے ہیں کوئی دیکھے تو ہم کو کس طرح کے گل کرتے ہیں</p>	<p>تری الفت کا دم یا مصطفیٰ جس دم بھرتے ہیں نہ ملتانِ نعت احمدی کے شعلِ پیرا ہیں تنا خواں آپ کے جدمِ قدم رکھتے ہیں جنت میں صدائے مجاہدِ شہداء ہر قصہ دلیوان میں دو قور عشق سے ذاتِ مقدس میں فنا میں ہم اونہیں نامِ خدا ہم زندہ جاوید کہتے ہیں مریضِ عشقِ حضرت روزِ جانِ تازہ پاتے ہیں ستایا ہے نہایت گردشِ جرجِ سنگر نے گلتانِ نعلِ مصطفیٰ نعلاتِ دُنِ نقیہ</p>

## ایضا

مشرق مہر درخشان مرا سینہ ہوگا  
کشتی نوح کا ہم نام بنا کرتے ہیں  
جسکو سب خلق یہاں بے بقا کہتی ہو  
داغ کہنہ اگر جرمِ قمر میں ہوتے  
عید ہو کوچہ احمد میں اگر دم سنبھلے  
بخت خفتہ مے بیدار کبھی تو ہونگے  
دیکھیے یاد وہ کتابک مجھے فرماتے ہیں  
ساتھ جائیگی تے نعت نبی اور مثنوی

گو ہر فوت ہمیر کا خرمینہ ہوگا  
حشر کو ارنکے غلاموں کا سفینہ ہوگا  
تھضر کو ہاتھ لگا ان کا پیسینہ ہوگا  
کہتے ہم خاتمِ حسمہ کا گنینہ ہوگا  
مر گئے پھر بھی نئے لطف کا جینا ہوگا  
آسمان تا بلجا برس کی سینہ ہوگا  
ایچہ اکون سادن کون مہینہ ہوگا  
خاک مرقد میں ہی اپنا دفینہ ہوگا

## ایضا

نعت شہِ زمین کا فرہ ہو دہن میں آج  
سعدن ہے کیسہ گو ہر نعت رسول کا  
بلبل درود خوان ہے جبین ساہی ہر شجر  
ادنا مشابہت عرقِ جسم پاک سے  
منکرِ کفر قبر میں تکلیف مت کریں  
کس یونہی جمال کے کوچہ کا شوق ہے  
حاضر ہے پیشوائی کو جانِ منظر ہے دل  
کشتوں پہ کشتے لاشوں پہ لاشے ہن کو کو  
ہے شورِ الحفیظ کہیں لعطش کہیں

تا تیر کچھ نئی ہے ہمارے سخن میں آج  
شاہی کا لطف ہو مجھے دارالحسن میں آج  
لالی صبا ہے بوسے مدینہ چین میں آج  
پھولے نہیں سماتے ہیں گلِ بیرون میں آج  
نعتِ رسول ہے مری حبیب کفن میں آج  
غربت سے عشق ہی ہو جلالِ طین میں آج  
تشریف لائے مے بیتِ الخرن میں آج  
کچھ اور ہی ادا ہے ترے بانگین میں آج  
گرمی نئی ہے کچھ مے داغ کہن میں آج

لے اب تو تیرے عشق کو مٹشی اثر ہوا

پڑھتے ہیں تیرے شعروہ ہر سخن میں آج

ایضا

ہرگز نہ ثنا خوان ہوں کسی لطف دہن کا  
وہ شاہ کہ جس شاہ کی ہر شان میں لولہ لاک  
نعت شہ کو نین ہر جو حرف ہے میرا  
جو شعر ہو اک طرہ حوران جناب ہے  
مضمون معانی مے معشوق صفت ہیں  
رکھتے ہیں مین عطری جو میری غزل میں  
گلچین ہوں گلستان شناسی نبوی کا  
موزون ہر طبیعت مری فیض شہ دین کے  
حضرت کی محبت ہو مرا ملت و مشرب  
رکھتے ہیں جو خاک راقدس سے ارادت  
خلعت جنوبت کا نبیون کو ملا ہے  
حضرت نہ اگر پار لگاتے یہ سفینہ  
مشتاق ہیں خاک قدم پاک کی نگین  
کرتا ہوں نظر گر کبھی محرومی پہ اپنی  
پامال ہو مردہ مرا کوچہ میں تھارے

مدح ہوں غر و شرف شاہ زمیں کا  
ہستی گل پر مودہ ہو اک اس کے چین کا  
رتبہ کوئی دیکھے تو بھلا میرے سخن کا  
جو لفظ ہے کیا نہ ہو آہوے ختن کا  
بوزلف معنبر کی فرہ سیب ذوق کا  
گلدستہ ہو دیوان گل نسرین و سن کا  
شرمندہ احسان نہیں فردوس عدن کا  
ہو مشورہ حضرت مع خوانی کے فن کا  
طالب میں نہیں ملت ہفتاد و دو تن کا  
لیتے وہ کبھی نام نہیں دُرِ عدن کا  
اترا ہوا ملبوس ہے حضرت کے بدن کا  
تھل بیڑا نہ لگتا کبھی اس دارِ سخن کا  
زنجیر ہے پاؤں کی فرہ حب طن کا  
سمہ دیکھے رہا تا ہوں میں خراج کرن کا  
مولائین طلبگار نہیں گور و کفن کا

دولت کا نہ طالب ہو نہ زرخیز مٹشی  
العام شفاعت ہو صلہ اس کے سخن کا

## میر نجف علی صاحب

آپ میر ضامن علی صاحب کے لایق فرزند اور ذہنی علم شاعر صوفی خوشنویس مال تھے  
میر صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا میر وزیر علی صاحب کے شاگرد رشید اور لکھنؤ کے  
اہل کمال کی صحبت میں رہے حسین بخش خان صاحب فرخ آبادی سے بیعت تھی  
کتاب انوار الرحمن میں بھی ضمناً آپ کا تذکرہ تحریر ہوا ہے ہمیشہ اپنے پیر کی خدمت میں  
با وضو بیٹھتے اور پیر کے بڑے پیارے تھے مرشد کامل نے جو افتخار نامے آپ کے نام  
لکھے ہیں اور راقم کی نظر سے گزرے ہیں ان کے مضامین سے نہایت شفقت و عنایت  
مترشح ہوتی ہو میر صاحب قناعت پسند اور متواضع طبیعت کے انسان ہوئے ہیں  
گفتگو ضمیمہ اور محاورات و دلکش تھے خوشنویسی کے فن میں جو خاص بات آپ کو حاصل تھی وہ  
یہ ہو کہ زور قلم سے جس قدر جلی حروف میر صاحب لکھتے تھے دوسرے کو اتنے جلی قلم  
سے لکھنا مشکل تھا۔ بخوم و رمل سے اکثر میر صاحب نے جو بات از روی حساب بتلائی  
وہ صحیح نکلی۔ تاریخ و اشعار گوئی میں تو ایسی آپ کو مہارت تھی کہ باتیں کرتے کرتے تاریخی مادہ  
سکالیتے اور شعر موزون کر دیتے آپ کے چند تاریخی مادے ابجگہ لکھ کر قابلیت مہارت  
کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

۱۲۸۱ ہجری میں جب مولوی ابوالحسن خان صاحب خٹا پوری کی ولادت  
اور اسی زمانہ میں ان کے والد افضل حسین خان صاحب کی وفات ہوئی تو میر صاحب نے  
اس تعزیت و تہنیت کے واقعہ کو کتنی خوبی و پاکیزگی سے لکھا کہ چاند نکلا اور سورج  
چھپا اور وہ تاریخی مادہ یہ ہو کہ میر صاحب نے ہر در زمین پہنان۔ اس طرح میں آپ کے

چھوٹے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا کے یہاں جب لڑکا پیدا ہوا اور اہل خانہ نے انتقال کیا تو میر صاحب کیا لاجواب تاریخی مادہ نکالتے ہیں یہ پسر آمن جان مادر برقت۔ اور اس کو یوں منظم کیا ہے۔

تولد چو فرزند سز زنگشت ۴	ذفر ط خوشی جان مادر برقت
ز شرب شراب نشاط و الم	بجرت شدم ہوشم از سر برقت
بخت سالین شادی مرگ گفت	پسر آمن جان مادر برقت

میر صاحب کی قادر الکلامی کو دیکھتے کہ صرف اسی تاریخ کو ز در طبیعت سے گئی قسم سے لکھا ہے اگرچہ مادہ بے کم و بیش تھا مگر تمیہ بھی کر دیا اور غم و خوشی کی مناسبت سے جو الفاظ بڑھائے اُن سے حسن پیدا ہو گیا اور وہی مضمون کسی قدر اُلٹ دیا مگر لطف سے ادا کیا ہے قطعہ تاریخ تولد فرزند و رحلت مادر سے

چو در خانہ سید ذی دستار	بہ تولد فرزند مادر برقت
بے سال تاریخ شادی و غم	بجرت شدم ہوشم از سر برقت
بخت از سر بجیت در دے آہ	بگفتہ پسر ماند و مادر برقت

اُردو میں بھی لکھا ہے مگر جو بطوالت صرف آخری شعر پر قناعت کی جاتی ہے۔

سبحون نے کہا کھینچ آہ کو

چھیا ماہ خورشید طالع ہوا

۱۲۷ میں جب نواب سلطان جہان بیگ صاحبہ تاج الہند فرمانروای بھوپال کا قرآن شریف ختم ہوا اور تقریباً شرح کی قرار پائی چونکہ

آپ کے بھائی حکیم سید فرزند علی صاحب فسر الاطبا نواب شاہ جہان بیگ صاحبہ والیہ ریاست کے ملازم و معالج تھے اسلئے میر صاحب نے اس طبیبہ ہالیوں کی تاریخ تحریر کی اور نام نامی

کے ساتھ لفظ نشر کی بڑھا کر اُس تقریب کو مادہ تاریخ سے ظاہر کر دیا بڑی خوبی اور کمال  
 تو یہی ہو کہ جس امر کی تاریخ تحریر کی جاوے گا ذکر لفظی یا معنوی طور پر مادہ تاریخ میں ضرور  
 آجائے اور مناسبت پائی جائے اور قطعہ تاریخ یہ ہے کہ **این نشر سلطان جهان**  
**بیکم دنیاہ** ۱۰ از صحیف اقبال باخلاص عیان ست ۱۱ در گوشن لم حافظ فکر اپنے تاریخ  
 فرمود کہ **این نشر سلطان جهان ست** ۱۲ اس طرح ۱۳۹۱ھ ہجری میں جب  
 رئیسہ مدوحہ کیساتھ نواب نظیر الدولہ سلطان دولہ اشتام الملک عالی جاہ احمد علی خان صاحب  
 بہادر کا عقد ہوا تو اسکے بھی قطعات میر صاحب بڑے خلوص و خوشی سے موزون کیے  
 اور وہ یہ ہیں ۷

بنے نوشاہ جو احمد علی خان فضل خالق سے	معمر سال وصلت میں کہا طرز مجید کا
نہ شادی نظر آیا جہان میں چار سو مجو	جو صا و چشم سے دیکھا الف نوشاہ کے قہ کا

### ایضاً

کتبخد گشتہ صاحب اقبال	آن کہ ہم نام احمدت و علی
بہر تاریخ شادی وصلت	گفت ہا لقت کہ عشرت شادی

جب آپ کے پیر و مرشد شاہ حسین خان صاحب خلیفہ مولانا عبدالرحمن صاحب لکھنوی کا  
 انتقال ہوا تو میر صاحب اُس نچ والہ کے ہجوم میں جو ہر ایک اہل رادت مرید کو اپنے  
 پیر کی جلت سے ہوا کرتا ہے اس کثرت سے تاریخیں لکھیں کہ ایک صفحہ تاریخ مادیوں سے بھر گیا  
 بعض قطعات اسمین کے یہاں درج کیے جاتے ہیں ۷

عازم خلد شد چو از دُنیا	قبلہ عارفان حق آگاہ
گفت سال وفات او ہا لقت	کز جہان فتنہ عارفانہ



## ایضا

نظرون سے چھپا ہے آقا عجیب فان  
جنت میں قدم چوم کے تہ تیغ  
دُنیا مار یک ہو گئی غم ہو یہی  
رضوان کما کشنخ عالم ہی یہی  
اور حبشہ صاحب کا مقبرہ تیار ہوئے اسکی تاریخ لکھتے ہیں ۹۱ھ ۱۲۰ھ

بنامودہ چو طالب حسین رحمانی  
بخت بسجدہ فروشد چو از پی تاریخ  
قریب قبلہ و اگر قبلہ بصدق صفا  
سروش گفت کہ قبلہ حضور قبلہ سیا  
حبشہ میں حضرت سلطان عالم و اجد علی شاہ بادشاہ اودھ نے بمقام کلکتہ ٹیپو مرچ  
کوٹھی امیر منزل تعمیر کرائی تو میر صاحب نے قطعہ تاریخ مرتب کیا یہ

چو این کوٹھی نور منزل بن کر د  
پے سال تاریخ چون منکر کرم  
شہنشاہ ذی جود سلطان عال  
بگفتہ بخت نور بخش منازل  
۱۲۶ھ ہجری میں جب شاہ فخر عالم صاحب خلیفہ شاہ نیاز احمد صاحب کا انتقال ہوا تو آپ  
یہ قطعہ تاریخ لکھا یہ

حبیب حق محمد فخر عالم  
ہوے محبوب دان سلماتی  
گئے اسن ارفانی سو خلد  
کہا رضوان نے محو ذات باقی  
شرب تیشہ عرفان کے ساتی  
جو کی فکر از پے تاریخ خلعت  
جب کیم شہاست علی صاحب نے اپنی مشنوی کیلئے قطعہ تاریخ کی فراہم کی تو میر صاحب نے  
یہ قطعہ لکھ دیا یہ

چو خوشید حکمت شہاست علی  
شد از شاہد مدعا کامیاب  
مسیحا نفس شاعر لاجواب  
پے سال تاریخ فکر بخت  
بفکر سامنویے بگفت  
بگفتہ کہ بستان عشق شای  
میر صاحب کا کلام بہت تھا مگر مزاج میں اشتغالی ایسی تھی کہ کبھی تدوین کلام کی طرف توجہ نہ دیتی

کچھ غزلیات و قطعات و تاریخی جو زیرِ مشق آگئے تھے اور انکی فصلیان پڑی ہوئی تھیں وہ تلاش سے مل گئیں منجملہ انکے ایک غزل درج ذیل کی جاتی ہو

## غزل

ہمارے دل میں یہ قابلِ ہوا آرزو باقی	رہے گلو میں تارِ رگ گلو باقی
یہ جامِ ہاتھ سے کیوں تو نے کھلایا	شرابِ خم میں ابھی ہو کئی سبب باقی
جوانی گزری لڑکپن گیا ضعیف ہو	بس اپنے خاک میں ملنے کی آرزو باقی
لنک رہنے دلِ عاشق میں بھٹاتے	نہیں ہے گیسوی جان میں ایک باقی
میر صاحب کی یہ غزل بھی جس کا طبع	قید کر لی مرے ساتی نے پری شیشین
لیکے خم سے جوئے صاف بھر شیشین	دکھ پیے مگر افسوس کہ اسکے اشعار ضائع

ہو گئے میر صاحب اور منشی امیر احمد صاحب کی سے بھی بڑی محبت تھی اور اسی خصوصیت کی وجہ سے میر صاحب میر صاحب کے ملنے رام پور بھی گئے تھے منشی صاحب میر صاحب کو بڑے لطف سے نامہ شوق بھیجتے ایک منشی امیر احمد صاحب کا محبت نامہ میر صاحب کے نام راقم کے پیش نظر ہے جس کے القاب میں سیدی سندی مقبول بارگاہِ ملی نری میر خجست علی صاحب لکھا ہوا ہے۔

میر صاحب موصوف کو سرکارِ کھنوسے میں روپیہ ماہوار بطور نشن کے عرصہ تک ملتے رہے کیونکہ آپ شاہ رخ بیگم کے منشی ہے تھے بیگم مسطورہ واجد علی شاہ کی محنتیں بعد انتزع سلطنت اوہ جب سلطان عالم کھنوسے کلکتہ تشریف لیگیں بعض محلات مثل خاص محل معشوق محل ہمراہ گئے اور اکثر کھنوسے میں گئے جن سے تاجدار آخری

سلطنت حضرت مل - دلدار مل - فرزند مل - شہنشاہ مل -

خط و کتابت فرماتے منجائے نیک شاہرخ بیگم بھی تھیں ایک بار بیگم مذکور کو شاہ اودھ نے ہمارے منظم جس کا ردیف قافیہ ہماری شاہرخ پیاری شاہرخ لکھا میر صاحب نے بھی اُس کے جواب میں اُسی بحر و ردیف قافیہ میں اشعار نظم کر کے خط بیگم صاحبہ کی طرف سے لکھا کہ جو دیکھ کر شاہ اودھ نے شاہرخ بیگم کو تحریر فرمایا کہ تمہارا منشی بہت باتیں معلوم ہوتا ہے ناقص نے گنجینہ سلیمانی میں اُن غزلیات کا تذکرہ تحریر کیا ہے حضرت سلطان عالم کی طرف اس مضمون کے اشعار تھے

ہر گھڑی رہتا جو شغل آہ و زاری شاہرخ ہو گئی سامانِ غم عشرت ہماری شاہرخ درد سربے اب بجای تاجداری شاہرخ کوئی بھی صورت نہیں اعتباری شاہرخ ہم سے ممکن ہی نہیں غفلت ساری شاہرخ خواب حسرت ہو گئی عشرت ساری شاہرخ رحم کے قابل ہوئی حالت ہماری شاہرخ	ہو تری فرقت میں ہم کو بقراری شاہرخ لکھو عشرت کہہ تھا ہو گیا ماتم سرا گھر گٹا مونس چھٹے وہ سلطنت عاتی ہی سچ ہے اس دنیا کی فانی کی نہیں کج کائنات تم نے بھیجے جتنے خط ہم نے دیے ان کے جواب جشنِ جمیدی رہا کرتے تھے کیا کیا روزِ ب دل پکڑ لیتے ہیں ہم کو دیکھ کر اہلِ جہان
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

شاہرخ بیگم صاحب کی طرف سے جواب اس مضمون کا تھا

کر نہیں سکتی جو شرحِ غم تمہاری شاہرخ ہر گھڑی کس رنج میں ہمنے گذاری شاہرخ بند ہو کجِ نفس میں یہ بچاری شاہرخ نام نہ والے جب کی نگہ ساری شاہرخ رنجِ زدہ رہتی تھی محال انتظاری شاہرخ	ہجر میں بیتاب یہ غم کی ماری شاہرخ کیا کہیں سلطان عالم جسے کلکتے گئے ہاے گلزارِ جہان میں دھوم سے آئی بہار کچھ تھا دردِ جدائی آج کچھ آنسو تھے + ہاے خط آتا نہیں جب تک کہ میا بچ س
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ہو گئی ہوں جان دلے سخت عاری شاہ رخ  
اب کمانِ فرحت باد بہاری شاہ رخ  
حضرت حق سے دعا ہے یہ ہماری شاہ رخ  
جب در دولت پہ پھر دیکھو عاری شاہ رخ  
کتنی ہے مشکِ کشایہ خواستگاری شاہ رخ  
دیکھ لے آنکھوں سے شانِ کردگاری شاہ رخ  
اور پوری ہوں مرادیں کی ساری شاہ رخ  
خاک اُڑتی ہو دہانہ حریف خواری شاہ رخ  
اپنے اختر پر کروں میں جانِ داری شاہ رخ  
داستانِ غم جو سنتے ہیں ہماری شاہ رخ

صد سہ دوری سے شاہِ اسقدر تین ہوں  
اب کمانِ لطیف تکم کیسی گلگشت چمن  
تا ابد زندہ رہیں پھر آئینِ مقصود بلغمین  
در گہر عباس میں جا کر چڑھاؤں میں علم  
آئینِ گھر آقا ہمارے جلد یا شاہِ نجف  
پھر تری قدرت سے مولا لکھنؤ گلشن بنے  
جانِ عالم آئین آئے لکھنؤ میں جان پھر  
چھڑکا جاتا تھا جہانِ پیسہ یوں عطر و گلاب  
مشکلینِ جل ہوں مری بہر علی بہر نبی  
ٹکڑے ہوتے ہیں فور دوری کے بکھرے

افسوس کہ ۲۷ ذی الحجہ ۱۲۹۹ھ ہجری میں میر صاحب نے رحلت فرمائی شاہ  
طالب حسین صاحب جو سالک کا کردہ اور سجادہ نشین تھے راقم کے دو بروبیان  
فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ پیر و مرشد کے مقبرہ کا کلس گر گیا ہے  
میں نے خیال کیا کہ عنقریب شاہ صاحب کے مریدوں کا کوئی سرتاج دُنیا سے  
کوچ کرے گا اس خواب کے کوئی دن کے بعد میر صاحب کے انتقال کی خبر سنی  
اور خواب کی تعبیر پوری ہو گئی راقم نے قطعہ تاریخ وفات یہ نظم کیا ہے ۷

خوشنویسِ وفی یاقوتِ شاعر شیریں مقال  
مخزنِ لطف و محبتِ خوش بیانِ نازک خیال  
خلقِ دلکش داشت از بس ارفع خزنِ ملال

منبعِ علم و ہنر مقبولِ حق ہر دلِ عزیز  
صوفیِ مرتاض و قانعِ عادتِ ذاتِ خدا  
ہر کہ شہدائے ملائی گشت بھیڑ شادمان

باد آن سید یوسف در خدمت شایخ  
فکر تاریخ و فاش چون مظفر را بدل  
بود در اولاد پاش نیکو عالی خصال  
گفت والا منزلت حبیب الہی لکال

میر صاحب کے انتقال کی خبر اخبار نور الاولیاء مطبوعہ (۲۰) نومبر  
۱۹۰۰ء میں شائع ہو چکی ہے شاہ طالب حسین صاحب متخلص بہ مجیب  
نے اشعار بھی بطور مرثیہ کے لکھ کر دیوان جام جسم کے صفحہ (۳۱) میں طبع  
کرائے ہیں جس کے بعض شعر یہ ہیں۔

کھینچتے تھے جو عطار کے رقم پر خطر نفع  
جن کے مقدم کے رہا کرتے تھے ہم سیدار  
نوح خوان ہر حال ہی اُنکے قلم و چل لے  
رکھ کے سینہ پر بہا لے کو غم وہ چل بے

بات سچ جن کی ہو اکرتا تھا اپنوں کو خط  
اب نہ اس نیا میں رہنے کا فرہ ہوا عجیب  
مرثیہ کرتا ہوں میں اُن کا رقم وہ چل بے  
لطف جسے زندگی کا تھا بہم وہ چل بے

میر صاحب کی اولاد میں تین لڑکے اور دو لڑکیاں ہوئیں سید خوشی علی  
کرنل براد صاحب کمشنر دہلی کی سفارش سے جو نشی اولاد علی صاحب برادر  
میر صاحب کے شاگرد تھے دہلی میں بہمدہ اہم کلکٹری ملازم ہوئے مگر وہ بمرض  
ہیضہ جوان مرگ انتقال کر گئے۔ دوسرے سید فضل عظیم صوبہ برار میں دوسرے  
ماہوار پر ملازم ہیں تیسرے میر واجد علی صاحب ہیں بڑی لڑکی شیخ سہجان علی صاحب  
مرحوم کو منسوب ہوئیں اور چھوٹی لڑکی مولوی سید علی صاحب ناظم دارالقضا  
حیدرآباد کو جو ایک معزز و ذی لیاقت شخص ہیں منسوب ہوئیں۔

# حالات حضرت شیخ محمد مہدی حبیب قادری شاہ آبادی قدس سرہ العزیز اشعار فی المصحح

بادی راہ طریقت حامی دین بنی  
آفتاب سج عرفان نظم انوار حق  
رہبر عالی نژاد و مرشد بانی شہر  
شیخ عالیقدر گردون نخلت والا گھر  
بدن فانی الذات حق نخلت شیخ کبیر  
ناز بر فرزندش قاسم سیل مالی کند  
فیض روحانی مسیر کہ حضرت غوث پاک  
معتقہ سلطان عالمگیر شد با صد دل  
گشت این دیوانہ پر نور از چرخ فیض او  
عارف باند از شاہان ملی شد لقب  
داشت بستی پنج خلفا ضار شاہ کین  
آن کرامت ہاے بی پایان کرد وظاہر  
کرد کافر تجت بہن اسلام شریف  
گفت بر تربت کہ نماز است فوجا حی ہر  
دید کافر در فراش بلوہ اش حیران ماند  
سگ گزید کیا بدور آرام او تا خیر شد  
گفت تا روز قیامت ہر کہ آید بر دم

آخر ہر حج حقیقت گو ہر مجاہد و علا  
آسمان جاہ و عظمت گلشن صدق صفا  
یعنی حضرت شیخ محمدی عارف فاضل  
یافت صد ہا مردمان از فیض راہ خدا  
نخل باغ آرزو تو قاسم شیخ ہدا  
بچنین دل بند دین پرورد خدا کردہ عطا  
از بر اس جہاد و بر خوش نصیبی مر حبا  
دید چون زہد و تقدس صلات از لب ریا  
یافتہ اہل رادت بیشمار از وے ضیا  
از پے فرزند او جاگیر ہم گشتہ عطا  
گلشن فردوس بودہ خالق ہاش با صفا  
سیکتم نظم دوم دوسہ از پے اہل ولا  
بر و آرزو از بر مراد زندگی فرخ لغت  
شکر اسلام باشد تا کہ قایل دانسا  
کلمہ اسلام خواند و شد پشیمان بر ملا  
گوشت از خون جگر زد و حال شد شفا  
آن نہ دیوانہ شو مقبول کہہ حق تعالی

<p> ہر کہ آید سگ گزیدہ ہزارش بالیقین  در حیات آن مصد فیض ہدایت بچون  گر نباشد قول بنو بیاسوس مزار  از پے ذات بقی بہر علی شاہ وزیر  گوش فلک بر من آمدہ من عاصم  دولت دارین باید گرد تو خدای یحنا </p>	<p> از گزند زخم و از دیوانگی گرد در ہا  شد تصرف از مزارش بعد و جاری بسا  صاحب کشفی مراقب شبین صلہ ہا  یک نظر بر جال من ای مہدی راہ خدا  کن دعا ہر م شوم از بند این ہر دور ہا  این مظفر از سرا خلاص شد رح و سلا </p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کی ذات بابرکات اولیاء اللہ سے ہے شاہ آباد کو آپ کے وجود سے افتخار اور فیض قدم سے بیان کی زمین پر انوار ہے جس طرح عہد حیات میں آپ مرجع انام تھے اسی طرح آپ کا مزار بھی پرتصرف ہے اہل ارادت اور صاحبان بصیرت نے بہت سے دینی و دنیاوی مقاصد اور فیوض باطنی آپ سے حاصل کئے۔ ایک عرصہ تک آپ کی خانقاہ خدا پرستوں کی خزن رہی افسوس کہ امتداد زمانہ سے آپ کے بابرکت حالات پردہ گہامی میں پوشیدہ ہو گئے اور لوگ آپ کے مراتب سے بالکل بخیر ہین علاوہ مدارج باطنی اور کمالات باطنی کے ظاہری جاہ و چشم بھی حاصل تھا نواب دلیر خان بانی شاہ آباد کے آپ پر و مرشد تھے اور ہزار ہا بندگان خدا آپ کے حلقہ بگوش بیعت سے بادشاہ وقت عالمگیر بھی آپ کے زہد و تقدس و خدا شناسی کا معتقد تھا چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے مزار شریف پر سے غوث الزمان مہدی سوے بہشت شد۔ جو کتبہ لگایا گیا ہے وہ بادشاہ عالمگیر کے حکم سے اور جو فرمان کہ بادشاہ موصوف نے آپ کی جاگیر کا آپ کے صاحبزادہ کے نام نواب دلیر خان کی سند کے مطابق تحریر کیا ہے اس میں حقایق و معاف آگاہ عارف باللہ۔ عزت افزا الفاظ مخاطب و سر بلند کیا ہے علاوہ نذر و فتوح کے

چھٹیس موضع آپ کی خانقاہ کے لئے شاہان دہلی اور امرا سے معاف ہوئے تھے عہد شاہی تک آپ کی اولاد میں جاگیر وغیرہ کی ترقی ہوتی رہی چنانچہ آپ کے پوتے شیخ میان داد صاحب کو جو فرمان محمد شاہ بادشاہ دہلی کی طرف سے نظام الملک کے عہد وزارت میں مرحمت ہوا میں تحریر ہے شیخ میان داد صاحب جو نمبرہ قدوة العارفين زبدة الواصلين کے ہیں وہ کثیرالاعمال ہیں اور ان کی خانقاہ میں فقراء وار و صاوبہ کا خرچ بہت رہا کرتا ہے اور ہمیشہ یاد آگاہی میں مشغول رہا کرتے ہیں لہذا فضل و کرم شاہانہ سے تین موضع مخدوم پور وغیرہ صوبہ الہ آباد میں مدد معاش کے لیے حرمٹ کئے جاتے ہیں۔ حضرت شیخ محمد مہدی صاحب شیخ کبیر عرف بالابیر صاحب کے فرزند اور حضرت قاسم سلیمانی کے پوتے تھے آپ کے والد بزرگوار اور جہاد مار کے محامد و مناقب سے کتب سیر بہرے ہوئے ہیں چنانچہ مختصر طور پر اوکے حالات حاشیہ پر درج کر دیے ہیں۔

۱۵ حضرت شیخ کبیر بالا پرستہ ۹۹۹ ہجری میں بمقام رود بدنی پیدا ہوئے حضرت قاسم سلیمانی کے فرزند غلیف تھے آپ نے وہ ربات کی سعی کپڑہ حجاب کا اڈہ ملگیا تھا آپ دایمی طور پر مشغول بخندارہتے تھے اور اتباع رسالت پناہی نہایت ملحوظ تھی اپنے والد بزرگوار کے اسرار و کمالات باطنی آپ کی ذات سے ظاہر ہوتے تھے چونکہ نواب بہادر خان اپنی جاگیر قنوج میں آپ کو لے آئے تھے اس لئے جسوقت قاسم سلیمانی نے چنار گڑھ میں انتقال فرمایا اسوقت آپ حاضر تھے شاہ قاسم سلیمانی نے انکے نام خلافت نامہ و پیران طریقت کے طریقوں کی اجازت لے لی تھی تحریر کر کے اسپر اپنی مہر و قاضی و مفتی حاضرین کی گواہی کرائی اور محمد اسماعیل خادم خاص کو وہ کاغذ دیکر ارشاد کیا کہ میرے بعد یہ کبیر کو قنوج میں پہنچا دینا چنانچہ حسب وصیت وہ خلافت نامہ آپ کو پہنچایا گیا اور آپ مدۃ العمر کمال استقامت سے ریاضت و عبادت میں مصروف رہے اور از زندگی طالبان حق کو ہدایت صوری معنوی کے طریقے تعلیم کرتے رہے اپنے والد بزرگوار کی منہ خلافت کی زینت اپنے حسن کردار سے بڑی مادی مزار شیخ کبیر علیہ الرحمۃ کا قنوج میں ہے جو نہایت پر بصرہ ہے اہل ارادت اس سے قبل حاجات سمجھتے ہیں۔ آپ کے متعلق جو عبارت ملحوظ میں ہے۔ دیکھو صفحہ ۱۳۶



حضرت مہدی صاحب کے حالات راہِ قائم کو سید شاہ غلام جیلانی میان صاحب بانسوی بنو خود بھی بزرگ اور بزرگان دین کے حالات سے واقف تھے مرحمت فرمائے اوس کا حاصل اس جگہ پر تحریر کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت محمد مہدی صاحب ایسے عالی مرتبہ درویش تھے کہ ان کی ذات معرفت کی معدن اور وحدت کی مخزن تھی آپ حضرت شیخ کبیر بالا پیر کے فرزند و خلیفہ تھے آپ سے اکثر خوارقِ عادات اور کرامتیں سرزد ہوئیں جب آپ اپنے والد بزرگوار کے روضہ کی تعمیر سے فراغت حاصل کر چکے تو ایک مسجد کے بنائیں مصروف ہوئے اثنائے تعمیر میں ایک روز ایک بد عقیدہ گمراہ شخص آیا اور آپ کو خانہ خدا کی تعمیر میں مشغول رکھ کر اوس نے دین اسلام کی توہین شروع کی اور کہنے لگا کہ ہمارے ہم مذہب ہند و جو مرتے ہیں وہ جلا کر خاک کر دئے جاتے ہیں اور مسلمان لوگ زمین میں دفن کر دئے جاتے ہیں۔

۱۰ وہ مجسٹریٹ کچھائی ہے۔ آں سترشد آں پدرشد عالیقدر آں مارت بے نظیر حضرت شاہ کبیر غلف و خلیفہ شاہ قاسم سلطانی است ریاضت بسیار کردہ پردہ ہجرت دیدہ و اہم مشغول بنایا پیوستہ بایں طریق صطفی نور کمالات والد بزرگوار محل کمالات اسرار بودہ در وقت وفات والد در چنار گڑھ حاضر توب شاہ قاسم بلائے اذامہ از مہر خود گواہین قاضی و مفتی و دیگر ثقات کہ آنوقت حاضر بودند فی موضع شمال خلافت و جانشینی خود با سبب اجازت طریق گزین مرید و یقین و تسلی نوشتہ حوالہ محمد بھیل خادم خاص کردہ کہ بعد من در قنوج بکیر رسان بعد وفات حضرت قاسم سلطانی نامہ خلافت با حضرت رسیدہ و مراد العرکمال استقامت و یقین طالبان در طاعت و عبادت طریق صوفی بنویسند پدر بزرگوار بار بار داشتہ خلافت را زمینیدہ و مزارش در قنوج قبلہ حاتمندان است ۱۲۔ رمضان ۱۰۸۵ ہجری کو شیخ کبیر صاحب نے انتقال فرمایا ۱۰ برس کی عمر ہوئی تاریخ رحلت را رقم نے نظم کی ہے سہ آفتاب چمن عرفان حضرت شیخ کبیر حامی دین محمد رضا با صفا حاجی کفر و ضلالت و واقف ستر خلد و مخزن انوار و ازان چشتہ فیض و عطا و از پے سانش مطلقہ فکر شدہ گفتہ سر و شہادت رفت بالا پیر صاحب کا آپ کا مقبرہ جوشنہ ہجری میں تعمیر ہوا اوسس پر جو عبارت تحریر ہے وہ مذکورہ ذیل نقل جاگہ بہادرخان میں تحریر ہو چکی ہے مرقعہ تاریخ جو کتبہ پر وہ بیان نقل کیا جاتا ہے۔ شدہ ہجری سال ہزار و پنچہ و چار و دہشتہ و دہ و دود و دوازمہ رمضان۔ و یکم صوفیہ ۱۳۶

وہ قبر میں عجب عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں انکے بدن میں کیڑے پڑتے ہیں جسم و اعضا انکے سڑتے ہیں آپ نے یہ اعتراض سنکر اس سے فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جائے تو میں مذہب اسلام کی خوبیاں اور اُسکی حقیقت عالیہ کا تجھ کو مشاہدہ کرادوں وہ اس امر پر راضی ہو گیا آپ اوسکو حضرت حاجی شریف زندگی علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار پر لے گئے آپنے سلام علیک کر کے حضرت موصوف سے عرض کیا کہ آپ اپنی موجودہ حالت اس منکر اسلام کو دکھلا دیں چنانچہ حضرت ندنی نے اپنی حالت اس پر ظاہر کر دی اور اوس کا فرنے اپنی آنکھ سے حضرت موصوف کے جسم اطہر کو بعد وفات کے دیکھ لیا۔

وہ اصل عبارت بھی ہم یہاں پر تحریر کیے دیتے ہیں تاکہ ناظرین کو موقع و سوا اس کا فریاد بقیہ صفحہ ماقبل کہ پیر کامل و قطب ماہ شیخ کبیر و سپہر علم و عل بحر دانش عرفان و گفت اعلیٰ حق را اجاں بیکجا روانہ کر دو و انرا بروضہ رضوان پناہ کے مزار پر لنگر جاری رہتا تھا۔ شیخ کبیر صاحب کے بارہ گیارہ صاحبزادہ اور دس صاحبزادیاں چار بیویوں سے منقول ہیں۔ صاحبزادوں کے نام یہ ہیں شیخ شہاب الدین شیخ امام الدین شیخ عبدالمومن شیخ عارف شیخ محمد مدی شیخ عبدالقادر شیخ بہاء الدین شیخ زبیر شیخ بشیر الدین شیخ عبدالحکیم شیخ ممتاز فرود شیخ مظفر ایک بیوی آپکی مسماۃ حمید بی بی بنت گل بن مامون ابراہیم زی و ملاری خیل تھیں جنکے بطن سے شیخ عارف شیخ مدی شیخ عبدالقادر تین فرزند اور چند صاحبزادیاں پیدا ہوئی تھیں۔ دوسری بیوی تارخ بی بی جنکے بطن سے شیخ شہاب الدین و امام الدین و عبدالمومن اور چند صاحبزادیاں متولد ہوئیں البقیہ ہوئی ہیں شیخ محمد مدی و شیخ عبدالکریم و شیخ مظفر و شیخ مختار و غیرہ باقی رہے تھے مابقی صاحبزادے جنکی بعض راوی سات بتلے تھے مین مع چند صاحبزادوں کے صغریٰ میں انتقال کر گئے تھے شیخ عبدالکریم بعض کتب میں آپ کے بھائی کا نام لکھا ہوا ہے۔

ان معدن معرفت ان مخزن وحدت ان درویش عالیجاہ حضرت  
 محمد مدی شاہ خلف و خلیفہ شاہ کبیر بالا پیر جانشین جد شد  
 صاحب خوارق و نمایش حالات بود و زیکہ از بنائے روضہ پید  
 فارغ شد بنیاد مسجدے انداخت کافرے آمدہ آنحضرت را  
 مصروف تعمیر خانہ خدا دیدہ ایمانت دین اسلام آغاز نہاد  
 و گفت ہنود کہ می میرند میسوزند خاک شدہ بر باد میروند و مثل  
 مسلمین در قبر مبتلا بقبوت و کرم نمیشوند و فرمود اگر مسلمان  
 شوی ترا از علو مرتبت اہل اسلام آگاہ سازم او قبول  
 کرد پس بر سر مزار حاجی شریف زندنی کہ در قنوج  
 مشہور است برو سلام کرد و خواست کہ آنحضرت خود را  
 برین کافر بنماید حضرت حاجی شریف خود را بچشم کافر آشکارا  
 ساخت کافر آنحضرت را دید۔

۱۵ جد سے مراد حضرت قائم سلیمانی ہیں۔ حضرت قائم سلیمانی موصوف مشائخین ویشان و عارفان  
 عالی مقام کے سرگروہ تھے خداوند کریم نے انکو قطب زمانہ اور صاحب مشاہدہ کیا تھا کمالات باطنی  
 آپ کے بلند پایہ تھے اور آپ نہایت قوی حال اور صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے ہمیشہ مخلوق کی  
 دستگیری فرماتے تھے ۹۵ھ میں پشاور کے قریب رود بدنی کے پیدا ہونے تھے آپ کے والد کا  
 نام شیخ قدم بن شیخ خواجہ محمد زہد تھا آپ کی والدہ بی بی نیکبہ شیخ البدل صاحب افغان کی صاحبزادی تھیں

## حضرت شیخ محمد مہدی صاحب کے ایک بھتیجے اور خلیفہ شیخ برہان الدین صاحب

بقیہ صفحہ ماقبل۔ سچا نامش نہاد نہ قائم ولی بہ جان شد زانوارہ او متلی بہ آپ قوم کے پٹھان  
 متی زئی خلیل ہیں۔ سات برس کی عمر سے آپ نے صوم و صلہ ترک کیا اور نہ گناہ کبیرہ کیا قرآن شریف  
 اور مسلم دینی محمد گولہ زئی سے پائی اور حضرت غوث الاعظم سے فیض روحانی حاصل ہوا جب ایک اہل  
 حضرت قطب عالم غوث نبی آدم شیخ عبدالقادر جیلانی سے عالم معاملہ میں ظاہری بیعت کے لیے عرض  
 کیا تو ارشاد ہوا کہ عمدہ کر سیکو برائہ کہو نگا اپنے قبول کیا اسکے بعد سید علاء الدین حموی کے ہاتھ پر بیعت  
 کی اجازت حاصل فرمائی اثنائے راہ میں لوگوں سے اپنے بہت اذیتیں اوٹھائیں مگر عمدہ شکنی  
 نہ کی سیکو برائہ کہا جب اپنے پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو وہ حسب الامر غوثیہ آب کے آپکے  
 استقبال کو حماہ سے باہر تشریف لائے اور مرید کر کے فرقہ شریف عنایت کیا اور کہا کہ یہ امانت  
 تمہارے لیے رکھی ہوئی تھی اسکے بعد آپ مکہ معظمہ مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے اور بغداد شریف میں  
 بھی چلہ کشی فرمائی اور بجن اشراف چاہ یہوسف مشہد اقدس مزار خالد بن ولید رحمہ اللہ حلب بصرہ  
 وغیرہ کی سیاحت کرتے ہوئے حسب الحکم پیر و مرشد عرب سے ہندوستان آئے اثنائے راہ میں  
 خراسان بلخ غزنین کابل پشاور کے اولیاء اللہ کے مزارات بھی حاضر ہوئے اور پھر اپنے وطن ثانی پہونچکر  
 موضع پلاسی میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے آپ کی بزرگی و کرامت کا ہر طرف شہرہ ہوا تین لاکھ  
 ایک سو اٹھاس آپکے مرید تھے تیس خلیفہ صاحب ارشاد ہوئے ایک مرید و خلیفہ آپکے شیخ حسین محمد  
 قادری تھے جو فرزند رضی الدین محمد سلیمان کے تھے اور وہ افغانستان کے قدیم مشایخوں سے تھے  
 جنہوں نے ستر ہزار مریدوں کو تلقین فرمائی تھی اور ایک ہزار اونکے مرید صاحب ذوق و شوق اہل  
 مجاہدہ و مشاہدہ تھے۔

جب آپ کے کمالات باطنی کے ساتھ ظاہری شان و شوکت دیکھی تو بعض غمازون نے اکبر بادشاہ

یڑے صاحب کمال گذرے ہیں جنکی مسیحائی سے مردے زندہ ہو گئے انکا  
 بقیہ فقیر ماقبل کما کہ فیض علاوہ کرامات کے طاقت و جاعت کثیر رکھتا ہے ایسا نہو کہ نرج  
 کرے بادشاہ نے ایک خوان میں شمیر اور دوسرے میں زنجیر رکھ کر بھجوائی آپنے اس امر کی اطلاع  
 حاضرین سے پیشتر ہی کر دی تھی کہ مشیت البیہ میں یہی ہے کہ میں اسیر ہو کر مدفن کو جاؤں جب  
 بادشاہی مراسلہ پہونچا تو آپنے فرمایا کہ بجو ملک دنیا کی خواہش نہیں ہے اگر تمنا ہوتی تو دعا  
 کا ایک تیر کافی تھا آپنے زنجیر میں لی اور سنسنیہ میں لاہور اکبر افضل کے مکان میں مقیم ہوئے  
 اور ذکر اشغال و یاد الہی میں مشغول ہوئے اسکے بعد اکبر بادشاہ نے آپکو شہر کے اندر رہنے کی  
 اجازت دی اور آپ متعلقین محلہ حاجہ میں سکونت پذیر ہوئے بعض لوگ اس مفسدہ پرداز کی  
 باعث فیضی وغیرہ کو بتلاتے ہیں جب اکبر بادشاہ کا انتقال ہوا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو سلطان  
 خسرو سے جنگ ہوئی اور خسرو بھاگ کر لاہور آیا اور اسنے مشائخین کو بلا کر نذر دی اور دعالے  
 فقیہانی کی استدعا کی یہ خبر سن کر جہانگیر نے لاہور کے مشائخین کو طلب کیا اور جہانگیر نے یہ بھی  
 سنا کہ قاسم سلیمانی نامی ایک درویش ہے اسکی نظر چسپوڑتی ہے وہ مجذوب ہو جاتا ہے اسنے  
 آپکو بھی بلایا آپ ابراہیم خان کے ہمراہ ہاتھی پر سوار ہو کر جہانگیر کے پاس آئے بادشاہ مذکور نے  
 کہا کہ آپ کی وجہ سے خلقت کا جو رم رہتا ہے اسلیے آپکا قیام چنار گدھ میں مناسب معلوم ہوتا  
 چنانچہ آپ حسب احکم سرہند دہلی اگرہ ہوتے ہوئے ۱۵۱۵ء جب سنہ ۱۵۱۵ء کو چنار گدھ پہونچے  
 اشلے راہ میں آپنے یہ بھی فرمایا کہ بزرگان دین مجھے فرماتے ہیں کہ تو اپنے مدفن کو جا رہا  
 باقی عمر کے انفاں آپنے وہاں عبادت الہی میں گزارنے چنار گدھ میں اکثر آپسے کہتین ظاہر  
 ہوئیں جب ضرورت وضو کی ہوتی تو آپ دریاسے وضو کرتے زنجیر کی طرٹ دیکھ کر فرماتے  
 کہ میرے پیر سے نکل جاوہ بھلائی بعد وضو کے فرماتے کہ آجاوہ آجاتی نگہبان شعیہ تھا

مزار جالندھرتین موجود ہے اس نواح میں انکی کڑھتین ہر خاص و عام سر پر روشن  
 تصنیف ماقبل اوسنے یہ خبر بادشاہ کو پہونچائی بادشاہ نے متلے ملاقات ظاہر فرمائی مگر آپ نے  
 نہ منظور کیا رحلت سے تین ماہ پیشتر وضو کے وقت آپکے خادم سمیع نے عرض کیا کہ ایک کاغذ آپکے  
 سر پر معلوم ہوتا ہے آپ نے اسکو لیکر دستار کے بیچ میں رکھ لیا اور فرمایا کہ مجھکو ایک مقام مقنا  
 محبوبی سے عنایت ہوا ہے یہ اوسکی سند ہے اور فرمایا کہ کل دار فنا سے ملک بقا جاوٹھکا میں تیر  
 پھینکتا ہوں جہاں پر گرے اوسجگہ پر دفن کرنا قصہ ۱۹ جمادی الاول ۱۰۳۷ھ کو اپنے ۶۰ برس کی  
 عمر میں انتقال فرمایا چار گڑھ میں آپ مدفون ہوئے اہل امارت نے عمارت مقبرہ کی تعمیر کرائی  
 نو ماہ قلعہ کے اندر آپ رہے راقم نے قطعہ تاریخ وصال یہ نظم کیا ہے ۵۷ چو شیخ قاسم دیمباہ  
 بایزید زمن بہ بزیر سایہ رحمت وجود خویش نہفت بہ فکر سال وفاتش دل مظفر شد بہ چرخ بافت  
 غیبی خدا شناس گفت بہ آپ کی اولاد میں سات فرزند اور نو صاحبزادیاں چار بیویوں کے کطن  
 سے لکھی ہوئی ہیں بعض بیوی قوم کی گلیاں فی بعض خلیل تھیں فرزندان کے نام یہ ہیں۔ شیخ ابراہیم  
 شیخ کبیر بالا پیر شیخ فرید۔ عبد الکبیر۔ شیخ محمد و مہل۔ شیخ اسماعیل۔ شیخ نور۔ بی بی حکیمہ کے بطن  
 سے شیخ کبیر اور شیخ فرید تھے۔ اور خدیجہ بی بی کے بطن سے شیخ محمد و مہل وغیرہ تھے۔

بحر و خارین جو حضرت قاسم سلیمانی کے متعلق عبارت ہو وہ قابل دید ہو جو مجسمہ بیان پر نقل کیا جاتی ہو  
 آن سر زمرہ مشائخ و ایشان آن سر گروہ عارفان عالی عرفان ان معنی کمالات معانی قطب زنگار  
 حضرت شاہ قاسم سلیمانی از مقتضای طایفہ مشائخ بغایت بزرگ مجاہدہ و صاحب سٹا ہدہ  
 حلے قوے و نفسے قاطع و دست گیر داشت اکثر شاہبازان ہوئے انصاحب کمال  
 ہوئے کمال ہو اور آمدند۔ حضرت قاسم سلیمانی قادری کے جد امجد شیخ مرداد نہایت پر تصرف  
 اور صاحب قوت گذرے انکی کرامات میں لکھا ہوا ہے کہ ایک روز دہلی سے قریب ہمار کے

ہیں وہاں مدت تک سکھوں نے آپ کے مزار کے چراغ کو بجھانا چاہا مگر قدرت الہی سے پھر وہ روشن ہو جاتا تھا آخر کار مجبور ہو کر اس بے آدبی سے باز آئے اور ان کے متعلق بحر ذخار میں جو عبارت تحریر ہے وہ درج ذیل ہے۔

ان برہان کمالات نقین حضرت شیخ برہان الدین برادر زادہ خلیفہ شیخ ہمدی شاہ است صاحب کمال بود احیاء موتے از و بعمل آمدہ مزارش در جالندہر است کرامت و خوارق او بر خاص و عام ان نواح اظہر است در ان نواح عمل سکھان کا فر بود مدتها خواستند کہ چراغ مزارش خاموش باشد میسر نشد

بقیہ صفحہ ماقبل جا کر ایک جگہ کو معہ اسکے چار مرید و کلمو سلمان کیا اور اپنے ہمراہ لا کر اپنے مکان پر مغرب کی نماز ادا کی جب نواح قندہار میں وہ شہید ہوئے اور کسی کو خبر نہ ہوئی ایک سال کے بعد اپنے فرزند کو شب میں دکھلایا کہ جو کھو فلاں موضع میں شہید کر کے خاک میں چپا دیا ہے وہاں سے نکال کر جنازہ کی بنیاد ادا کر کے فلاں مقام میں دفن کر دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ انکی قبر کی خاک سے سانپ اور سگ گزیدہ اور ملک امراض کو شفا ہوتی تھی۔ شیخ عارف بھی آپ کے اجداد میں بڑے بزرگ گذرے ہیں۔ شیخ حسن بھی ایک بزرگ تھے جو مرید خواجہ بہاء الدین زکریا ملتانی کے تھے جنکے متعلق خواجہ صاحب موصوف فرماتے تھے کہ اگر مجھ سے حشر کے دن پوچھا جاویگا کہ دنیا سے کیا لایا تو کوئی نگاہ حسن کو۔ شیخ حسن کی کرامت یہ ہے کہ دہلی میں ایک شخص نے مسجد بنانی قبلہ کی سمت سیدھی نہیں ہوتی تھی معارف عاجز تھے آپ نے زور تصرف سے جملہ حاضرین کو قبلہ دکھا دیا اور مسجد کا رخ صحیح کر دیا۔

اوشان خاموش میگردند بقدرت الہی روشن میشدند ناگزیر  
ازین بے ادبی دست بردار شدند۔

شیخ برہان الدین صاحب موصوف کے پاس شاہ آباد میں تاج محمود  
دیوانہ رہا کرتے تھے اونہوں نے اونکے دامن فیض سے برکات و  
کمالات حاصل کیے تھے حضرت محمود سے اعلانیہ کرامتیں ظہور میں آتی تھیں  
ایکبار ایک نہراپنے زور تصرف سے جاری کر دی تھی آپ کا دل عشق الہی کے  
تیر کا نشانہ بن گیا تھا مگر گذراوقات ملازمت سے کرتے تھے۔

خزنیۃ الاصفیا کے صفحہ ۹۱ میں چند کرامتیں آپ کی مرقوم ہیں ایک بار خشکسالی  
میں خداوند کریم نے آپ کی دعا سے پانی برسا دیا تھا اور ایک شخص نے آپ پر  
بے ادبی سے لکڑی اوٹھائی تھی اسکا ہاتھ شیر نے چاٹ لیا تھا اور ایک عروس  
کے ورثانے آپ کے سامنے نکلنے سے بدگمانی کی تھی وہ دیوانی ہو گئی تھی  
اور پھر آپ کی دعا سے صلی و صحیح حالت پر آگئی تھی شیخ محمود تاج قادری  
کی وفات ۱۰۲۰ھ میں بعد عالمگیری ہوئی تھی مادۂ رحلت شیخ الاصفیا اور  
عاقبت محمود تاج اولیا ہے آپ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ زبان  
سے فرماتے اس طرح ظہور میں آتا تھا خزنیۃ الاصفیا کی عبارت طوالت کے  
خوف سے قلم انداز کیجاتی ہے مگر چند سطرین بحر و خار کی اسجگہ پر تحریر کیجاتی ہیں  
آن خدا نیک عشق را نشانہ حضرت تاج محمود دیوانہ در شاہ آباد  
قریب شیخ برہان الدین بود معاش از چاکری کر دی کرامت  
اعلانیہ داشت وے بر حجت کافرے جوئے خشک از



سمتے بسمتے بزور تصرف روان ساخت۔

حضرت شیخ محمد مہدی صاحب قادری شاہ آبادی کے تصرفات میں ایک یہ امر بھی آج تک چلا جاتا ہے کہ جس شخص کو کتا کاٹ کھائے اور وہ آپ کے مقبرہ کے دروازہ سے نکل کر اس کنوین کو جو مقبرہ کے احاطہ میں ہے جہانک آئے وہ بفضلہ گزند یوانگی سے محفوظ رہتا ہے۔ نقل ہے کہ ایک بار آپ کو ایک کتے نے کاٹ کھایا تھا اور کتا زخم عرصہ تک علاج سے اچھا نہ ہوا آپ نے اتنا ناقص گوشت چھری سے کاٹ ڈالا جسکے بعد وہ زخم حکم الہی سے اچھا ہو گیا اس اثنا میں آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر آج سے کتے کا کاٹا ہو شخص میری درگاہ پر حاضر ہوگا تو انشاء اللہ وہ مرض دیوانگی سے محفوظ رہیگا اور یہ کرامت آپ کو موروثی طور پر اپنے بزرگوں سے ملی تھی۔ حضرت مہدی صاحب کے ملبوسات میں ایک کرتہ تیر کا چلا آتا تھا اور کتا یہ اثر تھا کہ اگر کسی شخص کو کوئی اہم کام پیش آتا اور وہ فوراً اس وقت طباتا تو گویا اس شخص کے حق میں یہ فال کامیابی کی تھی ورنہ ناکامی ہوتی مگر افسوس کہ جس شخص کے پاس وہ رکھا تھا اسکی بے ادبی سے جل گیا آپ کا مزار محلہ بڈریا میں موجود ہے مقبرہ پر یہ کتبہ نصب ہے

در سال نیک میمون در روز سعد حسن

غوث الزمان مہدی سوعے بہشت شد

۵۸۰ خلیفہ شعیب۔ عہد عالمگیر بادشاہ غازی السعد جلوس

دوسرا شعر بھی اس بیت کے نیچے پتھر پر کندہ ہے مگر حرف گر گئے ہیں پڑھانہیں جاتا مگر ایک مصرعہ پڑھنے میں آیا ہے اور وہ یہ ہے ہچوارم تازہ بتایم سعید۔

راقم سے ایک مستباز انسان نے بیان کیا ہے کہ آپ کے مزار سے فروع  
اور مراقبہ فیہ انوار مشاہدہ میں آئے ہیں آپ کی خانقاہ کے لیے معافیان لگی  
تھیں بعض اسناد آج تک موجود ہیں اور بعض امتداد زمانہ سے ضائع ہو گئی  
ہیں ثبوت کی غرض سے ایک سند معافی موضع کی جو سرکار بدایون میں موضع  
یعنی موضع بچولا اور موضع المیادے گئے تھے یہاں پر درج کی جاتی ہے۔

### نقل سند معافی بنا بر مصارف درگاہ

توانی

شیخ محمد ہمدی قادری



چون حقیقت استحقاق و کثرت اخراجات فقر اور درگاہ غوثی اہل  
قطب الدارین بطور پیوست لہذا موضع المیادے کر کا خاص علم پر گنہ مہر آباد سرکار  
بدایون من ابتدائے فصلیہ سلف اللہ دروہ نذر درگاہ مقرر نموده شد  
باید کہ فقر اور گاہ حاصلات آنرا فصل فصل سال بسال صرفت مایحتاج خود یا  
نمودہ بدعا دوام دولت ابد مدت اشتغال مینمودہ باشند تحریر فی التایخ  
بست و دوم شہر رمضان المبارک ۱۲۵۲ جلوس معلی  
اب آپ کے مقبرہ اور باغ کی چار دیواری شکست حالت میں ہے احاطہ کا  
رقبہ کئی بیگہ کل ہے جسکے اندر خانقاہ و پختہ کنواں اور پر فضا باغ نصب تھا مگر  
وہ بہت خستہ و خراب ہو رہا ہے جاگیر میں جاتی زمین اولاد بے علم ہو گئی اور  
کوئی ذی مقدور شخص ادھر متوجہ نہوا سکیے اسکی آبادی و دیروانی سے مبدل

ہو گئی شیخ مہدی صاحب کے والد ماجد شیخ کبیر بالا پیر صاحب کو جو مقبولان الہی سے تھے نواب بہادر خان اپنی جاگیر واقع قنوج میں لائے تھے اور بڑے اعزاز سے رکھا تھا جب شیخ کبیر صاحب کا قنوج میں انتقال ہو گیا تو نواب صاحب موصوف کے عہد میں ان کا مقبرہ بنوا گیا چنانچہ اوسپر کتبہ آج تک ایسا درخان کے نام اور ان کے عہد میں تعمیر ہونیکا لگا ہوا ہے اسکے بعد جب ایسا درخان نے شاہ جہانپور آباد کیا تو شیخ کبیر صاحب مرحوم کے برادر محمد وصل صاحب کو شاہ جہانپور لائے اور اپنی صاحبزادی ان کے عقد میں دی اسی طرح نواب دلیر خان نے جب شاہ آباد آباد کیا تو حضرت شیخ کبیر صاحب مرحوم کے صاحبزادہ شیخ محمد مہدی صاحب کو بکمال تعلیم شاہ آباد لائے اور محلہ بدایا میں بسایا اور موضع جوگی پور و موضع کنھر پور جو اسی محلہ کے متصل واقع تھے آپکی معافی میں دیے آپکی اولاد و خلیفہ بھی صاحب عظمت اور خدا پرست ہوئے ہیں۔

شیخ محمد مہدی صاحب کی وفات سنہ ۱۱۷۵ھ میں واقع ہوئی سنہ وفات کتبہ مذکورہ بالا میں منقوش ہے راقم نے بھی از روئے حساب دو مادے تاریخیں نکالے ہیں پہلا مادہ اس مصرعہ میں ہے

مہدی جہان شیخ مہدی

اور دوسرے تاریخیں مصرعہ کو اس قطعہ میں منظوم کیا ہے

مقبول جناب پاک احدی  
ہادی زمان شیخ مہدی

از دہر برفت سوئے جنت  
از بہر وصال گو مظفر

# خلافت

علاوہ ہزار ہا مریدین کے آپ کے چند خلیفہ نہایت نامور اور صاحبِ تقہ س تھے انہیں بعض عالی مراتب گزرے ہیں مثلاً آپ کے بھتیجے برہان الدین صاحب جو آپ کے خلیفہ بھی تھے جنکے کمالات و کرامات ضمننا ہم اوپر بیان کر چکے ہیں اس نمرہ میں خلیفہ شعیب بہت مشہور تھے انھیں کے انتظام سے کتبہ درگاہ پر نصب ہوا ہے اور اکثر امور خانقاہ و دیگر معاملات صاحبزادگان کے انکے ہاتھوں انجام پاتے تھے چنانچہ جمال خان کمال خان و چاند خان و تاج خان وغیرہ گلیانی نے پندرہ بسوات زمینداری موضع طاہر پور پر گنہ کانٹ سرکار بدایون کے جو شیخ ہدایت اللہ صاحب قادری کے ہاتھ فروخت کیے تھے وہ آپ ہی کے ذریعہ سے ہوئے تھے اور اسکا بیعنامہ ۷ رجب سن ۱۱۷۰ھ کو تحریر ہوا ہے اس میں خلیفہ صاحب موصوف کا حوالہ لکھا ہوا ہے اور قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ثبت ہے یکس خلیفہ خانقاہ میں حاضر رہتے تھے جنکے نام دو سو پچاس بیگہ اراضی بھی معاف تھی انکے ناموں کی فہرست یہ ہے۔

خلیفہ عبد الملک	خلیفہ عثمان	خلیفہ شعیب	خلیفہ اسحاق	خلیفہ عمر
خلیفہ یوسف	خلیفہ عرفی	خلیفہ گل	خلیفہ پائندہ	خلیفہ خان
خلیفہ محبت	خلیفہ عزیز	خلیفہ الہداد	خلیفہ خداداد	خلیفہ الیاس
خلیفہ احمد	خلیفہ شریف	خلیفہ حاجی	خلیفہ محمود	خلیفہ حسین
خلیفہ خوند علول	خلیفہ ننگر خوند	خلیفہ خوند لعل	خلیفہ راجی	خلیفہ جمعہ

## نقل پروانہ بنام خلفائے شیخ محمد مہدی ق

قاضی علی شہد متعجبان مارت پناہ ولیر خان بہادر از قرار بتایں ۹۴ محرم سنہ ۱۲۸۵  
 متصدیان مہمات حال و استقبال پر گنہ ساندی عملہ سرکار خیر آباد بدہند  
 چون موازی دوصد و پنجاہ بیگلہ محال مسطور بموجب سنا و حکام سابق مفصلہ ضمن  
 در وجہ مدد معاش فقر و خلفائے شیخ محمد مہدی قادری مقرر است درینو لا اینجا نب  
 نیز دستور سابق حسب ان ضمن مقرر و سلم داشتیم باید کہ پیچ و چہ مزاعم احوالین جماعت  
 بعلت اراضی مسطور شدہ و اگر اندک بخاطر جمع حاصلاتش فضل فیصل سال سال  
 صرف مایحتاج خود بایمنمودہ باشند و بدعا و دولت دوام ابد مدت اشتغال نمایند  
 در نیاب تاکید دانند مقرر فی التایخ شہر صدر سنہ الیہ  
 مقررہ شرح ضمن عی اسامی مقررہ اراضی بلا سگہ موازی دوصد و پنجاہ بیگلہ  
 اراضی بکمر الی بنجر افتادہ۔

تفصیل اسما و خلفائے مذکور الصدور

### اولاد حضرت محمد مصباحی قادری

آپ کے تین فرزند تھے جنکے نام نامی یہ ہیں شیخ منور صاحب شیخ  
 مراد صاحب شیخ ہدایت اللہ صاحب راقم نے آپ کی اولاد  
 کا شجرہ بڑی تحقیق و جانچا ہی سے مرتب کیا ہے اور اس خاندان کے مستند  
 کا قذات سے مدد ملی ہے۔

# سجده محمدی صاحب

شیخ نور محمد  
لا ولد

شیخ ابراهیم شادروشن شیخ محمد حسن

شیخ محمود اده صاحب  
لا ولد

محمد زاهد صاحب  
لا ولد

۵  
میان دادم صاحب  
بادشا بدیم  
لا ولد

۴  
شیخ غیاث افروز شیخ علی اده صاحب  
لا ولد یک چله مورد شن بن کایا بن

۳  
عبد الرسول صاحب  
عبد الوارث صاحب

۲  
عبد السلام استریتا  
عبد المیزان  
لا ولد

۱  
شیخ عبدالکریم صاحب  
محمدی غلام علی محمدی  
لا ولد

بنیاد طغان محمد طغان حسن طغان

عبد الفتوح  
عبد الوارث  
لا ولد

یوسف علی  
قدیر علی  
لا ولد

عبد المیزان  
دارم صاحب  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان

عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان

عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان

عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان  
عبد المیزان

شیخ منور صاحب کے حالات اور انکی اولاد کا تذکرہ کسی کاغذات میں نہیں ملا اور نہ انکی اولاد کا نام ترکہ وغیرہ کی تقسیم میں آیا اس سے آپ کا اولاد ہونا ثابت ہے۔

شیخ محمد مراد صاحب آپ کی زندگی میں ایک واقعہ پیش آیا ہے جس کا مختصر موجود ہے یہیں تحریر ہے کہ حقایق آگاہ معرفت دستگاہ شیخ محمد مراد صاحب الکریمہ اپنی معافی کے اسناد جو چار سو بیگہ اراضی انکو بطور مدد معاش کے موضع عمرو پور و کوریا پر گنہ ساندھی کے متعلق ملی تھی بادشاہی متصدیوں کے دیکھانے کی غرض سے فوج سے ساندھی کو لائے تھے اور وہ اسناد جنہر بادشاہی عاملوں وغیرہ کی مہرین پڑی ہوئی ہیں آپ کے کپڑوں میں رکھی تھیں رات کو آپ نے موضع عمرو پور میں قیام کیا تھا ناگمان اس اطراف کے گنوار آئے اور اس موضع میں ڈاکہ ڈالا اور مال و متاع اس گانوں کا لوٹ لیا خلیفہ صاحب کے کپڑے وغیرہ بھی جس میں وہ سندن رکھی ہوئی تھیں لوٹ لیکئے اور آپ کو بھی ملو اس سے زخمی کیا یہ مختصر قصہ میں تحریر ہوا ہے اسپر قاضی فیض اللہ صاحب کی مہر بھی ہے اور انھوں نے اس کاغذ کی تصدیق کی ہے اسکے ماسوا عبد الرحمن شاہ محمد جلال شامرائے بھوانی سہارے کی مہرین بھی شہادت کے متعلق ثبت ہیں آپکی اولاد کا نام بھی کسی ترکہ کے کاغذات میں نہیں دیکھنے میں آیا اس سے آپ کا انتقال کرنا اور اولاد ہونا معلوم ہوتا ہے۔

شیخ ہدایت اللہ عرف شیخ مٹھو صاحب آپ حضرت مہدی صاحب قادری کے تیسرے صاحبزادہ تھے آپ ہی سے اس خاندان کا سلسلہ

چلا ہے اور ذی اولاد ہوئے ہیں ان ہر سہ فرزندوں کے نام بعد انتقال مرحوم صاحب  
مرحوم کے نواب دلیر خان نے بجالی جاگیر کی سند تحریر کی ہے اور وہ اصلی سند  
راقم کے پاس موجود ہے جسکی نقل مجسہ لکھی جاتی ہے۔

نقل سند نواب دلیر خان بنام فرزند ان حضرت شیخ

محمد ممدی قادری قدس اللہ سرہ العزیز

ہو المعتمد

جلال اشد روزگار و صاحب  
دلیر خان شدہ ز الطاف شاہ عالمگیر  
متصدیان مہات حال و منتقال شاہ آباد بنایت  
امیدوار بودہ بداند چون موضع جوگی پور و کنہر پور  
کہ در وجہ نذر و وطن مغفرت پناہ شیخ محمد ممدی مقرب بودہ من  
ابتداء فصل طریقت لوی سل سلسلہ فضلی بشرافت و حقایق آگاہان نتیجۃ الکرام شیخ  
محمد مراد و شیخ ہدایت اللہ و شیخ منصور پسران آن مرحوم بجا داشتہ شدہ باید کہ تعلق  
و تصرف ایشان و اگر اند کہ بخاطر جمع بدستور سابق حاصلات آنرا صرف  
معیشت خود نمودہ در شاہ آباد سکونت داشتہ باشند و خانہ وزمین زیدی کہ از سابق  
در ان موضع تعلق کسے باشد حقایق آگاہان از انہا مزاحم نشوند کہ ہر کہ ام بعل و  
دخل خود داشتہ باشد در نیاب تا کیدہ اند تحریر افی التاریخ ہفت ہم شہر  
رمضان المبارک ۱۲۸۰ ھجری۔

جانب پشت



ملاحظہ نمایند۔ بتاریخ ۷ اشہر رمضان ۸۰۸ء داخل سیاہہ حضور ہر دو موضع بمقام  
 پروانہ فضیلت پناہ پیر خان جیوا از ابتداء فیض طہریت لوی سل  
 ۸۰۸ء اٹھلی بحال دہشتہ شد مواضعات۔

ملاحظہ نمایند۔ مقررہ دیہات دروچہ نذر و وطن باسم محمد مراد وغیرہ پسران منقرض  
 پناہ شیخ محمد مدی من ابتداء فیض طہریت ۸۰۸ء مقرر شد بتعلق کسان آنها و اگذا شد  
 شرح دستخط والا پناہ خواجہ ماچند دیوان آنکہ حسب الامر بموجب پروانگی فضیلت  
 پناہ پیر خان من ابتداء فیض طہریت لوی سل پروانہ منسلی نمایند۔

سالم  
 حاصل زر مال  
 انزود  
 سالم  
 للہ

جنگی پور تہ شاہ آباد	کنہر پور تہ شاہ آباد
سالم	سالم
حاصل	حاصل
انزود	انزود
سالم	سالم
للہ	للہ

## نقل فرمان عالمگیر بادشاه بنام شیخ هدایت الله صاحب داری

چون بفرض مقدس معس رسید که بموجب اسناد حکام موضع کفر پور و جوگی پور علمه  
پیر گنه پالی سرکار خیر آباد مضاف بصوبه اوده در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج  
و بجهت سکونت و آبادی و سراسر و باغ و حوض و چاه و خانقاه و حقایق  
و معارف آگاه عارف یا الله شیخ هدایت الله مقرر است و مشار الیه  
مواضعان مذکور در بستی را قابض و متصرف التماس فرمان عالیشان وارد لهذا  
حکم جهان مطلع عالم مطیع صادر شد که مواضعان مذکور در بستی در وجه صرف  
مایحتاج و براسر سکونت و آبادانی و سراسر و باغ و حوض و چاه و خانقاه و بوی  
الضمن مقرر باشد که بدستور سابق بشرط قبض و تصرف بخاطر جمع در انعموده آباد بوده  
و حاصلات آنرا صرف مایحتاج خود نموده بدعا و بقاء دولت ابد مدت مغنیت  
مینموده باشند می باید که حکام و عمال و جاگیر داران و کوریان حال و استقبال بحکم  
والا را مستمر دانسته مواضعات مسطوره در بستی را بتصرف او باز گذارند اصلا و  
مطلقا تغیر و تبدیل بدان راه بدینند و بعلت مالوجبات و اخراجات مثل بیکار و  
شیکار و مقدمی و قاتونگویی و ضبط هر ساله و کل تکالیف دیوانی و مطالبات  
سلطانی مزاحم نشوند و در نیاب هر ساله سند مجدنه طلبند بتلخیص پنجم شهر صفر سنه ۱۰۲۷

جانب پشت

شرح یادداشت واقعه بتاریخ روز چهارشنبه یازدهم شهر شوال سنه ۱۰۲۷ جلوس والا

موافق سندهجری مطابق هراتی بر ساله سیادت و نقابت پناه شرافت و نجابت  
 و دستگاه سزاوار عنایت بادشاهی قابل مرحمت خلیفه الهی صدر رفیع القدر رضویان  
 و نوبت واقعه نویسی کترین بندگان درگاه خلایق پناه حسام الدین حسین قلمی میگردد  
 که بعرض مقدس مکمل رسید که بموجب اسناد حکام موضع کفر پور و جوگی پور عمده برگشته  
 بای سرکار خیر آباد مضاف بصوبه اوده در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج کجاست  
 سکونت و آبادانی و باغ و وحش و چاه و خانقاه حقایق و معارف آگاه عارف بالله  
 شیخ هدایت الله مقرر است و مشار الیه مواضع مذکور در بستان اقا باض و تصرف  
 التماس فرمان والا نشان دارد حکم جهان مطلع عالم مطیع صادر شد که مواضع مذکور  
 در بستان را بدستور سابق بشرط قبض و تصرف در وجه مدد معاش و صرف مایحتاج  
 و بجهة سکونت و آبادانی و سراے و باغ و چاه و وحش و خانقاه با و مرحمت فرمویم  
 اگر در محله دیگر چیزی داشته باشد آنرا اعتبار نکنند و واقعه ۴ شوال سنه جلوس والا  
 مطابق تصدیق یادداشت قلمی شد شرح بخط سیادت و نقابت پناه شرافت و  
 نجابت دستگاه صدر رفیع القدر رضویان آنکه داخل واقعه نمایند شرح بخط واقعه  
 نویس مطابق و قسست شرح بخط موتمن الدولت العلیه معتمد سلطنته البیه عمده و در  
 رفیع الشان زبده خوانین بلند مکان ناظم مناظم ملک مال ناچ منایج دولت و  
 اقبال شایسته انواع عنایت سزاوار اصناف مرحمت خان شجاعت نشان  
 جمة الملك مدار المهمام آنکه بعرض مکرر رساند شرح بخط قابل التربیت لایق الاحسان  
 لطف الله خان آنکه سیوم شهر محرم الحرام سنه جلوس میمنت مانوس  
 مکر و بعرض مقدس رسید شرح بخط خان شجاعت نشان جمة الملك اللهم

آنکہ فرمان عالیشان قلمی نماید۔

موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع	موضع	موضع	موضع



اس فرمان کے چہ سات برس کے بعد ایک سند بھی ماملان شاہی آپس معافی کی تحریر کی جسکی نقل بھی حاشیہ پر درج ہے۔

نقل سند معافی منجانباً و شاه عالمگیر بنام پیرزاده شیخ هدایت الله  
عز و شیخ مژده صاحب تباری ابن شیخ محمد مهدی صاحب تباری

عالم گیر شاهی  
تغیر اندیش خان

هوالمعز

متصدیان مهمات پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبه اوده پند  
چون بموجب اسناد حکام موضع کنه پور و جوگی پور علم پر گنه مذکور در وجه  
معاش حقایق و معارف آگاه حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله مقرر است  
و مشارالیه مواضع مذکور را قابض متصرف باید که مواضعان در بست مسطور  
را بدستور سابق در وجه مد معاش بتصرف موی الیه و اگر از آنکه حاصلات از اضر  
معیشت خود نموده بدعا گوئی از دیا و عمر و دولت ابد مدت مشغول باشند  
بتایخ شهر جادی الاولی سده جلوس والاقریر یافت.

جانب پشت

مقرر ضمن مد معاش صرف مایحتاج سکونت آبادانی و سرای و بلغ و چاه و خانقاه و  
حوض حقایق و معارف آگاه حق شناس حقیقت اساس شیخ هدایت الله موضع کنه پور  
و جوگی پور من اعمال پر گنه پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبه اوده

جوگی پور - موضع

کنه پور - موضع

بتایخ ۲۵ جادی الاول سده نقل بدفتر حضور - بتایخ ۲۹ جادی الاول سده نقل بدفتر

شیخ ہدایت اللہ صاحب موصوف اپنے والد محمد مدنی صاحب کے بزرگداد  
 اوصاف سے متصف تھے آپ کی بزرگی و زہد تقدس کا شہرہ عام تھا چنانچہ  
 بادشاہ عالمگیر نے بھی آپ کی شیخوت کا لحاظ کر کے فرمان میں عظمت آپ لفاظ  
 سے مخاطب کیا ہے اور آپ کے چھ فرزند تھے جن میں بعض ابراہیم وقت ہو  
 ہیں جنکی تفصیل یہ ہے۔

پہلے صاحبزادہ شیخ عبد الرحمن صاحب تھے ان کے دو لڑکے شیخ  
 غلام علی اور شیخ محمد علی ہوئے ہیں ایک کا غزین غلام محی الدین عرف لال  
 میان آپ کی ولدیت میں لکھے ہوئے ہیں مگر ان کا نام ان کاغذات میں  
 جو اس خاندان میں باہمی طور پر حقیقت کے متعلق تحریر ہوئے ہیں نہیں ملتا ممکن ہے  
 کہ یہ پیشتر مفقود انجمن ہوں اور پھر واپس آئے ہوں اس لیے آخر عمر میں ان کا نام کاغذ  
 میں درج ہوا ہو لیکن انکی پیرزادگی اور قنوج کی جاگیر میں شرکت ثابت ہے لال  
 میان مذکور کے تین بیٹے قادر علی میان۔ یوسف علی میان۔ ناصر علی میان تھے  
 یوسف علی کا چنا گدھ میں لاؤ لد فوت ہونا تحریر ہے قادر علی کی اولاد دختر تھی  
 اور ناصر علی کے لڑکے کا نام کفایت علی لکھا ہوا ہے۔

شیخ غلام علی صاحب لاؤ لد رہے اور شیخ محمد علی صاحب کی اولاد دختر تھی کوئی  
 لڑکا نہ تھا چنانچہ گھر کا چراغ روشن کرتا۔

شیخ عبد الرحمن صاحب کا جلد انتقال کرنا کاغذات سے واضح ہوتا ہے کیونکہ  
 ان کے ترکہ پر بجائے ان کے لڑکوں کا نام دیکھا جاتا ہے۔  
 دوسرے صاحبزادہ شیخ عبد الرسول صاحب تھے انھیں کے لڑکے

شیخ عبد الواحد صاحب تھے اور ان کے فرزند عبد الروف صاحب عبد الغفور صاحب تھے اور شیخ عبد الروف صاحب کے دو بیٹے ایک عبد الباسط عرف فقیرن میان اور دوسرے شیخ محمد صلح عرف پیرن میان ہوئے ہیں پیرن میان کے امیر علی میان اور امیر علی میان کے بیٹے مقصود علی میان صاحب تھے جنکو راقم نے لڑکپن میں دیکھا ہے نیک اور خلیق انسان تھے ان کے بصرہ سے بھولا بن اویس کجی اور اثنا پائی جاتی تھی۔ ان کے چار لڑکے ہوئے ان میں منو میان معصوم علی میان جو انمرگ انتقال کر گئے اور ممتاز علی میان اور اعتماد علی میان بقید حیات ہیں مقصود علی میان صاحب مرحوم کی اولاد میں بھی سرشتی طور پر سادگی کے آثار اس قسم کے پائے جاتے ہیں جس سے موروثی بزرگی کا پتہ چلتا ہے مگر فسوس کہ خاندانی علم سے خالی ہیں۔

شیخ عبد الغفور صاحب نے لا ولد ہو نیکی وجہ سے اپنی ملکیت کا تملیک نامہ اپنے بھائی شیخ عبد الروف صاحب کے نام ۹۴۲ھ میں تحریر کر دیا تھا۔ تیسرے صاحبزادہ شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکار صاحب تھے وہ بھی لا ولد رہے انھوں نے ایک چیلہ مسمی محمد روشن کو پرورش کر کے متنبہ کیا تھا مگر اسکے بھی اولاد نہ ہوئی۔

چوتھے صاحبزادہ محمد زاہد صاحب تھے تقدیری بات ہے کہ وہ بھی لا ولد رہے۔

پانچویں صاحبزادہ شیخ میان داد صاحب تھے ان کے ایک بیٹے موسوم بہ محمد فاضل کا خدات میں لکھے ہوئے ہیں مگر کاغذ کے شکست

ہو جانے سے نام صاف پرہا نہیں جاتا اور کجا جلد انتقال کر جاتا اس بات سے اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ انکی ہر دو بہنیں مسماۃ نورانی بیگم اور بادشاہ بیگم اپنے والد میان داد صاحب کے کل ترکہ کی مالک ہوئیں اور ان دونوں صاحبزادیوں نے اپنی ملکیت اپنے ورثا کو دیدی تھی پہلے نورانی بیگم نے اپنے فرزند ان سیمان فتح علیخان اور حسن علیخان کو جائداد لکھی لیکن اسکے ساتھ عنایت علیخان کے بیٹے رستم علیخان کو بھی جو انکا پوتا تھا جائداد کا حصہ دیا اور بہن کی تقلید کے بموجب مسماۃ بادشاہ بیگم نے اپنا نصف حصہ انھیں دونوں بھانجوں کو ہبہ کر دیا مگر اپنے بھانجے عنایت علیخان متوفی کے بیٹے رستم علیخان کو حسب تقسیم اپنی بہن کے حصہ نہیں دیا۔ فتح علیخان کے بیٹے شجاعت علیخان کسی لڑائی میں مارے گئے انکی ایک لڑکی تھی۔ اور عنایت علیخان بھی کسی جنگ میں کام آئے انکی اولاد میں صاحب علیخان تھے جنسے اولاد و خرمی تھی۔

حسن علیخان ایک پہلوان اور شہ زور شخص تھے ذاب آصف الدولہ بہادر فرمانرواے اودہ کے یہاں پانچ روپیہ پاتے تھے انکی اولاد میں ایک بیٹے امیر علیخان اور دو بیٹیاں تھیں ایک بیٹی مسماۃ تارن بی بی احمد علیخان سلیمانی کو منسوب تھیں جنکے بطن سے حافظ غلام علیخان خادم احمد علیخان منصب علیخان اور ایک دختر مسماۃ برکت بی بی تین اولاد میں پیدا ہوئی تھیں اور دوسری بیٹی عظیم خان بازید خیل کو منسوب تھیں جو لا ولد رہیں۔ امیر علیخان کے بیٹے یحییٰ علیخان تھے جنکی اولاد میں صفت علیخان و محفوظ علیخان وغیرہ ہیں۔

چھٹے صاحبزادہ شیخ عبدالستار صاحب تھے انکے دولہ کے



اور دو لڑکیاں تھیں بڑے بیٹے عبد الرزاق جسے وہ ناخوش تھے اور انکو عاق بھی کر دیا تھا عبد الرزاق مذکور لا ولد رہے اور لڑکے مارے گئے جنکا قصہ آگے لکھا جائیگا۔ اور دوسرے بیٹے عبد الغفار بھی لا ولد رہے۔

شیخ عبد الستار صاحب کی ملکیت کی انکی صاحبزادی والدہ عبد الروف جہ شیخ عبد الرسول صاحب مذکورہ بالا کے فرزند شیخ عبد الواحد صاحب نے اور حجازیاد کو بیاہی تھیں مالک ہوئیں انکے بعد عبد الروف انکے فرزند اپنے نانائے عبد الستار صاحب کی املاک پر قابض ہوئے کیونکہ انکے مامون عبد الرزاق جو ان لڑائی میں مار گئے جنکی بیوہ زوجہ کے بھتیجے سبخرخان اور عبد الروف صاحب سے بابت ترکہ کے بہت دن جھگڑا رہا آخر میں عبد الروف صاحب حقیقت کا میاب ہوئے اور یہ داد ہالی اور نانہالی دونوں طرف سے مہدی صاحب کی اولاد میں تھے انکی اولاد کا تذکرہ عبد الرسول صاحب کی اولاد میں مفصل بیان ہو چکا ہے ہدایت اللہ صاحب کی اولاد میں ایک صاحب عبد ہادی صاحب ہیں جنکا نام کاغذات معانی میں درج ہے مگر ولدیت تحریر ہوئی ہے یہ پتہ نہ چلا کہ اب پونہین ہیں یا نو اسونہین مگر امکان انتقال جلد ہوا ہے کیونکہ انکی بیوہ کا نام کاغذ و نین تحریر ہے اب شیخ مہدی صاحب کی ان چھ پوتوں کی نسل میں پسران مقصود علی میا صاحب اولاد و نرینہ ہیں اور فرزندان یعقوب علیخان اولاد و ختری میں ہیں

ان حضرات پیر زادگان کے کاغذات میں دو شجرہ دستیاب ہوئے ایک تو بلند و بست سرکاری یا کسی مقدمہ میں مرتب کیا ہے اور دوسرا حافظ غلام علی صاحب نے جملہ اس خاندان سے ذاتی تعلق ہوئی ہے پوری و قنیت اور ایک سو

برس سے زائد عمر اور اسکے ساتھ اچھی یادداشت اور وسیع معلومات تھی لکھایا ہی  
لیکن ان ہردو شجر وں میں بعض باتوں میں اختلاف ہے اس لیے ہم نے پرانے کاغذ  
سے شجرہ کی صحت کر دی اور جو یادداشت کی بنا پر شجرے لکھے گئے ہیں ان پر پانے  
کاغذات کو مقدم و مستند سمجھا۔ بان جن امور کا پتہ دستاویزات سے نہیں چلا  
وہ ان دونوں شجر وں سے لکھا ہے مثلاً شیخ غلام علی صاحب کا اولاد فوت ہوتا ان  
ہردو شجر وں میں سہوا یہ لکھ گیا ہے کہ مہدی صاحب کے صاحبزادہ نہیں ایک صاحبزادہ  
غلام رسول صاحب تھے حالانکہ اس نام کے کوئی صاحبزادہ نہیں گذرے بلکہ  
عبدالرسول صاحب تھے مگر وہ بھی فرزند نہیں بلکہ پوتے تھے راقم نے جن کاغذات  
سے یہ شجرہ ترتیب دیا ہے وہ عمد شاہی کے مستند کاغذات مثل پروانجات  
اور اسناد جاگیرات و دیگر دستاویزات میں جو باہمی معاملات میں تحریر ہوئی ہیں  
کبھی تقسیم جائیداد میں جملہ خاندانی حقداروں کے نام قسمت نامہ لکھا گیا ہے  
کبھی کسی جھگڑے میں کوئی صورت حال لکھی گئی ہے جنہر قاضی وقت اور باشندگان  
شاہ آباد کی میسیون مہرین پڑی ہوئی ہیں یہ کاغذات تعداد میں چالیس سے زیادہ  
ہم کو دستیاب ہوئے اور کمال غور و تحقیق و جانفشانی سے رشتہ اور ناتو کا سلسلہ  
صحیح کرنے کے شجرہ لکھا اس لیے کہ اس خاندان میں بڑے صاحب نسبت اور باخدا  
بزرگ گذرے ہیں انکی اولاد میں کوئی صاحب باقی نہ رہا ہیں اور جو اختلاف  
و گنگناہ تھی اسکو بحث کر کے صراحتاً صاف کر دیا اور حتی الامکان کوئی دقیقہ  
فرو گذاشت نہیں کیا گیا۔

شجرہ کے بعد آپ کی اولاد کے نام بعض کاغذات سے یا انکی زندگی کے کچھ

واقعات معلوم ہوئے ہیں انکا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔  
 دو موضع انکے نام بادشاہ دہلی کی طرف سے جو مورد وثیق تھے انکے نام معاف تھے  
 چنانچہ اسکی سند بھی درج ذیل ہے۔  
 نقل سند شیخ عبدالستار جیو

لفظ  
 شاہزادہ شیخ  
 ۱۲۰۰ھ  
 دلاور قند

چون موضع بجولا و موضع المیاتہ کر کا علمہ پر گنہ مہر آباد سرکار  
 بدایون دار الخلافہ شاہجہان آباد بموجب اسناد حکام نذر حقایق  
 و معارف آگاہ سابق دروہ مقرر راست بر طبق آن درینویلا نیز مواضع مذکور  
 بدستور سابق از ابتدا سے اللہ فضلی مطابق سہمہ جلوس والا بحال داشتہ شد  
 کہ حالاً آخر فصل فصول سال بسال صرف معیشت خود نموده بدعاے دولت بدینویلا  
 اشتغال مینمودہ باشند۔ نوزدہم ماہ ربیع الاول ۱۰۵۰ھ  
 شیخ عبدالستار صاحب بھی عظمت تاب اور ذی توقیر پیرزادہ تھے دو  
 بیگہ زمین کا پروانہ نواب کمال الدین خان نے آپکے نام لکھا ہے اور آپکی مقدرت  
 کا یہ حال تھا کہ نواب فتح مہور خان اکثر آپ سے قرض منگوایا کرتے تھے چنانچہ لکھا  
 سات ہزار روپے جو آپ کے یہاں سے منگوائے تھے اونکے متعلق ایک سید  
 موجود ہے جسکی نقل بطور یادگار کے ذیل میں درج کر دی گئی ہے۔

انھوں نے چھٹا حصہ جو اپنی بیوی کے نام لکھا ہے اسین ملکیت کی تفصیل ہے  
 نصف موضع کور باپر گنہ کانٹ۔ موضع فتح پور ناسہ۔ ہفتم ٹپی موضع جوگی پور معہ  
 بلخ و حصہ علمہ و بازار سہ شنبہ۔ جوہلی سکونت چوپال معہ چلوک۔

موضع باقر پور نسولی و فیروز پور و بھداسی و آراضی و محلہ نوآباد واقع قصبہ شاہ آباد  
و موضع لچمین پور و موضع جٹھا و موضع تریا پرگنہ ساہمی موضع برہای پرگنہ سرہا و لون  
یکنہار و نو سواشرنی ستائیس ہزار روپیہ نقد و اجناس سولہ جلد کتابات و اثاث بہت  
و محمد شعور و اخلاص و شجاول تین نفر غلام پانچ لونڈیان - مہر **رضی اللہ عنہما**

**نقل کردہ بھرنو الیکال الدین از اقرا واقعہ پنج غرہ رجب المصطفیٰ بطور و الا**  
متصدیان مہمات حال استقبال پرگنہ شاہ آباد اسیدوار بودہ بدانند کہ چون حقیقت  
استحقاق مشیخت پناہ حقایق و معارف آگاہ شیخ عبدالسار بطور و سوست  
بنابر آن موازی دو صد بگیہ زمین نہر افتادہ خارج جمع لایق ذراعت بگز آئی در  
وجہ مد و معاش مشیخت پناہ مذکور منابتی فصل خریف ۹۰ فصلی تصدیق  
فرق مبارک بندگان حضرت قدر قدرت حسب الضمن مقرر و مرحمت نمودہ شد  
باید کہ اراضی مذکور از ابتدای مرقوم از دیہات پرگنہ پالی کہ در زمینداری و اجارہ  
اینجا نب اند پیمودہ و چاک بستہ بمشار الیہ برہند کہ مزرع کنایندہ حاصلات  
آنرا فصل فصل و سال بسال صرف معیشت خود نمودہ بدعاگوی دوام دولت  
ابد و اظنبت اشتغال داشته باشند درین باب تاکید دانستہ حسب المسطور  
بطل آرند - (مرح)

بتاریخ ۱۲ رجب المرجب ۱۰۸۰ھ

**رسید بطور فاضلی**

محمد علی

منکہ شیخ عبدالسار ولد شیخ ہدایت اللہ قادری ایم - چون مبلغ ہفت ہزار دو  
صد یازدہ روپیہ ذمہ بر خود داد عبد السبحان متصدی و امین و فوجدار پرگنہ سرہا و

خیر آباد صوبہ اودھ محال جاگیر خان زاد فتح معمر خان تسک بالضامنی مبلغ  
مذکور بھر خود بہ مہر بر خور دار سرکار خانزادہ معزالیہ نوشتہ دادہ بودیم مبلغ مذکور  
تمام و کمال از نزد بر خور دار عبد السبحان مسطور مقبول یافتہ لہذا این چند کلمہ  
بطریق فادغلی نوشتہ دادیم کہ ثانی حال بکار آید تحریر فی التاریخ بہشت و ششم  
شہر شوال ۱۲۳۵ھ - <sup>العجندار</sup> قادی

شیخ عنایت اللہ صاحب عرف شیخ بھکاری بھی صاحب  
تقدیس اور بنا اثر تھے انکے نام بھی اکثر کاذبات دیکھنے میں آئے ہیں  
ایک سند شاہی عامل کی انکو نام حبیب چپیتاں مواضعات کی معافی کا  
ذکر درج ہو موجود ہے اوکی نقل بطور یادگار کے تحریر کی جانی تھی۔

نقل سند معافی منجانب عامل بادشاہی نام شیخ عنایت اللہ صاحب قادی

[حاجی علی خان] متصدیان مہات حال استقبال تعلقات شاہ آباد  
پر گنہ پالی سرکار خیر آباد مضاف صوبہ اودھ بداند موضع کنھ پور وجوگی پور  
معمولہ تعلقات مذکور بوجملہ بہت و شش دیکھ کہ در آبادی و باغات  
شیخ عنایت اللہ عرف شیخ بھکاری وغیرہ پیرزادہای از قدیم  
الایام مقرر است و از کاذب و حشو نہا لہذا بدستور تسلی می گرد کہ وجہ من  
الوجہ بجلت بہت و حسادون کہ از بہری دو ہزار روپیہ تعلق بمواضعات  
نہ دارد متعرض و مزاحم نشوند و خلاف معمول عمل نہ آرد زیادہ دیرین باب  
تا کیہ دانند۔ دو از دہم شہر صفر ۱۲۳۵ھ جلوس و ملاحظہ شد۔

## ایضاً

۱۱۱۱ ہجری  
محمد شاہ بادشاہ غازی  
عباد خان قدو

متصدیان حال واستقبال برگزیدہ پالی سرکار خیر آباد مضامین  
صوبہ اختر نگر اودھ بداند - موضع کنھر پور وجوگی پور علیہ برگزیدہ  
مذکور دیکھ زمینداری ڈیویڈی سردار خان تعلق محال وطن کہ در  
آبادی و باغات شیخ عنایت السد عرف شیخ بھکاری و شیخ محمد علی و شیخ  
غلام علی پیرزادہ بموجب اسناد پیشین از کاغذ حشونہا است از ابتدا ای غسل  
بندگان عالی بہمہ وجوہ معاف است از سلسلہ فضلی ستور سابق معاف نمودہ  
شد باید کہ بوجہی من الوجوہ فرامحت نرسانند درین باب قدغن افستہ حسب المسطور  
بعل آرمہ بتاریخ ہفتہ ہم شہر رمضان المبارک ۱۱۱۱ جلوس والا نوشتہ شد۔

ان حضرات کا ظاہری جاہ و احترام بھی بہت تھا بڑے بڑے معاملات  
ان کے یہاں سے طے ہوتے تھے چنانچہ عہد شاہی میں جب مسماۃ دیکھانے  
اپنے شوہر دیند قوم کا دستہ کے قتل کرنے کا دعویٰ جو سنت رام وغیرہ پر کیا ہو تو  
ان پیرزادگان نے چار ماہ تک ان قاتلان کو تحقیقات کی غرض سے قید رکھا  
اور پھر اس عورت نے جب ان مجرموں کی بریت کرائی ہو تو چھوڑا ہوا اس واقعہ کی  
صورت حال پر نواب فتح محمد خان اور نواب سعادت خان وغیرہ ارکان شاہ آباد  
کے دستخط موجود ہیں۔

ایک بار کسی عامل بادشاہی نے جو نہایت بد مزاج و زبان دراز تھا  
شیخ عنایت السد صاحب پیرزادہ کو پالی میں طلب کیا چونکہ آپ فتاعت پذیر  
و گوشہ نشین تھے ایسے نامنص و ظالم شخص کے پاس نہیں گئے جب وہ شاہ آباد

آیا تو تشدد کیا آپ کی حمیت برداشت کی مقتضی نہ ہوئی اور اسکو قتل کر دیا پھر بادشاہی فوج نے چڑھائی کی اور آپکے گھر کو لوٹا معتبرین کا بیان ہو کہ پیرزادہ صاحب کی قدرت کا یہ حال تھا کہ ستر ہزار کے گوط وغیرہ کے پار چرجات لوٹ میں گئے تھے چنانچہ اس بارہ میں نواب بہان الملک بھادر نے ایک پروانہ نواب محمد خان غلظہر جنگ کے نام جو ابالکھا ہو جس میں آپ کے بھتیجے محمد صاحب پیرزادہ کا حوالہ دیا ہو کہ ایک فرد معہ حقیقت معاملہ کے پہونچی آپ کے متوسلون کی رعایت مجھے ہر وقت مد نظر رہتی ہو لہذا عیسی بیگ خان کو تاکید الکھا جاتا ہو کہ جو کچھ مال پیرزادہ کا متفرق ہو گیا ہو وہ فراہم کر کے ان کو دیوے اور حویلی و باغات وغیرہ جو ان پیرزادوں کے ہیں وہ بدستور انکے تصرف میں رہیں اور اسکے بعد کوئی امر مخالفت کا نہ کیا جائے اور اہلکاران شاہی ان پیرزادوں سے کہیں کہ وہ بدل جمعی تمام اپنے مسکنوں میں سکونت پذیر ہوں غالباً یہ معاملہ اسی جھگڑے کے بعد پیش آیا ہو صل نوشتہ کی نقل درج ذیل ہو۔



نقل نوشتہ نواب بہان الملک بھادر بہ نواب محمد خان غلظہر جنگ قلمی و نمبر

نواب صاحب مہربان سلامت۔ مفاوضہ ہجرت طراز در مقدمہ محمد علی محمد پیرزادہ بابا فر حقیقت مشارالہا چہرہ وصول افروختہ سرت بخش خاطر اگر ویدار انجام کہ نظر بر عدم جدائیہا مراعات متوسلان آئمہربان ہمہ وقت منظور باشد

ہاں وقت ہر عیسیٰ بیگن ہاں تکیہ قلمی شد کہ اموال آغا اپنے متفرق شدہ باشند پیدا کردہ  
بہرہ و حویلی و باغات وغیرہ در تصرف آہنا و اگر اندر بندہ ازین حرف مخالفان  
آہنا را نشنود اہلکاران شاہی بنام بردہ بگویند و بخاطر جمع آمدہ در مقام و مکن  
خود آباد شوند زیادہ چہ قصد بیعہ دہر و السلام۔

شیخ عبد الرحمان صاحب آپ بھی مثل اپنے باپ بھائیوں کے معذور تھے  
تھے اکثر ضرورت کے وقت لوگ آپ سے روپیہ قرض لیتے تھے چنانچہ نواب  
فتح معمر خان نے دو ہزار روپیہ آپ کے یہاں سے منگوائے تھے آپکا انتقال  
جلد ہو گیا تھا آپ کے ترکے پر آپ کے فرزند ان محمد علی و غلام علی صاحبان کا نام لکھا  
ہوا دیکھنے میں آیا ہوا اس جگہ نقل رقمہ نواب صاحب موصوف تحریر کر دی گئی ہے

محمد علی صاحب  
فتح معمر خان

ہے۔ (دعا علیہ)  
چون مبلغ دو ہزار و یکصد و نو روپیہ و یک آنہ عالمگیر  
برائے خرچ سپاہ بمعرفۃ امنا تھہ دہلی از پیش حقایق و معارف آگاہ شیخ عبد الرحمان  
بطریق قرض گرفتہ بجمت تصرف خود آور دیم اقراری نمایم کہ مبلغ مذکور راعیہ  
الطلب بمشار الیہ برسانم ہیچ عذر در میان نیارم بنا براین چند کلمہ بطریق تمسک  
و قبض الوصول نوشتہ دادہ شد کہ عند الحاحت بکار آید تحریر فی التایخ دو ہجری  
شہر ذی الحجہ سنہ ۱۲۳۲ ہجری۔

عبد الرسول صاحب کی زندگی سنہ ۱۲۲۵ھ تک کا غذبوارہ سے ثابت  
ہوتی ہو گئی کہ فرزند ان میں عبد الواحد وغیرہ تھے آپکا انتقال کرنا جلد معلوم ہوتا ہو  
میان واد صاحب بھی نبی شرف و دنیاوی احترام سے بہرہ ور تھے





معلی

گماشتهای جاگیرداران و کردیان حال استقبال  
 پرگنه بھولی سرکار چتر صوبه آباد بدانند - که بموجب فرمان عالی شان بندگان  
 حضرت خدیو جهان خداوند زمان باعث امن و امان نخل ظلیل ایزد متعال  
 نائب مناب داد اربے ہمال منظر اتم پروردگار رحمت اعم افریزگار متقن  
 قوانین جهان داری مہمہا دکرم گتری خلافت پناہ ظل مرقوم ہفتم شعبان  
 سنہ جلوس مبارک موضع مخدوم پور وغیرہ در بست من اعمال پرگنه و سرکار  
 ندکور از خریف یارس نیل برای خرچ فقر و خانقاہ در وجہ مدو معاش حقایق  
 و معارف آگاہ شیخ میان داد وغیرہ دیدہ و دانستہ حسب الضمن مقرر گشتہ  
 باید کہ مطابق فرمان دالاشان بعمل آورده مواضع مسطور را در بست تبصرت  
 مشار الیہا باز گذارند و اصلا مطلقا تغیر و تبدیل بدان را نہ دهند و بوجہ  
 من الوجہ طلب و طمع نہ نمایند کہ حاصل آنرا صرف معیشت نموده بدعا  
 بقاء دولت ابد طراز اشتغال نمایند و اگر در محل دیگر چیزی اشتہ باشد آنرا  
 اعتبار نکنند و زیادتین آنند بست و ششم شہری الحجہ سنہ جلوس قلی شد (ص)

## جانب پشت

مقررہ ضمن در وجه مد معاش حقایق و معارف آگاه شیخ میان داد  
و غیرہ بموجب فرمان عالی شان عہد مرقوم صدر از پرگنہ بھولی سرکار چنار  
صوبہ الہ آباد از خریف پارس لیل -

فردے مزین بصاد خاص ملفوف  
بمهر مصاصم الدولہ امیر الہ  
خاندوران بھادر - منصوبہ جنگ بد فتر  
رسید کہ شیخ میان داد و غیرہ نمبرہ  
قدق العارفین زبدۃ الواسلین  
مستحق و کثیر العیال و وابستگان مخرج  
خانقاہ و فقرا و صادر و وارد بسیار  
دارد و ہمیشہ بیا حق مشغول انداز  
فضل و کرم امیدوار است کہ موضع  
مخدوم پور عرف آمد با و غیرہ  
موضع در بست پرگنہ بھولی سرکار چنار  
صوبہ الہ آباد در وجه مد معاش این عاقل  
محنت شود بعضی اقدس لیسید شرح صدر حکم شد

شیخ

الست  
ہفتہ

سے موضع در بست

مذکور بست و املا کورہ

صما صما

خرج خانقاہ فقرا حسب  
خرج خانقاہ فقرا حسب

جمری در بست

خرج خانقاہ و فقرا

حسب

ما مار

نیرگان حضرت شیخ مہدی صاحب قادری یعنی فرزندان شیخ ہدایت السہ صاحب بہت کچھ جائداد و نقدی رکھتے تھے اور شاہ آباد میں بزرگی کیساتھ معمول اور خوشحال مشہور تھے چنانچہ حضرت شیخ ہدایت السہ صاحب مرحوم کے صاحبزادوں میں جو جائداد تقسیم ہوئی تھی اُس کا قسمت نامہ قاضی فیض السہ صاحب کا دستخطی موجود ہے جو یہاں پر نقل کیا جاتا ہے اس کاغذ سے آپ کی حیثیت ظاہری کا پتہ چلتا ہے



قسم - تمامہ

حصہ شیخ عبدالرسول بابت ترک حقایق و معارف آگاہ شیخ ہدایت السہ مرحوم از انچہ کہ بموجب تجویز شریعت و فضیلت پناہ قاضی فیض السہ رضامندی و اقرار جمیع وارثان قسمت شدہ۔

دہات زمینداری

دہات مدد معاش

میں موضع

لئے موضع

مواضعان دراصل متجور ناسیدہ و دانستہ

۳ حال

رعایت شیخ عبدالستار نمودہ شد۔

میں موضع

لئے ۳ حال

ہفتہ

وزین محلہ را برش حصہ قسمت نمایند ازان جملہ بوالدہ شیخ عبدالرحمان و شیخ عبدالرحمان بدینند و تتمہ چهار حصہ را بر پنج حصہ قسمت نموده ہر پنج برادران علی السویر گیرند			
سکرولی علمہ پرگنہ پالی	قد بانپور جدی	اورنگ آباد	بجھن پور
سے مواضعان	منجملہ پرگنہ دہاد مواضعان	موضع	موضع
کنہر پور و جوگی پور	چک پھانی	ہفت سده	ہفت حصہ محصور
موضعان	موضع	موضع	موضع
جٹھان علمہ پرگنہ ساندی	اورنگ آباد	کوپر با علمہ پرگنہ کانٹ	بجھولی
موضع	موضع	موضع	موضع
بجھن پور	میر پور ناگر		
موضع	موضع		
فیروز پور و غیرہ	ہسوا	جھیر پور	طاہر پور
موضع	موضع	موضع	موضع
موضع باہم شیخ عبدالرحمن و شیخ عبدالشا	موضع	مغل پور علمہ پرگنہ ساندی	مکا کلیہی
موضع	موضع	موضع	موضع
موجب ہر پنج حین حیات شیخ ہدایت اللہ مرحوم ہنشد	شیخ عبدالستار	محمد یار پور	فتح پور نالہ
شیخ عبدالرحمن	موضع	موضع	مواضعان
میر پور ناگ	ہسوا	دیدہ و دانستہ مار شیخ عبدالستار	منہاشد
موضع	موضع		
سکرولی	قد بانپور جدی		
سے موضع	مواضعان		
کنہر پور و جوگی پور	چک پھانی		
مواضعان	موضع		



حصه شیخ عبدالرحمان

حصه شیخ میان دو محمد زاهد

د بات مدومعاش د بات زمینداری د بات مدومعاش د بات زمینداری

سکروبی عمله در موضع میر پور عمله قدا پور جی موضع

پر گنه پالی از د رست پر گنه کانٹ - مواضعان کلاں کور با عمله

زین سید کفر پور و جوگی پور مشارالیه

وسی بیکه چک لده مع باغ کلاں هفتم حصه

عبدالرحمان واقع چک چانی نیم موضع موضع

نموده - یار باب آبادی هفتم حصه

زمینداری یار باب هفتم حصه

سیوم حصه

چک چانی هفتم حصه

تحریر دوازدهم شهر ذی الحجه ۱۱۲۹

حصه شیخ عبدالشار

د بات مدومعاش د بات زمینداری

بجمن پور کفر پور در موضع کور با عمله

موضع دجوگی پور پر گنه کانٹ

چک چانی مع باغ چانی نیم موضع

هفتم حصه کلاں

شیخ غلام علی صاحب و محمد علی صاحب و عبد الواحد صاحب  
 و عبد الرؤف صاحب یہ حضرات پوتون میں تھے جملہ نیک اطوار اہل دین  
 اور صاحب جائیداد تھے اکثر ان کے نام بجالی جاگیر کے اسناد موجود ہیں کیونکہ وقتاً  
 فوقتاً حکام وقت نے جو شاہان ہلی کی طرف سے مامور تھے انکی ملوکہ اور مت جنہ  
 آرائیوں کی سندیں لکھی ہیں اور اب تک موجود ہیں چنانچہ عیسی بیگ خان نے  
 منجانب محمد شاہ بادشاہ ۵۰۰ روپیہ سالانہ جوس مطابق ۱۲۳۳ھ فیصلی  
 کو جوگی پور و کنہر پور کی سند بموجب کاغذات سابق غلام علی صاحب وغیرہ کے  
 تمام لکھی ہوئی اور ۹۰ روپیہ سالانہ جوس مطابق ۱۲۵۸ھ فیصلی کو چار قطوعہ جوگی کی  
 سند بنام شیخ عنایت اللہ صاحب منور خان منجانب احمد شاہ بادشاہ تحریر کی ہوئی  
 کل اسناد کی نقل موجب طوالت ہے صرف ثبوت کیلئے ایک سند کی نقل لکھ دینا  
 کافی سمجھا جاتا ہے۔

### نقل سند

صدر خان (مکرم خان) تصدیق حال و استقبال پر گنہ پالی و تعلقات شاہ آباد سرکار  
 خیر آباد صوبہ آخر نگر اودھ بداند۔ چون موضع جوگی پور و کنہر پور  
 و چند قطعات زمین دیگر آبادی باغات از قدیم امام از حضور حضرت  
 خدایگان و نائبان صوبہ خصوص از اعمال نواب وزیر الممالک بہادر مرحوم  
 بنام شیخ عنایت اللہ و برادر زادگان شیخ محمد علی و غلام علی  
 و شیخ عبد الرؤف و شیخ عبد العزیز و بیوہ ہامی شیخ عبد ہادی  
 و شیخ جدہ صاحبہ نمیر زادگان مقرر است لہذا نگاشتہ میر و دیگر بدین پر روانہ

سابق بنام مشارالین کذا و دوجی من الوجوه مزاحمت فرسانند و ریاضات تاکید  
ایکد دانسته حسب المصور عمل آید بخت و خشم شهر رجب المرحب تمامه جلوس  
نوشته شد -

## اختلاف

منقول التواریخ مصنف طاس لیم صاحب مطبوعہ نشی فوٹل کشور صاحب کے  
دیکھنے سے ایک عجیب مغالطہ پیدا ہوا تواریخ مذکور میں تحریر ہے کہ حضرت شیخ  
محمد مہدی صاحب فتوح مین اپنے والد شیخ کبیر بالا صاحب کی درگاہ کے متصل  
مدفون ہیں اور ان کا انتقال ۶ محرم مسئلہ ہجری مین واقع ہوا ہوئے مزار پر  
بھی عالیشان گنبد بنا ہوا ہوا ان کے روضہ کے اندر ان کے دو فرزند فکی بقرین  
موجود ہیں اور گنبد کے دروازے پر یہ عبارت مع تاریخ کے تحریر ہے۔

## عبارت

این گنبد عالی و قبه متعالی در عهد سلطنت خردین پناه ابوالمظفر محی الدین  
محمد اورنگ زیب بادشاه فازی تعمیر یافت - تاریخ وفات حضرت شیخ مهدی  
بن شیخ کبیر بالا پیر بن شیخ قاسم قادری -

قطرہ تاریخ

هزار بود و هشتاد و هشت از هجرت  
شب شنبه و هنگام صبح بود  
که آن عمده مهدی سپرده جان بالا  
این قبه پر ناز و گنبد با تجلی طور مضاع پاک و مرقد عطرناک قطب ربانی سلیمانی  
قادری قدس اسرار و در سلسله بحری تعمیر شد فقط -



کتاب مذکور کے ان کتبوں کی تصدیق راقم نے قنوج کے ایک ثقہ رئیس سے بھی  
 کی ہو انھوں نے بھی درگاہ کے ہی کتبہ نقل کر کے بھیجے ہیں۔ اسیں بجای ہشتاد  
 و ہشت کے ہشتاد و ہفت لکھا ہوا ہے یعنی یہ مصرعیوں ہو سہ ہزار ہو وہ و ہشتاد  
 و ہفت از ہجرت۔ حضرت شیخ محمدی صاحب قادری کے وصال کا کتبہ جو  
 شاہ آباد اور قنوج کی درگاہ پر نصب ہے اسیں یہاں اور وہاں ایک ہی سنہ  
 رحلت تحریر ہے۔ تعمیر و وضع میں صرف چند ماہ کا فرق ہو کیونکہ سنہ ہجری یہاں  
 کے مزار پر کندہ ہوا اور سنہ ہجری قنوج میں نصب ہے کیونکہ شروع سال یعنی ۱۱۸۸  
 میں آپ کا انتقال ہوا وہاں کے کتبہ بالتصریح میں موجود ہو تو یہاں بھی سنہ ۱۱۸۸  
 لکھی مہینے گزرے ہونگے جب مقبرہ تعمیر ہوا ہو گا اس حساب سے ایک ہی سال  
 کے اندر یہاں اور وہاں رحلت کا زمانہ پایا جاتا ہے اور رمضان سنہ ہجری  
 کو نواب دلیر خان نے حضرت محمدی صاحب کی جاگیر موضع جوگی پور و کنھروا کی  
 بحالی کی سند ان کے فرزندوں کے نام تحریر کی ہو اس سند سے بھی آپ کا انتقال  
 رمضان سے پہلے سنہ ہجری میں ثابت ہو۔ اب رہی یہ بات کہ یہاں  
 جو مزار حضرت شیخ محمدی صاحب کا ہو یہ وہی شیخ محمدی ہیں جو شیخ کبیر  
 صاحب کے بیٹے ہیں یا دوسرے تاریخی قرائن سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ ہی ہیں  
 کہ جو شیخ کبیر بالا پیر کے صاحب زادے ہیں کیونکہ محمد زخارین لکھا ہوا ہو کہ شیخ  
 محمدی ابن شیخ کبیر کے بھتیجے شیخ بڑہان الدین جو ان کے خلیفہ بھی تھے بڑے کمال  
 اور خدا رسیدہ تھے ان کے ایک تربیت یافتہ تلمیذ محمود دیوانہ تھے جو شالیا  
 میں ان کے پاس رہا کرتے تھے شاہ آباد کی لفظ نے اور بھی بصراحت کر دی اور شیخ

برہان الدین صاحب جالندھر میں مدفون ہیں اسکے علاوہ ایک صورت حال  
جسپر مفتی محمد یحییٰ صاحب اور قاضی محمد صادق صاحب اور اس عہد کے شاہکار  
کی مہرین پڑی ہوئی ہیں آپ کے پوتے شیخ غلام علی صاحب جن کا نام شجرہ میں نکل  
ہوا انھوں نے شاہ آباد اور قنوج کے معزز باشندوں سے تصدیق کرا لی  
ہو اور اُس تصدیق کرنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ اس وقت قنوج میں حضرت شیخ کبیر بالا  
پیر کے مزار کا سامان ڈاکہ پڑنے لٹ گیا تھا اس مستند صورت حال سے بھی ثابت  
ہو گیا کہ غلام علی صاحب جو بہر مہدی صاحب قادری تھے وہ شاہ آباد اور قنوج  
دونوں جگہ سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ کبیر بالا پیر کی املاک کے مالک اور وہاں کی  
درگاہ کے متولی و کارکن تھے اگر مہدی صاحب شیخ کبیر کے فرزند نہ ہوتے تو کبھی  
اولاد وہاں کی ملکیت سے کیا واسطہ رکھتی اور باشندگان شاہ آباد سے وہاں کے  
معاملات کو کیا سروکار ہوتا اس سے ثابت ہوتا ہو کہ ایک ہی خاندان دونوں  
جگہ ایسی بنا پر باشندگان شاہ آباد اور قنوج سے اس قدر قریبی تصدیق و تائید کرا لی ہو اور فقرا  
خاندان کیلئے اعانت و امداد چاہی قائم سلیمانی جو حضرت شیخ مہدی صاحب کے  
جد امجد تھے ان کی درگاہ کے بعض پردانے بھی موجود ہیں چنانچہ راجہ عظیم خان سرکار  
رہتا اس صوبہ بہار نے ۱۲۷۷ھ فصلی میں ایک موضع شاہ جمال الدین کے نام جو  
اُن کی اولاد امجدین تھے معاف کیا تھا وہ بھی یہاں موجود ہے۔ اور محمد عباس صاحب  
قنوجی نے متولیان روضہ بالا پیر و حضرت مہدی صاحب کے راقم کے خط کے ذریعہ  
سے اس بارہ میں تفتیش کی ہو اور اُن کا یہ بیان کہ مہدی صاحب کے بڑے صاحبزادے  
مٹھویان شاہ آباد گئے ہیں ان کا مزار شاہ آباد میں موجود ہو کتبہ جو مہدی صاحب کا

یہاں موجود جو اُس سے مہدی صاحب کا شاہ آباد میں مدفون ہونا باعلان معلوم ہوتا ہو بعض کہتے ہیں کہ شاہ آباد اور قنوج دونوں جگہ شیخ مہدی صاحب رہا کرتے تھے اس لیے آپ نے ہر دو مقامات پر مقبرہ بنوا دیے تھے کہ جہاں انتقال ہوگا وہیں دفن کر دیا جاوے اور دوسری جگہ جو خالی مقبرہ رہیگا وہاں اور کوئی اولادین مدفون ہو جائیگا۔

بہر کیف مزار حضرت شیخ مہدی صاحب کا پر تصرف ہو اور حق تعالیٰ عالم الغیب و انامی حال ہو کہ یہاں اور وہاں کون سے مہدی مدفون ہیں۔  
صورت حال جو شیخ کبیر صاحب کی درگاہ کے سامان کی غارتگری کی موجود ہے وہ ثبوت کیلئے لکھی گئی ہے۔



ہکذا وقع

بیان لما وقع

سوال می کنند گو اہمی خواہد اضعف العباد شیخ غلام علی پیرزادہ و نبیرہ  
از سادات عظام و مشائخ کرام اہالی و موالی جمیع ہند و مسلمان ساکنان بلکہ  
شاہ آباد و قنوج برائے معنی کہ بتاریخ دہم شعبان افواج پنڈارہا آمدہ ہکی شہر مذکور  
راخانہ بخانہ آمدہ غارت نمودہ جلا وطن ساخت و اپنے اسباب اشیاء از نقد و جنس  
جائیکہ یافتہ بغارت بردند از انجملہ تمامی اسباب و اجناس درگاہ حضرت پیر صاحب  
و فقرا بایان و خدا مان کہ از قدیم الام بطریق نذر و نیاز از صاحبان اہل اعتقاد  
ہند و مسلمان امر او خبر بارسیدہ بود آن ہم بغارت بردند بنا بر آن باعث ویرانی

پریشانی مافقران شدہ و بسبب عدم وجہ معیشت در ماندگی قوت روزمرہ  
استقامت ففقران دارد و صادر ہم موقوف گردید و جز تو کلت علی اللہ و ہی  
دیگر ندارم تفصیل شیای مغرورۃ لاله دیگهای کلان بقیثت مبلغ  
پانصد روپیہ دیگر خرد بقیثت شست روپیہ دیگر ہائے خرد بقیثت  
دو صد روپیہ دیگر ظروف قیمتی مامعہ تبرک دستار غلاف تربت زربتی و  
ورشین و سفید قرآن مجید تلاوت خاص و دیگر کتب غلہ و دوسون دیگر سامان  
باقی دیگر اعداد مہربای شہادت رحیم الدین سید رفیع الدین سید محمد  
ابن شاہ حسین محمد شاہ ولد شیخ بنار اللہ غلام علی سید محمد اشرف خان ولد حسنو  
خان دوست محمد ولد شیخ عبد الکرم

## مناقشہ

اس خاندان میں ایک بہت بڑا جھگڑا ہوا تھا جس کا ستائیس برس تک  
مقدمہ لڑتا رہا دو سو گواہ دوران مقدمہ میں مر گئے گیارہ صفحہ نمبر اسکے تفصیلی  
حالات درج ہیں مگر ہم نے طوالت کے اندیشہ سے اس کا خلاصہ کر دیا اور اس  
خیال سے کہ عہد شاہی میں قاضی کے اجلاس اور برادری کی بنیاد  
میں معاملات یوں رجوع ہوا کرتے تھے لکھنا مناسب سمجھا۔ یہ جھگڑا شیخ  
عبدالروف صاحب اور منیر خان سے پیش آیا تھا اور اس کی وجہ یہ ہوئی  
تھی کہ شیخ عبدالنار صاحب منیرہ شیخ مہدی صاحب قادری نے اپنے بیٹے  
عبدالرزاق صاحب سے ناخوش ہو کر ان کو عاق کر دیا تھا اور جملہ ملکیت جس میں

ہزار بار وہ یہ نقد اور جائداد کثیر تھی اپنی زوجہ نور محلہ بی بی کے نام لکھی تھی جب عبدالستار صاحب کا انتقال ہو گیا تو عبدالرزاق پورب کی طرف سے آئے اور آبائی ترکے پر جبریہ قابض ہو گئے اور ماہر طرح طرح ظلم شروع کیے وہ بیجاری اپنے چھوٹے بچے عبدالغفار اور آمنہ بیگم لڑائی لیکر نواب کمال الدین خان کی بیوی کے پاس بڑی ڈھیوڑی چلی آئیں اور پناہ گزین ہوئیں اور فاضل فیض اللہ صاحب کے اجلاس میں نالیش کی محمود خان بازید خیل ون ہسکی وجہ سے مار ڈالے گئے عبدالرزاق نے میدان خالی پا کر تمام نقد و جنس جائداد پر قبضہ کیا اور جعلی تملیک بنائی اور حرکات بیجا شروع کی اور کچھ لحاظ اپنے چچا شیخ عنایت اللہ صاحب غیرہ کا نہ کیا چنانچہ آخر کار کچھ زمینداری کے ترکہ پر اپنے چچا میاں داد صاحب سے مقابلہ کیا اور فوجداری کر کے فچتور نالہ میں مار گئے اسکے بعد ان کی مان یعنی بیوہ عبدالستار صاحب اپنے شوہر کے ترکے پر قابض ہوئیں اور کچھ مدت کے بعد انھوں نے جملہ ملاک اپنی دختر یعنی والدہ عبدالروف صاحب کے نام لکھی اور ایک ٹپی موضع کندھر پور فتحپور و پرانی حویلی از راہ غیرت اپنی بہو سماء دولت بیگم زوجہ عبدالرزاق مقتول کو تاحین حیات گزارہ کو دیدی جب یہ حقیقت دولت بی بی نے اپنے بھتیجے شہر خان کو لکھی تو عبدالروف صاحب مانع ہوئے کہ یہ حق میرا ہے تمہیں بھر گزر اوقات کے انتقال حقیقت کا اختیار نہیں ہو مگر شہر خان اس معاملہ کے بعد فر کو چلے گئے اور سید اللہ فضلی میں جس سال جنگ بکسر ہوئی ہو شاہ آباد کو واپس اور خانزادہ سعادت خان رئیس چھوٹی ڈھیوڑی کے ملازم و صاحب ہوئے

شیخ عنایت الدہ صاحب نے انتقال کیا اور شیخ محمد علی و غلام علی صاحبان نے اپنی جدہ کے دین مہر کا دعویٰ برادری میں پیش کیا اور اسکے عبدالرؤف صاحب جواب دہ ہوئے اسی سلسلہ میں دولت بی بی نے نصہ فقہورنا سید احمد صاحب گیلانی کے ہاتھ فروخت کیا شیخ عبدالرؤف اور قاضی صاحب نے مشتری صاحب موصوف سے کہا کہ یہ بیع صحیح نہیں بلکہ جائیداد رہنور اس جائیداد کا قصیدہ درش ہے اس زمانہ میں مرزا سلیمان بیگ شاہ عالم بادشاہ کی طرف سے شاہ آباد کے عامل ہو کر آئے خانزادہ سعادت خان سنجری طرفداری پر آمادہ ہوئے اور عبدالرؤف صاحب کو دہانا چاہا اور ملا نصیب اللہ کو پیغام دیکر کہلا بھیجا کہ عبدالرؤف صاحب جویلی وٹی و باغ سے دست بردار ہو جائیں ورنہ جانے مار ڈالے جائینگے قاضی صاحب کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا قاضی ضیاء خان نے بطور نمائش کے کہا کہ آجکل جناب عالی نواب وزیر الممالک مالی اودہ بنگالہ وغیرہ کی طرف تشریف لیگے ہیں شہر حاکم سے خالی ہو باہمی طور پر صلح کرلو بعد ازاں سنجرخان کی پھوپھی مرگئیں اور انھوں نے اُس ٹپی کو جو ثلث موضع تھا سید قطب الدین کے ہاتھ بیچ دیا تا چاہا مگر سید صاحب نے اس فساد کی وجہ سے نہ خریدی اس مدت میں خانزادہ نے ملا نصیب الدہ کے ہمراہ سید ابراہیم صاحب قبلہ کو شیخ عبدالرؤف صاحب کے پاس بھیجا اس وقت میں شیخ عبدالرؤف صاحب جان کے خوف سے نواب اعزاز خان رئیس بڑی ٹپی کے پاس آکر پناہ گزین ہوئے تھے سید صاحب قبلہ نے اُنکے پاس آکر اُنکو سمجھایا انھوں نے اپنے عذرات بیان کیے اور کہا کہ اگر میرا حق نہیں ہو تو خانزادہ

مجھ سے بریت نامہ کو جوہ سے لکھاتے ہیں سنجر خان کے والد محمد خان بن و لتخان کا تعلق اُس سے کچھ نہیں ہو میرا سوروشی ماوری ترکہ ہو بلکہ چھٹا حصہ سماء مریم بی بی کی میراث کا جو سنجر خان کی جدہ اور میری مان کی پھوپھی تھیں اور سماء حمیدہ بیگم کی والدہ تھیں وہ مجھے از روے وراثت ماوری ہے سنجر خان سے ملنا چاہیے سید ابراہیم صاحب نے یہ منکر فرمایا کہ تھا راقول اور حق میں تسلیم کرتا ہوں مگر مجھ کو تیر رحم آتا ہو کہ تمھارے مخالف آمادہ قتل ہیں اگر تو اپنے حق سے درگزر کرے اور بریت نامہ لکھ دے تو مناسب ہے مگر عبدالروف صاحب نے باز دعویٰ نہ لکھا اور کہا کہ یہاں دباؤ خانزادہ کا ہو مقدمہ شاہجہان پور میں پیش ہونا چاہیے چنانچہ مقام شاہجہان پور قاضی محمود خان کے اجلاس میں مقدمہ پیش ہوا وہاں قانون شریعت کے مسائل پر جو اس مقدمہ سے تعلق رکھتے تھے خوب بحث ہوئی وہاں بھی عبدالروف صاحب کو غلبہ رہا بعدہ قاضی محمود خان صاحب شاہ آباد بھی بلاے گئے ۱۹۸۰ء شعبان ۱۲۹۸ھ ہجری کو سنجر خان نے عبدالروف صاحب کے مکان پر چڑھائی کی بڑا ہنگامہ ہوا بسنت راجی چکلیدار کی طرف سے محمد یار صاحب شاہ آباد کے عامل تھے اور اُن کے نائب و برادر و رگاہی صاحب تھے اُنھوں نے شیخ حبیب اللہ اور شیخ محمد راجہ صاحب کو دہن فساد کو بھیجا اور نواب بہادر علی خان صاحب رئیس کھیرہ مع اپنے فرزند شجاع علی خان اور پیر خان ابن سعد اللہ خان و خان زادہ ہدایت خان باقرزی اور عبدالرحمن خان شروانی وغیرہ بہت سے لوگ رافع شر کو آئے اور فریقین کو ہمایش کر کے بسنت راجہ چکلیدار کے پاس بھیجا اُنھوں نے قاضی شہر کے

پاس مع اپنے چوہدر کے روانہ کیا وہاں بھی حق عبد الروف کا قایم رہا مگر قاضی صاحب نے سید محمد غوث عرف سید مراد صاحب کی خدمت میں فریقین کو بھیجنا چاہا مگر سب خان نے منظور نہیں کیا پھر قاضی صاحب نے مولوی سید محمد فیض الدین صاحب کو لکھا انھوں نے انکار کیا ناچار غیر شہر سے دو فاضل طلب کیے گئے اُس درمیان میں نواب شجاع الدولہ پورب کے ٹکس واپس آ گئے اور صوبہ اودھ کو ضبط کر لیا اور کوئی تعلق اب اسکو دار السلطنت دہلی سے نہیں رہا اسے صاحب تبدیل ہو کر دار الخلافت کو روانہ ہو گئے راجپوتی بہادر یہاں کے نائب قرار پائے اور سید قطب الدین صاحب شاہ آباد کی فوجداری کی نیابت پر آئے تو خان زادہ سعادت خان نے انکو بھی ہوا کرنا چاہا سید قطب الدین صاحب نے کہا کہ چند روز گذرے ہیں کہ پروانہ نہ اب وزیر الممالک بھادر کا اس بارہ میں صادر ہوا ہے صلاح دولت یہی ہو کہ آپ طرفداری سے دست بردار ہوں اور شیخ عبد الروف کو اُنکے گھر میں آباد کرانیں یہ مسکن خان زادہ نے اپنی جانب سے لالہ شالباے متصدی کو اُنکے ہمراہ کیا اور سید قطب الدین اوونواب اعزان خان صاحب رئیس بڑی ڈھیوڑی نے شیخ عبد الروف صاحب کو اُنکے گھر جا کر اُن کو خانہ نشین کرایا اور وہ حسبِ عمل درآمد سابق اپنی جائیداد پر قابض ہوا اور اس صورت میں یہ مقدمہ ختم ہوا اُنکے دوسرے بھائی عبد الغفور تھے لیکن چچوٹ بھائی عبد الغفار صغیر سن مر گئے تھے ان فارسی کاغذات پر عمائدین شہر کی بیسیوں نمبرین پڑی ہیں اور شریک مقبوضہ ہے میں جن کے نام اسغرض سے کہ بیان کون کون معزز اور رودار اشخاص گذرے ہیں لکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔



قاضی ضیاء الدخان سید قطب الدین صاحب شیخ محمد سرور صاحب  
 شیخ محمد علی صاحب شیخ کریم الدین صاحب پیرزادہ نواب محمد اعجاز خان -  
 محمد باز خان خلیل بہادر علیخان سعد الدخان خواجہ حفیظ صاحب دیوان -  
 شتاب رائے مولوی ولی الدین صاحب محمد روشن صاحب متصدی  
 سمندر خان مہمند محمد روشن خان کانکر عبدالرحمان خان شروانی محمد آصف  
 خان تلج الدین خان میر معز الدین صاحب میان امام بخش صاحب  
 شیخ محمد سعادت صاحب ملا اللہ داد صاحب خیر اندیش خان تینخیل  
 روشن خان بازید خیل سید غلام مصطفیٰ صاحب عرف میان چندن یوسف  
 خان سلیمانی عبدالسرخان سلیمانی فیض الدین صاحب بنی سید اسماعیل صاحب  
 شیر خان خلیل انون صاحب فیض الدخان خلیل متی زئی مظفر علی خان  
 باقر زئی ناصر علیخان خانزادہ اجمیری خان باقر زئی شیخ قیام الدین و کریم الدین  
 و شمس الدین پیرزادگان میان خلیل جمال الدین خان بی بی زئی محمود خان  
 ابراہیم خان مہمند کالے خان غلزئی محمد علیخان تارین زبردست خان خانزادہ  
 یلین خان خلف اکبر رحمت خان خلیل نامدار خان نواب محمد شیر انداز خان بہمد  
 نواب داؤد خان سید ابراہیم صاحب شیخ محمد عرف شیخ بدن شیخ عبدالنار صاحب  
 پیرزادگان شاہ جہان پور -

شیخ قیام الدین علیہ الرحمہ

آپ حضرت محمد و اہل صاحب کے بیٹے اور شیخ قاسم سلیمانی کے پوتے ہیں آپ کی

عظمت و بزرگی اس امر سے ظاہر ہو کر ایسے مکمل اور خدا رسیدہ باپ دادا کی اولاد میں ہیں۔ آپ کے والد بزرگوار شیخ محمد واصل صاحب کا لقب باوا صاحب تھا جو ماہ جمادی الاول سنہ ہجری میں پیدا ہوئے تھے نواب بہادر خان چنار گڑھ سے نکمال احترام لائے اور اپنے شہر شاہ جہان پور میں بسایا اپنی صاحبزادی سقنا خدیجہ بیگم کو آپ کے عقد میں دیا اور چند موضع مثل داؤد پور بجلی پور وغیرہ مع محلہ لکرو کے عنایت کیے نواب صاحب موصوف کی صاحبزادی کے بطن سے محمد افضل صاحب اور ایک دختر بادشاہ بیگم پیدا ہوئیں۔ اسکے بعد محمد افضل صاحب اور انکی والدہ خدیجہ بیگم نے انتقال کیا محمد واصل صاحب نے اپنی دختر بادشاہ بیگم کا نکاح اپنے بھتیجے شیخ امام الدین عرف شیخ عنایت اللہ صاحب کے ساتھ جو شیخ کبیر صاحب کی اولاد میں تھے منعقد کیا ان سے شیخ عبدالرزاق صاحب پیر زادگان شاہ جہان پور پیدا ہوئے اور کل ترکہ عطیہ بہادر خان ان کو منتقل ہو گیا۔

محمد واصل صاحب نے دو عقد اور بھی کیے تھے دوسری بیوی سے شیخ حکیم الدین اویسیری بیوی سے شیخ قیام الدین پیدا ہوئے سنہ ہجری میں (۱۳۱) برس کی عمر میں محمد واصل صاحب نے انتقال کیا اور چنار گڑھ میں جہان انکے والد ماجد کا مزار ہو مدفون ہوئے تاریخ وفات راقم نے یہ نظر کی ہو۔

دلا واصل حق شیخ واصل نمود	خدا کرد اور حقیقت پہناہ
منظرفے سال چون فکر شد	نداد باقت شریعت پہناہ

شیخ قیام الدین صاحب کو انکی خاندانی فضیلت اور ذاتی تقدس کی وجہ سے نواب کمال الدین خان نہایت اعزاز سے شاہ آباد میں لائے اور محلہ اللہ پور میں

آباد کیا محمود خان رسالہ دار کی زمین جو شاہی عتاب سے ضبط کر لی گئی تھی اور ویران  
پڑی تھی آپ کو نذر کی اور اسکے علاوہ اور بھی آراضی بنا بر باغ و مدد معاش کے  
عنایت کی اسناد اراضیات اب تک آپ کے نام کی موجود ہیں جن کی نقل فیلتن  
درج کر دی گئی ہو آپ کے پانچ صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں شیخ نظام الدین  
شیخ رحیم الدین شیخ کریم الدین شیخ کمالے شیخ نیتھو صاحبان۔ آپ کی حیات  
کا زمانہ مسلمانہ ہجری کا غذات سے ثابت ہوتا ہو۔ پیر زادگان اللہ پر آپ کی اولاد  
میں ہیں درحقیقت آپ قوم کے افغان خلیل متی زئی ہیں مگر آبائی فقر کے سبب پیرزادی  
کے خطاب سے مخاطب ہیں۔

شیخ قیام الدین جو



متصدیان مہات پر گنہ شاہ آباد بجنایت امیدوار بودہ برانند۔ چون عازی  
پنجاہ بیگہ زمین مزروع بکوالی از جملہ آراضی کہ از یک طرف حد تالاب و یک طرف حد باغ  
سر در افغان و یک طرف حد باغ احداث نموده باغ محمود خان در میان واقع است بقتل  
معارف آگاہ نتیجتہ الکرام محبت باغ مرحمت نموده شد باید کہ آراضی مذکور پیوستہ و  
حدود و نمودہ در قبض تصرف مشارالیمہ واگذازند کہ در آن باغ احداث کنند  
باید کہ دین باقی عن مبلغ دانستہ حسب الطول عمل آرد۔ تحریر فی التایخ ہفتدہم شہر ذیقعدہ ۱۰۹۶ھ

# جانب پشت

شرح مقررہ پروانگی دستخط شخت پناہ نشی رحمت اللہ خان  
حاصل نموده آنجا حقایق و معارف آگاہ شیخ قیام الدین حیوانی که موازی پنجاه  
بیکه زمین پونہ فروغہ بگراستی آراضی که از یک طرف حد تالاب و یک طرف بلغ سردار خان  
و یک طرف حد بلغ احداث نموده بلغ موفی خان این نچتہ احداث نمودن بلغ بحقایق و معارف  
آگاہ مذکور مرحمت نمود شد باید کہ پروانہ بنام متصدیان برگزینہ شاہ آباد نوشته دہستہ  
کہ زمین مذکور را بشرح صدر پیمودہ و حد حد و بستہ دہند۔

تاریخ ارذی الحکمہ ۱۰۹۶  
نقل بدفتر دیوان رسید۔  
میانجی حاکم قیام

شیخ قیام الدین حیوانی



شجاعت و تدبیر عبدالرسول خان را اعزا

آنکہ چون موازی پنجاه بیکه زمین فروغہ بموجب سند جداگانہ بحقایق و معارف آگاہ  
شیخ قیام الدین حیوانی نچتہ بلغ مرحمت نموده شد باید کہ آراضی مطابقت سند مذکور  
پیمودہ و حد حد و دہنودہ در تصرف عمومی الیہ و اگر از حد جلتہ فروغہ هیچ و ہر مزاحمت  
چنانچہ دیدہ و دانستہ آراضی فروغہ مرحمت شد اگر اچنانا درین صورت خلافت  
خواہد ورزید و حقایق آگاہ بحضور خواهند نوشتہ مصدر انواع عتاب خواہد افتاد

درین باب تا یکصد تمام دانسته حسب المسطور به عمل آرند - تحریر فی التایخ بمهتمم  
ذیقعه ۱۰۹۶ سنه هجری -

دیگر



شیخ قیام الدین سیو

متصدیان مهمات حال و استقبال برگشته شاه آید  
بنایت امیدوار بوده بدانند چون موازی یکصد بگیه اراضی بگز آگهی مطابق ضمن  
در وجه حقایق و معارف آگاه من ابتدای فصل این مسئله فصلی مرحمت نموده شد  
باید که موازی مذکور در حال نیک از انجمن پنجاه بگیه مزروع و پنجاه بگیه خوارقاده خارج  
جمع بطریق ذراعت پیموده و چک بسته دهند که حاصلات آنرا فصل بفصل  
سال بسال متصرف شده باشند - درین باب قدغن مبلغ دانسته حسب المسطور بعمل  
آرند - تحریر فی التایخ چهارم جمادی الاول ۱۰۹۹ سنه هجری -

جانب پشت

چون در وجه حقایق و معارف آگاه شیخ قیام الدین صاحب یواز انجمن که سبب الامر  
تفصیل فیل برجال برگشته شاه آباد مابگیه بگز آگهی -  
در موضع خانپور علیه برگشته مذکور بدین زمین مزروع و  
در حیات بگیه زمین خوارقاده خارج جمع

## حضرت شہاب الدین سید احمد صاحب الیانی شاہ آبادی رحمہ اللہ

سید صاحب موصوف بزرگ برگزیدہ اور سندی سید تھے حضرت غوث الثقلین  
قدس سرہ کی اولاد امجادین میں چودہ واسطوں سے آپ کا سلسلہ حضرت قطب عالم  
غوث بنی آدم تک پہنچتا ہو۔ سید صاحب بڑے خدا پرست اور مقبول الہی تھے  
نظارہری علم و فضل میں بھی آپ کو پوری دستگاہ تھی۔ فن بلاغت میں ادیب تھے۔

سید صاحب کے والد بزرگوار حضرت سیدنا ابواسحاق ابراہیم  
صاحب شہر خاں ملک عرب سے ہندوستان تشریف لائے تھے سیدنا ابراہیم  
کے سفر کے متعلق انکے والد شہاب الدین احمد ابن سید عقیف الدین صاحب نے  
اپنی روشن ضمیر سے اُن کی روانگی سے پہلے ہی بشارت دی تھی کہ میرا فرزند  
ہندوستان کا سفر کرے گا چنانچہ بعد اپنے والد کے سید ابراہیم صاحب نے تشریف  
لائے جب اپنے ہندوستان میں قدم رنج فرمایا ہو تو وہ زمانہ شاہجہان بادشاہ  
کی حکومت کا تھا اور جب بادشاہ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو وہ نہایت  
قدر و منزلت سے پیش آیا اور بہت آپ کا اعزاز و احترام کیا اور حسب مراتب  
مہمانداری کی۔ غرض کہ شاہی دربار میں آپ نہایت سر بلند ہوئے۔ شہزادہ محمد شجاع  
آپ کا بہت متقدّم ہوا اور وہ آپ سے اس طرح سے پیش آتا تھا جیسے کوئی خادم  
اپنے مخدوم سے۔ سید صاحب مدوح سے کئی کرا متین ظاہر ہوئے ایسے خاص  
و عام کو آپ سے بچہ عقیدت پیدا ہوئی اور ہر طرف آپ مشہور ہو گئے۔ دس برس تک  
سید ابراہیم صاحب ہندوستان میں تشریف فرما رہے۔ اسکے بعد ہولہ حب الوطنی نے

آپ کو اپنی طرف کھینچا اور آپ ہند سے عرب تشریف لے گئے اور اپنے وطن پہونچکر شہر حمہ میں سترہ سہ ہجری میں ایک محل محلہ کے وسط میں تعمیر کرایا اور سترہ سہ ہجری میں سیدہ فخری نکاح کیا سیدہ مسطورہ عمر پاک الا عوج حاکم حمہ کی بیٹی تھیں اس عقد کی تاریخ امام بخش علی دہلوی مصنف کتاب شمس المفاخر نے اپنی کتاب میں لکھی ہے جس کا آخری شعر یہ ہو۔

اینۃ بالعرس الذی قامیخہ ذفت الیک نفایس لا فلاح  
اسکے بعد غرہ رجب سترہ سہ ہجری میں بعض امورات ومہات کی وجہ سے آپ طغیانیہ تشریف لیگے اور ان کاموں کے ختم ہونے کے بعد پھر اپنے وطن حمہ کو تشریف واپس لائے اور سترہ سہ ہجری تک وہیں آپ نے قیام فرمایا اسکے بعد پھر آپ نے دوبارہ ہندوستان کا سفر فرمایا اور بارہ سال تک آپ ہندوستان میں زندہ رہے سید ابراہیم صاحب جب عرب سے دوبارہ ہندوستان کو تشریف لائے ہیں تو شاہ جہان بادشاہ کی سلطنت کا عہد ختم ہو چکا تھا اور اورنگ زیب تخت نشین تھا اور اسکی توجہ اورنگ آباد کے آباد کرنے کی طرف مبذول تھی ایسے سید ابراہیم صاحب اورنگ آباد دکن تشریف لیگے بالآخر سترہ سہ ہجری کو سید صاحب فوت

قال صاحب تحفۃ الابرار السید شریف الشیخ ابراہیم ابن السید الشریف الشیخ احمد ابن السید الشریف الشیخ عقیقۃ الدین حسین ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشیخ الشریف شمس الدین محمد ابن السید الشریف الشیخ محی الدین عبدالقادر ابن السید الشریف الشیخ شمس الدین صاحب محمد ابن مولانا السید الشریف الشیخ علاء الدین علی اکبر لکھنوی الدہلوی توجہ بعد وفات والدہ الی السند (و اخبار ابوہ عن ذلک قبل بابہ) فحصل له بقول الامام من اہلہما واجتمع علیہما شاہجہانی بلدہ دہلی

نے اسی شہر میں انتقال فرمایا اور آپ اور ننگ آباد دکن کے محلہ بکیم مشہور ہے اور اشقا  
 میں مدفون ہوئے شجرہ خاندانی میں جو آپ کے صاحبزادہ شہاب الدین سید احمد  
 صاحب نے لکھا یا ہو اور وہ شاہ آباد میں موجود ہو سال رحلت ۸۸۰ھ ہجری تحریر  
 ہے۔ اور یہ عبادت عربی کہ السید ابراہیم توفی باور نک آباد سنہ ۸۸۰ھ وثمانین الف ہجری  
 مرقوم ہے اہل عرب نے سید ابراہیم صاحب کے سنہ وفات اور مدفن میں اختلاف کیا ہو اور  
 بجائے ۸۸۰ھ ہجری کے ۸۸۰ھ ہجری اور بجای اور ننگ آباد کے شاہ جہان پور  
 مدفن قرار دیا ہو اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہو کہ بعد مسافت سے عرصہ تک کوئی آدمی  
 اور خبر ان تک نہیں پہنچی اس زمانہ میں ریل و تار و ڈاک وغیرہ کے ذریعہ نہ  
 تھے اور جلد حالات معلوم نہ ہوتے تھے مدت کے بعد کوئی شخص کہیں سے اگر گیا  
 اور کچھ اسنے بیان کیا اور اس میں کچھ غلطی ہو گئی تو پھر اسکی تصحیح نہیں ہو سکتی تھی۔ اہل جاہ  
 نے جو یہ لکھا ہو کہ سید ابراہیم صاحب اپنے تکیہ میں جو انھوں نے شاہ جہان پور میں  
 بنایا تھا مدفون ہوئے اس میں بھی سہو ہوا حالانکہ شاہ جہان پور میں آپ کے بھائی ابو الحسن

خانزادہ المنزلہ الہی بانزلت الہی ہوا ہمارت الیہ جمع الہی تک البلاد اعتقد وہ غایۃ الاعتقاد علی الخصوص  
 ابن کلمہ محمد شجاع فان کان علی ما یدکر کالمطیع مع المطاع (و ظہرت علی ہریرہ الکرامات و ساد ذکر ہانی البلاد و جرت  
 لمصہم امور و استقامات اظہر السیر کبر سلفۃ الطاہر و اقام ہناک مدت عشر سنین ثم عاد الی حاکمہ و کان دخول الیہا  
 سنہ ۸۸۰ھ ہجری و جد دنیا قصرہ داخل دارہم و کان تارہ بقیہ حاشیہ صلیفہ سنہ ۸۸۰ھ ہجری و ترویج (المنت فخری)  
 بنت عمر بال لا عوجی حاکم حاکمہ فی السنہ المذكورہ و عمل لتارہ بجا نظر الامام الشافعی صاحب شمس المفاخر خارجہ و تارہ  
 ہنسیت مآب العرس الذی تارخہ ذقت الیہک نقایس الاخلاص و فی غیرہ سنہ ۸۸۰ھ ہجری و تارہ فی القطنیہ  
 و فی بعض امور و مہمات و بعد قضایا عادی و طسہ عامہ و استقام بہا الی سنہ ۸۸۰ھ ہجری ثم لہ سفرۃ ثانیہ  
 الی اللہ و استقام بہا اثنا عشر سنہ و کان اجمعھا بھا دفن قدس السرد و مرقم تکیہ کان بتا ہنسیت فخرۃ الاولاد  
 توفی فی بلدہ شاہ جہان پور سنہ ۸۸۰ھ ہجری و بہا دفن ۱۲۰۱۲



سید علی صاحب دفن ہوئے جن کا مزار مشہور ہے۔ سید ابراہیم صاحب کی تصویر وحلی یا اورنگ آباد میں کسی نے کھینچ لی تھی جو اب تک ان کے خاندان میں وہ چلی آتی ہو۔ ہنسنے سید ابراہیم صاحب کے یہ حالات جو تحریر کیے ہیں وہ تحفۃ الابرار کی عربی عبارت کا ترجمہ ہو یہ نایاب قلمی نسخہ شیخ السادات سید محمد صالح صاحب بن سید مرتضیٰ صاحب نقیب الاشراف کے پاس چھ ماہ میں موجود ہوا اس مستند کتاب سے جو عبارت کہ سید سیف الدین صاحب براد نقیب الاشراف نے سید احمد علی صاحب مہاجر کو تحریر فرمائی تھی اور وہ عبارت مہاجر موصوف نے مدینہ منورہ سے راقم کو ارسال فرمائی ہے جس کی نقل اقم نے حاشیہ پر درج کر دی ہے۔

سید ابراہیم صاحب کے حالات شمس المفاخر ذیل قلابا جو اہرمین بھی یہ کتاب عربی زبان میں ہوا اور مصر میں چھپی ہو راقم کی نظر سے گزر چکی ہو یہ آپ ہی کے عہد میں تصنیف ہوئی آپ کے ہندوستان تشریف لائے اور واپس جانے وغیرہ کا تذکرہ بھی مصنف نے لکھا ہے۔ اسکے بعد یہ لکھا ہے کہ سید ابراہیم صاحب ستبول تشریف لے گئے ہیں خدا سے اُمید ہو کہ آپ سلامتی سے تشریف واپس لائیں کتاب مذکور میں ہتھکڑی تحریر ہے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید صاحب ستبول ہی میں تھے کہ مصنف کا انتقال ہو گیا اور آپ کے باقی حالات درج کرنے کی نوبت نہیں پہنچی۔

اس جگہ پر اس امر کا اعلان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سید ابراہیم صاحب اور ان کے ابا و اجداد جو سادات غوثیہ یعنی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی اولاد امجاد میں ہیں بجائے بغداد کے چھ ماہ میں کیسے سکونت پذیر ہوئے اور بغداد بھڑکے سے کیوں چلے آئے اس امر کی تصدیق بھی راقم نے سید ابراہیم صاحب کے خاندان

سے جو حمہ مین مسند سجادگی پر رونق افروز ہیں بذریعہ مہاجر صاحب کے حاصل کی ہو اور اسکے متعلق جو ان حضرات نے عربی مین حال لکھا ہو اُس کا ترجمہ اردو مین خاکسار نے تحریر کر دیا ہے اس خاندان سے جو بزرگ کہ اولاً بغداد شریف سے حمہ تشریف لائے ہیں وہ سید سیف الدین صاحب ہیں اور انکے آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب تاتاریوں نے بغداد کو قتل و تاراج کیا تو اسی فتنہ مین سید سیف الدین صاحب کے والد حضرت ظہیر الدین صاحب بھی تاتاریوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے اس ہنگامہ مین انقلاب عظیم ہوا۔ سید سیف الدین صاحب بھی اپنے وطن سے منسلک ہجری مین حمہ کو چلے آئے اور حاکم حمہ کے یہاں مہمان ہوئے آپکا ارادہ مصر جانے کا تھا مگر تقدیر انہی مین کچھ اور لکھا ہوا تھا۔ اُس حاکم کے ایک لڑکی تھی اور وہ اس زمانہ مین بیمار تھی اُس حاکم نے آپ سے اُس لڑکی پر دم ڈالنے کی استدعا کی آپ نے اُسکے حق مین دعا کی اور کچھ پڑھ کر اُسپر بھونکا آپ کی دعا کی برکت سے خداوند کریم نے اس مریضہ کو شفا دی یہ حال دیکھ کر حاکم شہر آپ کا گرویدہ ہو گیا اُسکے بعد آپ نے مصر جانے کا ارادہ کیا مگر حاکم مذکور نے بچانے دیا اور اپنے شہر کی بود و باش کی استدعا کی آپ نے استخارہ کیا اپنے جد امجد غوث پاک کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ حمہ مین تم مقیم رہو پس حسب الارشاد آپ نے حمہ مین قیام فرمایا حاکم شہر نے اپنی اُس لڑکی کو آپ کی زوجیت مین دیا اور حضرت کی واسطے ایک زادیہ نہر عاصی کے کھائے تعمیر کرا دیا اور اس مین آپ رہتے رہے ۷۷۷ھ ہجری مین سید سیف الدین صاحب نے انتقال فرمایا اور زادیہ قادریہ مین مدفون ہوئے۔ اب قریب پانسوا شخص کے آپ کی اولاد امجاد حمہ مین آباد ہیں (حمہ) شام کے ملک

مین ایک بڑا شہر ہے۔ جو ریل کے دمشق سے حلب کو جاتی ہو اُسکے اثنائے راہ مین یہ شہر واقع ہو دمشق سے حمہ کا کرایہ سات روپیہ ہو اور حمہ بغداد شریف سے بہت دور ہے بغداد ملک عراق مین ہو اور حمہ شام مین ہو۔ اسمین سادات گیلان کا ایک محلہ علیحدہ آباد ہو سب حضرات کے مکانات اس ہی محلہ مین ایک جگہ مین یہ لوگ حمہ شریف مین گیلانی کے لقب سے مشہور مین۔ آجکل اس خاندان مین جو سجادہ نشین مین وہ سید صالح مین وہان سجادہ نشین کو نقیب الاشراف کہتے ہیں سید صالح صاحب کے والد سید مرتضیٰ صاحب بھی نقیب تھے۔ سید نجیب صاحب اور سید سیف الدین صاحب دو بہائی سجادہ نشین حال کے مین سادات حمہ کو اپنی حالی خاندان اور شریف النسب ہونے کا بڑا پاس ہو کسی کو اپنے نسب مین اخل نہیں ہوئے دیتے۔ ابھی چند سال ہوے ایک سید جو سلطان عبد الحمید خان کے مقرب تھے اُن کو سادات حمہ ہونے کا خیال تھا اُنھوں نے اپنا نسب نامہ معہ سلطانی پروانہ کے تصدیق کے لیے بھیجا جب ان حضرات نے اپنے یہاں کی کتابیں دیکھیں تو اُس نسب نامے کے خلاف پایا سید محمد صالح صاحب نقیب الاشراف نے میر کرنے سے صاف انکار کر دیا اور وہ سید سخت ناراض ہوے سادات حمہ کو اپنی جاگیرات و مشاہرہ کے ضبط ہونے کا بہت خوف ہو اس ہی اثنائے مین استنبول مین اختلاف ہوا اور سلطنت تغیر ہو گئی اور سادات حمہ کو کچھ نقصان نہیں پہونچا یہ حضرات صاحب جاہ و منزلت مین علم و بزرگی رس و قدریں کے ساتھ دولت مند بھی ہوئے غرض کہ شرف دینی اور ثروت دنیاوی سب کچھ حاصل ہو سادات حمہ مین اب بھی علما و ارباب و موجود مین گذشتہ زمانہ مین سادات غوثیہ جو بغداد شریف سے حمہ مین آکر

سکونت پذیر ہوئے ہیں ان میں بڑے بڑے صاحب کرامت گذرے ہیں منجملہ ان کے نام  
ایک سید علاء الدین علی صاحب جو سید شمس الدین صاحب کے صاحبزادے اور سید  
سیف الدین صاحب کے پوتے اور سید شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آبادی  
کے آبا و اجداد میں گذرے ہیں ان کے کچھ مختصر حالات شمس المفاخر سے ترجمہ کرتے  
ہیں اُس سے ناظرین کو اندازہ ہو جائے گا کہ ماہِ مین سادات کی جو شاخ آئی ہو  
اُس میں ایسے عظمت مآب و صاحب تصرف حضرات گذرے ہیں امامِ غنی طہی  
نے اپنی کتاب میں لکھا ہو کہ امام علامہ شیخ اسلام ابو الصدق قاضی شہبہ نے جو تاریخ  
مسلمہ ہجری میں تصنیف کی ہو اُس میں تحریر کیا ہو کہ سید علاء الدین صاحبِ نبلیت  
جو اندر و شبلیع اور ذکی بزرگ تھے آپ کی عظمت و وقعت تمام خاص عام اور حکام  
میں پھیلی تھی سلسلہ قادریہ کی اشاعت میں آپ نے کمال کوشش فرمائی تھی۔ مذہبی معاملات  
میں آپ نہایت سختی کرتے تھے لہو و لعب کے امورات روکتے تھے اکثر قمار خانے اور  
بھٹی خانے آپ سے توڑ ڈالے اور مئی خانہ جادہ فرح کا جو وہاں بہت آراستہ  
تھا اور اُس کے نیچے خزانہ تھا اپنے مسا کر دیا۔ اور یہ پُرانی خرافات چیرن آپ کی ذات  
بابر کات سے معدوم ہو گئیں اس لیے جمویوں نے آپ کی مخالفت پر کمرِ حیت باندھی  
اور آپ نے اُس کفرستان میں رہنا بے لطف سمجھا اور مصر کی روانگی کا قصد کیا جو قوت  
کہ جمویوں نے آپ پر چڑھائی کرنا چاہی تو ایک شخص رواتی نام جو مشایخِ حجاز سے تھا  
دوڑا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ آپ اپنے دروازہ پر  
تکیہ لگائے ہوئے بیٹھے ہیں اور اہل شہر آپ پر رقعہ کرتے ہوئے چلے آتے ہیں آپ نے  
جواب دیا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے تو پردہ اٹھا کر دیکھ اُس نے دروازہ جو پردہ اٹھا تو ایک

خیر بزرگھلا اور مونہ کھول کر اُسے حملہ کرنا چاہا رواتی گھبرا کر بھاگا اور جمویوں کی جماعت کے پاس جو سید موصوف کے دروازے قریب آگئی تھی پہونچا اور اُن کو اس حال کی خبر پہونچائی وہ لوگ یہ واقعہ سنا کر بھاگے سید صاحب مدوح کے پُر دس مین کر دی لوگ جو مستقر نہ مذہب کے تھے آئے اور انھوں نے آپ سے عرض کیا کہ ہم آپ کے مخالفین و مخالفین کو تیار مین آپ نے آیت کریمہ **فَسَيَكْفِيكُمْ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** پڑھی اور فرمایا کہ مجھے خداوند کریم کی مدد کے دوسرے کی مدد کا رہنمیں۔ اس عصہ مین جملہ مخالفین جامع نوی کے قریب جمع ہوئے آپ تنہا اُنکے پاس تشریف لیگئے اور انکی طرف متوجہ ہو کر اعلانیہ دین اسلام کی تعریف بیان کی اسکے بعد آپ وہاں سے چلے گئے مگر کسی کو آپ کے پاس آنے کی جرأت نہ ہوئی اسکے بعد مصر کی طرف مع اپنے مُردین وغیرہ کے روانہ ہوئے جب آپ حصہ پہونچے تو وہاں کے باشندے آپ کی پیشوائی کو بُری عقیدت سے حاضر ہوئے اور دوکانین بند ہو گئیں اور اہل شہر آپ کو بہت عجز سے روکتے رہے مگر آپ وہاں نہ ٹھہر سکے۔ بعلبک ہوتے ہوئے بیت المقدس مین داخل ہوئے وہاں ایک شخص حموی تھا جو حرم شریف کا محافظ تھا اُس نے اپنے ہم وطنوں کی اطلاع اور اطلاع سے آپ کی تعظیم و توقیر کی طرف توجہ نہ کی سید علاء الدین صاحب حرم شریف کے متصل مدرسہ کے حجرہ مین آرام فرما ہوئے جب آدھی رات گز گئی اُس محافظ حموی نے جواب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف مین تشریف فرما ہیں اور آپ کے گرد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت حاضر ہے آپ اُن سے آہستہ آہستہ کلام فرماتے جاتے ہیں یہ دیکھ کر محافظ حموی اُٹھا اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دینے کیلئے حاضر ہوا مگر آنحضرت نے اُسکی طرف سے منہ پھیر لیا وہ ہر چار طرف پھرتا رہا اور حضور سرور عالم نے کسی طرف

سے اُسکی طرف توجہ نہیں فرمائی اور یہ ارشاد کیا کہ تو نے میری اولاد (علی، ابن عبد القادر) کے ساتھ کج ادائیگی کی اس وجہ سے میں تجھ سے نہایت ناراض ہوں جب تک کہ وہ راضی نہ ہوں گے میں راضی نہ ہوں گا یہ خواب دیکھ کر وہ حموی بیدار ہوا اور بڑا خوف اُسپر غالب ہوا رات ہی میں وہ آپ کے حجرے پر حاضر ہوا اور آپ کے قدموں پر گڑا اپنے فرمایا کہ تو ہمارے پاس بغیر شفاعت ہمارے جد امجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہیں آیا اُس نے نہائی کے لیے فریاد کی اور بے ہوش ہو گیا اور قریب الموت تھا پس اپنے اُسکی خطا معاف فرمائی اسکے بعد آپ وہاں سے مصر کو روانہ ہوئے اُس محافظ نے اپنے بھائی ابن رقاہ کو جو مصر میں شیخ الشیوخ اور سلطان المشائخ اور سلطان مصر کا مقرب تھا اور کثرت سے لوگوں کے مُرید تھے اپنے تمام واقعات کی اطلاع دی جب آپ مصر پہنچے تو حسب اطلاع ابن رقاہ استقبال کے لیے حاضر ہوا اسکے ساتھ مصر کے علما، فقہاء، قاضی و حکام و اہل لشکر جن میں بولہ سوسادات عظام اور قریب اسی کے حامدین شہر سے تھے ابن رقاہ اُنکی رکاب تھا کہ پیدل ساتھ ساتھ چلا جب اہل شہر نے اُسکو اس حال سے دیکھا کل اہل شہر پیدل ہو گئے جن وقت سید علاء الدین صاحب سلطان مصر کے مکانات کے قریب گزرے اُس نے یہ مجمع اور جشن چشم خود دیکھا جب قلعہ کی بندوبستی پر چڑھے سلطان خود کھڑا ہو گیا اور چند قدم بڑھ کر خیر مقدم کیا اور بغل گیر ہوا اور اپنی مسند پر بٹھایا اور آپ سے ہم کلام ہوا ابن رقاہ دونوں کے سامنے کھڑا تھا سلطان ابن رقاہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ امی شیخ بیٹھ جا ابن رقاہ نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ دو سلطان ایک سلطان دُنیاء اور دوسرا سلطان آخرت ہوں انکے سامنے میں میسر شخص بیٹھوں بالکل دیکے خلاف ہوا ابن رقاہ نے حمویوں کی



کے کھنے کا ہو پھر کچھ حال معلوم نہیں ہوا کہ سید احمد صاحب ہند سے واپس حماۃ میں آئے یا نہیں اور سید احمد صاحب کی اولاد ہند میں ہوئی یا نہیں کیونکہ اس مدت یعنی (۲۲۶) سال میں اس طرف سے کوئی خبر ہمارے پاس نہیں آئی نہ کوئی آدمی آیا مگر سید علی صاحب کی اولاد اس وقت تک حماۃ میں موجود ہو۔

سید صاحب کے ہندوستان آنے کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ آپ کے آبا و اجداد کی عظمت و بزرگی کی وجہ سے خود اوزنگ زیب عالمگیر نے آپ کو عرب سے بلوایا تھا اور بادشاہ مذکور نے اپنی لڑکی سید صاحب کے نکاح میں ہی تھی سید صاحب کے اوصاف و تقدس کی شہرت بھی ہندوستان میں مثل اپنے پدر بزرگوار کے ہوئی اور آپ کو خواص و عوام میں مقبولیت و ہر دلعزیزی کا درجہ حاصل ہوا۔

جناب سید صاحب کو لوگوں کی گرویدگی و قدردانی نے وطن نہ جانے دیا اور ہندوستان کے رہنے پر مجبور کیا تو اسی زمانہ میں کسی ضرورت پر سید صاحب نے اپنی شرافت خاندانی کی صداقت کھیلے اپنے اعزہ کو لکھا ہوا اور اکابرین عرب نے ایک شجرہ آپ کی عالی نسب کا تصدیق کر کے ہندوستان میں آپ کے پاس بھیجا ہے جس میں آپ کا سلسلہ حضرت غوث الاعظم تک پہنچتا ہوا رقم نے وہ شجرہ شاہجہانپور میں دیکھا ہے نہایت خوشخط مظاہر مذہب عربی زبان میں جو چہر مہرین سادات عظام کی پڑی ہوئی ہیں۔

بقیہ حاشیہ تعالیٰ ان یاتی بہم عالمین آمین و کرموسن بعد ذلک التایخ لم یغف علی اثر رجوعہم من الهند الحماۃ ولا انزی بل صار السید احمد بن السید ابراہیم الگیلانی الذکور اولاد انی الہمت حدیث ما احبنا بالآخرین کما الاطراف والامام السید بن احمد بن ابراہیم بن حسین الگیلانی الذکور الذی راح معہ ابن اخیرہ للہند فاولادہ و ذریعہ موجودین فی حماۃ ۱۲



بعد انتقال نواب لیر خان کے جب نواب کمال الدین خان کو شاہ آباد کی آبادی کو ترقی دینا منظور ہوا اور اُس عرصہ میں اُن سے کوئی بادشاہی منہم انجام کو پہنچی اور بادشاہ ان سے خوش ہوا تو اُنھوں نے اُسکے صلہ میں سید صاحب اور قدم مبارک ملنے کی استدعا کی اور بادشاہ نے کمال خاطر داری سے سید صاحب کو نواب صاحب کے ہمراہ جانے اور اُن کے وطن میں آباد ہونے کی اجازت دی چنانچہ نواب صاحب ۹۶ھ ہجری میں سید صاحب کو بہار و ناز شاہ آباد لائے اور کمال تعظیم و توقیر سے اپنی صاحبزادی گل بیگم صاحبہ کو سید صاحب کے عقد میں دیا یہ قول بھی اس واقعہ کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ جب نواب صاحب نے اپنی صاحبزادی کو سید صاحب کے نکاح میں دیا تو یہ عرض کیا کہ یہ خادمہ حضرت کے وضو کرانے کے واسطے حاضر کی گئی ہے اس سے سید صاحب کی عظمت اور نواب صاحب کی عقیدت کا پتہ پایا جاتا ہے۔ نواب صاحب نے اکثر مواضع میں سید صاحب اور اُن کی بیوی کے نام چلوک تحریر کر دیے جن کی بعض سندیں راقم نے حاشیہ پر تحریر کر دی ہیں سید صاحب کے نام نامی

۱۔ نقل سند معافی بنخانہ کمال الدین خان بنام سید صاحب۔

مہر فیہ از شاہ عالمگیر خور  
نشان از راہ صدیق  
خود کمال الدین خان

متصدیان مہمات حال استقبال پرگنہ شاہ آباد  
حال جاگیر بنیاد سید اور بودہ بداندہ چون مولوی

لیکھنؤ پنچ بگہ زمین پختہ گزرا کسی درواہ موضع ہری علیہ پرگنہ مذکور از ابتدای ضلع لکھنؤ آئینہ گزار نو دوش دروہہ مذکورانہ خدوہ  
العادین زیدہ المومنین میر سید علی گیلانی حسب النصحرمت شہید کادہ منی مرقوم را بعد دو فصل فی تبصرہ میر مغالہ  
واگذارند و بوجہی من الوجوہ منع و مزاحم نشوند و ریاض تاکید تمام دانستہ حسب المسطور بجل آئندہ تحریر فی التالیخ  
یازدہم ربیع الاول ۱۱۱۱ھ ہجری ۱۷۹۸ھ

کے ساتھ لفظ خان بھی شجرہ وغیرہ میں تحریر ہے اس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپ کا خطاب  
خانی بادشاہ کی طرف سے محنت ہوا ہو آپ کے آبا و اجداد میں ہجر آپ و کسی کے  
نام کے ساتھ لفظ خانی شجرہ میں نہیں لکھا گیا ہے آپ کو اپنے ہی آبا و اجداد سے محبت  
و اجازت حاصل تھی اور آپ سے سلسلہ پیری و فریدی جاری تھا ایک مکتوب  
میں آپ کے محامد و محاسن مولانا عبداللہ صاحب مغربی نے حسب ایما آپ کے  
غزنی زبان میں تحریر کیے ہیں اور اس مکتوب میں فضائل سادات و اہلبیت سالت  
اور مناقب غوثیہ اور آپ کے آبا و اجداد کے مستند حالات لکھے ہیں اور شجرہ آپ کی  
اولاد سے تا حضرت غوث الثقلین مرتب کیا ہو اور اس بارہ میں تحفۃ الابرار و نواسع النور  
شمس المفاخر وغیرہ کتب کا حوالہ دیا ہو اور یہ مکتوب مع شجرہ کے آٹھ ہاتھ لکھنا اور  
اور ایک ہاتھ سے زاید چوڑا ہے غرض کہ طول طویل ہو اور مصنف  
موصوف نے ۳۲۲ ہجری کو آپ کے عہد حیات میں لکھا ہو سید صاحب کے اوصاف

بقیہ حاشیہ جانب پشت بموجب ضمن ہوازی یکصد و بیست و یکہ آراضی زمین از سواد موضع ہری علی  
برگنہ شاہ آباد و روجہ نذرانہ قدوۃ العارفین بیدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد ہاشم بیگہ پختہ -  
نشر حد و حوض موضع غنہ پور حد و حوض موضع سن پور حد و حوض موضع انبیا پور  
تقل شد بجانب اب صاحب بنام اہلسید صاحب  
میر بادشاہ خان ہوالغنی متصدیان مہات حال استقبال برگنہ شاہ آباد حال گیر بنیاست سید و اور ہودہ بند  
چون ہوازی پچاہہ بیگز زمین پختہ بگہ الکی در سواد موضع جو یا علیہ پختہ مذکور از ابتدای تہذیب و تمدن  
کمال الدین خان کینزار یکصد و فصلی بنام قدوۃ العارفین بیدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی صاحب ضمن مرحمت شد  
باید کہ راضی مرقوم باجد و مفضل ذیل تبصرہ شاملیہ و الذا زیدہ و بعض من الوجوہ مانع و فراہم نشوند  
در بنیاست کید تمام دائرہ حسب المسلول علی زند تفریق فی الیارج جاؤم شہر حسب اہل بیت ہجری مصلح  
جانب پشت بموجب ضمن ہوازی پچاہہ بیگز زمین پختہ از سواد موضع محمود برگنہ شاہ آباد بنام اہلسید قدوۃ العارفین  
بیدۃ الواصلین میر سید احمد گیلانی مرحمت شد حسب بیگہ پختہ  
حد و حوض موضع انبیا پور حد و حوض موضع سن پور حد و حوض موضع غنہ پور حد و حوض موضع انبیا پور

میں اکثر افعال کے ہیں اُن میں سے ایک قصید کے چند اشعار یہاں پر درج کیے جاتے ہیں

من عزمهم و فخرهم من يفتخر  
کون شخص ہے جو ان کا زید و لاؤاؤ کے فخر سے یا فخر و کستا ہو  
بنجاره فوق السهى والمشتري  
جنکی اصل سہی اور مشتری سے بلند مرتبہ ہو  
وغيا ثم في كل همومعين  
اور ہر شے آنے والے غم میں آنے والے دکھ و رمان ہو  
عند الآله لمن به يستظهر  
اُس کے شکلات کو دیکھ کر یوں کہیں غلت اور تیرے باجوا کو نہ کھائے  
ورئيسهم ساعى الكمال الفخر  
اور اُن کا رئیس ہے اعلیٰ کمال والا ہر

قد صفت خطبة نسبة فسادة  
سادات کے نسب کی بیخیز تعریف کی  
ادب الابد القادر جيلاني  
میں نے تعریف کی اولاد عبدالقادر جیلانی کی  
غوث الانام وقطبه و امامهم  
وہ عبدالقادر جو تمام غلوں کا فریاد رس اور طلب نام ہے  
محل المخطوب بقدره و بجاهه  
جو شخص اُن سے حل مشکلات کو چاہے  
بإشارة من تاجر مفرق عزمهم  
اور یہ شخص ان شخص کی خاموشی کی جو غلوں کی فرقہ کو کھائے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۷۷ مولانا عبد اللہ کے والد کا نام بھی عبد اللہ ہے اور اُن کے جد امجد کا احمد  
ابن عبد الرحمن ہوا مکی مذہب اور شاذلی مشرقی ملک مغرب کا باشندے تھے ایسے مغربی اپنے نام کے ساتھ لکھتے تھے  
عبد اللہ صاحب خان صالح اور قابل تھے (۲۰) برس کی عمر میں انہوں نے یہ صاحب کے حالات لکھے ہیں جو نسبت تھے ۱۳۳۲ھ  
کو شہر قاہرہ ملک مصر میں ان کو شیخ علامہ ابو العباس احمد بن محمد بن ناصر درمی مکی شاذلی مغربی نے فرقہ قادریہ پھایا تھا  
اور ذکر و اشغال قادریہ کی اجازت بھی انھیں علامہ موصوف سے حاصل ہوئی تھی اُن کے علاوہ دیگر چند شاخیں ہیں بھی  
ان کو خلافت و اجازت ہوئی تھی چنانچہ مسئلہ ہجری میں شیخ ابو الغر محمد بن احمد بن محمد بن ناصر نے بھی ان کو خلافت  
پھایا تھا اور یہ بزرگ شیخ محمد علی مکی مغربی مکی یقیم کہ کے خلیفہ تھے اور مسئلہ ہجری میں مولانا عبد اللہ کو بخاری تھیں  
کے ختم ہونے کے وقت ہر ایک قسم کی اجازت شیخ احمد بن محمد شافعی کی اور شیخ عبد اللہ بن سالم مصری شافعی مکی سے  
حاصل ہوئی اور مسئلہ ہجری میں طریقہ قادریہ اور مولفات حضرت پیران پیر کی اجازت ان کے شیخ محمد بن عبدالغلام  
سے قاہرہ میں حاصل ہوئی تھی غرض کہ صاحب سلسلہ اہل رشاد تھے - ۱۲ + ۱۲

السید ابن السید المحسی فی الشریع المسمی والعنصر

سر دار ابن سردار      سینٹی شریع      نام      اور اہل والا

هو احمد حمدات مناقبہ الی

یہ احمد جو میں نے اُس کے اوپر مناقب کی تعریف کی

الطیب الاخلاق والاعراق

عمرہ اخلاق اور افعال والا ہے

وتیتمہ الدھر الی ما مثلها

اور بے بہا سوتی پرل نازکے جن کا کوئی مثل نہیں ہے

من رآه حاتم فی عصره

کون شخص اگر اس کو حاتم اپنے زمانہ میں دیکھتا

یقضی له بالجو دفسر واغتدی

حکم کرتا کہ وہ سخاوت کے بیشہ کا شیر ہو اور صبر کو شہر ہو

او صافعت کفہ قضو من حاتم

یا کافؤ من کاشخص اسکو اپنی ذات کی جانب اشارہ کر کے

اولو رای السفاح عزرة وجهه

اور اگر سفاح اس کے روشن چہرہ کو دیکھتا

او قیل من خیر الخلاق کلها

یا پوچھا جاوے کہ خیر الخلق کون ہو

منها طلاقه وجهه المستبشر

جن سے چہرے کی ترقی تازگی اور روشنی ہے

الافعال شھمن سلالة حیدر

نهایت تیز طبیعت حیدر کی نسل سے ہے

ونتیجۃ الکو البھی الانور

اور غلام ہے زمانہ ترقی تازہ روشن کا

وندی یدیہ الهاطل المتفجر

اور اُس کے ہاتھ کی مسلسل نجات کی بارش کو دیکھتا

معروفہ لکسی لباس تنکر

لباس گمنامی کا پہن لیتا

لتفجرت بمواهب کالکوشر

بخشش میں پیش کوثر کے اُس سے جاری ہیں

لا قرانہ تبع فی حمیر

البتہ اقرا کرتا کہ خوب صورتی میں حمیر اُن کا تابع ہو

فالی شہاب الدین یومی المخیر

تو ہمز شہاب الدین کی جانب اشارہ کر کے کا

وسعادة المشطر ومسطر

ہر ہمایہ اور مقرر کرنے والی سعادت ہیں  
ار جو شفاعتِ حدہم فی المحشر  
مین اُسکے جد کی شفاعت کی روزِ مشرید رکھتا ہوں

"

ما ذا عسى اثنى وعد صفاته

مجھ سے اُسکے صفات کا شمار اور تعریف غیر ممکن ہو

اهل الکساء وخير آل محمد

بلند مرتبہ والے اور بہترین آلِ محمد ہیں

صلى الله ما حبت صبا

جب تک کہ ہوا چلتی ہے اپروردہ و دنازل ہو۔

مولخ موصوف نے سید صاحب کی تقدس و بزرگی کے علاوہ علمی قابلیت و انشا پروری

کی تعریف بھی لکھی ہو اور عربی عبارت میں رقمطراز ہو کہ وفا اخو الہند بالعلاء و علاء

یعنی زیبا ہو کہ ہندوستان آپ کی ذات و علو مرتبت پر فخر کرے۔ اگر ابنِ بانی آپ کو دیکھتا

تو بجائے مغرالدورہ کے آپ کی تعریف کرتا اسی طرح پھر اشعار آپ کے اوصاف میں لکھے

ہیں۔

ويا من به الدنيا تروق وتبسم

اور ای وہ شخص جسکے سبب دنیا تر و تازہ و شاداب ہے

ومن جوده كالغيث بل هو اكرم

اور ای وہ شخص جسکی سخاوت بارش سے بھی زائد ہے

وكالشمس نور لبشره المتوسم

اور اُس کا روشن چہرہ نور میں آفتاب کا مقابلہ کرتا ہو

فانت على اهل السباق مقدم

تو ہر سبقت کرنے والے سے آگے بڑھا ہوا ہے

فيا واحد الارمان جوداً ومنصبا

اے وہ شخص جو باعتبار اپنی سخاوت و منصب یکساں ہو

ومن وجهه كالبدل ريشرق نوراً

اور ای وہ شخص جسکے چہرہ کی روشنی نیل کا لکچکتی ہو

ومن ذكره كالمسك فص ختامه

اور ای وہ شخص جس کا ذکر شیلِ مشک کے مکتا ہے

لقد حزت خصل السبق غير منازعه

گمورہ دوڑ کے میدان میں کوئی تیرا مقابل نہیں

به الروض يندى والذلى تبسم  
جس سے باغ تر و تازہ اور دُنیاروشن ہو  
لمجدك في حال الفخار يسلم  
تو تیرا حب و نب غمزا فریہ ہو  
تكدات شامل حسابها  
جبکہ شمار سے اُٹھکیاں عاجز ہیں  
وتفنى قراطيس كتابها  
اور کاغذ آپکی تعریف کھنڈے والونکے لیے کافی نہیں ہوتا  
وقد ادبى على سبحان وائل  
اور تحقیق زاید بلند ہیں سبحان و ایل سے  
لم يستطعه الا وائل  
لیکن اُنکے مقابل میں کسی متقدمین کو طاقت نہیں  
يقطع اليه الفوافد والبيد  
تو لوگ جنگل و میدان قطع کر کے اُن ہی کے پاس آتے

حويته من العلياء كل كريمة  
تو نے ہر بڑی خصلت کو گھیر لیا ہے  
اذا فاخل امجاد يومًا فامنا  
جب بزرگ لوگ کسی دن اپنے نسب پر فخر کریں  
مناقب مثل اداد الرمال  
آپکے مناقب مثل ذرہ ہائے ریت کے ہیں  
وتعب الالسن دراسها  
اور زبانیں آپ کی تعریف سے عاجز  
وهو المتقدم في البلاغه  
اور وہ متقدم ہیں پنج بلاغت کے  
والمتاخر الزم وقتاقي بما  
اگر زمانہ تاخیر وہ متاخر ہیں  
لو كان في عصر لبید  
اگر وہ لبید کے زمانہ میں ہوتے

او طرفه بن العبد يقال هذا هو الطرفه وانا المرید  
یا طرفہ بن عید کے زمانہ میں تو وہ کہتا کہ یہی وہ طرفہ ہیں اور میں مرید ہوں  
او قال هذا هو السيد وانا من العبيد

یا کتا بہی وہ مزار ہیں اور میں غلام ہوں

يا حسن ما يشئ عليه يعاب  
اگر کئی چیزیں چاہیں کہ کچھ اُنکی تعریف کی گئی وہ انکے لیے کم و نقص ہے

تجاوز قدح المدح حتى كانه  
وہ مدح کی حد کو استعد تجاوز کر گئے ہیں

سید صاحب کی روشن نظیری کے متعلق نقل بیان کی جاتی ہو کہ ایک عالم  
 زاہد خشک آپ کی ملاقات کو تشریف لائے۔ سید صاحب اس وقت کبوتر دکنی کا باب  
 بنانے میں مشغول تھے اُن خشک ملا کے دل میں یہ خیال آیا کہ جب آپ کے اس قسم  
 کے مشاغل ہیں تو آپ کو خدا پرستی سے کیا واسطہ سید صاحب اپنی صاف باطنی  
 سے اُن کے اس خطرہ پر گاہا ہو گئے اور کہا کہ دل بہار و دست بکار پر عمل ہو یہ فقرہ منکر وہ  
 صاحب نہایت نادم ہوئے اور سید صاحب کی ملاقات سے بہت محفوظ  
 ہوئے۔ شہاب الدین سید احمد صاحب شاہ آباد اور شاہ جہان پور ہر دو جگہ  
 رہا کرتے تھے دونوں جگہ آپ کے مکانات تھے اور ہر دو مقامات پر ارادتمندوں کا  
 حلقہ وسیع تھا۔ آپ کی پہلی بیوی کے بطن سے سید محمد صالح صاحب اور ایک صاحبزادی  
 اور دوسری بیوی سے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں یعنی سید داؤد  
 صاحب سید محی الدین صاحب سید عبدالرزاق صاحب سید خیر الدین صاحب بی بی  
 آمنہ پلنجی اولاد میں بی بی اجی کے بطن سے متحد البطن تھیں اور گل نگیم صاحبہ کے بطن سے  
 ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام خدیجۃ الکبریٰ تھا اور دو صاحبزادے سید ابراہیم صاحب  
 اور سید رحمت الدین صاحب جن کا نام بقاعدہ عرب اپنے جد امجد کے نام نامی پر رکھا  
 گیا تھا سید صاحب نے ایک تملیک نامہ ۲۲ جمادی الثانی ۱۱۲۹ھ ہجری کو جب کہ فرخ میر  
 بادشاہ کا عہد تھا تحریر کیا جو جس کی نقل بطور یادگار کے حاشیہ پر لکھی گئی ہو سید صاحب

۱۔ نقل تملیک نامہ بنام بی بی گل نگیم صاحبہ تمام سید صاحب سید احمد صاحب سید خیر الدین صاحب سید رحمت الدین صاحب سید داؤد  
 اعتراف معترف شرعی نمود مسیحی سید احمد ابن سید ابراہیم گیلانی مرحوم ساکن قصبہ شاہ جہان پور عہدہ رکنہ کانت کو  
 سرکار دیوان مضافات بصوبہ دار الخلافہ شاہ جہان آباد حال جواز اقرارہ شرعاً بر نیوہ کہ بخشد و نمیکشتی  
 گردانید در حال محبت و ثبات عقل بسیعی گل نگیم بنت کمال الدین خان مرحوم و بر نو خشد و محبت الدین صاحب کے حق میں





پیدا ہو کر رحلت کر گئے ہوں ایک کا تہنہ ان کا نام بھی لکھنا ضروری سمجھا ہوا اور دوسرے نے غیر ضروری۔ سید صاحب کی آٹھ صاحبزادیاں تھیں بیشتر سید صاحب کے آباواجداد کا شجرہ لکھا جاتا ہوا اسکے بعد آپ کی اولاد کا شجرہ مفصل مرقوم ہوگا۔ سید صاحب کی تلوار بطور تبرک کے آپ کی اولاد کے پاس چلی آرہی ہو۔

شعباب الدین سید احمد خان	بن سید ابوالسحاق ابراہیم	بن سید عقیف الدین حسین
بن سید محی الدین عبدالقادر جیلی حموی	بن سید شمس الدین محمد	بن سید محی الدین عبدالقادر جیلی حموی
بن سید شمس الدین محمد	بن سید علاء الدین علی	بن سید شمس الدین محمد حموی
بن سید سیف الدین حموی	بن سید ظہیر الدین احمد بغدادی	بن سید ابی نصر محمد
بن قاضی القضاۃ ابوالصالح نصر	بن حافظ العراق تاج الدین ابوبکر سید عبدالرزاق	

بن قطب ربانی غوث الصمدانی شیخ محی الدین عبدالقادر جیلی انہی واکسینی قدس اللہ العزیز

سید صاحب کے چچا سید علی ابوالحسن صاحب کا انتقال شاہ جہان پور میں ہوا اور محلہ جھنڈا کلاں واقع شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے آپ کے مزار پر حضرت مرزا مظہر جان جاناں دہلوی تشریف لائے ہیں ہندوستان میں سید علی صاحب کے شادی نہیں کی اور نہ یہاں آپ کے اولاد ہوئی مگر حماہ شریفین آج تک آپ کی اولاد موجود ہے۔

سید صاحب کی اولاد زرینہ و دختر کی کا شجرہ بھی ہم نے نہایت تحقیق سے مرتب کر کے تحریر کیا ہے اور ہر ایک فرزند کے تفصیلی حالات بھی جہاں تک ممکن ہوئے لکھ دیے ہیں۔ شجرہ صفحہ آئندہ پر لکھا ہوا ہے۔





سید محمد صالح صاحب بیدار صاحب کے صاحبزادے تھے اور سجادہ نشین بھی کہے جاتے ہیں بعض اشخاص آپ کو اولاد اکبر بتلاتے ہیں آپ اور ایک آپ کی بہن سیدہ فاطمہ متحدہ البطن تھیں آپ ہر دو اپنے والد کے ہمراہ اور ننگ آباد سے شاہ آباد تشریف لائے تھے جو شجرہ کہ سید صاحب کے زمانہ حیات میں مرتب ہوا ہے اُس میں جس طرح لکھا ہے جد امجد اور والد ماجد سرخ رنگ سے امتیازی طور پر لکھے گئے ہیں اسی طرح آپ بھی اپنے جملہ بھائیوں میں امتیازی طور پر لکھے ہوئے ہیں سید محمد صالح صاحب نہایت فاضل عالی منزلت اور صاحب عرفان بزرگ تھے نقل ہو کہ ایک بار آپ کی مجلس سماع میں کیفیت طاری ہوئی اُسی حالت و جد میں آپ نے اپنا کرتہ اتار کر قالون کو دیدیا جس کی برکت سے قالون کی نظر سے پردہ حجاب کا اٹھ گیا اور وہی کیفیت انپر طاری ہو گئی آپ کی عظمت شہرہ آفاق تھی جب امرا کے یہاں کوئی تقریب ہوتی تو حصول برکت کے لیے آپ بلا کر شریک کیے جاتے چنانچہ نواب تاج الدین خان جو نواب بہادر خان بانی شاہ جہان پور کے نبیرہ تھے اُن کا عقد سماء روشن آراہنگ مکتبہ سید بہادر ولی خان ابن نواب سید حسین خان مرحوم سے قرار پایا اور ایک کروڑ پچیس لاکھ

سہ نقل نکاح نامہ نواب تاج الدین خان بوکالت سید محمد صالح صاحب - احمد رضا علی صاحب الکحل سنت الانام و تصدقات طابین الکلال و احرام حنائن الفاش والاثام و التعلال المانی الانام الصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خیر الانام علی آلہ واصحابہ الدرد والاکرام اسلہ بالمدی و درین سخن نیطرہ علی دین کل ولو کہہ المشکون قال البنی صلعم عن الکحل سنتی غلیس نہی - اما بعد این وثیقہ صحت شرعیہ کہ بزور صدق آراستہ بنی و ساریت براکتہ یتایخ نوزدیم شہر ذی الحجہ سلسلہ جلوس فرخ سیر شاہی بزم خواست و در عقد نکاح شرعیہ خود آور دہی نواب بہادر خان تاج بہادر بن زین الدین خان شہید بن نواب غیرت خان فضل غلیس علیہ السلام بالذین المستورات تاج الفدات سماء روشن آراہنگ بنت سید بہادر ولی خان بن سید نواب حسین خان مرحوم تہ زوج و یکملش میر محمد صالح ابن سید احمد بن سید ابراہیم کہ بر صدق و کالت او اختیار نمود شاہدین عاقلین بالیقین شیخ بکا بن شیخ بنور دار بن شیخ فیروز میر محمد بن محمد بن محمد بن

روپیہ کا دین مہر مقرر ہوا اس مناکحت کے وکیل بھی سید محمد صالح تھے آپ کی بیوی نواب احمد علی خان تعلقہ دار باسطانگر کی پھوپھی تھیں بعض لوگ سید صاحب کی اولاد میں ایک صاحبزادی بھونابیان کرتے ہیں جس کا نام سیدہ عائشہ تھا کا غذات سے آپ کے ایک فرزند سید مرعلی ثابت ہوتے ہیں مکن ہو کہ یہ صاحبزادے آپ کے حین حیات میں فوت ہو گئے ہوں اور آپ کی صرف صاحبزادی رہ گئی ہوں شاید اسی وجہ سے آپ کا پکا باغ اور پکا مکان نواب احمد علی خان نے اپنی پھوپھی کے ذریعہ سے اپنے قبضہ میں کر لیا تھا جو آج تک چھوٹی ڈھیوڑی کے متعلق ہے آپ کا مزار پر انوار محلہ ٹیڑھانہ میں آپ کے پکے باغ کے شمالی اور مشرقی کونہ پر واقع ہو بلکہ کے جنوبی اور مغربی گوشہ پر آپ کا مکان تھا کنواں وغیرہ اب تک باقی ہو۔

جب مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مراد بادی جو عالم متشرع اور عارف باللہ تھے شاہ آباد تشریف لائے تو افضل خان صاحب تارین کے مکان واقع موضع دریا پور سے عبدالسبحان خان سب جسٹار کے مکان واقع محلہ احاطہ کو تشریف لے جایا کرتے تھے حافظ غلام علی خان ہمراہ تھے اثنائے راہ میں جب سید محمد صالح صاحب کے مزار کے قریب

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ میر سید علی صاحب وکیل سیدہ روشن آرا بیگم فقیر سیدیگ دلالہ بیگم بن زبیر بیگم کبر صدق و کالت اور اختیاریہ دند شاہدین عاقلین بالیقین مرزا محمد علی بن غیاث خان بن نواب ظفر خان مرحوم دہرلی بن محمد صالح وکیل مذکور وکیل مذکور برنس برکھور خور انکھ مذکور بنی حلالی دادا ایجاب قول بن العاقین مذکور بن در مجلس واحد واقع و مردم کراکاب و قبولی را می شنیدند و می شنیدند کاتین سلیک کد و رست پنچ مک روپیہ راج الوقت کہ نصف آن فصحت و دو نیم مک روپیہ پیشو و از آنجا ملت موصل واجب الادا است

و نشان موصل الی استاکلاخ باس ست کان بکا خان الدفیل یو تیرین یشا۔ محمد کاظم ولد القات خان۔ بہادر خان چٹا فتح محمد حبیب اللہ القات خان صالح محمد بن سید احمد۔ مفتح الدار سید خاتم القات خان۔ محمد شاد بیگم علی احمد مظفر بیگم

پہونچے تو مولانا صاحب کو کچھ انوار نظر آئے حافظ صاحب نے پوچھا کہ یہاں کوئی بزرگ  
اہل المد سے آسودہ خاک ہیں اور جب مولانا صاحب آپ کے مزار پر پہونچے تو نہایت  
ادب سے ٹھہر گئے اور کشف القبور کا مراقبہ کیا اور آپ کا نام نامی حاضرین کو بتلایا  
اور آپ کے عالی مراتب اور مقبول الہی ہونے کا مفصل حال سنایا اکثر گوئی مکرر دین  
آپ کی ذات بابرکت کے توسل سے حاصل ہوتی ہیں آپ کے خاص دست مبارک کا ٹھہر کیا  
ہو ایک کا غذا باقم کے پاس موجود ہو یہ کا غذتیک نامہ جو گلنیم صاحبہ کے نام  
معاوضہ میں تحریر کیا ہے اس کی سند ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۹۹ ہجری کو تحریر ہوئی ہے  
آپ کی صاحبزادی عایشہ بی بی کے بطن سے دو بیٹے اور کئی بیٹیاں پیدا ہوئیں سیدہ  
عایشہ کی چھوٹی بیٹی بھیکن میان برادر قطبی میان صاحب کو منسوب تھیں۔

سید ابراہیم صاحب شہاب الدین سید احمد صاحب کے فرزند تھے  
جو گلنیم صاحبہ کے بطن سے پیدا تھے اور آپ کا نام حسب عہد عرب اپنے دادا کے  
نام پر رکھا گیا۔ آپ بنی و دنیاوی اوصاف میں مثل اپنے بزرگوں کے متصف تھے  
سید ابراہیم صاحب کی تین بیویاں تھیں زوجہ اولی سے تین بیٹے یعنی سید غلام غوث  
صاحب سید حسن عرف بیان اُچیلے صاحب سید حیدر صاحب

لے نقل از نامہ سید محمد صالح نام بی بی گلنیم صاحبہ۔ باسمہ سبحانہ تعالیٰ  
افراد و احترام مجمع شرعی خود غرض ہام و منجہ و محمد صالح و دلیر سید احمد گیلانی در حالت صحت نفس و قیام و در اجازت  
یہ قطعہ زمین بابت خرید خود رکھو دست برین حدود اربعہ معروفہ و معروفہ شریفہ  
محمض کی قطعہ زمین مشہور ہوئی غیر معمولی کہ ملک صحت و صحت تربت بی بی گلنیم صاحبہ کمال الدین خان حرم است و حدود  
برین حدود اربعہ معروفہ و معروفہ شریفہ  
موقوفہ اویم و بر زمین محض عن قابض شدیم و نماند مقررہ کورمانہ قطعہ زمین خریدار و بود دعوی و حق و خصوصے و کان و ملک  
بمضمر العدل و التفات نوشتہ شد ان خطاست کلام شہر ذیقعدہ ۱۲۹۹ ہجری۔

اور زوج دوم کے بطن سے سید اسماعیل عرف بدھو میان زوجہ سیوم کے بطن سے سید غلام علی عرف نمویان اور سیدہ فرحت تھیں سید ابراہیم صاحب نے سب کی شادی اپنے عہد حیات میں کر دی تھی مراد ن صاحب نے سید ابراہیم صاحب سے لکھن دو چاک اور ایک دیوانخانہ اور ایک سردری اور ایک قطعہ اراضی جو عقب دیوانخانہ تھی اور حق و زکنتی بازار کا بیوہ غلام غوث صاحب کو دلایا تھا اور باقی چکوک و مکانات سید ابراہیم نے دیگر صاحبزادوں کو عنایت کیے۔ سید ابراہیم صاحب کے نام ایک بیعت نامہ جو دستل بیگہ پانچ بسوہ پختہ بلغ کا ہوا اور وہ اراضی بین لاہور پور محلہ باقر زئی کے واقع ہو جس کی حد شمالی بلغ اجیری خان اور حد جنوبی بلغ جمال الدین خان ذکر یا خیل ہے ڈیڑھ سو روپیہ کو خرید گیا تھا یہ بیعت نامہ غرہ رجب ۱۱۵۰ھ ہجری کو تحریر ہوا ہو اور اسپر مہر ان کی نانی صاحبہ یعنی اہل خانہ نواب کمال الدین خان والدہ نواب محمد سردار خان کی بھی موجود ہے اسکے علاوہ دو بندگان اور بھی سید ابراہیم صاحب کے نام موجود ہیں جو منجانب نواب شیر انداز خان کے تحریر ہوئی ہیں ایک سند ایک قطعہ بلغ علاوہ خاص خیل کی ہے جو بیس بیگہ پختہ اراضی کا ہو یہ ماہ رجب ۱۱۵۶ھ ہجری کو تحریر ہوئی ہے اور ایک سند میں قطعات چکوک کے درج ہیں اور یہ سند از فی الجہ ۱۱۵۸ھ کو تحریر میں آئی ہو۔ سید ابراہیم صاحب کے چھوٹے بھائی سید رحمت اللہ صاحب اور ایک خواہر خدیجہ الکبریٰ تھیں غرض کہ سید ابراہیم صاحب کے نام اکثر کائنات ارضیات کے تھے اور شاہ آباد کے سادات غوثیہ کے آپ ہی مورث اعلیٰ ہیں۔

**سید سلیمان صاحب تیسرے صاحبزادے تھے آپ کے مرنے پر پورین**  
زیادہ تھے ایسے آپ کا وہاں قیام ہوا اور آپ نے وہیں انتقال کیا جہل پور میں

سید سلیمان صاحب کا مزار ہو آپ کے دو فرزند سید محمد صدیق اور دوسرے محمد غوث عرف مراد صاحب تھے جن کے متعلق کاغذات میں ہو کہ عالم کامل سراج الاولیاء بن سید سلیمان صاحب جاہ و شہرت بود ان کی مرید بھوپال کی کوئی بیگم صاحبہ بھی تھیں۔ سید سلیمان صاحب کی تین صاحبزادیاں بھی تھیں بعض ناگپور میں آپ کا مزار بتلاتے ہیں۔

سید عبد الوہاب صاحب چوتھے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ بھی اپنے باپ دادا کے اوصاف سے حصہ کافی رکھتے تھے آپ کی ایک ختراور دو صاحبزادے یعنی سید نصیر الدین صاحب عرف بندو میان صاحب وغیرہ تھے اس شاخ کے مفصل حالات نہیں معلوم ہوئے محض جھنڈہ شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید درویش صاحب پانچویں صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کی ذات بھی نہایت واجب التحظیم تھی آپ کے دو فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں ایک فرزند قطبی میان صاحب جن کا مفصل تذکرہ علیحدہ درج کیا گیا ہو دوسرے فرزند سید سراج الدین عرف بھکیں میان تھے آپ کی ایک صاحبزادی سیدو بی بی شاہ من حصہ کو منسوب تھیں دوسری اپنی برادر چچا زاد سید محمد صدیق فرزند سید سلیمان صاحب کو منسوب ہوئی تھیں تیسری صاحبزادی غیرت بی بی پھیانی من منسوب تھیں آپ کی اولاد نے شاہ جہان پور و رام پور میں سکونت اختیار کی جن کا تذکرہ آپ کے فرزند قطبی میان صاحب کے حالات میں بیان کیا جائے گا آپ کا مزار دہلی میں ہے۔

سید داؤد صاحب چھٹے صاحبزادے سید صاحب کے تھے آپ کے نبیرہ غلام حسن صاحب اور ان کے فرزند فتح علی میان صاحب سے سلسلہ پیری و مریدی کا جاری ہو آپ کی اولاد آباد



میں سادات شاہجہان پوری ہیں جو محلہ جھنڈے میں آباد ہیں سید محمد حسین صاحب عرف  
 جمن میان مسند سجادگی پر بالفعل وفاق افرزمین با خدا فی اخلاق اور جملہ اوصالیں اپنے بزرگوں کی  
 یادگار ہیں فی زمانہ بزرگ نشئی میں مقتنات سے ہیں راقم کو بھی اُن سے خلوص و نیاز  
 حاصل ہے سید داؤد صاحب شاہجہان پور میں دفن ہیں انکے نام چار مواضعات کا  
 فرمان منجانب شاہ دہلی تھا جس کی بجالی کی سند حاشیہ پر درج ہو۔ آپ کی چار اولاد کیان  
 اولاد ~~موجود ہے~~ سید داؤد صاحب کی شلخ میں سید فتح علی میان صاحب تصرف  
 بزرگ تھے ان کو اجازت آباؤی حاصل تھی اور اپنے پیر سے بھی ان کے پیر و مرشد سید غلام  
 علی صاحب تھے جو شاہ عبد الرزاق صاحب بانسوی کے پوتے تھے سید فتح علی میان  
 صاحب کا ایک رسالہ نعتیہ سراج السالکین ہے جو تصوف میں قابل دید اور فارسی  
 زبان میں ہے آپ کا انتقال ۱۰۸۰ھ ہجری میں ہوا اور اپنے وطن شاہجہان پور میں  
 مدفون ہوئے آپ کے تعلق مستند روایت ہے کہ بعد انتقال کے آپ کے حالات ملا شاہ  
 ساکن جھنڈہ نے لکھنا شروع کیے آپ نے اُن کو ممانعت فرمائی اور اپنی زندگی  
 میں بھی سید صاحب نے ملا صاحب کو اپنے حالات لکھنے کی ممانعت فرمائی تھی ایک بار  
 مولوی غلام حیدر خان عرف چھنگا خان کو سخت بخار آیا شدت بخار میں لحاف اڑھے  
 پڑھے تھے اُسی حالت میں سید فتح علی میان صاحب کو خواب میں دیکھا کہ آپ نے ایک

شہ۔ آپ کی چار اولاد کیان <sup>(اب غلام علی محمد)</sup> کے تھے۔ دستور سابق بحال تصدیق عالم استقلال پر گنہ کاٹ کو لہ سرکار بدایون مضاف  
 صوبہ دار اخلافت شاہجہان آباد ہوا۔ سند <sup>(موجود ہے)</sup> موضع غوث نگر وغیرہ جہاں وہ علم پر گنہ مذکور کہ تعلق یہ میان صاحب سید داؤد ولد  
 درینولاد بہت مذکور حسب ضمن از ابتدا سے فعل خریف سال ۱۰۸۰ھ قریباً میان صاحب موصوف نمودہ بایک ملا صاحب از آن فصل  
 فصل تصوف بہا صاحب موصوف والد از عدم و بوجہ من الویوہ مزاحم شوند و بنیاب ناگزیر کام دانستہ حسب المصطوبہ علی آندہ تاریخ  
 ۱۱۔ شہر فی ایچ ۱۰۸۰ھ قریباً من موضع غوث نگر جہاں وہ یہ پر گنہ کاٹ کو لہ جنت خراج یاد و ہمگیار ہوں پیش بخاں مقرر اند حضرت پیر شد

ٹھوکر ماری اور اُس سے آواز جھڑک کر دیکھ کر بھٹکا نکلتی ہو پیدا ہوئی مریض مذکور جب بیدار ہوئے دیکھا کہ بخار مطلق نہیں بالکل جاتا رہا۔

**سید یحییٰ صاحب** سید احمد صاحب کے ساتویں صاحبزادے تھے جن کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ بڑے عارف بانی اور صاحب سجادہ تھے آپ کی اولاد میں چار فرزند تھے جن کا سلسلہ شاہ جہان پور میں ہوا اور اُن کے اسماء شجرہ میں تحریر ہوئے ہیں آپ کا مزار بھی شاہ جہان پور محلہ جھنڈے میں ہے آپ کے ایک فرزند سید سلیم عرف کلن میان صاحب تھے جن کا مزار اجیر شریف میں ہے۔

**سید عبدالرزاق صاحب** آنکھوں میں صاحبزادے تھے آپ بھی مثل اپنے نزرگون کے واجب التعلیم تھے۔

**سید حسن صاحب** و **سید محی الدین** و **سید خیر الدین** صاحب سید حسین <sup>بھی نواسہ تھے</sup> سید حسین صاحب لاؤلب تھے علیہ رحمۃ اللہ شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔ ان چاروں صاحبزادوں کے نام بھی شجرہ میں تحریر ہیں مگر ان کی اولاد و حالات کا پتہ نہیں چلا مگر جن میں صاحب کی زبانی اتنا معلوم ہوا کہ سید محی الدین صاحب اور سید محی الدین صاحب اور سید خیر الدین صاحب شاہ جہان پور میں مدفون ہوئے۔

سید احمد صاحب کی تحریر سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے ایک صاحبزادے سید رحمت الدننام کے تھے مگر یہ کہ سید رحمت الدننام کا عرفی نام ہوا کوئی دوسرے فرزند ہوں ہم نے آپ کے فرزندوں کے نام سلسلہ شمار میں صرف ذکر و حساب کی تحریر کی ہے جن میں یہ معلوم ہو سکا کہ کون بڑا تھا اور کون چھوٹا بعض سید محمد صالح صاحب کو خلف اکبر و سجادہ نشین بتلاتے ہیں اور بعض سید داؤد صاحب کو چوتھا جہان پور میں

تشریف فرماتے ہیں: **والد علم بالصواب۔**

عہد شاہی تک سید ابراہیم صاحب کی اولاد شاہ آباد میں ظاہری حالت سے  
 بھی خوش حال رہی انکے پاس بہت سے چلوک دار ارضیان تھیں بعض کاغذات و  
 اسناد ان کے اس وقت ہماری پیش نظر ہیں سید نور اسد عامل شاہی نے سید حسن  
 عرف انجیلے صاحب کے چکات کی معافی بحال رہنے کی سند بھی لکھی ہو اور نیز  
 باہمی خاندان میں چکات سید ابراہیم صاحب کی جو تقسیم ہوئی ہو اسکی فرد ہر ایک  
 کی دستخطی موجود ہو اُس سے تفصیل چکات کی معلوم ہوتی ہے جس کی نقل درج ذیل ہے  
 چک سرائے چک منگیادان چک منکوہ میان حیدر صاحب کی بیٹی چک سلیمانی چک مہند  
 چک کھٹڑہ مٹو میان چک میان فیرن چک ہری چک بلوغ گنگان چک تیر  
 چک سود و نالہ چک چہرہ چک خرید کردہ میان عبدالقادر صاحب از بی بی عید  
 بنت اسمعیل صاحب چک مہلیا چک نگرا یہ چکات باہم میان عبدالقادر  
 صاحب اور غلام رسول صاحب عرف فقیرن میان کے تقسیم ہوئی ہو مہرین  
 پٹری ہوئی ہیں غلام رسول صاحب کا بیع نہایت دلکش ہے لطف غوث  
 است بر غلام رسول -

بعد انتقال سید ابراہیم صاحب کے تبرکات درگاہ و جھنڈا و باغ وغیرہ  
 مساوی طور پر آپ کے فرزند و نپوتہ تقسیم کیے گئے سید غلام قادر صاحب ابن غلام علی صاحب  
 دکن کو چلے گئے تھے لیکن بعد واپسی کے دروازہ بیرون محل سر کے لگانا چاہا مگر فقیر بیان

سید نورالدین  
در شش روز از شصت و یک سال استقبال حال جاگیر شاه آبا بود اندک بجای آمد ابراهیم صاحب برزاده از قدم الامام  
معانیست حالا بر تمام حدین حریف و جیانیست و در دیدن ابراهیم معانی نمود و شد باید که از تحصیل بجای است و از خدمت شرف نشو و نماید بآب  
تا یکدیگر دانسته حساب السطوی ایما آرد و در هر روز یک عیالده شهر جبال حب نشسته بهجری -

نے اپنی دونوں چپیوں کو یعنی منگو حوا و جیلے میان و جدر میان کو فراہمت پر آمادہ کیا مگر نواب احمد علی خان تعلقدار باسطا نگر نے فیصلہ کر دیا فقیرن میان نے جو اپنی دادی کے مہر کا دعویٰ پیش کیا وہ ثابت نہ ہوا کیونکہ حسب ہولج خاندان کے عہد ہزار پوپہ میر صاحب نے ادا کر دیا تھا۔ نواب فیض اللہ خان کے عہد سے جو سید ابراہیم صاحب کو (مار) سو روپیہ و طیفہ ملتا تھا وہ سید صاحب کے بعد ان کے فرزند سید غلام حسین کے نام منتقل ہوا نواب احمد علی خان نے ۷۵ روپیہ بحال رکھے اور سید غلام قاسم اور سید عباس مسس علی میان کے نام منتقل کیے جو ان کے بعد سید امین الدین صاحب کو ملتے رہے یہ یک نسبت سید باقر حسین لہریا امین الدین صاحب کے مقدمہ میں مفصل مرقوم ہے۔

انہوں نے کہ اس خاندان میں اب تنزل ہوئی زمانہ سید فضل احمد میان صاحب مغنمات سے تھے راقم کے ساتھ نہایت محبت کیساتھ پیش آتے تھے حج سے واپس آکر ۱۲۳۵ھ ہجری میں جو ان مرگ انتقال کر گئے تاریخ ان کی راقم نے یہ لکھی ہو ۷۵ فضل احمد زکریا مدظلہ منظر احمد میان بھی لا ولد انتقال کر گئے اب ضراغ احمد میان سید فیض اللہ میان صاحب کے فرزند اور فضل احمد میان کے بھانجے اس درگاہ پر پہنچے روٹنا کرنے والے نظر آتے ہیں باقی اور کوئی معلوم نہیں ہوتا۔

قطبی میان صاحب اعلیٰ نام جلال الدین تھا آپ سید درویش صاحب کے صاحبزادے

۱۔ راقم نے دوسرا قصہ بھی فضل احمد میان کے متعلق لکھا ہے وہ یہ ہے۔

ایک سینہ بیاہ شدہ وہل الے اسد	اندر خستہ در کام جہان فرقت و دہر
تاریخ ۱۰۱۰ سال رقم کردہ منظر	جو پھر مگر دوا نہ شد ازین دہر

اور شہاب الدین سید احمد صاحب کے پوتے تھے آپ کے والد موصوف سلطنت کی قدردانی سے دہلی میں قیام فرمائے قطبی میان صاحب ہلی میں پیدا ہوئے بعد پیدائش کے اکثر رویا کرتے تھے اور آپ کے والد صاحب جب مزار پرتجا اور آپ کا کت ہو جاتے تھے اس جہم کپ قطبی صاحب نام مشہور ہو گیا اور کثرت استعمال قطبی سے قطب الدین نام قرار پا گیا قطبی میان صاحب بڑے باخدا اور صاحب نسبت بزرگ تھے دینداری کیساتھ ظاہری مشاغل دنیا کے بھی اپنے اختیار کیے تھے۔ بعدہ چکلیداری ملازمت کی تھی۔ آپ کا مسلک جیسا کہ بزرگان دین کا کہ اپنے باطنی حالات کو اہل دنیا سے مخفی رکھتے ہیں مخلوق کیساتھ بطور میں آتا تھا کثرت سے لوگ آپ کے مرید تھے آپ کی ادنیٰ کرامت یہ ہو کہ اپنے عرس میں آپ خود نمودار ہوئے ملفوظ رزاقی یعنی تذکرہ شاہ عبد الرزاق بانسوی (ق) کے (ص ۱۱۱) میں ہو کہ قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید محب الدین صاحب نے آپ کے عرس شریف میں سیدنا شاہ غلام علی صاحب کو جو نیرہ شاہ عبد الرزاق صاحب کے تھے بلا کر شریک کیا جب راگ شروع ہوا سید صاحب مدوح نے فرمایا کہ مجھ کو اس جگہ سے مسجد لیچلو مجھ کو یہاں بیٹھنے کی طاقت نہیں ہو صورت مبارک سید قطبی صاحب کی نمودار ہوئی ہو مجھ کو ان کے جمال دیکھنے کی تاب نہیں۔

۱۔ روز عرس سید قطب الدین صاحب قدس سرہ کتاب تاریخ بازیم ربیع الاول می شود صاحبزادہ عالی نسب سید محب الدین فزندہ و میر حضرت سید مدوح و از حضرت پیر و مرشد برحق نور الدین قدس سرہ استفادہ حاصل کردہ بود و در مجلس عرس والد بزرگوار خود جناب و جہانگیر ملک شد مردان مخلص مخیان نور مدنی می کردند بود و در بی جنتاب میں ازین خاکسار فرمود کہ مر ازینجا کہ سید مدوح متصل فوج میرزا طاقت مستن اینجاست پرا صورت مبارک سید قطب الدین ہوید است مراتب یدلج جمال شان نمیتواند شد چون جناب پیر و مرشد را خود اتم کہ ہم صاحبزادہ موصوف مانع شد بعد ویر سے جناب مدوح با از این خاکسار فرمود کہ چار پانی مراد از سید بہرین باز صاحبزادہ مدوح مانعست خود جناب قدس سرہ فرمود کہ در اینجا صلوات مبارک سید قطب الدین میں نہیں نگاہ است مراتب نظر و جمال شان میت شہانہ نشوید جناب مدوح را در جہم بزرگ

محب الدین کا گناہ نہ ہو جناب سید محب الدین صاحب مدوح کی درود و سرود بیان نظر شاہ ۱۱۔ ملفوظ رزاقی ص ۱۱۱۔ مورخ

یہ روایت بھی محفوظ رزاقی میں مرقوم ہے کہ سیدنا شاہ غلام علی صاحب بانسوی جو اکل  
وقت اور صاحب کشف و کرامت بزرگ تھے قطبی میان صاحب کمال محبت قطبی  
اور طبعی مناسبت رکھتے تھے گویا باہم عشق کا درجہ تھا ایک بار سید صاحب بانسوی کی  
خدمت میں راگ شروع ہوا قوال نے رباعی سہ گل گفت کہ من مذہب دینی دایم پھیری  
قطبی میان صاحب کے صاحبزادے سید عبیدہ السد عرف موتی میان کو گریہ و زاری پیدا  
ہوئی شیخ نعم علی نے نواب محمد خان سے کہا کہ موتی میان کو جو یہ گریہ و زاری  
لاحق ہوئی ہے کچھ محبت الہی کا غلبہ بھی ہو یا خالی مکر ہے اور مٹنا جاتا ہو کہ لکے والد  
باجد کو بھی بہت ذوق سماع سے تھا مگر ہمارے نزدیک بجز مکر کے اور کچھ نہیں ہے  
نواب محمد خان نے بھی اُن کے ہم خیال ہو کر تصدیق کی سید صاحب فوراً اس گفتگو  
پر آگاہ ہو گئے اور دونوں اشخاص کی جانب نگاہ کی اور فرمایا کہ اے محمد خان یہ قطب الدین  
صاحب کی طرف لوگ جو گمان کرتے ہیں وہ ہرگز نہیں اُن کی ذات ایسی بزرگ تھی  
کہ جس کو میں جانتا ہوں سید قطب الدین صاحب کو جو حالت راگ میں طاری ہوئی تھی  
وہ محبت الہی سے تھی جو لوگ کہ اُن کے تابعین سے حرکات بیجا کرتے تھے وہ مفت  
اُن کا نام بدنام کرتے تھے جو لوگ ظاہر میں ہوتے ہیں وہ سامان دنیا دیکھ کر اشم و غصہ  
کیا کرتے ہیں اور آخر میں ندامت اٹھاتے ہیں -

قطبی میان صاحب کو اگر چاہنے آبا و اجداد سے اجازت و خلافت حاصل تھی مگر  
اسحاق میان صاحب جو شاہ عبدالرزاق صاحب کے خلیفہ تھے اور جن کا مزار شاہ چانپور  
سے شاہ محمد اسحاق صاحب قوم کے پٹھان لوہی تھے شاہ جہان پور گاڑی پورہ میں بہتے تھے ابتدا سے عمر سے محبت  
الہی کا لکے دل پر غلبہ تھا بعد کو اکل روزگار ہوئے آپ کے بہت حالات محفوظ رزاقی میں مذکور ہیں ۲۲  
کردفات پانی - شیخ علی میان صاحب بانسوی جب آپ کے مزار پر حاضر ہوئے اور اسحاق میان صاحب

میں ہوا رادت و اتحاد تھا اُس زمانہ میں ایک بزرگ محمود خان صاحب نے خاندان صابریہ کے مرید اور اکل وقت تھے وہ شاہ جہان پور میں رہا کرتے تھے اُن سے بھی قطبی میان کو صحبت رہا کرتی تھی آپ شاہ مدن صاحب کے گھر شاہ آباد میں زیادہ رہا کیے اور تربیت پائی کیونکہ آپ کی ہمیشہ جواہل خانہ شاہ مدن صاحب کی تحین ملاوہ تھیں اُن کو آپ سے بے حد موافقت تھی اور بقول آپ کو اُنھوں نے اپنا متبہ کیا تھا۔ قطبی میان صاحب موزوں طبع اور عالی فہم عارف تھے فارسی ہندی دونوں زبانوں میں آپ کا کلام دلکش ہیو شعر آپ ہی کا ہے۔

**محبت رشتہ نازک نذر امان ہے مینی باندک م زدن لیدل گروہ داری آید**  
 آپ کی ایک ٹھہری جو صوفیوں کی نرمین اکثر قوال گاتے ہیں اور صاحبان حال اُس سے وجد میں آتے ہیں یہ ہے جو بنو الگے پیٹی سویتی اب تھوڑی رہی ہے اب تو ٹھوڑے گھر آو برہانے چنگی بھونکدی بن پیا کون بھجائے سید کے ہم گاون رہت ہیں بوری دہر و موری ناؤ۔

بعض مریدوں نے آپ کو چکات باغات نذر بھی کیے تھے چنانچہ اس عالمہ سلیمان میں بھی لوگ آپ کے مرید تھے اور یہاں ایک باغ میں ایک درخت جو دو شاخیں آئین قطبی صاحب کا مشہور اور آج تک آپ کے نام سے منسوب ہے۔

قطبی صاحب کو جو پروانہ منصب چکیداری کا سرکار لکھنؤ سے دوبارہ ملا جو وہ آج تک موجود ہے تو نقل اسکی یہاں نیز درج کی جاتی ہو۔

بقیہ صفحہ گذشتہ آئے تو میان صاحب باسنوئی آپ کا نہ وفات پونچھا آپ نے مصرعہ یکزار و نصف اولہ افتاد بود پڑھا ایک بار غلام علی شاہ صاحب آپ کے فرار پر تشریف لیکے تو عالم کشادہ میں اسحاق میان صاحب آپ کو انونڈو جوڑ کے فرار سے اپنے فرار پر کھینچ لیکے۔ غرض کہ آپ کا ل بزرگ تھے فرار بھی آپ کا برقرار ہے۔

نقل پروانہ چکیداری بنام قطبی میانصاحب نجیب انوار بامیرالدولہ  
انتظام الملک حیدر بیگ خان بھادر نصرت جنگنا بونہ سرکار لکھنؤ

سید صاحب مہربان سلامت - خدمت چکے بریلی از ذمہ مہاراجہ صاحب مہاراجہ  
بھواؤ لال جناب عالی متعالی موقوف فرمودند و محالات متعلقہ آن مہربان بانہربان از  
حضور پر نور بجال و برقرار اند شقہ حضور عالی صادر شدہ میرسد باید کہ بنظر جمع بکار محالات  
نہو مستجاب و دہ سعی بافر و فی تردد نمایند و باقیات مسئلہ فیضی کہ بذمہ شما ہست منجملہ  
آن تنخواہ سپاہ بہرچہ شدہ سپاہ بہرہند باقی دیگر بحضور ارسال دارند و قدرے یک قسط  
پیشگی ۹۵ الفہ ارسال کنند کہ حسن مجرائی ایشان است در این امر تامل نشوند۔

مہر حیدر بیگ خان  
۱۱۔۶۹

قطبی صاحب نے جو عرضداشت بعض امور کی سرکار لکھنؤ میں بھیجی تھی وہ بھی احکامات  
رو بکاری سے مزین ہو کر صادر ہوئی تھی جسکی نقل مجنبہ تحریر کی جاتی ہے۔

۱۱۔۸۸  
خادم شریعہ  
قاضی محمد مہر

نقل

واجب العرش

امیدوار فضل و کرم کہ واقعات فیل مستخطہ مزین

شرح دستخط خاص  
دو صد و پنجاہ  
دو صد و سی  
دو ہجری

از راہ پرداخت مدد خرج ذات بندہ و بندہ زادہ موافق شخصیت باید دستخط خاص شریف

شرح دستخط خاص  
صاحب کاش  
انوار بیگ خان  
بشارت کاش  
سعی و نشاط  
کے لئے غور و فکر  
و غماز



پیرگنہ شاہ جهان پور کہ بہ بندہ تفویض می شود تعلقات کہ در علاقہ دیگر اند ہر جا کہ گنجایش غنم دید خام کردہ خواہم گرفت نانش کسی در حضور پذیرا نشود کہ باعث خلل و بدعلی نگردد و بہر کس کہ از حضور در عایت و تحقیق شود از روی تشخیص خود آنچه گنجایش باشد در قبولیت خود مجرا باید چہ کہ بدون این در سرکار سرانجام نخواہد

نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب

دو ضرب توپ و یک پلٹن و دو صد سوار تا سال آخر تعینات باشند در ریضوت ادای سکراری بخوبی خواہد شد۔

نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب

واصلات خام و عالمان معزول ہر چہ باشد مجرا یا بند۔  
نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب  
نوبت پانصد سوار و ضرب

حاشیہ صفحہ (۲۲۱) حیدر سلطان محمد حکومت نواب آصف الدولہ بن سرفراز الدولہ حسن خانان از اہل علم کے نائب تھے یا میر اپنی صفات میں وجد العصر تھے مگر وہ سہو صبر میں بخون اپنی دانشمندی سے تمام امورات سلطنت پر تسلط حاصل کر لیا تھا حسن خانان بجز نام کے ذات کوئی چیز نہ تھے کیونکہ انکی محض تھے نواب میر الدولہ حیدر سلطان کا سالانہ خرچ چھپتیل لاکھ روپیہ کا تھا نواب آصف الدولہ جو فنی ترین ملاطین و دہ سے ہوئے ہیں جہدم انھوں نے جو طلب اگر خزانہ سرکاری میں نہ ہو اگر امیر الدولہ ہا در نے فکر کر کے حاضر کیا اسلئے ہمایت تقریباً غرض حاصل تھا ملک میں دیر سے گورنر جنرل سے ملنے سلطنت اور دہ کی ضرورتوں میں جب تک تو دیر سے کو اپنی طاقت ان سے ایسا رضامند کیا کہ وہ ماکہ بشا رس کا واپس لینے لگا اور حیدر سلطان آصف الدولہ کے عہد میں انتقال کر گئے انکے فرزند اکبر علیخان حسن علیخان و مراد عاقل شاہ ہی ہوئے تھے نواب میر الدولہ کے بعد یکا سے انکے ہمارا جگہ تسلط نے ترقی کی تھی۔

از بندہ قبولیت مال و البواب ہرچہ بود ہمہ فہمیدہ نوشتہ خزائن داخل سرکار فرمودند و

سولہ ازین یکفر مہرہ جلالت البواب و پیرہ وغیرہ زیادہ طلبی نشود۔ بل ہفت نفر متعینہ  
شاہجہان پور ہفت سوار از رفیقان بندہ بیکار شستہ اندامید و اگر کہ در بندہ  
نوکر شدہ متعینہ بندہ شوند کہ مردمان کار آمد و رفیق اند۔

شرح مختصاف  
انشا اللہ تعالیٰ  
کے پیرہ و پیرہ  
خط شریف  
جمع دارند

خود بدولت متقدسات و جناب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام اند مجبب اعتقاد ما  
ہر دم دامن دولت گرفتہ ام نشود کہ از گفتہ کسی مخالفان مزاج عالی قسم گیر شود یا اس منیعنی  
بخود بدولت ضروری است۔

شرح مختصاف  
بواقی مہول و  
انشا و سعادت

در باب املک امید و درست کہ بعض ہلرا نگیشہ بدعای دولت شغول باشد۔

قطر رہبان  
قطبی میان صاحب عہد چکلیداری مین سرکار لکھنؤ کو شاہ آباد کے شہور و مشہور تھے  
تھے اسکے متعلق بھی چند سرکاری خطوط موجود ہیں ایک خط مین پانچ بھنگی انہ کی رسید  
لکھی ہے اور دوسرے خط مین ایک اہلکار کے نام حکم صادر ہوا ہے کہ قطبی میان صاحب

نقل خط۔ بظاہر سید صاحب ہریان سید قطب الدین جو سلاست خط ایشان معراج بنگی انہ رسیدہ بدراست فرست  
سرور و شاد کام شد لازم کہ ہمیشہ نویسان اللت باشند پرمانی رسانندہ محمد فضل علی شہر بہر دواب امیر الدولہ انتظام المساجد  
ہما در حضرت جنگ تاکہ عزیر القدر ای بسنت نامی سید قطب الدین صاحب خط ہای باغ عبد اللہ خان یلیمانی و گوجان برآ  
ارسالی الہما سے حضور پر نور خرید کر دہ اندازہ لکھنؤ کے خط مین ترسعت رسانند کہ در رسالی الہما سے نشود مینا بلانند

نے عبدالسد خان سیامانی اور بھگو خان خلیس کے باغات کی فصل اپنے حضور پر نور  
 کے لیے خرید کی ہو لہذا انہی ہای بلغ مذکور سے کوئی فراحت نہ کی جائے کہ جس سے  
 ڈالی کے پونچنے میں ہرج ہو۔ اس بارہ میں تاکید جانا چاہیے۔ عبدالسد خان سیامانی  
 راقم کے پردادا تھے یعنی احمد علی خان کے والد ماجد کا نام نامی تھا اور بھگو خان خلیس  
 بہادر خان کے فرزند اور خلیل قوم کے پٹھان اور محلہ خلیل کے ملک تھے انہی کا دست  
 جو مشہور ہے وہ بگو خان صاحب کا لگایا ہوا تھا یہ محمد عطا خان و محمد خان کے اولاد تھے  
 قطبی میان صاحب کے سات صاحبزادے تھے جن کے اسماء یہ ہیں۔ سید حبیب اللہ  
 عرف میان بٹراون سید ستقیم عرف میرن میان سید عبدالرزاق سید رحمت اللہ  
 سید عبدالسد عرف ننھے میان سید عبدالسد عرف موتی میان سید عبداللہ  
 عرف عبید و میان دو صاحبزادوں کے عرفی لقب گلن میان اور جھا و میان بھی تھے  
 مگر یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ ان میں سے کون کون کا کیا عرفی خطاب تھا اور سید رحمت اللہ  
 صاحب کا کیا عرفی لقب تھا ایک خط بھی قطبی میان صاحب کی قلم کا اُنکے صاحبزادوں  
 کے نام موجود ہے جو راقم کی نظر سے گزرے اسے نقل کی ناظرین کی آگاہی کے لیے تحریر  
 کی جاتی ہے اسمین چار پانچ صاحبزادوں کے نام تحریر ہیں نقل خط قطبی میان  
 صاحب بنام فرزندان خود و برخوردار و چشم سید محب اللہ و سید ستقیم و سید  
 عبدالرزاق و سید رحمت اللہ بعافیت باشند۔ عرضی ہای مرسلہ رسید از دربار  
 خیریت آن برخورداران خوشی خاطر شد احمد سد و المنہ کہ تا تحریر در اینجا ہمہ صحیح و جودہ خیریت  
 است خاطر خود با جمیع دارند و ہموارہ تا حصول دیدار نویسان خیریت خود با سہ جمیع  
 خود و کلان بودہ باشند کہ تسلی دلی از ان تصور است زیادہ خیریت از عبد اللہ

اہم باہم سلام شوق خوانند از عبدالسد بر نو فضل اللہ وغیرہ۔ بعد مای ترقی عمر خوانند بخت  
مولوی صاحب شفیق عبدالسد سلام نیاز کاظم خان جی و حافظ جیو سلام شوق خوانند  
از بدین خان بندگی برسد۔

سید عبدالسد صاحب بڑے صاحبزادے تھے اور اُن سے چھوٹے سید  
عبیدالسد صاحب اور اُن سے چھوٹے سید عبدالسد صاحب تھے یہ تینوں صاحبزادے  
حقیقی بھائی تھے یہ ہر سہ برادر یعنی فرزندان قطبی میان صاحب شاہمان پور سے رام پور  
چلے گئے تھے اور ریاست مذکور میں بعہد نواب نصرالسد خان ملازم ہوئے تھے  
سید عبدالسد صاحب۔ نواب نصرالسد خان کے نائب تھے۔ نواب نصرالسد خان نواب  
احمد علی خان صاحب والی رام پور کے مادر المہام تھے اور اُس زمانہ میں نواب احمد علی خان  
امہاد صغیر بن تھے اس لیے نواب نصرالسد خان تمام امور ریاست پر حاوی ہو گئے  
تھے گو اہل مالک نواب احمد علی خان تھے مگر وہ برائے نام رئیس تھے اور درحقیقت نواب  
نصرالسد خان مختار و مالک بنے ہوئے تھے ان صاحبزادگان کا تذکرہ ملفوظ رزاقی کے  
صفحہ (۲۱۸) الخایت (۲۰) میں تحریر ہے کہ سید عبدالسد صاحب نواب نصرالسد خان صاحب  
کی طرف سے مالک و مختار تھے کسی کو اُن کو روبرو مجال دم مانیکی نہ تھی سید عبدالسد صاحب  
کو بھی عمدہ خدمت تھی مگر سید عبدالسد صاحب بالکل تارک الدنیا اور گوشہ نشین اور  
آمر کے پاس آنا جانا بھی پسند نہیں کرتے تھے قدر قلیل ماہوار پر فقیرانہ بسر کرتے تھے

۱۔ صاحبزادہ عالی سید عبدالسد و سید عبدالسد فرزندان سید قطب الدین نواب نصرالسد خان نوکر و عمدہ خدمات بوند  
صفہ (۲۱۸) ملفوظ رزاقی ۲۔ عزتات سیدین مدو صین ترقی و ترقی گردی حتی کہ در تہامی امور ملکی مالی و فوج باختیار ایشان  
شد و پلن ملائمت و ہر نوکران و صرف دست مگر سید عبدالسد شہزادہ و امیر نواب صاحب موصوف یہ موصوف مالک و مختار  
و جمیع امور ملکی و ملائمت مجال دم و دن و مقابل ایشان ہو و ۲۰۱۲ ۲۰۱۳ ملفوظ رزاقی۔

ان ہرستہ صاحبزادگان کا انتقال یا ست رام پور میں ہوا اور وہیں ان حضرات کے مزارات ہیں۔ قطبی میان صاحب کا ۱۵ ربیع الاول کو بھوپال میں انتقال ہوا اور ست بھوپال میں دروازہ جمہراتی کے متصل جس جگہ کہ معصوم صاحب کا مزار ہے مدفون ہوئے قطبی میان صاحب کی بھوپال میں تشریف لیجانے کی یہ وجہ تھی کہ وہاں کے لوگ کثرت سے آپ کے مرید تھے۔ آپ کے دفن ہونیکے وقت جو آپ سے کرامت ظاہر ہوئی اُسکے متعلق کرم احمد میان صاحب کا بیان ہے کہ جب لوگ آپ کو دفن کر چکے تو آپ کے صاحبزادوں کو یہ خیال ہوا کہ یہ پہاڑی ٹمک ہے اور پردیس ہو کوئی نشانی مزار پر بنا دیجائے پس آپ اُس پہاڑی پر چادر کفن اوڑھے ہوئے نمودار ہوئے اور یہ شعر پڑھا

عشق را با صومٹ ز سیا و ناز سیاہ کار  
مردے را کے نمودار و گور با نقش و نگار

جب یہ شعر لوگوں نے قطبی میان صاحب کی زبانی سنا تو کہا اگر پسند ہو گا یہ خود مزار بنالوینکے ان کو کوئی ضرورت ہمارے بنانے کی نہیں ہو۔ میان صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ چند بار قطبی میان صاحب بعد انتقال کے شاہ جہان پور میں نظر آئے ایک بارید عبد اللہ صاحب عرف ننھے میان صاحب کو آشوب شپیم کی شکایت ہوئی اور بہت تکلیف تھی آپ اپنے مکان علی زنی میں جو خاص مسکن حضرت کا تھا ۱۲ ربیعے دن کے دوپہر کے وقت کوٹھی میں داخل ہوئے اور کہا کہ ننھے میان ذرا آنکھیں کھول دو بہت درد ہے اور اپنے لعاب ہن لگایا فوراً آرام ہو گیا اور آپ غائب ہو گئے بارہا اپنے اسی مکان میں اُس لباس میں جو ان کا تھا پہنے ہوئے بالا خانہ پر پھرتے ہوئے مرد و عورت نے دیکھا۔

قطبی میان صاحب کی تاریخ رحلت کے سو اسنہ وفات نہیں ملا سکا البتہ ہجری آپ کی عمر  
 میں کندہ تھے جس سے حیات کا زمانہ معلوم ہوتا ہو سید عبدالمد صاحب عرف تھیں میان  
 صاحب کے ایک صاحبزادے مولوی مبین صاحب ڈپٹی کلکٹر تھے اور دوسرے فرزند  
 سید بشیر الدین صاحب تھے جن کے فرزند سید احمد علی صاحب تھے درمی مہاجر مدینہ منورہ میں  
 فروکش ہیں ان کے حالات خود قابل الذکر ہیں۔ اور وہ علیحدہ درج ذیل کیے جائینگے  
 اور سید عبدالمد صاحب عرف موقت میان صاحب کے صاحبزادے عبدالقادر صاحب تھے  
 جن کے فرزند سید قطبی صاحب ثانی رام پور میں  
 مقیم ہیں۔

سید احمد علی صاحب اس خاندان کے موجودہ اشخاص میں نہایت مختصات  
 سے ہیں عرصہ پچیس سال سے مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہیں اور راقم سے خط و کتابت  
 اکثر رہا کرتی جو صاحب ارشاد بزرگ ہیں۔

## حضرت شاہ مدن صاحب

شاہ صاحب کا اہلی نام شہید الدین صاحب تھا آپ کے والد سید عبدالباسط صاحب  
 جموی گیلانی تھے آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ سید احمد صاحب کی صاحبزادی اور سید  
 محمد صالح کی حقیقی خواہر تھیں یعنی آپ شہاب الدین سید احمد صاحب کے نامور نواسے  
 تھے۔ سید صاحب نے اپنی صاحبزادی کے عقد کے لیے جب کسی عالی خاندان مخیر  
 الطرفین سید کا ہونا تجویز کیا تو اسلئے اپنے وطن شہر حماۃ سے سید عبدالباسط صاحب  
 کو جو سید عبدالمد صاحب کے فرزند اول سید محمد بن سید عبدالقادر جموی کے پوتے اور آپ کے

ہمقوم تھے ہندوستان میں بلوایا اور اپنی صاحبزادی کا اُن سے نکاح کیا جن سے  
شاہ مدن صاحب پیدا ہوئے۔ شاہ صاحب مثل اپنے بزرگوں کے علوم ظاہری و  
باطنی میں شہرہ آفاق تھے خدا پرستی و فرزانگی کی وجہ سے والی ٹک آپ کے  
حلقہ بگوش ارادت رہتے تھے شہرت آپ کی ہندوستان میں پھیلی ہوئی تھی حافظ رحمت  
خان بریلوی آپ کے نہایت متفقہ تھے صوبہ روہیلکھنڈ سے شاہ صاحب کے نام ڈیڑھ لاکھ  
روپیہ سالانہ کی جاگیر مقرر اور نواب وزیر الممالک فرمانرواے اودھ کی سرکار سے بھی ڈیڑھ  
لاکھ روپیہ کی جاگیر آپ کے نام معین تھی اور تمام کٹھ اور روہیلکھنڈ کی خلائق آپ کی سید  
ارادت مند تھی شاہ صاحب کے حالات تاریخ عادات السعادت میں مفصل مرقوم ہیں  
لہذا ہم اُس سے حالات لیکر اردو میں ترجمہ اس جگہ لکھ دیتے ہیں اور اصل عبارت فارسی  
بھی ثبوت کیلئے حاشیہ پر درج کیے دیتے ہیں۔

شاہ صاحب سرآمد عقلای زمانہ اور نہایت خوش اخلاق اور صاحبان پسندیدہ  
تھے بیشتر شاہ صاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بھادرجنت  
آرام گاہ کے مصاحب و ہمراز تھے۔ نواب صفدر جنگ بھادرجنت کوئی کام آپ کی  
جھلجھلاہ و مشورہ کے نہیں کرتے تھے بلکہ شاہ صاحب نواب اودھ کے خزان سرادکے جاتے

۱۵ شاہ مدن پرزادہ بود از نسل حضرت غوث الاعظم علی بن ابی طالب علیہ السلام و صاحب صفات  
پسندیدہ و ابتدا مصاحب نواب وزیر الممالک صفدر جنگ بنت آدم گاہ بود پچ مشورہ بیرون مصلح او از ارغزی یافت بکشتن از  
نوامیس و ہم برودہ است و بعد از وفات نواب صفدر در بنگالہ بر فاقہ آکر در دی خان ہما بت جنگ نامہ بکالہ زندگی بسر کرد  
انجام خلی مغزو شیر تیر بیلا مور کللی الی بود چون بنگالہ خراب شد با زبان طوط آمد و طرح آقا ست در شاہ آباد کہ متصل شاہا پنور  
است انداخت و ملازمت نواب پھر جناب شجاع الدولہ بہادر اختیار نمود و جناب ہم اور انشلی موقری داشت و پچ راز سے  
از چہنان بنی کرد انصاف شاہ صاحب مصلح برای یک شاہ آباد از فیض آباد بعد از منزل الحشت وزیر لے بسن زبان نامان کہ مبادا  
از باعث قرب آن بدر ملک افغانہ بدوئی آن فرقتہ بنام کند و خالص پور کچنگ کر جہاز لکھنؤ و صلا و رضائے برای سکونت تیر نمود

جب نواب صفدر جنگ کا انتقال ہو گیا تو شاہ صاحب بنگالہ چلے گئے اور وہاں لے دوینچ  
 مہابت جنگ ناظم بنگالہ کی رفاقت میں مرجع انام ہے۔ نہایت  
 اعزاز آپ کا کیا جاتا تھا اور لیہان تک آپ ناظم بنگالہ کے شیر موئے کے جلا مورات  
 ملکی و مالی آپ کی اسے انجام پاتے تھے جب بنگالہ میں انقلاب آیا اور وہ  
 خراب ہو گیا تو آپ اپنے وطن شاہ باد چلے آئے اور اسکے بعد نواب شجاع الدولہ  
 بھادر کی ملازمت حاصل کی نواب شجاع الدولہ آبائی مراسم ہونی سے  
 کمال تعظیم و توقیر کرتے اور کوئی راز اپنا شاہ صاحب سے نہیں پوشیدہ رکھتے اور  
 ازراہ احترام جب کبھی ہاتھی کی سواری پر نواب شجاع الدولہ اور شاہ صاحب ساتھ  
 ساتھ سوار ہوتے تو نواب موصوف اپنی جگہ پر شاہ صاحب کو بٹھلاتے اور خود خواصی  
 میں بیٹھتے خالص پور کا علاقہ شجاع الدولہ نے شاہ صاحب کی جاگیر میں دیا تھا شاہ آباد  
 کے پڑاؤ میں نواب شجاع الدولہ نے بے تکلفی سے شاہ صاحب کے مکان سے کھانا منگا کر  
 بھی کھایا ہو نواب شجاع الدولہ کے قریب کے ثبوت میں شاہ صاحب کے متعلق تاریخ  
 سلاطین و دہ کے صفحہ (۱۰۲) جلد اول میں مرقوم ہے کہ جب مرزا انور بیگ و جی بیگ  
 روز و ہر سال عرس حضرت غوث الاعظمین می کر جوق ہون علا و طبای علم و دوزج فوج مشایخ و اولاد شیوخ اطراف کانپور  
 شل عظیم آباد و بہرام و جون پور و والد آباد و دہ و فرخ آباد و شاہ جہان پور و شاہ آباد و کالپی و کورا جہان آباد و امانہ و میزا باد و سنہیل  
 و کاکوڑی و کھنڈ و سیلون و بریلی و دلو دران عرس مجمع می شوند و کرا یہ میل و انچ در آمدن و فرخ و امانہ و نجی صرف می شد ہا  
 سرکار شاہ صاحب نے یافتہ تاسہ روز عجب انہوہ و طرفہ کشای بود کہ دیدنی داشت چند نفر بقال تراز و در دست کرتہ بزنشستند  
 از صبح تا شام خمس را وزن کردہ ہر دم می مانند بعضے روز ل الطعان دوبارہ و بعضے سربار و دیگر دوزی گرفتہ بقالان نم نمی دزدن کر  
 ہر دہ در سر کار شاہ صاحب محبوب نموزہ بیشتر ہنوز ناگاہ و بیراگی دران انہوہ جس کہ خودا کہ نقد برای عمل حرام کہ بہ بگاہ نور  
 و چہس ہامی یافتہ بختنا سی ہزار آدم فراہمی آمدند انقصہ شاہ مدن لایق آن نبودہ است کہ گمان رود کہ دولت خواہ افاغند  
 بلا نیش نوابہ اجاب بود زیرا کہ این حالت روزیہ مخصوص ہما است عالی قزاقان حکمت متنگاہ ہرگز این کار نہیستند  
 دیگر مورخین جای شک نیست کہ اسرار عقلای زمانہ بود عاقل برخواہ ولی نعمت خودی باشد۔



نے شجاع الدولہ سے اپنی بہن کے دینے میں انکار کیا تو اُس نے ان کو قید کیا اور سختی سے کھانے میں ہم وزن نمک سینے کا حکم دیا چنانچہ انور بیگ سختی عذاب سے مر گیا اس حالت میں شاہ من صاحب اور نواب عالیہ نے میدربیک کے حال پر رحم کھایا اور شجاع الدولہ سے سفارش کر کے قید سے نجات دلا دی اسکے بعد حیدر بیگ کی قسمت کا ستارہ چمکا اور نواب آصف الدولہ کے عہد میں نایب وزیر اور امیر الدولہ انتظام الملک کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ اس طرح شاہ صاحب کی فیض رسانی کے متعلق مولوی حافظ امام بخش صاحب اپنی تاریخ الانساب میں لکھتے ہیں کہ جب میرے والد کی جاگیر ضبط ہوئی تو شاہ صاحب نے شجاع الدولہ سے سفارش کر کے بجالی معافی کا پورا حصہ حاصل کر کے آپ کو بھجوا دیا۔ عبارت تاریخ الانساب میں درج ہے

بعد دو سال نواب شاہ الدولہ عامل ضبطی بنو دران سال حقایق و معارف آگاہ سید اسادات مجمع البرکات سیدی سندی حضرت شاہ شرف الدین محمد عرف شاہ من صاحب فرزند جناب قطب الاقطاب قطب المشایخ سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سعی بجا رغبا بنو پروانہ معافی از حضور حاصل کر ڈ فرستاد۔

چونکہ فیض آباد سے شاہ آباد کا بٹا فاصلہ ورنہ اس خیال سے کہ چغلی خور و حاسدین کھڑکے قریب ہونے سے روہیلیوں کی دوستی سے آپ کو بدنام نہ کریں شاہ صاحب نے خالص پور میں مکان بنایا آپ ہر سال عرس حضرت غوث الثقلین کا کیا کرتے تھے جو جو علماء طلبہ اشائخین پرزادگان ہندوستان کے مختلف شہروں سے مثل پٹنہ عظیم آباد سہرام وجون پور دالکباد واودہ و فرخ آباد و شاہجہان پور و شاہ آباد وکاپلی و کوڑہ جہان آباد و خیر آباد و اٹاوا و سندلیہ و کاکوری و کٹنوی و سیلون بریلی

و دلو کے اُس عرس میں شاہ صاحب کے یہاں اگر شریک ہوتے اور کرایہ بل وغیرہ کا جو آمد و رفت میں پڑتا سرکار شاہ صاحب دیا جاتا تھا تین روز تک عجیب و غریب مجمع و تماشا ہا کرتا تھا جو قابلِ دید ہوتا تھا چند نفر بقال ترازو لیا بیٹھتے تھے صبح سے شام تک جنس تول تول کر لوگوں کو دیتے تھے بعض چالاک گداگر وغیرہ دود و دین میں ایک روز میں جنس لے لیا کرتے تھے مگر بیٹے شاہ صاحب کے حکم و مہربانی سے وہ نہیں آتے تھے بعض جوگی بیراگی نقدی بنگ چرس گانج کے لیے لیتے تھے تحلیات میں ہزار آدمی کا مجمع ہوتا تھا اس میں شک نہیں کہ شاہ صاحب سر آمد فقرا سے زمانہ تھے علاوہ عظمت و بزرگی کے دنیاوی جاہ و جلال بھی حاصل تھا اس زمانہ میں شاہ آباد کیا بلکہ اس ہردوئی میں کوئی قدرت میں اُن کا ہم پائ نہ تھا ان شاء میں نبی کمال حاصل تھا۔ موجود تخلص کرتے تھے اور صاحب دیوان تھے آپ کے متعلق خلیفہ عبد الرزاق صاحب عینی اپنے تذکرے میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید شرف الدین موجود تخلص از اولاد پاک حضرت محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نہ در قصبہ شاہ آباد کہ مسقط الرزاق اتم است اجداد ایشان از بغداد شریف تشریف آوردند تولد این کوہر شریف ہمین جا شدہ از علوم ضروریہ آگاہی دارند صاحب دیوان و قصائد اند این چند ابیات از وہ مستندہ

معراج تست بارگہ عرش ذوالجلال	معراج مامدینہ عالی مقام کن
ز نار ماند در کف تقواس من از شرم	از بس چکید خون عرق از سیمہ دانہا
در لحدی طبد از دل غش دل پس مرگ	این سپند از کف خود اسن انگر گزاشتہ

مخوش شہنشاہ گل خورشید تابان ماندوبس      آنقدر از خویش تن نفتم کہ جانان ماندوبس  
 تاکد این جلوہ ناز ترا آئینہ دید      چون نگاہ دیدہ مذبح حیران ماندوبس  
 روز بھر تو ام آرم چه خواہد بودن      صبح سودا زدہ را شام چه خواہد بودن  
 شاہ مدن صاحب کی ڈھیلوڑی سے اکثر حاجتمندون کو معافیان ملتی تھیں بعض  
 کا غذات راقم کے پیش نظر ہیں چنانچہ الاحرم مسئلہ ہجری کو فوگیہ پختہ ارغنی موضع  
 بنی بی پور میں شاہ صاحب نے میاخی عبد اولد مولوی آد داد صاحب ساکن محلہ ہمند  
 کو جن کی اولاد میں خلیفہ ننخون تھے عنایت کی تھی اور ۵۰۰ محرم مسئلہ ہجری کو چند  
 کو ٹھریان معہ علیہ کے ہمیشہ کے لیے ایک فقیر کو مرحمت کی تھیں ان واقعات کے ثبوت میں  
 ایک سند کی نقل حاشیہ پر درج کی جاتی ہو۔

شاہ صاحب کی کریم النفسی مشہوتھی نقل ہو کہ آپ کو گاڑی میں اچھے سیلون کا نہایت  
 شوق تھا اور آپ کے یہاں منجملہ دیگر سیلون کے ایک چور نہایت بیش قیمت تھا اتفاق  
 سے اُس چور کو چور لے گئے اور وہ پکڑے گئے آپ نے چور وں کو قیمت عنایت کی اور  
 وہ میل لے لیے اور اُس کے جرم کا کچھ مواخذہ نہ کیا۔ عرصہ تک شاہ صاحب کا زمانہ  
 نہایت موافق رہا۔ مگر گردشِ فلکی سے ایک سادور دورہ کسی کا اس عالم میں نہیں  
 رہتا اسلئے شاہ صاحب کو بھی وہی معاملہ پیش آیا تقدیری واقعہ ہو کہ حافظ رحمت خان

۱۔ پروانہ بہر سید شرف الدین صاحب عرف شاہ مدن صاحب مرحوم یا نزد ہم محرم الاحرام مسئلہ ہجری  
 متصدیان ہمت حال استقبال تعلقات شاہ آباد باندہ سوازی نہ بیکہ پختہ ارغنی مزدور و سودا موضع بنی بی پور  
 علاوہ لالچ بطریق مدعا نشان اسم میاخی عبد اولد مولوی آد داد ساکن محلہ ہمند نیا حضرت۔۔۔ مصارف تعویذی معاف نمودہ مشلازم  
 ایشا کی بی بی صاحبہ رحمہ تعویذی معاف نمودہ مشلازم لالچ بطریق مدعا نشان اسم میاخی عبد اولد مولوی آد داد ساکن محلہ ہمند نیا حضرت۔۔۔ مصارف تعویذی معاف نمودہ مشلازم

اور شجاع الدولہ کے باہم جھگڑا شروع ہوا اور خانہ بربادی مفت میں شاہ صاحب کی ہوئی جس کا قصہ یہ ہو کہ جب مرہٹوں نے روہیلیوں کو بہت تنگ کیا تو حافظ رحمت خان والی روہیلکھنڈ نے نواب شجاع الدولہ فرما کر اسے اودھ سے مدد مانگی جس کے صلہ میں نواب شجاع الدولہ نے چالیس لاکھ روپیہ مانگے آخر میں طرفین کی رضامندی ہو کر اس روپیہ کے قرضہ کا تمسک ہو گیا اقرار نامہ میں ایک یہ بھی شرط تحریر ہوئی تھی کہ نواب وزیر الممالک کو چالیس لاکھ روپیہ روہیلیوں کے سردار اس طرح ادا کریں کہ جب نواب شجاع الدولہ شاہ آباد سے کوچ کر کے تمام اُن خاندانوں کو جو مرہٹوں کے ہاتھ سے جنگلوں میں پھر رہے ہیں اُن کے گھروں میں آباد کر دیں اور دس لاکھ روپیہ وزیر الممالک کو بالفعل لیا جائے گا اور باقی تیس لاکھ روپیہ تیس برس کے

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱۵ بعد تحقیق وثبوت رسید کہ شاہ صاحب نے طوط خود ہیچ توقع از روہیلہ بانداشت لیکن آنحضرت پر نگاہ ادا گاہ گاہے ارسال ہوا یہ عمل ہی آور دندہ بنصورت اگر خزانہ مانگے ہیلہ بانخواست برہمی دولت جناب وزارت آج ہم آدنی کردہ بلکہ تری ملازمان این سرکار عالی مدار بر جزو یادہ اذان بامخواست گرفتہ کہ درین جنگ گشتہ شجاع الدولہ ملک شل مکران موجب فرسٹ بنودہ بلکہ اندوگہن شدہ باشند لیکن ازین جلات این فی بار دکر این روز بے نواب پہر جناب داشت زیرا کہ دو برادر باہم ہی جگند ہر گاہ کی گشتہ می شود دیگرے باصفت حصول سرست فتح از دوا دیگیر مدیر شاہ مدن چہ موقوفت کہ جناب عالی ہر حافظ الممالک یہ بود خود سرفسوس جہانیاںیدہ بود مافی الضمیر شاہ صاحب مہنور این بود چہ مصالحہ باہم رود ہدلیکن نواب چہر جناب ہم چہ کند کہ حافظ الممالک یہ آن لطافت و فراست و درستی ایمان کداشت بشورہ کسی بایطو خود پیش و پیش اندہ باوجود تشدید اساس محبت کہ خلاف شریعہ و ایمان موکدہ صورت داشتہ بود در دشمنی مکران مد بلا بر سر خود نازل کرد کہ شہد کہ سر حافظ آج خان پیش اینہا بود تحقیق رسانند کہ سر حافظ الممالک یا سر دیگرے بعد اذان یہ شاہ مدن پیر زادہ را ہم نہانید کہ او نیز عجوبی نہ شناسند شنیدہ شد کہ نواب صابط خان آن سر را دیدہ بہین قد گرفت کہ این سر حافظ الممالک است ہر دیگرے نیست و نواب مظفر جنگ گفت کہ بہین ریش فش بہ جناب عالی مستعد جنگ شدہ بود نہو شاہ مدن قرہ پرہم کردہ گفت کہ این سر همان مسلمان است ۔

خلاصہ این کہ جناب عالی را شنیدن این حرف کہ این سر همان مسلمان است باین محض متعل شہد و اور امجوس کر ۔ اعتماد السادت ۱۲

عرصہ میں دیا جائے گا۔ جب مرہٹے روپیہ لینے پر رضی ہوئے اور شجاع الدولہ سے ضمانت کرائی تو اُس کا تمسک تحریر ہو گیا اسکے بعد برسات آگئی مرہٹے کٹھ کوٹھو لکھ واپس چلے گئے حافظ رحمت خان بریلی آئے اپنے خزانہ سے پانچ لاکھ روپیہ شجاع الدولہ کے پاس بھیجے اور باقی روپیہ روہیلیوں کے دوسرے سردار جو انولہ اور بدایون وغیرہ میں حکومت کرتے تھے اُن سے طلب کیا سب نے ناداری کا عذر کیا اور کچھ نہ بھیجا اس عرصہ میں مہاجی سیندھیا اور لکوجی ہلکر کا لپچی آیا کہ حافظ رحمت خان تم اور ہم ملکر شجاع الدولہ کے ٹاک پر حملہ کریں اور ہم تم دونوں نصفاً نصف ملک تقسیم کر لیں اور اگر یہ منظور نہ ہو تو حافظ الملک ہمیں گنگا پار سے راستہ دیدیں۔ ہم تمسک اُن کا چالیس لاکھ والا واپس دیدینگے ورنہ ہم حافظ الملک کا ملک لوٹینگے حافظ رحمت خان نے اس کا یہ جواب دیا کہ میں کفار کے ظالموں کی ہمارا ہی میں مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کروں گا اور نہ معاہدہ توڑوں گا اور یہ سارا ماجرا حافظ الملک نے نواب شجاع الدولہ کو لکھا کہ میں فوج لیکر میدان جنگ کی طرف جاتا ہوں آپ چالیس لاکھ روپیہ والا تمسک جس کا روپیہ ابھی تک مرہٹوں کو نہیں دیا گیا ہو واپس کر دیں اور آئندہ بھی ایسی حالت میں روپیہ نہ بھیجا جائے گا سپر نواب شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو اپنا وکیل کر کے حافظ الملک کے پاس بھیجا اور شکریہ ادا کیا کہ آپ نے حساب سے مجھ کو اطلاع فرمائی اور لشکر سے میری امداد کو تشریف لائے نواب وزیر الممالک نے یہ بھی وعدہ کیا کہ مرہٹوں کی شکست دینے کے بعد تمسک واپس کر دیا جائیگا۔ حافظ رحمت خان بارہ ہزار سوار و پیدل کی فوج لیکر مرہٹوں کے مقابلہ میں آئے شجاع الدولہ نے بھی اپنے سرداروں کو امداد کے لیے لکھا غرض کہ بہت بھاری

لڑائی مرہٹوں سے ہوئی اور مرہٹے شکست کھا کر بھاگ گئے تب حافظ رحمت خان نے اپنا سفیر تسک کی واپسی کے لیے اودھ کو بھیجا اسوقت نواب شجاع الدولہ نے کانوپر ہاتھ دھر کر مین نے واپسی تسک کا وعدہ نہیں کیا یہ مجھ پر تہمت سید شاہ مدرف صاحب شہادت کو طلب ہوئے شاہ صاحب شہادت حافظ رحمت خان کے موافق دی لیکن نواب شجاع الدولہ نے کچھ خیال نہ کیا اب نواب وزیر الممالک نے پیس لاکھ روپیہ کا تقاضا صرف جیلہ جنگ کے لیے کرنا شروع کیا اور یہ امر ہلکا کھڑ پر قبضہ کرنے کی نیت سے تھا۔ بعض مومج یہ بھی لکھتے ہیں کہ حافظ الملک نے ایک خط برادرانہ شکایت کا مظفر جنگ کو لکھا کہ تم جناب عالی یعنی نواب اودھ سے مل گئے حالانکہ انھوں نے ہماری قوم و قبیلہ کو برباد کر دیا ہو نواب مظفر جنگ رئیس فرسخ آباد نے وہ خط نواب شجاع الملک کو دکھلادیا اور نواب شجاع الدولہ دشمن ہو گئے یہ بات ضرور ہے کہ شجاع الدولہ کی نیت روہیلیوں کے ملک پر لگی تھی اور حافظ رحمت خان اس معاملہ میں بے خطا تھے۔

ایک دوسرا جھگڑا فی مابین روہیلیوں اور نواب اودھ کے یہ نکلا کہ جب مرہٹے شکست کھا کر بھاگے تو اٹا وہ اور شکوہ آباد کے پر گئے خالی ہوئے شجاع الدولہ نے کہا کہ مین اپنی قبضہ رکھوں گا۔ اس میں شک نہیں کہ حافظ رحمت خان کو عجیب شکل کا سامنا تھا اودھ مرہٹے برسر آزار تھے اور اودھ شجاع الدولہ کو ایسا انداز نہیں جانتے تھے اور نہ قول پر اعتبار تھا۔

جب ضابط خان روہیلہ جاگیر دار سہارن پور شکست کھا کر مارا گیا تو روہیلیوں نے شجاع الدولہ کو اپنا طرفدار بنانا چاہا ۲۰ جنوری ۱۷۷۷ء کو نواب شجاع الدولہ جنرل

را برٹ پارک سے ملے وریہ مشورہ کیا کہ میں سخت مشکل میں ہوں اگر وہیلیون کو مرہٹوں نے روہیلکھنڈ سے نکال دیا تو ایک زبردست قوم سے سرحد بچاے گی جس سے ہر وقت خوف رہیگا اور اگر وہیلیون سے ملگئے تو میرا ملک جاتا رہیگا لہذا میں نے یہ سوچا ہے کہ سپاہ لیکر وہیلیون کی سرحد پر جاؤں اور وہاں کچھ اپنی سپاہ کا رعب داب دکھا کر حکمت عملی سے کچھ ملک بنا کر نذر شاہ اور کچھ ملک اپنی سرحد کے واسطے حاصل کروں اور کچھ زرقندی بھی لوں جس میں سے کچھ مرہٹوں کو دوں گا تاکہ وہ روہیلکھنڈ چھوڑ کر چلے جائیں مگر انگریزی فوج میری مدد کرے۔

آلٹھ نواب وزیر الممالک نے حافظ المملک کو لکھا کہ آپ نے روپیہ بھیجنے میں تساہل کیا میں عنقریب پہونچتا ہوں اُسکے جواب میں حافظ رحمت خان نے اختصار نویسی سے یہ جواب لکھا۔ نواب نامہ سلامت۔ اگر ارادہ شما بصلح است فخر الہ است خیرا اگر ارادہ شما جنگ فباسم اللہ ہے جواب نامہ بے تیغ و تفتنگ است \* کلوخ اندازہ را یاد آتش سنگ است \* والسلام ادھر سے شجاع الدولہ بڑھے ادھر حافظ المملک اپنی جمعیت سے تیار ہوئے جب سرحد پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ شجاع الدولہ کا ارادہ فرنگ آباد سے شاہجان پور و شاہ آباد پہونچ کر اس طرف آنے کا ہے حافظ المملک فرید پور میں جویریلی سے سات کو س ہے اگر خمیہ زن ہوئے اس طرف شجاع الدولہ کو یہ اندیشہ تھا کہ شاہ جہان پور میں حکومت عبداللہ خان کی ہے اور وہ پٹھان ہے اور حافظ المملک اُسکا محسن ہے اور شاہ جہان پور میں قریب پندرہ ہزار کے افغان خونخوار موجود ہیں شاید اپنے ملک سے راہ نہ دینگے اور یہ خیال بوہم ہم قومی حافظ المملک نواب عبداللہ خان کے تھا۔ یہاں عبداللہ خان نے مہمان ناخواندہ

کی ایسی قدر دانی کی کہ شاہ آباد تک خود استقبال کے لیے گئے اور ان کو شاہ جہان پور  
لا کر مقیم کیا۔ شجاع الدو کے پاس فوج بیٹھا تھی کنز التایخ میں ہو کہ حافظ الملک کے پاس  
جمعیت دس ہزار سے بھی کم تھی جس کو نواب کی فوج کا آٹھواں حصہ سمجھنا چاہیے۔ مگر  
تاریخ سلاطین اودھ میں حافظ الملک کی جمعیت (۷۰) ہزار تحریر ہے۔ کرنل جیب میں  
سپاہ کی تعداد چالیس ہزار لکھتے ہیں۔

القصد کثرہ کمال زنی خان اور فرید پور کے مابین ۱۱ صفر ۱۱۷۷ھ ہجری مطابق  
۲۳ اپریل ۱۷۷۷ء کو دونوں لشکر مقابل ہوئے فریقین میں سخت جنگ ہوئی فیض علی  
خان و محمد یار خان ولد علی محمد خان اور محب السرخان ولد دندے خان بڑی جرات  
سے لڑے مگر احمد خان ولد بخشی سردار خان نے خواہ سازش شجاع الدو و لیاد اپنی شرتی  
نامردی سے گریز اختیار کی مولف گلستان رحمت یعنی فرزند حافظ الملک نے اپنی تاریخ  
میں اس پر الزام سازش کا قیام کیا جو۔ آخر شش چار گھڑی دن چڑھے سے گولہ باری شروع  
ہوئی دونوں فریق کے آدمی بہت مار گئے۔

تاریخ سلاطین اودھ کے صفحہ (۸۵) میں ہو (رومیہ اپنی عادت قدیم کے موافق  
دفعہ دہا کر کے توپ پر اڑے۔ پھر ستر ہزار دن شل دانہ خود جل بھنکر خاک پر گر پڑے  
اور تلوار بھی خوب چلی حافظ الملک نے ازراہ تہوری ایک نشان ہاتھ  
میں لیکر جایا کہ اپنی جمعیت کے یاروں سے دھاوا کر کے جناب عالی  
تک پہنچیں اتفاقاً ایک گولہ آنکے چو لگا گھوڑے سے گر پڑے اپنی  
حسرت کو خاک میں ملا دیا مرعوب یہ ہو جسے اپنے آنکھ سے دیکھا  
اُس وقت حافظ الملک جامہ ہندوستانی قدیم پٹن قرآن شریف



ہینے ہوئے تھے وہ جامہ برکت قرآن شریف سے نہ جلا چھاتی تھیں  
ایک سیاہ دھبہ گولے کی دھمک کا لگ گیا تھا جس کے صدمے  
سے فقط گر پڑے تھے مرتضیٰ خان بڑیچ رسالہ دار اُن کا سر کا ٹکڑا  
جناب عالی کے پاس لائے جناب عالی ہاتھی سے اتر کر سجدہ شکر  
بجائے اور سر حافظ سے مخاطب ہو کر فرمایا خدا شاہد حال ہے  
میں ایسا روز بد تھا لے لیے نہ چاہتا تھا یہاں تک مضمون تبلیغِ سلطین  
اودھ کا تھا۔ حافظ رحمت خان اور نواب شجاع الدولہ سے قدیمی مراسم تھے جب  
شجاع الدولہ بکسر سے انگریزی فوج کے ہاتھوں سے شکست کھا کر بریلی گئے تو  
حافظ رحمت خان نے خیر خواہی کی تھی اور جس وقت میں نواب شجاع الدولہ  
نواب احمد خان ٹیکش ریس فرخ آباد کے پاس صفائی کی غرض سے گئے تھے تو  
حافظ الملک ہی نواب احمد خان کے پاس گئے اور انھیں سمجھا کر استقبال کو لائے  
اور سیل کرایا تھا حافظ الملک صاحب تقویٰ اور دیندار انسان تھے۔

کنز التلیخ کے صفحہ (۲۸۱) میں ہو کہ قریب دوپہر کے حافظ رحمت خان کے  
بائیں جانب بازو پر سینہ کے قریب گولہ لگا اور وہ جان بحق ہوئے ان کا سر  
سلطان خان کا ٹکڑا شجاع الدولہ کے سامنے لیگا نواب شجاع الدولہ نے سلطان خان  
کو اس پر خلعت عطا کیا اور حافظ الملک کا سر سید شاہ مدن صاحب کو دکھایا  
تاکہ وہ پہچانیں کہ یہ سر حافظ مرحوم کا ہی یا نہیں چنانچہ انھوں نے پہچانا اور یہ شعر باپ پر  
لائے سرِ مشتہ بر نیزہ میر و نفس کہ معراج مردان ہمیں ست و بس

عمادت السعادت میں ہو کہ شاہ صاحب کو جب سر دکھلایا گیا تو آپ پر غم ہوا اور فرمایا  
کہ این سر بہان مسلمان است

شجاع الدولہ نے سید شاہ مدن صاحب کو بھی بسولی پہنچ کر نظر بند کر لیا اور  
تمام اثاث البیت ضبط کیا اسی قید میں انھوں نے رحلت فرمائی۔

بعد خاتمہ جنگ شجاع الدولہ نے حافظ رحمت خان کی نقش تلاش کر کے معہ  
سر کے اسی تاریخ بریلی میں روانہ کر دی بریلی میں قاضی شہر و علما و حفاظ نے ہتھ  
کو حافظ الملک کے جنازہ کی نماز جماعت کثیر سے پڑھی اور ان کو بریلی کے پچھم جانب  
جو مشہور جگہ ہے مدفون کیا۔ راقم مزار پر گیا ہے۔ تاریخ خانہ دل رشا یعنی خوش آمدید لکھ رہی  
کسی شاعر نے سلطان خان افغان کی نسبت جس نے حافظ الملک کا سر کاٹا  
تھا ایک قطعہ لکھا جو حسب ذیل ہے۔

ہر کس کہ در جہان کس را ز قوم خودی      اوبانزید در ہمہ اوقات ہمسراست  
داری اگر بدل ہوس امتحان بہین      سلطان خان بہ شمر حرامی برابر است  
راقم نے حافظ الملک کی تاریخ شہادت کے متعلق ایک سیاض میں یہ شعر لکھا دیکھا  
چو در لفظ ظفر تاریخ خجستم      پے بانی سر حافظ بریدم

انگریزی تحریرات کی بنا پر خان بہادر مولوی ذکا و اللہ صاحب کو جو سید شاہ مدن صاحب  
کے متعلق یہ شبہ ہوا کہ شجاع الدولہ کے موخ پر گواہی کے وقت یہ کہنا کہ وہ اپنی  
تمک کا وعدہ کیا گیا ہے مرد شوار تھا اور حافظ الملک پر یہ گمان کہ وہ لڑنے میں  
پیکر بستہ نہ تھے غلطی اور ناواقفیت ہے یہ دونوں شخص سچے مسلمان تھے ان کو مقابلہ  
راستبازی اور حق گوئی کے اپنی جان و مال کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ پھر مذکور شاہ مدن صاحب

کی قدر و منزلت اور عظمت کو نہیں جانتے تھے انھوں نے سرسری قیاس سے جو چاہا  
 لکھ دیا اور شاہ صاحب کے احترام اور عالی منزلت ہو نیکی متعلق کچھ نہیں تحقیق کیا  
 شجاع الدولہ تو صرف ایک صوبہ کا فرمان روا تھا اگر اورنگ زیب عالمگیر بادشاہ  
 دہلی جو تمام ہندوستان کا حکمران اور سخت گیر وادوالو العزم سلاطین بن تھا اگر اُس کے  
 روبرو بھی کسی بات کی تصدیق پیش آتی اور اسکے خلاف مزاج بھی ہوتی مگر شاہ صاحب  
 کبھی حق کوئی سے سر مُو تجاو نہ کرتے۔

شاہ صاحب کے ساتھ جیسا کہ کنز التاریخ کا مضمون ہم اوپر بیان کر چکے ہیں شجاع الدولہ  
 نے اسی طرح معاملہ کیا لیکن یہ قدر اُن واقعات میں صراحت مطلوب ہو تاریخ  
 اخبار محبت اور دیگر مستند راویوں میں یہ مشہور روایت چلی آتی ہو کہ جب حافظ الملک  
 کا خاتمہ ہوا اور شجاع الدولہ صوبہ روہیلکھنڈ کا مالک ہوا تو اس نے شاہ مدن  
 صاحب کی جاگیر اور جملہ املاک ضبط کر لی شاہ صاحب کی ضبطی کے متعلق یہ بھی قدیم  
 سے روایت بیان کی جاتی ہے کہ شجاع الدولہ کے سالے نواب سالار جنگ جو بہوگیم  
 کے بھائی تھے وہ نہایت متعصب حاسد شخص تھے شاہ صاحب کے احترام سے انھیں  
 دلی عناد تھا اکثر وہ شجاع الدولہ کے دل میں شاہ صاحب کی بُرائیاں جاتے تھے  
 شاہ صاحب حافظ الملک کے ضرور پرداز تھے کیونکہ حافظ الملک شاہ صاحب کے  
 ارادتمند تھے بلکہ بعض اوی حافظ صاحب کو شاہ صاحب کا مُردیتلاتے ہیں اسوجہ سے  
 شجاع الدولہ نے شاہ صاحب پر حافظ الملک سے سازش رکھنے کا الزام لگایا اور انکی  
 جاگیرات ضبط کر لیں اور صرف اسی پر اتقان کی بلکہ یہاں تک ظلم کیا کہ شاہ آباد کے قیام  
 میں اثاثہ البیت اور مستورات کے زیورات تک شاہ صاحب سے منگو لیے

جسکے چھ ماہ کے بعد شاہ مدن صاحب نے انتقال کیا شاہ صاحب کے صبر اور حافظہ الملک کے خون ناحق نے شجاع الدولہ کو ایک سال بھی خوشی نصیب نہ ہوئی حافظہ الملک کے قتل کرانے کے نو مہینے بعد اور شاہ مدن صاحب کے انتقال کے تین ماہ کے بعد غین شباب میں ۴۵ برس کی عمر میں ۲۴ ذیقعدہ ۸۸۰ ہجری کو شجاع الدولہ نے انتقال کیا۔ شاہ مدن صاحب کے انتقال کی تاریخ راقم نے یہ موزون کی ہے

از وفات سید شاہ مدن گشت این فانی جهان مغموم حیف

اے مظفر بہر تاریخ وصال گفت ہاتھ سید مظلوم حیف

شاہ مدن صاحب کے کوئی اولاد نہ تھی ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جو چند روز زندہ رہی اور بیان کیا جاتا ہے کہ آپ سے ہم کلام ہو کر مر گئی۔

آپ کی تین بیویاں تھیں پہلی بیوی آپ کے ماموں سید درویش صاحب کی دختر سید و بی بی دوسری مغلائی تیسری بیوی خوشحال بانی چوہیرونی تھیں ان کے نام شاہ صاحب نے کچھ حقیقت بھی لکھی تھی جسکی نقل درج ذیل ہے۔

# تملک نامه سید شرف الدین صاعق شاه مدح صاحب نامه الهی خود

اقرار کرده اعتراف صحیح شرعی نمود مخبر باسم و نسب خدای سید شرف الدین  
محمد عرف شاه مدح صاحب ولد سید عبدالباسط صاحب جموی گیلانی  
ساکن قصبه شاه آباد پیر گنه پالی صوبه خیر آباد مضاف بصوبه اختر نگر او ده  
فی الحال بصبح اقراره شرعاً بر این معنی که منازل محله سرے قدیم و جدید و حلیات  
درونی و بیرونی و پیشیخانه و مود یخانه و دیوانخانه و تعمیر بنچته و کسره مولانج  
معه اراضی بست پنج بیگه بنچته مدخله و مشموله منازل گنج مذکور و موازی بیگه  
پنج بسوه بنچته اراضی مسکونه رعایا واقع در وازه شمالی گنج مذکور و هشت بیگه  
ده بسوه بنچته واقع در جنوبی گنج مصرحه بالا محدود و بحد و دات اربعه مفصله الدین  
و موازی چهارده و نیم قطعه بلغ ابنه که از انجمله هفت نیم قطعه مشتریه و پنج قطعه  
مربونه و دو قطعه نشاند و تحریش کرده خود و اقمه قصبه شاه آباد مذکوره تفصیل  
ارضی وحدودات آن در قباله جانش مشروحاً مندرج و مرقوم است بطریق  
اشتراک و بر حق تعمیر خود ساخته تحت و تصرف خود میدارم و الی یومنا بلا اشیا  
سابق الذکر و در قبض و تصرف مالکانه منقر بلا شرکت و سهامت غیره مقرر اند  
در نیولابین حیات و صحت ذات و ثبات عقل و بقاء جمیع تصرفات شرعیه  
خود که جائز و نافذ است آن همه عمارات و باغات مشتریه و نشاند خود و از  
همین باغات مربونه مسطور با جمیع حقوق و مرافق دخیل و خارجی من قلیل  
والکثیر مدخله فیها و الخارجیه غنما و ما یعلق بها و فیها من الابار و الاشجار و ثمره غیر

خداوند خان  
۱۱  
بنده رده

سید الدین محمد

شاه

اسم

مقررہ عقلاً و اراداً برضا و رغبت خود بلا اکراه و اجبار غیرے بہ بنی فی حکما  
 مسماۃ خوشحال بانی منکوہ خود بوجہ دین مہربہ و تملیک فصیح  
 شرعی کردہ دادم تملیکاً صحیحاً شرعیاً جائزاً نافذاً مجوزاً مقرراً صالحاً لبا عن  
 الشروط الفاسدة و عاریاً عن المعالی المطالبہ و حق الفروغین الفاحش  
 و عفاً بمنع جواز التملیک و مہربہ بہ معہ وثیقہ ہبہ نامہ ہذا تسلیم و تقوی  
 ساختہ ملک لہ راقابض و خلیل گردانیدہ دادم و نیز مہربہ بہ کہ در  
 مجلس عمت ہذا قبول تملیک نمودہ قابض و متصرف گشت قبضاً  
 و متصرفاً صحیحاً شرعیاً پس نیست و نماز مہربہ ہون المعاقدين حق تقسم  
 تملیک استردادن احياناً من بعد اذین اگر کسی سہیم یا شریک پیدا شود  
 و عموماً نماید باطل و نامسموع است شرعاً و عدالتاً کان ذلک بحضور  
 من العدول و الثقات بنا بران انچند کلمہ بطریق سند تملیک ہبہ نامہ نوشیدہ  
 کہ عند الحاجة دلیل قاطع و بر حمان ساطع گردد فقط  
 تفصیل قطعات باغ مذکور الصد

بند  
 عبدالواحد

ایک سید محمد امان  
 گیلانی

ایک سید محمد رادو  
 گیلانی

باغ مشتری بہ قطعہ . باغ مرحومہ ہ قطعہ باغ خود نشاندہ  
 باغ کبریٰ باغ ہوا باغ ملاورد باغ گرم الشہ باغ بنگالہ باغ طرخان باغ چکلہ باغ سمنخان گلاباغ باغ سلیم پور  
 ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک ایک  
 باغ چکلہ باغ عباس باغ مملہ باغ مومخان لعل باغ باغ دوندہ قریب باغ ہزارخان  
 تکیہ سلیمانی ایک نصف  
 نصف ایک ایک

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شمال ————— جنوب ————— شرق —————  
 پیوستہ محلہ شیخ دلداد طبع مسجد سید عبد الباسط صاحب ملاصق اراضی زرخیز زمین است پیوستہ اراضی زرخیزہ منقر  
 و شاہراہ

تفصیل حدود اراضی واقع سمت شمالی گنج مذکور۔

شمال ————— جنوب ————— شرق —————  
 پیوستہ اراضی شیخ دلداد تاحد طبع باغ حضرت سید عبد الباسط ملاصق اراضی دروازہ و دیوار ملحق مزار و باغ میر محمد صالح  
 احاطہ مولا گنج صاحب مرحوم مغفور شمالی متصل مولا گنج مذکور  
 تفصیل حدود اراضی واقع دروازہ جنوبی گنج مذکور۔

شمال ————— جنوب ————— شرق —————  
 متصل اراضی محلہ شیخ دلداد پیوستہ خانہ اسے مسکونہ رہایا طبع عتابر ملاصق محلہ شیخ دلداد و  
 و تالاب سعادت خان احاطہ مولا گنج

تحریر فی التایخ نهم شهر ذیقعد ۱۲۸۵ھ

سید شاہ مدین صاحب کا مزار بجلہ مولا گنج لب شرک پنجتہ احاطہ میں واقع ہے اپنی مر  
 میں ۱۲۸۵ھ کاندہ ہیں۔

شاہ صاحب کے دو بھائی اور بھی تھے ایک سید شمس الدین صاحب عرف  
 سعدی میان جو عارف اور طبیب عاذق تھے اور حکیم محمد اکبر عرف ارزانی کے  
 شاگرد رشید تھے۔ حکیم ارزانی ہی نے عربی سے فارسی میں ترجمہ کر کے طب کو ارزانی  
 کروایا۔ بیکتلی زمانہ ہوئے ہیں۔

سعدی میا نصاحب کا بنگالہ و بھارین بڑا اثر تھا اس بنا پر اپنے شاگرد سید مولوی لطف رسول صاحب سندیلوی کو اکثر اس نواح کے روسا و نوابوں کے نام خطوط لکھ کر مہینہ عظیم آباد بھیجا تھا اور مولوی صاحب کا طب میں وہاں خوب رنگ جما تھا۔ جنگی طرف سے بعض کاغذات اب تک موجود ہیں مزار آپکا بمقام شاہجہانپور ریسرچ محلہ محمد زئی میں متصل مسجد کے واقع ہے۔

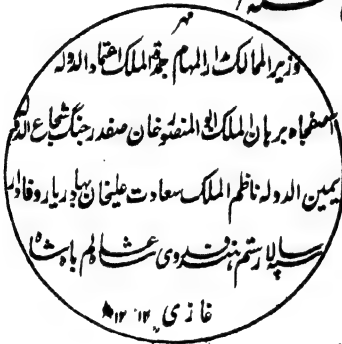
دوسرے بھائی شاہ صاحب کے سید طاہر عرف قدن صاحب تھے انھیں کے صاحبزادہ سید اللہ علی تھے جنکے فرزند سید نظام الدین عرف مولوی نظامی صاحب تھے جنکے فرزند سید جمال الدین المعروف بہ کلڑی تھے عہد شاہی میں دریاؤں کے گھاٹ کی افسری کا ایک عہدہ تھا جسے کلڑی کہتے تھے ورنہ زمانہ حال کی کلکٹری اس زمانہ کی چکلہ داری تھی۔

جب مولوی نظامی صاحب نے عبد الرحمن خان قندھاری رسالہ دار کے ذریعہ سے نواب سعادت علی خان والی اودھ کی خدمت میں رسوخ حاصل کیا اور نواب صاحب موصوف کی رفاقت میں بنارس سے لکھنؤ تک ہمراہ آئے اور نواب سعادت علی خان سلمہ ہجری میں مسند نشین لکھنؤ ہوئے تب بعد تیس سال کے بصلہ حسن خدمت ۱۲۹۱ھ میں شاہ مدن صاحب کی بعض املاک جنہیں مکانات و باغات و چکات و گنج وغیرہ جو ضبطی میں تھے۔ سید نظامی صاحب کو عنایت ہوئے مگر شاہ صاحب کی جاگیر جو خالص پور کے علاقہ سے وابستہ تھی وہ عبد الرحمن خان قندھاری کو عنایت ہوئی مولوی نظامی صاحب کے نام جو بجالی املاک کا پروانہ عنایت ہوا ہے اسکی نقل یہاں پر تحریر کی جاتی ہے۔



# حکمت نامہ

باسم سیادت پناہ میرنظام الدین آنکہ بجلد وے حسن و دوتخواہی سرکار  
دولتدار قطعات و باغات و اراضیات و کج و مکانات واقع قصبہ شاہ آباد و  
سرکار اید قرار ملوکہ و مقبوضہ سید شاہ مدن ضبط نمودند بان سیادت پناہ  
پلا شرکت غیرے نسل بعد نسل و بطنا بعد بطنا عطا و معاف فرمودیم باید کہ ملاک  
مذکورہ رادر تصرف خود داشته خود را امور و الطاف سرکار دولتدار شناسند تا کید و  
المرقوم یا زوہم شہر جمادی الثانی ۱۲۱۹ھ



## منشی محمد صالح صاحب مولوی عبداللہ صاحب

منشی صاحب برے دستباز محقق و وسیع النظر بزرگ تھے خلیفہ عبد الرزاق حق  
یعنی کے شاگرد رشید اور مولانا عبد الرحمن صاحب لکھنوی کے مرید تھے نواب  
سعادت علی خان والی اودھ کے عہد سے تا جلوس محمد علی شاہ کتب خانہ شاہی کے  
داروغہ رہے سلطانین اودھ انکو نہایت اچھی نظر سے دیکھتے تھے اور انکا بہت

اعتماد کرتے تھے انکا قیام تکیہ عبد الجلیل واقع لکھنؤ میں تھا اپنے وطن شاہ آباد سے جا کر وہیں مکان و باغ تیار کیا تھا۔ اور جب ۱۱۷۵ھ میں آپ نے انتقال کیا تو وہیں مدفون بھی ہوئے۔ صد باہل لکھنؤ آپ کے شاگرد تھے ضمناً آپ کا ذکر خیر تذکرہ رحمانی میں درج ہے علم ظاہری میں کمال حاصل تھا اسی بنا پر آپ شاہی کتب کے نظام پر انتخاب کیے گئے آپ کے والد مولوی فریدون صاحب شاہ مدن صاحب کے تربیت یافتہ تھے اور پیشتر اصلی سکونت انکی موضع جہرت پور میں تھی منشی صاحب اس عہد میں مستاز اور وضع دار لوگوں میں شمار کیے جاتے تھے اور نہایت باخدا مقدس انسان تھے تاریخ انتقال یہ ہے ۵

بست چارم شوال حیف کلک تھا بنام منشی صالح چوسہ گزشت چہین  
نوشت خامہ واثق بدھ تارخیش کہ جای منزل صالح بود بہشتین  
دیگر

درمہ شوال حیف منشی صالح نمود بست چہام تھا منشی شمول علی  
ہر کہ چو واثق پے فاتحہ خوانی گزشت گفت کہ صلح نصیب بود بہشتین  
مولوی عبداللہ صاحب منشی محمد صالح صاحب کے چھوٹے بھائی تھے  
شاہ آباد کے مشاہیر اشخاص میں گذرے ہیں علم ظاہری و باطنی دونوں سے فیضیا  
تھے مولوی صاحب کی عمر کا بڑا حصہ لکھنؤ میں بسر ہوا اس لیے لکھنؤ کے صد باطال علم آپ کے  
شاگرد تھے علم ایسا مستحضر تھا کہ کتاب فاصلہ پر رکھی ہوتی اور آپ بغیر دیکھے پڑھتے  
جالتے تھے مولوی صاحب مدمح کی حاضر جوابی و بذلہ سخی کا یہ عالم تھا کہ جسکی اہل  
زبان میں شہرت تھی بر محل بسیاختہ ایسے کلمات آپکی زبان سے نکلتے تھے کہ سامعین

مخطوطات و تہذیب و جہان نے تھے خوش طبعی اور جربہ کوئی چھوٹے بڑے کے ساتھ ہشتم  
 کی ہوتی تھی اور طرز زبان ایسا دلکش تھا کہ کوئی بات رعایت سے خالی نہیں اور ہر  
 خوبی یہ کہ کسیکو ناگوار نہ ہوتی ضلع جلک سب میں کمال حاصل تھا مگر چونکہ مہذب اور  
 صاحب باطن بزرگ تھے اسلئے فحش کلمہ زبان سے نہ نکلتا اور الفاظ کے آمد کا  
 یہ عالم تھا کہ دریائے سلامت موجزن ہوتا۔ اس نرکنی والی طبیعت اور ظاہری  
 خوش میانی کے ساتھ خدا نے عرفان سے بھی بہرہ کافی عطا کیا تھا مولانا عبد الرحمن صاحب  
 الکنوی کے خلیفہ تھے اور آپ کو یہ زندہ دلی اپنے پیر و مرشد کی طرف سے عنایت ہوئی  
 تھی گویا پکا یہ ازنی حصہ تھا جو اس ذریعہ سے حاصل ہوا تھا آپ کے حجرہ پر شمع لکھا ہوا تھا  
 کہ تو میخوہی کہ بیند در جہان اللہ را پیش چشم خویش دار و شکل عبد اللہ  
 مولوی صاحب کی پیدائش ۱۰۵۰ ہجری کو شاہ آباد میں ہوئی اسکے متعلق خود ہی  
 ایک رباعی مولوی صاحب نے نظم کی تھی جو تحریر کجانی ہے۔

لے  
 جہر کہ سیوا

خدا جانے عدم کا کیا تھا احوال کہ ہم کیلئے چلے تھے کونسی سال  
 ہوئے جب بطن مادر سے نمودار تھے ہجری گیارہ سو پچانوے سال  
 تذکرہ انوار الرحمن میں مولوی انوار اللہ صاحب مولوی عبد اللہ صاحب کے متعلق

لے کے از خلفائے راشین مولوی عبد اللہ ابن محمد فرید الدین از شیوخ کرام و درو سے عظام بلہہ شاہ آباد متعلقہ سرکار  
 اور وہ اندر تحصیل علوم کتب مروجہ از میراد حقیقی خود محمد صالح نمونہ کہ مولوی محمد صالح مروجہ از عمد نواب سعادت علی خان  
 بہادر تاج محلوس محمد علیشاہ فردوس منزل طازم سرکار شاہی بودند و دار و نگلی کتخانہ سرکار متعلق اوشان بود بحجت تعلق شان  
 بنا بر تحصیل علم بود و باش ہر دو برادریت السلطنت لکنو اتفاق افتاد و محلہ تکیہ شاہ عبد الجلیل صاحب شہی محمد صالح  
 بارخ و مکان تیار ساختہ و دران مکان ہر دو برادران معادل و عیال سکونت میداشتند و در عمرت ساگی اوصاف حضرت

یہ لکھتے ہیں کہ جب مولوی عبد اللہ صاحب کی عمر بیس سال کی ہوئی تو جناب لانا عبد الرحمن صاحب کے اوصاف سن کر جمال الدین و شمس الدین صاحبان کے ہمراہ مولانا کے حضور میں حاضر ہوئے مسجد نڈیاں میں ملازمت حاصل ہوئی پہلی ہی صحبت میں حیرت اور شفتگی دل پر چھا گئی اور بخود ہی کے نشہ میں غمخو ہو گئے آئندہ جمعہ کو حاضر ہو کر مرید ہوئے شجرہ صابریہ نور الہدے کے صاحب کے واسطے سے

بقیہ صفحہ ماقبل مولانا شہیدہ بافلاق جمال الدین و شمس الدین باشندہ ایجا بجنور مولانا دار مسجد نڈیاں آمدہ ملاقات حاصل نمودند اور اول صحبت حالت تحیر و شفتگی دل عارض شد کہ نشہ پیچودی معلوم می شد بروز جمعہ آئندہ آمد مرید شدند و شجرہ چشتیہ صابریہ بواسطہ حضرت شاہ نور الہدے و قادریہ بواسطہ حضرت آفاق سید شاہ علیہ السلام صاحب قدس سرہ الاصفی یافتند مجاز و فرخص خلافت شدند ایشانرا درخواست برائے حاضر باش و الٰہی بود حضرت فرمودند کہ بروز جمعہ ونگل کہ محفل سماع است می آمدہ باشند مطابق این گلے ناغہ نشد بعد وصال موافق معمول مصرعہ ہست مجلس میں قرار بنور حضرت نقل کروند کہ بر آدم مولوی محمد صلح بجنور مولانا حاضر شد عرض فرمود کہ مولوی آزاد فرما از طفلی بود اکنون مرید جناب شد از کار مارت ارشاد شد کہ از کار بخوار رفت شادیہ سے خواہد کرد و اولاد خواہد شد و خوش خرم خواہد مطابق ارشادہ نکاح در وقت اتفاق شد کہ خرد و پیرانی بی ہائے سابق ہستند و بعد وفات شان و زوجہ در لکھنؤ نکاح آؤند کہ آنما نیز صاحب ولادہ با وجودیکہ معاش و جائداد ندارند و نوکری کسے نکرده اند و مایحتاج خود گلے در ماندہ نشد و اند و ظرفیت و لطیف گو آچنان ہستند کہ حضرت مولانا ارشاد کروند کہ ترا در بین ظرافت و طلاق لسانی کشود خواہد شد چنانچہ میگویند کہ اگر کمالات حضرت قبض بطن رسکوت و تکلم معنی مادامیکہ کلام ظرافت لطافت بر زبان جاری میماند بول بن بسط میماند و در رسکوت قبض میماند

اور شجرہ قادریہ حضرت قطب آفاق سید شاہ عبد الرزاق صاحب  
ذریعہ سے عطا ہو کر اجازت خلافت کی دی گئی اور جمعہ منگل کے روز  
کہ مجلس سماع کی منعقد ہوتی تھی حاضری کی اجازت بخشی گئی تھی چنانچہ  
ہمیشہ بلا ناغہ آپ شریک ہر جمعہ رہتے تھے۔

ایک بار آپ کے بھائی منشی محمد صلح صاحب نے مولانا عبد الرحمن صاحب  
لیکھنؤ متین حاضر ہو کر عرض کیا کہ برادر مولوی لکھنؤ سے آزاد مزاج  
تھے اب جناب کے مزید ہوئے ہمارے کام کے نہ رہے مولانا  
نے فرمایا کہ تمہارے کام کا رہے گا شادیان کر گیا اولاد ہوگی  
خوش و خورم رہیگا چنانچہ حسب ارشاد تین نکاح مولوی عبد اللہ صاحب  
نے کیے ایک لڑکی اور دو لڑکے پہلی بیوی سے پیدا ہوئے۔  
بعد وفات زوجہ اولے کے دو بیویاں لکھنؤ میں اور کین وہ بھی  
صاحب اولاد ہوئیں باوجودیکہ کچھ معاش و جائیداد نہیں رکھتے تھے  
اور نوکری بھی کسی کی نہیں کی مگر اپنے حوائج ضروریہ میں سیکہ  
محتاج نہیں رہے۔ ظریف طبع اور لطیف گو اس قدر تھے جسکی کہ  
پیشینگوئی مولانا نے فرمادی تھی کہ اپنی طراقت طلاق لسانی

میں تیرے لیے کسود کا رہو گا۔ چنانچہ مشہور ہے کہ آپ کی کرم سے  
قبض و بسط کی کیفیت آپ کے سکوت و کلام میں پیدا تھی  
چنانچہ مولوی عبد اللہ صاحب خود فرماتے تھے کہ جس وقت  
میری زبان سے کلام ظرافت اور لطافت کا جاری ہوتا ہے  
انہی ساطی کیفیت میرے قلب کو حاصل ہوتی ہے اور جس وقت  
مجھ کو سکوت ہوتا ہے انقباض کی حالت میرے دل پر  
طاری ہو جاتی ہے۔

انکے علاوہ آپ کے متعلق چند حکایتیں اور بھی ملفوظ رحمانی میں منقول ہیں اگرچہ وہ مولانا  
صاحب کی کرامت کی دلیل ہیں لیکن مولوی صاحب پر جو نظر عنایت مولانا کی مبذول  
تھی وہ ان سے مترشح ہوتی ہے کہ کس قدر انکو انکی پاسداری مد نظر تھی اور کیسا دست  
شفقت آپ کے دوش مبارک پر رکھتا تھا اور دیکھو کی تھی اور انکو مولانا کی خدمت میں  
کیسا اقرب و باریابی کا شرف حاصل تھا۔

ایک بار مولوی عبد اللہ صاحب کے چھوٹے بھائی محمد حسین کچھ رنجیدہ ہو کر گھر سے نکل گئے  
مولوی عبد اللہ صاحب کو اپنے بھائی کی مفارقت کا نہایت غم ہوا کھانا نہ کھایا اور لکھنؤ  
میں عیش باغ کی طرف چل دیے اور وہاں سے بجائے گھر آنے کے مولانا کے حضور میں حاضر  
ہوئے اور دل میں نیت کی کہ بدون استفسار کے میں کچھ حال اپنے غم کا مولانا کے  
رو بروئے اظہار کروں گا مولانا نے ازراہ کشف انکے ملال کو دریافت کر لیا اور اپنا

دست مبارک آپ کے دوش پر رکھ دیا اور خود اپنی زبان سے فرمایا کہ اس قدر ملول  
کیون ہے مولوی صاحب نے اپنے بھائی کا حال عرض کیا مولانا نے ارشاد کیا کہ  
گھر جا کھا نا کھا بھائی تیرا ہوا ہو گا چنانچہ مولوی عبداللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں  
اسی وقت مکان آیا منشی محمد صالح صاحب جو بھائی نے کھانا میرے آگے رکھا میں  
دلیں یہ خیال کیا کہ کھانا آگیا اور بھائی نہ آیا اسی دم برادر محمد حسین آگیا۔

دوسری روایت یہ منقول ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب بخشبہ کے روز قریب  
مغرب کے مولانا صاحب کے حضور میں حاضر ہوئے مولانا صاحب نے پوچھا  
کہ تمھاری والدہ بقید حیات ہیں مولوی عبید اللہ صاحب نے عرض کیا کہ بفضلہ والدہ  
اور والدہ دونوں زندہ ہیں مولانا عبدالرحمن صاحب نے فرمایا کہ والد کا حال معلوم  
ہے والدہ کو پوچھتا ہوں اسکے بعد مولانا صاحب ساکت ہو گئے اسی زمانہ میں  
شاہ آباد سے خبر لئی کہ اسی روز آپ کی والدہ نے انتقال فرمایا۔

مولوی عبداللہ صاحب کے اس دلچسپ مذاق سے چند حکایتوں کا جسکا کہ ہم اوپر  
اظہار کر چکے ہیں اس جگہ بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ شاہ طالب حسین صاحب نے آبادی  
نے فرمایا کہ مولوی صاحب اپنے پیرو مرشد سے بھی حسب عادت مزاح فرماتے تھے  
ایک روز مولوی صاحب مولانا کفایت میں حاضر تھے عرض کرنے لگے کہ یا حضرت  
آپ نکاح کر لیں مولانا نے فرمایا کہ میان عبداللہ اب باہ نہیں ہے مولوی صاحب نے  
پھر کہا کہ حضرت نباہ ہو جائیگا مولانا صاحب ہنسنے لگے۔

حافظ غلام علی خان صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک روز میں مولوی عبداللہ صاحب  
کے مکان پر مولانا گنج مین حاضر تھا خلیفہ عبدالرزاق صاحب یعنی تشریف لائے

مولوی صاحب نے خلیفہ صاحب کو تعظیم دی خلیفہ صاحب مولوی صاحب کے استاد تھے اس لیے خلیفہ صاحب کو روکا اور کھانے پر اصرار کیا جب کھانا تیار ہوا اور انہر و نوحیلی سے باہر آیا مولوی صاحب نے اپنی شرکت سے کچھ عذر کیا اور فقط صاحب کو جو مولوی صاحب سے پڑھتے تھے دسترخوان پر بٹھلایا کھانے کی قسم سے چانول کدوانڈے وغیرہ تھے جب کھانے کی طرف لوگ متوجہ ہوئے تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میان غلام علی خلیفہ صاحب کے کہو کہ خشک کھائیں اور نہیں کیا کہہ دو کھانے کے خلیفہ صاحب بھی اتنی بات نہ کہتے جلتے تھے۔

ایک بار مولوی صاحب لکھنؤ میں اپنے بڑے بھائی منشی محمد صالح صاحب کے ساتھ کھانا کھا کر بیٹھے جاؤنگا موسم تھا کھانہ میں ضلعی چیز کھڑی بھی موجود تھی اس اثنا میں منشی صاحب کی الجھانہ نے گھی لاکر منشی صاحب کی طرف زیادہ ڈال دیا مولوی صاحب نے یہ دیکھ کر کہا کہ بھائی میں کل روشن الدولہ کی کوٹھی کی طرف جاتا تھا ایک نالی ایسی پڑی جہاں سے گرتے گرتے بجلیا ایسی نالی کا اشارہ انگلیوں سے ظاہر کر کے گھی اپنی طرف اٹھسیٹ لیا اس پر منشی صاحب نے فرمایا کہ بھائی وہ نالی بادشاہ نے سب سے سطرچ برابر کرادی اور گھی کل گھری میں ملا کر برابر کر دیا۔

حافظ غلام علی خان یہ نقل بھی بیان کرتے تھے کہ لکھنؤ میں ایک نواب جو شاہ اودہ کے عزیز تھے ان کے کوئی اولاد نہ تھی انھوں نے اپنی یہ تمام مولوی صاحب کے رجوع کی خدا کی دین کہ ان کے بیان لڑکا پیدا ہوا وہ نواب مولوی صاحب کے اور بھی زیادہ مقصد ہوئے اکثر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے باقی وغیرہ پر سوار لوازمات ان کے سامنے میں اعصاب بردار وغیرہ ہمراہ ہوتے اور مولوی صاحب کو نذرانہ میں شرفی دیتے



ایک روز مولوی صاحب کو اپنے گھر بلا گئے مولوی صاحب نے اسکے کئی روز کے بعد کہا کہ آج غلام علی نواب صاحب کے گھر چلنا چاہیے چنانچہ حافظ صاحب اور شاہ آباد کے ایک اور صاحب تھے مولوی صاحب کے ہمراہ نواب صاحب کے یہاں گئے نواب صاحب بالا خانہ پر رونق افروز تھے کمرہ کثرت اشخاص سے بھرا ہوا تھا نواب صاحب نے مولوی صاحب کو جیسے دیکھا اٹھے اور کھڑے ہو کر عظیم دی معافقہ کیا اور اپنی مسند پر بٹھلایا حافظ صاحب قلت جگہ سے بدقت تمام بیٹھ سکے نواب صاحب کے پاس ایک شخص مشین قوی پہل جنکی مونچھیں مٹی بڑی تھیں بیٹھے ہوئے تھے اونھوں نے نواب صاحب کے کان میں کچھ ہتہ سے کہا اسکے بعد خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد نواب صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ ہم سے کیسے ملے مولوی صاحب نے جواب دیا کہ تم ملے ہم ملے نواب صاحب نے کہا کہ ہم اس لیے ملے کہ آج ہمارے یہاں بابا شجاع کی عید تھی مولوی صاحب نے فرمایا کہ ہمارے یہاں خلیفہ ثالث کا اجلاس تھا اس جواب کو سن کر نواب صاحب خاموش ہو گئے اور ان بڑی مونچھوں والے صاحب سے کہا کہ میں جو کہتا تھا کہ یہ جو کنے والے انسان نہیں ہیں۔

منشی عیوض علی صاحب نے راقم سے بیان کیا کہ ایک بار مولوی صاحب کے ساتھ ایک نوجوان خوبصورت طالب علم تھا اور وہ جمال الدین صاحب کلکٹر کیرنل سے بیکلے جملہ حاضرین جلسہ نے کہا کہ تم مولوی صاحب کو کچھ چھپو کوئی شعریا فقرہ غزل کا ان کے حسب حال کہنا چاہیے میں نے عذر کیا مگر جملہ اشخاص اور نیز کلکٹر صاحب نے مجھے مجبور کیا کہ مجر تھارے اس مجمع میں اور کوئی اسکی لیاقت نہیں کہتا کہ مولوی صاحب

پیر بھتی کہ سکے مینے یہ شعر پڑھا ہے پیری میں پھر ہے عشق حسین جوان ہوا جا بارو کر گیا  
 میں زور کمان ہوا باندہ یہ شعر پڑھنا تھا کہ قیامت کا آنا تھا گویا سونے شیر کو جگا دینا تھا  
 مولوی صاحب نے اس شعر کے سنتے ہی صدا بر جستہ شعر اور نثر کے نادر فقرات کی  
 بھر مار شروع کر دی گویا ابرو بہار کی طرح برس رہے تھے اور ہم سب کو اس بوجھار میں  
 بھگو رہے تھے ضلع جلکت کوئی فن ایسا نہ تھا کہ جو انھوں نے نہ ختم کر دیا ہو یہ معلوم ہوتا  
 تھا کہ لبل ہزار داستان چمک رہا ہے ہم سب لوگ بجز سکو کے ایک باہکا بھی جا نہ سکو  
 ایک ظرفیت بڑی حاضر جواب تھی جب اسنے مولوی صاحب کی برجستہ کوئی کی تعریف  
 سنی تو اسنے کلام سننے کی مشتاق ہوئی اور خدمت میں حاضر ہوئی سلام کیا مولوی صاحب  
 نے جواب دیا وہ بھی رہی کچھ دیر کے بعد اسنے کسی شخص سے کہا کہ یہ تو مجھے ملا معلوم  
 ہوتے ہیں کچھ بولنے والے نہیں ہیں اب تک کوئی غیر معمولی بات مینے نہیں سنی جب  
 مولوی صاحب کو اسنے اس قصد سے آنے کا حال معلوم ہوا تو افسوس کیا کہ مجھے  
 پہلے سے یہ دریافت نہ تھا جب وہ اٹھ کر کہنے لگی کہ مولوی صاحب اب میں جاتی  
 ہوں اپنے جواب دیا کہ کتنے پر جاتی ہو۔ وہ ایک ہی فقرہ میں انکی حاضر جوابی کی نشانی  
 ایک بار میا بخی غلامی کے بھائی خلیفہ نمون حاضر ہوئے انھوں نے بجائے سلام کے  
 کہا کہ مولوی صاحب آداب مولوی صاحب نے آداب کے دو ٹکڑے کر کے آداب جواب دیا  
 کہ جس سے دوسرے معنی پیدا ہو گئے اور خلیفہ مذکور بہت مقبول ہوئے۔  
 کرامت خان نے مولوی صاحب سے کچھ وعدہ کیا تھا مگر وہ بھول گئے اور ایفانہ کیا جب  
 وہ آئے تو مولوی صاحب نے فرمایا کون ہے انھوں نے کہا کہ کرامت مولوی صاحب نے  
 اس لفظ کے دو ٹکڑے کر کے کہا کہ کرامت اسپر وہ بہت نادام ہوئے اور ہاتھ جوڑ کر

عدم ایقلے وعدہ کی معافی مانگنے لگتے۔

معشوق اللہ جو قصبہ کا تھکا رہنے والا آزاد فقیر ہے اسکی عادت ضلع بولنے کی ہے اور یہی ذریعہ اسکے سوال کلبہ جبہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا مولوی صاحب نے اسکی وضع خلاف شرع دیکھی حاضرین سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اسنے سنگھ نورا جو ابدیا کہ عاشق اللہ کی تھوڑی دیر کی نادانی اور مائی نو مینے کی محنت سے مولوی صاحب نے کہا کہ حیضی ہوش کرتے ہی بولنے لگا ہے ذی ہوش کی رعایت فقرہ میں بھیاں تھی جو ہمو ق پر نہایت لطف دلی۔ اس قصہ کی تصدیق راقم نے خود فقیر مذکور سے کی تھی مولوی صاحب کے صدرا لطیفہ اسطر حکمے ہن جنگی نقل طوالت سمجھ کر قلم انداز کی جاتی ہے ورنہ نواب دوست علیخان سے مولوی صاحب کے دچسپ مکلمے کلمہ صاحب سے سوال وجواب وردیگر بہت سی حکایتوں سے راقم کو آگاہی ہے۔

مولوی صاحب کا لکھنؤ میں قیام ساٹھ سال رہا اور قریب بارہ سال کے سیاحت و صحرا نوردی میں بسر کی لکھنؤ سے جمعہ مولوی صاحب طن چلے آئے تو مکان پر محض قتل سے گذر کرتے تھے نواب دوست علیخان تعلقہ دار باسط نگر کچھ انکی خاطر و خبر گیری کرتے تھے حکیم علی حسین صاحب لکھنؤی جو نواب کلب علیخان والی رامپور کے طبیب تھے اون سے اور مولوی صاحب سے قریبی مراسم تھے انھوں نے مولوی صاحب کی خوبیوں کی تعریف نواب خلدیشیان سے بیان کی نواب صاحب رامپور نے حکیم صاحب کو مولوی صاحب کے بلوائیکی اجازت دی اور حکیم صاحب نے اس امر کی تحریک مولوی صاحب کی خدمت میں کی اور سفر خرچہ بھیجا۔ مگر مولوی صاحب نے قتل ہی کو پسند کیا اور غایت تنہائی سے گھر سے قدم باہر نہ نکالا ورنہ اسے قدر شناس فرمانروائی و اسکا قدر و منزلت و رمشاہرہ و منصب کی ہر طرح سے امید تھی۔

مولوی صاحب کہا کرتے تھے کہ عبد اللہ میرا نام ہے مولانا گنج مین ہوتا ہوں مجھے انگریزوں کو جاؤنگا  
 مولانا شاہ عبد الرحمن صاحب لکھنوی نے اپنی زندگی میں خلافت کی سند تحریر کر لی تھی  
 مگر منشی محمد صلح صاحب ورنیز مولوی عبد اللہ صاحب اس بار خلافت کے متحمل نہ ہو سکے  
 مولوی صاحب کا طریقہ تعلیم بھی نہایت دلچسپ تھا مثلاً کوئی طالب علم غلط اردو دانش کا فقرہ  
 عند لیب آتشین نفس تپش قلبی بر شاخسار خیال آن گلرخ کہ نعمات سوز  
 و گداز فقس را بر ناک جرس آب نشین خاموش میگرداند پڑھ رہا ہے  
 اور مولوی صاحب اسکی یون ترکیب و مطلب سمجھا رہے ہیں یہ سینکڑوں بہن  
 کروں پر ذکر کیا آواز کا پتیر جو آواز دے ہے نقص تیر انداز کا۔  
 عند لیب کیسا آتشین نفس اور وہ کسکا تپش قلبی کا جو گلرخ کے  
 شاخسار خیال پر نعمات سوز و گداز سے اپنے فقس کو مثل جرس  
 آب نشین کے خاموش کرتا ہے مولوی صاحب بن پڑھاتے جاتے تھے  
 اور صد ہا اشعار پر عمل پڑھتے جاتے تھے اور ہر ایک بات کے بعد اللہ کہتے جاتے۔  
 مولوی صاحب جو اشعار پڑھتے تھے انہیں سے بعض شعر ناظرین کی آگاہی کے لیے  
 حوالہ قلم کیے جاتے ہیں ۷

وصل میں مر جاوہ یہ ہجر میں جیتی رہے  
 کیسے تیر انداز ہو سیدھا تو کرو تیر کو  
 پاس جا دیکھا تو خون عاشق دلیکیر ہے  
 غم آئی اور تو گلے نہ ملا

عشق میں نسبت کیا بلبل کو پروا کیسا تھے  
 تر چھی نظروں سے نہ گھور و عاشق دلیکیر کو  
 دور سے سمجھتے تھے ہم سنجاف کی تحریر ہے  
 سال آئندہ تک گلہ بھر رہا

مولوی صاحب اگرچہ شاعر تھے مگر زور طبیعت سے شعر موزون کر لیتے تھے مولوی صاحب

کی قلم کا ایک مسودہ جس پر انھوں نے سرخی (اشعار متفرقات من عبد اللہ لکھی ہے  
اس وقت ہمارے پیش نظر ہے اس سے چند شعر ان کے یادگار تحریر کیے جاتے ہیں۔  
دیدنی سبھ اکی صنعت ہو جتنی شے ہو خدا کی قدرت ہے، نام اللہ کا تو لے ہر دم  
نہ رہے تجھ پہ کوئی رنج و الم ایک دم بھر کی زندگانی ہے اسی پر قصہ و کہانی ہے  
کوئی جا کر کے کھپ نہیں آیا حد سے خوشتر مکان وہیں پایا مرنیسے پہلے نفس مر جائے  
نام اپنا یہاں بھی کر جائے

ہر شے کا محیط ہی بطلان کسے کہتے ہیں  
خود آپ نمایاں ہے نہاں کسے کہتے ہیں  
جو برحق موت ہے اللہ بس ہے  
جو عرفان کی تجھے کچھ دسترس ہے  
کہ آپ ہی ٹوٹنے پر قیاس ہے  
یہ دم کی آمد و شد اک جرس ہے  
تو کوئین اسکے آگے خار و خنس ہے  
کہ بدلا ایک نیکی کا تو دس ہے  
جو کچھ بھی معرفت کی تجھ میں کس ہے  
ظاہر و باطن ہیں باغ ارم کی سیر ہے  
مولاوی صاحب کے داماد و نواسہ نے راقم سے بیان کیا کہ موی صاحب کا قصہ تخلص تھا

فرمانبر رحمان ہیں عصیان کسے کہتے ہیں  
اول ہی آخر وہی باطن ہی ظن اہر وہی  
عبث دنیا و دین کی یہ ہو س ہے  
تو آپ ہی شوق سے کر پاس افاس  
ربانی کا نہ کر احسان صیاد ہے  
بھری ہے فوج عشق عاشق کے دلیں  
جسے ہے کو چہ جانان میسر  
تو نیکی کر ہر اک کے ساتھ ہر دم  
نہو تو نفس اتارہ کا پیرو  
فیض مولانا سے حاصل دل کو نفی غیر ہے  
اور غزل مندرجہ ذیل انھیں کی ہے

کچھ نہو گا وہ ستم ایجاب جو چاہے کرے

فکر دل سے عاشق ناشاد جو چاہے کرے

حق یہ ہو تقدیر کی ہمت اوجو چاہے کرے  
آدمی ہو جس گھڑی آزاد جو چاہے کرے  
قمر اس کجخت کی نسر یا جو چاہے کرے  
دخل کس کو صانع عجب اوجو چاہے کرے  
دعوے باطل ابھی بہر اوجو چاہے کرے  
تمتے اصل بے نیل اوجو چاہے کرے  
تیز دستی تیری اے فرما اوجو چاہے کرے  
اے تو اسکو خراب آباد جو چاہے کرے  
سچ ہونا دان کی سمجھ شد اوجو چاہے کرے  
وہ تم ایسا دہنے عجب اوجو چاہے کرے  
بلبل سکے بس میں ہے عیاں اوجو چاہے کرے  
قہر کا پست لاپنے آفر اوجو چاہے کرے  
مرنے پر نصیب ہو اوجو چاہے کرے

چاہ کتنا نہیں گردین ماہ کتنا کو عتیر  
کب بلا سکتا ہے پابند علائق ہاتھ پاؤں  
ہمتو خواب وصل میں تھے دی موزن اذان  
جسکو وہ چاہے بگاڑے جسکو وہ چاہے بنائے  
دیکھ لینے کھینچ کر لاویگا جب اسکی شبیر  
ہو خدا شاید کہ اس سے عشق صادق ہو مجھے  
کوہ کا مہاجے تکلف سرترا شایب رخ  
کشور دل بھی ہمارا ہے مگر استلم ہند  
گھر کی جنت بھی گئی تو نے خدائی خوب کی  
ترغین آیا دینے کو مبارکباد مرگ  
پر کتر کے فوج کر دے بیچ لے یا چھوڑ دے  
چاہ بابل سے فرشتہ نکلیے آتی ہے صد  
زندگی بھر ہو گئی پوچھنا کہ ان آپ نے

مولو مصاحب کی بزم میں یہ غزل اکثر گائی جاتی تھی اور انکو اسکے سننے سے نہایت دلچسپی  
تھی بعض اشخاص کا یہ قول ہے کہ یہ غزل انھیں کی ہو مگر چونکہ اس میں تخلص نہیں ہے یہ نہیں  
کہا جاسکتا کہ انکی تصنیفات سے ہے یا کسی دوسرے شاعر کی سے

مؤدب کے اٹھ بیٹھیا میں مینا بانہ تربت میں  
فرشتوں سے رنگی صحبت با مانہ تربت میں  
نہیں رہنے کا یہ خوشی دل دیوانہ تربت میں

پس از مردن مجھے یاد آگیا جانانہ تربت میں  
وہاں بھی ہم جا لیں گے نقشہ دل لگائیکا  
مزا اپنا ہی جا ہو جہان قصر حسیناں ہو

عوض کے پینے وان بھی بس ہم خون دل اپنا لگا کر منہ سے رکھنا ساقیا نہ تربت میں  
جو فرش گل پہ رہتے تھے وہ زیر خاک تھے ہیں بچھانا کون ہو اب مسند شاہانہ تربت میں  
مولو یصاحب کے شاگرد وین ایک موی محمد یار خان تھے جو شاہ آباد محلہ کھتہ میں رہتے تھے  
انھوں نے ایک سالہ دنیا میں موسومہ بنسیم جنت نظم کیا ہی راقم نے اسکو دیکھا ہے اچھا  
رسالہ ہو یہیں مولوی عبداللہ صاحب کی روح میں چند شعر لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں۔

دوسرے استاد میرے بامیز ہیں عنایت سے بڑے ہر دغیر  
نام عبد اللہ مولانا لکمر ہے توکل جنکو تجھ سے خاص کر  
رویت دیدار سے اے بے نیاز روز محشر انکو کرنا فرساز

مولو یصاحب کے لوگ مرید بھی تھے چنانچہ عظمت خان سلیمانی قاسم علیخان مخیل وغیرہ  
نے آپ ہی سے بیعت کی تھی مولو یصاحب اکثر اپنے مزار کے متعلق یہ اپنا موزون کیا ہو  
شعر پڑھتے تھے یہی مسکن ہی ہمارا یہی ہوگا مدفن بیا گلی دوست کی یا  
یار کے گھر کا آگن دوست کی گلی سے مراد نواب دوست علیخان کی اراضی اور  
زمینداری سے ہے اور یار کے آگن سے مطلب ماہیار کے احاطہ سے ہے۔

افسوس کہ ۱۲۹۶ھ میں مولو یصاحب کا ایکسوائیکٹ سکی عمر میں جب صال ہوا تو  
ماہیار کے احاطہ واقع محلہ مولانگج میں شاہ مدن صاحب کے مزار کے پورب جانب چند  
گرنے کے فاصلہ پر مدفن ہوئے مزار خام ایک چبوترہ پر لب سڑک واقع ہے۔

میرنجن علی صاحب نے اپنی رحلت کا قطعہ تاریخ قرآن مجید کی آیت میں نظم کیا ہے  
چو شد عازم خلد عبدالہ شہ ملک دین بہر وصل حبیب  
حجفت از بہر تاریخ سال کہ نصر من اللہ فتح قریب

## خان بہادر حکیم خادم حسین خان جھٹا

مہاراجہ محمد حسین خان صاحب اختیار پوری کے فرزند اور حاجی محمد امین خان صاحب کے بھتیجے ہیں۔ جب لڑکپن میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا تو آپ کے عم نامہ راجہ محمد حسین خان صاحب کو جو ایک درویش سیرت رئیس تھے آپ کی تعلیم و تربیت کی نظر توجہ ہوئی ابتدائی درسی فارسی کتابیں قاضی کاظم علی صاحب سے پڑھیں اور عربی مولانا سید سخاوت حسین صاحب پیش امام جامع مسجد شاہ آباد سے پڑھی جب اس سے فرصت ہوئی اور طب کا شوق پیدا ہوا تو حکیم سید فرزند علی صاحب افسر الاطباء کے شاگرد ہو کر علم طب کی تحصیل کی چونکہ اس زمانہ میں افسر الاطباء صاحب مدوح والی نرسنگ گاہ کے ملازم و معلم تھے لہذا استاد ہی موصوف کے ہمراہ آپ کو نرسنگ گاہ جانے کا اتفاق ہوا۔ اسکے بعد فن ڈاکٹری کی طرف رجحان ہوا اور اگرہ جا کر ڈاکٹری میں دستگاہ حاصل کی۔ عہد جوانی سے حکیم صاحب میں ہوشمندی و مستقل مزاجی و سلیم طبی کے آثار نمایان تھے۔ چنانچہ اپنی ذاتی لیاقت سے آنریری سکریٹری مینوسپل بورڈ شاہ آباد کے مقرر ہوئے اور سرکار کی طرف سے آنریری مجسٹریٹ بھی کیے گئے۔ پندرہ مہینے برس تک ان دونوں عہدوں کے فرائض کو اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ پبلک میں نیکنامی اور گورنمنٹ میں کارگزاری ثابت ہوئی ہی سلسلہ میں کاگس صاحب ڈپٹی کمشنر ضلع ہردوئی کے آپ معتمد ہو گئے اور ایسی موفقت آئی کہ وہ مینوسپل معاملات اور شاہ آباد کے دیگر واقعات میں آپ سے اکثر حالات دریافت کرتے اور آپ کے کہنے پر خیال بھی کرتے۔



اسمین شک نہیں کہ مینو پیلٹی شاہ آباد میں جو ترقیان ہوئیں وہ آپکی حسن تدبیر کا نتیجہ  
ہیں۔ بڑی ہوشیاری و تدبیر سے کام کیا۔ مینو نسیل کے خدمات و آنریری مجسٹری  
کے بے لگا و فیصلوں کے صلہ میں گورنمنٹ نے مستحق سمجھ کر سال ۱۹۰۷ء میں آپ کو  
خطاب خان بہادر می مرحمت کیا اس خوشی میں کہ اپنے وطن و قوم فغان  
میں آپ ہی پہلے خان بہادر ہوئے ایک جلسہ عطاءے خطاب کا منعقد کیا گیا  
بعض اشخاص نے تقریریں و اشعار پڑھے راقم نے بھی ایک تقریر اور دو قطعے لکھ کر  
حکیم صاحب کو دیے ان قطعات کی نقل اسجگہ مناسب معلوم ہوتی ہے۔

خادم حسین خان بہادر خطاب یافت از لطف کبریا شدہ آن زینب شہ  
از بہر سال نیک مظفر جو فکر شد آمد خطاب خان بہادر بلند قدر

### ایضاً ردو

عطا خطاب جو خادم حسین خان کو ہوا ہر ایک قلب میں اس خوشی نے بامقابل  
جوت کہ سال مظفر ہوئی نہ آئی ہوئے بدین خان بہادر حکیم صاحب عقل  
حکیم صاحب کی دماغی قوت نہایت اچھی تھی اپنے معجزہ نمونہ اہل الرائے اور عالم  
فہمی میں عالی فہم تسلیم کیے گئے راقم کو آپ کے حالات سے ذاتی واقفیت ہے کیونکہ  
بار بار مبادلہ خیالات کا موقع ملا سفر حضرتین ساتھ رہا دلی دربار مسند نشینی والیکھوپال  
میں مہسفر ہونیکا بھی اتفاق ہوا صنعتی و تجارتی اصول سے حکیم صاحب کو طبعی مناسبت  
تھی چنانچہ مشین وغیرہ کے پرزہ سمجھنے اور ان سے کام لینے میں بڑی مداخلت تھی  
اور ان فنون کی طرف انکو بڑی دلچسپی تھی راقم کا عینی مشاہدہ ہے کہ نمائش الآباد  
جو اس قسم کی اشیاء میں بے نظیر آئینہ نشین ہوئی ہے حکیم صاحب اس میں بجائے سیر

و ملاقاتوں کے انھیں چیزوں کو دیکھتے اور غور کرتے تھے اسی مداخلت سے انھوں نے کبھی پائتا بہ بننے کی مشین اور کبھی نیشکر کے رس نکالنے والی چرخہ اور اسکے درست کرنیوالے آلات کا کارخانہ کھول دیا۔ ہومیوپی تھاک معالجات میں اس قدر فائز پیدا کر لی کہ اسکی تصنیفات کا ذخیرہ چھوڑ گئے اور رفاہ عام کی ضرورت سے اسکا شفا خانہ بھی کھول رکھا تھا اور دو اہل قیامت تقسیم کیا کیے۔ قلمبے انہ کے کارخانہ میں بھی ترقی پیدا کر دی اور فہرست انہ میں بھی جدت دکھلا دی قومی کاموں میں قابل ذکر جامع مسجد کالج اور اسکی دو کانات کی تعمیر ہے آپ کے اٹھ جانے سے جو اہل برادری میں کمی ہو گئی ہے اسکا اندازہ صرف اسی امر سے ہو سکتا ہے کہ ان دو کات زیر تعمیر ہو گئی رہ گئی ہے اسکا پورا کر نیوالا کوئی مہم نظر نہیں آتا۔

نویجا چیزوں کی ماہیت اور انکے منگانی کی طرف آپکو بڑی توجہ تھی چنانچہ پانی بھرنے کے لیے نویجا مشین بھی منگائی اور اسکی ترغیب بھی دلائی۔ افسوس کہ گئی ماہ تپن کے ملک امراض میں علیل رہ کر ۲۳ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۱ مئی ۱۹۱۵ء یوم جمعہ کو اس جان فانی سے رحلت فرمائی ایسے عقیل ولایق شخص کے مرتیکہ عام طور پر فوس کیا گیا۔ (کیا خوب آدمی تھے خدا مغفرت کرے) راقم نے متعدد قطعات نظم کیے ہیں منجملہ انکے ایک یہ ہے۔

عقیل و جوان عمر خان بھاد  
دل خاندان را ز غمنا شکستہ  
مظفر پے سال تاسع ختم  
آپ کے چھوٹے بھائی امداد حسین خان نہایت خوش اخلاق و وجیہ انسان تھے

ہوتا مناسب تھا کیونکہ آپ اسکے بڑے شایق اور نہایت قدردان ہیں۔ آپ اس  
 دہائی یا دو گار کی فہرست میں آپکا نام ہمیشہ نظر آئے گا۔ نواب لداری خان صاحب رئیس  
 چھوٹی دیوڑھی کے ذریعہ سے نواب دلیر خان تک آپ اپنا سلسلہ پہونچاتے ہیں  
 راقم کو وہ کاغذات جو عدالت کے اجلاس کا ہونین پیش کیے ہیں اس ثبوت میں  
 دکھائے تعلقہ باسط نگر کے متعلق دیوانی میں دعوے بھی دائر کیا تھا اور اس  
 علاقہ سے سو روپیہ ماہوار گزارہ بھی پاتے ہیں۔ حکام نے کچھ اراضی مثل باغ وغیرہ  
 اور کچھ نقد رقم بھی انکو دلائی تھی راقم کے ساتھ بڑی عنایت سے پیش آتے ہیں۔  
 شجرہ مندرجہ ذیل مسل نمبر ۱۲۔ انجمن ہند ضلع ہر دوی سے آپ نے لکھا یا ہے۔

نواب دلیر خان  
 لداری خان  
 سعادت خان  
 بندہ علی خان

خادم علی خان  
 حمایت علی خان  
 عنایت علی خان  
 آپ کے دوست رزید  
 راحت علی خان و  
 محفوظ علی خان ہیں۔

احمد علی خان  
 دوست علی خان  
 حسن علی خان  
 لطیف النساء بیگم  
 لا ولد ہیں

## محرم میں سب سکے راتے کا جھگڑا

محرم ۱۲۳۳ ہجری کو شاہ آبا وین سب سکے راتے اور تعزیر دارون سے جھگڑا ہو گیا تھا اس زمانہ میں چونکہ انگریزی عہداری ملک اودہ میں نہیں ہوئی تھی اور یہاں نوابی تھی اس لیے فریقین نے شاہ اودہ کی سرکاری نالش کی اور سلطانی اجلاس سے حکم صادر ہوا کہ تحقیقات واجب کر کے فیصلہ ہونا چاہیے اس مقدمہ کی مسلسل اس وقت ہمارے پیش نظر ہے جس سے حالات اخذ کر کے تحریر کیے جاتے ہیں۔

مسلمانوں نے جو عرضی دی تھی اس کا مضمون یہ تھا سب سکے راتے کا یہ سکہ نے مع اپنے بھائیوں کے امام عالی مقام کے علموں اور تعزیروں کے ساتھ جو بے ادبی کی وہ بیان سے باہر ہے تاہم محرم کو نواب دوست علی خان کے علم اٹھے تھے اس وقت بھوانی دین دالم آخر نے نہایت بیباکی سے ایک علم ہاتھ میں لیا اور ہاتھی پر سوار ہو کر حقہ پیتا ہوا اور قہقہہ لگاتا ہوا جا بجا مارا مارا پھرتا رہا مسلمانوں نے یہ اپنے غم کے موقع پر اس کی خوشی اور اسلام کی توہین دیکھ کر خون جگر کھایا مگر اس کی حکومت کی وجہ سے دم نہ مارا محرم کو جب بڑی دیورھی کے علم اٹھے تو سب سکے راتے گھوڑے پر سوار ہو کر علموں کے آگے پھرتا رہا اور جب واپسی میں علم اسکے دروازہ پر سے ہٹ کر نکلے تو وہ اپنے دروازہ کے چہرہ پر کرسی ڈالے بیٹھا رہا اور حقہ پیتا رہا اس کے یار و صاحب بھی مونڈھوں پر بیٹھے اور حقہ پیتے رہے اور کچھ خیال نہ کیا مسلمانوں نے یہ امر نہایت شاق ہوا مگر چونکہ وہ سرکاری ملازم تھا ناچار مسلمان خاموش رہے جب دسویں محرم کو اہل اسلام تعزیروں کی دفن کی تیاری کر رہے تھے کہ سب سکے راتے

نے مناوی کرائی کہ اگر آج کے دن کوئی تعزیہ اٹھایا جائے گا تو اسپر یا سپور سپر  
 ہر مانہ ہوگا۔ مسلمانوں نے باوصف رویت ہلال کے اس حکم کو بھی مانا لیکن شام  
 کے وقت دوبارہ اسنے حکم دیا کہ اسوقت تعزیہ اٹھائے جائیں مگر شرب میں تیسرا  
 سامان روشنی کے تعزیہ اٹھانا مشکل تھا سو جہ سے سب نے عذر کیا کہ اتالیق کو تعزیہ  
 دفن کرنیکا دستور نہیں ہے سیوم کے دن یعنی ۱۲ محرم کو تعزیہ دفن کر دیے جائینگے  
 مگر سب سکھارے نے ۱۱ محرم کو چند تعزیہ بزرگوں کو مت اٹھوا دیے جب مسلمان  
 انکے پاس سمجھانے کو گئے تو انکے بھائی ٹکیت رائے نے کہا کہ ہکو تعزیوں کا آب جکے  
 دن اٹھوا دینا منظور تھا وہ تعزیے ہمنے اٹھوا دیے اور ہمارا حکم بحال اور مقصد پورا  
 ہو گیا باقی تعزیے ہمارے کیر پر ہیں چاہیں اٹھیں یا نہ اٹھیں ایسا سخت فحش  
 کلمہ سنکر مسلمانوں کو تاب نہ رہی اور انکی رگ حمیت جوش میں آگئی اور عام بلوہ ہو گیا  
 اس استغاثہ اور عرضی کے دینے والوں کے نام یہ ہیں نواب رعد انداز خان نواب  
 امیر حسین خان۔ سید محمد شاہ۔ محمد امین خان۔ کرامت خان۔ نجبش اللہ خان۔ عنایت  
 خان۔ حافظ رحمت خان۔ لقمان خان۔ رستم خان وغیرہ۔

اور سب سکھارے نے شاہ جہانپور جاکر وہاں کے صاحب مجسٹریٹ کی معرفت جو  
 عرضی سرکار اودھ میں بھجوانی تھی اسکا مضمون یہ ہے کہ خانہ زاد بیس سال کے عرصہ  
 سے نائب تحصیلداری و تحصیلداری کے عہدہ پر عاملوں کی طرف سے پرگنہ شاہ آباد  
 میں مقرر رہا ہے اس عرصہ میں مجھ پر رعد انداز خان و امیر حسین خان رئیس شاہ آباد  
 اور شیخ علی محمد مدہہ اور کرامت خان اور محمد امین خان افغان اور محمد شاہ اور  
 پیراج نے نہایت ظلم کیا ہے ابکی محرم کو رویت ہلال میں اختلاف رہا بعض جگہ ۳۹

اور بعض جگہ ۳۰ کا چاند قرار پایا یہ محرم کو ایک خط حافظ سید عبداللہ چکلیدار سائمی وغیرہ  
 کا پھر رات رہے آیا کہ دارالسلطنت لکھنؤ میں ۲۹ کا چاند دکھا گیا امداسکی اطلاع  
 عام شاہ آباد میں کرادینا چاہیے کہ اسی کے بموجب تعزیر داری کا انتظام کیا جائے  
 چنانچہ مینے بذریعہ اخبار نویس کے رئیس ان شاہ آباد کو اطلاع دی اور انھوں نے  
 اعلان کرادیا پیراج جو میری کارگزاری پر حد سے زیادہ عداوت رکھتا ہے اُسے  
 سبکو اشتعال دلایا اور میری ایذا اور بربادی پر آمادہ کیا یہ سب شرارت و سرکشی  
 ایسی ہے چنانچہ دو تین ہزار اشخاص میرے مکان پر چڑھ آئے مینے دروازہ بند کر لیا  
 اور مع اہل و عیال کے بھاگ کر ایک ہمسایہ کے گھر میں چھپ رہا مگر مدعا علیہم نے  
 زور کر کے کوڑا ڈالے اور حویلی میں چلے آئے اور سب سباب نوٹ لیا میرا اور میرے  
 بھائی کا سامان قریب ستر اسی ہزار روپیہ کے ہوگا اس لوٹ کے ساتھ میرے بھائی  
 ٹکٹ رائے کو زخمی بھی کیا اور کاغذات حبسین اسناد معافیات وغیرہ کے تھے وہ  
 بھی نکال لیے۔ خانہ زاد ۳۰ محرم کی شب میں مع عیال و اطفال کے بیک بینی و دو  
 گوش شاہجہانپور بھاگ آیا یہاں عملداری سرکار کمپنی انگریز بہادر کی ہر امیدوار ہوں  
 کہ متمررون کا تدارک ہو کر میرے اسباب واپس دلایا جائے۔ اس عرضی کیساتھ فہرست  
 اسباب غارت شدہ بھی شامل ہے جس میں یورکپڑہ وغیرہ کی تفصیل ہر سکی نقل موجود ہے  
 اس طرح بھوانی دین برادر سب سکھ رائے کی عرضی کا بھی مضمون ہے کہ مجھ سے رعایا  
 و روسے شاہ آباد کوئی ناراض نہ تھا اس سال مجھے خیر خواہ و کارگذار سمجھ کر و علیخان  
 تعلقہ دار باسط نگر نے اپنا نائب کیا تھا اور مینے نہایت اچھا انتظام علاقہ کا کیا تھا  
 علی محمد مردہہ اور پیراج میکولال صاحب نے بوجہ اپنی مہاجرت کے میرے مقرب ہونا مسخر کیا

اور مجھ سے نہایت عداوت قائم کی انھیں اشخاص نے سب کو آمادہ کر کے میری خانہ برابری کرائی اور ان ہر سہ بد باطنوں نے رد انداز خان اور امیر حسین خان کے پاس جا کر مشورہ کیا اور انکو اپنا ہنجیال کر کے دو تین ہزار چھان اور شیخ اور جلائے لیکر الاحرم روز چہار شنبہ کو دوپہر کی وقت میرے مکان پر چڑھ آئے اور بلوہ کیا لیکرٹ رائے برادر حقیقی سب سکے رائے اور جانی پر شاد خویش سب سکے رائے اور نگلی خدمتگار کو مجروح کیا لکرنجو خان ساکن موضع گڈھی چاند خان نے معہ اپنے عزیزوں کے ان زخمیوں کی حمایت کر کے بچا دیا۔ باقی مضمون عرضی کا دوسری عرضی مذکورہ بالا کے مطابق ہے۔

اس دوران میں امجد علی شاہ نے انتقال کیا اور سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ بادشاہ نے مسند سلطنت پر جلوس فرمایا تا جدار آخری کے روبرو بجاری سے علی محلا میں کے نام حکم صادر ہوا کہ درنیو لا بھوانی دین برادر سب سکے رائے بذریعہ چچی صاحب مجسٹریٹ ضلع شاہجہانپور کے حاضر سرکار ہوا اور اسنے عرضی استغاثہ کی گذرانی اور پرچہ اخبار الاحرم ۱۱۳۷ء کا بھی ملاحظہ سے گذر انداز حکم ہوتا ہے کہ بہت جلد تحقیقات واقعی کیے کے تصفیہ اس مقدمہ کا کردار اور کیفیت راست براسٹ بارگاہ مابہ ولت میں ارسال کرو تو وقت و تاخیر نہو ۱۶ ربیع الاول ۱۲۳۷ء مطابق سنہ احد جلوس والا سکے بعد اسباب غارت شدہ تلاش کیا گیا اور شاہجہانپور میں سب سکے رائے کے پاس بھیج دیا گیا اور مقدمہ خفیف ہو کر باہم رضامندی ہو گئی سب سکے رائے نے چکلید احمدی کی ملازمت کی اور کچھ عرصہ کے بعد پھر سب سکے رائے نے شاہ آباد اگر ہیا نکی چکلید احمدی میں نوکری اختیار کی اور فریقین میں ایک دوسرے سے کوئی تقسیم باقی نہ رہی۔ اور یہ معاملہ رفت و گذشت ہو گیا۔

محرم ۱۲۸۵ھ میں بعض جھلا کی ضد اور غلط فہمی سے پھر ہندو مسلمان کے فیما بین  
 جھگڑا ہو گیا اور مہینوں عدالت میں فوجداری کا مقدمہ چلتا رہا بالکلے مخاصمت یہ تھی  
 کہ سادھو رام تفریقہ کھنکھنے کیوقت قصدا چار پائی پر بیٹھے اور مسلمانوں نے کہا کہ یہ امر  
 ہمیشہ کے رواج کے خلاف ہے ادھر سے اٹھنے کا اصرار ادھر سے بیٹھنے کا اظہار رہا  
 نوبت مجادلہ کی پہونچی فریقین کے لوگ زخمی ہوئے قاضی مصطفیٰ علی صاحب ڈپٹی کلکٹر اور  
 انور علی صاحب انسپکٹر پوسٹ علیانصاحب انسپکٹر موجودہ حکام نے رفع دفع کیا۔  
 راجہ بارن صاحب ڈپٹی کمشنر تھے انھوں نے پوری توجہ کی اسب صاحب جوائنٹ مجسٹریٹ  
 کے اجلاس میں مقدمہ پہونچا مہینوں رو بکاری رہی دوبارہ پھر کچھ کشمکش ہوئی اور چھوٹی  
 سی فوجداری ہو گئی سجاد نام ایک شخص کام آیا پھر مقدمہ میں طول ہوا مگر سادھو رام  
 سر غنا اور چند ادھر ادھر کے لوگوں نے سزا پائی ہزاروں روپیہ مسلمانوں کی طرف سے  
 خرچ ہوا اسید طرح پریشانی و مصارف بجا فرقی ثانی کو بھی برداشت کرنا پڑے۔  
 یا ہی نارضا مندی سے سال گذشتہ میں چلم نہیں ہوا مگر امسال ٹرنر صاحب ڈپٹی کمشنر  
 خود شاہ آباد تشریف لائے اور انکی سنجیدگی بیدار مغزی و خوش انتظامی سے مع اخیر  
 محرم کے مراسم ادا ہوئے اور چلم میں بھی تفریقہ داری حسب دستور تدبیر ہوئی  
 راقم مئی ۱۸ کے نزدیک دونوں گروہ آپس میں مل جل کر بسر کریں اور ایک دوسرے کے  
 مذہبی ارکان میں مداخلت کرنا ناجائز سمجھیں اور بجا سخن پروری و نفسانیت دور رہیں۔  
 اتفاق بڑی اچھی شے ہے ہندو اور مسلمان دونوں ایک ہی خدا کے بندہ ہیں۔

چراغ بتلہ و شمع خافتہ کیست  
 اگرچہ دیدہ و آمد لے نگاہ کیست



# تقریظ خاتمہ کتاب

نوشتہ عالیجناب چودہری محمد نصرت علی صاحب ٹیس سلیہ  
پنشنر سکریٹری انجمن تعلقہ داران اودھ

میرے معظم و کرم جناب منشی مظفر حسین خان صاحب سلیمانی رئیس شاہ آباد  
ضلع ہر دوئی مُصنّف و مولف نے اس کتاب کو مجھے دکھلایا اگرچہ میں شجاعان قومی  
و دلیران ملکی کے کارنامے درج ہیں کہ جنکے پڑھے بغیر شگفتگی خاطر نہیں ہوتی جس قدر انکے  
مطالعہ سے زیادہ استفادہ حاصل کیا جاتا ہے اس قدر شوق بھی بڑھتا جاتا ہے ایک تو  
فرز زمانہ بیدیل و یگانہ امر ہے نامدار و مشاہیر عالمقادر کے جو حالات درج کیے گئے ہیں  
انکی کچھپی دوسرے عبارت کی خوبی مضمون کی روانی خصوصاً راستبازی و احتیاط  
و سچائی نے از خود رفتہ بلکہ اس کتاب کا مداح و شیدابنا دیا تاریخ نویسی کے جو فرض منصبی  
ہیں اس شاہراہ سے معزز مُصنّف نے سرمولغرش نہیں کی۔ مگر افسوس کہ عظیم القری  
کے سبب سے بالاستیعاب کتاب کے فیض حاصل کر نہ کیا مجھے موقع نہیں ملا لیکن  
جہاں تک مجھے استفادہ ہوا ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ایک تاریخ ہے جو ہر طرح سے  
قابل اعتبار و لائق وقار ہے ناواقفان علم تاریخ کے نزدیک بخیال اس زمانہ موجودہ  
کے اگر لگے واقعات میں کچھ تعجب ہو تو کچھ تحیر کا مقام نہیں مگر جن حضرات کو علم تاریخ  
سے خلقی شوق و کچھپی ہے اونکے نزدیک یہ حکایات عجیبہ ہر طرح قابل اعتبار و لائق  
وقار ہیں۔ علی الخصوص مصنف صاحب نے معتبر کتابوں کا حوالہ بھی چو اپنی دوراندیشی

سے دیا ہے یہ اور بھی احتیاط کو کام فرمایا ہے مصنف صاحب کی ذاتی لیاقت و قابلیت کے مقابلہ میں تصنیف کچھ تعجب خیز نہیں ہے بلکہ مجھے عرصہ سے ذاتی تجربہ و نیاز قدیم کی وجہ سے چونکہ درجہ نیاز مندی و وحقیقت کا اعزاز حاصل ہے لہذا وثوق کے ساتھ تصدیق کی جاتی ہے کہ معزز مصنف اپنے آپ ہی عدیل ہیں بلکہ ہمارے قصبات میں فخر بین الاقراں و الامثال اگر کہا جائے تو بجا و درست ہے۔

خداوند کریم لایق مصنف کی عمر میں برکت اور اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ عطا کرے  
راقم بندہ محمد نصرت علی۔ ۲ مئی ۱۹۱۵ء

## تقریظ نامہ مشہور روزگار مولانا مولوی محمد عبد کلیم صاحب لکھنوی مصنف فردوس سنین، منہاج و ہنایا افسانہ قیس وغیرہ

شاہ آبا و ضلع ہردوئی سے خوانین ہند کی ایک مشہور بستی ہے جو شاہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد میں پٹھانوں کے نامور خاندانوں کا ایک مشرقی مرکز قرار پائی جو جرجانڈانوں سے اس بستی نے رونق و عزت پائی اسکے ایک نامور یادگار مولانا مولوی محمد مظہر حسین خان صاحب سلیمانی ہیں مولانا کے علمی شوق اور تاریخی مذاق سے اکثر لوگ متاثر ہیں اپنے اپنے وطن کی یہ تاریخ بڑی تحقیق و تنقید و نقیشت اور جستجو سے مرتب کی ہے جو دراصل ہندوستان کی اسلامی تاریخ کا ایک مہتمم بالشان اور معتد بہ حصہ ہے زیادہ خوبی یہ ہے کہ مولانا کا ادبی مذاق ایسا اچھا ہے جس نے اس تاریخ کو معتبر اور قابل وثوق ہو نیکے علاوہ بہت کچھ دلچسپ بھی بنایا ہے اور امید ہے کہ اہل ذوق بڑے لطف

ہاور کچپی سے مطالعہ فرماوینگے مین مولانا کو اس علمی کامیابی اور ادبی خدمت پر مبارکباد دیتا ہوں اور انکی اس مشقت کو اسلامی لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ تصور کر کے اوسکی نہایت ہی عزت کرتا ہوں اور یقین ہے کہ ہندوستان کے جن حضرات کو تاریخ کا مذاق ہے مولانا کی نہایت ہی قدر کریں گے۔

خاکسار محمد عبداللہ شریف لکھنؤی ۲۳ نومبر ۱۹۶۱ء

تقریظ جناب حکیم محمد علی انصاحب ڈیر مر قع عالم و مصنف

جعفر عباسہ اختر حسینہ عبرت مسیحی عالم و زیری مجتہد دہری

نامہ مظفری۔ یہ ایک مفید و بکار آمد تاریخ ہے جسکو میرے قیدی عنایت فرما لایق دوست مولوی مظفر حسین خان صاحب شاہ آبادی نے حال مین تصنیف فرما کر ملک کے سامنے پیش کیا ہے باعتبار ازمینہ کے اگر دیکھا جائے تو علمی ذخیرہ گذشتہ واقعات اور حالات سے تعلق رکھتا ہو گا یا موجودہ یا آئندہ آئینو لے واقعات سے۔ آئینو لے حادثات کا علم تو عالم الغیب کے سوا کسی کو نہیں۔ حال کے حالات ہمارے پیش نظر ہیں۔ بہر حال اگر کوئی سبق کوئی عبرت کوئی نتیجہ اور کوئی فائدہ ہم اٹھا سکتے ہیں تو وہ گذشتہ واقعات ہی ہیں جسکا دوسرا نام تاریخ ہے۔ آسمانی کتابوں کو اول سے آخر تک پڑھ جائیے لیکن ان سب کو گذشتہ واقعات ہی سے ملو پائیے گا۔ گویا علم منحصر اگر کسی چیز میں ہے تو وہ تاریخ ہے۔ شاہ آباد شریف اور بہادر پھالون کی ایک قدیم بستی ہے جو ایک نعر گمنامی مین پڑی ہوئی تھی۔ ہمارے دوست کا مشکور ہونا چاہیے کہ انھوں نے

اپنی محنت و تلاش و کوشش سے اسکو معرض گناہی سے نکال کر اس شہرت تک پہنچایا کہ جو ایک مشہور مردم خیز ندرین کے لیے ہو سکتی ہے بڑے بڑے شہروں کی تاریخ نگہنی بہ نسبت اسکے سہل ہے کہ چھوٹی چھوٹی بستیوں کے حالات لکھے جائیں اور میرے خیال میں یہ ان سے زیادہ مفید بھی ہے بڑے بڑے شہروں کے حالات سے تاریخین بھری ہوئی ہیں چھوٹے چھوٹے مقامات کے نام و حالات صفحہ دنیا سے مٹتے جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس طرف توجہ کی اور خوش نصیب ہے وہ مقام اور وہاں کے باشندے خواہ وہ زندہ ہوں یا مر گئے جنکے واقعات و کارنامے قیامت تک باقی رہنے کے لیے تاریخ نوین مدون کر دیے گئے۔ ہم اپنے دوست شمس مظفر خان صاحب کے مشکور ہیں اور داد دیتے ہیں کہ انکی اس محنت و جانفشانی سے تاریخ میں ایک قابل قدر اضافہ ہو گیا جو سب سے زیادہ اہل وطن اہل ایران شاہ آباد کو منسوب ہے اس تاریخ کے ذریعہ سے اونکے آبا و اجداد اور مشاہیر شاہ آباد کے حالات و کارنامے اونکو اور انکی آئندہ نسلوں کو نہ صرف یاد دلانے کے لیے بلکہ فکر کرنے کے لیے محفوظ رہ گئے۔

# قطعات طبع کتاب

چکیدہ کلک دُر بار طرازیہ خامہ عجوبہ نگار بدر سما تحقیق مرکز دائرہ تحقیق شہر پار ملک  
 سخندانی فیروز اے اقلیم خوش بیانی کشف غومض عقلی نقلی حضرت شریقہ  
 میرزا محمد تقی علی بہادر دُر دوج سلطنت عظمیٰ برادرزادہ و خوش حضرت  
 سلطان نعلام محمد واجد علیشاہ بادشاہ پشم ملک اودھ  
 و خلف شاہزادہ عالم و عالیان سلیمان نقدر میرزا محمد حسن علی بہادر مرحوم مخدوم  
 خلف حضرت محمد امجد علیشاہ جنت مکان اعلیٰ اللہ مقامہ فی بساطین البیان  
 بادشاہ چہارم ملک اودھ خلف حضرت محمد علیشاہ فردوس منزل نور اللہ مرقدہ  
 بادشاہ سوم ملک اودھ بانی حسین آباد مبارک اربل محمد قمر ایوسف  
 ترکمان لقب بہ بادشاہ گر۔

واقف بنیف بھی اُن خوش خصال سے  
 کچھ ربط و ضبط جہین ہن باریک بال سے  
 تحقیق وہ کہ جو نہ برٹھی اعتدال سے  
 محفوظ رکھو رب الخیرین الکمال سے  
 ۱۹ ۶ ۱۵

ایضاً

مشہورین جو منشی مظفر حسین خان  
 تاریخ ایک لکھی ہے پیش و انتخاب  
 آفت کی فکر اور بلا کی تلاش ہے  
 لکھ و شرم یا سال دعا یتیم بر طبع

پیر از خوبی سرا سر ہوتی حالات لایعنی  
 زبان ایسی کہ جسکی مدح خوان ہو موح خاقانی

ہوا ہو کیا مرتب نسخہ تاریخ ان و دن  
 بیان ایسا کہ فیضی گوین جہین ہو جائے



عجیب نامہ نامی رسید در مطبع نوشت سال سیمی بلج دل انجم	کہ عاجز است بہر گرامیش خامہ رسد بدرجہ اعلیٰ مظفری بہ
از عالیجناب ابوالعظم نواب سراج الدین احمد خان صاحب	
سائل دہلوی داماد نواب دبیر الدولہ فصیح الملک بہادر مرزا داغ مرچ	
اکن دستنویہ پوچھا ہے زیر نظر کیا شیے فرمایا سن ہجری درکار ہو کر سائل	منیہ یہ گزارش کی تالیف سلیمان لازم ہے اسے کننا تاریخ جانتا ہی ۱۳۳۳ھ
بے مظفر حسین کی تاریخ سائل اسکا حساب ہجری سے	ایضا جو محقق بھی ہیں سخور بھی نام رکھ نامیم مظفر بھی ۱۳۳۳ھ
از عالیجناب اجہ درگا پر شاد صاحب دار و تعلقہ دار و آئری مجتہد درجہ اول و حیرین میو پیل بورڈ سندیلہ	
اے مظفر حسین علم پناہ خان لقب باشد و سخن یارت نیکو نیک دل و جود تست خوش نوشتہ کتاب شاہ آباد وہ چہ خوش سحر سامری کردی مردگانرا چہ زندگی دادی	رایت و نکر تو رسید بہاہ نیست جہز نیگوی دیگر کارت بر سما و سخن صعود تست قصر اوراک شد ز تو آباد جلوہ شان دبیری کردی باب منت بحسب بقک شادی

این کتاب تو سرزد جان آمد فکر تاریخ از تو آمد پیش	قابل دست در روان آمد اندکے مهر رفت چون از خوش عمرہ تا بیچ گفت ہاتھ غیب
-----------------------------------------------------	------------------------------------------------------------------------------

از عالجناپنشی سید التفات رسول صاحب تعلقہ دار جلالپور  
آنریری مجسٹریٹ و آنریری منصف سندیلہ

کس حُسن سے تازہ کیا اہل بصیرت کے لیے تاریخ اسکے طبع کی یہ لکھد و تم بھی با ستمی	یاد بہار رفتہ کو اس گلشنِ احباب کی نایاب نادر ہو گئی تاریخِ شام آباد کی
------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------

از عالجناپنشی محمد ارتضاعلی صاحب شرر علوی کا گوردی انسپکٹر ضلع لکھنؤ

تلمیذ نواب فصیح الملک بہادر داغ دہلوی مصنف گلبن شہید جفا تصویعبرت وغیرہ

مرے جیب مظفر حسین خان صاحب ادیب و نشی قابل رئیس ابن رئیس خیال علم کا رہتا ہے ہر گھڑی اونکو سفرِ حضرینِ جان دیکھیے کتاب ہے ساتھ بجائے روئے کتابی کتاب ہے محبوب سوادِ خط ہے کہ روشن سوادِ کشوڑ پرانی وضع میں لکھے ملا ہے رنگِ حدید بڑی صفت ہے کہ مکرور یا نہیں انہیں	ہر جن خوبی اخلاق میں خود اپنے نظیر بڑے ہیں صاحبِ تحقیق اور باتوقیر نئی کتاب کی رہتی ہے فکر و سنگیر کتاب ہی ہے رفیقِ طریق اور شیر وہ سلسلے میں مضامین کہو گئے ہیں انہیں جو صرف لکھتے ہیں نجات ہے وہ مہتر ہر یہ نہیں کہ پرانی لکیر کے ہوں فقیر وہ صاف لکھتے ہیں رکھتے ہیں پاک صاف فقیر
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------



لکھی ہو حایلین اپنے وطن کی اک تاریخ  
 دیا ہے حب وطن کا ثبوت تحریری  
 بڑی تلاش و تحقیق سے لکھی ہے کتاب  
 نہیں بصیرت علمی جنہیں وہ ہیں معذور  
 ولیہ خان کی شجاعت کا ذکر ہے آہیں  
 جو توڑتی ہیں ستم توڑیدار بدوقین  
 امین پرانی قرائین کے ہیں فیر پہ فیر  
 جناب شاہجہان کا عروج شوکت جاہ  
 دکن کی جنگ ہو اوانگاریب کی سطو  
 دور و جاہر تحقیق سے مرصع ہے  
 زبانہ آتی ہے بسیاختہ ثنا و صفت  
 خلف ہی ہو جو نام سلف کرے روشن  
 کیا ہے اہل وطن پر بہت بڑا احسان  
 کچھ اور شعر بھی توصیف میں رقم کرتا  
 یہ فکر تھی کہ ہو تصنیف کی کوئی تاریخ

وہ سطر حلی ہو نادہ نہیں ہے جسکی نظیر  
 کیا ہو گلے بزرگوں کا حال سب تحریر  
 ہو یہین جمع قصا و پر سب بصرف کثیر  
 نگاہ قدر سے دیکھنے کے نکتہ سنج بصیر  
 عیان ہو جدول کا غز سے جو ہر شہر  
 قضا کے گھاٹ اترتے ہیں باغیان شہر  
 کہیں کش کی صدا دیر ہے ہیں خیر و تیر  
 ہو زیب صفو قرطاس و زینت تحریر  
 عجب نہیں ہو کہ شہرت ہو سکی عالمگیر  
 اسی پائے یہ عرق قبول شاہ و وزیر  
 صد لے داد ہو یا خامہ شہر کی صریح  
 بڑھلے اپنے بزرگوں کی عزت و توقیر  
 بجا ہو انکے معرفت ہوں گر صغیر و کبیر  
 ہجوم کا جو دیتا اجازت تحریر  
 کہا سروش نے حب الوطن کی یہ نظیر

ایضاً

لکھے حالات یہ حب الوطن میں  
 اگر مطلوب ہے تاریخ اسکی

ہوئی ہر ایک کی محبوب تاریخ  
 شہر لکھد و لکھی کیا خوب تاریخ

از مالیناب حاجی مولوی نور الحسن صاحب ایل ایل بی وکیل ہروئی  
خلف ارشد حضرت محسن کا کوروی مصنف خورشید بدر و کلیات حسن وغیرہ

جنت امو لوی منظر حسین دل گلچین باغ عالم کو پہلے حالات طرز سے لکھے عمر رفتہ کی یاد تازہ ہوئی باقی غیب نے کہا تیر	کیسی باغ و بہار ہے تالیخ چمن لالہ زار ہے تالیخ تازہ ہے پھولوں کا بار ہے تالیخ منظر سبزہ زار ہے تالیخ تادیر روزگار ہے تالیخ
-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

از مالیناب فشی نور الدین احمد صاحب رئیس کا کوروی  
مصنف آئینہ پیغمبری وغیرہ

شہرت تصنیف ہے اہل قلم کی واسطے خود نہیں رہتا ہے لیکن ہر شخص کا کلام عالم فانی جس نے کچھ نہ چھوڑی یادگار ہر زمانہ میں ہوا کرتا ہے اکثر انقلاب صورت احوال اک آئینہ تاریخ ہے کیا منظر آنے لکھی ہے تاریخ وطن و لکھو فکر سال تھی کیفی یہ باقی نے کہا	یادگار اچھی سی اچھی عالم عباد کی تاقیامت اک نشانی ہے اسکی یاد کی سچ تو یہ جو عمر اپنی مفت ہی بربادی ایک بستی اجاڑی ایک آباؤ کی لوح ہے یاس طلسم دہر ہے بنیاد کی داد جس نے کچھ ندی اسے بڑی سدا کی لکھی گئی تاریخ نادرا و ج شاہ آباد کی
-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

## از عالیجناب حکیم سید بندہ رضا صاحب بلگرامی

کیا لکھی ہوئے مظفر آپ نے نادر کتاب	جسکی دنیا میں نظر آتی ہو مشکل مثال
یا خدا پہلک میں اسکی قدر ہو تو قیر ہو	شاد ہو تا قدر دانی سے مصنف باکمال
آرزو کے بلگرامی لکھ قلم برداشته	بہ مثال و بنیظیر و بھلیس زبیر سال

## از عالیجناب ڈاکٹر محمد صغر صاحب صاحبزادہ حکیم حافظ مسعود احمد صاحب رئیس یوہ

تصویر شاہ آباد مظفر کشید خوب	الحق نمودہ مانی و بہ سزا در انجل
صغر جو فکر کر دے سال انطباع	تاریخ شاہ آباد شد طبع گفت دل

## از عالیجناب حکیم مولوی ضمیر حسن خان صاحب دل رئیس شاہجہانپور

شاگرد رشید امیر مینائی

مرتب ہو گئی تاریخ نادر	عجب مضمون عجب طرز بیان ہے
جزاک اللہ اے خان معظم	تھمارے مح میں قلم زبان ہے
یہ اے دل مصرع تاریخ لکھو	شیم گل بہار بخیران ہے

## از عالیجناب سید حسین احمد میا نصاحب ابن سید محمد حسین میا نصاحب

قادر سی سجادہ نشین رئیس شاہجہانپور

مصنف نے عجب کی ہے یہ تالیف	مرے منہ سے ہو وصف اسکا بھلا
----------------------------	-----------------------------

جو ہے بات اس میں تحقیق کے ساتھ ہزاروں نکتہ بار یک دم میں زمانہ بھر کی گھر بیٹھے ہوئی سیر جو تکر سال ہے بیباک دلو	ہر اک مضمون ہے اچھے سے اچھا اگر چاہیں تو ہوں اس سے ہویدا تماشہ ہے تماشہ ہے تماشا لکھو ہے جامِ جم تاریخِ زیبا
---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

از عالیجناب ابو ناظم مولوی محمد حامد علی خا نصاحب دلد خان قلام علی خا  
رئیس شاہ آباد شاگرد امیر مینانی

جیسی یہ خان مظفر نے لکھی تاریخ شاہ آباد کے حالات تھے جو جو سچے کچھ تصور کو ذرا بھی ہے نہیں دخل سمین آفرین مرجا اے صل علی صل علی فی زمانہ نہیں با نیسے بین قابل انسان سال تاریخ کی مجھ سے بھی ہوئی فرمائش تا گمان غیب سے آئی یہ ندا اے حامد	یہی کسی نے ہے نہ دیکھی تاریخ سب قلمبند کیے ایسی یہ لکھی تاریخ ہے بجا کیے اگر اس کو بدی تاریخ خانہ دیشان نے معجزے یہ لکھی تاریخ حق تو یہ ہے کہ لکھی واقعی اچھی تاریخ مینے بھی چاہا کہ لکھوں کوئی میں بھی تاریخ کیون نہیں کہتے ہو تم ہی یہ انوکھی تاریخ
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

از عالیجناب خان بہادر مولوی محمد مطیع اللہ خان نصاحب  
ڈپٹی کلکٹر رئیس شاہ جامپور

نوشہ خوب مظہر حسین خان تاریخ چو فکر سال نمودم برائے طبع خلیل	ز جانفشانی تحقیق حسن سلونی سر دوش غیب ندا داد نسخہ خوبی
-----------------------------------------------------------------	------------------------------------------------------------

ازعالیجناب محمد فیح صاحب کسب و انزیری مجسٹریٹ محقق دیوان فیح خلف الرشید

خان بہادر مولوی محمد عبد المجید صاحب بیج وئیس و تعلقہ دار قبیلہ روضہ ضلع الآباد

کیا خوب مظفر نے یہ تاریخ لکھی ہے  
وہ لطف سے خالی نہیں جو فعل ہے انکا  
حالات جو سچے تھے وہی وح کیے ہیں  
ہر جزو ہے اک دفتر اسرار بلاغت  
دلدار ہے دلدار ہے دلدار بھی دلکش  
تحریک کی خوگر نہیں خامہ کی روانی  
جسمین نہ کتب خانہ ہو بکنت وہ گھر ہے  
اے فیح پھر کاتھتے ہیں سب دیکھنے والے

اس کام سے واقف ہیں اس کام میں ہیں تیز  
جو بات ہر انکی وہ ہے اک مصلحت آئینہ  
تفریح بنا دے انھیں بھوٹے سے پر مینہ  
ہر صفحہ مضامین معانی سے ہے لبریز  
معشوق ہو معشوق ہو معشوق بھی خوش  
شبیر طبیعت کو نہیں حاجت ہمیں  
جس پر نہو کاغذ کوئی منہوس بہر وہ مینہ  
تاریخ کی تاریخ ہو تاریخ دل انگیز

ازعالیجناب اے بہادر کنور کامتا پر شاد صاحب ڈپٹی کلکٹر

لکھ گئی تاریخ شاہ آباد کی کیا دستیر  
قیس نے وقت اٹھائی ہو تلاش ناتہ من  
ہر ورق ہے بے ثباتیلے دنیا کا گواہ  
عبثت افزا پھیکیا ہے نقشہ ہجر و وصال  
خانہ ہجر و رستہ میں مرد و نکو زندہ کیا  
خند تین تھیں بزم ہستی کی اگر مشکوہ عام

جو مظفر کی لیاقت کی یہ اک ادنیٰ نظیر  
تیشہ فرہاد کس منہ سے لایا جوئے شیر  
ہر اک صفحہ میں اک نیزنگ عالم کی نظیر  
شادی و غم کی بنی تصویر تو ام بے نظیر  
آگے آگے جو دم عیسے کی آواز صوم  
آج ارواح نیا گان بھی ہوین منت پذیر

گردیا خاک وطن کو آج ہر ملک عبیر  
 طائر عرشی ہوئے ہیں ام بند شمین اسیر  
 بلبلو نکا بند دم ہے ہو سکیں کیا ہر صغیر  
 صفحہ ہسٹری کا ہر سلیمانی ستر  
 حکم دل ہیں بھی ہوں ان بلبلو نکا ہر صغیر  
 پڑی جاتا ہی نشانہ پر کبھی نادان کا تیر  
 دیدہ اعزاز میں ہر بوستان منتظر

چرخ پر پہونچا دیار تہ زین کا آپ نے  
 اوج مضمون نے دکھائی عالم بالائی سیر  
 فقط طوطی گم ہوا رنگ سخن کے سامنے  
 اور تی پر بیان ہر طرف مضمون کی آتی ہر نظر  
 شوق میں تاریخ کے ہیں ہر زبانیں نقش  
 خامہ نے بھی اس توقع پر جھکایا پناہ  
 بخم نے لکھا یہ سال طبع تاریخ شکر

تقریظ و قطعہ تاریخ از عالیجناب سید غلام کاظم صاحب گو

متم ورتال و جفا رئیس اٹا وہ ابن حاجی مولوی میر غوب علی صاحب تحصیلدار و لغت  
 انوار الایمان و اخبار الانبیاء و مناقب الاولیاء۔ برادر نواب محسن الملک  
 محسن الدولہ سید محمد یعلی خان بہادر منیر نواز جنگ بہادر

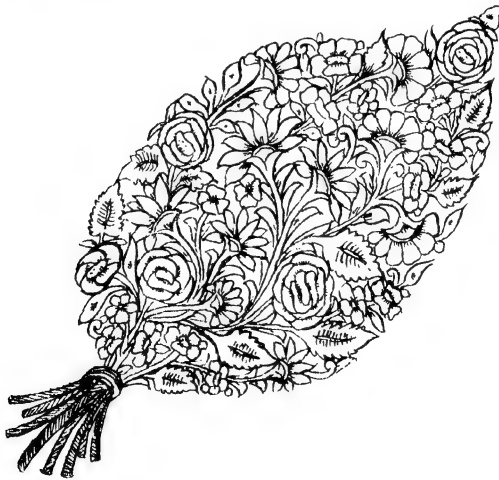
برگ درختان سبز و نظر پوشیدار ہر ورقے و قمریت معرفت کردگار  
 علم تو انج و حقیقت خدا کی قدر تو نکوز نگارنگ صورتوں سے دکھانا ہے آفریدگار  
 بر جہن نے کہ اپنے محبوب نشان باعث تخلیق کون مکان احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ  
 علیہ وآلہ و صحابہ وسلم کی جلوہ گری سے اس طنز لستکہ دنیا کو منور کیا ہے۔

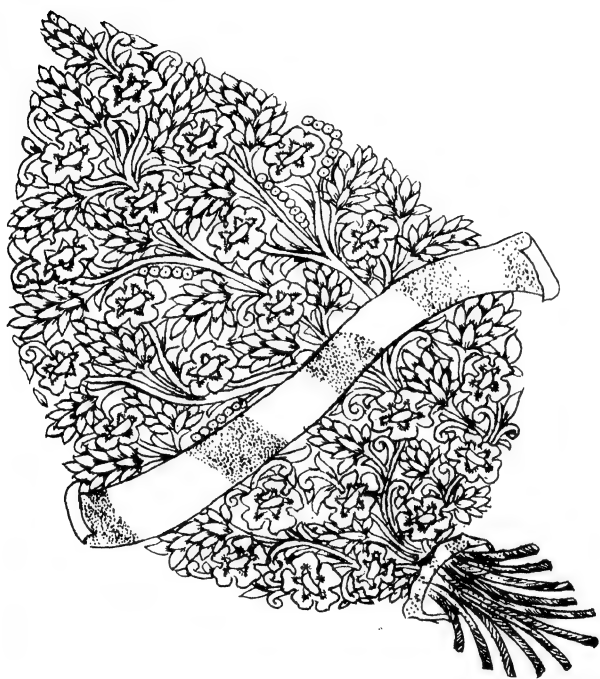
تاریخ دیکھنے سے جا بجا قریہ و یدہ۔ شہر و مکے نئے نئے رنگ کا نقشہ آنکھوں میں  
 کھج جاتا ہی۔ احمد شد زمانہ حال میں مخرن عقل و فہم طبع رسام مع علوم و ذہن و ذکا ملک  
 تحقیق کے حکمران مؤرخ خوش بیان جناب نشی مظفر حسین خان صاحب نے یہ کتاب

تاریخ قضیہ شاہ آیا و خوش بنیا و قلمند فرما کر قلم و ہندوستان میں ناظرین کو  
محو نظارہ بنایا ہے چشم بدور سے واقعات کا مرقع عجیب حسن ادا سے دکھایا  
ہو شہر شاہ جہان پور کی بھی کچھ رونما و تحریر ہے وہ بھی صحت مضامین سے بہت  
دلپذیر ہے فی الواقع دریا کوڑہ میں بند ہے نسخہ ہذا کا نقطہ نقطہ فقرہ فقرہ دلپسند ہے  
نامہ مظفری سے موسوم بہ لطیف گوناگون ہے باعتبار شان حجم اوراق و مضامین  
بندہ کے خیال میں اسم تاریخی بن عیسوی دقا م مظفری بھی موزوں ہے۔  
۱۹۱۵ء ۶

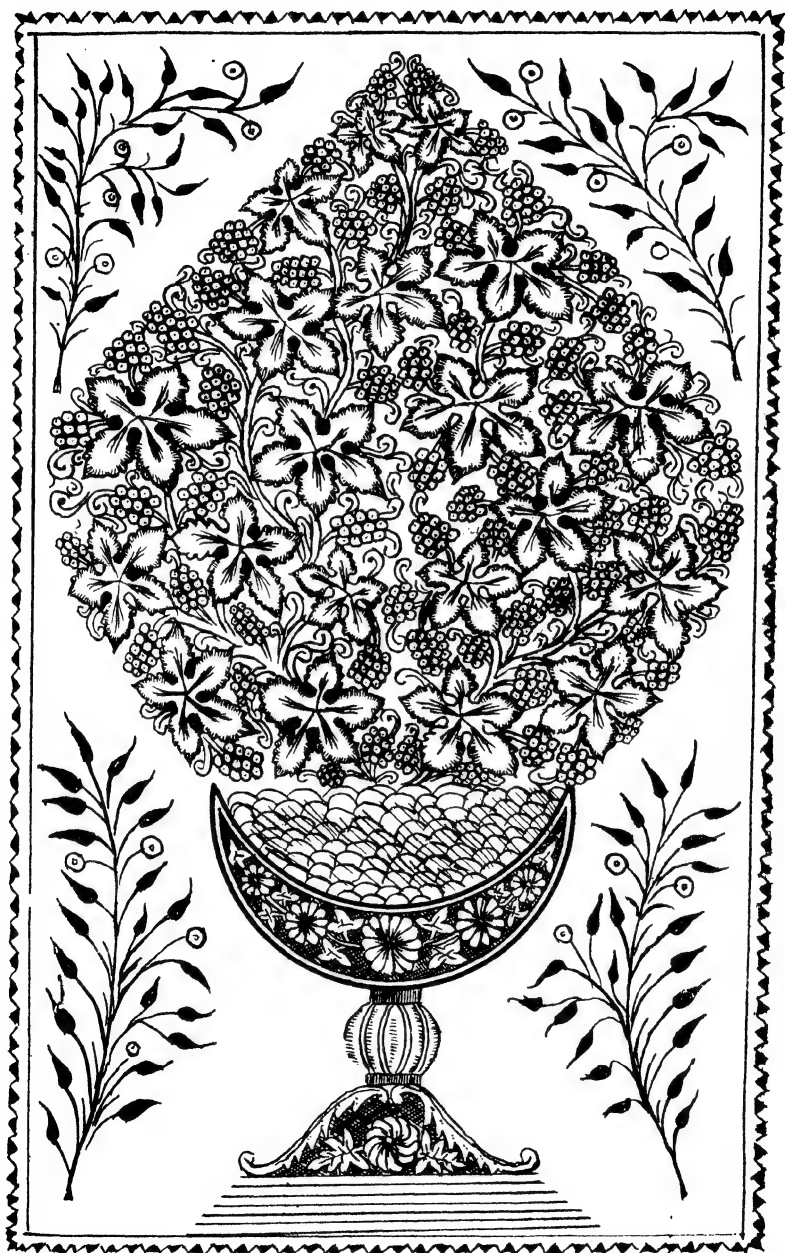
۵۔ اگر قبول افتد زہے عز و شرف ۵

رستہ زندہ موئے سولخ مصدقہ بعلے نمودہ وے نتایج سخنوری  
ہر ان کسے کہ بخیر ز حالت جهان بود ندادم کہ خوش بین دقا م مظفری  
۱۹۱۵ء ۶











# اعلان

اس کتاب

میں کثرت سے جو غلطیاں  
چھپنے میں آگئی ہیں انکی جہ یہ ہو کہ اول یہ  
کتاب بیخبر کارڈیشن پریس لیگے تھے اور کچھ متفرق  
طور پر چھاپا اس کے بعد قریب دو سال کے کتاب کو تباہ و  
بلا انتظامی سے ڈال رکھا۔ دوسری جلد میں اکثر زبردگئے حالات  
جو مقدم تھے موخر کر ڈالے۔ دوسرے کا بیان جو لکھائی تھیں وہ کافی نوین  
نے بہت غلط لکھیں اس کے سوا مدت تک پڑے رہنے سے خراب ہو گئیں اور  
ان کے حروف پتھر پر پڑے طور پر نہیں آئے۔ مصلح سنگ جس جگہ جو لفظ  
نہیں پائی یا پڑھی نہیں گئی وہ اپنی را سے جو چاہا لکھ دی جب  
یہ ابتری دیکھی تو وہ ان سے کتاب اٹھا کر مطبع معتبائی کو بہنا بر  
طبع دی گئی اگرچہ مالک مطبع معتبائی نے توجہ سے کام کیا مگر  
کافی نویسون اور مصلح سنگ کی غلطیوں سے کتاب محفوظ نہ ہو سکی  
مجبوراً جو فاش غلطیاں تھیں ان کی صحت کر کے غلط نامہ  
شامل کر دیا ہے مگر بے موقع الفاظ اور بیجا اضافتوں وغیرہ کا  
تصرف جو چھپنے میں آگیا ہو انکی اصلاح غیر ممکن ہو لہذا حضرات  
ناظرین نا پسند و لغت کو عبارت کی غلطیوں سے بہ قیصر  
تصور فرمائیں اور محنت کے معاوضہ میں بجا  
نیک صلہ کے کلمات اعراض کے نہ  
ارشاد فرمائیں۔ فقط

مؤلف مہذب









